اسلام اور جدید سائنس کی روشنی میں

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

واقعہ معراج

مصنّف

الشیخ الدکتور اسماعیل المزنی الحنبلی

ترجمہ

مفتی محمد وسیم اکرمُ القادری ایم اے، ایم فل

شعبہ اسلامیات سپیریئر گروپ آف کالجز سمبڑیال، سیالکوٹ

Marfat.com

معراج النبی ﷺ اسلام اور جدید سائنس کی روشنی میں

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

واقعہ معراج

اس کتاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مختصر حالاتِ زندگی، لامکاں کی سیر پر جانے، مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ اور پھر وہاں سے عرش الٰہی پر اللہ کی زیارت سے مشرف ہونے، جنّت و جہنّم اور آسمانوں کی سیر کرنے، لوح و قلم کو ملاحظہ کرنے، حاملین عرش اور اللہ کی مخلوق کے رازوں کو جاننے جیسے بے شمار موضوعات پر مشتمل الشیخ الدکتور اسماعیل المزنی الحنبلی کی کتاب "معراج النبی" کا اردو ترجمہ ہے

مصنّف

الشیخ الدکتور اسماعیل المزنی الحنبلی

مترجم: مفتی محمد وسیم اکرم القادری (ایم اے۔ ایم فل)

مشتاق بک کارنر

الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار، لاہور

DATA ENTERED

Marfat.com

ہماری کتابیں، معیاری کتابیں
خوبصورت اور کم قیمت کتابیں

297-4/1
142
145622

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

ناشر: مشتاق احمد
اہتمام: سلمان منیر

نام کتاب — معراج النبی ﷺ
مصنف — الشیخ الدکتور اسماعیل المزنی الحنبلی
مترجم — مفتی محمد وسیم اکرم القادری
اشاعت — 2014ء
مطبع — ناصر شہزاد پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ — گل گرافکس
قیمت — روپے

استدعا

انسانی طاقت اور بساط میں جو کچھ ہے اس کے مطابق اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ نسخہ ہذا میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہ رہ جائے پھر بھی انسان خطا کا پتلا ہے اگر دوران طباعت کوئی زیر۔ زبر۔ نقطہ۔ شد یا مد ٹوٹ جائے تو اسے غلطی نہیں کہتے۔ کثیر تعداد میں چھپنے والی مطبوعات میں باوجود ہر امکانی کوشش کے ایسی خفیف نادانستہ لغزش قابل گرفت نہیں ہوتی بلکہ قابل معافی ہوتی ہے۔ کوئی مسلمان جان بوجھ کر دیدہ دانستہ تو طباعت میں ذرا سی غفلت بھی نہیں کرسکتا۔ پھر بھی آپ سے استدعا ہے کہ اگر اس کتاب کو پڑھنے کے دوران اس قسم کی کسی غلطی کا شبہ ہو تو ہمیں مطلع فرما کر مشکور فرمائیے۔ ان شاء اللہ آئندہ طباعت میں درست کر دی جائے گی۔ ادارہ

Marfat.com

انتساب

سفر معراج کو بیان کرنے والے راویان حدیث کے نام

جنہوں نے اس سفر کے بارے میں معلومات امت مسلمہ تک پہنچائی اور علمی بحر بے کنار سے اہل اسلام کے قلوب واذہان کو منور کیا۔

از

محمد وسیم اکرم القادری

☆☆☆

Marfat.com

پیش لفظ

((بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لولیہ والصلوۃ والسلام علی نبیہ وعلیٰ الہ وصحبہ وسلم))

اما بعد! بندہ الشیخ الدکتور اسماعیل المزنی الحنبلی عرض گزار ہے کہ یہ تصنیف معراج النبی کے رموز اور فلسفہ کے موضوع پر ہے، اس کو احادیث صحیحہ اور مفسرین کے اقوال سے مزین کیا گیا ہے، مقدمہ میں سیرت النبی، ضرورت نبی، معجزات نبی، حقیقت معجزہ وغیرہ جیسے مضامین محققین کے سیر طبع کے لیے ہیں، معراج النبی کے ساتھ منسلک ہر چیز کو بیان کرنا ناممکن ہے لیکن پھر بھی اس کتاب کو جامع ترین بنانے کی سعی کی گئی ہے۔

کتاب ہذا 26 جمادی الثانی 1405 ہجری کو تقریباً 3 سال کی مدت کے بعد پایہ تکمیل تک پہنچی۔ وللہ الحمد!

اسماعیل المزنی

☆☆☆

Marfat.com

فہرست

مقدمۃ الکتاب	9
سیرتِ رسولِ اکرم ﷺ	9
رسالت	128
منصبِ ختم المرسلین	136
فرائضِ نبوت	140
فرائضِ امت	148
سنت وحدیث کی حجیت واہمیت	150
محبت رسالت اور آپ کی تمام خصوصیات کو تسلیم کرنا	164
حقیقت معجزہ	168
رسول اللہ کے معجزات	186
معراج النبی......اسلام اور سائنس کی روشنی میں	206
فلسفہ معراج	207
انبیاء کرام کی معراجیں	207
سنِ معراج	214

Marfat.com

❁ ماہِ معراج ---------- 216
❁ شبِ معراج ---------- 217
❁ وقتِ معراج ---------- 218
❁ معراج کہاں سے ہوئی ---------- 219
❁ ماہ و شبِ معراج کے فضائل ---------- 220
❁ فلسفۂ معراج ...... معراج النبی کے رُموز ---------- 221
❁ معراج روح و جسم سمیت ہوئی ---------- 229
❁ معراج اور زمانہ ---------- 239
❁ رات کو معراج ہونے کے وجوہ ---------- 246
❁ معراج کی رات شقِ صدر اور اس کے متعلقہ مسائل ---------- 252
❁ مکۃ المکرمہ سے معراج ہونے کا فلسفہ ---------- 255
❁ براق پر سواری اور اس کے متعلقہ مسائل ---------- 257
❁ حضرت موسیٰ کی نماز، دیگر انبیا کرام بیت المقدس میں، حیات انبیاء...... ارواح اور اجسام کا تعلق ---------- 260
❁ بیت المقدس میں ٹھہرنے کا فلسفہ ---------- 281
❁ فلسفۂ آسمانی معراج ---------- 284
❁ ہر آسمان کے دروازہ پر ہونے والی گفتگو کی وجہ ---------- 286
❁ فرشتوں کا مختلف شکل اختیار کرنا ---------- 288
❁ ان فرشتوں کا تعارف جن سے دورانِ معراج رسول اللہ نے ملاقات کی ---------- 293

Marfat.com

- ملائکہ پر ایمان -- 357
- فرشتے معصوم عن الخطاء -- 358
- اسراء اور معراج میں فرق......معانی و مطالب -- 362
- مختلف آسمانوں پر انبیاء کرام سے ملنے کی وجوہ -- 364
- فلسفۂ استفہام -- 367
- حضرت جبرائیل کے سدرۃ پر رکنے کے رموز -- 369
- فلسفہ فرضیت صلوۃ اور اس کی تعداد میں کمی کی رموز -- 373
- موسیٰ کلیم اللہ سے بار بار ملاقات کی وجوہ -- 375
- حدیثِ معراج کے راوی -- 379
- معراج اور سائنس -- 381
- عصری سائنسی تحقیقات اور معراج النبی -- 381
- واقعہ معراج -- 466
- الفاظ آیت کی تفسیر اور متعلقات آیت اسریٰ -- 466
- مکہ سے مسجد اقصیٰ -- 472
- بیت المقدس میں باجماعت نماز اور انبیاء کرام کے خطبات -- 488
- مسجد اقصیٰ سے پہلے آسمان تک -- 491
- پہلے آسمان پر ورود -- 494
- دوسرے آسمان کی سیر -- 510

Marfat.com

تیسرے آسمان کا سفر ---------- 514
چوتھا آسمان ---------- 518
قدم آسمان پنجم پر ---------- 527
چھٹے آسمان کی سیر ---------- 530
ساتواں آسمان ---------- 535
بیت المعمور ---------- 538
سدرۃ المنتہیٰ سے عرش تک ---------- 539
عرش الٰہی کی زیارت اور اللہ تعالیٰ سے کلام ---------- 550
قربِ الٰہی...... دیدارِ الٰہی اور واپسی ---------- 569
جنت کی سیر اور جنت کا متعلق احادیث ---------- 582
جہنم کو ملاحظہ فرمانا اور جہنم کے متعلق احادیث ---------- 647
حضرت موسیٰ سے ملاقات اور پچاس سے پانچ نمازیں ---------- 712
معراج سے واپسی ---------- 717
اہل مکہ کے سامنے تذکرۂ واقعہ معراج اور دلائل و دیگر معجزات ---------- 720
مفسر قرآن، صحابی رسول حضرت ابن عباس کا بیان کردہ واقعہ معراج ---------- 730

Marfat.com

مقدمۃ الکتاب

الاول:

سیرتِ رسولِ اکرم ﷺ

ولادت النبی:

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن پاک سے سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس ضمن میں سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ دورانِ حمل مجھے عام عورتوں کی طرح کسی قسم کا بوجھ، درد اور طبیعت میں بدمزگی محسوس نہیں ہوئی جیسا کہ عام طور پر عورتوں کو حمل کے دوران ہوا کرتا ہے۔شروع کے چھ ماہ تو مجھے یہ احساس بھی نہ ہوا کہ میں حمل سے ہوں۔صرف اتنا احساس ہوتا تھا کہ اس دوران حیض کی بندش ہوگئی تھی، جب چھ ماہ گزر گئے تو میں خواب و بیداری کے عالم میں تھی۔میں نے کسی کی آواز سنی:

''اے آمنہ! تم حمل سے ہو۔''

(یہ اس طرح سے کہا گیا کہ جیسے) مجھے معلوم نہ تھا کہ میں حمل سے ہوں۔اس کے بعد آواز آئی:

''تم اس امت کے پیغمبر کے حمل سے ہو۔''

ایک روایت میں ہے:

''ساری مخلوق سے افضل حاملہ ہو۔''

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں:

''میں حمل کے دوران ہر مہینہ میں ایک غیبی آواز سنا کرتی کہ تمہیں مبارک! وہ مبارک ساعت نزدیک آن پہنچی ہے۔ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں جلوہ افروز ہونے والے ہیں جو خیر و برکت والے ہیں۔''

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت مبارکہ کی ساعت نزدیک آئی تو میں اس وقت گھر میں تنہا تھی۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دادا جناب عبدالمطلب اس وقت طواف کعبہ کے لئے گئے ہوئے تھے۔ اچانک میں نے ایک زوردار آواز سنی جس سے میں ڈر گئی۔پھر میں نے دیکھا کہ ایک سفید رنگ والا پرندہ

Marfat.com

میرے قریب آیا اس نے اپنے پر میرے سینہ پر ملے۔ اس سے میرا ڈر ختم ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ شربت سے بھرا ہوا ایک پیالہ میرے پاس پڑا ہوا ہے، میں نے اسے پی لیا، اس سے مجھے کچھ سکون سا محسوس ہوا۔ اب میں نے دیکھا کہ میرے پاس لمبے قد والی خوبصورت عورتیں آئیں۔ ان عورتوں کا قد عبد مناف کے قبیلے کی عورتوں جیسا لمبا تھا، ان کو دیکھ کر میں بڑی حیران ہوئی کہ ان کو میری حالت کا کیسے علم ہوا ہے۔ ان عورتوں میں سے ایک نے کہا: میرا نام آسیہ ہے اور میں فرعون کی بیوی ہوں۔ دوسری عورت نے مجھ سے کہا: میں مریم بنت عمران ہوں اور یہ عورتیں جنت کی حوریں ہیں۔ اس کے بعد مجھے معمولی سا تکلیف کا احساس ہونے لگا۔ پھر مجھے ایک گرجدار آواز سنائی دی اور میں نے دیکھا کہ زمین و آسمان کے مابین ایک سفید ریشمی چادر پھیلا دی گئی اور بہت سے لوگ ایک جماعت کی شکل میں زمین و آسمان کے درمیان کھڑے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں چاندی کے سفید آفتابے ہیں، مجھے کستوری سے زیادہ اچھی خوشبو آنے لگی۔ پھر میں نے دیکھا کہ پرندوں کی ایک ٹولی میرے سامنے آ گئی ہے۔ ان پرندوں کے پر یاقوت اور چونچیں زمرد سبز سے بنی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد میری نگاہوں کے سامنے سے اللہ تعالیٰ نے پردہ ہٹا دیا اور مجھے مشرق و مغرب کے افق دکھائی دیئے۔ مجھے تین جھنڈے نظر آئے جو لہرا رہے تھے۔ ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں، جبکہ ایک جھنڈا مجھے خانہ کعبہ کے اوپر لہراتا ہوا دکھائی دیا۔ میں یہ سب کچھ مشاہدہ کر رہی تھی کہ اسی اثناء میں مجھے درد محسوس ہوا۔ اب ان عورتوں نے اپنے ہاتھوں سے میری مدد کی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت باسعادت ہوئی۔ میں نے دیکھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدے کی حالت میں تھے اور اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی ہوئی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے رو کر التجا فرما رہے ہوں۔ اسی دوران میں نے سفید رنگ کے بادل کا ایک ٹکڑا دیکھا جس نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لپیٹ کر اٹھا لیا اور آپ کو میری نظروں سے اوجھل کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ایک آواز سنی کہ کوئی منادی کر رہا ہے: انہیں مشرق و مغرب میں لے جاؤ۔ بحر و بر پر لے جاؤ اور سیر کراؤ تاکہ ہر کوئی آپ کو پہچان لے اور اچھی طرح جان لے کہ آپ کی صفت ماحی ہے تاکہ دنیا سے شرک کے آثار ختم ہو جائیں۔ پلک جھپکتے ہی بادل کا یہ ٹکڑا اوجھل ہو گیا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ریشم کے سفید کپڑے میں لپٹے ہوئے میرے سامنے موجود تھے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''میں نے ایک بہت بڑا نورانی بادل دیکھا جو پہلے والے بادل سے بڑا تھا۔ مجھے اس بادل سے گھوڑوں کے ہنہنانے اور پرندوں کے پھڑ پھڑانے اور لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اس بادل کے ٹکڑے نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میری نظروں کے سامنے سے اوجھل کر دیا۔ یہ وقفہ پہلے سے زیادہ طویل تھا۔ اس وقت میں نے ایک منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا: محمد کو زمین کے تمام گوشوں کی سیر

Marfat.com

کراؤ! تمام پیغمبروں کے سامنے لے جاؤ تمام جن وانس کی روحوں کو زیارت سے مشرف ہونے دو، فرشتوں، پرندوں اور چرندوں کو زیارت کراؤ۔ اس کے بعد بادل کا یہ ٹکڑا میری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ محمد سبز ریشمی کپڑے میں اچھی طرح لپٹے ہوئے ہیں اور اس ریشم سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ مجھے ایک منادی کی آواز آئی: مبارک ہو! رسول اللہ کس شان سے دنیا میں تشریف لائے ہیں۔ دنیا کی تمام مخلوق آج سے آپ کے تابع فرمان ہے، تمام مخلوق آپ سے فرمان باری تعالیٰ حاصل کرے گی۔ اس کے بعد میں نے آپ کی طرف نگاہ کی تو میں نے دیکھا کہ گویا آپ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمک رہے ہیں اور آپ کے جسم اطہر سے مشک وعنبر کی خوشبوئیں آرہی ہیں۔ اس دوران مجھے تین اشخاص کھڑے دکھائی دیئے جن کے چہرے آفتاب سے زیادہ روشن تھے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ تھا، اس آفتابے سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا ایک طشت تھا، اس کے چار پہلو تھے اور ہر پہلو پر مروارید رکھا ہوا تھا۔ تیسرے کے ہاتھ میں سفید حریر ہے۔ اس کے بعد انہوں نے ایک ایسی انگشتری نکالی کہ جس کے دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ اس انگشتری کو آفتابے کے سفید پانی سے سات مرتبہ دھویا، پھر اس انگشت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے مابین مہر نبوت رکھی گئی اس پر حریر کا ٹکڑا باندھا گیا اور تھوڑی دیر تک اپنی آغوش میں لینے کے بعد میرے بچے کو میری گود میں رکھ دیا گیا۔"

والدہ کا وصال:

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چھ برس کے ہوئے تو سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے رشتہ داروں سے ملنے کی غرض سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئیں۔ ان کے ساتھ حضرت اُم ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ مدینہ طیبہ میں سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا آنا اس غرض سے بھی تھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر مبارک وہیں پر تھی اور ان کی قبر پر جانے کی نیت تھی۔

ابن اسحاق کا کہنا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک چھ برس کی ہوئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو لے کر بنی عدی بن النجار کے قبیلہ میں آئیں غرض یہ تھی کہ آپ کی ملاقات آپ کے ماموؤں سے کرائیں۔ مدینہ طیبہ میں ایک ماہ کی مدت تک قیام کیا۔ آپ کا قیام اس مکان میں تھا جسے دار النابغہ کہا جاتا ہے۔ جب ایک ماہ قیام کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوا تو ابواء کے مقام پر پہنچ کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھک گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے سرہانے بیٹھ گئے، اچانک وہ بے ہوش ہو گئیں۔ جب دوبارہ ہوش میں آئیں تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیکھا اور تھوڑی دیر بعد انتقال فرما گئیں اور اسی جگہ پر مدفون ہوئیں۔

حضرت اسماء بنت رہم بیان فرماتی ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے وصال کے وقت میری والدہ ماجدہ

Marfat.com

ان کے قریب موجود تھیں۔ اس وقت حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک چھ برس تھی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے آپ کی طرف دیکھا اور یہ کلام فرمایا:

''اے بیٹے! اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے، تُو اس کا فرزند ہے کہ جس نے موت کی سختی سے اللہ تعالیٰ کی مدد سے نجات حاصل کی تھی۔ جب صبح کے وقت حضرت عبدالمطلب نے اپنی نذر پوری کرنے کی غرض سے اپنے بیٹوں کے مابین قرعہ ڈالا تھا اور تمہارے باپ کا نام نکلا تھا پھر اس کے بدلے ایک سو اونٹوں کا فدیہ کیا گیا تھا۔ اے بیٹے! جو خواب میں نے دیکھا تھا اگر درست ہے تو تم تمام کائنات کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہو، حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے والے، حلال و حرام میں فرق کرنے والے، عرب و عجم کی طرف بھیجے گئے اور دین ابراہیمی کو پھیلانے کے لیے بھیجے گئے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں بتوں کی پوجا سے باز رکھے گا اور لوگوں کے ساتھ مل کر بتوں کی تعظیم کرنے سے بھی اللہ تعالیٰ نے تمہیں منع کر دیا ہے۔ ہر زندہ مرنے والا ہے، ہر نیا پرانا ہونے والا ہے اور ہر بڑا فنا ہونے والا ہے۔ میں مر جاؤں گی، میرا ذکر باقی رہے گا، میں بھلائی چھوڑے جا رہی ہوں اور میں نے پاکیزہ بچہ جنا۔''

یہ کہنے کے بعد حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انتقال فرما گئیں اور اسی جگہ پر مدفون ہوئیں۔

ہجرت کے سفر میں جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنی عدن کے قلعوں کو دیکھا تو اس جگہ کو پہچان لیا اور فرمایا:

''ہم بچوں کے ہمراہ ان قلعوں کے کھنڈرات پر چلتے تھے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر کے واقعات جس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ ساتھ تھیں، بیان فرمائے۔ عمرۃ القضایا کے سال جب مقام ابواء پر پہنچے تو اس جگہ کو دیکھا جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تھا۔ وہاں چند پتھر اکٹھے کیے پڑے ہوئے تھے۔ فرمایا:

''یہ میری والدہ ماجدہ کی قبر مبارک ہے۔''

یہ فرما کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چشمان اطہر میں آنسو آ گئے اور اس قدر حسرت و ترحم کا اظہار فرمایا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی رونے لگے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں:

''سیدنا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے مقام ابواء تشریف لے گئے تو چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہمراہ تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھ کر بے اختیار رونے لگے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہمراہ تھے وہ بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو روتے دیکھ کر بے اختیار رو پڑے۔ ہم نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی

Marfat.com

اشکبار ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کے پاس بیٹھ کر روئے۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے سوال کیا: یا رسول اللہ! رونے کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: اپنے متعلق والدہ کی شفقتیں اور رحمتیں یاد کرتا ہوں۔''

ابولہب کے عذاب میں کمی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے بعد ثویبہ نے ابولہب سے آ کر کہا:

''کیا آپ کو معلوم ہے کہ تمہارے بھائی عبداللہ کی بیوی کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے۔؟''

یہ سنتے ہی ابولہب نے خوش ہو کر کہا کہ تو آزاد ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے خوش ہونے کی وجہ سے ابولہب کو اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ بدلہ دیا گیا ہے کہ پیر کے دن (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا دن ہے) اس کے عذاب میں کمی کی جاتی ہے اور اس کو اس رات میں جہنم میں پانی پلا دیا جاتا ہے۔ یہ پانی اس کو اتنی مقدار میں دیا جاتا ہے جتنا انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیانی فاصلے میں آ سکتا ہے (ایک گھونٹ)

ثویبہ ابولہب کی لونڈی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ ماجدہ کے بعد سب سے پہلے جس عورت نے دودھ پلایا وہ ثویبہ تھی جو کہ ابولہب کی باندی تھیں۔ اس عورت کو ابولہب نے اس وقت آزاد کر دیا تھا جب اس نے ابولہب کو آنحضرت کی ولادت کی خوشخبری آ کر دی تھی۔

ثویبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدہ حلیمہ سعدیہ کے آنے سے پہلے صرف چند دن دودھ پلایا ہے۔ اس زمانے میں یہ اپنے بیٹے مُسروح کے دودھ سے تھیں۔ ثویبہ نے اس سے پہلے صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حرث کے بیٹے ابوسفیان کو بھی دودھ پلایا تھا۔

ثویبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوسفیان کو دودھ پلانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب کو بھی دودھ پلایا تھا۔ حضرت حمزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بڑے تھے۔

سیدہ حلیمہ:

سیدہ حلیمہ کے والد کا نام ابی ذویب اور خاوند کا نام حارث بن عبدالعزیٰ تھا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تعلق قبیلہ سعد سے تھا جو فصاحت و بلاغت اور بیان کی شیرینی کی وجہ سے مشہور تھا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:

''اللہ نے مجھ کو تمام عرب میں فصیح بنایا ہے، ایک تو ہمارا قبیلۂ قریش فصاحت زبان میں بے مثل ہے دوسرا میری پرورش بنی سعد میں ہوئی جو فصاحت و بلاغت میں مشہور و ممتاز ہے۔''

Marfat.com

حضور سرور کائنات، فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی رشتہ داروں میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقام اس لحاظ سے اہم اور قابل فخر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلانے کا سب سے زیادہ شرف حضرت حلیمہ کے حصہ میں آیا ہے۔انہوں نے لگا تار دو سال تک یہ خدمت سرانجام دی۔اس کی تفصیل جس پر تمام سیرت نگار اور مورخین اسلام متفق ہیں وہ یہ ہے کہ قریش اور دیگر شرفائے عرب کے ہاں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے والیوں کے حوالے کرتے تھے۔اس کی کئی وجوہ تھیں۔ایک یہ کہ ان کی بیویاں ان کی خدمت کیلئے فراغت پاسکیں۔دوئم یہ کہ ان کی اولاد صحرائی ماحول میں نشوونما پائے اور انہیں فصیح عربی زبان میں مہارت حاصل ہو جائے۔سوئم یہ کہ صحرا کا پاک صاف ماحول میسر آئے اور وہ تندرست اور توانا ہوں۔صحرائی زندگی کی جفاکشیوں اور مشقتوں کے وہ بچپن سے خوگر ہوں۔چہارم یہ کہ ان کے جدامجد حضرت معد کی جسمانی قوت اور ہڈیوں کی مضبوطی اور اعصاب کی پختگی کے اوصاف ان کو صحراء میں پرورش کی وجہ سے ورثہ میں ملیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مسلمانوں کو یہ نصیحت فرمایا کرتے تھے:

''اے مسلمانو! معد کا تن و توش پیدا کرو! مشقت طلبی کو اپنا شعار بناؤ اور اپنے جسم اور اعصاب کو سخت بناؤ۔''

چنانچہ اس وقت کے روساء قریش اور امراء عرب اپنے بچوں کو اپنی ماں کی نرم و گداز آغوش میں پرورش کی بجائے صحرانشین قبیلوں کے پاس ان کے بچپن کو گزارنا پسند کرتے تھے، تاکہ اس کی ریت اور اس کی کھردری پتھریلی زمین کی رگڑوں سے ان کے جسم میں مضبوطی پیدا ہو اور ان کی فصیح و بلیغ زبان سیکھ کر وہ بہترین خطیب اور عمدہ قائد بن سکیں۔ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میں نے آپ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں دیکھا۔''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایسا کیوں نہ ہو کہ میں قبیلہ قریش کا فرزند ہوں اور میں نے اپنی رضاعت کا زمانہ بنی سعد قبیلہ میں گزارا ہے۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب ایک ایسی ہی خاتون کی تلاش میں تھے جو ان کے جلیل القدر پوتے کو اپنے ذمہ لے سکے۔صحرا کی کھلی فضا اور پاکیزہ ہوا میں وہ اس کی پرورش بھی کرے اور جوہر فصاحت کو بھی آب و تاب بخشے۔اسی دوران بنی سعد قبیلہ کی کچھ خواتین بچے لینے کی غرض سے مکہ آئیں۔بنی سعد کا قبیلہ بنی ہوازن کی ایک شاخ تھا جو اپنی عربیت اور فصاحت میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ان خواتین میں حلیمہ سعدیہ بھی شامل تھیں جو اپنے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ کے ساتھ اس مقصد کے لئے مکہ آئی تھیں۔حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

''وہ سال قحط اور خشک سالی کا سال تھا۔ہمارے پاس کچھ باقی نہ رہا تھا جس پر گزر اوقات کرسکیں۔میں ایک سبزی مائل رنگ والی گدھی پر سوار ہو کر اپنے قافلے کے ساتھ نکلی۔ہمارے ساتھ ایک بوڑھی اونٹنی بھی

Marfat.com

تھی۔ جس کی کھیری میں دودھ کا ایک قطرہ تک نہ تھا۔ میرا بچہ بھوک کی وجہ سے ساری ساری رات روتا رہتا اور ہمیں ایک لمحہ کیلئے بھی سونا نصیب نہ ہوتا۔ نہ میری چھاتیوں میں اتنا دودھ تھا کہ جس سے وہ سیر ہو سکے اور نہ ہماری اونٹنی کی کھیری میں دودھ تھا جو ہم اس کو پلا سکتے۔ ہم اس امید پر جی رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ احسان فرمائے گا، بارش برسے گی اور خوشحالی کا زمانہ پھر لوٹ آئے گا۔ میں اس گدھی پر سوار ہو کر اس قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئی۔ بھوک کے مارے وہ قدم بھی نہ اٹھا سکتی تھی۔ اس کی وجہ سے پورا قافلہ مصیبت میں مبتلا تھا۔ نہ ہمیں چھوڑ کر وہ آگے جا سکتے تھے اور نہ یہ لاغر گدھی چلنے کا نام لیتی تھی۔ کافی مشکلات کے بعد ہم مکہ پہنچنے میں کامیاب ہوئے اور پھر سب نے بچے تلاش کرنے کیلئے گھر گھر کے چکر لگانے شروع کر دیئے۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب میں مکہ پہنچی تو مجھے حضرت عبدالمطلب ملے۔ انہوں نے پوچھا:

''تم کون ہو۔؟''

میں نے کہا:

''میں بنی سعد کی ایک خاتون ہوں۔''

انہوں نے نام پوچھا تو میں نے بتایا:

''حلیمہ''۔

یہ سن کر حضرت عبدالمطلب فرط مسرت سے مسکرانے لگے اور فرمایا:

''واہ واہ! سعد اور حلم، کیا کہنا یہ وہ دو خوبیاں ہیں جن میں زمانہ بھر کی بھلائی اور ابدی عزت موجود ہے۔ میرے ہاں ایک بچہ ہے۔ کیا تم اس یتیم بچہ کو گود لینے کے لئے تیار ہو۔؟ کیا تم اس کو دودھ پلانے کے لئے تیار ہو۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی برکت سے تیرا دامن سعادت سے لبریز ہو جائے۔''

حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں:

''میں اپنے خاوند سے مشورہ کرنے کیلئے اجازت طلب کی۔ اللہ تعالیٰ نے میرے خاوند کے دل کو اس گنج گراں مایہ کے ملنے پر فرحت و سرور سے بھر دیا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ حلیمہ! دیر نہ کرو۔ فوراً جاؤ اور اس بچے کو لے آؤ۔ میں واپس آئی تو حضرت عبدالمطلب کو اپنا منتظر پایا۔ میں نے کہا کہ وہ بچہ مجھے دے دیں۔ میں اس کو دودھ پلانے کے لئے تیار ہوں۔ وہ مجھے حضرت سیدہ آمنہ کے گھر لے گئے۔ سیدہ نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے اس کمرہ میں لے گئی جہاں یہ نور نظر لیٹا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دودھ کی طرح سفید صوف کے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ نیچے سبز رنگ کی ریشمی چادر بچھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر آرام کر رہے تھے۔ کستوری کی مہک اٹھ رہی تھی۔ آپ کے معصوم حسن و جمال کو دیکھ کر میں تو فریفتہ ہو گئی۔ مجھ میں یہ جرات نہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جگاؤں۔ میں نے اپنا ہاتھ سینہ پر رکھا تو

Marfat.com

وہ جان جاں مسکرانے لگے اور اپنی سرگیں آنکھیں کھولیں۔ میں نے محسوس کیا کہ ان آنکھوں سے انوار نکل رہے ہیں اور آسمان کو چھو رہے ہیں۔ میں نے بے اختیار دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر اپنے سینہ سے لگا لیا اور اپنے خاوند کے پاس آ گئی۔ جب میں اس دولت سرمدی کو اٹھائے ہوئے واپس اپنے خیمہ میں پہنچی تو میں نے دودھ پلانے کے لئے اپنی دائیں چھاتی پیش کی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پینے سے انکار کر دیا۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو الہام کیا کہ تیرا ایک اور بھائی بھی ہے اس لئے آپ عدل کریں اور دوسری طرف سے دودھ نہ پئیں۔ جس جلیل القدر ہستی نے آگے چل کر سارے جہاں کو عدل وانصاف کا درس دینا تھا اس کا پروردگار یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ اس کا اپنا دامن کسی بے انصافی میں ملوث ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ پینے سے قبل حضرت حلیمہ کی چھاتیوں میں برائے نام دودھ تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دودھ پینے کی برکت سے وہ چھاتیاں دودھ سے لبریز ہو گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ رات کو وہ بھی خوب گہری نیند سویا۔ اس کو سلانے کے بعد میرا خاوند اس بوڑھی اور لاغر اونٹنی کی طرف گیا۔ یہ دیکھ کر اس کی حیرت وخوشی کی انتہا نہ رہی کہ اس کی اونٹنی کی کھیری دودھ سے بھری ہوئی ہے۔ اس نے اسے دوہا اور جی بھر کر دودھ نوش کیا۔ میں نے بھی خوب جی بھر کر دودھ پیا۔ ہم سب رات کو گہری نیند سوئے۔ وہ رات ہماری زندگی کی آرام وراحت سے بھرپور رات تھی۔ رات بھر چین کی نیند سونے کے بعد صبح بیدار ہوئے تو میرے خاوند نے کہا:

"بخدا!! اے حلیمہ سراپا سعادت یمین وبرکت وجود نصیب ہوا۔"

میں نے کہا:

"میں بھی یہی امید رکھتی ہوں۔"

خدمت رضاعت کی برکت سے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے خاندان کو جو سعادتیں نصیب ہوئیں ان کا احاطہ ممکن نہیں ہے۔ ان کی تنگدستی خوشحالی میں تبدیل ہو گئی۔ قحط سالی کے باعث چارہ اور گھاس نہ ملنے کی بنا پر پورے قبیلے کے ریوڑ بھوک سے لاغر ونحیف ہو گئے تھے، لیکن حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ریوڑ خشک سالی کے باوجود شام کو واپس آتا تو کھیریوں سے دودھ کی نہریں بہنے لگتیں۔ علاوہ ازیں اس خدمت کے بدلے میں جو شہرت دوام آپ کو نصیب ہوئی وہ ہفت اقلیم کے کسی فرمانروا کو بھی نصیب نہ ہو سکی۔ ان تمام نعمتوں کے علاوہ سب سے بڑی نعمت جو آپ کو عطا ہوئی وہ ایمان کی دولت تھی جس نے ان کے دونوں جہان سنوار دیئے ہیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سارا خاندان مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایمان کے بارے میں کتب حدیث وسیرت میں بہت سی روایات وآثار موجود ہیں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں اور اس روایت کے راوی رجال صحیح کی مانند ہیں۔ یہ روایت محمد بن منکدر

Marfat.com

سے مزل ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ایک عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ وہ عورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا کرتی تھی۔ جب وہ داخل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میری ماں! میری ماں!''

پھر اپنی چادر اٹھائی، اسے بچھایا اور اپنی چادر پر اپنی ماں کو بٹھایا۔

حرب فجار:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک جب پندرہ برس کی تھی تو آپ نے قریش کے ساتھ حربِ فجار میں شرکت کی۔ اس جنگ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خود حفاظت فرمائی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جنگ و قتال میں حصہ نہ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے نہ کوئی شخص مارا گیا نہ زخمی ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمولیت صرف اس حد تک تھی کہ آپ کے سارے چچا اس لڑائی میں شریک تھے۔ آپ اپنے چچا حارث بن عبدالمطلب، زبیر بن عبدالمطلب، حج، مقوم، ابو طالب، قثم، غیداق، عباس، ضرار اور ابولہب کو اپنے چھوٹے چچا حضرت حمزہ کے ساتھ تیر وغیرہ دیتے جاتے اور چچا یہ تیر مخالف لشکر پر برساتے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں:

''میں ان تیروں کو روکا کرتا تھا جو میرے چچوں پر چلائے جاتے تھے۔''

بعض روایات میں یہ جملہ بھی آتا ہے:

''میرے چچا دشمن پر تیر برساتے تھے اور میں ترکش سے تیر نکال نکال کر انہیں دیا کرتا تھا۔''

حلف الفضول:

جزیرہ عرب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل نہ تو کوئی منظم حکومت تھی اور نہ باقاعدہ عدالتیں موجود تھیں جو مظلوموں کی دادرسی کر سکتیں۔ سارا عرب معاشرہ قبائلی نظام میں جکڑا ہوا تھا۔ اگر کوئی شخص دوسرے قبیلے کے کسی شخص کو قتل کر دیتا تو مقتول کا قبیلہ صرف اس قاتل سے انتقام نہ لیتا بلکہ اس کے سارے قبیلے سے انتقام لیا جاتا۔ مکہ مکرمہ میں قریش کے دس قبائل آباد تھے جو دیگر عرب قبائل کے خلاف ایک دوسرے کے اتحادی تھے۔ اگر کوئی عرب قبیلہ قریش کے کسی ایک قبیلے پر حملہ آور ہوتا تو سارے قریشی قبائل مل کر اس حملہ آور کا مقابلہ کرتے۔ کوئی بھی یہ دیکھنے کی زحمت نہ کرتا کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون۔

حضرت عبدالمطلب کے تمام بیٹوں کو اللہ تعالیٰ نے دلِ دردمند عطا فرمایا تھا۔ خصوصاً زبیر بن عبدالمطلب اس صورتِ حال سے بہت بیزار تھے۔ انہیں ہرگز یہ پسند نہ تھا کہ کسی بے سہارا مسافر پر مکہ کا کوئی رئیس زیادتی کرے اور وہ بے بس تماشائی بنے رہیں۔ ایک بار یمن کا ایک تاجر اپنے سامان تجارت کے ساتھ مکہ پہنچا۔ مکہ میں عاص بن وائل نامی ایک بڑا امیر آدمی رہتا تھا۔ یہ شخص اکثر مسافروں سے دھوکا بازی اور فریب سے ان کا مال ہتھیا لیا کرتا تھا۔ اس نے یمنی

Marfat.com

تاجر سے سامان کا سودا کیا اور سامان اپنے قبضے میں لینے کے بعد اس کی قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ یمنی بے چارا مسافر تھا، یہاں اس کی جان نہ پہچان، اس نے عاص بن وائل کے دوست قبائل عبد الدار، مخزوم، جمح، سہم اور عدی بن کعب سے اس کی شکایت کی اور ان سے درخواست کی کہ وہ اس کی مدد کریں۔ ان قبائل نے مدد کے بجائے الٹا اسے جھڑک دیا۔ یمنی نے ان سے مایوس ہو کر ایک اور کام کیا۔ طلوعِ آفتاب کے بعد جب قریش حرمِ کعبہ میں حسبِ معمول اپنی اپنی مجلسیں جمائے بیٹھے تھے تو وہ قریب واقع جبلِ ابی قیس پر چڑھ گیا اور وہاں کھڑے ہو کر بلند آواز سے فریاد کی:

''اے فہر کی اولاد! اس مظلوم کی فریاد سنو! جس کا مال و متاع مکہ شہر میں ظلماً چھین لیا گیا ہے۔ وہ غریب الدیار ہے، اپنے وطن سے دور اور اپنے مددگاروں سے دور ہے۔ وہ ابھی احرام کی حالت میں ہے۔ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ اس نے ابھی عمرہ بھی ادا نہیں کیا۔ اے مکہ کے رئیسو! میری فریاد سنو۔ مجھ پر حطیم اور حجرِ اسود کے درمیان ظلم کیا گیا ہے۔ عزت و حرمت تو اس کی ہے جس کی شرافت کامل ہو جو فاجر اور دھوکہ باز ہو اس کے لباس کی تو کوئی عزت نہیں ہونی چاہئے۔''

حرم میں موجود سارے قریشیوں نے یہ فریاد سنی لیکن سب سے پہلے جس نے ایک مسافر اور بے یار و مددگار کی فریاد پر لبیک کہا وہ زبیر بن عبد المطلب تھے۔ زبیر اس مظلوم کی آہ و زاری پر مضطرب ہو کر کھڑے ہوئے اور اعلان کیا:

''اب اس فریاد کو نظر انداز کر دینا ہمارے بس کی بات نہیں۔''

چنانچہ عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں بنی ہاشم، بنی زہرہ، بنی تیم بن مرہ قبائل جمع ہوئے۔ ابنِ جدعان نے ایک پُر تکلف ضیافت کا اہتمام کیا۔ اس اجتماع میں شریک تمام شرکاء نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ یہ عہد کیا:

''وہ سب متحد ہو کر ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کریں گے۔ یہاں تک کہ ظالم، مظلوم کو اس کا حق ادا کر دے اور ہم اس عہد پر پابند رہیں گے جب تک سمندر صوف (اون) کو تر کرتا ہے اور جب تک حراء اور ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہیں اور معاش میں ہم ایک دوسرے کی ہمدردی کریں گے۔''

اس عہد یا معاہدے کو حلف الفضول کے نام سے موسوم کیا گیا کیونکہ عہدِ قدیم میں بنوجُرہم نے بھی اس قسم کا ایک معاہدہ کیا تھا اور جن تین آدمیوں نے اس معاہدے کیلئے بھاگ دوڑ کی تھی اور اسے پروان چڑھایا تھا، ان تینوں کا نام فضل تھا اور فضل کی جمع فضول ہے۔ یہ تین افراد فضل بن خضالہ، فضل بن وداعہ اور فضیل بن حارث تھے۔ نئے معاہدے کے بھی وہی مقاصد تھے۔ اس لئے اس کو بھی حلف الفضول کے نام سے شہرت ملی۔ جب یہ معاہدہ طے پا گیا تو سب مل کر عاص بن وائل کے گھر گئے اور اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس تاجر کا مال واپس کر دے۔ اب اس فریبی کو انکار کی مجال نہ تھی، لہٰذا مجبوراً تاجر کو اس کا مال واپس کر دیا۔ اس موقع پر جناب زبیر بن عبد المطلب نے اپنی مسرت کا اظہار یوں کیا:

''یہ معاہدہ کرنے والوں نے قسم اٹھائی ہے کہ سرزمین مکہ میں کوئی ظالم نہیں ٹھہر سکے گا۔ یہ ایسی بات ہے جس پر ان سب نے متفقہ معاہدہ کیا ہے۔ پردیسی اور فقیر جو اُن کے ہاں آئے گا ہر قسم کے جور و ستم سے

Marfat.com

محفوظ ہوگا۔''
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت بیس برس کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاہدہ میں شرکت فرمائی۔ بعثت کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ میں شرکت پر اظہارِ مسرت فرمایا کرتے تھے۔ ارشاد گرامی ہے:

''میں عبداللہ بن جدعان کے گھر میں موجود تھا، جب حلف الفضول طے پایا۔ اس معاہدے سے الگ ہونے کے بدلے اگر مجھے کوئی سرخ اونٹ دے تب بھی میں لینے کیلئے تیار نہیں اور اس قسم کے معاہدہ کی دعوت اسلام میں بھی اگر کوئی مجھے دے تو میں اسے قبول کروں گا۔''

رسول اللہ کی دانش:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ جوانی میں ایک مرتبہ شدید بارشوں کی وجہ سے مکہ مکرمہ میں سیلاب آ گیا، جس کی وجہ سے دیگر بہت سے مکانات کے علاوہ کعبۃ اللہ کی عمارت بھی گرنے کے قریب ہوگئی، جس کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کرنا ضروری ہوگیا، چنانچہ قریش نے ایسا ہی کیا اور کعبۃ اللہ کے گرانے کے کام کو حصہ وار آپس میں بانٹ لیا کہ کوئی خاندان محروم نہ رہے اور شکایت نہ پیدا ہو۔ اس تقسیم کے تحت کعبے کے دروازے کا حصہ بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے خاندانوں کے حصے میں آیا۔ حجر اسود اور رکن یمانی کا حصہ بنی مخزوم اور ان دوسرے قبیلوں کے حصے میں آیا جو ان کے ساتھ مل گئے تھے۔ اسی طرح کعبے کی پشت بنی جمح اور بنی سہم ابن عمرو کے خاندانوں کے حصے میں آئی حجر اسود کا حصہ یعنی جہاں اب حجر اسود ہے وہ جانب بنی عبدالدار، بنی اسد اور بنی عدی کے خاندانوں کے حصے میں آئی۔

اس تقسیم کے سلسلے میں علامہ مقریزی نے یہ لکھا ہے کہ حجر اسود سے لے کر حجر اسود کے کونے تک کا درمیانی حصہ جو دروازہ کی سمت تھی وہ بنی عبد مناف کے حصے میں آیا تھا اور بنی اسد، بنی عبدالدار اور بنی زہرہ کے حصے میں حجر اسود یعنی وہ سمت جس میں حجر اسود ہے، آئی تھی۔ بنی مخزوم کو کعبے کی پشت کا حصہ ملا تھا اور رکن یمانی سے لے کر رکن اسود تک کے درمیان کا حصہ تمام قریش کو ملا تھا۔ کعبے کی تعمیر شروع ہونے کے بعد جب حجر اسود کی جگہ تک پہنچی تو قریش میں زبردست اختلاف پیدا ہوگیا اور ہر قبیلہ مرنے مارنے پر آمادہ ہوگیا۔ ہر ایک قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر وہ رکھے۔ آخر بات اتنی بڑھی کہ لوگ خوں ریزی اور قتل وقتال پر آمادہ ہو گئے۔ بنی عبدالدار نے ایک بڑا برتن لے کر اس میں خون بھرا اور بنی عدی کے ساتھ مل کر آخیر دم تک ایک دوسرے کا ساتھ دینے کا عہد اور حلف کیا۔ انہوں نے اس برتن کے اندر خون میں اپنے ہاتھ ڈبو کر عہد کیا تھا۔

قریش کے درمیان یہ جھگڑا اور اختلاف چار یا پانچ دن تک رہا۔ آخر پھر وہ ایک دن مسجد حرام میں جمع ہوئے۔ اس مجلس میں ابوامیہ ابن مغیرہ جس کا نام حذیفہ تھا پورے قبیلہ قریش میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ آدمی تھا۔ یہ ابوامیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خسر یعنی اُم المومنین حضرت اُم سلمہ کا باپ تھا۔ یہ شخص قریش کے انتہائی شریف آدمیوں میں سے ایک تھا جو اپنی فیاضی اور سخاوت کے لئے مشہور تھے۔ یہ شخص مسافر کو زادِ راہ یعنی سفر کے لئے ناشتہ وغیرہ دینے میں مشہور

Marfat.com

تھا۔ جب کبھی یہ سفر کرتا تو اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی اپنے گھر سے ناشتہ لے کر نہیں چلنے دیتا تھا بلکہ سب لوگوں کے کھانے پینے کا تمام انتظام تنہا خود ہی کیا کرتا تھا۔ غرض کعبہ کی تعمیر کے دوران جب حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ رکھنے کا وقت آیا اور قریش میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا تو وہ چار پانچ روز تک الجھنے کے بعد ایک دن مسجد حرام میں جمع ہوئے جہاں سب سے زیادہ عمر رسیدہ شخص ابوامیہ ابن مغیرہ نے یہ جھگڑا ختم کرنے کے لئے مجمع سے کہا:

''اے گروہ قریش! اپنے اختلاف کو دور کرنے کے لئے تم یہ کرو کہ اس مسجد کے دروازے سے اب جو بھی پہلا شخص داخل ہو اس کو تم اپنا حکم بنالو تا کہ وہ تمہارے درمیان فیصلہ کر دے۔''

اس دروازے سے سب سے پہلے داخل ہونے والے شخص خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ قریش نے جیسے ہی آپ کو دیکھا وہ فوراً پکار اٹھے:

''یہ امین ہیں...... ہم ان پر راضی ہیں...... یہ محمد ہیں!''

اس کا سبب یہ تھا کہ جاہلیت کے زمانے میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ شخصیت اور مضبوط و بے داغ کردار کی وجہ سے قریش کے لوگ اپنے جھگڑوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اپنا ثالث بنالیا کرتے تھے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کسی کی بے جا حمایت کرتے تھے اور نہ مخالفت کرتے تھے، بلکہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ کھرا اور انصاف و دیانت کے بالکل مطابق ہوا کرتا تھا۔

چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس پہنچے اور انہوں نے آپ کو تمام واقعہ بتلایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا:

''مجھے ایک چادر لا کر دو۔''

چنانچہ فوراً ایک چادر لائی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زمین پر بچھایا اور حجر اسود کو اٹھا کر اپنے دست مبارک سے اس میں رکھا اور اس کے بعد قریش سے فرمایا:

''ہر قبیلے کے لوگ اس کپڑے کا ایک ایک کنارہ پکڑلیں اور پھر سب مل کر اس کو اٹھائیں۔''

چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا۔ بنی عبد مناف کا جو حصہ تھا اس کو عتبہ ابن ربیعہ نے اٹھایا، دوسرے حصے کو زمعہ نے پکڑا۔ تیسرے کو ابو حذیفہ ابن مغیرہ نے اٹھایا اور چوتھے حصے کو قیس ابن عدی نے پکڑا یہاں تک کہ جب انہوں نے حجر اسود کو اس جگہ تک اٹھا دیا جہاں اس کو رکھنا تھا تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھ کر حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

خلوت نشینی، نزول وحی اور اس کے بعد کے واقعات:

جوں جوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال کے قریب پہنچ رہی تھی اعلان نبوت کا وقت قریب آ رہا تھا۔ چنانچہ سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق ''آپ کو خلوت اور تنہائی محبوب بنا دی گئی اور آپ غار حراء میں جا کر خلوت فرماتے۔''

(فتح الباری، جلد 2، صفحہ نمبر 311)

Marfat.com

حضرت عمرو ابن شرجیل روایت بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ سے فرمایا:

''جب میں تنہائی میں جا کر بیٹھتا ہوں تو مجھے آواز سنائی دیتی ہے: اے محمد! اے محمد!''

ایک روایت میں یوں ہے:

''مجھے ایک نور نظر آتا ہے جو جاگنے کی حالت میں نظر آتا ہے اور ایک آواز سنائی دیتی ہے، مجھے ڈر ہے کہ اللہ کی قسم! اس کے نتیجہ میں کہیں کوئی بات نہ پیش آ جائے۔''

یہ سن کر حضرت خدیجہ نے (آپ کو تسلی دیتے ہوئے) عرض کیا:

''ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہرگز ایسا نہیں کرے گا، کیونکہ اللہ کی قسم! آپ امانت ادا کرنے والے ہیں، رشتہ داروں کی خبرگیری کرنے والے ہیں اور ہمیشہ سچ کہنے والے ہیں۔ آپ کے اخلاق بہت شریفانہ ہیں، لہٰذا شیطان کی آپ تک ہرگز پہنچ نہیں ہو سکتی۔''

حضرت خدیجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جو اونچی صفات اور عمدہ اخلاق دیکھے تھے ان ہی کے پیش نظر یہ بات فرمائی تھی کہ آپ کے ساتھ جو کچھ پیش آئے گا وہ خیر اور بھلائی ہو سکتی ہے کیونکہ جس شخص میں یہ خوبیاں موجود ہوں اس کو اچھی جزاء ہی مل سکتی ہے۔

غرض اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تنہائی اور خلوت نشینی کا شوق پیدا فرما دیا۔ جہاں آدمی کا دل ہر چیز سے فارغ ہو جاتا ہے اور مخلوق سے علیحدہ رہ کر دنیا کے تمام مشغلوں اور فکروں سے بیگانہ بن جاتا ہے، کیونکہ اس طرح انسان ہر گھڑی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہتا ہے جس سے اس کے قلب میں صفائی پیدا ہوتی ہے اور اس کا چہرہ معرفت کے نور سے جگمگا اٹھتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہائی اور خلوت نشینی سب سے زیادہ عزیز ہو گئی۔ آپ غار حراء میں جا کر خلوت نشین ہوا کرتے تھے، یہی وہ حراء پہاڑ ہے جس نے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لفظوں میں پکارا تھا:

''میری طرف تشریف لائیے یا رسول اللہ!''

یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثبیر پہاڑ کے اوپر تھے اور اس پہاڑ نے آپ سے کہا تھا:

''مجھ پر سے اتر جائیے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ آپ یہاں قتل نہ ہو جائیں اور پھر اس کے نتیجہ میں مجھے عذاب دیا جائے۔''

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں خلوت نشین ہو کر کئی راتیں عبادت کیا کرتے تھے۔ علامہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوت نشینی کی مدت ایک مہینہ ہوا کرتی تھی۔ آپ چند دنوں کا کھانا ساتھ لے کر غار میں تشریف لے جایا کرتے۔ جب یہ کھانا ختم ہو جاتا تو آپ واپس اپنے گھر تشریف لاتے اور اتنا ہی کھانا پھر ساتھ لے جایا کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کیا کرتے تھے اس میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ نبوت سے پہلے

Marfat.com

حضرت ابراہیم اور ایک قول کے مطابق حضرت موسیٰ کی شریعت کے احکام کے ذریعہ عبادت فرمایا کرتے تھے جو شریعت محمد میں باقی رکھے گئے تھے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ اپنے سے پہلے نبیوں کی ہر شریعت کے اُن احکام کے ذریعہ عبادت کیا کرتے تھے جو ہماری شریعت میں باقی رکھے گئے ہیں۔

شیخ محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان نبوت سے پہلے حضرت ابراہیم کی شریعت کے ذریعہ عبادت کیا کرتے تھے یہاں تک کہ ایک روز آپ پر اچانک وحی نازل کی گئی اور آپ کو رسالت و پیغمبری کے اعلان کا حکم دیا گیا۔

ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ اور ایک قول کے مطابق اس مہینے کی تیسری تاریخ کو پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''جب کہ میں سو رہا تھا میرے پاس جبرائیل ایک ریشمی کپڑا لئے ہوئے آئے جس میں ایک کتاب تھی یعنی ایک تحریر تھی اور انہوں نے مجھ سے کہا: اقراء، پڑھئے! میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس پر انہوں نے مجھے اپنے سینے سے ملا کر بھینچا۔ انہوں نے مجھے اس زور سے بھینچا کہ مجھے اس پر موت کا گمان ہوا، اس کے بعد انہوں نے مجھے چھوڑ دیا اور پھر کہا کہ پڑھئے۔''

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں نے کبھی کچھ نہیں پڑھا اور نہ میں ایسی کوئی چیز جانتا ہوں جسے پڑھ سکوں، اس لئے کہ میں نے کبھی کچھ نہیں پڑھا، اس طرح یہاں آپ نے دونوں باتوں کا انکار کیا کہ نہ میں نے کبھی کچھ پڑھا اور نہ کوئی ایسی بات جانتا ہوں جسے پڑھ سکوں، اس پر جبرائیل نے فرمایا:

((اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ))(سورہ علق)

''اپنے رب کا نام لے کر پڑھ۔ جس نے مخلوقات کو پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم سے تعلیم دی۔ انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''میں نے ان آیتوں کو اسی طرح پڑھ دیا، جس کے بعد وہ فرشتہ میرے پاس سے چلا گیا، اس کے بعد لگتا تھا گویا میرے دل میں ایک تحریر لکھ دی گئی ہو۔ میں غار سے نکل کر ایک طرف چلا، جب میں پہاڑ کے ایک جانب میں پہنچا تو میں نے اچانک آسمان سے آنے والی ایک آواز سنی جو یہ کہہ رہی تھی: اے محمد! آپ اللہ

۱۲۵۶۲۴

Marfat.com

کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں! میں وہیں ٹھہر کر آواز کی طرف دیکھنے لگا، اچانک میں نے جبرائیل کو ایک آدمی کی شکل میں دیکھا جو کھڑے تھے۔"

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جو آسمان کے قریب اپنے ایک پیر پر دوسرا پیر رکھے کھڑے تھے اور یہ کہہ رہے تھے: اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"میں وہیں رک کر آواز کی طرف دیکھنے لگا، نہ میں اپنی جگہ سے آگے بڑھتا تھا اور نہ پیچھے ہٹتا تھا، میں ان پر سے نظریں ہٹا کر آسمان کے کناروں کی طرف دیکھتا مگر جس طرف بھی میری نظر جاتی مجھے وہ سامنے نظر آتے، میں اسی حالت میں دیر تک کھڑا رہا کہ نہ اپنی جگہ سے آگے بڑھتا تھا اور نہ پیچھے ہٹتا تھا۔"

نزول وحی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے:

((زمّلونی، زمّلونی))

"مجھے چادر اڑھا دو، مجھے چادر اڑھا دو۔"

چنانچہ فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑا اوڑھا دیا گیا، یہاں تک کہ آپ کا خوف اور گھبراہٹ دور ہو گیا، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو تمام واقعہ بتلایا اور فرمایا:

"مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔"

حضرت خدیجہ نے جواب میں عرض کیا:

"ہرگز نہیں! خوشخبری ہو آپ کو۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا کیونکہ آپ رشتہ داروں کی خبر گیری کرتے ہیں، سچی بات کہتے ہیں، دوسروں کے لئے مصیبت اور پریشانیاں اٹھاتے ہیں، بے کس مفلسوں کی امداد کرتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازیاں کرتے ہیں اور نیک کاموں میں لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔"

اس کے بعد حضرت خدیجہ آپ کو لے کر چلیں اور ورقہ ابن نوفل کے پاس آئیں۔ انہوں نے ورقہ سے کہا:

"اے چچازاد بھائی! اپنے بھتیجے کی بات سنو۔"

ورقہ نے یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

"اے بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا؟"

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ سب واقعہ بتلایا جو آپ کو پیش آیا تھا اور جو کچھ آپ نے دیکھا تھا۔

ورقہ نے یہ سن کر کہا:

"یہ (حضرت جبرئیل علیہ السلام) وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی نازل ہوا تھا جو کہ وحی

Marfat.com

کے راز داں تھے۔ کاش! جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو دعوت دی جائے گی یعنی اس رسالت کا اظہار ہوگا اور لوگوں کو ڈرایا جائے گا، اس وقت میں بھی جوان آدمی ہوتا تاکہ میں اس عظیم کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا اور آپ کی مدد کرتا۔ کاش! میں بھی اس وقت زندہ ہوں جبکہ آپ کی قوم آپ کو یہاں سے نکالے گی!''

جناب ورقہ کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

''کیا میری قوم کے لوگ مجھے یہاں سے نکال دیں گے؟''

ورقہ نے کہا:

''ہاں جو چیز آپ لے کر آئے ہیں اس کے ساتھ جو شخص بھی آیا اس پر ظلم کیے گئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور اور رسالت کے بعد ایمان لانے والی ہستی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو آپ نے شروع میں اپنے معاملے کو چھپائے رکھا اور چھپ چھپ کر لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہے۔ اس کے نتیجہ میں مردوں اور عورتوں میں معمولی قسم کے لوگوں نے ہی شروع میں آپ کی پیروی کی، اس میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی ایک ایسی ہستی ہیں جو قریش کے بلند مرتبہ لوگوں میں سے تھیں یا پھر حضرت علی اور حضرت ابوبکر صدیق تھے جو معزز اور بڑے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ ورنہ عام طور پر جو لوگ شروع میں مسلمان ہوئے وہ معمولی اور غریب لوگ تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد پھر دوسرے آدمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور بچوں میں پہلے حضرت علی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

آغاز تبلیغ، انتہائی مشکل ترین دور اور جناب ابوطالب وسیدہ خدیجہ کا ساتھ:

بعثت کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رشتہ داروں کو ڈرانے اور تبلیغ کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی:

((وانذر عشیرتك الاقربین))

''اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرایئے۔!''

تو آپ نے ابوطالب کے مکان میں عبدالمطلب کی اولاد کو جمع کیا جو کل چالیس آدمی تھے۔ حضرت علی نے ان آنے والوں کے لئے کھانا تیار کیا۔ اس میں بکری کی ایک ٹانگ تھی جس کے ساتھ ایک مد یعنی تقریباً سوا رطل گندم اور ساڑھے تین سیر دودھ تھا۔ چنانچہ ایک بڑے برتن میں کھانا لا کر ان لوگوں کے سامنے رکھ دیا گیا اور آپ نے ان سے فرمایا:

''اللہ کے نام کے ساتھ کھایئے۔''

Marfat.com

چنانچہ سب لوگوں نے یہ گوشت پیٹ بھر کر کھایا اور سب نے سیر ہو کر دودھ پیا۔
ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ نے کھانا آنے کے بعد لوگوں سے فرمایا:
''دس دس کر کے قریب آتے رہئے۔''
چنانچہ لوگ دس دس کی ٹولی میں آتے رہے۔ پھر آپ نے یہ بڑا پیالہ اٹھایا جس میں دودھ تھا اور اس میں سے ایک گھونٹ پی لیا پھر دوسرے لوگوں کی طرف بڑھایا۔ جبکہ اس مجمع میں ایک ایک آدمی ایسا تھا جو جانور کا ایک بچہ تنہا کھا سکتا تھا۔
اسی لئے یہ صورت دیکھ کر (کہ تھوڑے سے کھانے میں سب کا پیٹ بھر گیا) وہ لوگ بڑے اچنبھے میں پڑے۔ چنانچہ بعد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے بات چیت کا ارادہ فرمایا تو ابولہب نے آپ کی بات کاٹ کر پہلے ہی لوگوں سے کہا:
''اس شخص نے تم سب پر زبردست جادو کر دیا ہے۔''
اس کے ساتھ ہی وہ سب لوگ اٹھ اٹھ کر چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کوئی بات نہیں کر سکے۔
اگلا دن ہوا تو آپ نے حضرت علی سے فرمایا:
''جس طرح تم نے کل کھانا اور مشروب تیار کیا تھا اسی طرح میری طرف سے آج پھر وہی چیزیں تیار کر دو۔''
چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کھانا تیار کیا اور پھر سب لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بلا کر لایا۔ آج بھی اسی طرح انہوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور سیر ہو کر دودھ پیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:
''اے بنی عبدالمطلب! اللہ تعالیٰ نے مجھے ساری مخلوق کی طرف عام طور پر اور تمہاری طرف خاص طور پر نبی بنا کر بھیجا ہے اور مجھے یہ حکم فرمایا ہے کہ ''وانذر عشیرتك الاقربین'' چنانچہ اب میں تمہیں دو کلموں کے کہنے کی دعوت دیتا ہوں جو زبان سے ادا کرنے میں بے حد ہلکے پھلکے ہیں لیکن ترازو میں بے حد وزن دار ہیں۔ ایک اس بات کی گواہی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور دوسرے یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پس اب آپ میں سے کون ہے جو میری اس بات کو قبول کرتا ہے اور اس کلمہ کو پھیلانے میں میری مدد کرتا ہے؟''
اس وقت پورے مجمع میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے جبکہ پوری قوم خاموش رہی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:
''میں، یارسول اللہ! اگرچہ میں ان سب میں عمر کے لحاظ سے سب سے چھوٹا ہوں۔''
اس پر آنحضرت ﷺ نے ان سے فرمایا:
''تم بیٹھ جاؤ۔''

Marfat.com

آپ نے پھر اپنی بات دہرائی۔ وہ لوگ پھر خاموش رہے اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کھڑے ہو کر بولے:

''میں یا رسول اللہ!''

آپ نے پھر ان سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ اور پھر آپ نے تیسری بار اپنی بات دہرائی۔ مگر اس دفعہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا سب خاموش رہے۔

غرض قریش کی یہی عادت رہی۔ یہاں تک کہ پھر آنحضرت ﷺ نے ان کے معبودوں میں عیب نکالنے شروع کر دیئے، ان کی بے وقوفی ان پر ظاہر فرمائی اور ان کے باپ دادا کو گمراہ فرمایا۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ قریش کے مجمع کے پاس سے گزر رہے تھے اس وقت یہ لوگ مسجد حرام میں جمع تھے اور بتوں کو سجدے کر رہے تھے۔ آپ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا:

''اے گروہِ قریش! اللہ کی قسم! تم اپنے باپ ابراہیم کے راستے سے ہٹ گئے ہو۔''

قریش نے کہا:

''ہم اللہ تعالیٰ کی محبت میں ہی بتوں کو پوجتے ہیں تا کہ اس طرح ہم اللہ تعالیٰ کے قریب ہو سکیں۔''

اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

((قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فاتّبعونی یحبِبکم اللّٰہ))(آل عمران:۳۱)

''آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دے گا۔''

یہ بات قریش کو بہت ناگوار گزری اور انہوں نے اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی کا فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے سے صرف وہ لوگ محفوظ رہے جن کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی۔ اس کے بعد یہ لوگ ابو طالب کے پاس آئے اور ان سے کہنے لگے:

''ابو طالب! تمہارے بھتیجے نے ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کہا ہے، ہمارے دین میں عیب نکالے ہیں اور ہمیں بے وقوف ٹھہرایا ہے، وہ کہتا ہے کہ ہم میں عقلیں نہیں ہیں۔ اس نے ہمارے باپ دادا تک کو گمراہ کہا ہے۔ اس لئے یا تو ہماری طرف سے آپ اس سے نمٹئے اور یا ہمارے اور اس کے درمیان سے ہٹ جایئے، کیونکہ خود آپ بھی اسی دین پر چلتے ہیں جو ہمارا ہے اور اس کے دین کے خلاف ہیں۔''

یہ سن کر ابو طالب نے ان لوگوں سے نہایت نرمی سے بات کی اور ان کو خوبصورت انداز میں جواب دے کر واپس کر دیا۔

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے دین کا اعلان فرماتے رہے اور لوگوں کو اللہ کے راستے کی طرف بُلاتے رہے۔ اس راستے میں آپ کسی مشکل کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا یہ سلسلہ بہت زیادہ بڑھ گیا، یہاں تک کہ لوگ آپ سے دور ہونے لگے

Marfat.com

اور ان کے دلوں میں آپ کی دشمنی اور آپ سے حسد جم گیا۔ پھر قریش کے درمیان آپس میں ہر وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی چرچا ہونے لگا اور لوگ ایک دوسرے سے بڑھ کر آپ سے دشمنی، عداوت اور قتل و قتال کے منصوبے بنانے لگے، یہاں تک سوچنے لگے کہ آپ کا مقاطعہ یعنی بائیکاٹ کیا جائے۔ اس کے بعد یہ لوگ پھر دوسری مرتبہ جناب ابو طالب کے پاس پہنچے اور ان سے کہا:

''اے ابو طالب! ہمارے درمیان آپ بڑے، قابل عزت اور بلند مرتبہ آدمی ہیں۔ ہم نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو روکئے مگر آپ نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ ہم لوگ خدا کی قسم یہ بات برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے باپ دادا کو گالیاں دی جائیں، ہمیں بے عقل کہا جائے اور ہمارے معبودوں میں عیب ڈالے جائیں۔ اس لئے یا تو اب آپ اس کو سمجھا لیجئے ورنہ سن لیجئے کہ ہم اس معاملہ میں آپ سے اور اُس سے، دونوں سے اس وقت تک مقابلہ کریں گے جب تک کہ دونوں فریقوں میں سے ایک ختم نہ ہو جائے۔''

یہ کہہ کر وہ لوگ وہاں سے واپس ہو گئے۔ جناب ابو طالب کو اپنی قوم کے اس غصے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی دشمنی کی وجہ سے بہت فکر ہو گیا، وہ اس کو پسند نہیں کر سکتے تھے کہ کوئی شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسوا کرنے کی کوشش کرے۔ اس لئے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی اور کہا:

''بھتیجے! تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے ایسا ایسا کہا۔ اس لئے اپنے اور میرے اوپر رحم کرو اور مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جسے برداشت کرنے کی طاقت مجھ میں نہ ہو۔''

ابو طالب کی اس گفتگو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سمجھے کہ چچا بھی آپ کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں اور اب وہ بھی آپ کی مدد اور مدافعت کرنا نہیں چاہتے۔ اس لئے آپ نے فرمایا:

''چچا جان! اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ کر بھی مجھ سے یہ کہیں کہ میں اس معاملے کو چھوڑ دوں تو بھی میں ہرگز اسے نہیں چھوڑوں گا۔''

اتنا کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بھرا گئی اور آپ کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر جانے لگے۔ اچانک ابو طالب نے آپ کو پکارا اور کہا:

''بھتیجے، ادھر آؤ۔''

آپ واپس آئے تو ابو طالب نے کہا:

''جاؤ بھتیجے! جو دل چاہے کہو، اللہ کی قسم! میں تمہیں کسی حال میں بھی نہیں چھوڑ سکتا۔''

اس کے ساتھ ہی ابو طالب نے کچھ شعر پڑھے جن میں سے ایک یہ ہے:

وَاللّٰهِ لَنْ یَّصِلُوْا اِلَیْكَ بِجَمْعِهِمْ
حَتّٰی اُوَسَّدُ فِی التُّرَابِ دَفِیْنًا

Marfat.com

''اللہ کی قسم! یہ مخالفین اپنی جمعیت کے باوجود تم تک نہیں پہنچ سکتے یہاں تک کہ میں ہی مٹی میں دفن کر دیا جاؤں۔''

غرض اس کے بعد جب قریش کو اس بات کا اندازہ اور یقین ہو گیا کہ ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں تو وہ عمارہ ابن ولید ابن مغیرہ کو ساتھ لے کر ابو طالب کے پاس آئے اور انہوں نے جناب ابو طالب سے کہا:

''ابو طالب! یہ عمارہ ابن ولید ابن مغیرہ ہے۔ جو قریش کا سب سے زیادہ بہادر، طاقتور اور سب سے زیادہ حسین نوجوان ہے تم اس کو لے کر اپنا بیٹا بنا لو اور اس کے بدلے میں اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو جو تمہارے اور تمہارے باپ دادا کے دین کے خلاف جا رہا ہے جس نے تمہاری قوم میں پھوٹ ڈال دی ہے اور ان کی عقلوں میں عیب ڈال رہا ہے۔ تم اسے ہمارے سپرد کر دو تا کہ ہم اس کو قتل کر دیں اور انسان کے بدلے میں ہم انسان دے رہے ہیں۔''

قریش کی یہ بے ہودہ تجویز سن کر ابو طالب نے کہا:

''اللہ کی قسم! تم لوگ مجھ سے بہت بُرا سودا کرنے آئے ہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے لڑکے کو میرے سپرد کر دو تا کہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں اور پرورش کروں اور اپنا لڑکا تمہارے حوالے کر دوں تا کہ تم اسے قتل کر دو۔ اللہ کی قسم! یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔''

نیز ابو طالب نے ان سے کہا:

''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ کوئی اونٹنی اپنے بچے کو چھوڑ کر کسی دوسرے بچے کی آرزومند ہو سکتی ہے؟''

اس پر مطعم ابن عدی نے کہا:

''ابو طالب! خدا کی قسم تمہاری قوم نے تمہارے ساتھ انصاف کا معاملہ کیا ہے اور جو بات تمہیں ناپسند ہے اس سے چھٹکارے کے لئے کوشش کر لی۔ اب میں نہیں سمجھتا کہ اس کے بعد تم ان کی کوئی اور پیشکش قبول کرو گے۔''

ابو طالب نے کہا:

''اللہ کی قسم! انہوں نے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا، بلکہ تم سب نے مل کر مجھے رسوا کرنے اور میرے خلاف گٹھ جوڑ کرنے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے اس لئے اب جو تمہارے دل میں آئے کر لو۔''

غرض جب جناب ابو طالب نے قریش کی یہ پیش کش بھی ٹھکرا دی تو اب معاملہ بہت سنگین ہو گیا۔ ادھر جب ابو طالب نے قریش کے ارادے دیکھے تو انہوں نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو بلایا اور ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے اور آپ کی طرف سے قریش کی مدافعت کرنے کی درخواست کی۔ اس پر سوائے ابولہب کے سارے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب راضی ہو گئے۔ یہ تنہا وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم اور سختی کرنے کے

Marfat.com

لئے آواز اٹھاتا تھا۔اسی طرح جولوگ آپ پر ایمان لے آتے تھے ان کی مخالفت میں بھی ابولہب ہی سب سے پیش پیش رہتا تھا۔اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ پر ایمان لانے والوں کو تکلیفیں پہنچانے کے سلسلے میں بھی یہی شخص قریش میں بڑھ چڑھ کر تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ قریش کے معزز لوگ ابوطالب کے مکان پر آئے ،ان میں اسود ابن زمعہ، ولید ابن مغیرہ، اُمیہ ابن خلف ،عاص ابن وائل، عتبہ ابن ربیعہ، شیبہ ابن ربیعہ، ابوسفیان ،نضر ابن حرث اور ابوجہل شامل تھے۔

انہوں نے ابوطالب سے درخواست کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سامنے بلایا جائے اور پھر قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شکایتیں ہیں ان کو دور کیا جائے اور اس معاملے میں صلح و آشتی کی صورت پیدا کی لائے۔جناب ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور آپ سے کہا:

''بھتیجے! یہ تمہاری قوم کے لوگ آئے ہیں، ان کی شکایتیں دور کر کے ان کے ساتھ محبت و اُلفت کی فضا پیدا کرو۔''

اب قریشیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ناراض ہونا شروع کیا کہ آپ ہم کو اور ہمارے بزرگوں کو بے عقل بتلاتے ہیں اور ہمارے دین میں عیب ڈالتے ہیں۔ان لوگوں نے آپ سے کہا:

''اے محمد! ہمیں تمہارے پاس اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ہم تم سے گفتگو کریں۔اللہ کی قسم! ہمارے خیال میں عربوں میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوا جس نے اپنی قوم کے ساتھ ایسا معاملہ کیا ہو جیسا تم نے اپنی قوم کے ساتھ کیا ہے۔تم نے بزرگوں کو بُرا بھلا کہا، دین میں عیب نکالے، ہمیں بے عقل کہا اور قوم میں پھوٹ ڈال دی، کوئی بُرائی ایسی نہیں ہے جو تم نے ہمارے اور اپنے درمیان پیدا نہ کردی ہو۔اب اگر تم یہ باتیں اس لئے کرتے ہو کہ تمہیں مال و دولت کی خواہش ہے تو ہم لوگ اپنے اپنے مال میں سے تمہارے لئے اتنا مال جمع کئے دیتے ہیں کہ تم ہم لوگوں میں سب سے زیادہ دولتمند ہو جاؤ گے، اگر تمہیں عزت اور شرف کا لالچ ہے تو ہم تمہیں اپنا سردار بنا کر تمہیں ہر قسم کا اعزاز دینے کے لئے تیار ہیں اور اگر یہ کوئی (جن پری) کا اثر ہے جو تم پر چھا گیا ہے تو ہم اپنے خرچ پر تمہارا علاج کرانے کو تیار ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں جو کچھ بھی لے کر آیا ہوں اس سے نہ مجھے تمہارے مال و دولت کا لالچ ہے اور نہ عزت و اعزاز کی خواہش اور نہ ہی مجھے سلطنت و حکومت کی طمع ہے، بلکہ حقیقت میں مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے اور مجھ پر اپنا کلام یعنی کتاب نازل فرمائی ہے۔حق تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہارے لئے خوش خبریاں دینے والا اور ڈرانے والا ہوں، میں نے تمہیں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچایا اور نصیحتیں کیں کہ میں جو کچھ لے کر آیا ہوں تم اسے قبول کرو، یہ تمہاری دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے لیکن اگر تم نے میری

Marfat.com

نصیحتوں کو ماننے کے بجائے انہیں ٹھکرا دیا اور میرے ساتھ بُرا معاملہ کیا تو میں صبر کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان فیصلہ فرما دے۔''

کتاب درّ منثور میں ابن جریر ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے عبید ابن عمیر سے ایک روایت پیش کی ہے کہ ایک بار جب مشرکوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش تیار کی کہ یا آپ کو قید کر لیں یا قتل کر دیں اور یا جلاوطن کر دیں تو جناب ابو طالب نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

''کیا تم جانتے ہو دشمنوں نے تمہارے خلاف کیا سازش کی ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان لوگوں نے طے کیا ہے کہ یا مجھے قید کر لیں یا قتل کر دیں اور یا جلاوطن کر دیں۔''

ابو طالب نے حیران ہو کر پوچھا کہ تمہیں یہ بات کس نے بتلائی؟

آپ نے فرمایا:

''میرے رب نے۔''

ابو طالب نے کہا:

''تمہارا رب بڑا اچھا پروردگار ہے، تم اپنے رب سے خیر مانگو۔''

آپ نے فرمایا:

''ہاں! میں اس سے خیر مانگتا ہوں اور وہ خود میرے ساتھ خیر فرماتا ہے۔''

ابو جہل کی خباثت کا دائرہ مکہ میں مسلمانوں تک محدود نہیں تھا، بلکہ وہ ہر اُس شخص کو ایذا پہنچاتا تھا جو مکہ میں زیارت، عمرہ یا تجارت وغیرہ کی نیت سے آتا تھا۔ چنانچہ ایک حدیث ہے کہ ایک مرتبہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک قبیلہ زبید کا ایک شخص آیا۔ وہاں اس وقت قریشی سردار بھی مجمع لگائے بیٹھے تھے۔ اس شخص نے آ کر قریشیوں کے حلقے کے گرد گھومنا شروع کر دیا اور وہ یہ کہتا جاتا تھا:

''اے گروہ قریش! کوئی راہ گیر کیسے تمہارے علاقے میں داخل ہو سکتا ہے اور کوئی تاجر کیسے تمہاری سرزمین میں آ سکتا ہے جب کہ تم ہر آنے والے کو اپنے ظلم کا نشانہ بناتے ہو۔؟''

یہ کہتا ہوا جب وہ اس جگہ پہنچا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے اس سے پوچھا:

''تم پر کس نے ظلم کیا ہے؟''

اس نے بتلایا کہ وہ اپنے اونٹوں میں سے تین بہترین اونٹ بیچنے کے لئے لے کر آیا تھا مگر یہاں ابو جہل نے ان تینوں اونٹوں کی اصل قیمت کی صرف ایک تہائی قیمت لگا دی (ان کی اصل قیمت سے دو تہائی کم قیمت لگا دی) اور ایسا اس نے جان بوجھ کر کیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اپنی بستی کا ایک معزز سردار ہے اس کی قیمت پر بڑھ کر کوئی دوسرا شخص

Marfat.com

اب قیمت نہیں لگائے گا اور اس طرح وہ ان اونٹوں کو بہت کم قیمت میں خریدے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کی وجہ سے پھر کسی دوسرے نے ان اونٹوں کا بالکل سودا نہیں کیا۔ اس زبیدی نے آنحضرت اسے عرض کیا کہ اس طرح ابوجہل نے میری تجارت خراب کر کے مجھ پر ظلم کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:

''تمہارے اونٹ کہاں ہیں۔؟''

اس نے کہا:

''یہیں خزورہ کے مقام پر ہیں۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ اٹھے اور وہاں پہنچے۔ آپ نے دیکھا کہ اونٹ واقعی بہت عمدہ تھے۔ آپ نے اس شخص سے بھاؤ تاؤ کیا اور آخر دونوں میں خوش دلی سے رضامندی ہوگئی۔ اس کے بعد آپ نے وہ اونٹ لے لئے۔

پھر آپ نے ان میں سے دو زیادہ عمدہ اونٹ فروخت کر دیئے اور ان کی قیمت بنی عبدالمطلب کی بیوہ عورتوں کو تقسیم فرمادی۔ یہ سب کچھ ہوا اور وہیں بازار میں ایک طرف ابوجہل بیٹھا ہوا یہ سب دیکھتا رہا مگر ایک لفظ نہیں بول سکا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوجہل کے پاس آئے اور اس سے فرمایا:

''خبردار عمرو! اگر تم نے آئندہ ایسی حرکت کی تو بہت سختی سے پیش آؤں گا۔''

یہ سن کر ابوجہل جلدی سے بولا:

''محمد! میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ محمد میں آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے لوٹ آئے۔ ادھر ابوجہل کو راستے میں امیہ بن خلف اور اس کے دوسرے ساتھی مل گئے۔ ان لوگوں نے ابوجہل سے کہا:

''تم تو محمد کے ہاتھوں بہت رسوا ہو کر آرہے ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یا تو تم ان کا اتباع اور پیروی کرنا چاہتے ہو اور یا تم ان سے بہت مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے ہو۔''

ابوجہل بولا:

''میں ہرگز کبھی محمد کی پیروی نہیں کر سکتا۔ میری جو کمزوری تم نے دیکھی اس کی وجہ یہ ہے کہ جب میں نے محمد کو دیکھا تو مجھے ان کے ساتھ دائیں بائیں بہت سارے آدمی نظر آئے جن کے ہاتھوں میں نیزے اور بھالے تھے اور وہ ان کو میری طرف لہرا رہے تھے۔ اگر میں اس وقت محمد کی بات نہ مانتا تو وہ سب لوگ مجھ پر آپڑتے۔''

معجزہ شق القمر:

ہجرت مدینہ سے تقریباً پانچ سال پہلے ایک مرتبہ ابوجہل اور ولید بن مغیرہ وغیرہ مشرکین مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر یہ درخواست کی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلائیں، رات کا وقت تھا اور

Marfat.com

چودھویں رات کا چاند طلوع کیے ہوئے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کیا اگر یہ معجزہ دکھا دوں تو ایمان بھی لے آؤ گے۔؟"

انہوں نے کہا:

"ہاں ہم ایمان لے آئیں گے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا، اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس پر تھا اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر۔ عصر اور مغرب کے درمیان جتنا وقت آتا ہے اتنی دیر جتنا چاند اسی طرح رہا، لوگ حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"دیکھو! دیکھو۔"

اس کے بعد چاند پھر اپنی سابق حالت پر چلا گیا، لیکن ان کفار مکہ کی بدنصیبی کا کیا کہنا، وہ اس بین معجزہ کے دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے اور اپنے کفر پر مصر اور اٹل رہے، اور کہا کہ یہ محمد کا جادو ہے، حالانکہ اگر جادو ہوتا تو میلوں دور بسنے والے لوگ اس کو نہیں دیکھتے، کیونکہ جادو حاضرین پر چلتا ہے تمام لوگوں پر نہیں چلتا اور یہاں واقعہ ایسا ہوا کہ دور دور سے آنے والے مسافروں نے بھی اپنا مشاہدہ بیان کیا کہ ہم نے شق قمر کو دیکھا ہے۔

ہجرتِ حبشہ......پہلی اور دوسری:

جب اہل اسلام پر ظلم وستم حد سے بڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کی اجازت دی اور فرمایا:

"وہاں کا بادشاہ عادل ہے، وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اس کے ملک میں چلے جاؤ۔"

چنانچہ پہلے ہجرت کرنے والوں میں حضرت عثمان تھے، ان کے ہمراہ ان کی بیوی رقیہ بنت رسول بھی تھیں۔ نیز ابوحذیفہ بن عتبہ اور ان کی بیوی سہلہ بنت سہیل، ابوسلمہ اور ان کی بیوی ام سلمہ، زبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف، عثمان بن مظعون، عامر بن ربیعہ اور ان کی بیوی لیلیٰ بنت ابی خثیمہ، ابوسبرۃ بن ابی رہم، حاجب بن معمر، سہیل بن وہب اور عبداللہ بن مسعود۔

یہ لوگ چھپ چھپ کر نکلے اور اللہ تعالیٰ نے یہ سبب بھی بنا دیا کہ جب یہ ساحل سمندر پر پہنچے تو تاجروں کے دو جہاز حبشہ کی طرف جانے کے لیے تیار کھڑے تھے، انہوں نے ان کو سوار کر لیا اور حبشہ کے ملک میں پہنچا دیا۔

یہ قافلہ ماہ رجب، نبوت کے پانچویں سال گھر سے نکلا اور حبشہ میں شعبان اور رمضان کے دو مہینے رہا، کفار کو پتہ چلا تو انہوں نے ساحل سمندر تک ان کا پیچھا کیا، مگر ان کے وہاں تک پہنچنے سے پہلے جہاز روانہ ہو چکے تھے۔

کفار مکہ نے یہ بات پھیلا دی کہ ہم نے محمد کے ساتھ صلح کر لی ہے۔ جب ان مہاجرین کو خبر ملی کہ کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح کر لی ہے اور انہوں نے آپ کی ایذا رسانی سے ہاتھ روک لیا ہے، تو یہ لوگ شوال میں مکہ شریف واپس آ گئے اور مکہ کے باہر ہی رک گئے۔ پھر ہر شخص مکہ کے کسی آدمی کی پناہ لے کر شہر میں داخل ہوا، لیکن

Marfat.com

قریش اور ان کے قبائل نے ان کو پہلے سے زیادہ ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ صرف مسلمان ہونا ہی ان کا جرم نہیں تھا، بلکہ ان کے ساتھ نجاشی شاہ حبش کے حسن سلوک کے واقعات نے بھی کفار کے غیظ وغضب میں اضافہ کر دیا۔
ان کے بڑھتے ہوئے ظلم وستم کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی، چنانچہ اس وقت مہاجرین باون افراد پر مشتمل تھے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

1: جعفر بن ابی طالب، ان کے ساتھ ان کی بیوی اسماء بنت عمیس تھیں، وہاں ان کے ہاں محمد، عبداللہ اور عون تین بچے پیدا ہوئے۔
2: عمرو بن سعید بن عاص، یہ بنو امیہ بن عبد شمس سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے ساتھ ان کی بیوی فاطمہ بنت صفوان بن امیہ کنانی بھی تھیں۔
3: عمرو کے بھائی خالد بن سعید، ان کے ہمراہ ان کی اہلیہ امیمہ بنت خلف بن اسعد خزاعیہ بھی تھیں۔ ان کے ہاں ایک لڑکا سعید اور ایک لڑکی ام خالد پیدا ہوئی، جس سے بعد میں حضرت زبیر نے شادی کی اور اس سے خالد اور عمرو، دولڑکے پیدا ہوئے۔
4: عبداللہ بن جحش، جو قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا بھائی عبیداللہ بن جحش، اس کے ساتھ اس کی بیوی ام حبیبہ بنت ابی سفیان بھی تھیں، عبیداللہ وہاں جا کر عیسائی ہو گیا اور بحالت ارتداد فوت ہوا۔
5: قیس بن عبداللہ، ان کے ساتھ ان کی بیوی تھیں، جن کا نام برکت بنت یسار تھا، اور یہ ابوسفیان بن حرب کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔
6: عتبہ بن غزوان بن جابر بن وہب یہ بنو نوفل بن عبد مناف کے قبیلے کے فرد تھے، انہوں نے حضرت عمر کے دور خلافت میں شہر بصرہ کی بنیاد رکھی تھی اور اس کو آباد کیا تھا۔
زبیر بن عوام، یہ بنو اسد بن عبدالعزیٰ سے تعلق رکھتے ہیں، اسود بن عبدالمطلب بن اسد اور عمرو بن امیہ بن حارث بن اسد۔
7: طلب بن عمیر بن وہب بن ابی کثیر بن عبد، یہ بنی عبد بن قصی سے تعلق رکھتے ہیں اور بنو عبد کی نسل منقطع ہو گئی ہے۔
8: سومیط بن عبدالدار، ان کے ساتھ ان کی بیوی حرملہ بنت مالک بھی تھیں، جہم بن قیس، ان کے ساتھ ان کی بیوی حرملہ بنت عبدالدار خزاعیہ بھی تھیں۔ ان کے ساتھ ان کا لڑکا عمرو اور لڑکی خزیمہ بنت جہم بھی تھے ابوالروم بن عمیر، فراس بن نضر بن حارث اور مصعب بن عمیر یہ سب بنو عبدالدار سے تعلق رکھتے تھے۔
9: عبدالرحمٰن بن عوف، عامر بن ابی وقاص، سعد بن ابی وقاص کے بھائی مطلب بن ازہر اور ان کی بیوی رملہ بنت ابی عوان، جن کے بطن سے حبشہ میں عبداللہ بن مطلب پیدا ہوئے، یہ سب حضرات قبیلہ بنو زہرہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

Marfat.com

10: عبداللہ بن مسعود، ان کے بھائی عتبہ، مقداد بن عمرو بن ثعلبہ، ان کو مقداد بن اسود بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ اسود بن عبدیغوث بن عبدمناف کے حلیف تھے اور اس نے ان کو متبنیٰ بنالیا تھا، یہ حضرات بنو زہرہ کے حلیف ہذیل کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔

11: حارث بن خالد بن صخر اور ان کی بیوی ریطہ بنت حارث، ان کے ہاں حبشہ میں موسیٰ بن حارث پیدا ہوا۔

12: فاطمہ، عائشہ، زینب اور عمرو بن عثمان بن عمرو یہ بنو تیم سے تعلق رکھتے ہیں۔

13: ابوسلمہ بن عبدالاسد اور ان کے ساتھ ان کی بیوی ام سلمہ تھیں، ان کے ہاں حبشہ میں زینب پیدا ہوئیں، یہ بنو مخزوم سے تعلق رکھتے ہیں۔

14: شماس بن عثمان، ہبار بن سفیان اور ان کے بھائی عبداللہ، ہشام بن ابی حذیفہ، عیاش بن ابی ربیعہ اور ان کے حلیف معتب بن عوف خزاعی، سلمہ بن ہشام۔

15: عثمان بن مظعون، ان کے بیٹے سائب، ان کے بھائی قدامہ اور ان کے بھائی عبداللہ، یہ قریش کے قبیلہ بنو جمح سے تعلق رکھتے ہیں۔

16: حاطب بن حارث، ان کی بیوی فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے محمد اور حارث، ان کے بھائی خطاب بن حارث، ان کی بیوی فکیہہ بنت یسار، سفیان بن معمر، ان کے دونوں بیٹے جابر اور جنادہ، ان کی بیوی حسنہ، یہ ان دونوں بھائیوں کی والدہ ہیں، اور ماں کی طرف سے ان دونوں کے بھائی شرجیل بن حسنہ۔

17: ابن ہشام نے ایک یہ نام بھی ذکر کیا ہے، شرجیل بن عبداللہ جو تمیم بن مر کے بھائی غوث بن مر سے ہیں، ابن اسحاق نے عثمان بن ربیعہ کا اضافہ کیا ہے۔

18: کینس بن حذافہ سہمی اور ان کے بھائی قیس، عبداللہ، ہشام بن عاص، عمرو بن عاص کے بھائی عمیر بن رئاب، ابوقیس بن حارث، ان کے بھائی حارث بن حارث، معمر بن حارث، ماں کی طرف سے ان کے بھائی سعید بن عمرو جو بنو تمیم کے معزز فرد ہیں، اور سائب بن حارث۔

19: معمر بن عبداللہ عدوی، عروہ بن عبدالعزیٰ، عدی بن نضلہ، اور ان کے بیٹے نعمان۔ آل خطاب کے حلیف عامر بن ربیعہ عنزی اور ان کی بیوی۔

20: بنو عامر بن لوی سے ابوسبرہ بن ابی رہم اور ان کی بیوی ام کلثوم بنت سہیل بن عمرو، عبداللہ بن مخرمہ، عبداللہ بن سہیل بن عمرو، سکران بن عمر کے بھائی سلیط بن عمر اور ان کی بیوی سودہ بنت زمعہ، مالک بن زمعہ اور ان کی بیوی عمرہ بنت سعدی، ان کے حلیف ابوحاطب بن عمرو اور سعد بن خولہ۔

21: بنو حارث بن فہر سے ابوعبیدہ بن جراح، سہیل بن بیضاء، یہ سہیل بن وہب ہیں اور اپنی والدہ دعد بنت جحدم کی طرف منسوب ہیں، جو بیضاء کے نام سے مشہور ہے۔ عمرو بن ابی سرح، عیاض بن زہیر، عمرو بن حارث بن زہیر، عثمان بن غنم، سعد بن عبد قیس اور حارث بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

Marfat.com

نجاشی بادشاہ اور مسلمان:

قریش کا دارالندوہ میں اجتماع ہوا جس میں قرار پایا کہ ہم اپنی دشمنی کو مہاجرین حبشہ سے بھی ٹھنڈا کر سکتے ہیں۔ جو نجاشی کے پاس مقیم ہیں، اس لیے دو سمجھدار آدمی اس مہم کو سرانجام دینے کے لیے آگے آئیں۔ چنانچہ انہوں نے گرانقدر اور قیمتی تحائف دے کر عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو بھیجا۔ یہ جہاز پر سوار ہوئے، نجاشی کے پاس پہنچ کر اس کو سجدہ کیا اور سلام کہا۔ پھر اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے بولے:

''ہماری قوم نے آپ کی خیر خواہی کے لیے ہمیں آپ کے پاس بھیجا ہے، تاکہ ہم آپ کو ان لوگوں کی شرارت اور فتنہ وفساد سے آگاہ کریں، جو ہمارے شہر مکہ سے بھاگ کر آپ کے ہاں پناہ گزین ہوئے ہیں۔ یہ ایک جھوٹے آدمی کے پیروکار ہیں، جس نے مکہ میں اپنے نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، کچھ بے وقوف لوگ اس کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ ہم نے ان پر گرفت کی اور انہیں ایک گھاٹی میں محبوس کر دیا، جہاں سے وہ نکل سکتے ہیں اور نہ ان کے پاس کوئی آدمی باہر سے جا سکتا ہے۔ بھوک و پیاس نے ان کو ہلاک کر دیا ہے، مجبور ہو کر اس نے اپنے چچازاد بھائی کو آپ کا دین خراب کرنے اور آپ کے ملک میں بدامنی اور بغاوت پیدا کرنے کے لیے یہاں بھیجا ہے۔ آپ بروقت اس کا سد باب کیجئے اور ان کو ہمارے حوالے کر دیجئے، ہم خود ان سے نمٹ لیں گے، ان کی بد نیتی کی علامت یہ ہے کہ وہ آپ کے دربار میں حاضر ہوتے وقت آپ کو سجدہ نہیں کریں گے، اور نہ اس طریقے سے سلام کریں گے جس کا یہاں سرکاری دربار میں رواج ہے۔''

یہ سن کر نجاشی نے ان کو بلایا۔ جب وہ آئے تو حضرت جعفر بن ابی طالب نے دروازے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا:

''بادشاہ سلامت! دربار میں حاضر ہونے کے لیے اللہ کی جماعت اجازت چاہتی ہے۔''

نجاشی نے کہا:

''اس اجازت طلب کرنے والے کو کہو کہ یہ کلمات دوبارہ کہے۔''

چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''اللہ کی جماعت دربار میں حاضر ہونے کی اجازت چاہتی ہے۔''

نجاشی نے کہا:

''ہاں! ان کو اللہ تعالیٰ کے امن وامان کے ساتھ اندر آنے کی اجازت ہے۔''

جب مہاجرین اجازت ملنے کے بعد اندر آئے تو اُنہوں نے حسب دستور بادشاہ کو سجدہ نہیں کیا۔ بادشاہ نے پوچھا:

Marfat.com

''تم لوگوں نے شاہی آداب کے مطابق سجدہ کیوں نہیں کیا؟''

انہوں نے کہا:

''ہم سجدہ صرف اس اللہ تعالیٰ کو کرتے ہیں، جس نے آپ کو پیدا کیا اور حکومت سے نوازا ہے۔ایسا سجدہ ہم بت پرستی کے زمانہ میں کرتے تھے، اب اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک سچا نبی بھیجا ہے۔جس نے ہمیں سلام کرنے کا وہ طریقہ سکھایا ہے، جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے،اور یہ آپس میں سلام کرنے کا طریقہ اہل جنت کا طریقہ ہے۔''

نجاشی نے معلوم کیا کہ یہ درست ہے، کیونکہ تورات اور انجیل میں یہی طریقہ بیان ہوا ہے۔نجاشی نے پوچھا:

''تم میں سے اجازت کس نے طلب کی تھی؟''

حضرت جعفر نے کہا:

''جناب! میں نے اجازت طلب کی تھی۔''

بادشاہ نے کہا:

''پھر گفتگو شروع کرو۔''

حضرت جعفر نے کہا:

''آپ بادشاہ ہیں، آپ کے دربار میں لمبی گفتگو مناسب نہیں اور آپ کے دربار میں ظلم کا بھی خطرہ نہیں، آپ ان دونوں کو حکم دیں کہ ان دونوں میں سے کوئی اپنا مقصد بیان کرے، پھر آپ ہماری بات بھی سن لیں گے۔''

عمرو بن عاص نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا:

''بولو! کیا بولنا چاہتے ہو؟''

حضرت جعفر نے نجاشی سے مخاطب ہو کر کہا:

''آپ ان سے پوچھیں، ہم آزاد ہیں یا غلام؟ اگر ہم غلام ہیں اور اپنے مالکوں سے بھاگ کر آئے ہیں، تو آپ ہمیں ان کے حوالے کر دیں۔''

عمرو نے جواب دیا:

''یہ غلام نہیں، بلکہ باوقار آزاد لوگ ہیں۔''

پھر حضرت جعفر نے کہا:

''کیا ہم نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے کہ ہمیں قصاص کے لیے طلب کیا جارہا ہے؟''

عمرو بن عاص نے کہا:

Marfat.com

''نہیں، انہوں نے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہایا۔''

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''کیا ہم نے کسی کا مال دبایا ہے، جس کا ادا کرنا ہمارے ذمہ لازم ہے؟''

عمرو نے کہا:

''نہیں، کسی کی ایک دمڑی بھی ان کے ذمہ نہیں ہے۔''

نجاشی نے کہا:

''پھر تم ان سے کیا چاہتے ہو؟''

عمرو نے کہا:

''پہلے ہم اور یہ ایک دین کے پیرو تھے اور وہی ہمارے آباؤ اجداد کا دین تھا۔ اب انہوں نے وہ چھوڑ کر دوسرا دین اپنا لیا ہے۔''

نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

''جس دین کو تم نے چھوڑا ہے اور جس کی تم اتباع کرتے ہو، سچ سچ بتاؤ، وہ کیا دین ہے؟''

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا:

''جس دین کو ہم نے چھوڑا ہے، وہ شیطان کا دین تھا۔ اس میں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرتے تھے اور پتھروں اور بتوں کو پوجتے تھے، اور اب جس دین کو ہم نے اختیار کیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا دین اسلام ہے جس کو ہمارے پاس اللہ کا رسول لایا ہے اور اس پر ایک کتاب نازل ہوئی ہے، جس طرح ابن مریم کے پاس ایک کتاب تھی، اور یہ کتاب اس کی موافقت کرتی ہے۔''

نجاشی نے کہا:

''تم نے ایک اہم بات کہی ہے، ذرا ٹھہرو۔''

پھر اس نے ناقوس (گھڑیال) بجانے کا حکم دیا، اس کی آواز سن کر تمام عیسائی عالم اور راہب جمع ہو گئے، اس نے کہا:

''میں تمہیں اُس خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اُتاری ہے، کیا عیسیٰ علیہ السلام اور قیامت کے درمیان کسی رسول کے آنے کا تمہیں علم ہے؟''

سب نے بیک زبان کہا:

''ہاں! عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں اس کی بشارت دی ہے اور فرمایا ہے جو اس کے ساتھ ایمان لائیگا، وہ میرے ساتھ ایمان لائیگا، اور جو اس کے ساتھ کفر کرے گا، وہ میرے ساتھ کفر کرے گا۔''

پھر نجاشی نے جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا:

Marfat.com

''یہ آدمی تمہیں کیا کہتا ہے؟ اور تمہیں کس چیز کا حکم دیتا ہے۔''

حضرت جعفر نے فرمایا:

''وہ ہمیں نیکی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا ہے، وہ ہمیں ہمسایوں سے نیک سلوک، رشتہ داروں سے صلہ رحمی اور یتیموں سے احسان کا حکم دیتا ہے اور ہمیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ ہم ایک اللہ کی عبادت کریں، جس کا کوئی شریک نہیں۔''

نجاشی نے کہا:

''جو وہ تمہیں پڑھ کر سناتا ہے، ہمیں بھی سناؤ۔''

اس پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ عنکبوت اور سورۃ روم پڑھی۔ جسے سن کر نجاشی اور اس کے ساتھیوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے کہا:

''یہ پاک کلام ہمیں اور سناؤ۔''

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اب سورت کہف پڑھی۔ اس موقع پر عمرو نے نجاشی کو مشتعل کرنے کے لیے کہا:

''یہ لوگ آپ کے پیغمبر اور اس کی ماں کو گالیاں دیتے ہیں۔''

اس پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کی تلاوت شروع کی۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریم کا ذکر ہوا، تو نجاشی نے اپنے مسواک سے آنکھ میں پڑنے کے قدر ایک تنکا لیا اور اس کی طرف اشارہ کر کے کہا:

''واللہ! عیسیٰ علیہ السلام کی حقیقت اس سے اتنی بھی زیادہ نہیں، عیسیٰ علیہ السلام کا مقام بالکل یہی ہے، جو اس نے بیان کیا ہے۔''

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب نجاشی نے یہ کہا تو پادریوں نے ناک بھوں چڑھائی نجاشی نے کہا:

''خدا کی قسم! خواہ تمہیں ناگوار گزرے، حقیقت یہی ہے۔''

مہاجرین سے اس نے کہا:

''جاؤ! تمہیں میرے ملک میں امن حاصل ہے، جو تمہیں گالی دے گا، یا بُرا بھلا کہے گا، وہ سزا پائے گا، حزب ابراہیم کے بارے میں آج سے کسی سے نرمی نہیں برتی جائے گی۔ بخدا! میں پسند نہیں کرتا کہ سونے کا پہاڑ لے کر تم میں سے کسی کو ایذاء پہنچاؤں۔ ان دونوں کے تحائف واپس کر دو، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ بخدا، جب اللہ تعالیٰ نے مجھے میرا ملک واپس دیا، تو مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی کہ میں اس کے بارے میں رشوت لوں اور اس نے میرے بارے میں لوگوں کی کوئی بات نہیں مانی کہ میں اب اس کے بارے میں ان کی بات مانوں۔''

چنانچہ کفار کے دونوں نمائندے بڑی بے عزتی کے ساتھ اپنے تحائف اور نذرانے لے کر واپس ہوئے۔ قتادہ اور

Marfat.com

دوسرے مفسرین کہتے ہیں کہ سورۃ مائدہ کی یہ آیتیں نجاشی اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں اُتری ہیں:

((واذا سمعوا ما اُنزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع))

(المائدۃ:۸۳)

''اور جب وہ کلام سنتے ہیں، جو اللہ کے رسول پر اتارا گیا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھیں آنسو بہانے لگ جاتی ہیں۔''

کہتے ہیں کہ مہاجرین کے سلسلے میں قریش نے دو دفعہ نجاشی کے پاس اپنے نمائندے بھیجے، پہلے ان کی ہجرت کے وقت اور دوسری دفعہ جنگ بدر کے بعد۔ عمرو بن عاص دونوں دفعہ ہی قاصد بن کر گئے تھے، اور ایک دفعہ عمارہ بن ولید مخزومی اور دوسری دفعہ عبداللہ بن ابی ربیعہ مخزومی ان کے رفیق تھے، لیکن ان کی کوئی نہ سنی گئی۔

شعب ابی طالب:.....کٹھن ترین دور:

باتفاق جمہور (تاریخ وحدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے تمام خاندان نے شعب ابی طالب میں کامل تین برس تک جن مصیبت وشدت میں دن اور راتیں گزاریں ان کا بیان دشوار ہے اور کیونکر نہ ہو کھانا پینا بند، آنا جانا ترک، خرید وفروخت موقوف اور شعب سے قدم باہر نکالنا دشوار۔ یہ ترک موالات کا حال ہے کہ حبس دوام کی پوری سزا تھی، غریب محصورین پر جن میں خوردسال بچے اور شکستہ پا عورتیں بھی شامل تھیں۔ ایسا وقت آ گیا تھا کہ دانہ دانہ کو محتاج تھے۔ اتنی مجال تو تھی ہی نہیں کہ شہر میں جا کر ضروریات روزمرہ کی چیزیں لائیں اور اگر جرأت کر کے جائیں بھی تو دیتا کون ہے؟ اس مجبوری سے محاصرین کو تلاش اذوقہ کے لیے اطراف مکہ میں دور دور تک نکل جانا پڑتا تھا اور صبح سے شام تک ان غریبوں کو یا نصیب جو کچھ مل جاتا تھا وہ رات کو گھر میں لا کر دن بھر کے بھوکے بال بچوں کو کھلانا ہوتا تھا۔

علامہ ابو جعفر اسکافی جو علامہ ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ کے استاد اور شیخ تھے لکھتے ہیں:۔

''تلاش آذوقہ کی خدمت ان ایام میں خاص کر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔ یہ علی الصباح شعب سے نکل کر حوالی مکہ کی آبادیوں میں دور دور تک نکل جاتے تھے اور وہاں سے جو گیہوں اور کھجوروں جو کچھ میسر آتا تھا اپنی پشت پر رکھ کر لاتے تھے۔ وہ بھی کبھی یہ چیزیں ملتی تھیں اور کبھی نہیں، کیونکہ ظالمان قریش مکہ کی بیرونی آبادیوں میں جا کر منع کر آتے تھے اس لئے علی الاکثر فاقہ گزرتے تھے۔ اور شدتِ بھوک و پیاس سے گرفتاران مصیبت کی غریب جانیں ہونٹوں تک آ پہنچی تھیں۔''

علامہ ابن القیم اپنی کتاب زاد المعاد جلد اول، صفحہ ۲۹۹ میں لکھتے ہیں:

''بنی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس زور سے روتے تھے کہ ان کے رونے کی آوازیں گھاٹی کے باہر تک سنائی دیتی تھیں۔''

امام قسطلانی شارح بخاری کا بیان ہے کہ بنی ہاشم کے بچوں کے رونے کی آوازیں رات کے سناٹے میں تمام شہر

Marfat.com

یں سنائی دیتی تھیں اور سنگدل و بے رحم قریش سنتے تھے اور ہنسا کرتے تھے اور انواع و اقسام کے طعن و تشنیع کیا کرتے تھے۔

قریش کی ایسی سخت قدغن تھی اور ایسی شدید روک تھام ان مصیبت زدوں میں سے جو شخص چھپ چھپا کر تلاش رزق میں باہر نکل جاتا تھا اور سوء اتفاق سے قریش اسے دیکھ پاتے تھے تو سخت تعذیر پہنچاتے تھے۔ موسم حج میں بیرونی قبائل سے اگر یہ لوگ خرید و فروخت کی کوشش کرتے تھے۔ تو یہ ظالمین وقت نہایت سختی سے انہیں منع کرتے تھے اور باز رکھتے تھے۔

تکلیفیں تو اتنی تھیں اور مصیبتیں ایسی اور حامی و مددگار ایک بھی نہیں، لیکن صد آفرین ہے ان مظلومین کے صبر و سکوت پر ہزار احسنت ہے ان محصورین کے استقلال و پائیداری پر اگر کسی شخص پر محض دو چار دن کے لیے ایسی مصیبتیں پڑ جاتیں تو وہ گھبرا کر یا تو جان دے ڈالتا یا ظالمین وقت کی اطاعت کر لیتا۔ ان غریبوں پر تو اس آفت و مصیبت میں پورے تین برس گزر گئے، لیکن ان کے پائے استقامت میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے سچے رسول کی حمایت و رفاقت پر یقین اور خدائے قادر و توانا کی نصرت و امداد پر توکل کیے خاموش بیٹھے رہے اور ان تمام مصائب کو رضا بقضۃ و تسلیماً لامرہ کہہ کہہ کر جھیل گئے اور شکایت کیسی اور گلہ کیسا۔؟ کسی فرد واحد نے منہ سے اف بھی نہ کی۔ جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض تبلیغ میں انہماک و محویت کی یہ حالت تھی کہ باوجود ان تمام شدائد کے آپ محاصرہ کی موجودہ ضیق النفسی کے عالم میں بھی ہدایت و ارشاد سے باز نہ رہے بلکہ عزلت کی خاص صحبتوں میں آپ کو اس کے ادا کرنے کا بہتر موقع مل گیا۔ مبتدایان اسلام رات کے پردے میں مخالفین سے آنکھیں بچا کر اور چھپ چھپا کر خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اس معلم ربانی سے تعلیم ایمانی حاصل کرتے تھے ابن ہشام لکھتے ہیں:

((ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه واله وسلم یدعوا قومه لیلا و نهاراً سرا وجهاراً منادیا بامر اللّٰہ))

''جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح و شام مخفی اور علانیہ طور پر اور اللہ کی طرف قوم کی دعوت کیا کرتے تھے۔''

قریش کی انتہائی سختی کی ایسی ہی ایک اور مثال یہ ہے کہ ایک رات ہاشم ابن عمرو ابن حرث عامری جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ تین اونٹوں پر کھانا لے کر گھاٹی میں داخل ہو گئے۔ قریش کو اس کا پتہ چل گیا وہ صبح بنی ہاشمؑ کے پاس پہنچے اور اس سے باز پرس کی۔ ہاشم نے کہا:

''میں آئندہ ایسی کوئی بات نہیں کروں گا جو آپ کے خلاف ہوتی ہو۔''

مگر اس کے بعد ایک رات پھر وہ ایک اونٹ یا ایک قول کے مطابق دو اونٹوں پر کھانا لے کر گھاٹی میں پہنچ آئے۔ قریش کو اس کا بھی پتہ چل گیا۔ اس دفعہ قریش سخت غضب ناک ہوئے اور برا بھلا کہتے ہوئے ہاشم پر حملہ آور ہوئے۔ مگر اسی وقت ابوسفیان نے کہا:

Marfat.com

''اے چھوڑ دو۔اس نے صلہ رحمی یعنی رشتے داروں کا حق پورا کرنے کے لئے ایسا کیا ہے۔میں خدا کے نام پر حلف اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم ایسا کرتے تو کوئی بری بات نہ ہوتی۔''

اس زمانے میں جناب ابوطالب کی آنحضرت ﷺ کے سلسلے میں احتیاط اور فکر کا یہ حال تھا کہ ہر رات وہ آنحضرت ﷺ کو آپ کے بستر پر سونے کے لئے لٹا آتے اور پھر جب سب لوگ سو جاتے تو وہ آپ ﷺ کو جگا کر وہاں سے ہٹا دیتے اور اپنے بیٹوں میں سے کسی اور کو آپ کے بستر پر آپ کی جگہ لٹا دیتے تا کہ کہیں کوئی دشمن چپکے سے آپ کو اغوا کر کے نہ لے جائے۔

پھر مسلمانوں کے اس گھاٹی میں قیام کے زمانے میں ہی حضرت عبداللہ ابن عباس پیدا ہوئے۔ادھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اطلاع دی کہ دیمک نے قریش کے لکھے ہوئے اس حلف نامے کو چاٹ لیا ہے۔آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کو اس بات کی خبر دی۔ابوطالب نے آنحضرت ﷺ کی یہ بات سن کر کہا:

''روشن ستاروں کی قسم۔تم نے کبھی مجھ سے جھوٹ نہیں بولا۔!''

اس کے بعد جناب ابوطالب بنی ہاشم اور بنی مطلب کے لوگوں کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر اس گھاٹی سے کعبے کی طرف روانہ ہوئے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ابوطالب نے آنحضرت ﷺ کی دی ہوئی یہ خبر اپنے گھر والوں کو سنائی تو انہوں نے کہا کہ پھر اب آپ کی کیا رائے ہے۔ابوطالب نے کہا:

''میری رائے ہے کہ تم سب اپنے بہترین لباس پہنو اور قریش کے پاس جاؤ اور اس سے پہلے کہ یہ بات ان تک پہنچے تم ان کو جا کر یہ اطلاع دو۔''

چنانچہ وہ لوگ گھاٹی سے روانہ ہوئے اور ڈرتے ڈرتے مسجد حرام تک پہنچے۔قریش نے ان لوگوں کو یہاں دیکھا تو وہ یہ سمجھے کہ یہ لوگ مصیبتوں سے گھبرا کر نکل آئے ہیں تا کہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کے لئے مشرکوں کے حوالے کر دیں۔

یہاں پہنچ کر ابوطالب نے ان لوگوں سے گفتگو کی اور کہا:

''ہمارے اور تمہارے درمیان معاملات بہت طول اختیار کر گئے ہیں،اس لئے اب تم لوگ اپنا وہ حلف نامہ لے کر آؤ۔ممکن ہے ہمارے تمہارے درمیان صلح کی کوئی شکل نکل آئے۔''

ابوطالب نے اصل بات بتلانے کے بجائے یہ بات اس لئے کہی تھی کہ کہیں قریش حلف نامہ سامنے لانے سے پہلے اس کو دیکھ نہ لیں کیونکہ اس کے بعد وہ اس کو لے کر ہی نہ آتے۔غرض وہ لوگ حلف نامہ لے کر آ گئے اور اب انہیں اس بات میں کوئی شک نہیں رہا کہ رسول اللہ ﷺ کو ان کے حوالے کر دیا جائے گا،کیونکہ یہ تمام عہد و پیمان اور حلف نامے آنحضرت ﷺ کی اسی وجہ سے ہوئے تھے۔

حلف نامے کی تحریریں لا کر انہوں نے ان کے سامنے رکھ دیں اور ابوطالب اور ان کے ساتھیوں کو ڈانٹتے ہوئے کہنے لگے:

Marfat.com

''تم لوگوں نے ہمارے اور اپنے اوپر جو مصیبت ڈالی تھی آخر اب اس سے پیچھے کیوں نہیں ہٹتے۔''

ابو طالب نے کہا:

''میں تمہارے پاس ایک انصاف کی بات لے کر آیا ہوں جس میں نہ تمہاری بے عزتی ہے نہ ہماری۔ وہ یہ ہے کہ میرے بھتیجے نے بتایا ہے کہ اس حلف نامے پر جو تمہارے ہاتھوں میں ہے اللہ تعالیٰ نے ایک کیڑا مسلط فرما دیا ہے جس نے اس میں سے وہ تمام حصے چاٹ لئے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے نام لکھے ہوئے ہیں، اب اس میں صرف تمہارے ظلم و جفا اور زیادتیوں کا تذکرہ رہ گیا ہے۔ اگر بات اسی طرح ہے جیسے میرے بھتیجے نے بتلائی ہے تو معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ تو پھر تم اپنی غلط رائے سے باز آؤ لیکن اگر تم باز نہ آئے تو بھی اللہ کی قسم! جب تک ہم میں سے آخری آدمی بھی زندہ ہے ہم محمد کو تمہارے حوالے نہیں کریں گے اور اگر میرے بھتیجے کی بات غلط نکلی تو ہم اس کو تمہارے حوالے کر دیں گے۔ پھر تم چاہے اس کو قتل کرو اور چاہے زندہ رکھو۔''

اس پر قریش نے کہا:

''ہمیں تمہاری بات منظور ہے۔''

اب انہوں نے عہد نامہ کھول کر دیکھا تو انہیں معلوم ہوا کہ جناب ابو طالب جو خبر لے کر آئے ہیں وہ بالکل صحیح ہے، یہ دیکھ کر ان میں سے اکثر لوگوں نے کہا:

''یہ تمہارے بھتیجے کا جادو ہے۔''

ایسے لوگوں کا ظلم اور سرکشی اس واقعہ کے بعد اور زیادہ بڑھ گئی مگر ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو اس بات پر نادم اور شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے:

''اب یہ سختی ہماری طرف سے اپنے بھائیوں پر ظلم ہے۔''

اس تحریر کو پھاڑے جانے کا تفصیلی واقعہ ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ ہشام ابن عمرو ابن حرث ایک رات زہیر ابن امیہ ابن عاتکہ بنت عبدالمطلب کے پاس آئے۔ یہ دونوں حضرات بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ غرض ہشام نے زہیر سے کہا:

''زہیر! کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ تم دونوں وقت آرام سے روٹی کھاتے ہو، اچھے سے اچھا لباس پہنتے ہو جبکہ تمہاری ننہال کے لوگوں کی یہ حالت ہے کہ نہ وہ کوئی چیز خرید سکتے ہیں اور نہ بیچ سکتے ہیں؟''

زہیر نے کہا:

''ہشام تم بتاؤ میں تنہا آدمی کیا کروں! خدا کی قسم! اگر کوئی ایک آدمی بھی میرا ساتھ دینے والا ہوتا تو میں اب تک کبھی کا اس تحریر کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر چکا ہوتا۔''

ہشام نے کہا:

Marfat.com

''دوسرا آدمی تو موجود ہے۔''

زہیر نے کہا:

''وہ کون ہے؟''

ہشام نے کہا:

''میں ہوں!''

زہیر نے کہا:

''ایک آدمی اور اپنے ساتھ ملاؤ۔''

چنانچہ ہشام مطعم ابن عدی کے پاس گئے اور اس سے بولے:

''مطعم! کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ بنی عبد مناف کے دونوں خاندان بنی ہاشم اور بنی مطلب تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک ہو جائیں اور تم تماشہ دیکھتے رہو؟''

مطعم نے بھی وہی جواب دیا:

''بتاؤ میں اکیلا آدمی کیا کر سکتا ہوں جبکہ کوئی میرا ساتھ دینے والا نہیں ہے۔''

ہشام نے کہا:

''تمہارا ساتھ دینے کو دوسرا آدمی موجود ہے!''

مطعم نے پوچھا:

''وہ کون ہے۔؟''

ہشام نے کہا:

''میں ہوں۔''

اب مطعم نے کہا:

''ایک تیسرا ساتھی اور ہونا چاہئے۔''

ہشام نے کہا:

''میں نے تیسرے کا بھی انتظام کر لیا ہے۔''

مطعم نے پوچھا:

''وہ کون ہے۔؟''

ہشام نے کہا زہیر ابن امیہ۔ مطعم نے کہا کہ پھر ایک چوتھے آدمی کا اور انتظام کرلو۔

اب ہشام کہتے ہیں کہ میں ابوالبختری کے پاس گیا اور اس سے بھی میں نے وہی بات کی جو مطعم سے کی تھی۔

ابوالبختری نے کہا:

Marfat.com

''اس کام میں ہمارا کوئی مددگار بھی ہے۔''

میں نے کہا:

''ہاں مددگار بھی ہیں۔''

ابوالبختری نے کہا:

''وہ کون ہیں۔''

میں نے کہا:

''زہیر ابن امیہ، مطعم ابن عدی اور خود میں اس کام میں تمہارے ساتھ ہیں۔''

ابوالبختری نے کہا:

''ایک پانچویں آدمی کا انتظام اور ہونا چاہئے۔''

ہشام کہتے ہیں کہ اب میں زمعہ ابن اسود کے پاس گیا اور میں نے اس سے بات کی۔ اس نے بھی یہی بات پوچھی کہ کیا اس معاملے میں کوئی ہماری مدد کرنے کو بھی تیار ہوگا۔؟ میں نے اس کو چاروں آدمیوں کے نام بتلائے۔

اس کے بعد یہ پانچوں آدمی رات کے وقت حجون کے مقام پر جمع ہوئے۔ یہاں انہوں نے مشورہ کر کے یہ فیصلہ اور عہد کیا کہ ہم اس حلف نامے کو پھاڑنے کا بیڑہ اٹھاتے ہیں اور اس کام کو پورا ہی کر کے دم لیں گے۔ زہیر نے کہا کہ میں اس سلسلے میں پہل کروں گا اور لوگوں سے بات کروں گا۔

صبح یہ لوگ حرم میں قریشی مجلسوں میں پہنچے۔ ادھر زہیر نے صبح ہوتے ہی اپنا حُلّہ پہنا اور بیت اللہ میں آ کر طواف کیا۔ اس کے بعد یہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے:

''مکے والو! کیا ہم اطمینان کے ساتھ اچھے سے اچھا کھاتے اور اچھے سے اچھا پہنتے رہیں اور بنی ہاشم اور بنی مطلب اس بے کسی کے ساتھ ہلاک ہو جائیں کہ نہ وہ کچھ خرید سکتے ہیں اور نہ بیچ سکتے ہیں۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک یہ ظالمانہ اور انسانیت سوز حلف نامہ نہیں پھاڑ دیا جائے گا۔''

یہ سنتے ہی ابوجہل ایک دم چیخا:

''تو بکتا ہے۔ خدا کی قسم! اس حلف نامہ کو ہرگز نہیں پھاڑا جا سکتا۔''

اس پر ایک دم زمعہ ابن اسود اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے ابوجہل کو پھٹکارتے ہوئے کہا:

''سب سے زیادہ بکواس تو خود کرتا ہے۔ جب یہ حلف نامہ لکھا گیا تھا تو ہم اس سے متفق نہیں تھے۔''

اسی وقت تیسرا ساتھی ابوالبختری اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے پکار کر کہا:

''زمعہ ٹھیک کہتا ہے۔''

اسی وقت مطعم اٹھا اور اس نے اعلان کیا:

''ان دونوں نے ٹھیک کہا ہے۔ ان کے مقابلے پر بولنے والا بکواس کرتا ہے۔ ہم اس حلف نامے اور اس

Marfat.com

کے مضمون سے خدا کے سامنے بری ہوتے ہیں۔"

یہ سن کر ہشام ابن عمرو اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے بھی یہی بات کہہ کر اپنے ساتھیوں کی تائید کی۔ اب ابوجہل نے بے کسی کے ساتھ کہا:

"یہ سازش رات ہی کی تیار کی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔"

اسی وقت مطعم ابن عدی نے اٹھ کر اس حلف نامے کو پھاڑ ڈالا۔

غرض اس تحریر کو پھاڑ دینے کے بعد یہ پانچوں آدمی وہاں سے اٹھے۔ اب ان کے ساتھ اور بہت سے لوگ ہو گئے تھے۔ انہوں نے اپنے ہتھیار پہنے اور سیدھے اس گھاٹی میں بنی ہاشم اور بنی مطلب کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ اپنے اپنے گھروں میں آجاؤ۔ چنانچہ سب اسی وقت نکل کر اپنے گھروں پر پہنچ گئے اور اس طرح تین سال یا ایک روایت کے مطابق دو سال تک قریشیوں کے انسانیت سوز مظالم اور بنی ہاشم کی کسمپرسی کا یہ باب بند ہوا۔

جب جناب ابوطالب مرضِ وفات میں مبتلا ہوئے اور قریش کو معلوم ہوا کہ ابوطالب کی بیماری بہت زیادہ بڑھ گئی ہے تو وہ آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے:

"حمزہ اور عمر بن خطاب جب سے مسلمان ہوئے ہیں اس وقت سے محمد کا معاملہ قریش کے تمام قبیلوں میں پھیل گیا ہے۔ اس لئے چلو ابوطالب کے پاس چلتے ہیں تاکہ وہ اپنے بھتیجے سے ہمارے متعلق وعدہ لے لیں اور ہم سے اپنے بھتیجے کے متعلق وعدہ لے لیں کیونکہ خدا کی قسم! کہیں دوسرے لوگ ہمارے اس معاملے کو ہم سے چھین نہ لیں۔"

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ قریش نے کہا:

"ہمیں ڈر ہے کہ اس بوڑھے کے مرنے کے بعد کہیں ہم محمد کو قتل نہ کر دیں اور پھر عرب ہمیں شرم و عار دلائیں کہ جب تک محمد کا چچا زندہ رہا ہم اس کو کچھ نہ کہہ سکے اور چچا کے آنکھیں بند کرتے ہی ہم اس پر چڑھ دوڑے۔"

اس مشورہ کے بعد قریش کے معزز لوگ جناب ابوطالب کے پاس گئے، ان لوگوں میں ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ، نیز ابوجہل، اُمیہ بن خلف اور ابوسفیان بھی تھے (ابوسفیان بعد میں فتح مکہ کی رات میں مسلمان ہو گئے تھے۔)

غرض وہاں پہنچ کر انہوں نے پہلے ایک شخص مطلب کو اجازت لینے کے لئے اندر بھیجا۔ اس نے اندر جا کر ابوطالب سے ان لوگوں کے واسطے اجازت لینے کے لئے کہا:

"باہر آپ کی قوم کے بزرگ اور سردار کھڑے ہوئے ہیں جو اندر آنا چاہتے ہیں۔"

ابوطالب نے کہا:

"بلالو۔"

اب یہ سب اندر ابوطالب کے پاس آئے اور ان سے بولے:

Marfat.com

''ابوطالب! ہم لوگوں میں آپ کی جو حیثیت ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔''

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''ابوطالب آپ ہمارے بڑے اور سردار ہیں۔ اب جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں آپ کا آخری وقت آ پہنچا جس کا ہمیں ڈر تھا۔ ادھر آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بھتیجے اور ہمارے درمیان کس قسم کے معاملات چل رہے ہیں۔ اس لئے آپ ان کو بلایئے اور ہم سے ان کے متعلق عہد لے لیجئے اور ان سے ہمارے متعلق عہد دلا دیجئے تاکہ وہ ہم سے یکسو رہیں۔ وہ ہم سے اور ہمارے دین سے کوئی مطلب نہ رکھیں اور ہم ان کے دین سے بے تعلق ہو کر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں۔''

جناب ابوطالب نے اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہاں ابوطالب اور ان لوگوں کے درمیان ایک آدمی کے بیٹھنے کی جگہ تھی، ابوجہل کو ڈر ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ نہ بیٹھ جائیں اور اس طرح آپ کو مجلس میں ایک نمایاں اور ممتاز جگہ مل جائے گی، اس لئے اس نے جلدی سے اُچھل کر اس جگہ پر قبضہ کر لیا۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطالب کے قریب بیٹھنے کی جگہ نظر نہیں آئی تو آپ دروازے کے پاس ہی بیٹھ گئے۔

مگر کتاب وفا میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ نہ دیکھ کر لوگوں سے کہا:

''میرے بیٹھنے کے لئے میرے چچا کے پاس جگہ خالی کرو۔''

قریشیوں نے کہا:

''ہم جگہ نہیں خالی کریں گے۔ اگر تمہاری رشتہ داری ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ہم سے زیادہ حق دار ہو کیونکہ تمہاری طرح ہماری بھی ان سے رشتے داری ہے۔''

تب ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

''بھتیجے یہ تمہاری قوم کے معزز لوگ ہیں۔''

اور ایک روایت میں ہے:

''یہ تمہاری قوم کے بزرگ اور سردار تم سے عہد لینے اور تمہیں عہد دینے آئے ہیں۔''

ایک روایت میں یوں ہے:

''تم سے انصاف مانگنے آئے ہیں۔''

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

''تمہاری قوم کے یہ سردار تم سے جو مانگنے آئے ہیں وہ ان کو دے دو۔ یہ انہوں نے انصاف کی بات کہی ہے کہ تم ان کے معبودوں کو بُرا کہنا چھوڑ دو اور یہ تمہارے معبود کے بارے میں اپنی زبانیں بند کر لیں گے۔''

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا یہ ممکن ہے کہ اگر میں تمہارا سوال پورا کروں تو تم میری صرف ایک بات پوری کر دو جس سے تم پورے عرب پر چھا جاؤ گے اور سارا عجم یعنی غیر عرب علاقہ تمہارے نقش قدم پر چلنے لگے گا یعنی تمہارا پیرو اور نیازمند بن جائے گا۔''

ابو جہل نے فوراً کہا:

''ضرور۔ میں تمہاری دس باتیں پوری کرنے کو تیار ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم یہ کہہ دو لا الٰہ الا اللہ اور اس کے سوا جن کو پوجتے ہو ان کو چھوڑ دو۔''

یہ سنتے ہی انہوں نے دونوں ہاتھوں سے تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ پھر کہنے لگے:

''محمد! کیا تم اتنے سارے معبودوں کو ایک معبود بنا دینا چاہتے ہو۔؟ تمہاری بات بھی عجیب ہے۔''

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

((صٓ O والقرآن ذی الذکر O بل الذین کفروا فی عزّۃٍ وشقاقO))

(صٓ: ۱ تا ۳)

''صٓ۔ قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پُر ہے، بلکہ خود یہ کفار ہی تعصب اور حق کی مخالفت میں ہیں۔''

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ مشرکوں نے کہا:

''کیا ہماری تمام ضرورتوں کے لئے تنہا ایک خدا کافی ہو سکتا ہے؟''

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

''ہم سے کوئی اور بات کہو۔''

ایک روایت میں آتا ہے کہ اس پر ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

''بھتیجے! کیا اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہو سکتی جو تم ان سے مانگو کیونکہ تمہاری قوم اس بات کو پسند نہیں کرتی۔''

آپ نے فرمایا:

''چچا میں اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہتا۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے مشرکوں سے فرمایا:

''اگر تم سورج بھی لا کر میرے ہاتھ میں رکھ دو تب بھی میں تم سے اس کے سوا اور کچھ نہیں مانگوں گا۔''

اب مشرکوں نے مایوس ہو کر ایک دوسرے سے کہنا شروع کیا کہ خدا کی قسم! تم جو کچھ اس شخص سے چاہتے ہو یہ اس میں سے تمہیں کچھ بھی نہیں دے سکتا۔ چلو اور اپنے باپ دادا کے دین پر عمل کرتے رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہی

Marfat.com

تمہارے اور اس شخص کے درمیان فیصلہ فرمادے۔

اس کے بعد یہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ایک روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے ابوطالب کے یہاں سے اٹھتے ہوئے کہا:

''خدا کی قسم! ہم تمہیں بھی گالیاں دیں گے اور تمہارے اس معبود کو بھی جو تمہیں اس قسم کے حکم دیتا ہے۔''

ایک قول ہے کہ اسی واقعہ کی بنیاد پر یہ آیت نازل ہوئی:

((ولا تسبّوا الّذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبّوا اللّٰہ عدوًّا بغیر علمٍ)) (الانعام:۱۰۹)

''اور دشنام مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ کی شان میں گستاخی کریں گے۔''

مگر کتابِ نہر میں اس آیت کے نازل ہونے کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ کفارِ قریش نے ایک دفعہ ابوطالب سے یہ کہا تھا (جس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی):

''یا تو تم محمد کو ہمارے معبودوں کو گالیاں دینے اور ان میں عیب ڈالنے سے روک لو ورنہ ہم بھی محمد کے معبود کو بُرا بھلا کہیں گے اور شعروں میں اس کی ہجو کریں گے۔''

غرض جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں سے وہ بات کہی جو پچھلی سطروں میں بیان ہوئی تو ابوطالب نے آپ سے کہا:

''خدا کی قسم! بھتیجے! میرا خیال ہے کہ تم نے ان سے کوئی ناقابل عمل اور غلط بات نہیں مانگی۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمید ہوئی کہ شاید خود ابوطالب بھی راستی اور حق کو قبول کر لیں گے، اس لئے آپ فوراً اپنے چچا سے کہنے لگے:

''چچا۔آپ ہی یہ کلمہ کہہ دیجئے تاکہ قیامت کے دن میں آپ کی شفاعت کر سکوں۔''

غرض جب ابوطالب نے اپنے اسلام قبول کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرزو دیکھی تو انہوں نے کہا:

''خدا کی قسم بھتیجے! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میرے بعد لوگ تمہیں اور تمہارے خاندان والوں کو شرم و عار دلائیں گے اور قریش یہ کہیں گے کہ میں نے موت کے خوف سے یہ کلمہ کہہ دیا تو میں یہ کلمہ کہہ کر ضرور تمہارا دل ٹھنڈا کرتا کیونکہ اس سلسلہ میں تمہارے شوق اور تمہاری تمنا کا مجھے احساس ہے۔مگر اب میں اپنے بزرگوں عبدالمطلب، ہاشم اور عبد مناف کے دین پر مرتا ہوں۔''

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

((انّک لا تھدی من احببت ولٰکنّ اللّٰہ یھدی من یّشآء وھو اعلم بالمھتدینO)) (القصص:۵۶)

Marfat.com

''آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا علم بھی اسی کو ہے۔''

مقاتل سے روایت ہے کہ ابوطالب نے اپنی موت کے وقت کہا تھا:

''اے بنی ہاشم! محمد کی اطاعت کرو، ان کو سچا جانو اور فلاح وہدایت پالو۔''

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''اے چچا! آپ جو نصیحت دوسروں کو کر رہے ہیں اس پر خود کیوں عمل نہیں کرتے۔''

ابوطالب نے کہا:

''بھتیجے! تم کیا چاہتے ہو؟''

آپ نے فرمایا:

''میں چاہتا ہوں کہ آپ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں تاکہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں آپ کے لئے اس کلمے کے کہنے کی گواہی دے سکوں۔''

ابوطالب نے جواب دیا:

''بھتیجے! میں جانتا ہوں کہ تم سچے ہو لیکن میں نہیں چاہتا کہ میرے بعد لوگ شرم دلائیں۔''

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ابوطالب سے کلمہ پڑھنے کو کہتے رہے اور وہ انکار کرتے رہے، یہاں تک کہ انہوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خدا کی قسم! میں اس وقت تک تمہارے لئے مغفرت کی دعا مانگتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اللہ تعالیٰ ہی اس سے نہ روک دے۔''

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

((ما كان للنّبى والّذين امنوآ ان يستغفروا للمشركين ولو كانوآ اُولى قربٰى من بعد ما تبيّن لهم انّهم اصحاب الجحيم))(التوبہ: ۱۱۳)

''پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔''

ایک روایت ہے کہ جب ابوطالب کا آخری وقت آپہنچا تو ان کے پاس قریش کے تمام بڑے بڑے سردار جمع ہو گئے اور ابوطالب نے ان کو وصیتیں اور نصیحتیں کیں، ان ہی میں سے یہ ہیں کہ انہوں نے کہا:

''اے گروہِ قریش! تم اللہ کی مخلوق میں بہترین لوگ اور عربوں کا دل ہو۔ تم میں عزت مند بھی ہیں اور بہادر وفیاض اور خوش حال بھی ہیں، عربوں میں کوئی عزت و مقام ایسا نہیں جس کو تم نے حاصل نہ کر لیا اور کوئی شرف اور سرفرازی ایسی نہیں جس کو چھوڑ دیا ہو۔ اس طرح دوسرے لوگوں پر تمہیں ایک خاص

Marfat.com

فضیلت حاصل ہے اور اس کی بنا پر دوسرے لوگ تمہارے نیاز مند ہیں۔ میں تمہیں اِس گھر یعنی بیت اللہ کی تعظیم باقی رکھنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اسی میں پروردگار کی خوشنودی چھپی ہے اور اسی میں زندگی کی سربلندی پوشیدہ ہے۔ رشتے داروں کی ہمیشہ خبر گیری کرتے رہنا، ان سے کبھی لاپرواہی نہ کرنا کیونکہ اسی میں مسرت اور اولاد کی کثرت و برکت کا راز ہے۔ سرکشی اور شورہ پشتی سے ہمیشہ دور رہنا کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی کے نتیجہ میں ہلاک و برباد ہوئی ہیں۔ بلانے والے کی آواز پر لبیک کہنا اور سائل اور مانگنے والے کو کبھی مایوس نہ کرنا کیونکہ اسی میں زندگی اور موت کی عزت ہے۔ ہمیشہ سچائی اور امانت داری کو اپنا دستور بنائے رکھنا کیونکہ ان ہی خوبیوں سے بڑے لوگوں کے دلوں میں آدمی کی محبت اور عوام کے دلوں میں عزت پیدا ہوتی ہے۔ میں تمہیں محمد کے ساتھ بھلائی اور نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ قریش میں سب سے بڑے امین ہیں، عربوں میں سب سے زیادہ سچے اور ان تمام خوبیوں کے مالک ہیں جن کی میں تمہیں وصیت کر رہا ہوں۔ وہ ایک ایسا پیغام لے کر آئے ہیں جس کو دلوں نے قبول کر لیا ہے لیکن دشمنی کی وجہ سے زبانوں نے انکار کر دیا ہے۔ خدا کی قسم ایسا لگتا ہے جیسے میں مستقبل میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے چور اور لٹیرے نیز نیکوکار اور اچھے لوگ اور کمزور بے بس لوگ جوق در جوق ان کی آواز پر لبیک کہہ رہے ہیں اور ان کے پیغام کو قبول کر کے ان کی بات کو اونچا کر رہے ہیں۔ وہ لوگ موت کی سختیوں میں کود کر انہیں گلے لگا رہے ہیں۔ اور پھر قریشی سردار اور معزز لوگوں کی حیثیت عام آدمیوں سے زیادہ نہ رہی۔ وہ خانہ خراب ہو گئے اور ان میں کئی کمزور لوگ اختیار اور عزت والے ہو گئے۔ آج کے عظیم اور مرتبے والے لوگ کل سب سے زیادہ ضرورت مند اور محتاج بن گئے۔ جو آج محمد سے بہت دور ہیں کل وہ ان کے ہمدم و ہم نشین بن گئے۔ عرب نے اپنی محبت و خیر خواہی کے ساتھ اپنی باگ ڈور ان کو دے دی۔ اس لئے اے گروہ قریش! تم ہی محمد کے ساتھی بن جاؤ اور تم ہی ان کی جماعت کے حامی و مددگار بن جاؤ۔ خدا کی قسم! ان کے سیدھے راستے پر چلنے اور یہ سعادتیں حاصل کرنے میں تم پیش پیش رہنا!"

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جناب ابو طالب نے خفیہ اسلام قبول کر لیا تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ابو طالب کا آخروقت آ پہنچا تو انہوں نے بنی مطلب کو بلایا اور ان سے کہا:

"تم نے محمد سے جو کچھ سنا اور اس پر عمل کیا تو اس میں ہمیشہ تمہارے لئے خیر ہوگی۔ اس لئے ان کی پیروی کرو اور بھلائی حاصل کرو۔"

مگر ابو طالب کے انتقال کے بعد آپ کو قریش نے اتنی تکلیفیں پہنچائیں کہ ابو طالب کی زندگی میں وہ ممکن نہیں تھیں، یہاں تک کہ ایک قریشی شریر نے آپ کے سر مبارک پر کوڑا ڈال دیا آپ اسی حال میں اپنے گھر میں تشریف لے گئے۔ آپ کی صاحبزادی یہ حالت دیکھ کر ایک دم آپ کے پاس آئیں وہ روتی جاتی تھیں اور کوڑا صاف کرتی جاتی تھیں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ فرما رہے تھے:

Marfat.com

''نہ رو۔ نہ رو بیٹی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کی حفاظت فرمانے والا ہے۔''

آپ فرماتے تھے:

''ابو طالب کی موت تک قریش کبھی مجھ سے اتنا بڑا معاملہ نہیں کر سکے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب ابو طالب کے انتقال کے بعد جب یہ دیکھا کہ کفار قریش ہر طرف سے آپ پر چڑھ دوڑے ہیں تو آپ نے حسرت سے ابو طالب کو یاد کرتے ہوئے فرمایا:

''اے چچا کتنی جلد مجھے احساس ہو گیا کہ میں آپ کو کھو چکا ہوں۔''

شعب ابی طالب کی محصوری سے رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور حضور کے ہمراہیوں کی رہائی، نبوت کے دسویں سال میں ہوئی۔ مشہور سیرت نگار موسیٰ بن عقبہ کی تحقیق کے مطابق یہ مدت تین سال تھی جس کا آغاز ماہ محرم نبوت کے ساتویں سال سے ہوا تھا۔ اس طویل عرصہ میں محصورین کو جن مصیبتوں، دشواریوں اور محرومیوں کا سامنا کرنا پڑا اس کے بارے میں آپ ابھی پڑھ آئے ہیں۔

ان جانگداز اور روح فرسا تکالیف کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق تبلیغ کم نہیں ہوا۔ ان مصائب نے اس میں اضافہ ہی کیا، ذوق وشوق میں افزائش ہی ہوئی۔ ظالمانہ حصار کے ٹوٹ جانے کے بعد ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا فریضہ رسالت پہلے سے بھی کئی گنا زیادہ سرگرمی سے ادا کرنا شروع کر دیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اب حالات قدرے پرسکون رہتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پوری قوت اور پوری یکسوئی سے گم کردہ راہ مخلوق کو صراط مستقیم کی طرف راہبری کرتے لیکن قدرت الٰہی کی حکمتوں کا کون احاطہ کر سکتا ہے، اس محاصرہ کو ختم ہوئے ابھی پورا مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ مشفق ومہربان چچا حضرت ابو طالب داغ مفارقت دے کر عالم جاوداں کو سدھارے۔ قلب وجگر کو پارہ پارہ کر دینے والے اس صدمہ پر ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے بھی اجل کو لبیک کہا اور فردوس بریں میں جا کر فروکش ہو گئیں۔ یہ دو صدمے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب نازک کے لئے بڑے غم انگیز اور اندوہناک صدمے تھے اس لئے اس سال کو ''عام الحزن'' (غم واندوہ کا سال) کے نام سے موسوم کیا گیا۔

سیدہ خدیجہ وہ پہلی ہستی تھیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر اور عظمت کو پہچانا تھا اور اپنا تن من دھن آپ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے بعد پچیس سال کے سفرِ زندگی میں بے پناہ مشکلات پیش آئیں، مگر سیدہ خدیجہ نے ان مشکلات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خندہ پیشانی سے ساتھ دیا۔ جب قریشِ مکہ ہر وقت آپ کو دکھ دینے کے منصوبوں پر عمل میں مصروف رہتے تھے، تو سیدہ ہر وقت آپ کو سکھ اور سکون پہنچانے کی فکر میں لگی رہتی تھیں۔ وہ مکہ کے ایک سردار خاندان کی بیٹی اور خواتین کی سردار تھیں۔ مال و دولت، عزت و وقار ان کے پاس ہر چیز وافر تھی اور انہوں نے اپنی ہر چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی پر قربان کر دی تھی، سیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگسار بیوی، بہترین مشیر اور گھریلو ریاست کی منتظم تھیں۔ وہ اس ریاست کو چلانے کے علاوہ

Marfat.com

بنانے میں بھی بے مثل تھیں۔ ان کی زندگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر اور بچوں کی دیکھ بھال اور پرورش کی کبھی کوئی فکر نہیں ہوتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ خدیجہ کے لئے اطمینان بخش سہارا تھے اور سیدہ خدیجہ آپ کے لئے حوصلہ اور قوت کا سرچشمہ ثابت ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ایک دفعہ فرمایا:

''خدیجہ رضی اللہ عنہا کی مجھ سے وفاداری کے سبب سے مجھ کو ان کی یاد مرغوب ہے۔ جب لوگوں نے میری نبوت کا انکار کیا تو وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ جب لوگ میری مدد کرنے سے ڈرتے تھے، تو وہ چٹان کی مانند مضبوطی سے میرے ساتھ کھڑی رہیں۔ وہ میری بہترین ساتھی تھیں اور میرے بچوں کی ماں بھی۔''

سیدہ کے بطن سے رسول اللہ کی چھ اولادیں پیدا ہوئیں۔ دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں۔ صاحبزادے تو کم سنی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ جب سیدہ خدیجہ کی وفات ہوئی تو آپ کی دو بیٹیوں کی شادیاں ہو چکی تھیں۔ دو بیٹیاں حضرت اُم کلثوم اور حضرت فاطمہ گھر میں تھیں۔ حضرت فاطمہ کی عمر ابھی چھوٹی تھی۔ آٹھ نو سال کے قریب ہو گی۔ حضرت علی نے بھی حضور کے گھر میں ہی پرورش پائی تھی۔ وہ بھی ابھی چھوٹے ہی تھے۔ اس طرح بچوں اور گھر کی دیکھ بھال کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔

جناب ابو طالب کی وفات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بزرگ کی حمایت سے محروم ہو گئے جسے سارے قریشِ مکہ مل کر بھی آپ سے الگ نہیں کر سکے تھے۔ ابو طالب اور ان کی وجہ سے بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب نے آپ کے لئے اپنی زندگیاں خطرے میں ڈال دیں۔ مصائب اٹھائے۔ ابو طالب کی وفات سے یہ حمایت اور مدد ختم ہو گئی۔ سیدہ خدیجہ کی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر اور بچوں کی کوئی فکر نہ ہوتی تھی۔

ان دونوں کی وفات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گھریلو اور سیاسی مشکلات میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔

مگر آپ نے ان مصائب اور مشکلات کا بھی مقابلہ کیا اور توحید کے مشن کے سلسلے میں بھی پہلے کی طرح ہی سرگرم رہے۔

ان دونوں کے ایک ہی سال میں وفات پانے کے واقعے کی طرف قصیدہ ہمزیہ کے شاعر نے اپنے ان شعروں میں اشارہ کیا ہے:

وقضیٰ عمہ ابو طالب والدھر
فیہ السراء والضّرّاء

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کی وفات ہوگئی اور زمانے کی چہل پہل جوں کی توں باقی ہے۔''

ثم ماتت خدیجة ذٰلِكَ العام
ونالت من احمد المنا

Marfat.com

''پھر اسی سال حضرت خدیجہ نے بھی وفات پا کر احمد مصطفیٰ ﷺ کے غم کو دوبالا کر دیا۔''

تبلیغ اسلام کیلئے سفر طائف......کفار کا معاہدے کے لیے آنا اور عام الحزن:

جب آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کی وفات کے بعد احمق قریشیوں کی آپ ﷺ پر سختی بڑھتی گئی اور وہ کھلم کھلا آپ ﷺ کی ایذاء رسانی پر اُتر آئے، تو آپ ﷺ نے مکہ چھوڑ کر طائف جانے کا فیصلہ کیا کہ شاید وہ لوگ آپ ﷺ کو وہاں رہنے کے لیے جگہ دیں، اور قریش کی زیادتیوں سے آپ ﷺ کو بچائیں۔ وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے ان کو توحید کی دعوت دی، تو توقع کے برخلاف نہ کسی نے آپ ﷺ کو رہنے کے لیے جگہ دی، اور نہ کوئی آپ ﷺ کی مدد کے لیے تیار ہوا، بلکہ آپ ﷺ کو سخت ترین تکلیفیں دیں، ایسی تکالیف آپ ﷺ کو اپنی قوم سے بھی نہیں پہنچی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ بھی تھے۔ آپ ﷺ وہاں صرف دس دن رہ سکے، اس عرصہ میں آپ ﷺ نے وہاں کے ہر سردار سے ملاقات کی اور اپنی آمد کا مقصد بیان کیا، مگر سب نے یہی جواب دیا کہ ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔ اسی پر بس نہیں کی، بلکہ اپنے اوباشوں کو آپ ﷺ کے خلاف بھڑکا دیا۔ جنہوں نے بقول موسیٰ بن عقبہ پتھر مار مار کر آپ ﷺ کے پاؤں مبارک زخمی کر دیئے اور آپ ﷺ کے جوتے خون سے بھر گئے، دوسرے مورخین لکھتے ہیں:

''جب آپ ﷺ کو پتھر لگتے اور آپ ﷺ اس کے صدمہ سے بیٹھ جاتے تو وہ بدبخت بازوؤں سے پکڑ کر آپ ﷺ کو اٹھا دیتے۔ جب آپ ﷺ چلنے لگتے، تو پتھروں کی بارش شروع کر دیتے اور آپ ﷺ کو تلملاتا دیکھ کر خوب ہنستے۔ زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ آگے ہو کر آپ ﷺ کو بچاتے، حتیٰ کہ ان کے سر میں بھی کئی زخم لگے۔ اس سلوک کے بعد آپ ﷺ بڑے غمناک ہو کر طائف سے مکہ کی طرف چلے اور واپسی کے وقت آپ ﷺ نے یہ مشہور دُعا:

> ''الٰہی! میں تیرے حضور اپنی کمزوری کی شکایت کرتا ہوں، میری تدبیر ناکام ہے، اور میں لوگوں کے ہاں بے قدر ہوں! تو سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے، کمزوروں کو پالنے والا ہے اور مجھے بھی تو ہی پالنے والا ہے، تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے؟ دور کے دشمن کے جو مجھ سے ترش روئی سے پیش آتا ہے؟ یا ایسے دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملہ کا مالک بنا دیا ہے؟ الٰہی! اگر تو ناراض نہیں، تو مجھے اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں، مگر تیری عافیت زیادہ وسیع ہے، میں تیرے نور کے ساتھ جس سے سب اندھیرے دور ہو گئے ہیں اور دنیا و آخرت کے سارے معاملے سلجھ گئے ہیں، تیرے غضب سے اور تیرے غصے سے پناہ مانگتا ہوں، جب تک تو راضی نہ ہو، تیری رضا کا طلب گار ہوں، گناہ سے بچنے اور نیکی کرنے کی طاقت تیرے ہی عطا کرنے سے ہے۔''

اس کو ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ دُعا آپ ﷺ نے اس وقت کی، جب اہل طائف نے اپنے اوباشوں اور اپنے غلاموں کو آپ ﷺ کے خلاف بھڑکا دیا، جو آپ ﷺ پر آوازے کستے اور آپ ﷺ کو گالیاں دیتے تھے، حتیٰ کہ انکا شور و شغب سن کر لوگ جمع ہو گئے، انہوں نے آپ ﷺ کو عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کے باغ میں پناہ لینے پر مجبور کیا، جب کہ وہ دونوں بھی وہاں موجود تھے، وہاں سے طائف کے اوباش واپس چلے گئے، جو آپ ﷺ کا پیچھا کر

Marfat.com

رہے تھے، جب آپ ﷺ نے ذرا آرام کا سانس لیا تو یہ دُعا فرمائی تھی!

اس دُعا کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے پاس ملک الجبال (پہاڑوں کا نگران فرشتہ) بھیجا، جس نے آپ ﷺ سے اجازت چاہی کہ وہ ''اخشبین'' کو جو مکہ کے دونوں جانب پہاڑ ہیں، اہل مکہ پر ٹکرا دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں ان کے لیے مہلت طلب کرتا ہوں، شاید اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے وہ لوگ پیدا کر دے، جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔''

یہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے واسطہ سے امام بخاری اور مسلم نے ذکر کی ہے۔

ابن اسحٰق کا بیان ہے:

''جب عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے ساتھ اہل طائف کے اس سلوک کو دیکھا، تو ان میں برادری کی رگ پھڑکی اور انہوں نے اپنے عیسائی غلام عداس کے ہاتھ انگور کا ایک خوشہ آپ کے لیے بھیجا، جب آپ ﷺ کھانے لگے، تو پہلے ''بسم اللہ کہا اور پھر انگور کھائے۔ یہ سن کر عداس نے آپ ﷺ کا چہرہ بغور دیکھا اور کہا:

''خدا کی قسم! اس شہر کے لوگ تو یہ کلام نہیں بولتے۔''

آپ ﷺ نے اس سے پوچھا:

''تم کس شہر کے رہنے والے ہو؟ اور تمہارا دین کیا ہے؟''

وہ بولا:

''میں عیسائی ہوں اور نینوی شہر کا رہنے والا ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ تو مرد صالح یونس بن متی کا شہر ہے۔''

عداس بولا:

''آپ ﷺ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ میرا بھائی ہے اور میری طرح وہ بھی نبی ہے۔''

یہ سن کر عداس جھکا اور اس نے آپ ﷺ کے سر مبارک اور ہاتھ پاؤں کو بوسہ دیا۔ عتبہ اور شیبہ نے یہ دیکھا، تو ایک نے دوسرے سے کہا:

''اس نے تیرے غلام کو خراب کر دیا۔''

جب عداس واپس آیا، تو وہ دونوں کہنے لگے:

Marfat.com

''عداس! تم پر افسوس ہے! تم نے اس کے سر اور اُس کے ہاتھ، پاؤں کو کیوں بوسہ دیا؟''

وہ کہنے لگا:

''میرے آقا! روئے زمین پر اس سے بہتر کوئی آدمی نہیں۔ اس نے مجھے وہ بات بتائی ہے جس کو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

وہ دونوں بولے:

''عداس! تم پر افسوس ہے! دیکھنا! کہیں یہ تم کو تمہارے دین سے برگشتہ نہ کر دے، تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔''

معراج النبی:

ہجرت سے تقریباً تین سال قبل اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لامکان کی سیر کروائی گئی، جسے معراج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی سفر کے دوران نماز اور روزے فرض کیے گئے۔

مدینہ منورہ میں اسلام کی ابتدا...... عقبہ اولیٰ و ثانیہ:

رحمت اللعالمین، فخرِ کون و مکاں، سرورِ زمین و زماں صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی ایمان پرور صدا چہار دانگِ عالم میں پہنچانے کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار فرمائی۔ حج کے عالمی اجتماع سے بھی آپ نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور دور دراز شہروں اور ملکوں سے آئے ہوئے مختلف قبائل کی قیام گاہوں میں جا کر انہیں توحید کی دعوت دینے کا معمول بنا رکھا تھا۔

اسی دوران مدبرِ عالم اور کارسازِ تکوینیات نے اوس و خزرج کو معاشی اور اقتصادی پس ماندگی سے دوچار کر دیا جس کے باعث وہ قریش سے معاہدہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ نبوت کے گیارہویں سال کا تذکرہ ہے کہ قبیلہ بنو عبد الاشہل کے کچھ لوگ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ آئے اور قریش سے مذاکرات شروع کیے۔ اسی اثناء میں ایک رات رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گھٹاٹوپ اندھیرے میں شمع رسالت فروزاں کرنے کی غرض سے عقبہ کے مقام سے گزرے جہاں کچھ دل کش و دل آویز آوازیں سنائی دیں، وہ لوگ یثرب سے آئے ہوئے خزرج کے چشم و چراغ تھے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔ چند تعارفی جملوں کے بعد ہادیٔ کل، ختم رسل، دانائے سبل صلی اللہ علیہ وسلم نے آیاتِ قرآنیہ کی پُر کیف و وجد آفریں تلاوت سے ان کے قلوب کو گرمایا اور دعوتِ اسلام پیش فرمائی۔

یہ لوگ اپنے ہم وطن یہود سے رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور فضل و کمالات کا ذکر سنتے رہتے تھے۔ انکے دل ضد و عناد، تمرد و مخالفت سے خالی اور ان کی زمین قلبِ توحید و رسالت کی تخم ریزی کے لیے ہموار اور تیار تھی۔

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین سن کر تھوڑی سی دیر کے لیے استعجاب میں پڑ گئے۔ کیا یہی وہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن سے یہود ہمیں ڈرایا کرتے ہیں کہ امروز و فردا آفتابِ رسالت طلوع ہونے کو ہے جس کے سایۂ عاطفت میں ہم اوس و خزرج کو تہس نہس کر دیں گے، پھر باہم مخاطب ہو کر کہنے لگے:

Marfat.com

''اس دولتِ غیر مترقبہ کو حاصل کرنے کے لئے سوچ و بچار اور تاخیر سے قطع نظر نورِ اسلام اور متاعِ ایمان حاصل کرنے میں جلدی کرنی چاہئے تاکہ یہود ہم سب سے پہلے ایمان کی دولت سے مالا مال نہ ہونے پائیں۔ یہ کہتے ہوئے سب یک زبان ہو کر توحیدِ الٰہی کی نغمہ سرائی کرنے لگے۔''

یہ لوگ قریش کے ساتھ مادی اور معاشی معاہدہ کر کے دنیوی جاہ و جلال اور مال و منال سے بہرہ یاب تو نہ ہو سکے لیکن تاجدارِ مدینہ، جنت کے والی صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ حق پرست پر ایمان کی بیعت کر کے دو جہاں کی شاہی کی لازوال نعمت سے سرفراز ہو گئے۔

اس تاریخ ساز و انقلاب انگیز موقع پر سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما بھی اپنے آقا کے ہم رکاب تھے۔ فلکِ رسالت پہ طلوع ہونے والے درخشندہ و تابندہ ستارے ان ناموں سے یاد کیے جاتے ہیں:

۱۔ ابوامامہ بن اسعد بن زرارہ بن عدس بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن النجار۔

۲۔ عوف بن الحارث بن رفاعہ بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن النجار۔

۳۔ رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن زریق۔

۴۔ قطبہ بن عامر بن حدیدہ بن عمرو بن غنم بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ۔

۵۔ عقبہ بن عامر بن نابی بن زید بن حرام بن کعب بن سلمہ السلمی۔

۶۔ جابر بن عبداللہ بن رکاب بن النعمان بن سنان۔

یہ قدسی نفوس قافلہ جب وطن مالوف پہنچا تو ہر کس و ناکس کو یہ ایمان افروز مژدہ سنایا کہ وہ رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں جن کے انتظار میں سارا عالم چشم براہ تھا۔ ہم نے ان کے چہرۂ انور کے نورِ تاباں سے اپنی آنکھیں منور کیں۔ ہمارے دلوں کو ان کے رخِ زیبا کے دیدار سے سرور نصیب ہوا اور ہمارے کان ان کے معجزہ نما کلام سے لطف اندوز ہوئے۔ جب ان حضرات نے اہلِ وطن کو اس روح پرور اور فرحت انگیز بشارت سے روشناس کیا تو پھر گھر گھر میں آپ کا ذکرِ خیر ہونے لگا۔ ان کی شب و روز تبلیغ سے آمدہ سال دوگنی تعداد میں شمعِ رسالت کے پروانے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل مدینہ کی پہلی ملاقات اسلامی تاریخ میں ایک اہم موڑ ثابت ہوئی۔ اہل مدینہ نے اسلام قبول کیا تو گویا یہ حقیقت بھی مان لی کہ دین و ایمان کے آگے رنگ و نسل، زبان و وطن اور قومیت و عصبیت بے وقعت ہیں اور اتحاد کا سب سے مستحکم ذریعہ ''دین'' ہی بن سکتا ہے، پھر انہیں یہ اطمینان و فخر بھی حاصل ہو گیا کہ وہ یہودیوں سے زیادہ مؤقر اور ان سے بہتر دین و کتاب کے حامل ہو گئے ہیں۔ اس موقع پر اہل مدینہ کے الفاظ ہماری بات پر دلالت کرنے کے لیے کافی ہیں:

((واللہ انہ النبی الذی توعدکم بہ یھود فلا تسبقنکم الیہ))

''واللہ یہ تو وہی نبی ہیں جن کا ذکر تم سے یہودی کرتے تھے۔ دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے معاملہ میں وہ تم

Marfat.com

پر سبقت لے جائیں۔''

جہاں تک عقبہ کی ملاقات کا تعلق ہے تو اس کے اثرات بھی مدینہ کے سیاسی ماحول پر بہت گہرے پڑے وہ چھ افراد جو اسلام لا چکے تھے اور اس کی اشاعت کا وعدہ بھی کر چکے تھے۔ وہ جب مدینہ واپس آئے تو پورے جذبہ وخلوص کے ساتھ اپنے اسلام کا برملا اظہار کرنے لگے۔ مدینہ میں جس نے اس پیغام کو سنا متاثر ہوا اور پھر کچھ ہی عرصہ میں اوس وخزرج کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کا ذکر نہ ہوا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت سال بھر ان کا موضوع گفتگو بنی رہی۔ اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ مدینہ کے مخصوص حالات نے لوگوں کے دلوں میں جو تمنائیں پیدا کر دی تھیں، لوگوں نے محسوس کیا کہ ان کے پورا ہونے کا وقت جلد آنے والا ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ ذہنی اور نفسیاتی اعتبار سے اوس اور خزرج رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب آ گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جب سن 11 نبوی میں اوس وخزرج کے افراد مقام عقبہ میں حضور ﷺ سے ملے، اور شرک، چوری، زنا، قتل اولاد، ناحق افراد پردازی سے بچنے اور حضور ﷺ کے حکم سے کسی حال میں سرتابی نہ کرنے کا عہد استوار کیا تو ان کی تعداد پہلے سے زائد یعنی بارہ تھی۔

اس لیے اہل مدینہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ ان کے یہاں کوئی معلم بھیجا جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے حضرت مصعب بن عمیر کو مدینہ روانہ فرما دیا۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے مدینہ آ کر اپنی شبانہ روز کی کوششوں سے تبلیغ واشاعت اسلام کا حق اس طرح ادا کیا کہ رفتہ رفتہ سے قبا تک گھر گھر اسلام پھیل گیا۔ صرف بنی اوس میں سے چند گھرانے باقی رہ گئے۔ تعلیم قرآن وحدیث اور اشاعت اسلام کے ساتھ ساتھ حضرت مصعب مدینہ کے اہل ایمان کی نمازوں کی امامت بھی فرماتے تھے۔ یہ امامت اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ ان کی اقتداء میں اوس، خزرج اور ایسے قبائل کے افراد شانہ بشانہ کھڑے ہو کر نماز ادا کرتے تھے جو ابھی چند سال قبل تک ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اور جو اپنی عداوت کو اس حد تک نہیں بھلا سکتے تھے کہ آپس میں ہی ایک دوسرے کی امامت قبول کر لیں۔ لیکن حضرت مصعب کی امامت ان کے لیے نقطۂ اتحاد ثابت ہو رہی تھی۔

تاریخی مطالعہ کی رو سے بدترین دشمنوں کا ایک جگہ ایک صف میں اس طرح مجتمع ہو جانا اتنا بڑا انقلاب تھا جس کا جاہلی معاشرہ میں تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا، اسی لیے قرآن نے بطورِ احسانِ الٰہی کے اس خوشگوار انقلاب پر یوں تبصرہ کیا ہے:

((واذكروا نعمة الله عليكم اذ كنتم اعداءً فالّف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانًا وكنتم على شفا حفرةٍ من النار فانقذكم منها))

''اور تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پس اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور اپنی نعمت سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا اور تم آگ سے بھرے گڑھے کے قریب تھے تو اس نے تم

Marfat.com

کو بچالیا۔''

اور ایک جگہ یہ بھی ارشاد ہوا:

((لو انفقت ما فی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبهم))

''اگر آپ جو کچھ زمین ہے سارا خرچ کر ڈالتے تب بھی ان کے دلوں میں محبت والفت کا پیدا کر دینا آپ کے لیے ممکن نہ تھا۔''

بہر کیف حضرت مصعب بن عمیر جن کا قیام مدینہ میں تقریباً ایک سال تک رہا نہ صرف تعلیم وتبلیغ اسلام کے فریضہ میں منہمک رہے بلکہ اس تمام مدت میں وہ مدینہ کے سیاسی، اجتماعی، تہذیبی وتمدنی اور معاشی ومعاشرتی حالات کا بھی بغور جائزہ لیتے رہے۔ غالباً ان کی ماموری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رعایت بھی رکھی کہ وہ سابقین اسلام میں ہونے کی وجہ سے دین کی تعلیم وتربیت بھی بخوبی کر سکتے ہیں اور ذہین وہوشمند ہونے کی وجہ سے مدینہ کے حالات ومسائل کا براہ راست مطالعہ وتجزیہ کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر سکتے ہیں کیونکہ یہ معلومات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگلے اقدامات کے تعین میں انتہائی مفید ثابت ہو سکتی ہیں، چنانچہ جب دوسرے سال حج کا موقع آیا تو حضرت مصعب مدینہ سے مکہ واپس آئے۔ ملاقات کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام حالات سے مطلع کیا اور پھر غالباً حضرت مصعب نے ہی اہل مدینہ کی اس جماعت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کا انتظام کیا جو اپنے دیگر ہم وطنوں کے ساتھ حج بیت اللہ کے لیے آئی تھی۔ مورخین کی تصریح کے مطابق ملاقات کے لئے ایام تشریق کا درمیانی عرصہ مقرر کیا گیا جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

یہی وہ تاریخی موقع ہے جبکہ مقام عقبہ پر رسول اللہ ﷺ اور اہل مدینہ کے درمیان وہ تاریخی عہد استوار ہوا جس نے نہ صرف عرب بلکہ بعد کی پوری عالمی تاریخ پر فیصلہ کن اثرات مرتب کئے اور ریاست نبوی ﷺ کے قیام کو فیصلہ کن مرحلہ میں داخل کر دیا۔

بیعت عقبہ کا انعقاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مدینہ کے درمیان ذی الحجہ سنہ ۱۲ نبوی کی ۱۲ ویں شب کو بمقام عقبہ (منیٰ) عمل میں آیا۔ اہل مدینہ کا وفد ستر سے زائد نفوس پر مشتمل تھا۔ وہ حسب قرارداد ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ وقت چونکہ بہت کم تھا اور قریش کی جاسوسی کا خطرہ بھی پوری طرح موجود تھا اس لیے مصلحتاً مذاکرات کو طول نہیں دیا گیا اور مختصر بحث ومباحثہ کے بعد انصار نے اس بات پر رضامندی ظاہر کر دی کہ وہ تمام خطرات کے علی الرغم رسول اللہ اور آپ کے اصحاب کو اپنے شہر میں جگہ دیں گے، ان کی حمایت ونصرت اور حفاظت کریں گے، ہر حال میں اسلام پر قائم رہیں گے اور ہر موقع پر سمع وطاعت سے کام لیں گے۔

اس عہد یا بیعت کا ایک اہم اور قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ یہ عہد فریقین کے درمیان انتہائی غور وخوض کے بعد وجود میں آیا تھا۔ اگر ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گرد وپیش کی دنیا کا جائزہ لینے اور اہل مدینہ کے دو سالہ طرز عمل کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اس مرحلہ تک پہنچے تھے تو دوسری طرف اہل مدینہ نے بھی بلا سوچے سمجھے محض تکلفاً اپنی رضامندی کا

Marfat.com

اظہار نہ کیا تھا بلکہ نتائج کا پوری طرح ادراک کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا تھا۔ چنانچہ عین اس وقت جبکہ یہ معاہدہ ہو رہا تھا تو عباس بن نصلہ انصاری نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا تھا:

''جانتے ہو کہ اس شخص سے کس بات کا پیمان باندھ رہے ہو۔؟''

انہوں نے کہا:

''ہاں!''

پھر اس نے کہا:

''تم اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے لوگوں میں سے سرخ و سیاہ سے جنگ یعنی دنیا بھر سے لڑائی مول لے رہے ہو۔ پس اگر تمہارا خیال یہ ہو کہ جب تمہارے مال تباہی کے اور تمہارے اشراف ہلاکت کے خطرے میں پڑ جائیں تو تم اسے دشمنوں کے حوالے کر دو گے تو بہتر ہے کہ آج ہی اسے چھوڑ دو، کیونکہ اللہ کی قسم! یہ دنیا اور آخرت کی رسوائی ہے اور اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ جو دعوت تم اس شخص کو دے رہے ہو اس کو اپنے اموال کی تباہی اور اشرف کی ہلاکت کے باوجود نباہ لو گے تو بے شک اس کا ہاتھ تھام لو کیونکہ اللہ کی قسم! یہ دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔''

اسی بات کو مدنی دفعہ کے ایک انتہائی کم سن اسعد بن زرارہ نے ان الفاظ میں بیان کیا تھا:

''اے اہل یثرب! ٹھہرو! ہم ان کی طرف اونٹوں پر بار بار نہیں آئے اور ہم جانتے ہیں کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور آج یہاں سے انہیں نکال کر لے جانا تمام عرب سے دشمنی مول لینا ہے۔ اس کے نتیجہ میں تمہارے لوگ قتل ہوں گے اور تلواریں تم پر برسیں گی لہٰذا اگر اس کو برداشت کرنے کی طاقت تم اپنے اندر پاتے ہو تو ان کا ہاتھ تھام لو اور اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے اور اگر تمہیں اپنی جانیں عزیز ہیں تو پھر انہیں چھوڑ دو اور صاف صاف عذر کر دو کیونکہ اس وقت عذر کر دینا اللہ کے نزدیک زیادہ قابل قبول ہے۔''

اس پر اہل وفد نے پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ جواب دیا تھا:

((فانا ناخذه على مصيبة الاموال و قتل الاشراف))

''ہم اسے لے کر اپنے اموال کی تباہی اور اپنے اشراف کو ہلاکت کے خطرے میں ڈالنے کے لیے تیار ہیں۔

پھر اس اعلان کے بعد مذکورہ بیعت منعقد ہوئی۔

اِس دو طرفہ معاہدہ کی رُو سے جہاں ایک طرف اہل مدینہ نے اپنے شہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ دینے، ہر حال میں آپ کی اطاعت، حمایت اور حفاظت کی ذمہ داری لی تھی تو دوسری طرف اُنہوں نے یہ اطمینان کر لیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ تو انہیں چھوڑیں گے نہ مکہ واپس آئیں گے۔ چنانچہ جب اہل مدینہ کی طرف سے یہ کہا گیا:

Marfat.com

((یا رسول اللّٰہ بیننا و بین الرجال حبالاً و انا قاطعوھا یعنی الیھود فھل عسیت ان نحن فعلنا ذلك ثم اظھرك الله ان ترجع الیٰ قومك و تدعنا))

''یارسول! ہمارے اور لوگوں کے درمیان پیمان وفا قائم ہیں اور ہم اس کو قطع کر دیں گے۔ مگر کہیں یہ تو نہ ہو گا کہ ادھر ہم یہود سے معاہدہ ختم کر دیں اور ادھر آپ کو غلبہ وقوت حاصل ہو تو آپ ہمیں بے یارومددگار چھوڑ کر اپنی قوم سے آکر مل جائیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرائے اور انتہائی یقین افروز انداز سے فرمایا:

((بلدالدم ! الدم ! و الھدم الھدم! انا منکم و انتم منی ! احارب من حاربتم و اسلم من سالمتم))

''نہیں بلکہ میرا خون تمہارا خون، اور تمہاری حرمت میری حرمت ہے۔ میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔ تم جس سے لڑو گے میں بھی لڑوں گا اور جس سے تم صلح کرو گے میں بھی صلح کروں گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس یقین دہانی پر گویا معاہدہ کی تکمیل ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدین ومبایعین سے فرمایا:

''حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ نقیب منتخب کئے تھے تم بھی اپنی جماعت میں سے بارہ آدمی منتخب کرو۔''

پھر جب نقباء کا انتخاب ہو چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کر کے انہیں اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔

ایک ایک نقیب نے کھڑے ہو کر حمد وثناء اور اتباع نبوی کا اقرار کیا اور اس بات کا حلف اٹھایا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہیں گے، ان کی مدد ونصرت کریں گے اور اپنے عہد و وفا کا پاس ولحاظ کریں گے۔

نقباء کا تقرر کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا:

((ان موسیٰ اخذ من بنی اسرائیل اثنی عشر نقیباً و انی اخذمنکم اثنی عشر فلا یجدن احد منکم فی نفسہٖ شیئا فانما یختار لی جبریل فلما سماھم قال انتم کفلاء علیٰ قومکم ککفالة الحواریین))

''حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل میں سے بارہ سردار منتخب کئے تھے اور میں بھی تم میں سے بارہ کا انتخاب کر رہا ہوں۔ پس تم میں کسی کے دل میں کوئی خیال پیدا نہ ہو کیونکہ میرے لیے اسے جبرائیل نے کیا ہے، پھر جب ان کے نام گنائے تو آپ نے فرمایا: تم لوگ اپنی قوم کے ذمہ دار ہو حواریوں کی طرح۔''

توضیحات بالا کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اہل یثرب کی تجویز پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن

Marfat.com

بارہ آدمیوں کو نقیب مقرر کیا تھا یہ حضرات وہ لوگ تھے جو اپنے اپنے قبائل وبطون میں غیر معمولی اہمیت رکھتے تھے۔ مدنی معاشرہ میں اثر ورسوخ کے مالک تھے اور اپنے قبیلہ کے سردار یا کسی اہم ذمہ داری پر فائز تھے۔ مثلاً قبائل اس میں معزز ترین قبیلہ عبدالاشہل کا تھا اور سیادت عامہ اوس میں وراثۃً چلی آتی تھی۔ ان کا نقیب حضرت اسید بن حضیر کو بنایا گیا جن کے باپ حضیر الکتائب چند سال قبل جنگ بعاث میں اوس کے قائد سپہ سالار تھے اور داد شجاعت دیتے ہوئے اسی جنگ میں مارے گئے تھے۔ اپنے باپ کے بعد اپنی قوم میں سب سے معزز تھے اور صاحبان عقل ورائے میں شمار ہوتے تھے۔ دوسری طرف قبائل خزرج میں سب سے زیادہ معزز قبیلہ بنونجار کا تھا۔ ایک روایت کے مطابق اہل مدینہ میں سب سے پہلے ایمان لانے والے، سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے والے یہی اسعد بن زرارہ تھے۔ جنہیں بنونجار کا نقیب بنایا گیا۔

نقباء کے فرائض میں جہاں مجموعی طور پر ان کے اپنے قبیلوں کی کفالت اور ذمہ داری شامل تھی اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی نگرانی کہ سمع وطاعت سے کسی حال میں انحراف نہ ہونے پائے، جو کچھ معاہدہ میں طے ہو چکا ہے اس کی حسب موقع تعمیل اور اپنی اپنی آبادی اور علاقے کے لوگوں کی ذہنی واخلاقی نگہداشت کرنا بھی نقباء کا ہی کام تھا۔ اور یہ بھی فرض ان ہی کا تھا کہ تفتیش وتجسس کے ذریعہ ایک طرف تو رفتار کار کا اندازہ لگائیں اور دوسری طرف تحقیق حال کر کے نئی ریاست کی تاسیس کے لیے زمین ہموار کرنا بھی نقباء کے منصب کا تقاضا تھا۔ مختصر یہ کہ معاہدہ عقبہ کے ساتھ ساتھ نقباء کے تقرر کا فائدہ یہ ہوا کہ مدینہ میں باقاعدہ طور پر اجتماعی نظم کی بنیاد قائم ہوگئی اور نقیبوں کے ذریعہ منظم سیاسی معاشرہ کی تعمیر کا کام پوری طرح شروع ہوگیا۔

اہل اسلام کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم:

ابن اسحاق لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لڑائی کی اجازت دے دی اور انصار نے اسلام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپ کے تابعداروں کی امداد پر بیعت کر لی اور مسلمانوں کو ان کے ہاں رہنے کا موقع مل گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے مہاجروں اور آپ کے ساتھ مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ہجرت کر کے مدینہ چلے جائیں اور اپنے بھائیوں انصار سے جا ملیں اور فرمایا:

> ''اللہ تعالیٰ نے اب تمہارے لیے بھائی بنا دیئے ہیں اور ایسا گھر مہیا کر دیا ہے جس میں تم امن کے ساتھ رہ سکتے ہو۔''

چنانچہ مختلف جماعتوں کی صورت میں مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلنے اور مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اجازت کا انتظار کرنے لگے، رسول اللہ کے قریشی صحابہ میں سے سب سے پہلے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے ابوسلمہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کا نام عبداللہ ہے، یہ بیعت عقبہ سے ایک سال پہلے مدینہ منورہ ہجرت کر گئے تھے۔ جب یہ حبشہ سے واپس آئے اور قریش

Marfat.com

نے انہیں انتہائی اذیت پہنچائی اور انہوں نے انصار کے اسلام لانے کی خبر سنی تو یہ ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ مگر ان کی بیوی ام سلمہ کو ان کے ساتھ جانے سے روک دیا گیا۔ پھر حضرت ابوسلمہ کے بعد عامر بن ربیعہ' بنو عدی کے حلیف اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابی خیثمہ کے ساتھ مدینہ پہنچے، اس کے بعد عبداللہ بن جحش بنو امیہ بن عبد شمس کے حلیف، نے ہجرت کی اور یہ اپنی بیوی اور اپنے بھائی عبیداللہ بن جحش کو اپنے ساتھ لے گئے، عبیداللہ کی کنیت ابو احمد ہے یہ نابینا تھے اور مکہ کے بالائی اور نشیبی حصوں میں بغیر کسی قائد کے بلاتکلف آجا سکتے تھے۔ یہ شاعر تھے اور ان کے نکاح میں فارعہ بنت ابو سفیان بن حرب تھی۔ ان کی والدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب بن ہاشم تھیں۔ جحش کی اولاد کی ہجرت کے بعد ان کا گھر مقفل ہو گیا۔ ایک دفعہ عتبہ بن ربیعہ' عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب اور ابوجہل بن ہشام کا مکہ کے بلائی حصہ میں گزر ہوا تو عتبہ بن ربیعہ نے اُن کے بے آباد گھر کے جس میں کوئی متنفس سکونت پذیر نہیں تھا، دروازے کھٹکھٹاتے دیکھ کر لمبی سانس لی اور کہا:

وكل دار وان طالت سلامتها
يوماً ستدر كها النكباء والحوب

"اور ہر گھر خواہ وہ کتنا عرصہ سلامت رہے، ایک دن اس پر چوپائی ہوائیں چلیں گی اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گی"

كل امرى بلقاء الموت مرتهن
كانه غرض للموت منصوب

"ہر آدمی موت کے ہاتھ میں گرفتار ہے' گویا کہ وہ ہدف ہے، جو موت کے لیے نصب کیا گیا ہے۔"

بنو غنم بن دودان کا سارا خاندان مسلمان ہو گیا تھا اور سارے کے سارے مرد اور عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ جا آباد ہوئے تھے۔ اس خاندان کے افراد یہ ہیں:

1: عبداللہ بن جحش۔
2: ان کے بھائی ابو احمد۔
3: عکاشہ بن محصن۔
4: شجاع۔
5: عقبہ بن وہب۔
6: اربد بن جمیرہ۔
7: منقذ بن نباتہ۔
8: سعید بن قیس۔
9: محرز بن نضلہ۔
10: یزید بن رقیش۔
11: قیس بن جابر۔
12: عمرو بن محصن۔
13: مالک بن عمرو۔
14: صفوان بن عمرو وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

Marfat.com

اور عورتیں یہ ہیں:

1: ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش۔

2: ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت جحش، یہ عبدالرحمان رضی اللہ عنہ بن عوف کے نکاح میں تھیں۔

3: حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش، یہ مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کی زوجہ ہیں۔

4: جذامہ رضی اللہ عنہا بنت جندل۔

5: ام قیس رضی اللہ عنہا بنت محصن۔

6: ام حبیب رضی اللہ عنہا بنت ثمامہ۔

7: آمنہ رضی اللہ عنہا بنت ثمامہ۔

مہاجرین کی مدینہ میں رہائش:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والے اور ان کی قوم کے لوگ بھی اُن سے آملے۔ نیز ان کے بھائی زید بن خطاب، عمرو اور عبداللہ سراقر بن معتمر کے بیٹے، خنیس بن حذافہ سہمی' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے داماد ان کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے خاوند۔ (پھر یہی حفصہ رضی اللہ عنہا اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں، اور ام المومنین کہلائیں) سعید بن زید، واقد بن عبداللہ تمیمی ان کے حلفی، بکیر کے چاروں بیٹے ایاس بن بکیر، عاقل اور خالد، خولی بن خولی اور مالک بن ابی خولی، یہ سب لوگ قباء میں رفاعہ بن عبدالمنذر کے ہاں فروکش ہوئے۔ اس کے بعد مہاجرین کی آمد پے در پے شروع ہوئی۔ طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان اور صہیب بن سنان، خبیب بن اساف کے ہاں جو قبیلہ ''بنو الحارث بن خزرج'' سے تعلق رکھتے تھے، مقام سخ میں اُترے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ طلحہ' اسعد بن زرارہ بخاری کے گھر آباد ہوئے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں:

''حضرت حمزہ بن عبدالمطلب، زید بن حارثہ، ابومرثد کناز بن حصین غنوی، ان کے بیٹے مرثد غنوی (حلیف حمزہ بن عبدالمطلب) انسہ' مولی رسول اللہ ﷺ اور ابو کبشہ، مولی رسول اللہ ﷺ کلثوم بن ہدم (جو بنو عمرو بن عوف سے تعلق رکھتے تھے) کے گھر قباء میں اُترے۔ بعض کہتے ہیں کہ سعد بن خیثمہ کے گھر اُترے، ایک قول یہ بھی ہے کہ حمزہ' اسعد بن زرارہ نجاری کے ہاں فروکش ہوئے۔ عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب، ان کے دونوں بھائی طفیل اور حصین حارث کے بیٹے) مسطح بن اثاثہ، سویبط بن سعد عبدری، طلیب بن عمیر اور خباب' مولی عتبد بن خزوان، بنی عجلان کے گھر قباء میں اترے۔ عبدالرحمان بن عوف اور کچھ دوسرے مہاجرین، سعد بن ربیع خزرجی کے گھر ٹھہرے، زبیر بن عوام اور ابوسبرہ بن ابی رھم، منذر بن محمد بن عقبہ کے ہاں ٹھہرے۔ مصعب بن عمیر، سعد بن معاذ اشہلی کے گھر فروکش ہوئے۔ ابوحذیفہ بن عتبہ، ان کے آزاد کردہ غلام سالم (یہ سالم دراصل ثبیتہ بنت یعار کے غلام تھے، اس نے ان کو آزاد کر دیا تو انہوں نے ابو حذیفہ بن عتبہ کے پاس رہنا شروع کر دیا، نیز ابوحذیفہ نے ان کو اپنا متبنیٰ بنالیا تو یہ سالم مولیٰ ابی حذیفہ کے نام سے پکارے جانے لگے۔ بعض کہتے ہیں کہ ثبیتہ بنت یعار ابوحذیفہ کی بیوی تھی۔ اس نے سالم کو آزاد کر

Marfat.com

دیا، تو لوگ ان کو سالم مولی ابی حذیفہ کہنے لگے) عتبہ بن غزوان عباد بن بشر اشہلی کے گھر اُترے اور حضرت عثمان بن عفان، اسد بن ثابت (حسان بن ثابت کے بھائی) کے گھر بنو نجار میں ٹھہرے یہی وجہ ہے کہ حسان کو حضرت عثمان سے بڑی محبت تھی، ان کے قتل پر روئے اور ان کے فراق میں دلدوز مرثیے کہے۔''

رسول اللہ کی ہجرت:

جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حمایتی اور دوست، دوسرے قبیلوں سے اور دوسرے شہر میں پیدا ہو گئے ہیں، اور آپ کے صحابی نہ صرف خود ہجرت کر کے وہاں جا رہے ہیں، بلکہ اُپنے بال بچوں اور مال و اسباب کو بھی اوس اور خزرج کی طرف منتقل کر رہے ہیں، تو انہوں نے معلوم کیا کہ مسلمانوں کو محفوظ جگہ مل گئی ہے، اور ان کو پناہ دینے والے اوس اور خزرج جنگ آزمودہ، مسلح اور صاحب ہمت ہیں۔ اب انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن سے جا ملیں گے، اور اُن کا مقصد جنگ کے بغیر اور کچھ نہیں اس لیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آخری فیصلہ کرنے کے لیے کمیٹی گھر میں جمع ہوئے اور تاکید کر دی کہ کوئی عقلمند اور سمجھدار آدمی، جو مشورہ دینے کی اہلیت رکھتا ہے، پیچھے نہ رہے۔

ابن اسحاق، ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

''جب وہ وقت مقررہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لیے دارالندوہ میں جمع ہوئے تو شیطان بھی ایک بارُعب اور تجربہ کار بزرگ کی شکل میں قیمتی لباس زیب تن کیے، دروازے پر آ کھڑا ہوا۔ جب انہوں نے اس کو اس طرح دروازہ میں کھڑا دیکھا تو پوچھا: کون بزرگ ہیں؟'' اس نے کہا ''میں نجد کا رہنے والا ہوں۔ میں نے سُنا ہے کہ آپ لوگوں نے آج کوئی اہم فیصلہ کرنے کے لیے اجلاس طلب کیا ہے، میں اس اجلاس کی کارروائی سننا چاہتا ہوں، ممکن ہے میں آپ کو کوئی صحیح مشورہ دے سکوں۔'' سب بولے: ''ٹھیک ہے، تشریف لے آیئے۔'' چنانچہ وہ اندر آیا اور ان کے ساتھ میٹنگ میں شریک ہو گیا۔ اجلاس کی کارروائی شروع ہوئی تو قریش کے سردار ایک دوسرے سے کہنے لگے: ''محمد نے جو کچھ کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے، خدا کی قسم! اس کا ارادہ اغیار کے تعاون سے ہم پر حملہ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ اب پانی سر سے گزر گیا ہے، اس کے متعلق حتمی اور آخری فیصلہ کیے بغیر کوئی چارہ نہیں رہا۔ اس لیے اپنی اپنی تجویز پیش کرو کہ آخر اس کا حل کیا ہے؟'' ایک آواز آئی کہ ''اس کو ہتھکڑی پہنا کر اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر کال کوٹھڑی میں قید کر دو۔ جس طرح دوسرے، زہیر اور نابغہ جیسے شاعر مر گئے ہیں، اس کی موت کا انتظار کرو۔'' شیخ نجدی نے کہا: ''یہ کوئی معقول تجویز نہیں، اس کے ساتھیوں کو پتہ چلے گا تو عین ممکن ہے وہ تم پر حملہ کر کے اس کو چھین لے جائیں۔ پھر کسی مناسب وقت پر جوابی حملہ کر کے تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیں۔ میری رائے میں تمہاری یہ تجویز معقول تجویز نہیں، کوئی اور تجویز پیش کرو۔''

دوسرا سردار بولا: ''اس کو جلاوطن کر دو۔ جب ہم اس کو ملک بدر کر دیں گے تو ہماری بلا سے جہاں چاہے

Marfat.com

جائے، ہم روز روز کی مصیبت سے نجات پالیں گے اور باہمی اختلاف دور کر کے پہلی سی پُر امن زندگی بسر کرنے لگیں گے۔ شیخ نجدی بولا: ''خدا کی قسم! پہلی تجویز کی طرح یہ تجویز بھی کوئی معقول تجویز نہیں۔ اس کی فصاحت و بلاغت اور شیریں کلامی تم جانتے ہی ہو، وہ باتوں باتوں میں دوسروں کے دل موہ لیتا ہے، جہاں جائے گا میٹھی میٹھی باتوں سے وہاں کے لوگوں کو اپنے پیچھے لگا لے گا، پھر اُن کو ساتھ لے کر تم سے اقتدار چھین لے گا اور پھر تمہارے ساتھ وہ سلوک کرے گا جو اس کا دل چاہے گا۔ کوئی اور تدبیر سوچو؟''

اس پر ابوجہل بولا: ''میرے دماغ میں ایک تجویز آئی ہے، جو ابھی تک تمہارے دماغوں میں نہیں آئی۔'' سب نے چونکنے ہو کر پوچھا: ''ابوالحکم! وہ کیا ہے؟'' اس نے کہا: ''میری رائے یہ ہے کہ ہم ہر قبیلہ سے ایک ایک بدن کا مضبوط، ارادہ کا پکا اور تلوار کا دھنی نوجوان لیں۔ پھر ہر ایک کو قاطع تلوار دے کر حکم دیں کہ وہ یکبارگی حملہ کر کے اس کو قتل کر دیں، اس طرح اس کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا اور بنو عبد مناف اپنی ساری قوم سے لڑ نہیں سکیں گے۔ زیادہ سے زیادہ وہ دیت کا مطالبہ کریں گے، جسے ہم آسانی سے ادا کر دیں گے۔'' یہ سن کر شیخ نجدی چلا اٹھا: بس! بس!! یہی معقول تجویز ہے اس کے علاوہ تمہاری مصیبت کا اور کوئی حل نہیں۔'' چنانچہ یہ تجویز بالاتفاق پاس ہو گئی۔ جلسہ برخاست ہوا اور سب نے اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر کہا: ''آج رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر نہ سوئیں۔'' اور کفار کے منصوبہ سے آگاہ کیا۔ عشاء کے وقت طے شدہ پروگرام کے مطابق تمام قبائل کے نوجوان مسلح ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جمع ہو گئے اور انتظار کرنے لگے کہ آپ سو جائیں تو آپ پر ٹوٹ پڑیں۔ جب آپ نے دیکھا تو حضرت علی کو حکم دیا: آج رات تم میرے بستر پر لیٹو! اور میری سبز حضرمی چادر اوڑھ لو اور بے فکر رہو! تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت یہی چادر اوڑھ کر سوتے تھے۔''

ابن اسحاق محمد بن کعب قرظی کی روایت نقل کرتے ہیں کہ قریش کے سب نوجوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جمع ہوئے، ان میں ابوجہل بھی تھا۔ وہ کہنے لگا:

''محمد کہتا ہے کہ اگر تم اس کا دین قبول کر لو گے، تو عرب وعجم کے بادشاہ بن جاؤ گے۔ پھر مرنے کے بعد اُٹھو گے، تو تمہیں اُردن کے باغوں جیسے باغات ملیں گے اور اگر یہ نہ کرو گے تو ذبح ہو جاؤ گے، پھر مرنے کے بعد اُٹھو گے، تو آگ میں گرو گے جہاں ہمیشہ جلتے رہو گے۔''

اس نے ابھی اتنی بات کہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ گھر سے نکلے اور مٹی کی مٹھی لے کر کہا:

''ہاں! میں یہ کہتا ہوں، اور تو ان میں سے ایک ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھیں بند کر دیں، اور آپ ﷺ ان کے سروں پر مٹی ڈالتے اور ''سورۃ یٰسین'' کی آیتیں پڑھتے ہوئے نکل گئے۔

Marfat.com

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت سے فارغ ہوئے تو سب حاضرین کے سروں پر مٹی ڈالتے ہوئے جہاں جانا تھا چلے گئے اور آپ ﷺ کو جاتے ہوئے کوئی نہیں دیکھ سکا۔

پھر کسی نے ان سے آ کر پوچھا:

''تم یہاں کس کا انتظار کر رہے ہو؟''

وہ بولے:

''محمد کا۔''

اس نے کہا:

''اللہ تعالیٰ تمہیں ناکام کرے۔ بخدا! محمد تو تمہارے پاس سے نکل گیا ہے اور تم میں سے ہر ایک آدمی کے سر پر مٹی ڈال گیا ہے، اور جہاں جانا تھا چلا گیا ہے، تم اپنے سر پر مٹی نہیں دیکھتے ہو؟''

پھر ہر آدمی نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو سچ مچ اس کے سر میں مٹی تھی۔ پھر اندر دیکھا تو علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر آپ کی چادر میں لپٹے ہوئے پایا۔ کہنے لگے:

''خدا کی قسم! محمد تو یہ اپنی چادر اوڑھے اپنے بستر پر لیٹا ہے۔''

پھر وہ بدستور صبح تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے رہے۔ جب صبح کے وقت علی رضی اللہ عنہ بستر سے اٹھے تو کہنے لگے:

''خدا کی قسم! اس کہنے والے نے سچ کہا تھا۔''

ابن اسحاق کے علاوہ دوسرے مورخین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر جمع ہونے والے یہ لوگ تھے:

''ابوجہل حکم بن ابی العاص، عقبہ بن ابی معیط، طعیمہ بن عدی، ابولہب، ابی بن خلف، امیہ بن خلف، ربیعہ بن اسود، نضر بن حارث اور نبیہ اور منبہ، حجاج کے بیٹے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے جس کو امام حاکم نے صحیح کہا ہے کہ اس رات جس کو کنکر لگا تھا، وہ بحالت کفر جنگ بدر میں قتل ہوا۔

ابن اسحاق نے کہا ہے کہ اس رات اس مقصد کے لیے جو لوگ جمع ہوئے تھے، ان کے متعلق یہ آیت اتری:

((واذ يمكر بك الذين كفروا ليثبتوك او يقتلوك او يخرجوك))

''اور اس وقت کو یاد کریں، جب کفار آپ کے متعلق تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں، یا آپ کو قتل کر دیں، یا آپ کو ملک سے نکال دیں۔''

اور یہ آیت بھی اتری:

((ام يقولون شاعر نتربص به ريب المنون))

Marfat.com

"بلکہ کہتے ہیں: یہ شاعر ہے۔ ہم اس کی موت کا انتظار کرتے ہیں۔"

صحیح بخاری میں روایت ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: مجھے تمہاری ہجرت کا مقام دکھا دیا گیا ہے۔ میں نے ایک کھاری زمین دیکھی ہے۔ جہاں کھجور کے درخت ہیں اور وہ دو پتھریلے میدانوں کے درمیان پڑتی ہے (مدینہ منورہ) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اظہار کر دیا تو جن مسلمانوں نے ہجرت کرنی چاہی وہ مدینہ ہی ہجرت کر کے چلے گئے، بلکہ بعض وہ صحابہ بھی جو حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے، مدینہ آ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ہجرت کی تیاریاں کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: جلدی نہ کرو! امید ہے کہ مجھے بھی اجازت مل جائے گی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: میرے باپ آپ پر فدا ہوں! کیا آپ کو اس کی توقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرنے لگے تا کہ آپ کے ساتھ ہجرت کریں، ان کے پاس دو اونٹ تھے۔ انہیں چار مہینے تک سمر کے پتے کھلاتے رہے۔"

((عن علی قال جاء جبریل علیه السّلام الی النبی صلی الله علیه وسلم فقال لهٔ من یهاجر معی؟ فقال ابوبکر وهو الصدیق، اخرجه ابن السمان فی الموافقة))

"حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو فرمایا کہ ہجرت میں میرے ساتھ کون ہوگا؟ تو انہوں نے کہا: ابوبکر ہوگا، جس کا لقب صدیق ہے۔"

(ابن سمان فی موافقہ)

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"حج کے بعد باقی ذی الحجہ اور محرم اور صفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں رہے پھر مشرکین قریش نے جب یہ گمان کر لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے چلے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مدینہ میں ٹھکانہ اور حفاظت کی جگہ بنا دی ہے اور انصار کا اسلام لانا بھی اہل مکہ کو اور نیز مہاجرین کا ان کی طرف پہنچ جانا جب معلوم ہو گیا تو انہوں نے بالاتفاق یہ سازش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہیں بحالت اقامت گرفتار کر لیں۔ اس کے بعد آپ کو قتل کر دیں یا قید یا شہر بدر کر دیں یا باندھ کر رکھیں۔ اللہ عزوجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس سازش کی خبر دی:

((وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ))(سورۃ الانفال، رکوع نمبر ۴)

Marfat.com

''اور جب کفار آپ کے بارے میں مکر کر رہے تھے کہ یا آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا نکال دیں اور اللہ بھی خفیہ تدبیر فرما رہا تھا اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس دن یہ اطلاع دی جس دن کہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان میں آئے کہ کفار آج رات آپ پر شبخون ماریں گے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت علی بن ابی طالب آپ کے بستر پر چپکے سے جا کر سو گئے اور آپ دونوں ہجرت فرما کر غارِ ثور کی جانب چل دیئے۔ مشرکینِ قریش نے ساری رات اسی شش و پنج میں گزاری کہ بستر پر سوئے ہوئے کو داب لیں اور باندھ لیں۔ ان میں صبح تک یہی طے نہ ہو سکا' جب صبح ہوئی تو حضرت علی بستر سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کہاں ہیں؟ حضرت علی نے یہی کہا کہ مجھے کوئی علم نہیں۔ اس وقت ان لوگوں کو پتہ چلا کہ حضور علیہ السلام جا چکے ہیں تو وہ گھوڑوں پر سوار ہو کر چاروں طرف آپ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور پانی کے تمام چشموں پر آدمی بھیجے' ان کو آپ کی گرفتاری کا حکم دیا اور بڑے انعام ان کے لئے مقرر کئے، یہ لوگ اس غار پر بھی پہنچے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر تشریف فرما تھے، اس غار کے اوپر بھی چڑھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی آوازیں سنیں۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق پر خوف و رنج طاری ہو گیا کہ اللہ نہ کرے کفار نے اندر جھانک کر ہمیں دیکھ لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

((لا تحزن ان اللّٰہ معنا))

''تم رنجیدہ نہ ہو۔ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔''

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غار میں داخل ہونے کے بعد اللہ کے حکم سے غار کے دہانے پر ایک کبوتری نے انڈے دے دیئے اور مکڑی نے جالا تن دیا تھا جسے دیکھ کر اس غار میں کسی کے داخل ہونے کا امکان بھی ختم ہو جاتا تھا۔

ابن اسحاق صاحبِ مغازی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے قریش کے مختلف قبیلوں کے رؤساء دار الندوۃ میں داخل ہونے لگے تو ابلیس بھی بوڑھے انسان کی صورت میں مشورے میں شامل ہو گیا۔ قریش کے لوگوں نے اسے دیکھ کر اس سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے کہا: میں ایک نجدی شیخ ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم لوگ ایک خاص مشورے کے لئے یک جا رہے ہو، میں نے سوچا کہ میں بھی کوئی مفید مشورہ دے سکوں۔ اس غرض کے پیش نظر حاضرِ مجلس ہوا ہوں۔ لوگوں نے کہا: ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔ آیئے۔! اس نے کہا: اس شخص (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں خوب غور و خوض اور سوچ و بچار سے کام لو۔

Marfat.com

وہ اپنی تدبیر سے تم پر غالب نہ ہونے پائے۔تو ایک شخص نے مشورہ دیتے ہوئے کہا: اس کو بیڑیوں سے باندھ کر چھوڑیں اور اسی حالت میں رہنے دیں یا اسی میں اس کو موت آ جائے۔اس پر دشمنِ الٰہی شیخ نجدی نے چیخ کر کہا: میں اس رائے کے ساتھ ہرگز متفق نہیں۔اس صورت میں اس کا رب اس کو چھڑائے گا اور پھر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوبارہ مل جائے گا۔اس کے بعد پھر تمہارے لئے خطرہ رہے گا کہ کہیں تم کو تمہارے ملک سے بے دخل نہ کر دے۔لوگوں نے کہا: بابا سچ کہہ رہا ہے۔اس کے علاوہ کوئی تدبیر کرو۔تو کسی نے کہا: اس کو مکے سے نکالو۔اس لئے کہ وہ یہاں سے نکلنے کے بعد کچھ بھی کرے ہمیں کیا نقصان ہے،کرتا رہے۔جہاں جائے وہ جانے اور اس علاقے کے لوگ۔شیخ نجدی نے کہا: میں اس رائے کو بھی پسند نہیں کرتا۔تم لوگ اس شخص کی باتوں کی شیرینی اور زبان کی فصاحت اور دلوں کو اپنی طرف کھینچنے سے خوب واقف ہو۔اللہ کی قسم! اگر تم نے اس کو اسی طرح نکال دیا تو اپنی بات عرب کے سامنے پیش کرے گا اور عرب اس کے پاس جمع ہوں گے اور ان کی باتوں پر آئیں گے، پھر ان کو لے کر تم کو تمہارے شہروں سے بے دخل کر دے گا۔تمہارے شرفاء کو قتل کر ڈالے گا۔لوگوں نے کہا: شیخ کی بات بالکل درست ہے۔کوئی اور تدبیر کرو۔اتنے میں ابو جہل ملعون نے کہا: میری ایک رائے ہے،اس کے علاوہ اور کوئی صورت کارگر نہیں ہوگی۔لوگوں نے کہا: بتایئے وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: تم ہر ہر قبیلے سے ایک ایک مضبوط نوجوان لے لو، ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار تھما دو جو نہایت تیز ہو، پھر سب کے سب یکبارگی اس پر حملہ آور ہوں اور ایک آدمی کی مار کی طرح اس کو مارا جائے۔اگر اس طرح وہ اس کو قتل کریں گے تو اس کی دیت اور خون ان تمام قبائل میں تقسیم کریں گے جن میں سے جوان چنے تھے۔میں نہیں سمجھتا کہ بنو ہاشم پورے قریش کے ساتھ لڑنے پر اتر آئیں گے۔اس طرح وہ دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے۔ہم آرام کی زندگی گزار سکیں گے اور اپنی ذہنی تکلیف کو دور کر سکیں گے۔اس پر شیخ نجدی نے کہا: بس میری رائے بھی وہی ہے جو اس جوان کی ہے۔اس کے علاوہ اور کوئی رائے کارگر نہیں ہو سکتی۔''

اس پر سب کا اتفاق ہوا اور مجلس برخاست ہوئی۔ادھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

''آج رات آپ اپنے بستر پر مت لیٹئے گا۔''

اور قریش کی سازش کے متعلق آپ کو آگاہ کیا۔چنانچہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلے، یہ اذنِ الٰہی تھا، اور فرمانِ الٰہی:

((وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا))

اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔مشورے کے اس دن کو یوم الزحمہ کہا جاتا ہے۔

ابن اسحاق روایت کرتے ہیں:

Marfat.com

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر الٰہی کے منتظر رہے حتیٰ کہ قریش آپ کے خلاف یکجا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی۔ جبرائیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حکم دیا کہ جس بستر پر آپ آرام فرماتے ہیں آج اس بستر پر مت لیٹئے گا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: آج میرے بستر پر لیٹ جاؤ اور اپنی سبز چادر سے اپنا سر ڈھانپ کر سو جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کے حکم مبارک پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کی اور آپ گھر سے باہر تشریف لے گئے، جب کہ وہ لوگ آپ کے دروازے پر کھڑے تھے۔ آپ گھر سے باہر تشریف لے جاتے وقت ایک برتن میں مٹی ہاتھ میں لے کر ان کے سروں پر ڈالتے گئے مگر ان کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور وہ آپ کو دیکھنے سے قاصر رہے۔ آپ سورۃ یٰسین ''فاغشینٰھم فھم لا یُبصِرُون'' تک کی تلاوت فرماتے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''اس دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتی ہوئی حاضر ہوئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: میری لخت جگر کیوں رو رہی ہو؟ کہنے لگی: ابا جان! میں کیسے نہ روؤں کہ یہ قریش کے سردار لات و منات کی قسم کھا چکے ہیں کہ موقع پر آپ کو قتل کر ڈالیں۔ ہر ایک نے اس میں حصہ ڈالنے کو کہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے لئے پانی لایئے۔ پانی لایا گیا، آپ نے وضو فرمایا اور مسجد کی طرف نکلے۔ آپ کو دیکھ کر کفار نے کہا: وہ دیکھو وہ ہے۔ یہ کہتے ہی ان کے سر نیچے جھک گئے اور اپنی آنکھوں کو اوپر نہ اٹھا سکے۔ آپ نے مٹی سے مٹھی بھری اور ان کے سروں پر ڈالی اور فرمایا: ''شاھتِ الوجوہ'' (چہروں پر پھٹکار ہو) اس مٹی کے اثرات جس جس پر پڑے وہ سب کے سب بدر میں مارے گئے۔''

امام حاکم اپنی مستدرک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے ہمراہ غارِ ثور کی طرف چلے تو راستہ میں حضرت ابوبکر کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف، کبھی بائیں طرف، کبھی آگے اور کبھی پیچھے چلتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''ابوبکر! کیا بات ہے، پہلے تو آپ نے اس طرح کبھی نہیں کیا۔؟''

انہوں نے جواب دیا:

''یا رسول اللہ! اس خیال سے کہ آگے دشمن نہ ہو، میں آپ کے آگے ہو جاتا ہوں اور یہ سمجھ کر کہ پیچھے سے دشمن نہ آ جائے میں آپ کے پیچھے چلنے لگتا ہوں اور ایسے ہی کبھی آپ کے دائیں اور کبھی بائیں ہو جاتا ہوں۔ آپ پر خطرے کے پیشِ نظر ایسا کرتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''اے ابوبکر! اگر کوئی خطرہ ہوا تو آپ چاہتے ہیں کہ میری بجائے آپ اس سے دوچار ہوں؟''

بولے:

''ہاں! اس اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔''

تفسیر درِّ منثور میں ہے کہ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاؤں کے اگلے حصہ پر چلتے تھے، تاکہ پورے پاؤں کا نشان دیکھ کر دشمن پہچان نہ کریں۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں چھل گئے اور چلنے سے عاجز آ گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کندھوں پر اٹھالیا اور اسی طرح بھاگتے بھاگتے غارِ ثور پر جا پہنچے۔ پھر عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ باہر ٹھہریئے، مجھے اندر جانے دیجئے۔ اگر اس میں کوئی سانپ وغیرہ موذی چیز ہوئی تو آپ کو تکلیف نہ پہنچائے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اچھا اندر جایئے!''

چنانچہ ابوبکر اندر جا کر غارِ ثور کو اپنے ہاتھ سے ٹٹولتے، اگر کوئی بل دیکھتے تو اپنا کپڑا اپھاڑ کر اس میں ٹھونس دیتے۔ اس طرح کرتے کرتے ان کا سارا کپڑا ختم ہو گیا۔ ایک سوراخ باقی رہ گیا تو اس میں انہوں نے ایڑی رکھ دی، تاکہ اس سے کوئی چیز نکل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ پہنچائے اور اس غار میں سانپ اور بچھو وغیرہ بکثرت تھے۔ ان انتظامات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور میں داخل ہوئے۔

ادھر جب غار میں موجود سانپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایڑی سوراخ پر ہونے کی وجہ سے باہر نکلنے کا راستہ بند پایا تو آپ رضی اللہ عنہ کی ایڑی پر ڈسنے لگا اور اس کا زہر آپ کے وجود میں سرایت کرتا چلا گیا۔ جب تکلیف زیادہ ہو گئی تو آپ کی آنکھیں درد کی شدت سے چھلک اٹھیں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی گود میں سر مبارک رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ چنانچہ آپ کے آنسو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر ٹپکے تو آنکھ کھل گئی۔

دریافت فرمایا:

''ابوبکر! کیا ہوا؟''

عرض کیا:

''حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! سانپ نے ڈس لیا ہے اور درد نے بے قرار کر رکھا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اٹھ بیٹھے اور ابوبکر صدیق کی ایڑی پر جس جگہ سانپ نے ڈسا تھا، اپنا لعاب دہن لگایا، جس کی مبارک تاثیر سے سانپ کے زہر کا اثر جاتا رہا۔

غار میں قیام کے دوران قریش کی ایک مسلح جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتی ہوئی غار کے دھانے پر آ پہنچی جس کے قریب ہی ایک گڈریا اپنا ریوڑ چرا رہا تھا۔ انہوں نے چرواہے

Marfat.com

سے اس بارے میں پوچھا۔اس نے جواب دیا:

''ممکن ہے اس غار میں ہوں لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے کسی فرد کو نہیں دیکھا۔''

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو گوش برآواز ہی تھے، چرواہے کا جواب سن کر پسینہ پسینہ ہو گئے۔خوف سے دم گھٹنے لگا اور اللہ پر معاملہ چھوڑ کر بیٹھ گئے۔اتنے میں قریشی نوجوان غار کے قریب آ پہنچے مگر وہ غار کے اندر جھانکے بغیر واپس لوٹ گئے۔ان کے ساتھیوں نے پوچھا:

''غار کے قریب پہنچ کر بھی تم نے اس کے اندر نہیں جھانکا؟''

انہوں نے جواب دیا:

''ہم کیسے جھانکتے جب کہ غار کے منہ پر مکڑی نے محمد کی پیدائش سے پہلے کا جالا تنا ہوا ہے۔غار کے دہانے پر دو جنگلی کبوتروں نے اپنا آشیانہ بنا رکھا ہے، دہانے کے اندرونی حصہ میں ہر طرف خشک گھاس پھیلی پڑی ہے،ان علامات سے ہم نے سمجھا کہ غار کے اندر کوئی فرد نہ ہوگا اور ہم اندر جھانکے بغیر واپس چلے آئے۔''

اس اضطراب وکشمکش کے دوران بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سکون میں ساعت بساعت اضافہ ہوتا گیا۔ آپ نے نماز اور دعا سے اپنی توجہ ہٹنے نہ دی مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے خوف سے اس قدر نڈھال تھے کہ انہوں نے خود کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر کر دیا، اگر حملہ ہو تو ان پر زد آ جائے مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بال بیکا نہ ہو۔اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کان میں آہستہ سے فرمایا:

((لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا))(توبہ ۴۰)

''غم نہ کر! اللہ ہمارے ساتھ ہے۔!''

یہ واقعہ حدیث کی بعض کتابوں میں اس طرح مروی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھوجیوں کی سن گن پا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی آہستہ آواز میں عرض کیا:

''یا رسول اللہ! اگر ان میں سے کسی نے نیچے کی طرف جھانکا تو وہ ہمیں دیکھ نہ لے گا۔؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابو بکر! گھبرائیے نہیں، ہم دونوں کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہے۔''

قریش نے جب دیکھا کہ غار کے دھانے پر درخت کی شاخیں اس طرح پھیلی ہوئی ہیں کہ انہیں کاٹنے کے بغیر غار کے اندر جانا محال ہے تو انہیں یقین ہو گیا کہ اندر کوئی فرد نہیں پہنچا۔وہ جدھر سے آئے تھے الٹے پاؤں واپس لوٹ گئے۔حضرت ابو بکر نے ان کے لوٹنے کی آہٹ سنی تو اللہ اور اس کے رسول پر ان کا ایمان اور زیادہ بڑھ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بآواز بلند الحمد للہ، اللہ اکبر پکارا۔

کچھ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں آپس میں بات چیت کی اور حضرت عمر کو حضرت

Marfat.com

ابو بکر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دی۔ جب یہ خبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے کہا:

''اللہ کی قسم! ایک رات ابو بکر کی خاندانِ عمر سے بہتر ہے اور حضرت ابو بکر کا ایک دن خاندانِ عمر سے بہتر ہے۔''

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک دودھ والی اونٹنی تھی جس کا دودھ شام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر غار میں پیتے اور پھر حضرت ابو بکر کے اہل وعیال جو مکہ میں تھے وہ پیتے تھے، حضرت ابو بکر نے اپنے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو جو نہایت دیانت دار اور سچے پکے مسلمان تھے اس کام کے لئے بھیجا کہ وہ ایک رہبر اجرت پر لیں۔ انہوں نے ایک آدمی بنی عبد بن عدی میں سے اُجرت پر لیا جس کا نام ابن اریقط ہے۔ یہ قبیلۂ عدد یہ میں سے تھا، قریش میں سے یہ بنی سہم بن وائل کا حلیف تھا اور ابھی تک مشرک تھا اور راستہ بتانے کا کام کرتا تھا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق چند رات اسی غار میں رہے۔ عبداللہ بن ابو بکر شام کے وقت مکہ کی ساری خبریں لاتے، حضرت عامر بن فہیرہ ہر رات بکریاں لاتے دودھ دوھ کر پلاتے اور اگر ذبح کرنے کی ضرورت ہوتی تو بکری ذبح کی جاتی اور صبح ہی صبح یہاں سے چل دیتے اور لوگوں کے چرواہوں کے ساتھ بکریاں چراتے اور کسی کو اس بات کی خبر نہ ہوتی۔ جب مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شور وغل بند ہو گیا (جس کا ان دنوں کافی چرچا تھا) اور آپ کو یہ اطلاع مل گئی کہ اب لوگوں میں کوئی چرچا نہیں رہا تو عامر بن فہیرہ دو اونٹنیاں لے کر حاضر ہوئے۔ یہ حضرات غار میں دو دن اور دو رات ٹھہرے تھے، یہ دونوں حضرات وہاں سے چل دیئے اور ان کے ساتھ عامر بن فہیرہ ان دونوں حضرات کی خدمت اور اعانت کرتے ہوئے چلے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی سواری پر اپنے پیچھے عامر بن فہیرہ کو بٹھالیا۔ ان دونوں حضرات کے ساتھ سوائے عامر اور اُس رہبر کے کوئی نہ تھا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد عازب سے حضرت ابو بکر صدیق نے ایک زین تیرہ درہم میں خریدی اور حضرت عازب سے کہا:

''اپنے بیٹے براء سے کہہ دیجئے کہ اسے میرے گھر پہنچا آئے۔''

حضرت عازب نے کہا:

''تب تک نہ کہوں گا جب تک کہ آپ وہ نہ سنا دیں کہ آپ نے کیا کیا تھا جب آپ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے تھے؟''

حضرت ابو بکر نے فرمایا:

''ہم اندھیرے ہی اندھیرے میں تیز قدمی کے ساتھ (غار سے) چل دیئے۔ سارا دن اور ساری رات اور بھری دوپہر تک چلتے رہے، میں نے اپنی نظر اٹھا کر دیکھا کہ کہیں سایہ ہو تو اس کے نیچے آرام کریں۔ مجھے ایک بہت بڑا پتھر دکھائی دیا' میں اُس پتھر کے قریب پہنچا تو اس کے نیچے تھوڑا سا سایہ نظر آیا، اس جگہ کو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے برابر کر دیا اور اپنا پوستین آپ کے لئے اس پر بچھا کر عرض کیا:

Marfat.com

یارسول اللہ! آپ ذرا آرام کر لیجئے۔آپ لیٹ گئے۔میں باہر نکل کر دیکھ رہا تھا کہ کوئی ہماری طلب میں تو نہیں آ رہا ہے؟ میری نظر ایک چرواہے پر پڑی۔ میں نے اس سے پوچھا: تم کس کے چرواہے ہو؟ اس نے قریش کے ایک آدمی کا نام بتایا جس کو میں جانتا تھا۔میں نے اس سے پوچھا: تیری بکریوں میں دودھ بھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! میں نے اس سے کہا: کیا تم میرے لئے دودھ دوہ دو گے؟ اس نے کہا: جی ہاں! میں نے کہا: دے دو۔اس نے ایک بکری کے پیر باندھے، میں نے اُس سے کہا: ذرا اس کے تھن صاف کر لے۔اس نے اس کے تھن صاف کیے۔پھر میں نے (ہاتھ صاف کرنے کو) کہا تو اس نے اپنے دونوں ہاتھ بھی صاف کیے۔میرے پاس ایک برتن تھا جس پر میں نے کپڑا باندھ رکھا تھا اس نے میرے لئے تھوڑا سا دودھ دوہا۔میں نے اس میں پانی ملایا تو اس کے نیچے تک کا حصہ ٹھنڈا ہو گیا اور اس کو لے کر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ بیدار ہو چکے تھے۔میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لیجئے پیجئے۔آپ نے اتنی مقدار میں پی لیا جس سے میں خوش ہو گیا۔پھر میں نے عرض کیا: چلنے کا وقت آ گیا ہے۔ہم چل دیئے اور قوم ہماری تلاش میں تھی۔ان میں سے سوائے سراقہ بن مالک کے کوئی ہم تک نہ پہنچا۔یہ اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آدمی ہماری طلب میں آ پہنچا۔آپ نے فرمایا: کوئی غم کی بات نہیں۔اللہ ہمارے ساتھ ہے۔جب وہ ہمارے اتنے قریب پہنچا کہ ایک یا دو یا تین نیزہ کا فاصلہ رہ گیا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تلاش کرنے والا تو آ پہنچا اور (یہ کہہ کر) میں رو دیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ میں نے عرض کیا: اللہ کی قسم! اپنی جان کے ڈر سے نہیں روتا ہوں میں تو آپ کی وجہ سے روتا ہوں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوار کے لئے بددعا فرمائی کہ اے میرے اللہ! اس کو ہم سے جس طرح تُو چاہے روک لے! سوار کے گھوڑے کے پَیر پیٹ تک سخت زمین میں دھنس گئے اور وہ سوار گھوڑے پر سے کودا اور اس سوار نے کہا: اے محمد! میں جانتا ہوں یہ تمہارا کام ہے۔اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے۔پس اللہ کی قسم! جو لوگ آپ کی طلب میں میرے پیچھے آ رہے ہیں ان کو میں واپس کر دوں گا اور یہ میرا ترکش ہے اس میں سے ایک تیر لے لیجئے، آپ کا گزر میرے اونٹوں اور بکریوں پر فلاں موضع میں ہو گا یہ تیر دکھا کر جتنی ضرورت ہو آپ ان لوگوں سے لے لیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ان چیزوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور اس کے لئے دعا کی۔اس کے گھوڑے نے رہائی پائی (بعض روایات میں ہے کہ سراقہ نے تین مرتبہ وعدہ کیا اور تینوں مرتبہ وعدہ خلافی کی اور بالآخر وہ جان گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کی جا رہی ہے) یہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا۔میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلتا رہا، یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ گئے۔لوگوں نے استقبال کیا' راستوں میں اور چھتوں پر انصار اور ان کے خدام اور بچوں کا مجمع تھا، وہ کہہ رہے تھے: اللہ اکبر! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف

Marfat.com

لے آئے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ اس کے بعد انصار میں آپس میں اس بات پر نزاع ہونے لگی کہ آپ کس کے یہاں تشریف لے جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات تو میں عبدالمطلب کے ماموں بنی نجار کے یہاں ٹھہروں گا، تاکہ انہیں میرے ٹھہرنے سے شرافت حاصل ہو، (چنانچہ آپ وہیں ٹھہرے) صبح کو آپ وہیں تشریف لے گئے جہاں کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔

مروی ہے کہ غار سے نکل کر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کا راستہ لیا تو راستہ میں اُم معبد کے خیمہ پر گزر ہوا۔ اُم معبد ایک نہایت شریف اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ خیمہ کے دالان میں بیٹھی رہتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جو خیمہ پر پڑی تو خیمہ کی ایک جانب ایک بکری دیکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا، تو اُم معبد نے کہا:

''یہ بکری لاغر اور دبلی ہونے کی وجہ سے بکریوں کے گلہ کے ساتھ جنگل نہیں جا سکی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس میں کچھ دودھ ہے۔''

حضرت ام معبد نے کہا:

''اس میں کہاں سے دودھ آیا۔؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا مجھ کو اس کا دودھ دوہنے کی اجازت ہے۔؟''

ام معبد نے کہا:

''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اگر اس میں دودھ ہو تو آپ ضرور دودھ لیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر اس کے تھن پر دستِ مبارک رکھا۔ تھن دودھ سے بھر گئے اور آپ نے دودھ دوہنا شروع کیا۔ ایک بڑا برتن جس سے آٹھ دس آدمی سیراب ہو جائیں دودھ سے بھر گیا۔ اوّل آپ نے ام معبد کو دودھ پلایا۔ یہاں تک کہ ام معبد سیراب ہو گئیں۔ بعد ازاں آپ نے اپنے ساتھیوں کو پلایا اور آخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا۔ اس کے بعد آپ نے پھر دودھ دوہا، یہاں تک کہ وہ بڑا برتن بھر گیا۔ آپ نے وہ برتن ام معبد کو عطا کیا اور ام معبد کو بیعت کر کے روانہ ہوئے۔ جب شام ہوئی اور ام معبد کے شوہر ابو معبد بکریاں چرا کر جنگل سے واپس آئے اور دیکھا کہ ایک بڑا برتن دودھ سے بھرا رکھا ہے تو بہت تعجب سے دریافت کیا:

''اے ام معبد! یہ دودھ کہاں سے آیا۔؟ اس بکری میں تو کہیں دودھ کا نام نہیں تھا۔''

ام معبد نے کہا:

''آج یہاں سے ایک مرد مبارک گزرا۔ اللہ کی قسم! یہ سب اسی کی برکت ہے۔''

پھر ام معبد نے تمام واقعہ بیان کیا۔ ابو معبد نے کہا:

Marfat.com

"ذرا ان کا کچھ حال تو بیان کرو۔"

ام معبد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک اور خداداد عظمت و جلال ہیبت و وقار کا نقشہ کھینچ دیا جو بالتفصیل مستدرک (حاکم) میں مذکور ہے۔

ابومعبد نے کہا:

"میں سمجھ گیا۔ واللہ! یہ وہی قریش والے آدمی ہیں۔ میں بھی ضرور ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔"

ادھر تو یہ واقعہ پیش آیا اور ادھر ہاتف غیبی نے مکہ میں یہ اشعار پڑھے۔ آواز تو سنائی دیتی تھی مگر اشعار کا پڑھنے والا نظر نہیں آتا تھا۔ وہ اشعار یہ ہیں:

جَزَى اللّٰهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهٖ
رَفِيقَيْنِ حَلَّا خَيْمَتَىْ اُمِّ مَعْبَدٖ

"اللہ تعالیٰ ان دونوں رفیقوں کو جزائے خیر دے جو ام معبد کے خیمہ میں اترے۔"

هُمَا نَزَلَاهَا بِالْهُدٰى فَاهْتَدَتْ بِهٖ
فَقَدْ فَازَ مَنْ اَمْسٰى رَفِيقَ مُحَمَّدٖ

"دونوں ہدایت کو لے کر اترے۔ پس ام معبد نے ہدایت قبول کی اور مراد کو پہنچا جو شخص محمد کا اس سفر میں رفیق رہا۔ یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ۔"

لِيَهْنَ اَبَا بَكْرٍ سَعَادَةُ جَدِّهٖ
بِصُحْبَتِهٖ مَنْ يُّسْعِدِ اللّٰهُ يَسْعَدٖ

"ابوبکر کو آپ کی صحبت اور رفاقت کی وجہ سے جو سعادت اور خوش نصیبی حاصل ہوئی وہ ابوبکر کو مبارک ہو اور جس کو اللہ خوش نصیب کرے وہ ضرور خوش نصیب ہوگا۔"

لِيَهْنَ بنی کعب مقام فتاتهم
ومقعدها للمومنین بمرصد

"مبارک ہو بنی کعب کو ان کی عورت کا مقام اور اہل ایمان کے لیے اُس کا ٹھکانہ کا کام آنا۔"

سَلُوْا اُخْتَكُمْ عَنْ شَاتِهَا وَاِنَائِهَا
فَاِنَّكُمْ اِنْ تَسْاَلُوْا الشَّاةَ تَشْهَدٖ

"تم اپنی بہن سے اس کی بکری اور برتن کا حال تو دریافت کرو۔ اگر تم بکری سے بھی دریافت کرو گے تو بکری بھی گواہی دے گی۔"

دعاها بشاة حائل فتحلبت
علیه صریحا ضرة الشاة مزبد

Marfat.com

''آپ نے اس سے ایک بکری مانگی۔ پس اس نے اس قدر دودھ دیا کہ کف سے بھرا ہوا تھا۔''

فَغَادَرَهَا رَهْنًا لدیها لحالب
یرددها فی مصدر ثم مَوْرِدِ

''پھر وہ بکری آپ اسی کے پاس چھوڑ آئے جو ہر آنے اور جانے والے کے لئے دودھ نچوڑتی تھی۔''

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جب ہاتف کے یہ اشعار پہنچے تو حسان نے اس کے جواب میں یہ اشعار فرمائے:

لَقَدْ خَابَ قَوْمٌ غَابَ عَنْهُمْ بَيْتُهُمْ
وَقُدِّسَ مَنْ يَسْرِى اليه ويغتدى

''البتہ خائب و خاسر ہوئے وہ لوگ جن میں سے ان کا پیغمبر چلا گیا یعنی قریش، اور پاک اور مقدس ہو گئے وہ لوگ کہ جو صبح و شام اس نبی کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ یعنی انصار۔''

تَرَحَّلَ عَنْ قَوْمٍ فَضَلَّتْ عُقُولُهُمْ
وَحَلَّ عَلٰى قَوْمٍ بِنُوْرٍ مُجَدَّدٍ

''اس نبی نے ایک قوم سے کوچ کیا ان کی عقلیں تو ضائع ہو گئیں اور ایک دوسری قوم پر اللہ کا ایک نیا نور لے کر اُترے۔''

هَدَاهُمْ بِهٖ بَعْدَ الضَّلَالَةِ رَبُّهُمْ
فَأَرْشَدَهُمْ مَنْ يَتْبَعِ الْحَقَّ يَرْشُدِ

''اللہ نے گمراہی کے بعد اس نور سے ان کی رہنمائی کی اور جو حق کا اتباع کرے گا وہ ہدایت پائے گا۔''

وهل يستوى ضلال قوم تَسَفَّهُوْا
عَمًى وهداةٌ يهتدون بِمُهْتَدِ

''اور کیا گمراہ اور ہدایت پانے والے برابر ہو سکتے ہیں؟''

وقد نَزَلَتْ منه عَلٰى اَهْلِ يثرب
رِكَابُ هُدًى حَلَّتْ عَلَيهم بَاَسْعُدِ

''اور اہل یثرب (مدینہ) پر ہدایت کا قافلہ سعادتوں اور برکتوں کو لے کر اترا ہے۔''

نبيٌّ يرى مالا يرى النَّاسُ حَوْلَهٗ
ويتلو كتابَ اللّٰهِ فى كُلِّ مَشْهَدِ

''وہ نبی ہیں ان کو وہ چیزیں نظر آتی ہیں کہ جو ان کے پاس بیٹھنے والوں کو نظر نہیں آتیں اور وہ ہر مجلس میں لوگوں کے سامنے اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔''

Marfat.com

وان قال فی یوم مقالة غائب
فتصدیقها فی الیوم او فی ضُحَی الغَدِ

''اور اگر وہ کوئی غیب کی خبر سناتے ہیں تو آج ہی یا کل صبح تک اس کا صدق اور اس کی سچائی ظاہر ہو جاتی ہے۔''

یہ روایت متعدد صحابہ کرام سے مختلف سندوں کے ساتھ مروی ہے۔ مشہور ترین راوی یہ ہیں:

1: حضرت ام معبد۔

2: حضرت ابو معبد۔

3: حضرت حبیش بن خالد۔ یعنی ام معبد کے بھائی۔

4: حضرت ابو سلیط بدری۔

5: حضرت ہشام بن حبیش بن خالد۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی جو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ملک شام سے تجارت کر کے واپس آ رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اور حضرت ابوبکر) سے ملاقات ہوئی۔ حضرت زبیر نے ان دونوں حضرات کو سفید کپڑے پہنائے۔ مدینہ کے مسلمانوں کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے نکلنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ ہر صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے حرہ تک آتے اور آپ کا انتظار کرتے اور جب دوپہر ہو جاتی تو واپس چلے جاتے۔ ایک روز آپ کا طویل انتظار کر کے واپس ہوئے۔ جب اپنے مکانوں کے قریب پہنچے تو قلعہ پر سے ایک یہودی نے کسی ضرورت سے جھانکا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا کہ آپ اور آپ کے ایک ساتھی سفید کپڑے پہنے ہوئے چلے آ رہے ہیں اور غبار اُڑنے کی وجہ سے ان منتظرین کو آپ دکھائی نہ دیتے تھے، یہ دیکھ کر یہودی سے نہ رہا گیا اور اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا:

''اے عرب کے لوگو! وہ دیکھو! وہ تمہارا مقصود جس کا تم انتظار کر رہے تھے، آ رہا ہے۔''

اہلِ مدینہ نے اپنے ہتھیار اٹھائے اور آپ کی طرف استقبال کے لئے دوڑ پڑے۔ حرّہ کے کنارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی۔ آپ ان سب کو لے کر حرّہ کی داہنی جانب سے ہوتے ہوئے بنی عمرو بن عوف کے پاس اترے۔

مروی ہے کہ مدینہ کے لوگ نعرہ تکبیر کی آواز سن کر اپنے اپنے گھروں سے نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، اور آپ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ آپ بڑے سکون سے تشریف فرما تھے۔ آپ پر وحی اُتر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ، جبرائیل، اہل اسلام اور فرشتوں کی مدد آپ کو حاصل تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کی بستی قباء میں کلثوم بن ہدم کے گھر اُترے اور بعض کہتے ہیں کہ خارجہ بن زید کے مہمان ہوئے۔ آپ کی ہجرت کے وقت حضرت علی مکہ میں ٹھہر گئے تھے اور لوگوں کی امانتیں جو رسول اللہ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں تھیں، ان کے مالکوں کے حوالے کر کے وہ بھی مدینہ منورہ میں آ گئے اور چند دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قباء میں قیام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں چودہ دن ٹھہرے۔ مسجد قباء کی بنیاد رکھی اور اس کو پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بعد یہ پہلی مسجد ہے، جس کی تقویٰ پر بنیاد رکھی گئی۔ پھر جمعہ کے دن اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی سے پہلے بنو نجار کو بلا بھیجا۔ وہ گلے میں تلواریں لٹکائے ہوئے حاضر ہوئے۔ حضرت انس کہتے ہیں:

"قباء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کا منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے آگے چل رہے تھے، ابوبکر پیچھے آ رہے تھے اور بنو نجار کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد تھے۔"

راستہ میں جب بنو سالم بن عوف کی بستی میں پہنچے، تو نماز جمعہ کا وقت آ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ وہاں اس جگہ پڑھی، جہاں وادی کے وسط میں ایک مسجد بنی ہوئی ہے، جو اب تک "مسجد جمعہ" کے نام سے مشہور ہے۔ نماز جمعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوئے۔ اس کی مہار ڈھیلی چھوڑ دی اور مدینہ کی طرف چل پڑے۔ اونٹنی دائیں بائیں دیکھتی ہوئی چلتی رہی، جب انصار کے کسی محلہ سے گزرتی تو اہل محلہ اونٹنی کی مہار پکڑ لیتے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہاں اُترنے کی درخواست کرتے:

"یہاں پناہ کی جگہ ہے، ہتھیار اور سامان حرب موجود ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرنے کیلئے جانباز حاضر ہیں۔"

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

"اس کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہے، جائے گی۔"

چنانچہ اونٹنی چلتے چلتے اس جگہ پہنچی، جہاں مسجد نبوی تعمیر ہے، وہاں پہنچ کر بیٹھ گئی، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اترے نہیں تھے کہ وہ کھڑی ہوگئی، پھر تھوڑی دور ادھر اُدھر چل کر پہلی جگہ آ کر بیٹھ گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اتر آئے۔ یہ آپ کے ماموں خاندان بنو نجار کا محلہ تھا، اور اونٹنی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہاں پہنچی تھی۔ آپ اپنے ماموں خاندان میں اُتر کر ان کی عزت کرنا چاہتے تھے! ورنہ دوسرے قبائل بھی اپنے ہاں آپ سے اترنے کی پیش کش کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹنی سے اُترنے کے بعد ابوایوب انصاری آپ کا پالان اپنے گھر لے گئے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا:

((المرء مع رحله))

"آدمی وہاں اترتا ہے جہاں اس کا پالان ہوتا ہے۔"

اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو وہ آئے اور اونٹنی کی مہار پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور اس کے چارہ دانہ کا

Marfat.com

انتظام اُن کے گھر تھا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہمارے رشتہ داروں میں کس کا گھر قریب ہے۔؟''

حضرت ابوایوب بولے:

''یارسول اللہ! میرا گھر قریب ہے، اور یہ میرا دروازہ ہے۔''

آپ نے فرمایا:

''جاؤ اور آرام کرنے کے لیے جگہ بناؤ۔''

حضرت ابوایوب نے کہا:

''بسم اللہ! آیئے، دونوں صاحب تشریف لایئے۔''

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچے تو وہ پیر کا روز تھا اور ربیع الاول کا مہینہ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموشی کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ انصار نے یکے بعد دیگرے آنا شروع کیا اور جس نے ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا تھا وہ حضرت ابوبکر ہی کو سلام کرتا۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا مگر لوگوں کے سامنے وضاحت نہ فرمائی) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ پڑی تو حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی چادر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا، اس وقت ان لوگوں کو علم ہوا کہ حضور علیہ السلام یہ ہیں۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ میں چند لڑکوں کے ہمراہ کھیل رہا تھا۔ لوگ کہنے لگے:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے۔''

میں اپنے کھیل کود میں لگا رہا اور میں نے کچھ نہ دیکھا۔ پھر لوگ کہنے لگے:

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔''

میں نے کچھ نہ دیکھا اور اپنے کھیل میں پھر لگ گیا' اتنے میں حضور اور حضرت ابوبکر تشریف لے آئے تو ہم لوگ مدینہ کے بعض غیر آباد مکانوں میں چھپ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیہاتی آدمی کو بھیجا کہ ہم دونوں کے آنے کی اطلاع انصار میں کر دے۔ چنانچہ قریب قریب پانچ سو انصار آپ کے استقبال کے لئے گئے۔ حضرات انصار نے ملاقات کے بعد عرض کیا:

''آپ دونوں حضرات مامون اور محفوظ ہیں اور ہمارے سردار ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق ان استقبال کرنے والوں کے درمیان چل رہے تھے۔ مدینہ کا یہ حال تھا کہ کنواری لڑکیاں بھی مکانوں کی چھتوں پر ایک دوسری سے آگے بڑھ بڑھ کر ان حضرات کو دیکھ رہی تھیں اور آپس میں ایک دوسری سے پوچھ رہی تھیں:

Marfat.com

''ان دونوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سے ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سے ہیں؟''

میں نے اس جیسا منظر کبھی نہیں دیکھا۔ یہ منظر یا تو میں نے اس روز دیکھا جس دن آپ مدینہ میں داخل ہوئے اور یا جس روز آپ نے اس دنیا کو الوداع فرمایا۔ اس کے بعد میں نے ایسے دو دن کبھی نہیں دیکھے۔

پہلی بیعت عقبہ 11 بعثت نبوی مطابق 620 عیسوی میں ہوئی، دوسری بیعت دوسرے سال 12 بعثت نبوی میں اور تیسری 13 مطابق 622 عیسوی ماہ جون یا آغاز جولائی میں ہوئی۔

یکم ربیع الاول کورات کے آخر حصہ میں آپ نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی۔ تین شب و روز غار ثور میں قیام فرمایا، 4 ربیع الاول کو آخر شب میں یہاں سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئے اور 12 ربیع الاول مطابق 24 ستمبر 622 عیسوی کو آپ قبا پہنچے۔

حضرت عمر فاروق نے سن ہجری کا آغاز ربیع الاول سے نہیں کیا بلکہ تین مہینہ پیچھے محرم سے کیا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ عرب قدیم زمانہ سے سال کا پہلا مہینہ محرم ہی کو قرار دیتے تھے۔ اس حساب سے سن ہجری یکم جولائی 622 عیسوی سے شروع کی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نعمت عظمیٰ کو جن بدنصیب قریشیوں نے مکہ معظمہ سے نکالا تھا اس نعمت کبریٰ کو مدینہ والوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق ہجرت کے ساتھ دوپہر کے وقت قبا کی بستی کے قریب پہنچے اور ایک ٹیلے کے پاس ٹھہر گئے۔ یہاں کھجور کے ایک درخت کا سایہ تھا۔

قبا کے لوگوں کو خبر ہوئی تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے بستی سے باہر آ گئے اور ''نعرۂ تکبیر'' بلند کر کے آپ کا خیر مقدم کیا۔ یہ انصار ہتھیار بند تھے اور محبت کے بے اختیار جذبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے ٹوٹے پڑتے تھے۔

حضرت علی بھی اسی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

مدینہ میں آپ کا استقبال جس شاہانہ انداز میں ہوا عرب میں اس سے پہلے کبھی کسی کا استقبال نہ ہوا، سارے شہر میں شور مچ رہا تھا، نبی اللہ آ گئے، رسول اللہ تشریف لے آئے، ہر شخص کی زبان پر تھا، چھتوں پر عورتیں جمع تھیں اور یہ گیت گا رہی تھیں۔

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
ما دعی للہ داع

Marfat.com

ایھا المبعوث فینا

جئت بالامر المطاع

''ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہو گیا وداع کی پہاڑیوں سے۔ہم پر شکر واجب ہے، جب تک اللہ کی طرف پکارنے والا باقی رہے۔اے ہمارے ہاں تشریف لانے والے! آپ وہ منصب اور وہ پیغام لے کر آئے ہیں جس کا اتباع واجب ہے۔''

خاندان بنی نجار جہاں آپ ٹھہرے اس کی عورتیں اور لڑکیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے حاضر ہوئیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا اور محبت میں کھڑے ہو گئے۔ان کے ہاتھوں میں دف تھا جسے وہ بجا بجا کر یہ شعر گا رہی تھیں۔

نحن جوارٍ من بنی النجار

یا حبذا محمد من جار

''ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں، کیا ہی اچھے پڑوسی ہیں ہمارے حضرت محمدؐ۔''

مواخات مدینہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر یثرب میں قیام پذیر ہو گئے تاکہ یہاں رہ کر آزادی حاصل کی جا سکے اور اہل یثرب جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر نہایت خندہ پیشانی سے استقبال کیا تھا۔آپ کے استقرار و قیام کے بعد ان میں سے ہر ایک گروہ مختلف تفکرات میں منہمک تھا۔اس وقت یثرب میں یہ گروہ موجود تھے۔

1: مسلمانوں میں مہاجرین اور انصار۔

2: اوس و خزرج میں سے مشرک اور بت پرست، جن میں باہم ایک دوسرے قبیلہ سے دشمنی تھی۔

3: یہود اور یہ چار حصوں پر مشتمل تھے:

مدینہ کے اندر بنی قینقاع۔

فدک میں بنو قریظہ۔

شہر سے باہر ایک ملحقہ آبادی میں آباد بنو نضیر۔

مدینہ سے شمال کی سمت خیبر میں دوسرے قبیلوں کے یہود۔

ان میں مہاجر و انصار دونوں نئے دین کے رشتہ میں ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہونے کی وجہ سے باہم متحد تھے۔اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے معاملہ میں بھی متفکر رہتے مبادا ان میں پرانی دشمنی اُبھر آئے جیسا کہ بعد میں ایک مرتبہ ظہور میں آ کر رہا! مشرکین اوس و خزرج دونوں کو ان کی سابقہ باہمی جنگوں نے تھکا رکھا تھا۔اب وہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک ایسی حد اوسط کے درجے پر تھے جس میں دونوں باہمی جنگ میں اپنی خیریت کے خواب دیکھ رہے تھے اور یہود مدینہ کا یہ حال کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر انہوں نے

Marfat.com

اس امید پر گرم جوشی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حلیف بنا کر عرب کے ان مسیحیوں سے بدلہ لے سکیں گے جنہوں نے ان کی برگزیدہ جماعت کو ارض مقدس (فلسطین) سے دھکیل کر باہر نکال رکھا ہے (مدینہ میں رہنے والے گروہ اس موقع پر ان طریقوں سے سوچ رہے تھے)۔

اس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وزراء جناب ابوبکر و حضرت عمر سے مشورہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو وزیر ہی کہہ کر پکارتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے یہ مطلوب تھا کہ تمام مسلمان (تفریق وطن اور قبیلہ کی تفریق کے بغیر) ایک رشتہ میں پرو دیئے جائیں تا کہ ان کی سابقہ عداوت ختم ہو جائے۔

1: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کو یک جا کر کے ان میں مواخات قائم فرمائی۔ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا منہ بولا بھائی بنا دیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے خود کو علی بن ابی طالب کا بھائی بنایا۔ یہ مواخات پہلے سے بھی تھی۔ اپنے چچا حضرت حمزہ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما میں اخوت قائم کی۔ جعفر بن ابی طالب کو جن کا لقب ذوالجناحین اور طیار تھا، ان کو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔ حالانکہ جعفر رضی اللہ عنہ اس وقت تک حبشہ سے تشریف نہیں لائے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خارجہ بن زہیر کو بھائی بنایا۔ عمر بن الخطاب کا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھائی بنایا۔ ابوعبیدہ بن عبداللہ بن الجراح، جن کا نام عامر تھا، کا سعد بن معاذ بن نعمان رضی اللہ عنہما کے درمیان، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن الربیع رضی اللہ عنہما، زبیر بن عوام اور سلمہ بن سلامہ بن وقش رضی اللہ عنہما۔ اور بعض کے نزدیک زبیر بن عوام اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے درمیان اخوت قائم فرمائی۔ عثمان بن عفان اور ثابت بن المنذر، طلحہ بن عبیداللہ اور کعب بن مالک حضرت سعد بن زید بن عمرو بن نفیل اور ابی بن کعب۔ مصعب بن عمیر بن ہاشم اور ابوایوب خالد بن زید، ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیع اور عباد بن بشر بن وقش، عمار بن یاسر اور حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہم، لیکن بعض کے نزدیک عمار بن یاسر کو ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہما کا بھائی بنایا۔ ابوذر غفاری جن کا نام بُربُر بن جنادۃ تھا، کو منذر بن عمرو ساعدی، حاطب بن ابی بلتعہ اور عویم بن ساعدہ، سلمان فارسی اور ابو درداء، بلال مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابورویحہ، ابورویحہ کا نام عبداللہ بن عبدالرحمٰن الخثعمی رضی اللہ عنہم تھا، کے درمیان بھائی چارہ قائم فرمایا۔

(سیرۃ ابن ہشام ج۲ص۱۵۰)

2: حضرت زید بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فلاں بن فلاں کہاں ہے؟''

آپ نے صحابہ کے چہرے ملاحظہ فرما کر ان میں سے کچھ کو غیر حاضر پایا تو انہیں بلا بھیجا۔ جب تمام اکٹھے ہو گئے تو آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کہی۔ پھر فرمایا:

Marfat.com

"آج میں تمہیں ایک بات کہنے والا ہوں، اسے یاد کر لو اور بعد میں آنے والوں کو آگاہ کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بعض کو برگزیدہ بنایا۔"

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

((اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلا و من الناس))

"اللہ فرشتوں سے رسول چن لیتا ہے اور انسانوں میں سے بھی۔"

اور میں بھی تم (صحابہ) میں سے بعض کو زیادہ محبوب رکھتا ہوں اور تمہارے درمیان بھائی چارہ قائم کرنے والا ہوں جیسا کہ اللہ نے فرشتوں کے مابین اخوت کے رشتے بنائے ہیں۔ تو اے ابوبکر! اٹھو اور میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ مجھ پر تمہارے کئی احسانات ہیں جن کا بدلہ اللہ ہی تمہیں دے گا۔ اگر میں کسی کو اپنا خلیل (دوست) بناتا تو تمہیں بناتا۔ تم میرے ساتھ وہ نسبت رکھتے ہو جو قمیض کو بدن سے ہوتی ہے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عمر! میرے قریب آجاؤ۔"

وہ قریب آ گئے تو آپ نے فرمایا:

"عمر تم سب سے زیادہ ہماری مخالفت کیا کرتے تھے۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ تمہاری ساتھ یا ابوجہل بن ہشام کی ساتھ اسلام کو شوکت دے دی جائے تو اللہ نے میری دعا کو تمہارے حق میں قبول فرمایا۔ تو تم میرے ساتھ جنت میں ہو گے۔ ساری امت میں سے تیسرے نمبر پر جنت میں داخل ہونے والے!"

یہ سن کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک طرف ہٹ گئے تو نبی علیہ السلام نے حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور ارشاد فرمایا:

"اے ابوعمر و عثمان! میرے قریب آجاؤ۔"

وہ آہستہ آہستہ قریب ہونے لگے، حتیٰ کہ نبی علیہ السلام کے گھٹنوں سے اپنے گھٹنے ملا لیے۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور تین بار سبحان اللہ العظیم کہا۔ پھر عثمان غنی کو دیکھا تو ان کی چادر کھلی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے وہ چادر باندھ دی اور فرمایا:

"چادر کے دونوں پلو سینے کے اوپر سے گزار لو۔! آسمانوں میں تمہاری تعریف کی جاتی ہے۔ تم روز قیامت میرے پاس حوض کوثر پر آؤ گے جب کہ تمہاری گردن کی رگوں سے خون بہتا ہوگا۔ میں کہوں گا: تمہارے ساتھ یہ حشر کس نے کیا ہے؟ تم کہو گے: فلاں فلاں نے۔ یہی بات ہوتی ہو گی کہ کوئی آواز دینے والا آسمانوں سے آواز دے گا: یاد رکھو! عثمان تمام مظلومین کا امیر ہے۔"

چنانچہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک طرف ہو گئے تو نبی علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو بلایا اور فرمایا:

"اے اللہ کے امین! میرے قریب آؤ! تم اللہ کے امین ہو۔ آسمانوں میں تمہیں امین کہا جاتا ہے۔ جو تمہارا

Marfat.com

حق ہے اللہ اس پر تمہیں ضرور قبضہ دے گا۔ میرے پاس تمہارے لیے ایک دعا ہے جو ابھی تک میں نے بارگاہِ الٰہی میں پیش نہیں کی۔''
انہوں نے عرض کیا:
''یارسول اللہ! پیش کر دیجئے۔''
آپ نے فرمایا:
''تم نے مجھ پر ایک امانت لا رکھی ہے (دعا کی قبولیت اور طلب کردہ چیز کا حصول)''
پھر فرمایا:
''عبدالرحمٰن! تمہارا ایک مقام ہے۔ اللہ تمہیں کثرت سے مال عطا فرمائے۔''
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال کی کثرت کو اپنے ہاتھ پھیلا پھیلا کر تعبیر فرمایا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ایک طرف ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت عثمان غنی کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا۔
پھر حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کو بلایا گیا۔ ارشاد ہوا:
''قریب آ جاؤ۔''
وہ قریب آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''تم دونوں عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرح میرے حواری ہو۔''
پھر دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا تو وہ ایک طرف ہو گئے۔
پھر حضرت عمار بن یاسر اور حضرت سعد کو بلایا گیا اور فرمایا:
''تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔''
پھر ابودرداء اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کو بلایا گیا اور فرمایا:
''تم ہمارے اہل بیت میں سے ہو۔ اللہ نے تمہیں پہلا اور آخری علم اور پہلی اور آخری کتاب عطا فرمائی ہے۔''
پھر فرمایا:
''ابودرداء! کیا اللہ نے تمہیں راہ حق عطا نہیں فرما دی؟''
عرض کیا:
''ہاں یارسول اللہ! آپ پر میرے والدین قربان۔''
فرمایا:
''اے ابودرداء! اگر تم گم ہو جاؤ گے تو امت تمہیں تلاش کرے گی۔ اگر تم انہیں چھوڑ دو گے تو وہ تمہیں نہ

Marfat.com

چھوڑیں گے۔ تم بھاگو گے بھی تو وہ تمہیں ڈھونڈ لیں گے۔ اس لیے اپنی عزت کو فقر والے دن کے لیے ادھار دے دو (آج لوگوں کے کام آؤ کل وہ تمہارے کام آئیں گے) اور جاؤ کہ اعمال کی جزا آنے والی ہے۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور حضرت سعد کے درمیان بھائی چارہ کر دیا۔ پھر صحابہ کے دمکتے ہوئے چہروں کو دیکھ کر فرمانے لگے:

"صحابہ! تمہیں مبارک ہو! تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ تم ہی سب سے پہلے حوض کوثر پر میرے پاس آؤ گے۔ جنت میں تمہارے گھر بہت بلند و بالا ہونگے۔"

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھ کر فرمایا:

"اللہ ہی کی حمد ہے۔ جسے وہ اپنا محبوب بنالے اسے گمراہی سے نجات دے دیتا ہے۔"

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے:

"میری تو جان نکل گئی تھی اور کمر ٹوٹ گئی تھی جب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سوا سب کی تعریف کر رہے اور بھائی چارہ قائم کر رہے ہیں۔ اگر مجھ پر کوئی ناراضگی ہے تو جیسے آپ کی مرضی۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے اللہ کی قسم! جس نے مجھے نبی بنایا۔ میں نے تمہیں سب سے پیچھے رکھا ہی صرف اپنا بھائی بنانے کے لئے ہے۔ تمہارا مجھ سے وہی تعلق ہے جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام سے تھا، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ تم میرے بھائی اور وارث ہو۔"

اس حدیث کو حافظ ابوالقاسم دمشقی نے چالیس لمبی حدیثوں کے مجموعہ میں بیان کیا ہے۔

3: ابوسعد نے کتاب شرف النبوۃ میں عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے مختلف الفاظ کے ساتھ حدیث مواخات روایت کی ہے۔ جس کے بعض الفاظ یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے ابوبکر و عمر! مجھے حکم ملا ہے کہ تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بناؤں۔ تم دنیا و آخرت میں باہم بھائی بھائی ہو، لہٰذا دونوں ایک دوسرے کو سلام کہو اور مصافحہ کرو۔"

تو تعمیل حکم کرتے ہوئے دونوں نے مصافحہ کیا۔ پھر فرمایا:

"اے زبیر و طلحہ! آؤ میں تمہیں بھائی بنادوں۔ تم دونوں دنیا اور آخرت میں بھائی بھائی ہو۔ دونوں سلام کہو اور مصافحہ کرو۔"

انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر ابی بن کعب اور عبداللہ بن مسعود کو بلایا گیا اور انہیں بھائی بھائی بنا دیا۔ پھر ابوعبیدہ بن جراح اور سالم مولیٰ ابی حذیفہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا گیا۔ پھر ابودرداء اور سلمان

Marfat.com

فارسی کو باہم بھائی قرار دیا گیا۔ پھر سعد بن ابی وقاص اور حضرت صہیب رومی کے مابین مواخات کا رشتہ استوار ہوا۔ پھر ابوایوب انصاری اور حضرت بلال کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا گیا۔ پھر اسامہ بن زید اور ابو ہند الجعام کو نبی علیہ السلام نے باہم بھائی بھائی قرار دیا۔

پھر فرمایا:

''مجھے یہ حکم ہے کہ فاطمہ اور ام سلیم کے مابین رشتہ اخوت استوار کروں اور عائشہ کو ایوب انصاری کی بیوی کی بہن بنادوں۔ اللہ تعالیٰ ابوطلحہ اور ابوایوب انصاری کی آل کو اللہ کے رسول کی طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے۔''

4: مؤرخ ابن اسحاق نے مہاجرین وانصار کے مابین مواخات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کی طرف سے ہم پر نازل شدہ وحی میں سے یہ بھی ہے کہ مسلمانوں میں بھائی چارہ قائم کیا جائے۔''

یہ کہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کا ہاتھ تھاما اور فرمایا:

''یہ میرا بھائی ہے۔''

چنانچہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور علی مرتضیٰ ایک دوسرے کا بھائی کہلایا کرتے تھے۔ پھر حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب اور زید بن حارثہ بھائی بھائی بنے۔ جعفر بن ابی طالب اور معاذ بن جبل میں بھائی چارہ قائم ہوا۔

5: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ باہم بھائی بنے۔ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا۔ ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بھائی بھائی کہلائے۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ میں بھائی چارہ استوار ہوا اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور سلمہ سلامہ رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا۔

6: بروایت دیگر زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا تھا، یونہی عثمان رضی اللہ عنہ اور اویس بن ثابت رضی اللہ عنہ کو طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اور ابوایوب رضی اللہ عنہ کو ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کو زبان نبوت نے ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا۔

7: ایک اور روایت کے مطابق عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جنہیں خطیب رسول کہا جاتا ہے اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور منذر بن عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ قائم فرمایا۔

Marfat.com

8: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ اور عریم بن سعد رضی اللہ عنہ کے مابین ،سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابودرداء رضی اللہ عنہ کے مابین، بلال موذن اور ابورویحہ رضی اللہ عنہ کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا۔

9: ابن اسحاق نے مہاجرین وانصار کی مواخات یوں بھی لکھی ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر وعمر کو بھائی بنایا۔عثمان غنی اور عبدالرحمٰن کو بھائی بنایا۔طلحہ وزبیر کو بھائی بنایا۔ابوذر اور مقداد اور امیر معاویہ اور حتات مجاشعی کے درمیان مواخات کا تعلق قائم کیا۔''

بہرحال یہ مختلف احادیث اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ مواخات قائم کرنے کا امر متعدد بار واقع ہوا ہے۔

10: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق وفاروق، امیر حمزہ وزید بن حارثہ، عبداللہ بن مسعود وزبیر بن عوام، عبدالرحمٰن بن عوف وسعد بن مالک اور خود اپنے اور میرے درمیان مواخات پیدا فرمائی۔

11: حضرت ابن عبداللہ نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مہاجرین کے درمیان مواخات قائم کی اور پھر مہاجرین اور انصار کے مابین مواخات کا رشتہ استوار کیا۔دونوں بار حضرت علی سے فرمایا:

''تم دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو۔''

جرجی زیدان غیر مسلم مؤرخ اس تاریخ ساز معاہدہ کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش میں سے مہاجرین اور یثرب والوں میں سے انصار کو چند اور خاص معاہدوں کے ذریعہ باہم پیوند کر دیا۔ان معاہدوں کا نام (مؤاخاۃ) بھائی چارہ رکھا گیا اور پیغمبر علیہ السلام نے بہت ہی استحکام کے ساتھ اس بھائی چارہ کا ان سے اقرار لیا اسلامی سلطنت کا پہلا بنیادی پتھر یہی ''عہد مؤاخاۃ'' تھا۔'' (تمدن اسلام، صفحہ نمبر ۴۷)

انصارِ مدینہ نے بڑی فراخدلی اور فیاضی کے ساتھ اس بھائی چارہ کو نبھایا۔ان کا سب سے بڑا سرمایہ کھجوروں کے باغات تھے۔اس زمانہ میں روپیہ پیسہ نہ ہونے کے برابر تھا۔اس لیے انصار نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بڑے ادب واحترام کے ساتھ عرض کیا کہ ہمارے باغات مہاجر بھائیوں میں برابر تقسیم فرما دیں تاکہ راحت وآسائش سے ان کی گزران ہو سکے۔چونکہ مہاجرین فنِ زراعت سے بالکل ناآشنا تھے، ان کا پیشہ تجارت تھا۔اس بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی پیش کش قبول فرمانے سے پہلوتہی کی۔انصار نے اس کا حل یوں پیش کیا کہ کھیتی باڑی اور محنت مشقت ہم کریں گے اور پیداوار نصف نصف کر لیں گے۔مہاجرین نے اس تجویز کو قبول کر لیا۔

(صحیح بخاری، ج ۱، ص ۳۱۲، ۳۱۳)

اگرچہ انصار کا جذبہ اخوت اور ایثار ومروت باعثِ صد افتخار تھا، لیکن مہاجرین بھی بڑے خوددار تھے۔وہ نذرونیاز اور صدقہ وخیرات پر قناعت کرنے کی بجائے محنت وجفاکشی سے رزق حلال حاصل کرنے کو ترجیح دیتے تھے۔مواخات کے

Marfat.com

دوسرے درجہ میں مہاجر و انصار کے درمیان بھائی بندی کا رشتہ قائم کیا۔ یہ رشتے بمنزلہ نسب و یک جدی ہونے کے تھے جن سے مسلمانوں کی وحدت مربوط ہوگئی۔

انصار مدینہ مہاجرین کے ساتھ حسن مراعات سے پیش آتے جسے مہاجرین اپنی مجبوری کی وجہ سے قبول کر لیتے مگر دل میں رشک پیدا ہوتا کاش! ہم بھی ان کا معاوضہ دے سکتے! آخر انہوں نے مکہ جیسا شہر چھوڑا تھا جس میں اصحاب ثروت رہتے اور ان میں اکثر و بیشتر مہاجرین ایسے تھے جن کے پاس سب کچھ موجود تھا مگر جب یہ لوگ مدینہ میں وارد ہوئے تو ایک ایک دانے کے لیے دوسروں کے محتاج تھے۔ البتہ مہاجرین میں حضرت عثمان بن عفان اپنے ساتھ بہت کچھ لے آئے لیکن دوسروں میں حتیٰ کہ عم رسول جناب حمزہ تک کا یہ حال تھا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کیا:

''میرے پاس کچھ نہیں، آپ میری مدد فرمایئے۔''

مہاجرین میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف (اور انصار کے دولت مند) جناب سعد بن الربیع کی مواخات قائم ہوئی تو حضرت سعد نے اپنے تمام مال و متاع کا پورا ایک نصف (حضرت) عبدالرحمٰن کی خدمت میں پیش کر دیا مگر انہوں نے مال کی بجائے اپنے انصار بھائی سے بازار کا راستہ پوچھ کر پنیر اور مکھن کا خوانچہ لگانا شروع کر دیا۔ اللہ کی عطا ہے کہ حضرت ابن عوف چند دنوں میں اس قدر مال دار ہو گئے کہ اونٹ ادھر سے ان کا مال تجارت لے کر دوسرے خطوں میں آجاتے اور ادھر سے باہر کا مال تجارت لے کر مدینہ میں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے مدینہ میں ایک بی بی سے عقد بھی فرما لیا تھا۔

موصوف کے سوا مہاجرین مکہ میں سے کئی اور حضرات نے بھی مدینہ آکر تجارت شروع کر دی۔ یہ لوگ سوداگری میں کس قدر ماہر تھے ان میں ایک مہاجر کی یہ مہارت دیکھ کر یہاں تک کہا گیا کہ یہ صاحب تجارت میں صحرا کی ریت کو سونے میں تبدیل کر سکتے ہیں!

اور اہل مکہ میں سے جو حضرات مدینہ تشریف لا کر تجارت میں ہاتھ ڈالنے سے رہ گئے انہوں نے انصار کی اراضی میں مزارعت پر کاشت شروع کر دی مثلاً: حضرت ابوبکر و عمر اور علی ابن ابی طالب وغیرہ۔ ان حضرات میں جن کے ساتھ ان کے غلام بھی تھے وہ ان کی مدد سے زراعت کر کے اپنے لیے روزی حاصل کرتے۔

مہاجرین کا تیسرا گروہ جو تجارت و زراعت دونوں میں سے کسی پر حاوی نہ تھا نہایت عسرت و تنگ دستی سے زندگی بسر کرنے لگا لیکن غیرت کا یہ حال تھا کہ اپنی ناداری کسی پر ظاہر نہ ہونے دیتے اور جس طرح بن پڑتا محنت مزدوری کر کے شکم پروری کرتے۔ وہ خوش تھے کہ مسلمان ہونے کی وجہ سے جو مصائب انہیں مکہ میں پیش آئے یہاں آکر صد گونہ طمانیت اور سکون تو حاصل ہو گیا اور مدینہ میں ان کے عقیدہ کی وجہ سے کوئی شخص ان سے باز پرس کرنے کا مجاز تو نہیں!

چوتھا گروہ عربستان کے مختلف حلقوں سے مسلمان ہو کر مدینہ میں پہنچا۔ یا مدینہ پہنچ کر یہ لوگ ایمان لائے، یہ حضرات ناداری میں اس طرح گھرے ہوئے تھے کہ سر چھپانے تک کے لئے ٹھکانہ نہ تھا۔ ان حضرات کے رہنے کے

Marfat.com

لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ہی کا ایک حصہ خاص کر دیا جس پر چھت پڑ چکی تھی۔ چونکہ اس حصہ کا نام ہی صفہ تھا اس لیے اس میں رہنے والی جماعت بھی اصحاب صفہ کے لقب سے مشہور ہوگئی۔ ان لوگوں کا بسیرا اسی مقام پر تھا۔

رسول عالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے درمیان مواخات قائم ہو جانے سے ایک گونہ طمانیت حاصل ہو گئی۔ اگر اس پر غور کیا جائے کہ مدینہ کے منافقین قبیلہ اوس وخزرج کے مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے کے لیے کس طرح پر تول رہے تھے تو اس مواخات کی حکمت وسیاست کی اہمیت تسلیم کرنے کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

ابن ہشام کے بیان کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یہ تھا کہ ''اللہ کی راہ میں دو دو آدمی آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا ارشاد کی تعمیل میں مہاجرین وانصار نے برضا ورغبت ایک دوسرے کو اپنا بھائی بنایا اور اس سے اسی طرح تعلقات استوار کیے جس طرح حقیقی بھائیوں سے ہوتے ہیں بلکہ بعض صورتوں میں تو انہوں نے حقیقی بھائیوں سے زیادہ حق برادری ادا کیا۔ چنانچہ کوئی انصاری وفات پاتا تو اس کی جائیداد اور مال کا وارث مہاجر بھائی قرار پاتا تھا اور اس کے دوسرے متعلقین محروم رہتے تھے۔ یہ حق توارث جنگ بدر تک جاری رکھا گیا۔ البتہ جنگ بدر کے بعد ایک قرآنی حکم کے موجب وراثت کو حقیقی رشتوں کے لحاظ سے دیا جانے لگا اور عقد مواخاۃ کے تحت ملنے والے حق ولایت ووراثت کو موقوف کر دیا گیا، لیکن برادرانہ تعلقات ومراسم اور مذہبی اخوت کو بعد میں بھی جاری رہنے دیا گیا۔

اب جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ یہ عقد مواخاۃ کس زمانے میں ہوا تو اس سلسلے میں بعض مورخین نے یہ تصریح کی ہے کہ مواخاۃ کا واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے پانچویں مہینے یعنی رجب سن 1 ہجری میں پیش آیا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ مسجد نبوی کی تعمیر مکمل ہونے سے پہلے مواخاۃ کا انعقاد عمل میں آگیا۔ یہ زمانہ وقوع اس لحاظ سے بعید از قیاس نہیں ہے کہ مواخاۃ کا معاہدہ حضرت ابوطلحہ انصاری یعنی حضرت انس بن مالک کے گھر طے پایا۔ جس کی ایک وجہ تو غالباً حضور کی قیام گاہ سے قربت ہو سکتی ہے اور دوسری یہ کہ اس وقت تک مسجد نبوی کی تکمیل نہ ہوئی تھی ورنہ یہ مواخاۃ بھی اغلباً مسجد نبوی میں کرائی جاتی۔

نماز باجماعت کا اجراء، اذان کی مشروعیت اور مسجد نبوی کی تعمیر:

ابن اسحاق کہتے ہیں:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں دلجمعی اور اطمینان میسر آیا، مہاجرین یہاں منتقل ہو گئے، نیز انصار کے اتحاد سے اسلام کو استحکام حاصل ہوا تو آپ نماز، زکوۃ، روزہ اور حدود کا نظام درست کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ پہلے نماز کو لیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو لوگ باقاعدہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے لیے حاضر ہوتے تھے، مگر نماز کے وقت اذان نہیں ہوتی تھی، اس لیے کچھ نمازی وقت پر آتے اور کچھ آگے پیچھے ہو جاتے اور جماعت سے محروم رہ جاتے۔ اس بے

Marfat.com

قاعدگی کو دور کرنے کے لیے آپ نے ارادہ کیا کہ جس طرح یہودی لوگوں کو عبادت کے لیے جمع کرنے کی غرض سے ''بوق'' بجاتے ہیں، اس طرح مسلمان بھی جماعت سے پہلے بوق بجایا کریں لیکن آپ نے اس کو پسند نہیں کیا۔ آخر آپ نے ناقوس تیار کرنے کا حکم دیا، تا کہ اس کو بجا کر لوگوں کو جماعت کی اطلاع دی جائے لیکن ابھی اس کی تیاری ہو رہی تھی کہ عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے خواب میں اذان دیکھی۔ چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''یارسول اللہ! آج رات مجھے خواب میں ایک آدمی نظر آیا ہے، جس نے دو سبز کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے، اس کے ہاتھ میں ناقوس تھا۔ میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے! یہ ناقوس بیچو گے؟ وہ بولا: ''تم اس کو کیا کرو گے؟'' میں نے کہا: ہم اس کو نماز کے وقت بجائیں گے۔'' وہ کہنے لگا: ''میں تمہیں اس سے اچھی چیز بتاتا ہوں۔'' میں نے کہا: ''بتاؤ! وہ کیا ہے؟'' تو اس نے کہا ''تم نماز کے لیے اس طرح اذان کہا کرو:

اللہ اکبر اللہ اکبر
اللہ اکبر اللہ اکبر
اشہد ان لا الہ الا اللہ
اشہد ان لا الہ الا اللہ
اشہد ان محمداً رسول اللہ
اشہد ان محمداً رسول اللہ
حی علی الصلوٰۃ
حی علی الصلوٰۃ
حی علی الفلاح
حی علی الفلاح
اللہ اکبر اللہ اکبر
لا الہ الا اللہ

جب انہوں نے یہ بتایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان شاء اللہ! یہ خواب سچا ہے، اٹھو! یہ کلمے بلال کو سکھاؤ، وہ ان کے ساتھ اذان کہے کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہے۔''

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کو اس طرح اذان کہتے ہوئے سنا تو وہ جلدی جلدی اپنے گھر سے نکلے اور آ کر کہا:

Marfat.com

''اے اللہ کے نبی! اس اللہ کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، جس طرح انہوں نے دیکھا ہے میں نے بھی خواب میں اسی طرح دیکھا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''فللہ الحمد''

''پس اس پر اللہ کا شکر ہے۔''

(اس کو ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

زہری عروہ سے بیان کرتے ہیں کہ جس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی وہاں مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی۔ پہلے بھی مسلمان یہاں نماز پڑھتے تھے اور دراصل یہ جگہ انصار کے دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی تھی جس سے کھجوریں خشک کرنے کا کام لیا جاتا تھا اور یہ دونوں اسعد بن زرارہ کی گود میں زیر پرورش تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان شاء اللہ ہماری یہی منزل ہے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد بنانے کے لیے ان لڑکوں سے یہ جگہ قیمتاً خریدی۔ پہلے ان بچوں نے کہا تھا:

''یا رسول اللہ! ہم یہ زمین آپ کو ہبہ کرتے ہیں۔''

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبۃً لینے کی بجائے قیمتاً خریدنا مناسب سمجھا اور یہاں مسجد کی تعمیر کی۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونجار کو بلا کر کہا:

''اپنے اس باغ کی قیمت طے کر کے مجھ سے لے لو۔''

وہ بولے:

''اللہ کی قسم! ہم اس کا ثواب اللہ تعالیٰ سے لیں گے، اس کی قیمت نہیں لیتے۔''

اس وقت وہاں مشرکوں کی قبریں، گڑھے اور کچھ کھجوریں تھیں۔ آپ کے حکم سے مشرکوں کی قبریں اکھاڑ دی گئیں، گڑھے بھر دیے گئے، کھجوریں کاٹ کر دیوار قبلہ کے آگے جمع کر دی گئیں اور دروازے کی دونوں سردلیں پتھر کی بنائی گئیں۔ جب صحابہ ان کے لیے پتھر لاتے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ تھے اور فرماتے تھے:

اَللّٰھم اِنَّہٗ لا خیر اِلّا خیر الاٰخرہ

فانصر الانصار والمھاجرہ

''الٰہی! آخرت کی بھلائی کے سوا کوئی بھلائی نہیں، انصار اور مہاجروں کی مدد فرما۔''

Marfat.com

مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کے ساتھ کچی اینٹیں ڈھوتے تھے، اور یہ شعر پڑھتے تھے:

هذا الحمال لا حمال خيبر

هذا ابر ربنا واطهر

''جتنی یہ مزدوری نتیجہ خیز ہے، اتنی خیبر کی مزدوری نتیجہ خیز نہیں، اے ہمارے رب! اس میں زیادہ نیکی ہے اور یہ زیادہ پاکیزہ عمل ہے۔''

اور کبھی یوں فرماتے:

اللهم ان الاجر أجر الأخره

فارحم الأنصار والمهاجره

''الٰہی! آخرت کا اجر ہی اجر ہے اس لیے انصار اور مہاجرین پر رحم فرما۔''

صحابہ کرام یہ اشعار پڑھتے تھے:

لئن قعدنا والرسول يعمل

لذاك منا العمل المضلل

''اگر اللہ کے رسول کام کریں اور ہم بیٹھے رہیں تو یقیناً ہمارا یہ عمل گمراہی کا عمل ہے۔''

اور کچھ لوگ یوں کہتے

لا يستوى من تعمير المساجدا

يداب فيها قائماً وقاعدا

ومن يرى عن التراب حائدا

''مسجدیں تعمیر کرنے' ہمیشہ ان میں قیام اور قعود میں مصروف رہنے والے اور مٹی سے بچنے کے لیے دور بھاگنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔''

مسجد کا محراب بیت المقدس کی طرف بنایا گیا (بعد میں تحویل قبلہ کا حکم قرآن مجید میں آیا تو مسجد کا محراب کعبۃ اللہ مسجد حرام کی طرف کر دیا گیا) اور اس میں تین دروازے رکھے گئے، ایک دروازہ قبلہ کی مخالف سمت، ایک دروازہ جو ''باب الرحمۃ'' کے نام سے مشہور ہے اور ایک دروازہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرہ میں آیا جایا کرتے تھے۔ مسجد کا طول دیوار قبلہ سے آخر تک (شمالاً جنوباً) سو ہاتھ اور دونوں جانب (شرقاً غرباً) بھی اتنا ہی تھا، یا اس سے کچھ کم تھا۔ بنیاد تقریباً تین ہاتھ چوڑی تھی۔ ستون کھجور کی لکڑی کے تھے، چھت کھجور کی چھڑیوں سے ڈالی گئی تھی اور دروازے کی دونوں سردلیں پتھر سے بنائی گئی تھیں۔ کسی نے کہا:

''چھت بہترین ہونی چاہیے۔''

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نہیں! موسیٰ علیہ السلام کے چھپر کی طرح چھپر ہی مناسب ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رہائشی حجرے کچی اینٹوں سے مسجد کے پہلو میں تعمیر کیے اور ان پر کھجور کی چھڑیوں کی چھت ڈالی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اور حجروں کی تعمیر سے فارغ ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی اس حجرے میں ہوئی جو ان کے لیے مسجد کی مشرقی جانب بنایا تھا، اس کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا اور یہ وہی حجرہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کل آرام فرما ہیں۔

آغاز ریاست:

بیعت عقبہ کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل مدینہ کے درمیان جس انداز اور پیمانے پر سیاسی رابطہ استوار ہوا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت کو مکمل سمع و طاعت کے ساتھ جس طرح قبول کرلیا تھا اس کے بعد تو فی الواقع ضرورت اس امر کی رہ گئی تھی کہ کوئی قطعۂ اراضی زیر اثر آجائے جس میں کوئی اور سیاسی اقتدار کارفرما نہ ہو تو معاً ایک ریاست رُوبہ عمل آسکتی ہے۔

چنانچہ ہجرت مدینہ کے بعد ایک طرف تو مسلمانوں کی جماعت کو عقد مواخاۃ کے ذریعہ ایک منظم معاشرہ کی شکل دے دی گئی اور دوسری طرف ایک سرزمین بھی حاصل ہوگئی جہاں کوئی باقاعدہ سیاسی اقتدار موجود نہ تھا، گویا ریاست کے کل عناصر ولوازم میسر آگئے تو ابتدائی مسائل سے فارغ ہوتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پہلے ہی سال میں "ہیئت سیاسیہ" کی تکمیل کرلی اور ایک نوشتۂ خاص کے ذریعہ مدینہ کی اسلامی ریاست کو وجود بخش دیا۔

اس کی تصدیق دستاویز کے مکمل متن سے ہوتی ہے جسے قدیم ترین سیرت نگار ابن اسحاق نے پوری طرح نقل کیا اور بعد میں ابوعبید نے بھی بعض معمولی اختلافات کے ساتھ اپنی کتاب "الاموال" میں اسے محفوظ کرلیا۔

اس دستور کی دفعات یہ تھیں:

1: یہ تحریری دستاویز ہے اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قریش اور یثرب کے اہل ایمان اور ان لوگوں کے باب میں جو ان کے اتباع میں ان کے ساتھ شامل ہوں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔

2: یہ (تمام گروہ) دنیا کے (دوسرے) لوگوں سے ممتاز و ممیز ایک علیحدہ (سیاسی) وحدت متصور ہوں گے۔

3: مہاجرین جو قریش میں سے ہیں علیٰ حالہ دیتوں اور خون بہا وغیرہ کے معاملات میں اپنے قبیلہ کے طے شدہ رواج پر عمل کریں گے، اپنے قیدیوں کو مناسب فدیہ دے کر چھڑائیں گے اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کریں گے۔

4: اور بنوعوف بھی اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا وغیرہ کا طریقہ ان میں حسب سابق قائم رہے گا۔ ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

Marfat.com

5: اور بنو ساعدہ بھی اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون بہا کا طریقہ ان میں حسب سابق قائم رہے گا۔ ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

6: اور بنو حارث بھی اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون کا طریقہ ان میں حسب دستور رہے گا، ہر جماعت عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے، کر چھڑائے گی۔

7: اور بنو جشم اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون کا طریقہ ان میں حسب دستور رہے گا، ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

8: اور بنو نجار اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون کا طریقہ ان میں حسب دستور رہے گا، ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

9: اور بنو عمرو بن عوف اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون کا طریقہ ان میں حسب دستور رہے گا، ہر گروہ عدل و انصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

10: اور بنو النبیت اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون کا طریقہ ان میں حسب دستور رہے گا، ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

11: اور بنو الاوس اپنی جگہوں پر قائم رہیں گے اور خون کا طریقہ ان میں حسب دستور رہے گا، ہر گروہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے قیدی کو فدیہ دے کر چھڑائے گا۔

12: اہل ایمان اپنے کسی زیر بار قرضدار کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے بلکہ قاعدہ کے مطابق فدیہ دینے اور تاوان ادا کرنے میں اس کی مدد کریں گے۔

13: اور کسی مومن کے آزاد کردہ غلام کو کوئی مؤمن حلیف نہ بنائے گا۔

14: اور یہ کہ تمام تقویٰ شعار مومنین متحد ہو کر ہر اس شخص کی مخالفت کریں گے جو سرکشی اختیار کرے، ظلم، گناہ اور تعدی کے ہتھکنڈوں سے کام لے اور ایمان والوں کے درمیان فساد پھیلائے۔ ایسے شخص کی مخالفت میں ایمان والوں کے ہاتھ ایک ساتھ اُٹھیں گے، اگرچہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

15: کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو کافر کے عوض قتل نہیں کرے گا اور نہ مومن کے خلاف وہ کسی کافر کی مدد کرے گا۔

16: اور اللہ کا ذمہ (اور پناہ سب کے لیے یکساں اور) ایک ہے۔ ادنیٰ ترین مسلمان بھی کافر کو پناہ دے سکتا ہے۔ اہل ایمان دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں باہم بھائی بھائی اور مددگار و کارساز ہیں۔

17: یہودیوں میں سے جو بھی ہمارا اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی۔ ان (یہود) پر نہ تو ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی (دشمن) کی مدد کی جائے گی۔

18: تمام اہل ایمان کی صلح یکساں اور برابر کی حیثیت رکھتی ہے۔ کوئی مومن قتال فی سبیل اللہ میں دوسرے مومن کو چھوڑ کر (دشمن سے) صلح نہیں کرے گا۔ اور اسے مسلمانوں کے درمیان عدل و مساوات کو ملحوظ رکھنا ہوگا۔

Marfat.com

19: جو لشکر ہمارے ساتھ جہاد میں شریک ہوگا اس کے افراد آپس میں باری باری ایک دوسرے کی جانشینی کریں گے۔

20: اہل ایمان کفار سے انتقام لینے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

21: تمام تقویٰ شعار مسلمان اسلام کے احسن اور اقوم طریق پر ثابت قدم رہیں گے۔

22: اور (مدینہ کا) کوئی مشرک (غیر مسلم اقلیت) قریش کے کسی شخص کو مالی یا جانی کسی طرح کی پناہ نہ دے گا، اور نہ مسلمان کے مقابلہ پر اس (قریش) کی حمایت و مدد کرے گا۔

23: اور جو شخص ناحق کسی مومن کا خون کرے گا اسے مقتول کے عوض (بطور قصاص) قتل کیا جائے گا الا یہ کہ اس مقتول کا ولی اس کے عوض خون بہا لینے پر رضامند ہو جائے اور تمام اہل ایمان قاتل کے خلاف رہیں گے۔

24: کسی ایمان والے کے لیے جو اس دستور العمل کے مندرجات کی تعمیل کا اقرار کر چکا ہے اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، یہ ہرگز جائز نہ ہوگا کہ وہ کوئی نئی بات نکال کر فتنہ انگیزی کے ذمہ دار کی حمایت کرے یا اسے پناہ دے۔ جو ایسے کسی (مجرم) کی حمایت و نصرت کرے گا یا اسے پناہ دے گا تو وہ قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور اس کے غضب کا مستوجب ٹھہرے گا اور (جہاں) اس کی نہ توبہ قبول کی جائے گی نہ (عذاب کے بدلے) کوئی فدیہ۔

25: اور جب تم مسلمانوں میں کسی قسم کا تنازعہ ہوگا تو اسے اللہ اور اس کے رسول محمد کے سامنے پیش کیا جائے گا۔

26: اور یہ کہ جب تک جنگ رہے یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ مل کر مصارف اٹھائیں گے۔

27: اور یہود بنی عوف اور ان کے اپنے خلفاء و موالی، سب مل کر مسلمانوں کے ساتھ ایک جماعت (فریق) متصور ہوں گے۔

28: یہودی اپنے دین پر (رہنے کے مجاز) ہوں گے اور مومن اپنے دین پر کاربند رہیں گے۔ البتہ جس نے ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کیا تو وہ محض اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو مصیبت میں ڈالے گا۔

29: اور بنی النجار کے یہودیوں کے لیے بھی وہی کچھ مراعات ہیں جو بنی عوف کے یہودیوں کے لیے ہیں۔

30: اور بنی الحارث کے یہودیوں کے لیے بھی وہی کچھ ہے جو بنی عوف کے یہودیوں کے لیے ہے۔

31: اور بنی ساعدہ کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ ہے جو بنی عوف کے یہودیوں کے لئے ہے۔

32: اور بنی ساعدہ کے یہودیوں کیلئے بھی وہی کچھ ہے جو یہود بنی عوف کے لئے۔

33: اور بنی جشم کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ ہے جو یہود بنی عوف کے لئے۔

34: اور بنی الاوس کے یہودیوں کیلئے بھی وہی کچھ ہے جو یہود بنی عوف کے لئے۔

35: اور بنی ثعلبہ کے یہودیوں کے لئے بھی وہی کچھ ہے جو یہود بنی عوف کے لئے ہے، البتہ جو ظلم یا عہد شکنی کا مرتکب ہو تو خود اس کی ذات اور اس کے گھرانے کے سوا کوئی دوسرا مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

36: اور جفنہ (جو قبیلہ) ثعلبہ کی شاخ ہے اسے بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل (ثعلبہ) کو حاصل ہیں۔

Marfat.com

37: اور بنی الشطبیہ کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو یہود بنی عوف کے لئے ہیں اور ہر ایک پر اس (دستاویز) کی وفا شعاری لازم ہے نہ کہ عہد شکنی۔
38: اور ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کے لیے ہیں۔
39: اور یہودی (قبائل کی) ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کے ہیں۔
40: اور یہ کہ ان قبائل میں سے کوئی فرد (حضرت) محمد کی اجازت کے بغیر نہیں نکلے گا۔ (اصل عبارت سے نکلنے کا مقصد واضح نہیں ہوتا اگرچہ محققین نے اسے فوجی کارروائی کے لئے لکھا ہے۔)
41: اور کسی مار یا زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی اور ان میں سے جو فرد (یا جماعت) قتل ناحق اور خونریزی کا ارتکاب کرے تو اس کا وبال اور ذمہ داری اس کی ذات اور اس کے اہل وعیال پر ہوگی (ورنہ ظلم ہوگا) اور اللہ اس کے ساتھ ہے جو اس سے بری الذمہ ہو۔
42: اور یہودیوں پر ان کے مصارف کا بار ہوگا اور مسلمانوں پر ان کے مصارف کا۔
43: اور اس صحیفہ والوں کے خلاف جو بھی جنگ کرے گا تو تمام فریق (یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے، نیز خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے اور ان کا شیوہ وفاداری ہوگا نہ کہ عہد شکنی۔
44: اور ہر مظلوم کی بہر حال حمایت ومدد کی جائے گی۔
45: اور یہ کہ جب تک جنگ رہے، یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ مل کر مصارف اٹھائیں گے۔
46: اور اس صحیفہ والوں کے لیے حدود یثرب (مدینہ) کا داخلی علاقہ (جوف) حرم کی حیثیت رکھے گا۔
47: پناہ گزین، پناہ دہندہ کی مانند ہے، نہ کوئی اس کو ضرر پہنچائے اور نہ وہ خود عہد شکنی کر کے گناہ گار بنے۔
48: اور کسی پناہ گاہ میں وہاں والوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی۔
49: اور اس صحیفہ کے ماننے والوں میں اگر کوئی نئی بات پیدا ہو (جس کا ذکر اس دستاویز میں نہیں) یا کوئی اور جھگڑا جس سے کسی نقصان اور فساد کا اندیشہ ہو تو اس متنازعہ فیہ امر میں فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسول محمد کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور اللہ کی تائید اس شخص کے ساتھ ہے جو اس صحیفہ کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔
50: اور قریش (مکہ) اور اس کے حامیوں کو کوئی پناہ نہیں دی جائے گی۔
51: اور یثرب (مدینہ) پر جو بھی حملہ آور ہو تو اس کے مقابلہ میں یہ سب (یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔
52: ان مسلمانوں میں سے جو اپنے حلیف کے ساتھ صلح کرنے کے لئے یہود کو دعوت دے تو یہود اس سے صلح کر لیں گے۔ اسی طرح اگر وہ یہود کسی ایسی ہی صلح کی دعوت دیں تو مومنین بھی اس دعوت کو قبول کر لیں گے۔ اِلّا یہ کہ کوئی دین (ومذہب) کے لئے جنگ کرے۔

Marfat.com

53: تمام لوگ (فریق) اپنی اپنی جانب کے علاقے کی مدافعت کے ذمہ دار ہوں گے۔

54: اور قبیلہ اوس کے یہود کو، خواہ موالی ہوں یا اصل، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس تحریر کے ماننے والوں کو حاصل ہیں اور وہ بھی اس صحیفہ والوں کے ساتھ خالص وفا شعاری کا برتاؤ کریں، نیز قرارداد کی پابندی کی جائے گی نہ کہ عہد شکنی۔

55: ہر کام کرنے والا اپنے عمل کا ذمہ دار ہوگا۔ زیادتی کرنے والا اپنے نفس پر زیادتی کرے گا اور اللہ اس کے ساتھ ہے جو اس صحیفہ کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ صداقت اور وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے۔

56: یہ نوشتہ کسی ظالم یا مجرم (کو اس کے جرم کے عواقب سے بچانے کے لئے) کے آڑے نہ آئے گا۔ جو جنگ کے لئے نکلے (کسی اور جگہ نقل مکانی کرے) وہ بھی اور جو گھر (مدینہ) میں بیٹھا رہے (سکونت رکھے) وہ بھی امن کا حقدار ہوگا (اس پر کوئی مواخذہ نہیں) البتہ اس سے صرف وہ لوگ مستثنیٰ ہوں گے جو ظلم یا جرم کے مرتکب ہوں۔

57: اور جو اس نوشتہ کی وفا شعاری اور احتیاط سے تعمیل کرے گا تو اللہ اور اس کے رسول محمد بھی اس کے نگہبان اور خیر اندیش ہیں۔

غزوات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں حق و باطل کے کئی معرکے ہوئے۔ مسلمانوں نے ہمیشہ مدینہ منورہ کا دفاع کرتے ہوئے یا پھر سازش و فتنے کو کچلتے ہوئے کفار کا مقابلہ کیا۔ وہ معرکہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود موجود تھے وہ غزوہ کہلاتا ہے۔ غزوات غزوہ کی جمع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مبارک میں کئی غزوات ہوئے ان میں سے مشہور ترین غزوات درج ذیل ہیں:

1: غزوہ بدر۔
2: غزوہ احد۔
3: غزوہ خندق۔
4: غزوہ تبوک۔
5: غزوہ حنین۔
6: غزوہ فتح مکہ۔

متبنیٰ بنانے کی ممانعت:

قرآن مجید کی سورۃ الاحزاب میں فرمایا گیا ہے:

((وماجعل ادعیاء کم ابناء کم))(احزاب، آیت 4)

''اور نہیں بنایا لے پالکوں کو تمہارے بیٹے۔''

لے پالک لڑکے حقیقی بیٹے کے برابر نہیں ہے۔

اسی سورۃ میں فرمایا گیا ہے:

((ادعوھم لابائھم ھو اقسط عنداللہ))

Marfat.com

''پکارو لے پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے۔ یہی پورا انصاف ہے اللہ کے ہاں۔''

سورۃ احزاب کی آیت نمبر 37 میں جس ''زید'' نامی شخص کا نام لیا گیا ہے' اس سے مراد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت زید کے والد حارثہ بن شراحیل قبیلہ کلب سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام سعدیٰ تھا جو قبیلہ طے کی ایک شاخ معن سے تعلق رکھتی تھیں۔ آپ کی والدہ آپ کو ہمراہ لے کر ایک مختصر سے قافلہ کی معیت میں اپنے میکے جا رہی تھیں کہ راستے میں کچھ لٹیروں نے پڑاؤ پر حملہ کر دیا اور مال و اسباب لوٹنے کے علاوہ کچھ آدمیوں کو بھی پکڑ کر لے گئے، ان لوگوں میں حضرت زید بھی شامل تھے۔ اس وقت ان کی عمر آٹھ سال تھی۔

لٹیروں نے حضرت زید کو عکاظ کے میلے میں لے جا کر بیچ دیا۔ خریدنے والے حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام تھے۔ انہوں نے حضرت زید کو حضرت خدیجہ کی خدمت میں نذر کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت خدیجہ سے نکاح کیا تو ان کے ہاں زید کو دیکھ کر انہیں مانگ لیا۔ اس طرح حضرت زید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو غلامی سے آزاد کر دیا اور قریش کے عام مجمع میں اعلان کیا کہ آج سے زید میرا بیٹا ہے اور یہ مجھ سے وراثت پائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے کے بعد جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو سب سے پہلے تسلیم کیا ان میں حضرت زید تیسرے نمبر پر تھے۔ اس وقت ان کی عمر 30 برس تھی۔

اب حضرت زید کو لوگ ''زید بن محمد'' کہنے لگے۔

ہجرت کے چوتھے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب (جو امیمہ بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں) سے کرنا چاہا، لیکن چونکہ وہ غلام رہ چکے تھے اس لئے حضرت زینب کو یہ نسبت گوارا نہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار کیا تو وہ راضی ہو گئیں۔ چنانچہ حضرت زید اور حضرت زینب کا نکاح کر دیا گیا۔

حضرت زینب تقریباً ایک سال تک حضرت زید کے نکاح میں رہیں۔ اس دوران میاں بیوی میں اَن بَن رہی۔ یہاں تک کہ حضرت زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ زینب مجھ سے زبان درازی کرتی ہیں اور میں انہیں طلاق دینا چاہتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو بار بار سمجھایا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دیں۔ سورۃ الاحزاب میں اس واقعہ کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے:

((واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ))

(احزاب، آیت: 37)

Marfat.com

''اور جبکہ آپ اس شخص سے جس پر اللہ نے اور آپ نے احسان کیا تھا یہ کہتے تھے کہ اپنی بیوی کو نکاح میں لئے رہو اور اللہ سے خوف کرو۔''

لیکن میاں بیوی کے درمیان مصالحت نہ ہو سکی اور بالآخر حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی۔

حضرت زینب کو طلاق ملنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کی دلجوئی کیلئے اللہ کے حکم سے خود ان سے نکاح کر لینا چاہا، لیکن عرب میں اس وقت تک متبنّی حقیقی بیٹے کے برابر سمجھا جاتا تھا، اس لئے عام لوگوں کے خیال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تامل فرماتے تھے، چونکہ یہ محض جاہلیت کی ایک رسم تھی اور اللہ تعالیٰ کو اس کا مٹانا مقصود تھا۔ اس پر سورۃ احزاب کی یہ آیت نازل ہوئی جو آیت نمبر 37 کا ایک حصہ ہے:

((وتخفی فی نفسك ما اللہ مبدیه وتخشی الناس واللہ احق ان تخشه))

''اور تم اپنے دل میں وہ بات چھپاتے ہو جس کو اللہ ظاہر کر دینے والا ہے اور تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ ڈرنا اللہ سے چاہئے۔''

سورۃ الاحزاب کی اس آیت سے قبل آیت نمبر 4 میں ''متبنّی'' سے متعلق حکم دیا جا چکا ہے کہ ان کی حیثیت حقیقی بیٹوں کے برابر نہیں۔

((وما جعل ادعیاء کم ابنائکم))

''اور نہیں بنایا تمہارے لے پالکوں کو تمہارے حقیقی بیٹے۔''

چنانچہ یہ حکم نازل ہونے پر لوگوں نے حضرت زید کو ''زید بن محمد'' کے بجائے ان کے اصل باپ کی نسبت سے ''زید بن حارثہ'' کہنا شروع کر دیا تھا۔

سورۃ الاحزاب کی 37 نمبر آیت کے ایک حصہ میں فرمایا گیا ہے:

((فلما قضیٰ زید منها وطراً زوجنکها لکی لایکون علی المومنین حرج فی ازواج ادعیائهم اذا قضوا منهن وطراً وکان امر اللہ مفعولاً))

(احزاب، آیت: 37)

''پھر جب زید (بن حارثہ) تمام کر چکا اس عورت سے اپنی غرض تو ہم نے اس کو تیرے نکاح میں دے دیا' تاکہ مسلمانوں پر اپنے لے پالکوں کی بیوی سے نکاح کر لینے پر کوئی گناہ نہ رہے، جب وہ ان سے اپنی غرض تمام کر لیں (طلاق دے دیں اور عدت پوری ہو جائے) اور یہ بات اللہ کا حکم بجا لانا ہے۔''

چنانچہ جب حضرت زید نے حضرت زینب کو طلاق دے دی اور وہ اپنی عدت پوری کر چکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منشائے الٰہی کے مطابق حضرت زینب سے نکاح کر لیا۔

Marfat.com

حجۃ الوداع:
ذوقعدہ 10 ہجری میں اعلان ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جا رہے ہیں۔ یہ خبر دفعتاً پھیل گئی اور شرف ہمرکابی کے لیے تمام عرب اُمڈ آیا۔ ذوقعدہ کی 26 تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمایا اور چادر اور تہبند باندھی۔ نمازِ ظہر کے بعد مدینہ سے باہر نکلے اور تمام ازواجِ مطہرات کو ساتھ چلنے کا حکم فرمایا۔ مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفہ ایک مقام ہے جو مدینہ کی میقات ہے، یہاں پہنچ کر شب بھر اقامت فرمائی اور دوسرے دن دوبارہ غسل فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے آپ کے جسم مبارک میں عطر مَلا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز ادا کی، پھر اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے یہ الفاظ کہے:

((لبیك اللّٰهم لبیك لا شریك لك لبیك اِنّ الحمد و النّعمة لك و الملك لا شریك لك))

''اے اللہ! ہم حاضر ہیں! اے اللہ! تیرا کوئی شریک نہیں، ہم حاضر ہیں، تعریف اور نعمت سب تیری ہی ہے، اور سلطنت میں تیرا کوئی شریک نہیں۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں، ان کا بیان ہے کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے، دائیں بائیں جہاں تک نظر کام کرتی، آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا۔ (ایک روایت کے مطابق کم و بیش ایک لاکھ چالیس ہزار مسلمان شریکِ حج تھے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب لبیک فرماتے تھے تو ہر طرف سے اسی صدائے غلغلہ انگیز کی آواز بازگشت آتی تھی اور تمام دشت و جبل گونج اٹھتے تھے۔

فتح مکہ میں آپ علیہ السلام نے جن منازل میں نماز ادا کی تھی، وہاں برکت کے خیال سے لوگوں نے مسجدیں بنا لی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مساجد میں نماز ادا کرتے جاتے تھے۔ سرف کے مقام پر پہنچ کر غسل فرمایا، دوسرے دن، اتوار کے روز ذوالحجہ کی چار تاریخ کو صبح کے وقت مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے۔ مدینہ سے مکہ تک کا یہ سفر نو دن میں طے ہوا۔ خاندان ہاشم کے لڑکوں نے آمد آمد کی خبر سنی تو خوشی سے باہر نکل آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرطِ محبت سے اونٹ پر کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے بٹھالیا۔ کعبۃ اللہ پر نظر پڑی تو عرض کیا:

''اے اللہ! اس گھر کو اور زیادہ عزت اور شرف دے۔''

پھر کعبہ کا طواف کیا، طواف سے فارغ ہو کر مقامِ ابراہیم میں دو رکعت نماز ادا فرمائی اور یہ آیت پڑھی:

((و اتخذوا من مقامِ ابراهیم مصلّیٰ))

(سورۃ البقرہ: ۱۲۵)

''اور مقامِ ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ۔''

Marfat.com

صفا پہاڑ پر پہنچے تو یہ آیت پڑھی:

((اِنَّ الصَّفا و المَرْوة من شعآئر اللّٰه))(سورۃ البقرہ:۱۵۸)

''صفا اور مروہ اللہ کی نشانیاں ہیں۔''

یہاں سے کعبہ نظر آیا تو یہ الفاظ فرمائے:

((لآ الٰه اِلّا اللّٰه وحدهٗ لا شریك لهٗ له الملك وله الحمد یحیی ویمیت وهو علٰی کلّ شیءٍ قدیر۔ لا اله الا اللّٰه وحدهٗ انجز وعدهٗ ونصر عبدهٗ وهزم الاحزاب وحدهٗ))(سنن ابی داوٗد)

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، اس کے لئے سلطنت اور ملک اور حمد ہے، وہ مارتا اور زندہ کرتا ہے اور وہ تمام چیزوں پر قادر ہے، اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندہ کی مدد کی اور اس اکیلے نے تمام لشکروں کو شکست دی۔''

صفا سے اتر کر کوہ مروہ پر تشریف لائے۔ یہاں بھی دعا و تہلیل کی۔

اہل عرب ایامِ حج میں عمرہ ناجائز سمجھتے تھے، صفا و مروہ کے طواف وسعی سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے، عمرہ تمام کر کے احرام اُتارنے کا حکم دیا۔ بعض صحابہ نے گزشتہ رسوم مالوفہ کی بناء پر اس حکم کی بجا آوری میں معذرت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر میرے ساتھ قربانی کے اونٹ نہ ہوتے تو میں بھی ایسا ہی کرتا۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ عرصہ پہلے یمن بھیجے گئے تھے، اسی وقت وہ یمنی حاجیوں کا قافلہ لے کر مکہ میں وارد ہوئے، چونکہ ان کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اس لئے انہوں نے احرام نہیں اتارا۔ جمعرات کے روز آٹھویں تاریخ کو آپ نے تمام مسلمانوں کے ساتھ منیٰ میں قیام فرمایا، دوسرے دن نو ذی الحجہ کو جمعہ کے روز صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ سے روانہ ہوئے۔ قریش کا معمول تھا کہ جب مکہ سے حج کے لیے نکلتے تھے تو عرفات کے بجائے مزدلفہ میں قیام کرتے تھے جو حرم کے حدود میں تھا، ان کا خیال تھا کہ قریش نے اگر حرم کے سوا کسی اور مقام پر مناسک حج ادا کیے تو ان کی شان یکتائی میں فرق آ جائے گا لیکن اسلام کو جو مساوات عام قائم کرنی تھی، اس کے لحاظ سے یہ تخصیص روا نہیں رکھی جا سکتی تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم:

((ثم افیضوا من حیث افاض الناس))

''پھر وہاں سے پلٹو جہاں سے لوگ پلٹتے ہیں۔''

کے مطابق آپ علیہ السلام بھی عام مسلمانوں کے ساتھ عرفات میں آئے اور یہ اعلان فرمایا:

((قفوا علی مشاعرکم فانّکم علٰی ارث من ارث ابیکم ابراهیم))

Marfat.com

''اپنے مقدس مقامات میں ٹھہرے رہو کہ تم اپنے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کی وراثت ہو۔''

عرفہ میں حاجیوں کا قیام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہے اور انہی نے اس مقام کو اس غرضِ خاص کے لیے متعین کیا ہے۔ عرفات میں ایک مقام نمرہ ہے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کمل کے خیمہ میں قیام فرمایا۔ دوپہر ڈھل گئی تو ناقہ پر (جس کا نام قصواء تھا) سوار ہو کر میدان میں آئے اور ناقہ کے اوپر ہی سے خطبہ پڑھا۔

آج پہلا دن تھا کہ اسلام اپنے جاہ وجلال کے ساتھ نمودار ہوا اور جاہلیت کے تمام بے ہودہ مراسم کو مٹا دیا، اس لئے آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((الا کل شیءٍ من امر الجاهلية تحت قدمی موضوع)) (صحیح مسلم و ابوداوٗد)

''ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔''

تکمیل انسانی کی منزل میں سب سے بڑا سنگِ راہ امتیازِ مراتب تھا جو دنیا کی تمام قوموں نے تمام مذاہب نے، تمام ممالک نے مختلف صورتوں میں قائم کر رکھا تھا۔ سلاطین سایۂ یزدانی تھے جن کے آگے کسی کو چوں و چرا کی مجال نہ تھی ائمہ مذہب کے ساتھ کوئی شخص مسائل مذہبی میں گفتگو کا مجاز نہ تھا۔ شرفاء رذیلوں سے ایک بالاتر مخلوق تھی، غلام آقا کے ہمسر نہیں ہو سکتے تھے۔ آج یہ تمام فرقے، یہ تمام امتیازات، یہ تمام حد بندیاں دفعتاً ٹوٹ گئیں۔ فرمایا:

((ایها الناس الا ان ربّکم واحد وانّ اباکم واحد اَلا لا فضل لعربیّ علٰی عجمیّ ولا لعجمیّ علٰی عربیّ ولا لِاَحمرٍ علٰی اسودٍ ولا لِاَسوَدٍ علٰی احمرٍ اِلّا بالتّقوٰی))(مسند احمد)

''لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے، کسی عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کے سبب سے۔''

پھر فرمایا:

((انّ کلّ مسلمٍ اخوا المسلم وانّ المسلمین اخوةٌ))

''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔''

پھر فرمایا:

((ارقاء کم ارقاء کم اطعموهُم مِمّا تاکلون واکسُوهم مِمّا تلبسون))

(ابن سعد)

''تمہارے غلام! تمہارے غلام! (ان پر ظلم نہ کرنا) جو خود کھاؤ وہی ان کو کھلاؤ جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔''

عرب میں کسی خاندان کا کوئی شخص کسی کے ہاتھ سے قتل ہوتا تو اس کا انتقام لینا خاندانی فرض ہو جاتا تھا، یہاں تک کہ سینکڑوں برس گزر جانے پر بھی فرض باقی رہتا تھا اور اسی بنا پر لڑائیوں کا ایک غیر منقطع سلسلہ قائم ہو جاتا تھا اور عرب کی

Marfat.com

زمین ہمیشہ خون سے رنگین رہتی تھی۔ آج یہ سب سے قدیم رسم، عرب کا سب سے مقدم فخر، خاندان کا پُرفخر مشغلہ برباد کر دیا جاتا ہے، اور اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اپنا نمونہ آپ پیش کرتے ہیں:

((ودماء الجاهلية موضوعة وان اوّل دم اضع من دمائنا دم ابن ربيعة بن الحارث))

''جاہلیت کے تمام خون (انتقامِ خون) باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان میں سے ربیعہ بن الحارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔''

تمام عرب میں سودی کاروبار کا ایک جال پھیلا ہوا تھا جس سے غرباء کا ریشہ ریشہ جکڑا ہوا تھا، اور ہمیشہ کے لئے اپنے قرض خواہوں کے غلام بن گئے تھے، آج وہ دن ہے کہ اس جال کا تار تار الگ ہوتا ہے، اس فرض کی تکمیل کے لیے بھی معلمِ حق سب سے پہلے اپنے خاندان کو پیش کرتا ہے:

((وربا الجاهلية موضوع واوّل رِبا اضع ربانا ربا عباس بن عبدالمطلب))

''جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کا سود (جو انہوں نے لوگوں سے وصول کرنا ہے) باطل کرتا ہوں۔''

اس کے بعد آپ نے زن وشوہر کے فرائض کی تفصیل فرمائی۔ آج تک عورتیں جو ایک جائیداد منقولہ سمجھی جاتی تھیں، جو قمار بازیوں میں داؤں پر چڑھا دی جاتی تھیں، آج پہلا دن ہے کہ یہ گروہِ مظلوم، یہ صنفِ لطیف، یہ جوہر نازک، قدردانی کا تاج پہنتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

((فاتّقوا الله فی النّساء)) (صحيح مسلم و ابوداؤد)

''عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔''

((انّ لكم علٰى نساء كم حقًّا ولهنّ عليكم حقًّا))

''تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔''

عرب میں جان و مال کی کچھ قیمت نہ تھی جو شخص چاہتا تھا قتل کر دیتا تھا اور جس کا مال چاہتا تھا چھین لیتا تھا، آج امن وسلامتی والا پیغمبر تمام دنیا کو صلح کا پیغام سناتا ہے:

((ان دماء كم واموالكم عليكم حرامٌ كحرمة يومكم هذا فی شهركم هذا فی بلدكم هذا الٰی يوم تلقون ربكم))

''تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے۔''

اسلام سے پہلے بڑے بڑے مذاہب دنیا میں پیدا ہوئے لیکن ان کی بنیاد خود صاحبِ شریعت کے تحریری اصول پر

Marfat.com

نہ تھی، ان کو اللہ کی طرف سے جو ہدایتیں ملتی تھیں، بندوں کی ہوس پرستیوں نے ان کی حقیقت گم کر دی تھی، ابدی مذہب کا پیغمبر اپنی زندگی کے بعد ہدایاتِ ربانی کا مجموعہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی امت کو سپرد کرتا ہے اور تاکید کرتا ہے:

((وانّی قد ترکتُ فیکم ما لن تضلّوا بعدہٗ ان اعتصَمتُم بہٖ کتاب اللّٰہ))

''میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے، وہ چیز کیا ہے؟ کتاب اللہ!''

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے چند اصولی احکام کا اعلان فرمایا:

((انّ اللّٰہ عزّوجل قد اعطی کلّ ذی حقّ حقّہٗ فلا وصیۃ لوارثٍ))

''اللہ نے ہر حق دار کو (از روئے وراثت) اس کا حق دے دیا۔ اب کسی کو وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔''

پھر فرمایا:

((الولد للفراش وللعاھر الحجر وحسابھم علی اللّٰہ))

''لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا، زنا کار کے لیے پتھر ہے اور ان کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔''

پھر فرمایا:

((من ادعی الی غیر ابیہ وانتھی الٰی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللّٰہ))

''جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرے اور جو غلام اپنے مولیٰ کے سوا کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔''

پھر فرمایا:

((اَلا لَا یحِلُّ لِاِمرأۃٍ ان تعطی من مال زوجھا شیئًا اِلَّا باذنہٖ الدین مقضی والعاریۃ موداۃ والمنحۃ مردودۃ والزعیم غارم))

''ہاں عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ دینا جائز نہیں، قرض ادا کیا جائے، عاریت واپس کی جائے، عطیہ لوٹایا جائے، ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔''

یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع عام کی طرف خطاب کیا:

((انتم مسئولون عنّی فما انتم قائلون)) (صحیح مسلم و ابوداوٗد)

''تم سے اللہ کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تم کیا جواب دو گے؟''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''ہم کہیں گے کہ آپ نے پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔''

Marfat.com

آپ علیہ السلام نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار عرض کیا:

((اللّٰھم اشھداللّٰھم اشھداللّٰھم اشھد))(صحیح مسلم و ابو داؤد)

''اے اللہ! تو گواہ رہنا۔اے اللہ! تو گواہ رہنا۔اے اللہ! تو گواہ رہنا۔''

عین اس وقت جب آپ علیہ السلام یہ فرضِ نبوت ادا کر رہے تھے یہ آیت اتری:

((الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینًا))

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے مذہب اسلام کو انتخاب کر لیا۔''

نہایت حیرت انگیز اور عبرت خیز منظر یہ تھا کہ شہنشاہِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت لاکھوں آدمیوں کے مجمع میں فرمانِ ربانی کا اعلان کر رہے تھے، اس وقت ان کے تختِ شہنشاہی کا مسند و بالین (کجاوہ اور عرق گیر) ایک درہم سے زیادہ قیمت کا نہ تھا۔

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا اور ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ ادا کی۔ پھر ناقہ پر سوار ہو کر موقف تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہو کر دیر تک قبلہ رو دعا میں مصروف رہے۔ جب آفتاب ڈوبنے لگا تو آپ علیہ السلام نے وہاں سے چلنے کی تیاری کی۔ حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو اونٹ پر پیچھے بٹھا لیا، آپ ناقہ کی زمام کھینچے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اس کی گردن کجاوے میں آ کر لگتی تھی۔ لوگوں کے ہجوم سے ایک اضطراب سا پیدا ہو گیا تھا، لوگوں کو دست راست سے اور بخاری شریف میں ہے کہ کوڑہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے جاتے تھے کہ ''آہستہ آہستہ'' اور زبان مبارک سے ارشاد فرما رہے تھے:

((السّکینة یا ایھا الناس السّکینة یا ایھا الناس))

''لوگو! سکون کے ساتھ، لوگو! سکون کے ساتھ۔''

اثنائے راہ میں ایک جگہ اُتر کر طہارت کی۔ اُسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''یارسول اللہ! نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے۔''

فرمایا:

'نماز کا موقع آگے آتا ہے۔''

تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام قافلہ کے ساتھ مزدلفہ پہنچے، یہاں پہلے مغرب کی نماز پڑھی، اس کے بعد لوگوں نے اپنے اپنے پڑاؤ پر جا کر سواریوں کو بٹھایا، ابھی سامان کھولنے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً ہی عشاء کی تکبیر ہوئی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ لیٹ گئے اور صبح تک آرام فرمایا۔ بیچ میں روزانہ دستور کے خلاف عبادتِ شبانہ کے لئے بیدار

Marfat.com

ہوئے۔
محدثین نے لکھا ہے کہ یہی ایک شب ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تہجد ادا نہیں فرمائی۔ صبح سویرے اٹھ کر با جماعت فجر کی نماز پڑھی۔ کفار قریش مزدلفہ سے اس وقت کوچ کرتے تھے جب آفتاب پورا نکل آتا تھا اور آس پاس کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر دھوپ چمکنے لگتی تھی، اس وقت با آواز بلند کہتے تھے:
''کوہ ثبیر! دھوپ سے چمک جا۔''
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کے ابطال کے لئے سورج نکلنے سے پہلے یہاں سے کوچ فرمایا۔
(صحیح بخاری وابوداؤد)

یہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ اور ہفتہ کا دن تھا۔
حضرت فضل بن عباس آپ کے برادر عم زاد ناقہ پر ساتھ تھے۔ اہل حاجت داہنے بائیں حج کے مسائل دریافت کرنے کے لئے آرہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے تھے اور زور زور سے مناسک حج کی تعلیم دیتے جاتے تھے۔

(ابوداؤد)

وادی محسر کے راستہ سے آپ جمرہ کے پاس آئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جو اس وقت کمسن تھے، فرمایا مجھے کنکریاں چن کر دو۔ آپ نے کنکریاں پھینکیں اور لوگوں کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا:
((ایاکم والغلوّ فی الدین فانما اھلك قبلکم الغلو فی الدین))

(ابن ماجہ ونسائی)

''مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچو، کیونکہ تم سے پہلی قومیں اسی سے برباد ہوئیں۔''
اسی اثنا میں آپ یہ بھی فرماتے:
((لتاخذوا مناسککم فانّی لا ادری لعلّی لا احجّ بعد حجتی ھذہ))

(مسلم وابوداؤد)

''حج کے مسائل سیکھ لو! میں نہیں جانتا کہ اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت نہ آئے۔''
یہاں سے فارغ ہو کر منیٰ کے میدان میں تشریف لائے اور داہنے بائیں، آگے پیچھے تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کا مجمع تھا۔ مہاجرین قبلہ کے داہنے، انصار بائیں اور بیچ میں عام مسلمانوں کی صفیں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ پر سوار تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ناقہ کی مہار تھی، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما پیچھے پیچھے کپڑا تان کر سایہ کیے ہوئے تھے۔ آپ علیہ السلام نے نظر اٹھا کر اس عظیم الشان مجمع کی طرف دیکھا تو فرائض نبوت کے 23 سالہ نتائج نگاہوں کے سامنے تھے۔ زمین سے آسمان تک قبول و اعتراف حق کا نور ضوء فشاں تھا۔ دیوان قضا میں انبیائے سابقین کے فرائض تبلیغ کے کارناموں پر ختم رسالت کی مہر ثبت ہو رہی تھی اور دنیا اپنی تخلیق کے لاکھوں برس کے

Marfat.com

بعد دینِ فطرت کی تکمیل کا مژدہ کائنات کے ذرہ ذرہ کی زبان سے سن رہی تھی۔ عین اسی عالم میں زبانِ حق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام و دہن میں زمزمہ پرداز ہوئی۔ اب ایک نئی شریعت ایک نئے نظام اور ایک نئے عالم کا آغاز تھا۔ اس بناء پر ارشاد فرمایا:

((ان الزّمان قد استدار کھیئة یوم خلق اللّٰہ السمٰوٰتِ والارض))

''ابتدا میں اللہ نے جب آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا، زمانہ پھر پھرا کے آج پھر اُسی نقطہ پر آ گیا۔''

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے طریقِ عبادت (حج) کا موسم اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا۔ اس کا سبب یہ ہے اس زمانہ میں کسی قسم کی خونریزی جائز نہیں تھی۔ اس لیے عربوں کے خون آشام جذبات حیلہ جنگ کے لیے اس کو کبھی گھٹا کبھی بڑھا دیتے تھے۔ آج وہ دن آیا کہ اس اجتماعِ عظیم کے سامنے ''اشہر حرم'' کی تعیین کر دی جائے، آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((اَلسَّنَة اثنا عشر شھرًا منھا اربعة حرم ثلاثة متوالیات ذوالقعدة وذوالحجة ومحرم ورجب شھر مضر الذی بین جمادی و شعبان))

''سال کے بارہ مہینے ہیں جن میں چار مہینے قابلِ احترام ہیں، تین تو متواتر مہینے ہیں، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب مضر کا مہینہ جو جمادی الثانی اور شعبان کے بیچ میں (رجب) ہے۔''

دنیا میں عدل و انصاف اور جور و ستم کا محور صرف تین چیزیں ہیں جان، مال اور آبرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل کے خطبہ میں گو ان کے متعلق ارشاد فرما چکے تھے لیکن عرب کے صدیوں کے زنگ دور کرنے کے لیے مکرر تاکید ضرورت تھی، آج آپ علیہ السلام نے اس کے لیے عجیب بلیغ انداز اختیار فرمایا۔

لوگوں سے مخاطب ہو کر پوچھا:

''کچھ معلوم ہے آج کون سا دن ہے۔؟''

لوگوں نے عرض کیا:

''اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔''

آپ علیہ السلام دیر تک چپ رہے۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے۔

دیر تک سکوت کے بعد فرمایا:

''کیا آج قربانی کا دن نہیں ہے؟''

لوگوں نے کہا:

''ہاں بے شک ہے۔''

پھر ارشاد ہوا:

''یہ کون سا مہینہ ہے؟''

Marfat.com

لوگوں نے عرض کیا:

"اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دیر تک سکوت کیا اور فرمایا:

"کیا یہ ذوالحجہ کا مہینہ نہیں ہے؟"

لوگوں نے کہا:

"ہاں بے شک ہے۔"

پھر پوچھا:

"یہ کون سا شہر ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا:

"اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح دیر تک سکوت کے بعد فرمایا:

"کیا یہ بلدۃ الحرام نہیں ہے؟"

لوگوں نے عرض کیا:

"ہاں بے شک ہے۔"

اب سامعین کے دل میں یہ خیال پوری طرح جاگزیں ہو چکا کہ آج کا دن بھی، مہینہ بھی، اور خود شہر بھی محترم ہے جس اس مہینہ میں، اس دن میں، اس مقام میں جنگ اور خونریزی جائز نہیں۔ تب فرمایا:

((فانّ دماء کم و اموالکم و اعراضکم علیکم حرامٌ کحرمة یومکم هذا فی شهر کم هذا فی بلدکم هذا))

"تو تمہارا خون، تمہارا مال، اور تمہاری آبرو (تا قیامت) اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن، اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔"

قوموں کی بربادی ہمیشہ آپس کے جنگ و جدال اور باہمی خونریزیوں کا نتیجہ رہی ہے۔ وہ پیغمبر جو ایک لازوال قومیت کا بانی بن کر آیا تھا اس نے اپنے پیروؤں سے بآوازِ بلند کہا:

((الا لا ترجعوا بعدی ضلا لا یضرب بعضکم رقاب بعضٍ وستلقون ربکم فلیسئلکم عن اعمالکم))

"ہاں! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو، تم کو اللہ کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کرے گا۔"

Marfat.com

ظلم وستم کا ایک عالمگیر پہلو یہ تھا کہ اگر خاندان میں کسی ایک شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تو اس خاندان کا ہر شخص اس جرم کا قانونی مجرم سمجھا جاتا تھا، اور اکثر اصلی مجرم کے روپوش یا فرار ہو جانے کی صورت میں بادشاہ کا اس خاندان میں سے جس پر قابو چلتا تھا اس کو سزا دیتا تھا، باپ کے جرم میں بیٹے کو سولی دی جاتی تھی، اور بیٹے کے جرم کا خمیازہ باپ کو اٹھانا پڑتا تھا۔ یہ سخت ظالمانہ قانون تھا جو مدت سے دنیا میں حکمران تھا۔ اگرچہ قرآن مجید نے لا تزر وازرۃٌ وزر اُخریٰ کے وسیع قانون کی رُو سے اس ظلم کی ہمیشہ کے لیے بیخ کنی کر دی تھی لیکن اس وقت جب دنیا کا آخری پیغمبر ایک نیا نظامِ سیاست ترتیب دے رہا تھا، اس اصول کو فراموش نہیں کر سکتا تھا، آپ علیہ السلام نے فرمایا:

((الا لا یجنی جان اِلا علٰی نفسہٖ الا لا یجنی جان علٰی ولدہٖ ولا مولودٌ علٰی والدہٖ))

(ابن ماجہ وترمذی)

''خبردار! مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے۔ خبردار! باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں اور بیٹے کے جرم کا جواب دہ باپ نہیں۔''

عرب کی بدامنی اور نظامِ ملک کی بے ترتیبی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ ہر شخص اپنی سرداری کا آپ مدعی تھا اور دوسرے کی ماتحتی اور فرمانبرداری کو اپنے لیے ننگ وعار جانتا تھا۔ ارشاد ہوا:

((ان امر علیکم عبد مجدع اسود یقود کم بکتاب اللّٰہ فاسمعوا لہٗ واطیعوا))

(صحیح مسلم)

''اگر کوئی حبشی ناک بریدہ غلام بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو اللہ کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔''

ریگستانِ عرب کا ذرہ ذرہ اس وقت اسلام کے نور سے منور ہو چکا تھا اور خانہ کعبہ ہمیشہ کے لیے ملتِ ابراہیم کا مرکز بن چکا تھا، اور فتنہ پرداز قوتیں پامال ہو چکی تھیں۔ اس بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((الا اِنّ الشّیطان قد ایس ان یعبد فی بلد کم ھٰذا ابدًا ولکن ستکون لہٗ طاعۃ فیما تحقرون من اعمالکم فسیرضی بہٖ))(ابن ماجہ و ترمذی)

''خبردار! شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا کہ اب تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش قیامت تک نہ کی جائے گی، البتہ جو تم چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کی پیروی کرو گے وہ اس پر خوش ہوگا۔''

سب سے آخر میں آپ علیہ السلام نے اسلام کے فرائض اولین یاد دلائے:

((اُعبدوا ربّکم فصلُّوا خمسکم وصوموا شھرکم واطیعوا اذا امرکم تدخلوا جنۃ ربکم))

''اپنے پروردگار کو پوجو، پانچوں وقت کی نماز پڑھو، (رمضان کے) مہینہ کے روزے رکھا کرو اور میرے

Marfat.com

احکام کی اطاعت کرو، اللہ کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔''

یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

((اَلا ھَل بلّغت))

''کیا میں نے پیغامِ الٰہی پہنچا دیا۔؟''

سب بول اُٹھے:

''ہاں۔''

عرض کیا:

((اللّٰھم اشھد))

''اے اللہ! تو گواہ رہنا۔''

پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

((فلیبلّغ الشّاھد الغائب))

''جو لوگ اس وقت موجود ہیں وہ ان کو سنا دیں جو موجود نہیں۔''

خطبہ کے اختتام پر آپ علیہ السلام نے تمام مسلمانوں کو الوداع کہا۔

اس کے بعد آپ قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا:

''قربانی کے لیے منیٰ کی کچھ تخصیص نہیں ہے بلکہ مکہ کی ایک ایک گلی میں قربانی ہو سکتی ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قربانی کے سو اونٹ تھے، کچھ تو آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیے اور باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیئے کہ وہ ذبح کریں، اور حکم دیا کہ گوشت پوست جو کچھ ہو سب خیرات کر دیا جائے، یہاں تک کہ قصاب کی مزدوری بھی اس سے ادا نہ کی جائے، بلکہ الگ سے دی جائے۔

قربانی سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معمر بن عبداللہ کو بلوایا اور سر کے بال منڈوائے اور فرطِ محبت سے کچھ بال اپنے دست مبارک سے ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی اُم سُلیم اور بعض ان لوگوں کو جو پاس بیٹھے تھے عنایت فرمائے اور باقی حضرت ابوطلحہ نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کر دیئے، اس کے بعد آپ مکہ تشریف لائے، خانہ کعبہ کا طواف کیا، اس سے فارغ ہو کر چاہ زمزم کے پاس آئے۔

چاہ زمزم سے حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت خاندانِ عبدالمطلب سے متعلق تھی، چنانچہ اس وقت اسی خاندان کے لوگ پانی نکال نکال کر لوگوں کو پلا رہے تھے، آپ نے فرمایا:

''یا بنی عبدالمطلب! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ مجھ کو ایسا کرتے دیکھ کر اور لوگ بھی تمہارے ہاتھ سے ڈول چھین کر خود اپنے ہاتھ سے پانی نکال کر پئیں گے تو میں خود اپنے ہاتھ سے پانی نکال کر پیتا۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ڈول میں پانی نکال کر پیش کیا، آپ نے قبلہ رخ ہو کر کھڑے کھڑے پانی پیا۔ پھر

Marfat.com

یہاں سے منیٰ واپس تشریف لے گئے اور وہیں نماز ظہر ادا فرمائی۔ (صحیح مسلم وابوداؤد)

بقیہ ایام التشریق یعنی 12 ذی الحجہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقل اقامت منیٰ ہی میں فرمائی۔ ہر روز زوال کے بعد رمیِ جمار کی غرض سے تشریف لے جاتے اور پھر واپس آ جاتے۔ ابوداؤد، باب الخطبۃ منیٰ میں ایک حدیث ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے 12 ذی الحجہ کو بھی منیٰ میں ایک خطبہ دیا تھا، جس کے الفاظ مختصراً وہی ہیں جو پہلے خطبوں میں گزر چکے ہیں۔ تیرہ ذی الحجہ کو منگل کے دن زوال کے بعد آپ نے یہاں سے نکل کر وادی محصب میں قیام کیا اور شب کو اسی مقام پر آرام فرمایا۔ پچھلے پہر اٹھ کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور خانہ کعبہ کا آخری طواف کر کے وہیں صبح کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد قافلے اسی وقت اپنے اپنے مقام کو روانہ ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار کے ساتھ مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ راہ میں ایک مقام خم پڑا، جو جحفہ سے تین میل پر ہے، یہاں ایک تالاب ہے، عربی میں تالاب کو غدیر کہتے ہیں اور اس لیے اس مقام کا نام عام روایتوں میں غدیر خم آتا ہے۔ آپ نے یہاں تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ایک مختصر سا خطبہ دیا:

((اما بعد الا ایّھا الناس فانّما انا بشرٌ یوشك ان یاتی رسول ربّی فاجیب وانا تارك فیكم الثقلین اوّلھما كتاب اللّٰہ فیہ الھدٰی والنور فخذوا كتاب اللّٰہ واستمسكوا بہٖ واھل بیتی اذكركم اللّٰہ فی اھل بیتی))

''حمد وثناء کے بعد! اے لوگو! میں بھی بشر ہوں ممکن ہے کہ اللہ کا فرشتہ جلد آ جائے اور مجھے قبول کرنا پڑے (موت کو) میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں: ایک اللہ کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے، اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو اور دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں۔''

آخری جملہ کو آپ نے تین دفعہ مکرر فرمایا۔ یہ صحیح مسلم (مناقب حضرت علی) کی روایت ہے۔ نسائی، مسند امام احمد، ترمذی، طبرانی، طبری، حاکم وغیرہ میں کچھ اور فقرے بھی ہیں جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منقبت ظاہر کی گئی ہے ان روایتوں میں ایک فقرہ اکثر مشترک ہے:

((من كنت مولاہ فعلیٌّ مولاہ اللّٰھم والِ من والاہ وعاد من عاداہ))

''جس کا میں مولا ہوں علی بھی اس کا مولا ہے۔ الٰہی! جو علی سے محبت رکھے اس سے تو بھی محبت رکھ، اور جو علی سے عداوت رکھے اس سے تو بھی عداوت رکھ۔''

احادیث میں خاص یہ تصریح نہیں کہ ان الفاظ کے کہنے کی ضرورت کیا پیش آئی۔ بخاری میں ہے کہ اسی زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ یمن بھیجے گئے تھے، جہاں سے واپس آ کر وہ حج میں شامل ہوئے تھے۔ یمن میں انہوں نے اپنے اختیار سے ایک ایسا واقعہ کیا تھا جس کو ان کے بعض ہمراہیوں نے پسند نہیں کیا، ان میں سے ایک صاحب نے آ کر

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''علی کو اس سے زیادہ کا حق تھا۔''

عجب نہیں کہ اسی قسم کے شکوک رفع کرنے کے لئے اس موقع پر آپ نے یہ الفاظ فرمائے۔

مدینہ کے قریب پہنچ کر ذوالحلیفہ میں شب بسر کی، صبح کے وقت ایک طرف سے آفتاب نکلا، اور دوسری طرف کوکبۂ نبوی مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ سوادِ مدینہ پر نظر پڑی تو یہ الفاظ فرمائے:

((الله اكبر لا اله الا الله وحدهٗ لا شريك لهٗ لهُ الملك وله الحمد وهو علٰى كلّ شيءٍ قدير، ائبون تائبون عابدون ساجدون لربّنا حامدون۔ صدق اللّٰه وعدهٗ ونصر عبدهٗ وهزم الاحزاب وحدهٗ))

''اللہ بزرگ و برتر ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، کوئی اس کا شریک نہیں، بس اسی کی سلطنت ہے، اسی کے لیے مدح اور ستائش ہے، وہ ہر بات پر قادر ہے، لوٹے آ رہے ہیں توبہ کرتے ہوئے، فرمانبردارانہ، زمین پر پیشانی رکھ کر، اپنے پروردگار کی مدح و ستائش میں مصروف ہو کر، اللہ نے اپنا وعدہ سچا کیا، اپنے بندے کی مدد کی اور اس اکیلے نے تمام لشکروں کو شکست دی۔''

حضرت اُسامہ کی قیادت میں لشکر کی روانگی:

ابن اسحاق لکھتے ہیں:

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اور ذوالحجہ کے باقی دن نیز محرم اور صفر مدینہ ہی میں مقیم رہے۔ اس دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کی طرف ایک لشکر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں روانہ فرمایا اور ان کو یہ حکم دیا کہ ارض فلسطین میں بلقاء اور دارِ روم تک کے میدانوں کو روند ڈالیں۔ چنانچہ لوگوں نے تیاری کی اور اولین مہاجرین بھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تیار ہوئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پہلا لشکر ہے، جسے انہوں نے تیار کیا۔

بدھ کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی ابتداء ہوئی، بخار ہو گیا اور بیہوشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ تاہم جمعرات کی صبح کو اپنے دست مبارک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈا حضرت اسامہ کے ہاتھ میں دیا۔ یہ جھنڈا لے کر نکلے، تو اسے بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے حوالے کر دیا اور خود مقام ''جرف'' میں ٹھہر گئے۔ دراصل بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام کو مہاجرین و انصار (رضی اللہ عنہم) پر امیر مقرر فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو شدید ناراضگی کا اظہار فرمایا:

Marfat.com

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا اور اس پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر کیا۔ بعض لوگوں نے ان کی امارت پر اعتراض کیا، تو آپ یہ سن کر کھڑے ہو گئے ۔آپ نے فرمایا:

''مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تم نے اسامہ کے بارے میں اعتراض کیا ہے، حالانکہ وہ مجھے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہے!''

جبکہ ایک روایت میں یوں ہے:

''اگر تم نے اس کی امارت پر اعتراض کیا ہے تو اس سے قبل اس کے باپ کی امارت پر بھی تم نے اعتراض کیا تھا۔ حالانکہ وہ بھی اس امارت کے اہل تھے اور ان کے بعد ان کا بیٹا بھی اس کا اہل ہے۔ وہ بھی مجھے تمام لوگوں سے زیادہ عزیز تھے اور ان کے بعد ان کا بیٹا بھی مجھے سب سے بڑھ کر عزیز ہے۔''

ابن اسحاق لکھتے ہیں:

''لوگ تیاری میں مشغول ہو گئے اور حضرت اسامہ اپنے لشکر کو لے کر نکلے۔ حتیٰ کہ مقام ''جرف'' میں فروکش ہوئے، لوگ ان کے پاس پہنچنا شروع ہوئے ،لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری میں اضافہ ہو گیا۔ اس پر حضرت اسامہ اپنے لشکریوں کے ساتھ رُک گئے ، تاکہ یہ معلوم کر سکیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے رسول کے بارے میں کیا فیصلہ فرمایا ہے؟ حضرت اسامہ کے بیٹے محمد، آپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو میں اور میرے ساتھ دوسرے لوگ بھی مدینہ میں داخل ہوئے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت اختیار فرما رکھا تھا اور کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے اور پھر مجھ پر رکھ دیتے، تب مجھے یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دُعا فرما رہے تھے۔''

وصالِ مبارک کے حالات اور نصائح:

بخاری و مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سال کے بعد شہداء احد پر دُعا کی، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندوں اور فوت شدگان کو الوداع کہہ رہے تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر چڑھ کر درج ذیل خطبہ دیا:

''لوگو! میں تم پر سبقت لے جانے والا ہوں، میں تم پر گواہ ہوں اور واللہ! مجھے اس وقت اپنا حوض دکھائی دے رہا ہے۔ مجھے ''زمین کی'' چابیاں دے دی گئی ہیں۔ واللہ! مجھے یہ خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرنے لگو گے۔ ہاں مگر مجھے یہ خوف ہے کہ تم دنیا میں مبتلا ہو جاؤ گے۔''

صحیح بخاری میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ

Marfat.com

دیتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو دنیا پسند کر لے، اور چاہے وہ چیز اختیار کر لے جو اللہ رب العزت کے پاس ہے۔ چنانچہ اس بندے نے اپنے لیے وہی کچھ پسند کر لیا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔''

یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ ہمیں ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک ایسے شخص کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں، جسے دو چیزوں میں سے ایک کا اختیار دیا گیا ہے، پھر اس میں رونے کی کون سی بات ہے؟...... لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، اور وہ یہ راز پا چکے تھے کہ اختیار دیئے جانے والے یہ شخص خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا:

''لوگوں میں سے رفاقت اور مال کے لحاظ سے میرے لیے زیادہ صاحب احسان ابوبکر ہیں اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا، تو یہ خلیل ابوبکر ہوتے! تاہم اسلامی اخوت اور محبت و مؤدت بھی کچھ معمولی چیزیں نہیں ہیں!''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد میں آنے والے تمام دروازے بند کر دیئے جائیں، لیکن باب ابی بکر (ابوبکر کا دروازہ، ایک روایت میں ہے کہ باب علی بھی) کھلا رہنے دیا جائے۔

ابن اسحاق باسناد لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ابومویہبہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رات کے وقت بلا بھیجا۔ میں حاضر خدمت ہوا، تو آپ نے فرمایا:

''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اہل بقیع کے لیے مغفرت کی دُعاء کروں، لہٰذا میرے ساتھ چل!''

چنانچہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب آپ ان کے درمیان پہنچے، تو آپ نے فرمایا:

''اے اہل مقابر! تم پر سلام ہو! لوگ جس حال میں ہیں، اس کے مقابل تمہیں وہ حال مبارک ہو کہ جس میں تم ہو۔ فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح مسلسل بڑھ رہے ہیں کہ جن کا دوسرا پہلے کی اتباع کرے گا اور دوسرا پہلے سے بڑھ کر بُرا ہوگا!''

پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

''اے ابومویہبہ! مجھے ایک طرف دنیا کے خزانوں کی چابیوں، نیز اس میں ہمیشہ رہنے کا اختیار دیا گیا ہے، جبکہ دوسری طرف جنت کا، چنانچہ میں نے اپنے رب کی ملاقات اور جنت کو ترجیح دی ہے!''

میں نے عرض کیا:

''حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ ان دونوں چیزوں کو بھی اختیار فرمالیں اور پھر جنت کو بھی!''

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نہیں! واللہ! میں نے اپنے لیے اپنے رب کی ملاقات اور جنت کو پسند کرلیا ہے!''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بقیع کے لیے مغفرت کی دُعا کی اور واپس تشریف لے آئے۔ دوران واپسی اس مرض کا آغاز ہوگیا جس میں آپ خالق حقیقی سے جا ملے!

11 ہجری کے صفر کے مہینہ میں مدینہ منورہ کے اندر آیت کلالہ نازل ہوئی اور اس کے بعد وفات سے آٹھ سات دن پہلے حسب ذیل آیت اُتری:

((واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللّٰہ ثم توفّٰی کلُّ نفسٍ ما کسبت وھم لا یظلمون))(البقرہ:۲۸۱)

''لوگو! اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پھر ہر نفس کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی کے ساتھ ظلم وزیادتی نہیں ہوگی۔''

یہ آخری وحی تھی، اس میں زندگی کے آخری انجام کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ 10 ہجری کے رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال کا اشارہ مل چکا تھا اور جبریل امین علیہ السلام نے آپ کے ساتھ دومرتبہ قرآن کریم کا دور فرمایا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دن کے بجائے بیس دن کا اعتکاف فرمایا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

''فاطمہ! میرا خیال ہے کہ اس دُنیا سے جُدائی کا وقت قریب آ گیا۔''

حجۃ الوداع سے واپسی پر مدینہ منورہ میں جبریل امین علیہ السلام ایک انجانے مسافر کی شکل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور آپ سے سوال وجواب کرکے اسلام کے عقائد واحکام کی یاددہانی کرائی، اس واقعہ میں بھی دین حق کی تکمیل اور داعی حق کی جدائی کا اشارہ موجود تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ نصر کے بعد پہلے سے زیادہ اٹھتے بیٹھتے استغفار کرنا شروع کردیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری استغفار یہ تھا:

((سبحان اللّٰہ وبحمدہ استغفر اللّٰہ واتوب الیہ))

''اللہ تعالیٰ پاک ہے، حمد کے لائق وہی ہے، میں اس سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس کی طرف لوٹتا ہوں۔''

اس استغفار میں ''سورۂ اذا جاء نصر اللہ'' کے تینوں حکموں کی تعمیل کی گئی ہے۔

عرفات سے منیٰ میں تشریف لاکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب قاعدہ قربانی کی اور 63 اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کیے۔ تریسٹھ کی تعداد یہ بتا رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پوری ہورہی ہے۔ یہ بھی جدائی اور وصال کی طرف اشارہ تھا۔

11 ہجری کے ماہِ صفر کی 28 تاریخ کو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بیمار ہوئے، چونکہ اس بیماری سے رسول

Marfat.com

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جانبر نہ ہو سکے تھے اس لئے اس کو ''مرضِ وفات'' کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دورانِ علالت خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِ اللّٰهِ خَيَّرَهُ اللّٰهُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَبَيْنَ مَا عِنْدَهٗ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهٗ))

''اللہ نے اپنے بندے کو اختیار دیا کہ وہ دنیا و عقبیٰ اور اللہ کی نعمت دونوں میں سے کسی ایک کو اپنے لئے منتخب کر لے مگر اللہ کے اس بندے نے اللہ کی ملاقات کو ترجیح دی ہے۔''

یہ فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے کی طرح پھر خاموش ہو گئے اور حاضرین بھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بات کی تہہ تک پہنچ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے ہی متعلق فرما رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا چھوڑنے کو ہیں۔ یہ نتیجہ تھا حضرت ابو بکر کے اس وجدان کا جو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے بارے میں ازل سے ودیعت تھا۔ حضرت ابو بکر دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور عرض کیا:

((بل نحن نفديك بانفسنا و ابناء نا))

''یا رسول اللہ! ہماری جانیں اور اولاد نثار ہو جائیں، آپ ہمیں یہ کیسی سناؤنی سنا رہے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس تاثر سے محسوس فرمایا کہ مبادا یہی جذبہ دوسروں کو بھی گریہ و بکا میں مبتلا کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو تلقین ضبط کرتے ہوئے فرمایا:

''مسجد میں جن لوگوں کے گھروں کے دروازے ہیں، ابو بکر کے گھر کے سوا سب کے دروازے بند کر دیئے جائیں!''

اور اس کے بعد منبر سے اترتے ہوئے فرمایا:

((انی لا اعلم احدًا كان افضل فی الصحبة عندی يدًا منه وانی لو كنت متخذًا من العباد خليلًا لاتخذت ابابكر خليلًا ولكن صحبة واخاء ايمان حتّٰى يجمع اللّٰه بينا عندهٗ))

''میرے دوستوں میں سے مجھ پر کسی کا احسان ابو بکر کے برابر نہیں۔ اگر میں اللہ کی طرف سے کسی کو اپنا خلیل بنانے کا مجاز ہوتا تو یہ منزلت ابو بکر کے لئے ہوتی لیکن از روئے اسلام باہمی رفاقت و اُخوتِ ایمانی تک کا اختیار ہے اور اسی حالت میں اللہ کے سامنے حاضری ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں تشریف لانے کا قصد کرتے ہوئے فرمایا:

((يا معشر المهاجرين! استوصوا بالانصار خيرًا فان الناس يزيدون والانصار على هيئتها لا تزيد وانهم كانوا عيبتی التی اويت اليها فاحسنوا الی

Marfat.com

محسنھم وتجاوزوا عن سیئھم))

''اے یارانِ مہاجر! انصار کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا۔ ان کے سوا دوسروں کی تعداد بڑھتی جائے گی۔ انصار میرے ایسے محرم ہیں جن کے دامن میں مجھے پناہ ملی۔ ان کی خوبیوں کی قدر اور ان کی لغزش سے چشم پوشی کرتے رہنا۔''

مسجد سے لوٹ کر ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے حجرہ میں فروکش ہوئے۔ آج کی جدوجہد اور مسجد میں تشریف لے جانے سے مرض نے اور تھکا دیا۔ وہ مریض جن کے بدن مبارک پر سات مشکیزے پانی ڈالا جائے، جسے ایسی شدید علالت میں بھی مشاغلِ یکسوئی نصیب نہ ہو، جیشِ اُسامہ کے نتائج کا فکر، اِدھر انصار کا غم، اس پر ملت جو ابھی ابھی اسلام سے وابستہ ہوئی ہے، اُس کا فکرِ مآل، یہی تفکرات دوسرے روز پھر مسجد میں تشریف لانے کے محرک ہوئے، لیکن مرض نے اتنا کمزور کر دیا تھا کہ ارادہ پورا نہ فرما سکے اور نماز کا وقت سر پر آ گیا۔ دوستوں سے فرمایا:

((مروا ابابکرٍ فلیصل بالناس))

''ابوبکر سے کہو، میری بجائے نماز کی امامت وہ کرائیں۔''

لیکن ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا جو دنیا جہاں سے زیادہ آپ کو صحت مند دیکھنا چاہتی تھیں، عرض کیا:

''ابوبکر رقیق القلب ہیں، ان کی آواز بھی مدہم ہے اور قرأت میں گریہ پر بھی ضبط نہیں کر سکتے!''

اس پر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر ہی کے لئے امامتِ صلوٰۃ کا حکم قائم رکھا۔ ادھر ام المومنین سیدہ عائشہ نے اپنے پہلے اندازے کے مطابق اپنے والد گرامی کی طرف سے معذرت کے ارادہ سے پھر اسی بات کو دہرایا مگر اس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ان کن صواحب یوسف مروہ فلیصل بالناس))

''تم گویا حضرت یوسف کے ہم جلیس ہو! ابوبکر ہی سے کہو کہ میری بجائے وہ نماز کی امامت کرائیں۔''

اور ایسا ہی ہوا، جس کے بعد ایک موقعہ پر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ابھی مسجد میں تشریف نہ لائے کہ تو حضرت بلال نے ان کی بجائے سیدنا عمر سے امامت کی درخواست کی۔ حضرت عمر کی آواز اس قدر گرج دار تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کے حجرہ میں سن لی تو فرمایا:

((این ابابکر؟ یابی اللہ ذالك والمسلمون))

''ابوبکر کہاں رہ گئے؟ اللہ اور تمام مسلمان ناپسند کرتے ہیں کہ ابوبکر کے سوا کوئی اور نماز پڑھائے۔''

حضرت ابوبکر کے متعلق رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس تاکید پر بعض مسلمانوں نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنا خلیفہ مقرر کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ نیابتِ رسالت کا سب سے بڑا مظہر نماز کی امامت ہے جس کی تاکید اس شد و مد سے فرمائی جا رہی تھی۔ خلیفۂ رسول کے انتخاب پر حضرت ابوبکر کی افضلیت کی یہی دلیل

Marfat.com

حضرت عمر نے خلافت کے لیے آپ کا نام پیش کرتے ہوئے بیان کی۔

ساعت بساعت مزاج زیادہ ناساز ہوتا گیا، بخار کی شدت بڑھتی گئی، چہرۂ مبارک ردا سے ڈھانک لیا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن یا دوسرے تیمار دار جبین مبارک پر ردا کے اوپر ہاتھ رکھتے تو حرارت کی شدت محسوس کر کے حیران رہ جاتے۔

عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سترہ نمازیں پڑھائی ہیں، مگر سیرت نگار حضرات میں سے جو صاحبِ تحقیق ہیں اُن کا کہنا ہے کہ اکیس نمازیں صدیق اکبر نے حکمِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو نماز پڑھائی ہیں۔ اِن ہی نمازوں میں وہ نماز بھی ہے جس میں افاقہ کے رُونما ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق کے بائیں پہلو میں بیٹھ کر تمام لوگوں کو خود نماز پڑھائی۔ اس صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام بن گئے اور حضرت ابوبکر صدیق مقتدی بن گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق جہر سے نماز پڑھا رہے تھے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت وہاں سے شروع کی جہاں تک صدیق اکبر پہنچ چکے تھے اور ان ہی نمازوں میں وہ نماز بھی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ اٹھا کر مسلمانوں کی جماعت کا نظارہ کیا تھا اور قلبی خوشی کے سبب سے دندان مبارک ظاہر ہو گئے تھے اور نبوی تجلّی سے صفیں درہم برہم ہونے کو تھیں کہ پردہ ڈال دیا اور آپ واپس بستر شریف پر تشریف لے گئے۔

اور ان ہی نمازوں میں وہ نماز بھی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف جا کر جماعت میں شامل ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق بدستور امامِ جماعت رہے ہیں۔

((عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ صَلَّى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَ اَبِىْ بَكْرٍ قَاعِدًا فِىْ مَرْضِهِ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ))

''حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں جس میں وفات ہوئی حضرت ابوبکر کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھی۔''

البدایہ والنہایہ کے صفحہ مذکورہ پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی قسم کی روایت موجود ہے اور صاحب سیرت حلبیہ کی تحقیق بھی یہی ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ علامہ حلبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((ثَبَتَ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى خَلْفَ اَبِىْ بَكْرٍ مُقْتَدِيًا بِهٖ فِىْ مَرْضِهِ الَّذِىْ مَاتَ فِيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَلَمْ يُنْكِرْ هٰذَا اِلَّا جَاهِلٌ لَا عِلْمَ لَهٗ بِالرِّوَايَةِ))

''یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرضِ وفات میں ابوبکر صدیق کے پیچھے اقتداء کر کے تین دفعہ نماز پڑھی ہے اور اس بات کا انکار وہی شخص کرے گا جو علم روایات سے جاہل ہو۔''

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثہ اس قدر شدید المناک تھا کہ بڑے بڑے صحابہ کرام حواس کھو بیٹھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یوں محسوس ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی ہے جسے موت نہیں کہا جا سکتا، بلکہ آپ اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر اُٹھے اور آہ و بکا میں مصروف صحابہ کرام کو سختی سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

”خبردار! جس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت واقع ہوگئی ہے میں اس کی گردن اتار دوں گا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے ہاں تشریف لے گئے ہیں اور واپس آ کر منافقین کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے۔“

مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق گومگو میں پڑ گئے۔ کبھی خیال گزرتا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما چکے ہیں تو ہمارے لئے کس قدر افسوس و اَلم کا حادثہ رونما ہوا۔ یہی لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی زندگی میں دیکھا، آپ کے حسنِ تکلم سے بہرہ مند ہوئے، آپ کی تعلیم کے اثر سے اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانے کا موقع حاصل ہوا، جس نے آپ کو سچا دین عطا فرما کر انسان کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔ آج ان (مسلمانوں) کے ذہن میں رسول، صادق الامین کی رحلت کا تصور گردش کر رہا ہے اور اس تصور کے مقابلہ میں حضرت عمر کی تقریر تھی لیکن حضرت موسیٰ کی مانند آپ کی رجعت کا انتظار تو اور بھی حیرت انگیز ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ حضرت عمر کے اردگرد جمع ہوگئے اس امر کی تصدیق پر مائل تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعی انتقال نہیں ہوا۔ ان کے دماغ میں یہ تصور بھی گردش کر رہا تھا کہ ذرا ہی دیر پہلے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح و سالم دیکھا، آپ کی گفتگو سنی اور آپ کی زبان مبارک سے دعا و استغفار کے کلمات گوش گزار ہوئے۔ مسلمان یہ بھی سوچ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خلیل اللہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لئے آپ کو منتخب فرما لیا، تمام عرب آپ کے سامنے سرنگوں ہوگیا۔ ایسی ذات پر بھی موت واقع ہو سکتی ہے؟ ان کے ذہن میں یہ امر بھی آپ کی وفات کے بارے میں مانع تھا کہ ابھی تک آپ کے مقابلہ میں قیصر و کسریٰ کو تو شکست ہی نہیں ہوئی۔ ان کے ذہن میں یہ خیال بھی چٹکیاں لے رہا تھا کہ جس قوت نے تیئس سال کی مدت میں ایک عالم کو اپنے سامنے مطیع و منقاد کر لیا، تاریخ عالم جس کی نظیر کرنے سے قاصر ہے، ایسے وجودِ گرامی پر موت کا وارد ہونا سمجھ میں آنے کی بات ہی نہیں۔ عورتیں فرطِ غم سے پریشان حال سر جھکائے ہوئے مصروفِ گریہ تھیں، جس کی وجہ سے آپ کی وفات کا یقین ہوگیا۔ اسی موقعہ پر حضرت عمر مسجد میں بار بار دھرا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں اور جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کی افواہ اڑا رہے ہیں وہ منافق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا کر ایسے لوگوں کے ہاتھ اور گردنیں کٹوائے بغیر انہیں معاف نہ فرمائیں گے۔

Marfat.com

مسلمان دو متضاد خبروں میں سے کس امر کی تصدیق کریں؟ ذرا دیر پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتحال کی سے گھبرا رہے تھے، اب حضرت عمر آپ کے ارتحال کو افواہ سے تعبیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ یہ وسلم زندہ ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند رجعت فرمائیں گے۔ مسلمان بھی اس خبر کے تسلیم کرنے پر مائل اور خود بہلا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رجعت سے شاد ماں ہو کر رہیں گے۔

اسی افراتفری میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ''مقام سنح'' سے واپس تشریف لے آئے اور رحلتِ نبوی پر شوب سناونی سے کلیجہ پکڑ کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمر تقریر فرما رہے ہیں اور مسلمان پوری توجہ اور بن کے ساتھ سن رہے ہیں۔ آپ نے یہ کوائف دیکھنے کے ساتھ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کا رُخ یا۔ اجازت طلبی پر جواب آیا:

''آج کوئی شخص طلب اذن کا مکلّف نہیں۔''

دالان میں ایک طرف پلنگ پر جسدِ رسول تھا، یمن کی حظ دار چادر سے چہرہ مبارک ڈھکا ہوا ہے۔ ابوبکر نے من ہٹا کر پیشانی کا بوسہ لیا اور زبان سے یہ کلمہ کہا:

((ما اطيبك حياً و ما اطيبك ميتاً))

''آپ کا جسم اطہر زندگی میں بھی کسی درجہ عطر بیز رہا اور انتقال کے بعد بھی اس کی شمیم آرائیوں میں کمی نہیں آئی۔''

اپنے دونوں ہاتھ رُخِ انور کا ہالہ بنائے اور فرق مبارک تکیہ سے ذرا اٹھا کر غور سے دیکھا تو چہرہ کی تنویر جوں کی ں ضیا پاش تھی۔ حضرت ابوبکر نے کہا:

((بابی انت و امی ! اما الموتة التی کتب اللّٰہ علیك فقد ذقتها ثم لن تصیبك بعدها موتةً ابدًا))

''میرے ماں باپ نثار! اللہ کی طرف سے جو موت آپ کے لئے مقرر تھی واقع ہو چکی ہے، اب آپ کے لئے دوبارہ وفات پانے کا کوئی امکان نہیں!''

اس کے بعد سر مبارک جس طرح تکیہ سے لگا ہوا تھا اسی طرح رکھ کر چہرۂ انور پر ردا کا دامن اوڑھا دیا۔ اب مسجد یں تشریف لائے جہاں حضرت عمر کی تقریر ابھی جاری تھی۔ وہ مسلمانوں کو یقین دلا رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم پر موت وارد نہیں ہوئی۔ مجمع نے حضرت ابوبکر کے لئے راستہ چھوڑ دیا۔ انہوں نے حضرت عمر کے قریب پہنچ کر انہیں خاموش رہنے اور اپنی تقریر سننے کی ہدایت کی، لیکن حضرت عمر نے بدستور اپنی تقریر جاری رکھی۔

حضرت ابوبکر نے مجمع کو اشارہ کیا:

''میں جو کچھ کہتا ہوں اسے غور سے سنا جائے۔''

اس مقام پر حضرت ابوبکرؓ کا ہم پلہ کون ہو سکتا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے مصدق تھے کہ اگر رسول اللہ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم خلیل بنانے کے مجاز ہوتے تو ابوبکر کے سوا کوئی دوسرا اس عزت کا مستحق نہ ہوتا۔ اس لئے ان کی آواز کان میں پڑنے کے ساتھ ہی حضرت عمر کی طرف سے مجمع کا رخ پھر گیا اور تمام لوگ حضرت ابوبکر کی جانب مائل ہو گئے۔ ممدوح نے تقریر شروع کی اور حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

((ایھا الناس !ان من کان یعبد محمدًا فان محمدًا قد مات و من کان یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حیٌّ لا یموت))

''لوگو! جو شخص محمد کا عبادت گزار ہے اسے معلوم ہو کہ محمد وفات پا چکے ہیں، اور جو کوئی اللہ کا عبادت گزار ہے (اس پر واضح کیا جاتا ہے) کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اس پر موت وارد نہیں ہو سکتی۔''

اس کے بعد یہ آیات تلاوت فرمائی:

((وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ))(آل عمران:۱۴۴)

''اور محمد نہیں مگر اللہ کے رسول اور ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول گزر چکے ہیں۔ پھر اگر ایسا ہو کہ وہ وفات پائیں یا ایسا ہو کہ لڑائی میں شہید ہو جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں راہِ حق سے پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی راہِ حق سے اُلٹے پاؤں پھر جائے گا تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ جو لوگ شکر گزار ہیں وہ وقت دور نہیں کہ اللہ اُنہیں ان کا اجر عطا فرمائے گا۔''

مجمع کا رخ حضرت ابوبکر کی طرف دیکھ کر حضرت عمر خاموشی سے حضرت ابوبکر کی تقریر سنتے رہے۔ جب انہوں نے آیۂ مذکورہ پڑھی تو حضرت عمر کے پاؤں لڑکھڑا اُٹھے، زمین پر گر پڑے اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا یقین ہو گیا۔ جو مجمع ذرا دیر پہلے تک حضرت عمر کا ہمنوا تھا، حضرت ابوبکر کی زبان سے یہ آیت سننے کے بعد ان کی کیفیت بھی متبدل ہو گئی۔ جیسے یہ آیت انہوں نے آج ہی سنی ہو۔ ان کے ذہن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا نقش قائم ہو گیا۔ ہر شخص کو یقین ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے ''رفیق اعلیٰ'' کی معیت کو ترجیح دی اور اللہ تعالیٰ (رفیق اعلیٰ) نے بھی آپ پر اپنی رحمت کا دامن پھیلا دیا ہے۔

مسلمان گونہ پریشان تھے۔ بہر حال حضرت ابوبکر کی تقریر نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا یقین دلا دیا اور اپنے اپنے گھر لوٹ گئے۔ ایک گروہ (محلّہ) سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت سعد بن عبادہ (انصاری) کے ہاں جمع ہوا۔ مہاجرین میں سے چند حضرات اُسید بن حضیر کی معیت میں جناب ابوبکر کے ہاں (محلّہ) بنی اشہل کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت علی، زبیر بن عوام اور طلحہ بن عبید اللہ جنابِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دولت خانہ میں آ کر ایک طرف بیٹھ گئے۔

Marfat.com

اتنے میں ایک شخص حضرت ابوبکر اور عمر کے پاس یہ خبر لایا کہ حضرت سعد بن عبادہ نے سقیفہ میں انصار کا مجمع لگا رکھا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ (دونوں حضرات) کو اُمت کے مصالح سے تعلق ہے تو انصار کے فیصلہ سے قبل سقیفہ بنو ساعدہ میں پہنچ جایئے۔

سقیفہ بنو ساعدہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ الرسول منتخب کر دیا گیا۔ اس سے دوسرے روز مسجد نبوی میں اجتماع ہوا۔ حضرت ابوبکر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور جنابِ عمر نے سبقت فرماتے ہوئے (حمد وثنا کے بعد) مندرجہ ذیل تقریر کی:

((انی قد قلت لکم بالامس مقالة ما کانت هما وجدتها فی کتاب اللّٰه ولا کانت عهدًا عهدهٗ الی رسول الله ولکنی قد کنت اریٰ ان رسول اللّٰه سیدبر امرنا ویبقی فیکون اٰخرنا وان اللّٰه قد ابقٰی فیکم کتابه الذی به هدی اللّٰه رسولهٗ فان اعتصمتم به هداکم الله لما کان هداه اللّٰه وان اللّٰه قد جمع امرکم علی خیرکم صاحب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وثانی اثنین اذهما فی الغار فقوموا وبایعوه))

"صاحبو! کل جو کچھ عرض کیا، نہ وہ کتاب اللہ میں مذکور ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لفظوں میں میرے سامنے بیان فرمایا۔ میرا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس امر میں ایک خاص تدبیر فرما سکیں گے اور آپ کی رحلت ہمارے بعد ہوگی۔ دوستو! اللہ نے ہمارے سپرد وہ کتاب فرمائی جس کے ذریعے اپنے رسول کی رہنمائی کی۔ تم نے اس کتاب کے ساتھ تمسک کیا۔ تمہارے لئے بھی کامیابی کی راہ کھلی ہوئی ہے۔ تم میں سے بہتر شخص (ابوبکر) کو اللہ نے تمہارا امر تفویض فرمایا، ابوبکر کو رسول اللہ کے ندیم خاص ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ قرآن ہی میں ارشاد ہے "ثانی اثنین اذ ہما فی الغار" پس اے مسلمانو! اٹھو! اور ابوبکر کی بیعت میں مسابقت کرو۔"

تقریر ختم ہونے کے ساتھ ہی ہر مسلمان نے ایک دوسرے سے سبقت کر کے بیعت شروع کر دی۔ گزشتہ کل کے بعد آج کی بیعت عامہ تھی اور اوّل الذکر بیعت خاصہ تھی۔

اتمامِ بیعت کے بعد خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق نے منبر رسول پر تشریف لا کر یہ تقریر ارشاد فرمائی:

((اما بعد! ایها الناس، فانی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم! فان احسنتُ فاعینونی وان اسأتُ فقومونی، الصدق امانة والکذب خیانة، الضعیف فیکم قویٌّ عندی حتّٰی اریح علیه حقهٗ ان شاء اللّٰه، والقویٌّ فیکم ضعیفٌ عندی

Marfat.com

حتّٰی اخذ الحق منه ان شاء اللّٰه والا یدع قوم الجهاد فی سبیل اللّٰه الا ضربهم اللّٰه بالذلّ فان عصیت اللّٰه ورسولهٗ فلا طاعةٌ لی علیکم! قوموا، الٰی صلاتکم یرحمکم اللّٰه))

''اے لوگو! مجھے آپ لوگوں کا امیر بنا دیا گیا ہے، حالانکہ میں آپ حضرات سے زیادہ لائق نہیں (یہ آپ کی خوشی!) بھلائی میں میری اعانت کرتے رہیے اور برائی کے موقع پر مجھے زجر فرمادیجئے۔ خیال رہے کہ راست گوئی، امانت داری میں داخل ہے اور کذب بیانی خیانت ہے۔ جو تم میں کمزور ہے میرے نزدیک قوی ہے جب تک اس کا حق دلوا نہ دوں ان شاء اللہ۔! اور جابر میرے نزدیک کمزور ہے جب تک میں ایسے شخص سے مظلوم کا حق دلوا نہ دوں، ان شاء اللہ! ہاں! جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو ذلیل کرنے میں کمی نہیں رکھتا۔ یہ بھی خیال رہے کہ اگر میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں تو اس حالت میں تم پر میری اطاعت کرنا واجب نہیں۔ اے دوستو! اب نماز ادا کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ، اللہ تم پر رحم کرے!''

جنازہ اور تدفین:

مسلمانوں میں خلافت کے متعلق جو کشمکش جاری تھی، حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر سقیفہ بنی ساعدہ اور اس کے بعد مسجد نبوی میں مجمع عام میں بیعت ہو جانے پر ختم ہوگئی، جس کے بعد جسد مبارک کی تجہیز و تدفین کا اہتمام شروع ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس پلنگ پر ابدی نیند میں محو تھے وہ پلنگ بدستور اسی جگہ پر تھا۔ غم زدہ اقربا اردگرد پریشانِ حال بیٹھے ہوئے تھے۔ پہلے مدفن کی تعیین پر گفتگو ہوئی جس میں تین مختلف رائیں تھیں:

1: مکہ معظمہ میں تدفین ہو جسے آپ کا مولد اور آپ کے اجداد کا وطن ہونے کا فخر حاصل ہے۔

2: بیت المقدس انبیائے کرام علیہم السلام کی آخری آرام گاہ ہونے کی وجہ سے، لیکن مسلمان اس پر متفق نہ ہو سکتے تھے، کیونکہ ابھی تک بیت المقدس پر نصرانی رومی حکومت کا قبضہ تھا جن کی پشتینی دشمنی نے مسلمانوں کو کبھی چین نہ لینے دیا۔ مسلمانوں کے دل سے جنگ موتہ اور غزوہ تبوک دونوں کا داغ ابھی تک مندمل نہ ہوا تھا کہ ابھی ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روم سے اپنے مقتولوں کا قصاص لینے کے لئے جیشِ اُسامہ کو اسی فلسطین پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا جس میں شہر بیت المقدس واقع ہے اور مسلمان مکہ معظمہ کو بھی آپ کا مدفن بنانے پر رضامند نہ ہو سکے۔

3: مدینۂ منورہ، جس بستی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے رفقاء کے لیے اپنے دروازے کھول دیئے، جہاں کے باشندوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی سعادت حاصل کی، جس شہر نے سب سے

Marfat.com

پہلے اسلام کا علم بلند کرنے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ اس رائے پر تمام مسلمان متفق ہو گئے۔
اب مرقد کے لئے جگہ کی تعیین پر گفتگو ہوئی اور اس میں بھی مختلف رائیں پیش ہوئیں:
1: مسجد نبوی میں منبر کی جگہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہو کر خطبہ سناتے۔
2: مصلیٰ کی جگہ۔ جہاں پر امامتِ صلوٰۃ کے لئے قیام فرماتے۔
مرقد کے متعلق یہ دونوں رائیں اُم المومنین سیدہ عائشہ کی اس روایت کی وجہ سے مسترد ہو گئیں کہ ''علالت کے آخری مرحلہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ رنگ کی ردا اوڑھ رکھی تھی دفعتاً تکلیف بڑھ گئی جس کے اثر سے کبھی ردا کا دامن چہرہ مبارک پر پھیلا دیتے اور کبھی دامن کو رُخِ انور سے سرکا کر دوسری طرف پھینک دیتے۔ اسی اضطراب میں زبانِ مبارک سے یہ الفاظ صادر ہوئے:

((قاتل اللّٰہ قومًا اتخذوا قبور انبیاء مساجدًا))

''اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو ہلاک کیے بغیر نہیں رہتا جو نبیوں کی قبروں کو مسجد بنا لے۔''
ام المومنین کی اس روایت سے مسجد نبوی کے اندر تدفین کا ارادہ ختم ہو گیا لیکن مرقد کی تعیین کا مرحلہ ابھی باقی تھا کہ خلیفۃ المسلمین حضرت ابوبکر تشریف لے آئے۔ انہوں نے سن کر فرمایا:

((سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول ما قبض نبی الا دفن حیث یقبض))

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا کہ نبی کی روح جس مقام پر قفس عنصری سے پرواز کرتی ہے اس قطعۂ زمین کو ان کے مرقد بننے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔''
جس کا شرف اُم المومنین سیدہ صدیقہ کے مقدر میں تھا۔ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری آرام گاہ بھی آپ کا حجرہ قرار پائے۔ (مرقد کی تعیین کے بعد) پلنگ جس مقام پر لگا ہوا تھا، وہیں قبر کھود لی گئی۔

((عن یزید بن بلال، سمعت علیا یقول: اوصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لا یغسلہ احد غیری، فانہ لایری احد عورتی الا طمست عیناہ، قال علی رضی اللہ عنہ: فکان العباس واسامۃ یناولانی الماء من وراء الستر۔ قال علی: فما تناولت عضوا الا کانہ یقلبہ معی ثلاثون رجلا حتی فرغت من غسلہ))

''یزید بن بلال کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی کہ میرے (علی کے) علاوہ کوئی اور ان کو غسل نہ دے اور فرمایا: جو میری پردہ گاہ کو دیکھے گا وہ

Marfat.com

دونوں آنکھوں سے نابینا ہو جائے گا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت عباس اور اسامہ میرے ہاتھ میں پانی پکڑاتے رہے اور میں کپڑے کے نیچے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک کو غسل دیتا رہا اور بدن کے جس حصہ کو بھی دھویا گیا کہ تیس مرد بدن کو حرکت دینے میں میری مدد کرتے رہے، یہاں تک کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے سے فارغ ہوا۔"

کفن تین چادروں سے دیا گیا جن میں دو چادریں قریۂ صحار (یمن) کی بنی ہوئی تھیں اور ایک چادر دھاری دار تھی۔تکفین سے فارغ ہونے کے بعد فی الحال جسد مبارک کو اپنے حال پر چھوڑ کر زیارت کے لئے پردہ ہٹا دیا گیا۔ زائرین مسجد سے گزر کر آخری دیدار کے لئے آنے لگے اور درود وسلام پڑھ کر بادیدۂ حسرت واپس لوٹتے گئے۔

حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما حجرہ میں داخل ہوئے تو زائرین کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔دونوں حضرات نے مسلمانوں کی معیت میں نماز ادا کی۔نماز سے فارغ ہو کر ہر شخص اپنی جگہ پر خاموش کھڑا ہو گیا۔اس موقع پر حضرت ابوبکر نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

((السلام علیك یا رسول اللّٰہ ورحمت اللّٰہ وبرکاتہٗ ، نشھد ان نبی ورسولہ قد بلغ رسالة ربہٖ وجاھد فی سبیلہٖ حتّٰی اتم اللّٰہ النصر لدینہٖ وانہٗ وفّی بوعدہٖ وامر الّا نعبد الّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریك لہ))

"السلام علیک یارسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! ہم سب گواہ ہیں کہ اللہ کے نبی اور رسول نے اپنے پروردگار کی رسالت پہنچا دی۔اس کی راہ میں اس وقت تک جہاد جاری رکھا کہ جب تک اللہ نے اپنے دین کی نصرت نہ فرمادی۔ہم اس پر بھی گواہ ہیں کہ اللہ کے رسول نے اللہ کے ساتھ جو میثاق کیا تھا، اسے حرف بحرف پورا کر دیا اور لوگوں سے فرمادیا کہ ہم اللہ وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے۔"

جنابِ ابوبکر کے ہر جملہ پر حاضرین صدقِ زبان سے تائید کرتے اور موقعہ بموقعہ آمین پکارتے۔

مردوں کے حجرہ سے باہر آ جانے کے بعد عورتیں آئیں۔ان کے بعد بچے آئے جو خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق کی حسرت میں چہرۂ مبارک پر نظر کرتے۔آپ کی وفات کی وجہ سے ہر زن و بچہ دین کے انجام پر خائف تھا۔

صحابہ کرام جب تعیینِ خلیفہ کے فریضہ سے فارغ ہو گئے تو نماز جنازہ کی طرف متوجہ ہوئے۔تمام مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکر صدیق سے عرض کیا:

"آپ اس نماز میں امامت کے فرائض انجام دیں۔"

مگر آپ نے فرمایا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں امام تھے، اب موت کے بعد بھی وہی امام ہیں، کسی دوسرے امام کی

Marfat.com

یہاں ضرورت نہیں ہے۔''

چنانچہ حجرۂ شریفہ کے تنگ ہونے کی وجہ سے طے پایا کہ دس دس آدمی حجرہ میں داخل ہو کر نماز پڑھتے جائیں اور نکلتے جائیں۔ پہلی صف جو اس نماز کے لئے حجرہ شریفہ میں بنی اس میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم موجود تھے، سب نے چار تکبیروں سے آنحضور پر نماز جنازہ پڑھی۔

جب تمام مسلمان کیا مرد' کیا عورتیں' کیا بوڑھے' کیا جوان' کیا آزاد اور کیا غلام نماز جنازہ سے فارغ ہو چکے تو تدفینِ رسول کے لیے مشورہ کیا گیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اللہ کے رسول جہاں فوت ہوتے ہیں وہاں ہی دفن کیے جاتے ہیں' میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے۔''

پس تمام صحابہ کرام نے اس بات کو تسلیم کر لیا اور حجرۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح صادق ہونے سے پہلے دفن کر دیا گیا۔

☆☆☆

Marfat.com

الثانی:

رسالت

لغوی معنی:

رسالت کا مادہ ''ر، س، ل'' ہے۔ رسول اس ہستی کو کہتے ہیں جو ایک جگہ سے دوسری جگہ پیغام لے کر جاتا ہے۔

اصطلاحی معنی:

اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا پیغام ہدایت جو لوگوں تک پہنچاتے ہیں انہیں رسول کہتے ہیں اور رسول کے ادارہ رسالت کہتے ہیں۔

عقیدۂ رسالت:

اجزائے ایمان میں سے ایک جزء انبیاء پر ایمان لانا ہے۔ جس طرح دوسرے اسلامی عقائد کو ماننا انسان پر فرض ہے اسی طرح عقیدہ رسالت پر ایمان رکھنا عین فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقائد پر ایمان لانے کی تاکید فرماتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

((أمنت باللہ وملئکۃ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر))

''میں ایمان لایا اللہ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت پر۔''

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

((کل أمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ))

(سورۃ البقرہ: 285)

''سب ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر۔''

رسل اور قرآن مجید

قرآن مجید میں بارہا مقامات پر انبیاء علیہم السلام کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کے مقاصد کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

مقصدِ بعثت:

تمام انبیاء علیہم السلام کو ایک ہی منبع اور مقصد دے کر اس دنیا میں مبعوث فرمایا گیا۔ ارشاد ربانی ہے:

((وما نرسل المرسلین الا مبشرین ومنذرین))

Marfat.com

''اور ہم پیغمبروں کو اس لیے بھیجتے ہیں کہ (نیکوں کو) خوشخبری سنائیں اور (منکرین کو) ڈرائیں۔''

(سورۃ الانعام:48)

انبیاء کرام کی تبلیغ کا مقصد بھٹکے، بھولے اور جاہل اور گمراہ لوگوں کو دین حق کی طرف بلانا تھا اور اس ساری کاوش اور محنت کے پیچھے صرف اور صرف ایک ہی انجام اور حصول تھا' دوزخ کی آگ سے رہائی اور جنت تک رسائی۔

صراطِ مستقیم کی تبلیغ:

تمام انبیاء علیہم السلام نے بڑے احسن طریقے کے ساتھ اس ثقیل کام کو بخوبی سرانجام دیا۔ یہی بندوبست تو ہے جو نبوت کے ذریعہ سے کیا گیا ہے اور ہزاروں لوگوں کو جہنم کے گڑھے سے بچا کر جنت میں داخل کیا۔

ارشاد ربانی ہے:

((وعلیٰ اللہ قصد السبیل و منھا جائر))

(سورۃ النحل:9)

''اور اللہ ہی کے ذمہ ہے سیدھا راستہ بتانا جبکہ راستے ٹیڑھے بھی موجود ہیں۔''

دنیا کی ہر امت کے لیے رسول:

تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد لوگوں کو دین حق کی طرف بلانا تھا۔ اللہ تعالیٰ انسانوں سے مخاطب فرماتا ہے کہ تم اپنے شرک اور خود مختارانہ تحلیل وتحریم کے حق میں ہماری مشیت کو کیسے سند جواز بنا سکتے ہو۔ جبکہ ہم نے ہر امت میں اپنے رسول بھیجے اور ان کے ذریعے سے لوگوں کو صاف صاف بتا دیا گیا ہے کہ تمہارا کام صرف ہماری بندگی کرنا ہے۔ تم طاغوت کی بندگی کیلئے پیدا نہیں کیے گئے ہو۔

ارشاد ربانی ہے:

((ولقد بعثنا فی کل امۃ رسول))

''ہم نے ہر امت میں رسول مقرر کیے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

((ولو شئنا لبعثنا فی کل قریۃ نذیراً))

''اور اگر ہم چاہتے تو ہر ایک (چھوٹی چھوٹی) بستی میں ایک ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔''

رسولوں کی باہمی فضیلت:

اللہ رب العزت نے ہر پیغمبر کی علیحدہ شان اور مقام متعین کیا اور ہر ایک کو درجات کے لحاظ سے افضل کر دیا ہے۔

انہیں درجات اور فضیلت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس طرح بیان فرمایا ہے:

Marfat.com

((تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض))

"یہ (حضرات) مرسلین ایسے ہیں کہ ہم نے ان میں سے بعضوں کو بعض پر فوقیت عطا کی۔"

(سورۃ البقرہ:253)

اپنی قوم کی زبان میں:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جس قوم اور علاقے کیلئے کوئی نبی مقرر کیا تو وہ اسی قوم اور علاقے کی زبان بولتا تھا۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جو نبی جس قوم کی طرف بھیجا اس پر اس قوم کی زبان میں اپنا کلام نازل کیا، تاکہ وہ قوم اسے اچھی طرح سمجھے اور اسے یہ عذر پیش کرنے کا موقع نہ ملے کہ آپ کی بھیجی ہوئی تعلیم ہماری سمجھ میں نہیں آسکی۔ اس لیے ہر نبی اسی زبان میں تبلیغ کیا کرتا جو قوم کے فہم میں آسکے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ومار سلنامن رسول الابلسان قومی لیبین لھم))

"اور ہم نے تمام پیغمبروں کو ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ ان سے کھلم کھلا بیان کریں۔"

(ابراہیم:4)

نبوت ورسالت صرف مردوں کو ملی:

اللہ جل شانہ نے ان گمراہ قوموں کیلئے جب اور جہاں بھی پیغمبر مبعوث کیے وہ سب کے سب مرد تھے۔ کبھی بھی کسی عورت کو یا فرشتہ کو نبی نہیں بنایا گیا اور یہ شرف صرف مرد کی ذات کو حاصل تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

((وما ارسلنا من قبلك الا رجالاً))

"اور ہم نے تجھ سے پہلے مردوں ہی کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا"

(سورۃ النحل:3)

رسالت پر کیے گئے اعتراضات اور ان کے جوابات

بشریت اور رسالت:

ہر زمانے کے جاہل لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں کہ بشر کبھی پیغمبر نہیں ہوسکتا۔ اس لیے جب کوئی رسول آیا تو یہ دیکھ کر کہ کھاتا ہے' پیتا ہے' بیوی بچے رکھتا ہے' گوشت پوست کا بنا ہوا ہے۔ فیصلہ کر دیا کہ پیغمبر نہیں ہے، کیونکہ "بشر" ہے۔ غرض بشریت اور پیغمبری کا ایک ذات میں جمع ہونا جاہلوں کیلئے ایک معمہ ہی بنا رہا اور اس غلط فہمی میں رہے کہ جو بشر ہے وہ رسول نہیں ہوسکتا اور جو رسول ہے وہ بشر نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

قوم نوح:

قوم نوح کے سرداروں نے جب حضرت نوح علیہ السلام کی رسالت کا انکار کیا تو یہی کہا تھا:

((ماھذاالابشر مثلکم یریدان یتفضل علیکم))

(المومنون:24)

"یہ شخص اس کے سوا کچھ نہیں کہ ایک بشر ہے تم ہی جیسا اور چاہتا ہے کہ تم پر اپنی فضیلت جمائے۔"

قوم عاد:

قومِ عاد نے یہی بات حضرت ہود علیہ السلام کے متعلق بھی کہی تھی:

((ماھذا الابشر مثلکم یأکل مماتأکلون منه ویشرب مما تشربون ولئن اطعتم بشراً مثلکم انکم اذالخسرون))

(سورۃ المومنون:343)

"یہ شخص کچھ نہیں ہے مگر ایک بشر تم ہی جیسا۔ کھاتا ہے وہی کچھ جو تم کھاتے ہو اور پیتا ہے وہی کچھ جو تم پیتے ہو۔ اب اگر تم نے اپنے ہی جیسے بشر کی اطاعت کر لی تو تم بڑے خسارے میں رہے۔"

قوم ثمود:

قوم ثمود نے بھی حضرت صالح علیہ السلام کے متعلق یہی کہا تھا:

((ابشر امناواحد انتبعه))

(سورۃ القمر:24)

"کیا ہم اپنے میں سے ایک بشر کی پیروی اختیار کر لیں۔؟"

جمیع انبیاء کرام:

اور یہی معاملہ قریب قریب تمام انبیاء کے ساتھ پیش آیا کہ کفار نے کہا:

((ان انتم الابشر مثلنا))

(سورۃ ابراہیم:10)

"تم بس ہم جیسے بشر ہو۔"

جب گمراہ ہٹ دھرم اور جاہل لوگ عقیدہ رسالت کا انکار کرتے اور ان کو اپنے جیسا ہی سمجھ کر راہ ہدایت کی طرف نہ آتے تو انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا:

((ان نحن الابشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ))

Marfat.com

(سورۃ ابراہیم: 11)

''واقعی ہم تمہاری طرح بشر کے سوا کچھ نہیں ہیں مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے۔''

کفارِ مکہ کا رسالت سے انکار اور اعتراضات

دو وجوہات:

مشرکین مکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار دو بنیادی وجوہات کی بنیاد پر کرتے تھے۔ ایک وجہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسماعیل سے تھے اور دوسری اہم وجہ یہ تھی کہ مکہ یا طائف میں سے کسی رئیس کو رسالت کا منصب کیوں عطا نہیں ہوا۔

اہلِ مکہ اور انکارِ رسالت:

رسالت سے اہل مکہ کے معاشی' معاشرتی اور سیاسی مفادات پر زد پڑتی تھی۔ اس لئے وہ منکر رسالت ہوئے اور اس کے ساتھ ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے بنیاد مطالبات بھی کرتے اور ان کے پورے نہ ہونے پر مذاق اڑاتے اور دوسروں کو اسلام سے منحرف کرتے۔

حضور کی رسالت سے انکار اور قدیم جاہلانہ خیال:

کفارِ مکہ کہتے:

''محمد رسول نہیں ہیں بلکہ ہماری طرح کے انسان ہیں۔''

چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

'' کہتے ہیں یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔''

قرآن مجید کفار مکہ کے اس جاہلانہ خیال کی تردید کرتے ہوئے بتاتا ہے کہ یہ کوئی نئی جہالت نہیں ہے۔ جو آج پہلی مرتبہ ان لوگوں سے ظاہر ہو رہی ہے، بلکہ قدیم ترین زمانے سے تمام جہلاء اس غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب اللہ تبارک وتعالیٰ سورہ فرقان کی آیت نمبر 20 میں اس طرح ارشاد فرماتا ہے:

((وما ارسلنا قبلك من المرسلين الا انهم ليا كلون الطعام ويمشون فی الاسواق))

''اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔''

Marfat.com

انسانیت اور رسالت:

پھر قرآن مجید پوری صراحت کے ساتھ کہتا ہے کہ اللہ نے ہمیشہ انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور انسان کی ہدایت کیلئے انسان ہی رسول ہوسکتا ہے، نہ کہ کوئی فرشتہ یا بشریت سے بالاتر کوئی ہستی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وما ارسلنا من قبلك الا رجالًا نوحی الیهم من اهل القریٰ))

(سورۃ الیوسف:109)

''اے محمد! تم سے پہلے ہم نے جو بھی پیغمبر بھیجے تھے وہ سب انسان ہی تھے اور ان ہی بستیوں میں رہنے والوں میں سے تھے۔''

یہ لوگ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتے تھے کہ جو شخص کل ان کے شہر میں پیدا ہوا اور انہیں کے درمیان بچے سے جوان اور جوان سے بوڑھا ہوا اس کے متعلق کیسے یقین کریں کہ یکا یک ایک روز اللہ نے اسے اپنا پیغمبر مقرر کر دیا ہے، لیکن یہ بات کوئی انوکھی بات نہیں، اس سے پہلے بھی اللہ اپنے نبی بھیج چکا ہے اور وہ سب انسان ہی تھے اور پھر یہ بھی کبھی نہیں ہوا کہ کوئی اجنبی شخص کسی شہر میں نمودار ہو گیا ہو اور اس نے کہا ہو کہ میں پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں، بلکہ جو بھی لوگ انسانوں کی اصلاح کیلئے منتخب کیے گئے وہ سب ان کی اپنی ہی بستی کے رہنے والے ہوتے تھے۔

نبوت اور فرشتہ:

کفار مکہ کا یہ باطل خیال تھا کہ کوئی انسان کیسے نبی ہوسکتا ہے، اس لیے وہ فرمائش کرتے ہیں کہ ہم اس شرط پر ایمان لائیں گے کہ آسمان سے فرشتہ اترے اور وہ آپ کے نبی ہونے کی تصدیق کرے۔

ان کے اس مطالبے کو اللہ نے اس طرح پیش کیا:

((وقالوا لولا انزل علیهم ملك))

(سورہ الانعام:8)

''اور بولے کیوں نہ اتارا گیا ان پر فرشتہ۔''

پھر قریش مکہ اپنے عقیدے کی صداقت کیلئے کہتے:

''اگر اللہ کو ہمارا یہ مذہب پسند نہ ہوتا اور وہ ہمیں اس سے باز رکھنے کیلئے کوئی رسول بھیجنا چاہتا تو فرشتوں کو بھیجتا تم چونکہ فرشتے نہیں ہو لہٰذا ہم نہیں مانتے کہ تم کو اللہ نے بھیجا ہے۔''

ارشاد ربانی ہے:

((قالوا لو شآء ربنا لانزل ملئكة فانا بما ارسلتم به كفرون))

Marfat.com

(سورۃ حم سجدہ:14)

''انہوں نے کہا: ہمارا رب چاہتا تو فرشتے بھیجتا لہٰذا ہم اس بات کو نہیں مانتے جس کے لئے تم بھیجے گئے ہو۔''

مشرکین مکہ کے اس نامعقول سوال کے جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((قل لو کان فی الارض ملئکة یمشون مطمئنین لنزلنا علیهم من السمآء ملکاً رسولاً))

(بنی اسرائیل:95)

''ان سے کہو اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے کسی فرشتے ہی کو ان کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجتے۔''

اگر آدمیوں کی طرف کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیج دیں جو نہ بھوک کو جانتا ہے نہ پیاس کو، نہ جنسی خواہشات کو نہ سردی گرمی کے احساس کو نہ اس کو کبھی محنت سے تھکان لاحق ہوتی تو وہ انسانوں سے بھی ایسے ہی عمل کی توقع رکھتا۔ ان کی کمزوری و مجبوری کا احساس نہ کرتا۔ اس طرح انسان بھی فرشتوں کے کاموں کی نقل کرنے کی صلاحیت نہ رکھے تو اس کی اتباع کیا خاک کرتے۔ اس لیے ضروری تھا کہ انسانوں کی ہدایت کیلئے ان ہی میں سے ایک پیغمبر ہوتا۔

نبوت اور رئیس:

پہلے تو کفار عرب اس بات کو تسلیم کرنے کیلئے بھی تیار نہ تھے کہ کوئی انسان نبوت کے منصب پر فائز ہوسکتا ہے۔ وہ کہتے کہ فرض کرلیا جائے کہ اگر ایسا ہوسکتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو سردارانِ مکہ یا سردارانِ طائف میں سے کسی کو رسول بنانا چاہیے تھا۔ وہ کہتے کہ مکہ میں ولید بن مغیرہ اور عتبہ بن ربیعہ جیسے نامی گرامی سردار اور طائف میں عروہ بن مسعود، حبیب بن عمرو اور کنانہ بن عبد عمر جیسے رئیس موجود نہ تھے۔ اس کے برعکس اللہ نے ایسے آدمی کو رسول بنایا ہے جو یتیم پیدا ہوا۔ جس کے حصے میں کوئی میراث نہ آئی، جس نے بکریاں چرا کر جوانی گزار دی اور نہ وہ کسی قبیلے کا شیخ ہے اور نہ ہی کسی خانوادے کا سربراہ ہے۔؟

قریش مکہ کے اس بیان کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح فرمایا:

((وقالوا لولا نزل هذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم))

(سورۃ الزخرف، آیت نمبر:31)

''اور کہنے لگے کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن کسی ایسے آدمی پر جو ان دوشہروں میں بڑا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ان کے اس اعتراض، طنز اور سوال کا جواب یوں دیا:

((ینزل الملئکة بالروح من امره علی من یشاء من عباده))

Marfat.com

''وہ اس روح کو (جبرائیل کو وحی دے کر) اپنے جس بندے پر چاہتا ہے اپنے حکم سے ملائکہ کے ذریعہ نازل فرمادیتا ہے۔''

اس آیت میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ رسالت نہ استحقاقی ہے اور نہ ہی اکتسابی ہے، بلکہ اللہ جس پر چاہتا ہے یہ ذمہ داری نازل فرماتا ہے۔

مشرکین رسالت کو بے مقصد سمجھ کر انکار کرتے تھے لیکن اخروی اور دنیاوی کامیابی و ناکامی کا انحصار اسی پر ہے۔

مطالبہ معجزات:

کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درج ذیل معجزات بھی طلب کیے:

((وقالوا لن نؤمن لك حتى تفجرلنا من الارض ينبوعا اوتكون لك جنة من نخيل وعنب فتفجر الانهر خللها تفجيراً))

''اورانہوں نے کہا: ہم تیری بات نہ مانیں گے جب تک تو ہمارے لیے زمین کو پھاڑ کر ایک چشمہ جاری نہ کر دے یا تیرے لیے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہو اور تو اس میں نہریں رواں کر دے۔''

((اوتسقط السمآء كما زعمت علينا كسفاًاوتاتي بالله والملئكة قبيلاً))

''یا تو آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے اوپر گرا دے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے۔ اللہ اور فرشتوں کو روبرو ہمارے سامنے لے آئے۔''

((اويكون لك بيت من زخرف اوترقىٰ فى السماء ولن نومن لرقيك حتى تنزل علينا كتباً نقرؤه))

''یا تیرے لیے سونے کا ایک گھر بن جائے یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور تیرے چڑھنے سے ہم یقین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہمارے اوپر ایک ایسی تحریر نہ اتار لائے جسے ہم پڑھیں۔''

(بنی اسرائیل:93,92,91,90)

آیات مذکورہ میں جو سوالات اور فرمائشیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے ایمان لانے کی شرط قرار دی گئی ہیں وہ صرف کفار کے لغو مطالبات اور لایعنی فرمائشوں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لمبے چوڑے مطالبوں کا بس یہ جواب دے کر چھوڑ دیا گیا:

((قل سبحان ربى هل كنت الا بشر رسولا))

''ان سے کہو پاک ہے میرا پروردگار! کیا میں ایک پیغام لانے والے انسان کے سوا اور بھی کچھ ہوں۔''

☆☆☆

Marfat.com

الثالث:

منصبِ ختم المرسلین

آیت کریمہ:

سورۃ احزاب کی آیت 46,45 میں ارشاد ربانی ہے:

((یاایھاالنبی انا ارسلنك شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیا الی اللہباذنہ و سراجاً منیراً))

''اے نبی بے شک ہم نے آپ کو شاہد، مبشر، نذیر او اللہ کے حکم سے اس کی طرف بلانے والا اور چمکتا سورج بنا کر بھیجا ہے۔''

پس منظر:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مشرکین بہتان تراشیاں کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو خطاب کر کے چند کلمات تسکین ارشاد فرماتا ہے۔ مقصود کلام یہ ہے کہ آپ کو ہم نے یہ کچھ مراتب عالیہ بخشے ہیں، آپ کی شخصیت اس سے بہت بلند ہے کہ یہ مخالفین اپنے بہتان افتراء کے طوفان اٹھا کر آپ کا کچھ بگاڑ سکیں، لہٰذا آپ بہتان کی شرارتوں سے رنجیدہ ہوں نہ ہی ان کے پروپیگنڈے کو پرکاہ کے برابر کوئی وقعت دیں۔ اپنے فرائض منصبی ادا کیے جائیں، اس کے ساتھ ضمناً تمام خلق کو جس میں مومن کافر سب شامل ہیں بتایا گیا ہے کہ ان کا سابقہ کسی معمولی انسان سے نہیں ہے، بلکہ ایک بہت بڑی شخصیت سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بلند ترین مقام پر سرفراز فرمایا ہے۔

خلاصہ:

اس آیت میں نبی اکرم نبی محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے آپ کا منصب بتایا گیا ہے اور اس منصب کے ساتھ جو ذمہ داریاں وابستہ ہیں ان کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے تا کہ آپ پر بھی واضح ہو جائے کہ آپ کو کیا کام کرنے ہیں اور کس طرح کرنے ہیں۔

منصب رسالت:

اس آیت میں ان پانچ صفات یا پانچ قسم کے فرائض منصبی کا ذکر کیا گیا ہے:

1: شاہد۔ 2: مبشر۔ 3: نذیر۔ 4: داعی الی اللہ۔ 5: سراج منیر۔

شاہد:

شاہد وہ ہوتا ہے جو شہادت دے، جس نے کسی واقعہ کی اطلاع دی ہو اور وہ واقعہ اس طرح بیان کرے کہ گویا اس

Marfat.com

نے وہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔
امام راغب اصفہانی کے بقول:
((الشهادة والشهود الحضور مع المشاهده انما بالبصر او البصيرة))
''شہادت وہ ہوتی ہے کہ انسان وہاں موجود بھی ہو اور اسے دیکھے بھی خواہ آنکھوں کی بینائی سے یا بالبصیرت۔''
اس آیت میں لفظ شاھد سے تین قسم کی شہادت مراد ہے:
قولی گواہی۔
انبیاء پر گواہی۔
اس امت پر گواہی۔
قولی گواہی یہ کہ اللہ تعالیٰ کا دین جن حقائق اور اصولوں پر مبنی ہے، ان کی صداقت کا گواہ بن کر کھڑا ہو اور دنیا سے صاف صاف کہہ دے کہ وہی حق ہے اور ان کے خلاف جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔
اس میں مندرجہ ذیل شہادتیں آسکتی ہیں:
اللہ کی ہستی اور اس کی توحید' ملائکہ کا وجود' وحی کا نزول جس کو لوگوں نے نہیں دیکھا نبی اس پر گواہی دیں گے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گواہی دے کر بھیجا گیا کہ احوال آخرت، جنت، دوزخ' حساب کتاب اور پل صراط جن کو ہم نے نہیں دیکھا اس پر شہادت دیں کہ ایسا ہوگا۔
اخلاق، تہذیب اور تمدن کے جو تصورات، اقدار، اصول اور ضابطے اللہ نے ان پر منکشف کیے ہیں انہیں اگر ساری دنیا غلط کہتی رہے اور ان کے خلاف چل رہی ہو تب بھی نبی کا کام یہ ہے کہ انہی کا اعلان پیش کرے۔
جو کچھ اللہ کی شریعت میں حلال ہے نبی اس کو حلال ہی کہیں، خواہ ساری دنیا اس کو حرام سمجھتی ہو اور جو کچھ اللہ کی شریعت میں حرام ہے نبی اس کو حرام ہی کہیں خواہ دنیا اس کو حلال ہی کہے۔
انبیاء کرام پر شہادت یہ کہ نبی اپنی پوری زندگی میں گواہی دیں گے کہ واقعتاً ہر رسول نے اپنا اپنا پیغام پہنچا دیا تھا۔
قرآن پاک میں ہے:
((فكيف اذا جئنا من كل امة بشيهد وجئنا بك على هولاء شهيداً))
''پس کیا ہوگا ہر امت پر ایک گواہ ہوگا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سب پر گواہ بنائیں گے۔''
ایک اور جگہ قرآن پاک میں آتا ہے:
((يوم نبعث فى كل امت شهيداً عليهم من انفسهم وجئنابك شهيداً على هولاء))

Marfat.com

''قیامت کے دن ہر امت پر ایک گواہ ہوگا انہی میں سے اور ہم آپ کو ان سب پر گواہ بنائیں گے۔''

قیامت کے روز نوح علیہ السلام پیش ہوں گے تو ان سے کہا جائے گا:

''کیا آپ نے ہمارا پیغام امت کو پہنچا دیا تھا۔؟''

تو وہ عرض کریں گے:

''میں نے پہنچا دیا تھا''

پھر ان کی امت پیش ہوگی تو وہ ان سے انکار کرے گی۔ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا:

''آپ اپنے دعوے پر شہادت پیش کریں۔''

وہ عرض کریں گے کہ امت محمدیہ اس پر گواہ ہے تو امت نوح علیہ السلام اس پر جرح کرے گی کہ یہ ہمارے معاملے میں کیسے گواہی دے سکتے ہیں، جبکہ یہ تو اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ امت محمدیہ جواب دے گی:

''بے شک ہم اس وقت موجود نہ تھے، مگر ہم نے اس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت کے ذریعے تصدیق و توثیق کریں گے کہ ہاں یہ بات تھی۔

شاھد کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کی تبلیغ کا آپ کو گواہ بنا کر بھیجا گیا ہے۔ قیامت کے دن جب کہ ان کے زمانہ کے لوگ اپنے بچاؤ کے لیے ان کی تبلیغ سے انکار کریں گے تب آپ اپنی گواہی سے ثابت کریں گے کہ انہوں نے اپنا فرض تبلیغ کما حقہ ادا کر دیا تھا۔

اپنی امت پر گواہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ تعالیٰ کی عدالت قائم ہوگی تو اس امت کی شہادت دیں گے کہ جو پیغام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں تک پہنچا دیا ہے اور ان کے سامنے اپنے قول اور عمل سے حق واضح کر دینے میں کوتاہی نہیں کی۔ اسی شہادت پر فیصلہ کیا جائے گا کہ ماننے والے کس جزاء کے اور نہ ماننے والے کس سزا کے مستحق ہیں۔

قرآن پاک میں ہے:

((وکذلك جعلنکم امةً وسطاً لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیداً))

''اور اسی طرح ہم تم کو درمیانی امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے سب افراد کے اچھے برے اعمال کی شہادت دیں گے اور یہ شہادت اس بنا پر ہوگی کہ امت کے اعمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہر روز صبح شام اور بعض روایات میں ہفتہ میں ایک بار پیش کیے جاتے ہیں۔

Marfat.com

مبشر:

مبشر کے معنی ہیں: خوشخبری دینے والا۔ یعنی جو لوگ اللہ کے احکام کو مان لیں گے ان کے لیے خوشخبری دینے والا۔

نذیر:

نذیر: ڈرانے والا خبردار کرنے والا۔ اس انداز سے کہ لوگوں کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ یہ راہِ حق ہے اور یہ راہِ ضلالت۔ جو حق ہے اس کا انجام یہ ہے اور جو دوسری راہ ہے اس کا انجام یہ ہے۔

نبی کا کسی کام پر بشارت دینا یہ معنی رکھتا ہے کہ جس احکم الحاکمین کی طرف سے وہ بھیجا گیا ہے وہ اس کام کے پسندیدہ اور مستحق اجر ہونے کا اعلان کر رہا ہے کہ اس کا کرنے والا ضرور اجر پائے گا اور کسی کام کے برے انجام کی خبر دینا کہ قادر مطلق اس کام سے منع کر رہا ہے لہٰذا وہ ضرور گناہ اور حرام ہے اور یقیناً اس کا مرتکب سزا پائے گا۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یہ آیت سنا کر فرمایا کہ تم لوگ یمن کو بھیجے جاتے ہو جاؤ لوگوں پر سختی مت کرنا۔

داعی الی اللہ:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وداعیاً الی اللہ باذنہ))

داعی الی اللہ سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو اللہ تعالیٰ کے وجود اور توحید اور اطاعت کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔

باذنہ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعوت دی ہے وہ آپ کی اپنی خود ساختہ نہیں بلکہ دعوت الٰہیہ ہے۔ یہاں مستشرقین کے سوال کا جواب بھی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسلام آپ کا اپنا قائم کردہ نظام ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

الرابع:

فرائضِ نبوت

سورت الاحزاب کی آیت مبارکہ:

سورۃ الاحزاب میں ہے:

((یایھا النبی اتق اللہ و لاتطع الکفرین و المنافقین ان اللہ کان علیماً حکیماً))

''اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہیے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانیے۔ بے شک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔''

سورۂ احزاب میں حضرت زید بن حارثہ متبنی رسول کا واقعہ موجود ہے کہ حضرت خدیجہ نے ان کو شادی کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور تحفہ دے دیا۔ زید بڑے ہوئے تو ان کے ورثاء کو پتہ چلا کہ ہمارا بچہ فلاں جگہ ہے، وہ آئے اور کہا کہ یہ ہمارا بچہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اسے لے جاؤ۔!''

حضرت زید بن حارثہ نے جانے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیٹا بنالیا اور ان کو زید بن حارثہ کی بجائے زید بن محمد کہا جانے لگا۔

قدیم روایت کے مطابق منہ بولے بیٹے اور حقیقی بیٹے کا ایک جیسا تصور تھا۔ زید جوان ہوئے تو ان کی شادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر آپ کی پھوپھی زاد حضرت زینب سے کرنے کا فیصلہ ہوا۔ عرب روایت میں غلام کو معاشرے میں کوئی مقام نہ ملتا تھا۔ حضرت زینب کے بھائی اور خود حضرت زینب نے اس سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہوا:

((وما کان لمؤمن و لامؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امراً ان یکون لھم الخیرة من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالاً مبیناً))

اس آیت کے نزول کے بعد دونوں بہن بھائی راضی ہو گئے اور حضرت زید کی شادی حضرت زینب سے کر دی گئی۔ ان کی ازدواجی زندگی خوشگوار نہ تھی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھاتے رہے۔

اللہ کی مشیت اور حکمت تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رسم جاہلیت کو توڑنا تھا اور شادی حضرت زینب سے کرنا تھا اور حقیقی بیٹے اور متبنیٰ میں فرق نمایاں ہونا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہچکچاہٹ محسوس ہوئی کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی یعنی بہو کے ساتھ نکاح کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوربین نگاہ کو اٹھنے والے طوفان کا اندازہ تھا۔

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی کردار اور اخلاق و ذاتیات بھی محفوظ نہ رہی۔ اللہ تعالیٰ منہ بولے بیٹے اور

Marfat.com

حقیقی بیٹے میں امتیاز فرمانا چاہتا تھا اور ایک مسلمہ اصول کو توڑنا مقصود تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت زینب سے شادی کے دو مقاصد تھے:

1: حضرت زینب کی تالیف قلب۔

2: متبنّی اور حقیقی بیٹے میں امتیاز۔

چنانچہ سورۂ احزاب کے آغاز میں فرمایا گیا:

((یایھاالنبی اتق اللہ ولاتطع الکفرین والمنافقین ان اللہ کان علیماً حکیماً واتبع مایوحی الیك من ربك ان اللہ بما تعملون خبیراً وتوکل علی اللہ وکفی باللہ وکیلاً))

پہلا فرض:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((یایھاالنبی اتق اللہ))

"اے نبی! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیے۔"

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا معنی یہ ہے کہ آپ اللہ سے ہمیشہ ڈرتے تھے، یہاں اس اعتبار سے آپ کو بنیاد بنا کر تمام دنیا کو متوجہ کیا جاتا ہے کہ راہِ حق میں دعوت کے لیے بنیادی چیز تقویٰ ہے۔ اگر تقویٰ ہوگا تو انسان ہر اچھا کام کرے گا اور برے کام سے بچے گا۔

جیسا کہ احزاب کی آیت نمبر 39 میں فرمایا:

((الذین یبلغون رسالت اللہ ویخشونه ولایخشون احدالا اللہ))

"وہ لوگ جو اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں وہ اسی سے ڈرتے ہیں، اللہ کے علاوہ کسی اور سے نہیں ڈرتے۔"

مبلغ کے لیے ضروری ہے کہ صرف اور صرف اللہ سے ڈرے، انسانوں سے ڈرے گا تو حق کو ان کے سامنے کھول کر بیان نہیں کر سکے گا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ڈر کی وجہ سے بات نہ کرے جس کا اللہ کی طرف سے حکم ہے۔ انسانوں کا خوف کئی طرح کے خوف پیدا کرسکتا ہے کہ وہ ڈر کی وجہ سے امر بالمعروف نہ کرے، نہی عن المنکر نہ کرے۔

دوسرا فرض:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((ولاتطع الکفرین والمنافقین))

Marfat.com

''کافروں اور منافقوں کی پیروی (پرواہ) نہ کیجئے۔''

کسی بھی نبی سے اس بات کا قطعاً گمان نہیں کیا جاسکتا کہ وہ کافروں کی اطاعت کرنے لگ جائے۔ یہاں اطاعت کا معنی ہے کہ کافر اور منافق جو چاہیں وہ نہ کریں یا ان کی باتوں کی پرواہ نہ کریں۔ سورۂ بقرہ میں کفار کی خواہش کا اظہار کیا گیا ہے:

((ولن ترضی عنك اليهود ولن النصاری حتی تتبع ملتهم قل ان هدی الله هو الهدی ولئن اتبعت اهواء هم بعد الذی جاء ك من العلم مالك من الله من ولی ولانصير))

''آپ سے کبھی بھی یہود و نصاریٰ راضی نہ ہوں گے، جب تک کہ آپ ان کے دین کی پیروی نہ کریں۔ کہہ دیجئے کہ اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے۔ اگر آپ نے علم آجانے کے بعد ان کی خواہشات کی پیروی کی تو اللہ کے ہاں آپ کا کوئی مددگار ہوگا نہ دوست۔''

سورۂ بقرہ میں ایک اور موقع پر فرمایا گیا ہے:

((ود كثير من اهل الكتاب لو يردونكم من بعد ايمانكم كفاراً حسداً من عندانفسهم من بعد ماتبين لهم الحق فاعفوا واصفحوا حتی ياتی الله بامره ان الله علی كل شیء قدير))

''اہل کتاب چاہتے ہیں کہ کاش کسی طرح تم کو ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹا دیں، اس حسد کی وجہ سے جو ان کے سینوں میں ہے، اس کے بعد کہ ان کے لیے حق واضح ہو چکا ہے۔ پس آپ ان کو معاف کیجئے اور ان سے درگزر کیجئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔''

ایک ہوتا ہے امن کے ساتھ معاہدہ، دوسرا ہوتا ہے سازگاری پیدا کرنا۔ سازگاری یہ ہوتی ہے کہ سودے بازی کرنا، کچھ لینا اور کچھ دینا۔ نہ تم ہم کو برا کہو نہ ہم تم کو برا کہیں۔

مکہ میں سازگزاری کی بہت سی کوششیں کی گئیں۔ ایک کافر سردار آپ کے پاس آیا اور کہا:

''آپ اگر مال و دولت، حکومت، شہرت، اچھے گھرانے میں شادی کے خواہاں ہیں تو سب کچھ آپ کیلئے کردیتے ہیں لیکن ہمارے معبودوں کو برا مت کہیں اور ہم آپ کو برا نہیں کہتے نہ آپ ہمیں برا کہیں۔''

ایک اور وفد آپ کے چچا جناب ابوطالب کے پاس آیا اور کہا:

''ان کو منع کریں۔ یہ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں تو پھر بھی میں اپنے

Marfat.com

مشن سے باز نہ آؤں گا۔"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سازگاری پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔
ایک کافر سردار عقبہ بن ربیع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور سازگاری پیدا کرنے کی کوشش کی کہ کچھ دن آپ ہمارے معبودوں کو پوجیں اور کچھ دن ہم آپ کے معبود کی عبادت کریں گے۔اس پر سورۃ الکافرون نازل ہوئی:

((قل یاایھاالکفرون لااعبد ماتعبدون ولاانتم عبدون مااعبد ولاانا عابد ماعبدتم ولاانتم عابدون مااعبدلکم دینکم ولی دین))

(پارنمبر 30،سورۃ الکافرون)

"آپ کہہ دیجئے کہ اے کافرو! نہ میں ان کی پوجا کرتا ہوں جن کی تم پوجا کرتے ہو اور نہ تم اس کی پوجا کرتے ہو جس کی میں پوجا کرتا ہوں، اور نہ میں ہی ان کی پوجا کرنے والا ہوں جن کی تم پوجا کرتے ہوں اور نہ ہی تم اس کی پوجا کرنے والے ہو جس کی میں پوجا کرتا ہوں۔تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین۔"

سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 73 میں فرمایا:

((وان کادوا لیفتنوك عن الذی اوحینا الیك لنفتری علینا غیرہ واذاالاتخذوك خلیلاً))

"اے نبی! جو وحی ہم نے تمہاری طرف بھیجی ہے قریب تھا کہ یہ لوگ تم کو اس سے پھسلا دیں تاکہ تم اس کے سوا اور باتیں ہماری طرف بنالو اور اس وقت وہ تم کو دوست بنالیتے۔"

سازگاری کے حوالے سے ہی دیگر مقامات پر مختلف طریقوں سے منع فرمایا:

((لایتخذ المومنین الکفرون اولیاء من دون المؤمنین))

"مومن کافروں کو دوست نہ بنائیں مومنوں کو چھوڑ کر۔"

ایک جگہ فرمایا:

((وماکان للنبی والذین امنوا ان یستغفرواللمشرکین ولوکان اولی قربی من بعد ماتبین لھم انھم اصحب الجحیم))

"نبی اور مومنوں کے شایان شان نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش کی دعا کریں، اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، اس کے بعد کہ ان کے لیے واضح ہو چکا ہو کہ وہ (مشرک) جہنمی ہیں۔"

ایک جگہ فرمایا:

((لاتتخذوا ابائکم واخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان))

Marfat.com

''اپنے باپ دادا اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو پسند کریں۔''

کافروں کے ساتھ معاہدہ ضروری ہے اور ان کے ساتھ دوستی اور سازگاری اسلامی معاشرے اور اسلام کی بقا کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے۔

تیسرا فرض:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((واتبع مایوحی الیک من ربک))

''اور اسی کی پیروی کریں جو آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے۔''

اس آیت میں دراصل پابند کیا گیا ہے کہ ایک داعی کا منشور، پروگرام، مرکز اور محور صرف اور صرف قرآن ہونا چاہیے۔ اگر قرآن کی بنیاد پر تحریک چلے گی تو یقیناً کامیابی ہوگی۔ اگر لوگ قرآن وسنت کو چھوڑ دیں گے تو راہِ حق پر نہیں آسکیں گے اور کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔

اہل اسلام کی

((الحب للہ والبغض للہ))

''اللہ کے لیے محبت اور اللہ کے لیے بغض''

والی کیفیت ہونی چاہیے۔

انعام میں اس حوالے سے فرمایا:

((واتبع مایوحی الیک من ربک لاالہ الاھو واعرض عن المشرکین))

''اور اس وحی کی پیروی کریں جو آپ کے رب نے آپ پر نازل فرمائی ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور مشرکین سے منہ پھیر لیجیے۔''

سورۃ سبا میں فرمایا:

((قل ما سألتکم من اجر فھولکم ان اجری الا علی اللہ وھو علی کل شیء شھید))

''آپ کہہ دیجیے کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر میرے اللہ کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

((فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین))

''جو آپ کو حکم دیا جاتا ہے اس پر پختہ رہیے اور مشرکوں سے اعراض کر لیجیے۔''

Marfat.com

اتباع کے ضمن میں میثاق الانبیاء کے حوالے سے احزاب میں فرمایا:

((واذاخذنا من النبیین میثاقهم ومنك ومن نوح وابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ ابن مریم واخذنا منهم میثاقاً غلیظاً لیئسل الصدقین عن صدقهم واعد للکفرین عذاباً الیماً))

(سورۃ الاحزاب:7تا8)

''اور جب ہم نے نبیوں سے ان کا وعدہ لیا اور آپ سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے اور ہم نے اس سے پختہ وعدہ لیا، تاکہ سچوں سے ان کے سچ کے بارے میں سوال کریں اور اللہ نے کافروں کے لیے دردناک عذاب تیار فرما رکھا ہے۔''

مذکورہ دونوں آیات میں دو مضمون بیان ہو رہے ہیں یعنی صاحب وحی کو اپنی وحی کا اتباع اور غیر صاحب وحی کو صاحب وحی کا اتباع کرنا واجب ہے۔ آیت مذکورہ میں انبیاء کرام سے عہد و اقرار لینے کا ذکر ہے، وہ اس اقرار عام کے علاوہ ہے جو ساری مخلوق سے لیا گیا تھا۔ یہ عہد انبیاء سے نبوت و رسالت کے فرائض کو ادا کرنے اور باہم ایک دوسرے کی تصدیق اور مدد کرنے کا عہد تھا۔

سورۃ احزاب کی آیت نمبر 38 میں فرمایا:

((ماکان علی النبی من حرج فیما فرض اللّٰہ له سنة اللّٰہ فی الذین خلوا من قبل وکان امر اللّٰہ قدراً مقدوراً))

''نبی کے لیے کوئی حرج نہیں اس میں جو اللہ نے اس کے لیے مقرر فرما دیا، یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے ان میں جو پہلے گزر چکے اور اللہ کا حکم مقرر ہو چکا۔''

یہ حکم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ یہی سنت آپ سے پہلے انبیاء میں بھی جاری رہی اور مصالح دینیہ میں عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی جن میں حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام زیادہ معروف ہیں۔

چوتھا فرض:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان اللّٰہ کان علیماً حکیماً))

''بے شک اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔''

علیماً اور حکیماً دونوں صیغہ مبالغہ کے ہیں۔ چونکہ مسلمان اس وقت مشکلات میں گھرے ہوئے تھے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو تسلی دے رہا ہے کہ وہ ہر کسی کو جانتا ہے۔ وہ حکیم بھی ہے علیم بھی ہے۔ ایک حکمت کے تحت تمہیں مشکلات

Marfat.com

میں ڈالا جا رہا ہے، مشکلات کی بھٹی سے گزر کر تمہارے اندر صحیح اخلاق تو شہ پیدا ہوگا کیونکہ لوہا آگ میں ہی ڈالنے سے کندھن بنتا ہے۔ مشکلات میں ڈالنا دراصل حکمت کا تقاضا ہے۔

1: اللہ مومنوں کو کافروں سے الگ فرما رہا ہے۔

2: مومنوں کے تعلقات اللہ کے ساتھ مضبوط ہوتے ہیں۔

علیماً: مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ ایک ایک کی قربانی اللہ جانتا ہے اور اس کا اچھا اجر دے گا۔

حکیماً: مشکلات میں ایک حکمت کا تقاضا ہے۔

اصل مقصد مشکلات میں صبر کے دامن کو مضبوطی سے پکڑنا ہے۔

ارشادات ربانی ہیں:

((واصبرلحکم ربك ولاتطع منهم اثمااو کفورا))

''اور اپنے رب کا حکم آنے تک صبر کیجئے اور ان میں سے کسی گناہ گار اور ناشکرے کی پیروی مت کیجئے۔''

((واصبرحتی یحکم اللّٰہ وهو خیر الحاکمین))

''اور صبر کیجئے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور وہ بہترین حکم فرمانے والا ہے۔''

((واصبر کماصبراولواالعزم من الرسل ولاتستعجل لهم))

''اور اس طرح صبر کیجئے جس طرح اولعزم رسولوں نے کیا اور ان کے لیے جلدی مت کیجئے۔''

((ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا للّٰہ وانا الیه راجعون))

''اور یقیناً ہم تم کو آزمائیں گے خوف، بھوک، مالوں، جانوں اور پھلوں میں نقص کے ساتھ اور صبر کرنے والوں کے لیے خوشخبری ہے۔ وہ صابر کہ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔''

پانچواں فرض:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وتوکل علی اللّٰہ))

''اور اللہ پر توکل کیجئے۔''

توکل علی اللہ کے ضمن میں یہ یقین ہو کہ ہر چیز اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جو چاہتا ہے ہوتا ہے، جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ یہ چیز انسان کے ایمان کا حصہ بن جائے کہ اللہ ہی سب کچھ کرتا ہے۔

Marfat.com

زبردستی کا عالم ہے آپ مسکین ہو کر زندگی گزار رہے ہوں، آپ کے پاس طاقت بھی نہ ہو جب کہ دشمن کے پاس طاقت، مال، وسائل سب کچھ ہے، ایسے میں آپ اللہ سے مدد کی امید پر اس کیفیت کو اللہ کی رضا سمجھ کر برداشت کریں۔

توکل ہی مسلمانوں کی کامیابی کا راز ہے:

((ان ینصرکم اللّٰہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذاالذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللّٰہ فلیتوکل المومنون))

''اور اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں رسوا کر دے تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے؟ اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکل رکھنا چاہیے۔''

اللہ پر توکل کے ضمن میں کفار کا داؤ نہیں چل سکتا:

((وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللّٰہ انہ ھو السمیع العلیم وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللّٰہ ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین))

''اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی مائل ہو جایئے اور اللہ پر بھروسہ کیجیے، بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔ اور اگر وہ آپ کے ساتھ دھوکے کا ارادہ کریں تو آپ کو اللہ کافی ہے اور اللہ وہی ہے کہ جس نے مومنوں کی تائید کی اپنی مدد کے ساتھ۔''

متوکلین کو اللہ کافی ہے:

((ومن یتق اللّٰہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ ان اللّٰہ بالغ امرہ))

''اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ پر توکل کرے تو اللہ تعالیٰ اسے کافی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ معاملے کو پورا کرنے والا ہے۔''

الغرض فرائض نبوت ارشاد فرما کر تمام مبلغین اسلام کے لیے منضبط اصول وضوابط اور اصول دعوت کی نشاندہی کر دی گئی ہے اور یہی وہ اصول ہیں جن پر کسی بھی ملک وقوم کے دین کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

الخامس:

فرائضِ امت

اتباع واطاعت رسول:

جولوگ اسلام قبول کرلیں اور امت مسلمہ میں داخل ہو جائیں اُن کے لیے رسول کی حیثیت محض پیغام پہنچانے والے کی نہیں ہے بلکہ رسول ان کیلئے معلم اور مربی بھی ہے، اسلامی زندگی کا نمونہ بھی ہے اور ایسا امیر بھی ہے جس کی اطاعت ہر زمانے میں ہے جو کی جانی چاہیے۔

معلم، مربی اور نمونہ:

معلم کی حیثیت سے رسول کا کام یہ ہے کہ پیغام الٰہی کی تعلیمات اور اس کے قوانین کی تشریح وتوضیح کریں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ویعلمھم الکتب والحکمۃ))

"اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے۔"

(سورۃ ال عمران، آیت نمبر:164)

مربی ہونے کی حیثیت سے اس کا کام یہ ہے کہ قرآنی تعلیمات اور قوانین کے مطابق مسلمانوں کی تربیت کرے اور ان کی زندگیاں اسی سانچے میں ڈالے۔

نمونہ ہونے کی حیثیت سے اس کا کام یہ ہے کہ خود قرآنی تعلیم کا عملی مجسمہ بن کر دکھائے اور اس کے ہر قول وفعل کو دیکھ کر معلوم ہو جائے کہ زبان کو اس طرح استعمال کرنا ہے اور اپنی قوتوں سے یوں کام لینا اور دنیا کی زندگی میں ایسا برتاؤ رکھنا ہے جو کتاب اللہ کے مقصد کے مطابق ہو۔ ہمارے رسول یقیناً اسی طرح کے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

((لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ))

"بلاشبہ تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔"

(سورۃ احزاب، آیت نمبر:21)

بحیثیت امیر:

اس کے ساتھ ہی رسول کی حیثیت مسلمانوں کے امیر کی بھی ہے۔ ایسا امیر نہیں جس سے نزاع کی جا سکے، بلکہ ایسا امیر جس کے حکم کو بلا چون وچرا ماننا فرض ہے۔ جیسا کہ قرآن کی آیات کو ماننا فرض ہے۔

Marfat.com

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

((ومن اطاع الرسول فقد اطاع اللہ))

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔''

ایسا امیر نہیں جو صرف اپنی زندگی ہی میں امیر ہوتا ہے بلکہ ایسا امیر جو قیامت تک امت مسلمہ کا امیر ہے۔

قرآن مجید میں بارہا جگہ پر اطاعت رسول کا حکم دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((اطیعوا اللہ و رسولہ ان کنتم مومنین))

سورۃ الانفال:1)

''اگر تم مومن ہو تو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔''

سورۃ آل عمران میں فرمایا:

((قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم))

''آپ کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تم سے محبت کرے گا۔''

ایک جگہ فرمایا:

((واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون))

آل عمران:132)

''اور اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔''

ایک جگہ فرمایا:

((ومن یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً))

سورۃ الاحزاب:71)

''جس نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی وہ بڑی کامیابی کو پہنچا۔''

☆☆☆

Marfat.com

السادس:

سنت وحدیث کی حجیت واہمیت

اہمیت حدیث وسنت

حدیث کے لغوی معنی:

لفظ حدیث کے لغوی معانی ہیں: کوئی خبر یا کوئی بیان، (یا کوئی نئی بات)''

قرآن مجید اور لفظ حدیث:

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

((واما بنعمة ربك فحدث))

(سورۃ الضحیٰ: آیت 11)

''اور اپنے رب کے انعامات کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے۔''

ایک اور مقام پر فرمایا:

((فبای حديث بعده يؤمنون))

(سورۃ المرسلت: آیت 50)

''تو پھر اس کے بعد کونسی بات پر ایمان لاؤ گے۔''

محدثین کے نزدیک حدیث کی تعریف:

محدثین نے حدیث کی تعریف اس طرح کی ہے:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل یا تقریر۔''

شرعی اصطلاح میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال، تقاریر وسیرت وچال، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے لے کر وفات تک آپ کی زندگی مطہرہ کے بارے میں جو کچھ کہا گیا اس پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔''

حدیث کا لفظ رسول اللہ نے خود پسند فرمایا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کا لفظ اپنے کلام کے لئے خود پسند فرمایا تا کہ آپ کے اور دوسرے لوگوں کے کلام اور اقوال میں تمیز ہو سکے۔''

Marfat.com

حدیث اور قرآن میں فرق:

حدیث کو وحی غیر متلو کہا جاتا ہے جبکہ قرآن کو وحی متلو کہا جاتا ہے۔فرق یہ ہے کہ حدیث کے معانی و مضامین من جانب اللہ ہی ہوتے تھے مگر الفاظ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرماتے تھے۔جبکہ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے تھے۔

قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے حدیث نبوی کی ضرورت:

قرآن مجید کے بعد شریعت کا ماخذ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور حدیث ہی سنت کی حقیقت جاننے کا واحد ذریعہ ہے۔

قرآن مجید کی تفسیر اور تشریح اور اس کے احکامات کی تکمیل حدیث سے ہوتی ہے۔قرآن مجید حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی قرآن کے پہلے شارح اور مفسر ہیں۔قرآن مجید کی جو تفسیر اور تشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی وہی تمام بنی نوع انسان کیلئے قابل تقلید ہے اور عملی نمونہ ہے۔لہٰذا قرآن مجید کی جو تشریح و تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال سے ہو وہی اعلیٰ وارفع ہے۔اسی کا نام سنت ہے جو حدیث کی بدولت ہمیں ملی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن مجید میں فرمایا ہے اسے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کیلئے احادیث نبوی کا جاننا اور اس پر عمل کرنا از حد ضروری ہے۔احادیث پر عمل کے بغیر قرآنی آیات پر عمل کرنا ناممکن ہے۔مثال کے طور پر قرآن میں نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا حکم فرمایا ہے، لیکن ان کے مسائل اور غرض وغایت کے جاننے کیلئے احادیث کا مطالعہ کرنا پڑے گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری مبارک زندگی ہمارے لئے عملی نمونہ ہے۔قرآن مجید میں خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ))

(سورۃ الاحزاب: آیت 21)

''یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں عمدہ نمونہ موجود ہے۔''

حدیث حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کا نام ہے۔اس لئے سرور کونین اور محسن انسانیت کے پیغام ہدایت کو سمجھنے کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مطہرہ کے واقعات اور پر مغز اور پر حکمت تعلیمات سے واقف ہونا از حد ضروری اور لازمی ہے۔

رسول اللہ کی زندگی دائمی نمونہ ہے:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں اور آپ ہی کی شریعت ہمیشہ اور دائمی ہے اور قیام قیامت تک محفوظ ہے۔انسان کیلئے تمام شعبہ ہائے زندگی میں آپ صلی

Marfat.com

اللہ علیہ وسلم کی زندگی بطور عملی نمونہ ہے۔ زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں کہ جس میں ہمارے لئے ہدایت اور راہنمائی موجود نہ ہو۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ ہم دامن رسول کو ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔

حدیث نبوی کی تاریخی اہمیت:

احادیث نبوی کو دین اسلام میں جو اہمیت حاصل ہے اس کے علاوہ، اجتماعی، اخلاقی اور ثقافتی اہمیت بھی حاصل ہے۔ عہد نبوی کی تاریخ، اجتماعی حالات اور اس زمانے کے مسلمانوں کی تہذیب وتمدن اور ثقافت سب کچھ حدیث ہی کی وجہ سے محفوظ ہے۔ گویا کہ عہد رسالت کا پورا نقشہ ہمارے سامنے ہے اور اچھی طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس دور میں مسلمانوں کا طرز معاش کیا تھا، وہ کس طرح زندگی بسر کرتے تھے، ان کے معاشی اور اقتصادی حالات کس طرح کے تھے، ان کا رہنے سہنے کا طریقہ وسلیقہ کیا تھا، وہ کن چیزوں کو پسند کرتے تھے اور کن چیزوں کو ناپسند۔

حجیت حدیث اور قرآن مجید

رسول اللہ کی اطاعت کا حکم:

قرآن مجید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

((قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ و یغفر لکم ذنو بکم و اللہ غفور رحیم))

(سورۃ آل عمران: آیت 31)

"کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خود اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرمادے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

رسول اللہ حکمت کی باتیں سکھاتے ہیں:

اسی سورت ﷺ ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لقد من اللہ علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویز کیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین))

(سورۃ آل عمران، آیت نمبر 164)

"بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا، جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، یقیناً یہ سب اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

اس آیت مبارکہ کا مفہوم یہ ہے کہ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

علم کی محبت اور پیروی ضروری قرار دی گئی ہے۔ اطاعت نبی سے ہی اللہ کی اطاعت نصیب ہوگی۔ پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اللہ تعالیٰ ایسے انسان سے نہ صرف محبت کرے گا، بلکہ اس کے گناہوں کی بخشش بھی فرما دے گا۔

امت مسلمہ پر اللہ کا احسان عظیم:

اگلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا ہے کہ ان میں ان ہی میں سے رسول مبعوث فرما دیا اور یہ واقعی احسان عظیم ہے کہ وہ اپنی قوم کی زبان میں اللہ تعالیٰ کا پیغام سنائے گا۔ جسے سمجھنا ہر انسان کیلئے آسان ہوگا۔ اس آیت کریمہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین فرائض بیان کئے گئے ہیں۔

1: آیات قرآنی کی تلاوت۔

2: تزکیہ نفس۔

3: کتاب وحکمت کی تعلیم۔

حضور بطور معلم:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان کیلئے معلم تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف قرآن مجید کو لوگوں تک پہنچایا بلکہ اس کی مکمل طور پر تشریح اور توضیح کو بھی بیان فرمادیا اور لوگوں کو عبادات اور معاملات کے عملی نمونے پیش فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی آیات مبارکہ کو پڑھ کر سنایا، انسانوں کا تزکیہ نفس کیا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی۔

تعلیم وتربیت کے تین طریقے:

تعلیم وتربیت کے تین طریقے ہوتے ہیں:

1: بذریعہ اقوال۔

2: بذریعہ افعال۔

3: بذریعہ تقاریر۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت معلم انسانوں کی جو تعلیم وتربیت فرمائی اور راہ ہدایت سے روشناس کرایا اسی کا نام حدیث اور سنت ہے۔

رسول اللہ کے فیصلے کی خلاف ورزی نہیں کی جاسکتی:

سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله و رسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضللا مبينا))

Marfat.com

(سورۃ الاحزاب: آیت 36)

''اور کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔''

اس آیت مبارکہ کے مطابق ہر کسی کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ تسلیم کرنا لازمی اور ضروری ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی حکم فرمائیں اسے من وعن قبول کرنا لازمی ہے۔ لہٰذا حدیث اور سنت کے تمام اقوال و افعال کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

حضور کا ہر حکم اللہ کے اذن سے ہوتا ہے:

سورۃ النساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ان انزلنا اليك الكتب بالحق لتحكم بين الناس بما ارك الله و لا تكن للخآئين خصيما))

(سورۃ النساء: آیت 105)

''یقیناً ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ آپ لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کریں جس سے اللہ نے آپ کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنیں۔''

رسول اللہ کی اطاعت اور اختلافی بات میں اللہ اور رسول اللہ کی طرف رجوع کرنا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

((يايها الذين امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم فان تنازعتم فى شىء فردوه الى الله والرسول ان كنتم تومنون بالله واليوم الاخر ذلك خير و احسن تاويلا))

(سورۃ النساء: آیت 59)

''اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور اولی الامر کی۔ پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام بہت ہی اچھا ہے۔''

تمام انسانوں کیلئے اصلی دین یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور پیروی کریں۔ اس کے علاوہ جو لوگ ان کے درمیان اولی الامر اور اختیار والے ہیں ان کی پیروی کریں، اسی طرح فقہاء کرام کی پیروی کریں۔ اولی الامر اور فقہاء کی پیروی اسی صورت میں ہوگی جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات بیان کرتے ہیں اور اس کے دین کی طرف ہدایت اور راہنمائی کا کام کرتے ہوں اور اگر مسلمانوں کے درمیان کسی قسم کا

Marfat.com

جھگڑا پیدا ہو جائے تو انہیں چاہیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب رجوع کریں۔ پھر اللہ ورسول جو فیصلہ بھی فرمادیں اسے من وعن تسلیم کیا جائے۔ زندگی کے تمام معاملات اور مسائل کا حل قرآن اور حدیث کی روشنی میں تلاش کیا جائے۔

حدیث کا انکار قرآن کا انکار ہے:

حدیث کا انکار سراسر قرآن کا انکار ہے، کیونکہ یہ قرآن ہی کا فیصلہ ہے کہ نزاع کے موقع پر قرآن کے بعد احادیث نبوی کی طرف رجوع کیا جائے۔

حدیث کے بغیر فرائض کی ادیگی بھی نہیں ہوسکتی:

سورۃ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ واطیعوا الرسول لعلکم ترحمون))

(سورۃ النور: آیت 56)

''نماز کی پابندی کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ کی فرمانبرداری میں لگے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔''

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے مگر نماز کس طرح ادا کرنی ہے؟ اس کی کتنی رکعات ہیں؟ نماز کی شرائط کیا ہیں؟ اور مصارف زکوٰۃ کیا ہیں؟ یہ سب چیزیں قرآن مجید میں بیان نہیں کی گئیں۔

قرآن مجید نے نماز وزکوٰۃ اور دوسری عبادات کے تفصیلی احکامات کیلئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جانب اشارہ فرمادیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عبادات و معاملات کیلئے عملاً نمونہ پیش فرمایا۔ لہٰذا ہر قسم کی عبادات اور معاملات کی ادائیگی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی لازمی ہے۔

حجیت حدیث احادیث کی روشنی میں

حضور نبی اکرم کی اطاعت میں ہی اللہ کی اطاعت ہے:

حضرت ابوہریرہ کی روایت حضرت امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں نقل فرمائی ہے:

((ان رسول اللہ ﷺ قال من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصی فقد عصا اللہ))

(صحیح بخاری، کتاب الاحکام۔ جلد 9: صفحہ 77)

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے

Marfat.com

میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔"

اس حدیث میں واضح طور پر ارشاد فرمادیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ جو انسان یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے اسے چاہیے کہ وہ دامن رسول کو مضبوطی سے تھام لے۔ اللہ تعالیٰ ایسے انسان کو خود بخود اپنا محبوب بنائے گا۔ اس کے برعکس اگر اطاعت رسول میں ذرا سی لغزش آئی تو اللہ تعالیٰ کی محبت کے درمیان دراڑ پڑ جائے گی۔ جو انسان بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا گویا کہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔

نبی اکرم کی سابق انبیاء پر فضیلت:

((عن ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ قال مامن الانبیاء نبی الا اعطی من الایات مامثله اومن او آمن علیه البشر وانما کان الذی اوتیت و حیا او حاہ اللہ الی فارجوا انی اکثر ھم تابعا یوم القیامة))

(صحیح بخاری، جلد 9، باب کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، صفحہ 113)

"ہر نبی کو جس قدر آیات دی گئی ہیں اسی قدر اس پر ایمان لایا گیا (اسی قدر) لوگ ایمان لائے اور مجھے تو وحی دی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے۔ اسی لئے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والے لوگ بہت زیادہ ہوں گے۔"

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امتیازی حیثیت بیان کی گئی ہے۔ اسی امتیازی حیثیت کی بدولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی متلو کے ساتھ ساتھ وحی غیر متلو بھی عطا فرمائی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے ہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء کے ماننے والوں کی نسبت میری اتباع کرنے والے اور میرے ماننے والے زیادہ ہوں گے۔

رسول اللہ کی اطاعت کرنے والے اہل جنت ہوں گے:

((عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال کل امتی یدخلون الجنة الا من ابی، قالوا! یا رسول اللہ ﷺ ومن یابی ؟ قال من اطاعنی دخل الجنة، ومن عصانی فقدابی))

(صحیح بخاری، جلد 9، باب کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، صفحہ 114)

"حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا ہر امتی جنت میں داخل ہو گا، سوائے اس کے کہ جس نے (جنت میں جانے سے) انکار کیا۔ صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! (جنت

Marfat.com

میں جانے سے) کون انکار کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اسی نے (تو جنت میں جانے سے) انکار کیا۔''

سنت سے روگردانی کرنے والا:

((قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من رغب عن سنتی فلیس منی))

(صحیح بخاری ومسلم)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری سنت سے روگردانی کی وہ مجھ سے نہیں۔''

نماز کی ادائیگی میں رسول اللہ کی سنت کا خیال رکھنا:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: صلوا کما رأیتمونی اصلی))

(صحیح بخاری)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

گمراہی سے بچنے کا ذریعہ:

حدیث میں ہے

((قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترکت فیکم امرین من تضلوا ما تمسکتم بھما، کتاب اللہ وسنۃ رسولہ))

(موطا امام مالک)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے درمیان وہ چیزیں چھوڑ رہا ہوں جب تک انہیں تھامے رکھو گے گمراہ نہ ہو گے: کتاب اللہ اور میری سنت۔''

حدیث کی حجت صحابہ کرام اور علماء کی نگاہ میں

حضرت ابوبکر صدیق کا منکرین زکوٰۃ سے قتال:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق منصب خلافت پر فائز ہوئے تو منکرین زکوٰۃ کا فتنہ اٹھا۔ مدینہ منورہ میں بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور استدلال یہ پیش کرتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد زکوٰۃ نہیں دی جائے گی، کیونکہ یہ حکم صرف ان کے زمانے تک ہی محدود تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب ان لوگوں سے قتال کا اعلان فرمایا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''آپ ایسے لوگوں سے کیونکر قتال کریں گے کہ جو لوگ کلمہ گو ہیں اور توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور

Marfat.com

صرف زکوٰۃ کا انکار کرتے ہیں۔؟"

حضرت ابو بکر صدیق نے مصمم ارادہ کیا ہوا تھا اور اختلاف رائے سے قطعاً متاثر نہ ہوئے۔ چنانچہ انہوں نے صاف کہہ دیا:

"اللہ کی قسم اگر ایک بکری کا بچہ بھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا جاتا تھا، کوئی دینے سے انکار کرے گا تو میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔"

جیش اسامہ کی روانگی:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی مبارک میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ایک لشکر کا سپہ سالار مقرر کر کے شام کی جانب روانہ کیا تھا۔ لشکر اسامہ جرف کے مقام پر ہی پہنچ پایا تھا کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی خبر پہنچ گئی۔ لشکر اسی جگہ ٹھہر گیا۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اس وقت اس طرح کے حالات پیدا ہو چکے تھے کہ ہر طرف منافقت کی فضا پیدا ہو چکی تھی۔ ایسے حالات میں صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر صدیق سے مسلمانوں کی تعداد کی قلت کی بناء پر کہا کہ وہ مسلمانوں کی جماعت کو اپنے سے الگ نہ کریں۔ مگر حضرت ابو بکر صدیق نے کہا:

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر میرے پاس ایک شخص بھی نہ رہے اور مجھے یہ اندیشہ ہو کہ درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تب بھی میں اسامہ کی مہم کو اس کے کام پر روانہ کروں گا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے اور اگر تمام بستیوں میں میرے سوا اور کوئی نہ رہے تو میں تنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کروں گا۔"

(تاریخ طبری، حصہ دوم خلافت راشدہ، صفحہ 37)

حضرت عثمان اور حجیت حدیث:

حضرت عثمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص مر جائے اور اس کو اس بات کا یقین ہو کہ کوئی لائق عبادت نہیں سوائے اللہ جل جلالہ کے تو وہ جنت میں جائے گا۔"

(صحیح مسلم شرح نووی، جلد 1، کتاب الایمان، ص 111)

حضرت عائشہ صدیقہ اور حجیت حدیث:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو (تکبیر تحریمہ کے بعد) یہ پڑھا کرتے تھے:

((سبحنك اللهم وبحمدك و تبارك اسمك و تعالىٰ جدك ولا اله غيرك))

Marfat.com

''اے اللہ! تو پاک ہے اور ہم تیری پاکی تیری تعریف کے ساتھ بیان کرتے ہیں، تیرا نام بابرکت ہے، تیری شان بلند و برتر ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔''

(ترمذی و ابوداؤد)

حضرت علی اور حجیت حدیث:

حضرت علی رضی اللہ عنہ عدل و انصاف سے متعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل فرماتے ہیں:

''انسان کے اعمال میں سے تین چیزیں مشکل ترین ہیں:

1: ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر جاری و ساری رکھنا (اور اس سے غافل نہ ہونا)

2: تمام لوگوں میں باہمی عدل و انصاف قائم کرنا۔

3: مسلمان بھائیوں کی ہر حال میں خیر خواہی اور غم خواری کرنا۔

حضرت عمر فاروق اور حجیت حدیث:

سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

''نماز عید الاضحیٰ کی دو رکعتیں ہیں اور عید الفطر کی دو، مسافر کی نماز کی دو رکعتیں ہیں اور نماز جمعہ کی دو رکعتیں اور یہ سب پوری ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک کے مطابق ان میں قصر نہیں۔''

(سنن نسائی، صفحہ 497)

حضرت معاذ بن جبل:

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو اللہ کی راہ میں لڑا بشرطیکہ مسلمان اتنی دیر تک جتنی دیر اونٹنی کے دودھ دوہنے میں ٹھہرا جاتا ہے تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔''

(سنن ابن ماجہ)

حجیت حدیث فقہا و علماء کی نظر میں:

1: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

''اگر سنت کا وجود نہ ہوتا تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن کا مطلب حاصل نہ کرسکتا۔ جب کوئی ایسی بات بیان کروں جو کتاب اللہ و حدیث رسول کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو اور کتاب اللہ اور حدیث نبوی کی اتباع کرو۔''

2: حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

Marfat.com

''جس نے حدیث نبوی کا رد کیا وہ ہلاک ہوا۔''

3: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''جو سنت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جاری ہوئی ہو اس کے خلاف کسی کی بھی رائے قابل قبول نہیں ہے۔''

حجیت حدیث اور عقل

حدیث کی حجیت نہ ماننا اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق کرنا ہے:

حجیت حدیث سے منحرف ہونا اور قرآن مجید پر حجیت کو ختم کر دینا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین تفریق پیدا کرنے کے برابر ہے اور اس سے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

((ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویرید ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا))

(سورۃ النساء، آیت 150)

''جو لوگ اللہ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے اور اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں۔''

ایسے لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کے درمیان فرق کرتے ہیں۔ اللہ کی تو اطاعت کرتے ہیں مگر رسول اللہ کی اتباع نہیں کرتے اور اللہ اور اس کے رسول کے درمیان کوئی دوسری راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ رسول کی اطاعت میں ہی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور رسول اللہ کی نافرمانی میں ہی اللہ کی نافرمانی ہے۔ ایسے لوگ بلاشک کفر کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اہل ایمان کا شیوہ:

اس کے برعکس اہل ایمان وہ ہیں جو اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پر بھی ان کا پختہ ایمان اور یقین ہے۔ ایسے لوگوں سے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

((والذین امنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولئک سوف یوتیھم اجورھم وکان اللہ غفوراً رحیماً))

(سورۃ النساء: آیت 152)

''اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے،

Marfat.com

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ پورا پورا ثواب دے گا اور اللہ بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔''

اسی حوالے سے جب ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو پڑھتے ہیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ تمام ل مکہ، آپ کے جانی دشمن بھی آپ کو صادق (سچا) اور امین (امانت دار) کہہ کر یاد کرتے تھے۔

ر آنی احکامات پر عمل کے لیے حدیث کی حجیت ماننا لازم ہے:

اگر حدیث کی حجت کو تسلیم نہ کیا جائے تو قرآن پر عمل کرنا ممکن نہیں۔ مثلاً: قرآن مجید میں نماز کے قیام اور زکوۃ ی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے مگر قرآن میں ان احکامات کی تفصیل نہیں ملتی۔ ان احکامات کی تفصیلات جاننے کیلئے اور پھر ن پر عمل کرنے کے لئے ہمیں احادیث نبوی سے رجوع کرنا پڑے گا۔

دیث کی ضرورت اور اہمیت:

قرآن مجید ایک حکیمانہ، جامع اور مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام شعبہ ہائے زندگی سے متعلق حکامات بیان فرما دیئے ہیں۔ انسانی زندگی کا کوئی ایسا پہلو اور شعبہ نہیں جس کے متعلق قرآن میں بیان نہ کیا گیا ہو۔ گرچہ قرآن مجید مین عقائد، عبادات اور اخلاقیات کے تمام ابواب کا ذکر کیا گیا ہے مگر وہ تمام کے تمام اصل ہیں۔ ان حکامات کی توضیح وتشریح اور تفصیل کیلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی ضروری ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کو سمجھنے کیلئے معلم کی ضرورت ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اولین معلم قرآن اور مفسر قرآن ہیں۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو قیامت تک آنے والے تمام بنی نوع انسان کیلئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو انسانوں کیلئے معیار حق بنائی گئی ہے۔ ایسی کتاب کے معلم اور مفسر اول وہی ہستی ہو سکتی ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے معلم کتاب ہونے کی سند عطا فرمائی ہو۔ جن کی زبان مبارک سے ادا کیا گیا ہر لفظ اور اس سے صادر ہونے والا ہر عمل مبارک اللہ تعالیٰ کی رضا کے عین مطابق ہو۔

حضور معلم کتاب وحکمت ہیں:

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

((کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم ایٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکولوا تعلمون))

(سورۃ البقرہ: آیت 151)

''جس طرح ہم نے تمہی میں سے رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت اور وہ چیزیں سکھاتا ہے جن سے تم بے علم تھے۔''

Marfat.com

حضور کی زبان سے ادا ہونے والا ہر لفظ وحی الٰہی ہے:

اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن مجید ہی اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہونے والا ہر لفظ وحی الٰہی کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی))

(سورۃ النجم، آیت نمبر 4-3)

''اور وہ اپنی خواہش سے بات نہیں کہتے ہیں، بلکہ وہ تو صرف وحی ہوتی ہے جو اتاری جاتی ہے۔''

حدیث کی قانونی حیثیت:

قرآن مجید اسلام کا اساسی قانون ہے اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ثانوی قانون ہے۔ ہر قانون کی وضاحت کیلئے تشریح کی ضرورت ہوتی ہے اور ماہر قانون ہی اس کی تشریح ہوسکتا ہے۔ اس کی شرح خود بخود قرآن بن جاتا ہے، جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی مبعوث ہوئے اس وقت لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونا شروع ہوئے۔ اس وقت عرب کے جو حالات تھے ان پر نظر دوڑائیں تو نازیبا اخلاق اور رسم ورواج نہ تو اللہ تعالیٰ کو پسند تھے اور نہ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پسند فرماتے تھے۔

صحابہ کرام کا عمل:

قرآن مجید بتدریج نازل ہوا۔ صحابہ کرام ہر کام کو اسی طرح سرانجام دیتے تھے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، یا صحابہ کرام خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمالیتے تھے۔ جس امر کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم فرماتے وہی کرتے تھے اور جس امر سے منع فرمادیتے وہاں سے رک جاتے تھے۔ اسی کا نام ''حدیث'' ہے۔

اگر حدیث کو نہ مانا جائے تو ماننا پڑے گا کہ صحابہ اور رسول کا طرز عمل (نعوذ باللہ) وہی تھا جو جہال عرب کا تھا۔ یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث برسالت ہوئے اسی دن تمام قرآن نازل ہوا۔

قرآن میں تمام جزئیات کے لئے مشرح احکام موجود ہیں۔ اگر حدیث نہ ہو تو نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کوئی ایک رکن بھی مکمل نہیں ہوسکتا۔ اور پھر اس کا نتیجہ یہ نکلے گا یہ آیت مبارکہ:

((الیوم اکملت لکم دینکم))

''آج میں نے تمہارا دین مکمل کردیا۔''

صحیح نہیں قرار پاسکے گی۔ سب انسان یکساں فہم وفراست، علم وقابلیت کے نہیں ہوتے، سب کی ضرورتیں بھی یکساں نہیں ہوتیں، اس لئے یہ ناممکن ہے کہ جو کلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا اس کے متعلق افہام وتفہیم کی ضرورت پیش نہ آئی ہوگی اور آیت کو سنتے ہی یہ صحابہ اس کے کلی وجزئی احکام سے باخبر ہوگیا ہوگئے ہوں گے۔''

Marfat.com

حدیث کے بغیر قرآن پر عمل کرنا ناممکن ہے:

قرآن مجید کے اسلوب اور مذکور وضاحت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ احادیث نبوی کس طرح دین اسلام میں اہمیت کی حامل ہیں۔ احادیث پر عمل کے بغیر نہ تو قرآن کو سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس پر عمل ممکن ہے۔ حدیث پر عمل کے بغیر نماز اور زکوٰۃ تک نہیں کی جا سکتی۔ قرآن جو نہ صرف نظریات اور عقائد کی تعلیم دیتا ہے بلکہ پوری نوع انسانی کیلئے ایک مکمل نظام عمل ہے۔ اگر احادیث نبوی کو نظر انداز کر دیا جائے تو قرآن مجید کا پیش کیا ہوا دین ادھورا رہ جائے۔

یہی حدیث کی وہ بنیادی اہمیت اور قرآن اور سنت رسول کا باہمی ربط ہے جس کی بنا پر صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور بعد کے محدثین عظام نے احادیث نبوی کو آنے والی نسلوں تک حفاظت کے ساتھ پہنچانے کیلئے اپنی جانوں تک کی بھی پرواہ نہیں کی۔ کائنات کے جس جس کونے میں پیغام الٰہی (قرآن) پہنچا حدیث بھی ساتھ ساتھ پہنچی اور الحمد للہ یہ عمل قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

الغرض احادیث نبوی پر ایمان ویقین رکھنا اور ان پر عمل پیرا ہونا اتنا ہی لازمی اور ضروری ہے جتنا اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید پر ایمان ویقین رکھنا ضروری ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

السابع:

محبت رسالت اور آپ کی تمام خصوصیات کو تسلیم کرنا

محبت رسول کے بغیر ایمان نامکمل ہے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت ایمان کی اصل بلکہ عین ایمان ہے۔اس وقت تک کوئی شخص ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ محبت نہ ہو۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((لایؤمن احدکم حتیٰ اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین))

''تم میں سے کوئی ہرگز اس وقت تک ایماندار نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کا محبوب نہ ہو جاؤں۔''

توشہ آخرت محبت رسول:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((ان رجلاً اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال متی الساعۃ یا رسول اللہ قال ما اعددت لھا قال ما اعددت لھا من کثیرۃ صلوٰۃ ولا صوم ولا صدقۃ ولکنی احب اللہ ورسولہ قال انت مع من احببت))

(بخاری، عربی صفحہ نمبر ۹۱۱)

''ایک شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا: قیامت کب آئے گی یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: قیامت کے لئے تو نے کیا توشہ تیار کر رکھا ہے؟ اس شخص نے عرض کیا: میں نے قیامت کیلئے نہ بہت نماز کو توشہ بنایا ہے اور نہ بہت روزوں کو اور نہ بہت صدقہ دینے کو لیکن میں توشہ آخرت اس کو سمجھتا ہوں کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ محبت ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: قیامت کے دن تیرا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تیری محبت ہے۔''

مومنین کا رسول اللہ سے تعلق:

حضرت غوث عبدالعزیز کے ملفوظات مسمی بہ ابریز میں ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''میں نے مشاہدہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارکہ سے نہایت باریک دھاگے نورانی نکلے

Marfat.com

ہوئے ہیں اور ہر مسلمان کے قلب کے ساتھ ایک ایک دھاگے کا تعلق ہے۔ اور اس تعلق اور رابطہ کی بنا پر وہ اسلام اور ایمان پر ثابت ہے۔ اگر وہ رابطہ منقطع ہو جائے تو ایمان باقی نہیں رہ سکتا۔''

اس کشف کا متعدد اہل عصر نے انکار کیا تو سیدی عبدالعزیز نے کہا:

''اچھا! مجھ کو اجازت دو میں تم لوگوں کے دھاگے توڑ دوں اور تمہارے اور جناب رسول اللہ کے درمیان حائل ہو جاؤں۔''

انہوں نے کہا:

''آپ ضرور یہ کریں۔''

چنانچہ حضرت غوث عبدالعزیز نے ایسا ہی کیا تو وہ لوگ اسلام پر قائم نہ رہ سکے۔ کوئی یہودی، کوئی نصرانی، کوئی دہریہ ہو گیا۔ العیاذ باللہ۔''

(ابریز صفحہ نمبر ۱۳۵، مطبوعہ مصر)

ثناء خوانی محبت کی علامت ہے:

ومن علامات محبت النبی ﷺ کثرۃ ذکرہ لہ فمن احب شیاء اکثر ذکرہ قال بعضھم المحبۃ دوام الذکر للمحبوب

(شفاء، جلد ۲، صفحہ نمبر ۲۵)

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے علامات سے یہ ہے کہ آنحضرت کو بہت یاد کرے، اس لئے کہ جو شخص کسی شے سے محبت رکھتا ہے اس کو بہت یاد کرتا ہے اور بعض بزرگوں نے محبت کا معنی یہ کیا ہے کہ محبوب کی یاد ہمیشہ رہتی ہے۔''

تو اس کا نام محبت اس لئے کہ حمد و ثناء کی غائت مدح کرنیوالے پر ممدوح کے برکات کا انعکاس ہے۔ جیسا کہ حضرت حسان نے فرمایا:

ما ان مدحت محمد ابمقالتی

لکن مدحت مقالۃ بمحمد

''میں نے اپنی کلام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ستائش نہیں کی، بلکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف سے اپنی کلام کو زیبائش دی ہے۔''

کثیر اہل تصوف فرماتے ہیں:

''ہم جب بھی مواجہ شریف میں مزار اقدس پر حاضر ہوئے روح پرفتوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عظیم الشان نموج میں پایا اور ہم نے مشاہدہ کیا کہ زائرین میں سے صلوٰۃ وسلام پڑھنے والوں کی طرف خصوصی توجہ

Marfat.com

فرماتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور اسی طرح پر ان لوگوں کی طرف خصوصی طور پر توجہ ہے جو آپ کی مدح کرتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔"

افضل الرسل ماننا:

رسول اور نبیوں کو ایک دوسرے پر فضیلت یقینی اور قطعی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

((تلك الرسول فضلنا بعضهم على بعض))

"یہ رسول ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت دی ہے۔"

(سورۃ البقرۃ)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔"

(پارہ نمبر ۵، پارہ نمبر ۱۷)

باقی رہا یہ کہ رسل اور انبیاء کے مراتب میں ایک دوسرے پر فضیلت کا امتیاز اور اس کا تفصیل تو یہ امکان بشریت سے خارج ہے۔ ہمارا اعتقاد اجمالی اور مبہم طور پر صرف اس قدر ہے کہ مابین المرسلین والانبیاء تفاضل ثابت ہے۔

اس قدر عقیدہ لازمی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب نبیوں سے افضل ہیں۔

حضرت حسان فرماتے ہیں:

ویضم الالہ اسم النبی الی اسمہ

اذ قال فی الخمس الموذن اشھد

وشق لہ من اسمہ لیجلیہ

فذو العرش محمود و ھذا محمد

"اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کے نام کو اپنے نام سے ملایا ہے۔ جبکہ موذن پانچ وقت اذان میں "اشھد" کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام سے ان کا نام مشتق کیا ہے تاکہ اس کو ظاہر کرے۔ پس عرش کا مالک محمود ہے تو اس کے نبی کا نام محمد ہے۔"

خاتم النبیین ماننا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین و مرسلین ماننا لازم ہے۔ یہ عقیدہ اسلامی عقائد میں یہ اساسی درجہ رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

((ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین))

''محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں سے آخری نبی ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

اور فرمایا:

''میرے بعد چالیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبوت کا دعویٰ کرے گا، حالانکہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

ایک مرتبہ فرمایا:

''مجھ پر رسالت اور نبوت ختم ہو گئی۔''

☆☆☆

Marfat.com

الثامن:

حقیقت معجزہ

(معراج کیونکہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے اس لیے معجزہ کا تعارف، حقیقت اور پہچان بیان کی جاتی ہے)

مباحثِ معجزہ

''معجزہ'' نبی کے ہر اس فعل کو کہتے ہیں جو وہ اپنے سچا ہونے کی تصدیق کے لیے دکھاتے ہیں اور معجزہ ایسا فعل ہوتا ہے کہ نبی کا غیر اسے نہ کر سکے، یعنی وہ فعل ناممکن ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس نبی کی سچائی کے لیے اس سے اس کا صدور کرواتا ہے۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کثیر ہیں۔ کسی بھی نبی کے اتنے معجزات نہیں۔ ہر ایک نبی کو متعدد معجزات ملے۔ مثلاً کسی کو ''ایک'' کسی کو ''دو'' کسی کو ''تین'' کسی کو ''چار'' کسی کو ''پانچ'' لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شانِ رفعت مکان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کے معجزات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے پھر ان میں بھی زیادتی فرمائی۔

(دیکھئے ''مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات'')

نوٹ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں جیسا کہ قرآن اور احادیث صحیحہ میں وارد ہے، لہٰذا اب اگر کوئی کہے کہ میں نبی ہوں۔ وہ جھوٹا، مکار، دغاباز ہے کیونکہ نبوت تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگئی ہے۔

مختصر یہ کہ اب کوئی جتنا بھی بڑا تعجب خیز کام کر دکھادے وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ جھوٹا نبی دعویٰ نبوت کر کے معجزہ نہیں دکھا سکتا۔

اگر کوئی آدمی نبوت کا دعویٰ کرے اور کہے کہ مجھ سے معجزہ مانگو، میں دکھاؤں گا تو ہرگز ہرگز اس سے معجزہ نہ مانگا جائے کیونکہ اس سے معجزہ مانگنا ہی کفر ہے۔ چاہے بعد میں اس کے معجزے پر یقین کرے یا نہ کرے (اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے! آمین)

علامہ شیخ ابراہیم باجوری:

علامہ باجوری علیہ الرحمۃ حاشیہ جوہرہ میں فرماتے ہیں:

لغت میں معجزہ عجز سے ماخوذ ہے اور عجز ضد ہے قدرت کے۔ عرف میں معجزہ ایسے خارقِ عادت

Marfat.com

امر کو کہتے ہیں جو تحدی یعنی دعوائے نبوت ورسالت سے مقرون ہو۔اور منکرین ومخالفین اس کے معارضہ سے عاجز ہوں، یہی تعریف علامہ سعد تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائی ہے۔

محققین نے معجزہ کے بارے میں سات قیود کا لحاظ رکھا ہے۔

۱۔ یہ امر خارقِ قول وفعل یا ترکِ فعل کی صورت میں ہو۔

قول کی مثال: قرآنِ کریم ہے۔

فعل کی مثال انگشتانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی کا جاری ہونا ہے۔

ترکِ فعل کی مثال آتشِ نمرود کا سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جلانے سے باز رہنا ہے۔

اس قید سے صفتِ قدیمہ خارج ہوگی۔

مثلاً اگر کوئی کہے کہ میری صداقت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ صفت اختراع وایجاد سے متصف ہے تو یہ اسکی صداقت کی دلیل نہ ہوگی۔

۲۔ فعلِ معجزہ خارقِ عادت ہو۔

اس سے غیر خارق امر کی نفی ہوگئی۔

مثلاً اگر کوئی دعویٰ کرے کہ میری صداقت کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سورج مشرق سے طلوع اور مغرب میں غروب کرے گا۔

(کیونکہ یہ سلسلۂ طلوع وغروب امرِ عادی ہے، لہٰذا اس کی صداقت ثابت نہ ہوگی)۔

۳۔ معجزہ کا صدور مدعی نبوت ورسالت سے ہو۔

کرامت وہ ہوتی ہے جو کسی نیک بندے سے ظاہر ہو۔اس طرح معجزہ اور کرامت میں خطِ امتیاز کھینچا گیا ہے۔

۴۔ معجزہ دعوائے نبوت ورسالت سے حقیقتاً یا حکماً مقرون (ملا ہوا) ہو۔اس طرح کہ معجزہ دعوائے نبوت ورسالت کے کچھ عرصہ بعد واقع ہو۔

اس قید سے ''ارہاص'' کی نفی ہوگئی، جس کا صدور قبل از بعثت ہوتا ہے۔

۵۔ معجزہ دعویٰ کی دلیل، سمندر پھٹنا قرار دے اور اس کے برخلاف پہاڑ پھٹ جائے۔

۶۔ اس خارقِ عادت فعل سے مدعی کی تکذیب لازم نہ آئے۔

۷۔ اس فعلِ خارق کا معارضہ ومقابلہ نہ کیا جا سکے۔

اس سے جادو اور شعبدہ بازی کا معجزہ سے فرق بھی واضح ہوگیا۔کیونکہ جادو اور طلسمات ہاتھ کی صفائی اور سبک دستی کا مظہر ہوتے ہیں اور ظاہراً وہ حقیقت نظر آتے ہیں حالانکہ انکا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔

Marfat.com

۸۔ معجزہ نقضِ عادت کے زمانے میں ظاہر نہ ہو۔

مثلاً قربِ قیامت میں سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔اس وقت اس کا صدور معجزہ شمار نہیں کیا جائے گا۔

اس قید سے دجّال لعین کے خلاف عادت معاملات کی نفی ہوگئی۔

مثلاً اس زمانہ میں وہ حکم دے گا تو آسمان سے بارش ہوگی اور اس کے حکم سے زمین پر سبزہ اُگ آئے گا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سیّد المرسلین، جلد 1 ،صفحہ 44 تا45،از علامہ محمد یوسف بن اسماعیل)

امام ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے کلماتِ طیبات:

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ شرح حمزیہ میں رقم طراز ہیں:

''حق یہ ہے کہ تحدی یہاں مفہومِ اصلی یعنی طلبِ معارضہ ومقابلہ کے لیے استعمال نہیں ہوا، بلکہ دعویٰ نبوت کے لیے آیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام معجزات تحدی سے مقرون (ملے ہوئے) تھے۔

قربِ قیامت میں دجال لعین کے ہاتھ پر جوخارقِ عادت امور ظاہر ہوں گے، وہ اس مفہوم کے منافی نہیں کیونکہ وہ لعین نبوت کانہیں بلکہ الوہیت (خداہونے) کا دعوے دار ہوگا، جس کے کذب پر قطعی دلائل قائم ہیں۔اس کے ہاتھ پر ان امور کا صدور وظہور صرف فتنہ وآزمائش کے لیے ہوگا۔''

(حجۃ اللہ علیٰ العالمین، جلد 1 ،صفحہ 44 ،از علامہ محمد یوسف بن اسماعیل بنہانی)

ارشاداتِ امام عبدالوہاب الشعرانی:

امام عارف باللہ شیخ عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف ''الیواقیت و الجواہر'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''حق تعالیٰ نے انبیاء ورسل کو اس لیے مبعوث فرمایا کہ وہ لوگوں کو اعتقادی ظلمتوں اور عملی گمراہیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں۔وجہ یہ ہے کہ جب بھی کسی رسول کو مبعوث کیا گیا تو وہ زمانہ حیرت وگمراہی کا زمانہ تھا۔لوگوں کی عقلیں تنزیہ وتشبیہ کے درمیان متردد تھیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے لوگوں پر احسان فرمایا کہ ان کے لیے ایک ایسے شخص کو مقرر فرمایا جس نے آکر انہیں بتایا کہ وہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ایک رسالت لایا ہے اور وہ اس رسالت کے ذریعے انکی حیرت اور گمراہی کا ازالہ کرے گا، تو انہوں نے اپنی عقلی اور فکری قوتوں کو استعمال میں لا کر غور کیا اور سمجھ لیا کہ رسالت کا یہ سلسلہ جائز وممکن ہے۔لہٰذا وہ لوگ اس رسالت کو مان گئے اور تکذیب کے درپے نہ ہوئے۔پھر جب اس

Marfat.com

رسالت کی صداقت پر دلالت کرنے والی کوئی علامت نہ دیکھی تو توقف کر کے دریافت کیا کہ کیا آپ اللہ کی طرف سے کوئی نشانی لائے ہیں جس سے آپ کی رسالت کی صداقت معلوم ہو کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، کیونکہ اس نشانی کے بغیر ہمارے اور آپ کے درمیان کوئی (ظاہری) فرق نہیں۔ تو اس رسول نے ان لوگوں کے سامنے معجزہ پیش کیا جسے کچھ لوگوں نے تسلیم کرلیا اور کچھ نے ماننے سے انکار کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے دراصل انبیاء کرام کو اس لیے معجزات باہرہ سے مؤید فرمایا ہے کہ ان کی قومیں ان معجزات کی بنیاد پر ان کے سامنے سر اطاعت کے لیے خم کر دیں کیونکہ انسانوں کی فطرت ہے کہ دلیل و برہان دیکھے بغیر ایک دوسرے کی بات نہیں مانتے۔

جمہور علمائے اصول نے معجزہ کی تعریف کچھ یوں کی ہے۔

''معجزہ ایسے امرِ خارق عادت کو کہتے ہیں جو انبیاء کرام کے ہاتھ پر تحدی (طلبِ معارضہ) کے ساتھ ظاہر ہو اور لوگ اس کے معارضہ کی تاب نہ لاسکیں، یعنی ان سے اس جیسے خارقِ عادت فعل کا وقوع نہ ہوسکے۔''

تحدی سے مراد دعوائے رسالت ہے۔ مذکورہ بالا گفتگو میں اس بات کی تنبیہ ہے کہ اِقْتِرَانٌ بِالتَّحَدِّ (عوئے رسالت سے معجزہ کا ملا ہوا ہونا) شرط نہیں یعنی اس کی مثل لانے کا مطالبہ کرنا جو تحدی کا حقیقی معنیٰ ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دعوائے رسالت کے لیے کافی ہے۔ پس ہر وہ شخص جو رسالت و نبوت کا دعویٰ کرے اس سے اگر یہ کہا جائے کہ اگر تو رسول ہے تو کوئی معجزہ پیش کر تو اس مطالبہ پر اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر معجزہ ظاہر کر دے اس طرح یہ ظہور معجزہ اس کی صداقت کی دلیل ہے۔''

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین، جلد 1)

علامہ ابو طاہر القزوینی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ ابو طاہر القزوینی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''سراج العقول'' میں لکھتے ہیں:

''نبوت انبیاء کے ثبوت کی قطعی دلیل ''معجزات'' ہیں اور معجزہ کی تعریف یہ ہے: ''ایسا فعل جسے اللہ تعالیٰ خارقِ عادت طور پر مدعی نبوت کے ہاتھ پر تصدیقِ دعویٰ کے لیے پیدا فرمائے ''معجزہ'' کہلاتا ہے۔ یہ خارقِ عادت فعل دراصل اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے قائم مقام ہے کہ ''اَنْتَ رَسُوْلِی'' بے شک تو میرا رسول ہے۔

اس سے اس شخص کے دعوائے رسالت کی تصدیق ہوتی ہے۔

مثلاً اگر کوئی شخص بادشاہ کے حضور مجمع عام میں اٹھ کر کہہ دے کہ:

Marfat.com

''اے جماعتِ حاضرین! میں اس بادشاہِ عالی پناہ کا نمائندہ ہوں اور میری صداقت کی نشانی یہ ہے کہ بادشاہ صاحب کھڑے ہو کر اپنے سر سے تاج کو اتاریں گے تو وہ بادشاہ اسی وقت کھڑا ہو کر اس دعویٰ کی دلیل کے لیے تاج کو سر سے اتار دے۔ کیا اس بادشاہ کا فعل اس کہنے والے کے مترادف نہ ہوگا؟

''صَدَقْتَ اَنْتَ رَسُوْلِیْ'' اے میرے نمائندے بے شک تو میرا ایلچی اور نمائندہ ہے۔''

علامہ مہدی فاسی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ محمد مہدی فاسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ''مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات'' میں فرماتے ہیں:

''معجزہ'' وہ خارقِ عادت امر ہے جو رسالت کے مدعی کے ہاتھ پر اس کے دعویٰ کے موافق ظاہر ہو اور اسکے ساتھ زبانی یا دلالتِ حال سے چیلنج بھی پایا جائے اور کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ چیلنج دعوائے رسالت ہے یا یہ کہنا کہ کون معجزہ پیش کر سکتا ہے؟ اور جو کچھ لایا ہوں اس کی مثل کوئی نہیں لا سکتا یا غیر کو عاجز کرنے کے لیے اس سے مقابلہ کرنے کا مطالبہ کرنا ہے۔

مثلاً کہا جائے کہ اگر میری بات نہ مانو تو مجھ جیسا کام کر کے دکھاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ))

(القرآن المجید، پارہ 1، سورۃ البقرہ، آیت نمبر 23)

''اور اگر تمہیں اس کتاب میں شک ہے جو ہم نے اپنے خاص بندے پر نازل کی ہے تو اس کی مثل چھوٹی سی سورت لا کر دکھاؤ۔''

امام الحرمین کے قول کے مطابق چیلنج دعوائے نبوت کے وقت دعوی کو معجزہ سے منسلک کرنا ہے۔

معجزہ ''عجز'' سے ماخوذ ہے اور وہ قدرت کے مقابل ہے۔ اصل میں اعجاز کا معنیٰ عجز ثابت کرنا ہے۔ پھر بطورِ استعارہ اسے اظہارِ عجز کے لیے استعمال کیا گیا ہے، پھر مجازاً اس کا اسناد سبب عجز کی طرف گیا گیا، پھر اسے سببِ عجز کا اسم قرار دے دیا گیا اور اسے معجزہ کہا گیا۔

لفظ حقیقۃ کی طرح اس میں بھی ''تاء'' وصفیت سے اسمیت کی طرف نقل کے لیے ہے۔ بعض نے کہا کہ مبالغہ کے لیے ہے۔ چیلنج کے وقت رسول کے ہاتھ پر ظاہر ہونے والے خوارق کو ''معجزہ'' کہنا علماءِ کلام کی اصطلاح ہے۔ ان کے نزدیک چیلنج کے بغیر رسول کے ہاتھ پر ہونے والے خارقِ عادت امر کو صرف ''آیت'' اور ''دلیل'' کہتے ہیں۔ لیکن آیات مجموعی حیثیت سے انبیاء کرام کے حق میں معجزہ ہیں، کیونکہ یہ آیاتِ کثیرہ معجزہ کے ساتھ منضم ہیں، اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس فرمان سے اشارہ فرمایا:

''وَمَا مِنْ نَبِيٍّ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ اِلَّا اُعْطٰى مِنَ الْاٰيَاتِ مَا اٰمَنَ عَلٰى مِثْلِهِ الْبَشَرُ

Marfat.com

وَكَانَ الَّذِىْ اُوْتِيْتُهُ وَحْيًا يُّوْحٰى اِلَىَّ

(رواہ البخاری)

''انبیاء میں سے ہر نبی کو آیات و معجزات سے سرفراز کیا گیا ہے انہی کی وجہ سے لوگ ایمان لائے اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی کا ہے۔''

متکلمین کے علاوہ دیگر اجلہ آئمہ نے ایسے خوارق کو دلائلِ نبوت اور آیاتِ نبوت کہا ہے۔اسی لیے وہ اس موضوع پر لکھی گئی کتابوں کا نام ''دلائل النبوۃ'' یا ''دلائل اعجاز'' رکھتے ہیں۔اس موضوع پر بہت سی کتابیں لکھی گئیں ہیں۔علماءِ کلام نے ''معجزہ'' انبیائے کرام کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے اور اولیاء کرام کے خوارق کو ''کرامات'' کہا ہے۔

امام احمد وغیرہ آئمہءِ سلف رحمۃ اللہ علیہم نے تمام خارق کو ''معجزہ'' کہا ہے۔ان کے نزدیک ''آیت'' اور ''برہان'' کے الفاظ انبیاءِ کرام کے لیے مختص ہیں۔بعض اوقات کرامات کو بھی آیت کہہ دیا جاتا ہے کیونکہ وہ اس نبی کی حقانیت (سچا ہونے) کی دلیل ہے،جس کی پیروی اس ولی نے کی ہے۔

(مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات)

حاشیہ علیٰ عبدالسلام:

علامہ امیر رحمۃ اللہ علیہ (صاحبِ حاشیہ علیٰ عبدالسلام) معجزہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ خارق عادت کی سات قسمیں ہیں:

۱: ایسا معجزہ جو تحدی چیلنج سے مقرون ہو۔

۲: ''ارہاص'': اس خارقِ عادت فعل کا صدور قبل از بعثت (اعلانِ نبوت) ہوتا ہے۔

۳: ''کرامت'': یہ خارقِ عادت فعل اولیاءِ کرام سے صادر ہوتا ہے۔

۴: ''معونت'': عام آدمی کا (خلافِ عادت) مصیبت سے نجات پانا۔

۵: ''استدراج'': کسی فاجر کے ہاتھ پر اس کے دعویٰ کے مطابق کوئی خارقِ عادت فعل صادر ہونا۔ یہ مدعی الوہیت سے ممکن ہے مگر نبوت کے جھوٹے دعوے دار سے اس کا صدور محال ہے۔جیسے دجال لعین سے ایسے افعال کا ظہور مگر نفی الوہیت کے دلائل واضح موجود ہیں۔

۶: ''اہانت'': کسی فاجر کے دعویٰ کے برخلاف امرِ خارق کا ظہور۔

۷: ''جادو اور شعبدہ بازی'': یہ خارق میں سے نہیں کیونکہ اسباب کے استعمال کی وجہ سے امورِ عادیہ میں شمار ہوتا ہے۔''

Marfat.com

امام ابوالحسن محمد الماوردی رحمۃ اللہ علیہ:

قاضی القضاۃ امام ابوالحسن علی بن الماوردی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اعلام نبوت'' میں فرماتے ہیں:

''امتیوں کے مقابلہ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے دلائل وحجج جو امتوں کو معارضہ و مقابلہ سے عاجز کر دیتے ہیں، وہ صدقِ نبوت کی زبردست دلیل ہیں۔ (اور انہی دلائل و براہین کو معجزات کہتے ہیں۔)''

''معجزہ اس خارقِ عادت فعل کو کہا جاتا ہے جو بغیر قدرتِ الٰہیہ ممکن نہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص (نبی ورسول) کو اس خارقِ عادت فعل سے مختص فرماتا ہے تاکہ اس کے اختصاص سے رسالت کی تصدیق وتائید ہو، لہٰذا زمانِ تکلیف میں اس شخص سے جب اس قسم کا فعل صادر ہوگا تو اس ادعائے نبوت کی صداقت پر دلیل ہوگا، مگر قربِ قیامت میں جب احوالِ تکلیفہ ساقط ہو جائیں گے اور خارقِ عادت نشانیاں ظاہر ہو جائیں گی تو اس وقت ان خارقِ عادات کو کسی مدعی کے لیے معجزہ نہیں قرار دیا جائے گا۔

معجزہ میں اعتبار خرقِ عادات کا ہے کیونکہ اُمورِ عادیہ میں سچا شخص اور جھوٹا دونوں شامل وشریک ہوتے ہیں۔ لہٰذا غیر عادی باتیں صرف سچے شخص کے ساتھ مختص ہوں گی جھوٹے شخص کے ساتھ نہیں۔ پس جب یہ ثابت ہو گیا کہ معجزہ خارقِ عادت فعل کا نام ہے، تو ان اُمورِ عادیہ کو دس اقسام میں تقسیم کریں گے:

ا: ایسا امر جس کی جنس قدرتِ بشر سے باہر ہو۔

مثلاً: اختراعِ اجسام، قلب، ماہیت اور مردوں کا زندہ کرنا۔ اس فعل کا کثیر و قلیل معجزہ ہے، کیونکہ قلیل بھی کثیر کی طرح قدرتِ انسانی سے باہر ہے۔

۲: وہ خارقِ عادت فعل جس کی جنس تو زیرِ قدرت ہو مگر اس کی مقدار انسانی بساط میں نہ ہو، جیسے ارضِ بعید کا مدتِ قلیلہ میں طے کرنا۔ یہ فعلِ خارقِ عادت ہونے کے باعث معجزہ ہے۔

۳: ایسے علم کا ظاہر ہونا جو معلوماتِ بشر سے خارج ہو، جیسے واقعاتِ غیبیہ کی خبریں دینا، یہ دو شرطوں سے معجزہ ہوگا:

i: ایک یہ کہ اسکا فعل متکرر ہو، یہاں تک کہ حدِ اتفاق سے نکل جائے یعنی لوگ اسے کوئی اتفاقی امر نہ سمجھ لیں۔

ii: دوسری یہ کہ یہ سبب سے مجرد ہو۔ ایسا سبب جس کے ذریعے اس پر استدلال کیا جائے۔

۴: ایسا خارقِ عادت معاملہ جو نوع مقدورِ بشر سے وراء (یعنی جسے انسان نہ کر سکے) ہو اگرچہ اس کی جنس مقدورِ بشر میں سے ہو۔ جیسے قرآن کریم جو اپنے اسلوب بیان کی وجہ سے دیگر کلام کی اقسام سے الگ ہے، لہٰذا اس کی نوع خارج از قدرت ہونے کی وجہ سے معجزہ ہے۔ پس یہ نوع اس جنس کی مانند ہوگی

Marfat.com

جو قدرتِ انسانی سے باہر ہے۔

۵: ایسا خارقِ عادت امر فی نفسہ افعالِ بشر میں داخل ہو مگر وہ مقدور بشر سے نکل جائے۔ مثلاً: بیمار کا فوراً صحت یاب ہونا اور بیج سے آناً فاناً کھیتی کا اُگا دینا۔ اس (کے معجزہ ہونے) کی وجہ یہ ہے کہ پرانے مرض کا فوری ازالہ اور آہستہ تیار ہونے والی فصل کا جلدی پک جانا ''خارقِ عادت'' فعل ہے۔ اس طرح خارج از قدرت ہونے کی وجہ سے معجزہ ہے۔

۶: داخلِ قدرت چیز پر قابو نہ رہنا، مثلاً خوف یا دہشت کی وجہ سے ناطق شخص کی زبان گنگ ہو جانا، ایسا معجزہ صرف عاجز شخص کے ساتھ ہی مخصوص ہوگا دوسروں کے لیے (متعدی) ہوگا، کیونکہ اس عاجز آنے والے کو اپنے عجز کا یقین ہوگا دوسروں کو اس کے عجز کا یقین نہیں ہوسکتا۔

۷: بے زبان جانوروں سے کلام کروانا، بے جان چیزوں سے حرکت کروانا، اگر یہ افعالِ نبی کے بلانے یا اشارے سے ہوں تو معجزے ہیں اور اگر بغیر استدعا و اشارہ ہوں تو معجزہ نہیں، اگرچہ یہ خرقِ عادت ہے مگر ایسے واقعات شاذ و نادر (بہت کم، نہ ہونے کے برابر) ہی ہوتے ہیں۔

۸: کسی چیز کا بے وقت ظاہر ہونا۔ مثلاً موسمِ گرما کے پھلوں کا موسمِ سرما میں ظاہر ہونا، اسی طرح موسمِ سرما کے پھلوں کا موسمِ گرما میں پیدا ہونا۔ اگر یہ ان پھلوں کا بے موسم باقی رکھنا اور محفوظ کرنا ممکن ہو تو یہ معجزہ نہیں، اگر ان کا بے وقت محفوظ رکھنا ممکن نہ ہو اور یہ پیدا ہو جائیں، خواہ نبی اپنی طرف سے اس کا اظہار کرے یا وہ مطالبہ پر ظاہر کرے، ہر صورت میں معجزہ ہے۔

۹: بند پانی کا جاری کرنا یا جاری پانی کو روک دینا، اگر اس فعل کا سبب بلا وقوع ہو تو خارقِ عادت ہونے کی وجہ سے معجزہ ہے۔

۱۰: کثیر تعداد میں لوگوں کا تھوڑے کھانے سے سیر (جی بھر کر کھالینا) ہونا، اسی طرح تھوڑے سے پانی سے سیراب ہونا۔ یہ خاص ان لوگوں کے حق میں معجزہ ہے، دوسروں کے لیے نہیں۔ اس کی علت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔''

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی:

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوالحسن بن محمد الماوردی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کے تحت لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''یہ تمام اقسام اور اس کے نظائر ''معجزہ'' کی تعریف میں آئے ہیں۔ یہ معجزہ ہونے میں یکساں حکم رکھتے ہیں اور مدعی نبوت کے دعویٰ کی تصدیق و تائید کرتے ہیں۔ اگر معجزات میں دیگر اعتبارات سے اختلاف اور فرق ہوتا ہے، جس طرح دلائلِ توحید ظہور و خفا کے لحاظ اختلاف رکھتے ہیں حالانکہ ان میں سے ہر ایک فی نفسہٖ توحید کی دلیل ہے۔ رہا وہ فعل جو انسان کی قدرت میں ہے مگر کچھ آدمی اس پر قادر نہ ہوں تو یہ معجزہ

Marfat.com

شمار نہ کیا جائے گا کیونکہ یہ ایسی جنس ہے جس پر انسانی قدرت ثابت ہے تو طاقت وقدرت میں زیادتی دراصل کمالِ مہارت سے پیدا ہوئی۔ مثلاً: صنائع میں کاریگروں کا اختلاف تو مہارتِ فن کی وجہ سے کمال معجزہ نہیں کہ کوئی آدمی اس کے زعم میں دعویٰ نبوت کر بیٹھے۔''

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ:

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ میں ارشا فرماتے ہیں:

ایسے خارقِ عادت فعل کو ''معجزہ'' کہتے ہیں جو مقرون بالتّحدی ہونے کی وجہ سے انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی دلیل ہو۔ اسے معجزہ اس لیے کہتے ہیں کہ انسان اس کی مثل لانے سے عاجز ہوتا ہے۔ پس معجزہ کے لیے یہ شرطیں ہیں:

۱: فعلِ معجزہ خارقِ عادت ہو جیسے مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے سے چاند کا پھٹنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتانِ مبارک سے پانی کا پھوٹ پڑنا۔

۲: فعلِ معجزہ تحدی یعنی دعویٰ نبوت کے مقابل طلبِ معارضہ سے مقرون ہو۔ محققین تحدی کا معنی دعویٰ رسالت کرتے ہیں۔

۳: کوئی شخص اس کی مثل نہ لا سکے جس طرح کہ پیغمبر نے عَلٰی وَجْہِ الْمُعَارِضَہ پیش کیا۔ مذکورہ بالا شرط میں تحدی کی قید سے بلا تحدی خارقِ عادت خارج ہو گیا اسی کو کرامت بھی کہتے ہیں اور مقارن بالدعویٰ ہونے کی قید سے تحدی سے قبل کے خارقِ عادت اُمور نکل گئے۔ جیسے دعویٰ رسالت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بادلوں کا سایہ کرنا اور شقِ صدور کا واقعہ ایسے واقعات، کرامات کے زمرہ میں آتے ہیں، جن کا وقوع اولیاءِ کرام کے لیے جائز ہے تو انبیاء کرام کے لیے قبل بعثت کیوں جائز نہیں۔

کیونکہ انبیاء کرام قبل از اعلان نبوت بھی مرتبہ ولایت سے کم نہیں ہوتے۔ لہٰذا تاسیسِ نبوت کے طور پر ان سے ایسے افعال کا صدور جائز ہے۔ قیدِ مقارنت سے بعد از تحدی واقعات بھی خارج ہو گئے۔ مثلاً: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مردوں کا کلمۂ شہادت پڑھنا، اس قسم کے واقعات حدِ تواتر تک ہیں۔ مقرون بالتحدی سے جادو کے ساتھ معارضہ کا معاملہ بھی خارج از بحث ہو گیا، کیونکہ غیر انبیاء کی طرف سے جادو کی مثل لانا ممکن ہے۔ ہاں! اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا جادو سے قلبِ ماہیت اور تبدیلی فطرت ہوتی ہے کہ نہیں۔

ایک گروہ قلبِ ماہیت کا قائل ہے۔ ان کا نکتۂ نگاہ ہے کہ جادوگر جادو کے زور سے انسان کو گدھا بنا سکتا ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ کوئی بھی قلب اعیان اور تبدیلی فطرت وطبعیت پر قادر نہیں، بجز اللہ تعالیٰ کے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے ماہیت اور طبعیت کو بدلتا ہے۔ کوئی ساحر ہو یا صالح وہ اس پر قدرت نہیں رکھتا۔

Marfat.com

اگر وہی بات ہم ساحر کے لیے بھی تجویز کریں جو نبی کے ساتھ مختص ہو تو پھر نبی اور ساحر میں کیا فرق رہ جائے گا۔؟

اگر قاضی علامہ ابوبکر باقلانی کی شرط تحدی کی پناہ لی جائے تو یہ جواب دو وجوہ سے غلط قرار پائے گا:

۱: تحدی کی شرط قول بلا دلیل ہے، کتاب وسنت اور اجماعِ امت سے اس پر کوئی سند نہیں اور جو بات دلیل و برہان سے خالی ہو وہ باطل ہوتی ہے۔

۲: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر معجزات بلا تحدی تھے۔ مثلاً: کنکریوں کا بولنا، اُنگلیوں سے پانی کا جاری ہونا، جذع (کھجور کے تنے) کا کلام کرنا، ایک صاع خوراک سینکڑوں کو پیٹ بھر کر کھلانا، لعاب دہن سے آنکھ کا ٹھیک ہونا، ذراع کا تکلم کرنا، اونٹ کا شکایت کرنا اور اسی طرح کے دیگر عظیم معجزات بغیر تحدی ظاہر ہوئے اور یہ کہنا بھی بجا نہیں کہ شاید رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف قرآن سے تحدی فرمائی۔''

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی:

امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علامہ ابراہیم باجوری رحمۃ اللہ علیہم کے قول کو نقل کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو معجزات قطعی معلوم ہیں اور تواتر سے منقول ہیں مثلاً قرآنِ مجید وغیرہ تو ان معجزات کے منکر کے کفر میں کوئی شک نہیں اور جو معجزات تواتر سے منقول نہ ہوں، مگر شہرت واستفاضہ تک ہوں، مثلاً: اُنگلیوں سے پانی کا جاری ہونا وغیرہ تو ایسے معجزات کے منکر فاسق ہیں اور اگر یہ معجزات درجۂ شہرت تک نہ ہوں مگر بطریقِ صحیح یا حسن ثابت ہوں تو ان کا منکر تعزیر (ذلت و بے عزتی کی سزا) کے لائق ہے۔''

معجزہ اور کرامت میں فرق:

کرامت: 1: مومن متقی سے اگر کوئی ایسی نادرُ الوجود، تعجب خیز چیز صادر ہو جائے جو عام طور پر عادتاً نہیں ہوا کرتی تو اس کو ''کرامت'' کہتے ہیں۔

اس قسم کی چیزیں اگر انبیاءِ کرام سے اعلانِ نبوت سے پہلے ظاہر ہوں تو ''ارہاص'' اور اگر اعلانِ نبوت کے بعد تو ''معجزہ'' کہلاتی ہیں۔

ایسی چیزیں اگر عام مومنین سے ظاہر ہوں تو ان کو ''معونت'' کہتے ہیں، اگر ایسی چیزیں کسی کافر سے اس کی خواہش کے مطابق ظاہر ہوں تو اس کو ''استدراج'' کہا جاتا ہے۔

2: معجزہ اور کرامت کی حقیقت ایک ہی ہے۔ پس دونوں میں فرق اس قدر ہے کہ خلافِ عادت و تعجب خیز چیزیں اگر کسی نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوں تو یہ ''معجزہ'' کہلاتی ہیں اور اگر ان کا ظہور کسی ولی

Marfat.com

کی جانب سے ہو تو یہ ''کرامت'' کہلاتی ہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین، جلد 2، صفحہ 849، طبع بیروت)

3: حضرت امام یافعی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ''نشر المحاسن الغالیہ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ ''امام الحرمین ابوبکر باقلانی، ابوبکر فورک، حجۃ الاسلام امام محمد غزالی شافعی، امامُ المنطق امام فخرالدین رازی، علامہ ناصرالدین بیضاوی، علامہ محمد بن عبدالملک سلمی، علامہ ناصرالدین طوسی، حافظ الدین نسفی اور امام ابوالقاسم قشیری، اکابر علماءِ اہلِ سنت و محققین ملت رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے متفقہ طور پر تحریر فرمایا ہے:

''معجزہ اور کرامت میں یہ فرق ہے کہ خارقِ عادت فعل کا صدور اگر کسی نبی سے ہو تو اسے ''معجزہ'' کہا جائے گا اور اگر اس کا صدور کسی ولی سے ہو تو اسے ''کرامت'' کے نام سے یاد کیا جائے گا۔''

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دس اماموں کے نام اور ان کی کتابوں کی عبارتیں نقل فرما کر یہ ارشاد فرمایا:

''ان اماموں کے علاوہ دوسرے بزرگانِ دین وملت کا بھی یہی ارشاد ہے لیکن اِن علم وفضل و تحقیق و تدقیق کے پہاڑوں کے نام ذکر کر دینے کے بعد مزید محققین کے ناموں کو ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔''

4: ''وہ عجیب وغریب کام جو عادتاً ناممکن ہو، جسے نبی اپنی نبوت کے ثبوت میں پیش کرے اور اس سے منکرین عاجز ہو جائیں وہ ''معجزہ'' ہے۔ جیسے مردوں کو زندہ کرنا، انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے کر دینا وغیرہ۔ ایسی عجیب وغریب بات اگر ولی سے ظاہر ہو تو اسے ''کرامت'' کہتے ہیں۔''

5: شیخ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''معجزہ'' تحدی (دعوائے نبوت) کے ساتھ ہوتا ہے۔ جبکہ ''کرامت'' کے وقوع کے وقت ولی کی طرف سے تحدی (دعوائے نبوت) نہیں ہوتا۔ حقیقت اس کی یہ ہے کہ جب ولی خارقِ عادت فعل کے ساتھ اپنی ولایت کا دعویٰ کرے تو یہ معجزۂ رسول کا قادح نہیں بخلاف اس کے کہ وہ ولی اس فعل سے نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے۔ دریں صورت وہ اس دعویٰ میں کاذب ہوگا اور کاذب اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس کے ہاتھ پر ایسے فعلِ خارقِ عادت کا ظہور ناممکن، نادرست ہے، جو انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم سے صادر ہوتا ہے۔''

6: معجزہ اور کرامت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ہر ولی کے لیے ''کرامت'' کا ہونا ضروری نہیں، لیکن ہر نبی کے لیے ''معجزہ'' کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ ولی کے لیے لازم نہیں کہ اپنی ولایت کا اعلان کرے کہ میں ولی ہوں، بلکہ ولی کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ جانے میں ولی ہوں کہ نہیں۔ اسی لیے بعض ایسے ولی ہوتے ہیں جن سے کرامت یا کشف ظاہر نہیں ہوتا۔ مگر نبی کے لیے اپنی نبوت کا ثبوت ضروری ہے کیونکہ انسان کے سامنے نبوت کا ثبوت بغیر ''معجزہ'' دکھائے ہو نہیں سکتا، اس لیے ہر نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے (لیکن ولی کے لیے کرامت کا ہونا اور دکھلانا ضروری ولازمی نہیں)۔

Marfat.com

معجزہ، جادو اور شعبدہ بازی میں فرق

معجزہ، جادو اور شعبدہ بازی میں کیا فرق ہے اس کے متعلق علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''معجزہ بذاتِ خود باقی رہتا ہے یا تا دیر اس کا اثر باقی رہتا ہے مگر اس کے مقابل جادو سریع الزوال (جلدی زائل ہو جانے والا) ہوتا ہے۔ یعنی اس کا اثر فوراً زائل ہو جاتا ہے۔ (معجزہ، شعبدہ بازی اور جادو میں ایک اور فرق یہ ہے کہ) نبی اپنا معجزہ ملک کے بڑے بڑے اصحابِ عقل و دانش کے سامنے مجمع عام میں دکھاتا ہے جبکہ شعبدہ باز اپنے شعبدے اور کرتب بچوں، کم عقل، جاہلوں کو دکھاتا ہے۔''

☆☆☆

Marfat.com

التاسع:

رسول اللہ کے معجزات

(معراج کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اس لیے بعض دیگر معجزات کو بھی بیان کیا جاتا ہے)

معجزہ نمبر 1:

واقدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسامہ بن زید سے انہوں نے داود بن الحصین کی زبانی عبدالاشہل کے کئی لوگوں سے یہ روایت نقل کی ہے کہ غزوۂ بدر میں حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی اور ان کے پاس تلوار کے علاوہ کوئی اسلحہ بھی نہ تھا۔ چنانچہ تلوار کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے وہ بالکل نہتے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک تازہ اور باریک سی چھڑی عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا:

''اے سلمہ بن اسلم! اس سے دشمنوں کا مقابلہ کرو۔''

چنانچہ حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھڑی ہاتھ میں لی تو وہ نئی تلوار کی صورت اختیار کر گئی۔ یہ تلوار تاحیات حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس رہی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جسرِ ابوعبید کی جنگ میں شہید ہوئے۔ اس وقت یہی تلوار ان کے استعمال میں تھی۔

(المغازی للواقدی، جلد 1، عربی صفحہ 93) (البدایہ والنہایہ، جلد 3، عربی صفحہ 291)

معجزہ نمبر 2:

حضرت عبدالرحمان بن خبیب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے والد خبیب بن اساف رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں اپنی قوم کے ایک آدمی کے ساتھ حضور نبی اکرم اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنگ کے لیے جا رہے تھے۔ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''ہم بھی آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے پوچھا:

''کیا آپ مسلمان ہیں؟''

ہم نے نفی میں جواب دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہم مشرکین کے مقابلے میں مشرکین سے مدد نہیں چاہتے۔''

Marfat.com

یہ سن کر ہم نے عرض کیا کہ ہم اسلام قبول کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنگ میں شرکت کرنے کی اجازت عطا فرما دی، لڑائی کے دوران دشمن کے ایک جنگجو نے میرے کندھے پر وار کیا اور میرا بازو کاٹ کر رکھ دیا۔ میرا بازو لٹکنے لگا اور میں بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے کٹے ہوئے بازو میں لعاب مبارک لگایا اور اسے سی دیا۔ میرا بازو جڑ گیا اور میں بالکل صحیح ہو گیا، پھر میں نے اس دشمن کو قتل کر دیا جس نے مجھ پر وار کر کے میرا بازو کاٹ ڈالا تھا۔

(طبقات ابن سعد، جلد 3، القسم الثانی، عربی صفحہ 86) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 164) (السنن البیہقی، جز 9، عربی صفحہ 37) (اسد الغابہ، جلد 2، عربی صفحہ 110) (الاصابہ، جلد 1، عربی صفحہ 418)

معجزہ نمبر 3:

یونس بن بکیر نے محمد بن اسحاق، یزید بن رومان، عروہ زہری اور راویوں کی ایک جماعت کے واسطے سے نقل کیا ہے کہ جنگِ بدر میں قریش کے گرفتار ہونے والے جنگجو مسلمانوں کی قید سے فدیہ دے کر رہا ہوتے تھے۔ ہر قبیلہ اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے انہیں آزاد کراتا تھا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی قید ہو گئے تھے۔ انہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں تو دل سے مسلمان تھا مگر مجبوراً کافروں کی فوج کے ساتھ آ گیا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تمہارے اسلام لانے کے بارے میں اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر معاملہ ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے بیان کیا تو فدیہ کے بدلے اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے گا۔ لہٰذا آپ اپنا، اپنے دونوں بھتیجوں نوفل بن حارث بن عبدالمطلب، عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو (جو کہ بنو حارث بن فہر سے تعلق رکھتا تھا) کا فدیہ بھی ادا کریں۔''

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے پاس اتنی رقم کہاں ہے؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس مال کے بارے میں کیا خیال ہے جسے آپ اور اُمِ الفضل نے زمین میں دفن کیا تھا؟ اور آپ نے اُمِ الفضل سے کہا تھا کہ اگر سفر کے دوران مجھے کچھ ہو جائے تو یہ مال میرے بیٹوں فضل، عبداللہ اور قثم میں تقسیم کر دینا۔''

یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:

''اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ یہ ایک ایسی بات ہے جسے میرے اور اُم

Marfat.com

الفضل کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا۔ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے پاس جو بیس اوقیہ مال تھا جو آپ کی فوج نے جنگ کے بعد قبضے میں کر لیا، اسے آپ فدیہ میں شمار کر لیں اور ہمیں رہا کر دیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ایسا نہیں ہو سکتا۔ وہ تو اللہ نے ہمیں تم سے بطورِ مالِ غنیمت دلایا ہے۔''

بالآخر حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا، اپنے بھتیجوں اور حلیف کا فدیہ ادا کر دیا اور سبھی رہا ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد، جلد 4، القسم الاول، عربی صفحہ 8) (تفسیر ابن کثیر، جلد 2، عربی صفحہ 327) (السنن البیہقی، جز 6، عربی صفحہ 322) (الاصابہ، جلد 2، عربی صفحہ 430)

معجزہ نمبر 4:

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ جب جنگِ احد میں مسلمانوں کی فتح شکست میں بدلی اور مسلمانوں کی صفیں بکھر گئیں تو دُشمنوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھیراؤ کر لیا۔

دُشمنوں کے حملوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان حضرت ابودجانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھال بن گئے۔ وہ اپنی پیٹھ پر تیر کھاتے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے کے لیے آپ پر جھک گئے۔ آپ کی پیٹھ تیروں سے بھر گئی مگر آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر دُشمنوں پر تیر برساتے رہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے مجھے تیر پکڑاتے اور فرماتے:

''سعد! میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ دُشمنوں پر تیر چلاؤ۔''

آپ نے مجھے آخر میں ایک ایسا تیر دیا جس کا پھل نہیں تھا اور فرمایا:

''یہ بھی دُشمنوں پر چلا دو۔''

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بڑی جگرداری سے دُشمن کا مقابلہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے رہے۔

عاصم بن عمر بن قتادہ کی زبانی ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہم نے روایت بیان کیا ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیر چلا رہے تھے پھر آپ کی کمان ٹوٹ گئی۔ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ کمان لی لے جوان کے پاس مدت تک رہی۔ اُحد کے میدان میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ سخت زخمی ہو گئی اور اس کی پتلی نکل کر آپ کے رُخسار پر لٹکنے لگی۔

وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست

Marfat.com

مبارک سے پتلی واپس آنکھ میں رکھ دی۔ (اور آنکھ بالکل درست ہوگئی) حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ آنکھ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درست فرمائی تھی) دوسری آنکھ سے بھی زیادہ تیز نگاہ اور بہتر ہے۔

(طبقات ابن سعد، جلد 3، القسم الثانی، عربی صفحہ 26) (البدایہ والنہایہ، جلد 3، عربی صفحہ 21) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 162-294) (سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 82) (الاستیعاب، القسم الثالث، عربی صفحہ 1276) (المغازی للواقدی، جلد 1، عربی صفحہ 242) (اسد الغابہ، جلد 4، عربی صفحہ 195) (الاصابہ، جلد 3، عربی صفحہ 217)

معجزہ نمبر 5:

ابن اسحاق نے سعید بن مینا رحمۃ اللہ علیہم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ نعمان بن بشیر کی بہن اور حضرت بشیر بن سعد کی بیٹی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) بیان کرتیں ہیں کہ میری والدہ عمرہ بنت رواحہ نے مجھے کہا کہ بیٹی جاؤ یہ کھجوریں لے جاؤ اور اپنے باپ اور ماموں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دے آؤ۔ میں ایک کپڑے میں بندھی ہوئی مٹھی بھر کھجوریں لے کر خندق کی جانب گئی۔ یہ مٹھی بھر کھجوریں ہی میرے ابو اور ماموں کے دوپہر کا کھانا تھا۔

میں اپنے والد اور ماموں کو تلاش کر رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بیٹی! ادھر آؤ۔ یہ تمہارے پاس کیا ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ کھجوریں ہیں جو میری والدہ نے دے کر بھیجی ہیں کہ ان سے میرے والد اور ماموں پیٹ کی آگ بجھائیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لاؤ یہ مجھے دے دو۔''

میں نے کھجوریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ ان سے پوری طرح نہ بھرنے پائے (وہ کھجوریں بہت ہی کم تھیں) بہر حال آپ نے حکم دیا کہ دستر خوان بچھایا جائے۔ دستر خوان بچھ جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوریں اس پر بکھیر دیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو حکم دیا کہ سب لوگوں کو کھانے کے لیے بلا لیں۔

بنت بشیر رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اہلِ خندق دستر خوان پر جمع ہو گئے اور کھانے لگے۔ ایک جماعت کھا کر

Marfat.com

اُٹھ جاتی اور دوسرے لوگ آ کر کھانے لگتے، یہاں تک کہ سب اہلِ خندق سیر ہو کر کھا چکے مگر کھجوریں ختم نہ ہوئیں۔

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 217) (المغازی للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 476) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 116) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 99)

معجزہ نمبر 6:

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کی کھدائی میں مشغول تھے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک چھوٹی سی لاغر بکری تھی۔ میں نے سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافی دنوں سے بھوکے ہیں، کیوں نہ یہ بکری ذبح کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کا اہتمام کیا جائے۔ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ آٹا گوندھے۔ چنانچہ اس نے آٹا گوندھ کر روٹیاں پکائیں۔ میں نے بکری ذبح کی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہم نے گوشت بھون لیا۔ جب شام ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے گھر کی جانب تشریف لے جانے لگے تو میں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس ایک بکری تھی، آج ہم نے اسے ذبح کیا ہے اور روٹی بھی پکائی ہے۔ لہٰذا آپ ہمارے گھر تشریف لا کر ہمیں شرفِ مہمان نوازی بخشیں۔ میرا ارادہ تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعو کرنے کا تھا مگر جوں ہی میں نے دعوت دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت قبول فرمائی اور کسی پکارنے والے کو فرمایا کہ سب لوگوں کو پکار کر کہہ دو کہ جابر بن عبداللہ کے گھر پہنچ جائیں۔ میں نے دل میں ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا کیونکہ کھانا تو بہت ہی قلیل تھا۔ بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کے ساتھ میرے گھر میں داخل ہوئے اور بیٹھ گئے۔ ہم نے کھانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لیا، برکت کی دُعا کی اور کھانا کھایا۔ لوگ باری باری کھانا کھانے کے لیے آتے رہے اور سیر ہو کر کھاتے رہے۔ کئی نشستوں میں لوگوں نے کھانا کھایا یہاں تک کہ جملہ اہلِ خندق کا پیٹ (اس تھوڑے سے کھانے سے بھر گیا لیکن کھانا ختم نہ ہوا۔

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 217) (الصحیح البخاری، جز 4، عربی صفحہ 90) (الصحیح البخاری، جز 5، عربی صفحہ 138) (الصحیح المسلم، جز 13، صفحہ 216) (السنن البیہقی۔ جلد 7، عربی صفحہ 274) (المغازی للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 452) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 97) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 109)

معجزہ نمبر 7:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ

Marfat.com

مبارک سے غزوۂ خیبر کے موقع پر سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں کل علم (جھنڈا) اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھ پر لازماً اللہ تعالیٰ فتح نصیب فرمائے گا۔''

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ بات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے رُخصت ہو گئے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ پرچم کسے عطا کیا جائے گا؟ ہر ایک کی تمنا تھی کہ پرچم مجھے عطا کیا جائے۔

دوسرے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کو بلایا جائے۔''

عرض کیا گیا کہ وہ آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا کہ انہیں بلایا جائے۔ جب وہ حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعابِ دہن لگایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں بالکل ٹھیک ہو گئیں گویا کہ کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے علم (جھنڈا) لے کر فرمایا:

''ہم ان سے اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک یہ ہمارے دین میں داخل نہ ہو جائیں (یا ہماری حکومت کو تسلیم نہ کر لیں)''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''آرام اور خاموشی سے جاؤ اور ان کے گھروں کے سامنے پہنچ کر سب سے پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں جو چیزیں فرض ہیں ان سے انہیں باخبر کر دو۔ اللہ کی قسم! اگر ایک آدمی بھی تمہاری وجہ سے ہدایت پالے تو یہ تمہارے حق میں سرخ خزانے سے زیادہ بہتر ہے۔''

(طبقات ابن سعد، جلد 2، القسم الاول، عربی صفحہ 81) (الصحیح البخاری، جز 4، عربی صفحہ 58-65-73) (الصحیح البخاری، جز 5، عربی صفحہ 23-171) (الصحیح المسلم، جز 12، عربی صفحہ 185-187) (الصحیح المسلم، جز 6، عربی صفحہ 162-25) (السنن البیہقی، جز 9، عربی صفحہ 131) (اسد الغابہ، جلد 4، عربی صفحہ 28)

معجزہ نمبر 8:

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اپنے آقا کے ساتھ آزادی کے لیے شرائط طے کر کے معاہدہ کر لو۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''پس میں نے اپنے آقا سے بات کی اور طے پایا کہ میں اس کے باغ میں کھجور کے تین سو درخت لگاؤں اور چالیس اوقیہ سونا دے دوں تو اس کے بدلے وہ مجھے آزاد کر دے گا۔''

Marfat.com

آزادی کا معاہدہ لکھے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا:

''اپنے بھائی (حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی مدد کرو۔''

چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے میری بھرپور مدد فرمائی۔ کسی نے کھجور کے تیس پودے دیئے تو کسی نے بیس۔ کسی نے پندرہ تو کسی نے دس۔ غرض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے ہر ایک نے اپنی اپنی قدر و استطاعت کے مطابق میری مدد کی یہاں تک کہ میرے پاس تین سو پودے جمع ہو گئے۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکماً ارشاد فرمایا:

''سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! باغ میں جا کر گڑھے کھودوں۔ اور پودے میں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) خود زمین میں اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔''

میں نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے گڑھے کھودے جب سارے گڑھے تیار ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ہم پودے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھماتے جاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں گڑھوں میں لگاتے جاتے۔ یہاں تک کہ تمام پودے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دستِ مبارک سے گڑھوں میں لگائے۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے۔ ان پودوں میں سے کوئی ایک بھی سوکا نہ مرجایا بلکہ سارے کے سارے پودے پلے بڑھے اور خوب پھل دیا۔ اب کھجوریں لگانے کی شرط پوری ہو گئی تھی مگر چالیس اوقیہ سونا دینا باقی تھا۔ وہ کہاں سے آئے گا؟ میں اسی خیال میں ڈوبا ہوا تھا کہ ایک صحابی آئے اور مرغی کے انڈے کے برابر سونے کی ایک ڈلی لائے۔ جب وہ سونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے بارے میں دریافت فرمایا۔

میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سلمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! یہ سونا لے جاؤ اور اپنے آقا کو ادائیگی کر کے آزادی حاصل کر لو۔''

چنانچہ سونے کی چھوٹی سی ڈلی کو دیکھ کر میں نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیسے پورا ہو گا (یہ تو بہت تھوڑا ہے)؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سونے کی ڈلی پر اپنی زبانِ مبارک پھیری اور فرمایا:

''اسے لے جاؤ اور تول کر دینا یہ پورا ہو جائے گا۔''

پس میں وہ لے کر اپنے آقا کے پاس گیا اور اسے سونا تول کر دیا تو یہ سونے کی چھوٹی سی ڈلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق پورے چالیس اوقیہ ہو گئی۔

(طبقات ابن سعد، جلد 4، القسم الاول، عربی صفحہ 56) (سیرت ابن ہشام، القسم الاول، عربی صفحہ 220) (البدایہ والنہایہ، جلد 1، عربی صفحہ 123) (السنن البیہقی، ج 10، عربی صفحہ 321) (اسد الغابہ، جلد 2، عربی صفحہ 330)

Marfat.com

معجزہ نمبر 9:

حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے یہودیوں کے قلعے کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ اچانک بھیڑ بکریوں کا ایک ریوڑ وہاں سے گزرا۔ وہ ایک یہودی کی ملکیت تھا اور قلعے میں واپس جا رہا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان بکریوں میں سے ہمارے کھانے کے لیے کچھ بکریاں کون لائے گا؟''

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں یہ کام کرسکتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ٹھیک ہے۔''

چنانچہ حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ شتر مرغ کی طرح چلتے ہوئے ریوڑ میں گھس گئے۔ بکریوں کا پہلا حصہ قلعے میں داخل ہو چکا تھا۔ حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے آخری حصے میں سے دو بکریاں پکڑ لیں اور انہیں اپنے بازوؤں کے نیچے دبا کر اپنی فوج کی جانب لے آئے۔ حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ یوں چلے آ رہے تھے گویا کہ بکریوں کا کوئی بوجھ ہی نہیں ہے۔ جب انہوں نے بکریاں لا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا اور سب لوگوں نے ان کا گوشت کھایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے لمبی عمر کی دُعا فرمائی۔

یہی وجہ ہے کہ ابوالیسر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے آخر میں فوت ہوئے۔ انہوں نے بڑی لمبی عمر پائی۔

حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ اپنی عمر کے آخری حصے میں جب کبھی یہ واقعہ بیان فرماتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور پھر فرمایا کرتے:

''مجھ سے استفادہ کرلو۔ میری عمر کی قسم! تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت میں سے میں ہی رہ گیا ہوں باقی سب رُخصت ہو گئے ہیں۔''

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 336) (المغازی للواقدی، جلد 2، عربی صفحہ 660) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 195)

معجزہ نمبر 10:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمران رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ہم رات بھر چلتے رہے، یہاں تک کہ رات کا آخری وقت ہو گیا۔ہم پر نیند غالب آ گئی۔ایسی حالت میں مسافر کے لیے نیند سے زیادہ میٹھی کوئی چیز نہیں ہوتی۔پس ہم سو گئے اور ہماری آنکھ اس وقت تک نہ کھلی جب تک سورج کی گرمی نے ہمیں جگا نہ دیا۔

سب سے پہلے فلاں اور فلاں اُٹھے، چوتھے نمبر پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جاگے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب تک لیٹے ہوئے تھے۔ہم میں سے کوئی بھی جگانے کی جسارت نہیں کرتا تھا کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ خواب میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا دیکھا تا تھا۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے اور صورتِ حال دیکھی کہ سوتے میں نماز کا وقت نکل گیا ہے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے تکبیر پڑھنی شروع کی اور مسلسل تکبیر کو دہراتے گئے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدا ہوئے۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدا ہوئے تو لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس صورتِ حال پر پریشانی کا اظہار کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی فکر نہیں! رختِ سفر باندھو۔''

پس لوگ سفر پر روانہ ہو گئے۔تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے نیچے تشریف لائے اور وضو کے لیے پانی طلب فرمایا۔وضو کے بعد اذان کہی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص الگ بیٹھا ہے۔نماز میں شامل نہیں ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا:

''اے فلاں! تجھے کس چیز نے نماز پڑھنے سے روکا۔؟''

اس نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جنبی ہوں (مجھ پر غسل واجب ہے) اور غسل کے لیے پانی نہیں ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مٹی سے تیمّم کر لو یہ تمہاری طہارت کے لیے کافی ہے۔''

اس کے بعد پھر لوگ چل پڑے اور کچھ دور جا کر لوگوں نے پیاس کی شکایت کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے نیچے تشریف لائے۔حضرت علی اور ایک دوسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بلایا اور فرمایا:

''جاؤ پانی کی تلاش کرو۔''

Marfat.com

چنانچہ وہ دونوں گئے اور کچھ فاصلے پر انہوں نے ایک عورت کو دیکھا جو اونٹ پر سوار تھی۔ اس نے اُونٹ پر دو بڑی بڑی مشکیں پانی کی بھری ہوئی لادرکھی تھیں۔ ان دونوں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس عورت سے پوچھا:

''پانی کہاں ہے؟''

اس نے جواب دیا:

''میں کل اس وقت پانی کے چشمے سے چلی تھی (پانی کا چشمہ ایک دن کی مسافت پر ہے)۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:

''پھر ہمارے ساتھ آؤ۔''

وہ کہنے لگی:

''کہاں؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس۔''

وہ کہنے لگی:

''وہی شخص جسے صابی کہا جاتا ہے۔؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا:

''ہاں! تو ٹھیک سمجھ گئی۔ پس ہمارے ساتھ چل۔''

پھر وہ دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما اس عورت کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس عورت کے ساتھ ہونے والی گفتگو بیان کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس عورت کو اُونٹ سے نیچے اُتارو۔''

اسے نیچے اُتارنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگوایا اور دونوں مشکیزوں کا منہ کھول کر ان میں سے تھوڑا سا پانی برتن میں ڈالا اور ان مشکیزوں کا منہ بند کر دیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں اعلان فرمایا:

''لوگو! جس نے پانی پینا ہو آ کر پی لے اور جس نے برتن میں لینا ہو وہ برتن میں لے لے۔''

پس جس نے چاہا پی لیا اور جس نے چاہا برتن میں لے لیا۔ آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن بھر کر اس شخص کو دیا جس نے جنابت کی شکایت کی تھی اور اسے فرمایا:

''جا! اس پانی سے غسل کر لے۔''

Marfat.com

حضرت عمران رضی اللہ عنہ مزید بیان کرتے ہیں کہ وہ خاتون کھڑی حیرت سے سب کچھ دیکھتی رہی۔ اللہ کی قسم! وہ یہ دیکھ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوڑے سے پانی کو اتنی جماعت میں تقسیم کر دیا اور سب نے برتن بھی بھر لیے اور سیر ہو کر پی بھی لیا، ایسی مبہوت ہوئی کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس (پانی والی) عورت کے لیے کچھ کھجوریں، آٹا اور ستو جو تمہارے پاس ہے جمع کر دو۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کھانے پینے کا سامان جمع کیا اور اسے ایک کپڑے میں باندھ کر عورت کو اونٹ پر سوار کیا اور گٹھڑی اس کے آگے رکھ دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا:

''تو جانتی ہے کہ ہم نے تمہارے پانی میں کوئی کمی نہیں کی مگر اللہ نے ہمیں پانی پلایا ہے۔''

جب وہ عورت اپنے اہل وعیال میں پہنچی تو انہوں نے پوچھا:

''تو نے اتنی دیر کہاں کر دی؟''

اس پر عورت نے جواب دیا:

''عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ راستے میں مجھے دو آدمی ملے جو مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جسے ''صابی'' کہا جاتا ہے۔''

پھر اس نے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا: خدا کی قسم! یا تو زمین وآسمان میں اس (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑا جادوگر کوئی نہیں یا پھر وہ واقعی اللہ کا سچا رسول ہے۔''

مسلمان جب اس علاقے میں مشرکین پر حملے کرتے تھے تو اس بستی کو جہاں وہ عورت رہتی تھی چھوڑ جاتے تھے۔ ایک دن اس نے اپنے قبیلے والوں سے کہا:

''یہ لوگ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) تمہارے گرد حملے کرتے ہیں مگر تمہیں جان بوجھ کر چھوڑ جاتے ہیں۔ پس بہتری اور بھلائی اسی میں ہے کہ تم اسلام لے آؤ۔''

ان لوگوں نے اس کی بات مان لی اور اسلام قبول کر لیا۔

(صحیح بخاری، جز 1، عربی صفحہ 89) (الصحیح البخاری، جز 4، عربی صفحہ 232) (الصحیح المسلم، جز 5، عربی صفحہ 190) (المغازی للواقدی، جلد 3، عربی صفحہ 104) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 98) (السنن البیہقی، جز 1، عربی صفحہ 32-218)

معجزہ نمبر 11:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کا پیاس سے برا حال ہو گیا۔ کسی کے پاس پانی نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

Marfat.com

ایک چھاگل تھی۔لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''کیا بات ہے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس پانی نہیں ہے۔نہ وضو کے لیے اور نہ پینے کے لیے۔یہی پانی ہے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس ہے۔''

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک چھاگل میں رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُنگلیوں سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلے۔ہم نے خوب سیر ہو کر پیا اور وضو بھی کیا۔''

سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا:

''اس وقت پینے والوں کی تعداد کتنی تھی؟''

اس کے جواب میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمارے لیے کافی ہوتا۔بہر حال اس وقت ہماری تعداد پندرہ سو کے قریب تھی۔''

(صحیح بخاری، جز4،عربی صفحہ 234) (الصحیح البخاری، جز5،عربی صفحہ 156) (الصحیح البخاری، جز7،عربی صفحہ 148) (الصحیح مسلم، جز5،عربی صفحہ 188) (الصحیح المسلم، جز12،عربی صفحہ 175) (الصحیح المسلم، جز 15،عربی صفحہ 35) (تفسیر ابن کثیر، جلد 4،عربی صفحہ 185) (البدایہ والنہایہ، جلد4،عربی صفحہ 170) (البدایہ والنہایہ، جلد 6،عربی صفحہ 4) (السنن البیہقی، جز1،عربی صفحہ 43) (السنن النسائی، جز1،عربی صفحہ 61)

معجزہ نمبر12:

حضرت حبیب بن فویک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک بھانجے نے حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کے باپ حضرت فویک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہ روایت سنی۔وہ کہا کرتے تھے کہ ان کے باپ حضرت فویک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو ان کی آنکھیں سفید ہو چکی تھیں اور بینائی بالکل زائل ہو گئی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا:

''تمہاری آنکھوں کی بینائی کیسے ختم ہوئی ہے؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اونٹ پر سواری کر رہا تھا کہ ایک جگہ گر گیا۔نیچے سانپ کے انڈے تھے۔گرتے ہی میری بصارت ختم ہو گئی۔''

Marfat.com

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں کو دم کیا اور اسی لمحے ان کی بینائی لوٹ آئی۔

حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے:

''میں نے اپنے والد حضرت فویک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ اگر چہ ان کی آنکھیں بالکل سفید تھیں مگر نظر ایسی تیز تھی کہ اسّی سال کی عمر میں بھی سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے۔''

(الاستیعاب، القسم الاول، عربی صفحہ 322) (الاستعاب، القسم الثالث، عربی صفحہ 1271) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 162-25) (الاصابہ، جلد 1، عربی صفحہ 307) (اسد الغابہ، جلد 3، عربی صفحہ 373) (اسد الغابہ، جلد 4، عربی صفحہ 185)

معجزہ نمبر 13:

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اندھیری رات کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اُٹھ کر گئے۔ اس رات سخت اندھیرا تھا مگر ان کے آگے آگے دو مشعلیں روشنی پھیلا رہی تھیں۔ جب دونوں الگ ہوئے تو ہر ایک کے ساتھ ایک مشعل رہ گئی، جس کی روشنی میں وہ اپنے اپنے گھر تک پہنچ گئے۔

الاصابہ کے مصنف نے ان دو صحابہ کے نام بیان کیے ہیں:

''ایک حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے حضرت عبادہ بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔''

یہ دونوں صحابہ بیان کرتے ہیں:

''اندھیری رات کے وقت ہم میں سے ہر ایک کا عصا روشن ہو گیا تھا اور جب ہم ایک دوسرے سے الگ ہوئے تو دوسرے صحابی کا عصا بھی روشنی پھیلانے لگا۔''

ابوسلمہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک تاریک رات میں عشاء کی نماز کے لیے نکلے۔ آسمان پر تاریک بادل چھائے ہوئے تھے اور سخت اندھیرا تھا۔ اچانک بجلی چمکی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجلی کی روشنی میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قتادہ!''

انہوں نے جواب دیا:

''جی ہاں! یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے سوچا کہ اس تاریک رات میں بہت لوگ عشاء میں حاضر ہوئے ہوں گے تو میں نے چاہا کہ ضرور مسجد میں پہنچ جاؤں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''نماز کے بعد جانے لگو تو مجھ سے مل کر جانا۔''

چنانچہ نماز سے فارغ ہو کر حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک باریک سی چھڑی عطا فرمائی اور فرمایا:

''لو اسے پکڑ لو۔ یہ اندھیرے میں دس قدم تمہارے آگے اور دس قدم تمہارے پیچھے روشنی کرے گی۔''

(طبقات ابن سعد، جلد 3، القسم الثانی، عربی صفحہ 137) (الاستیعاب، القسم الاول، عربی صفحہ 1276) (الصحیح البخاری، جز 1، عربی صفحہ 119) (الصحیح البخاری، جز 4، عربی صفحہ 251) (اسد الغابہ، جلد 3، عربی صفحہ 100) (اسد الغابہ، جلد 4، عربی صفحہ 16) (الاصابہ، جلد 2، عربی صفحہ 255) (الاصابہ، جلد 3، عربی صفحہ 217)

معجزہ نمبر 14:

ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی المصطلق سے واپس لوٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ وہ بنو المصطلق کے سردار حضرت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انصار کے ایک شخص کے پاس امانت کے طور پر بھیج دیا اور فرمایا کہ اس کی حفاظت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالِ غنیمت کے ساتھ واپس مدینے آئے تو ادھر حضرت جویریہ بنت الحارث بن ابی ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد محترم حضرت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی بیٹی کا فدیہ دینے کے لیے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

جب وادیٔ عقیق میں پہنچے تو انہوں نے اپنے ان اونٹوں پر نظر ڈالی جو وہ اپنی بیٹی کے فدیہ میں دینے کے لیے لائے تھے۔ ان اُونٹوں میں سے دو اُونٹ حضرت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ کو بہت پسند تھے۔

چنانچہ انہوں نے ان دونوں کو وادیِ عقیق کی گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں چھپا دیا اور باقی اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پیش کر کے عرض کیا:

''اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تم نے میری بیٹی کو قیدی بنالیا ہے اور یہ تمام اُونٹ میری بیٹی کا فدیہ ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ دو اُونٹ جنہیں تم وادیِ عقیق کی فلاں گھاٹی میں گم کر آئے ہو، اب کہاں ہیں؟''

حضرت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنتے ہی کلمۂ شہادت پڑھا اور کہا:

''خدا کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول سچے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اُونٹوں کے بارے میں مطلع فرمایا ہے۔ حضرت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے وقت ان کے دو بیٹے بھی اسلام میں داخل ہو گئے اور ان کی قوم کے بھی بہت سارے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

Marfat.com

اس کے بعد حضرت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ عنہ نے کسی کو بھیج کر وہ دونوں اُونٹ بھی منگوا لیے جو وادی عقیق کی کسی گھاٹی میں چھپا آئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی بیٹی کا فدیہ پیش کیا۔

اس وقت حضرت جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی اسلام قبول کر لیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا رشتہ مانگا تو انہوں نے اپنی بیٹی کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار سو درہم حق مہر ادا فرمایا۔
(سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 26-645) (الاستیعاب، القسم الثالث، عربی صفحہ 884) (المغازی للواقدی، جلد 1، عربی صفحہ 411) (البدایہ والنہایہ، جلد 4، عربی صفحہ 159) (اسد الغابہ، جلد 1، عربی صفحہ 335) (اسد الغابہ، جلد 3، عربی صفحہ 138) (الاصابہ، جلد 1، عربی صفحہ 281)

معجزہ نمبر 15:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک مجمع سے اُٹھے اور چلے گئے تو ابو جہل نے ان لوگوں سے کہا:
''اے قریش کے لوگو! تم نے دیکھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمارے دین میں عیب چینی، ہمارے آباؤ اجداد کی بدگوئی، ہمارے خداؤں کی برائی بیان کی ہے اور ہمارے عقائد کو برا بھلا کہا ہے اور یہ کسی صورت سے بھی باز نہیں آتا۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کل میں ایک ایسا پتھر لے کر آؤں گا جسے وہ اُٹھا نہ سکے، پھر جب وہ سجدے میں جائے گا تو میں وہ پتھر اس کے سر پر زور سے ماروں گا۔ تم چاہو تو مجھے روک لو، چاہو تو میرا ہاتھ پکڑ لو اور بنو عبدِ مناف اس کے بعد جو کرنا چاہیں کر لیں۔''
مجلس والوں نے کہا:
''خدا کی قسم! تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر گزر، ہم تجھے ہرگز نہیں روکیں گے۔''
جب صبح ہوئی تو ابو جہل نے اپنے قول کے مطابق ایک بھاری پتھر اٹھایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عادت کے مطابق صبح صبح خانہ کعبہ میں پہنچے اور نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ قریش اپنی مجلس میں بیٹھے ابو جہل کی کارکردگی دیکھنے کے منتظر تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تشریف لے گئے تو ابو جہل پتھر اٹھا کر آپ کی جانب بڑھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو اس پر عجیب و غریب کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ شکست خوردہ پیچھے پلٹا۔ اس کا رنگ اُڑا ہوا تھا۔ گھبراہٹ اس کے چہرے سے نمایاں تھی۔ پتھر اس کے ہاتھوں سے گر پڑا اور وہ کانپنے لگا۔

Marfat.com

مجلسِ قریش کے لوگ اس کی طرف گئے اور اس سے کہا:
''اے ابوالحکم! تجھے کیا ہوا؟''
اس نے جواب دیا:
''میں اپنے کل والے ارادے کے مطابق جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بڑھا۔ اس کے قریب پہنچا۔ اچانک میرے سامنے ایک اُونٹ نمودار ہوا۔ خدا کی قسم! میں نے ایسا اُونٹ کبھی نہیں دیکھا۔ ایسی کوہان، ایسی گردن، ایسے خوفناک دانت، یہ اُونٹ مجھے نگل جانا چاہتا تھا۔''
(سیرۃ ابن ہشام، القسم الاول، عربی صفحہ 389-390) (البدایہ والنہایہ، جلد 3، عربی صفحہ 45)

معجزہ نمبر 16:

حضرت عبدالمالک بن عبداللہ بن ابوسفیان الثقفی رضی اللہ عنہ (جن کا حافظہ بہت قوی تھا) سے روایت ہے کہ اراش کی بستی سے ایک شخص اُونٹ لے کر مکہ آیا۔ ابوجہل نے اس سے اُونٹ خرید لئے اور پھر قیمت ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اراشی مایوس ہو کر قریش کی مجلس میں مدد لینے کی غرض سے آیا اور کہنے لگا:
''قریش کے لوگو! میں ایک اجنبی مسافر ہوں اور ابوالحکم (ابوجہل) بن ہشام نے میرا حق دینے سے انکار کر دیا ہے، لہٰذا کون شخص مجھے میرا مال دلائے گا؟''
اس وقت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے۔ لہٰذا سردارانِ قریش نے ابوجہل کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو دشمنی تھی اس کو مدِنظر رکھتے ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا اور اراشی سے کہا:
''کیا تم دیکھ رہے ہو؟ وہ شخص جو کونے میں بیٹھا ہے۔ وہی تمہارا حق دلا سکتا ہے۔''
(یہ سن کر) اراشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور کہنے لگا!
''اے اللہ کے بندے! ابوالحکم بن ہشام نے میرا حق ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے اور میں اجنبی بھی ہوں اور مسافر ہوں۔ میں نے ان لوگوں سے (کفارِ قریش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) پوچھا کہ ''کون مجھے میرا حق دلا سکتا ہے؟'' تو انہوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اللہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحم وکرم فرمائے آپ میرا حق دلا دیں۔''
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اٹھے اور اس اراشی کے ساتھ چل دیئے۔ قریش کے لوگوں نے دیکھا تو اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے ایک شخص سے کہا:
''اے فلاں! ان کے پیچھے جا اور دیکھ کہ کیا تماشا ہوتا ہے؟''
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس اراشی کو ساتھ لیے ابوجہل کے دروازے پر پہنچے اور دستک دی۔
اس نے پوچھا:

Marfat.com

''کون؟''

فرمایا:

''میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ ذرا باہر نکلو!''

ابوجہل باہر نکلا تو اس کا رنگ اڑا ہوا تھا اور ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے جسم میں رُوح ہی نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس شخص کا حق ادا کرو۔''

ابوجہل نے کہا:

''بہت اچھا! میں ابھی اس کا حق ادا کرتا ہوں۔''

پھر وہ گھر کے اندر داخل ہوا، رقم لے کر باہر نکلا اور اراشی کے ہاتھ پر رکھ دی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اراشی سے فرمایا:

''اچھا بھائی! اللہ حافظ۔''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس چل دیئے۔

اراشی کا گزر قریش کی مجلس کے قریب سے ہوا اور ان سے کہا:

''اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائے۔ خدا کی قسم! وہ بڑی عظیم شخصیت ہے۔ اس کے کہنے سے مجھے میرا حق مل گیا۔''

جس شخص کو قریش کے لوگوں نے تماشا دیکھنے کے لیے بھیجا تھا، انہوں نے اس سے پوچھا:

''تیرا ستیاناس ہو تو نے کیا دیکھا؟''

اس نے کہا:

''میں نے عجیب ترین معاملہ دیکھا۔ خدا کی قسم! جونہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ اس شخص کو اس کا حق ادا کر تو بغیر چوں چرا اور حیل وحجت کے ابوجہل نے اس کا حق ادا کر دیا۔''

تھوڑی دیر بعد ابوجہل بھی ٹہلتا ہوا مجلس میں آ پہنچا تو لوگوں نے اس سے کہا:

''تیری تباہی ہو! تجھے کیا ہو گیا تھا؟ خدا کی قسم! تو نے جو کام کیا ہے اس کی تو ہمیں کبھی توقع بھی نہ تھی۔''

ان کی باتیں سن کر ابوجہل نے کہا:

''تمہاری بربادی ہو۔ خدا کی قسم! جونہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے دروازے پر دستک دی اور میں نے اس کی آواز سنی تو مجھ پر رُعب طاری ہو گیا۔ میں دروازہ کھول کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے سر کے عین اوپر فضا میں ایک بدصورت اونٹ ہے۔ اس اُونٹ جیسی کوھان، گردن اور دانت میں نے کبھی کسی اُونٹ کے نہ دیکھے۔ خدا کی قسم! مجھے یوں محسوس ہوا کہ اگر میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی

Marfat.com

بات ماننے سے انکار کر دیا تو وہ اُونٹ مجھے کھا جائے گا۔''

معجزہ نمبر 17:

اسحاق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب بن عبدِ مناف قریش میں سب سے زیادہ قوت و طاقت والا تھا۔ وہ بڑا پہلوان اور کشتی کے داؤ پیچ جاننے والا تھا۔

ایک دن مکہ کی ایک ویران گھاٹی میں رکانہ کا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے آمنا سامنا ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:

''اے رکانہ! تو اللہ سے ڈرتا نہیں اور میں جس چیز کی دعوت دیتا ہوں اسے کیوں قبول نہیں کرتا۔؟''

رکانہ نے کہا:

''اگر مجھے پختہ یقین ہوتا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ سچ ہے تو ضرور آپ کی اطاعت کرتا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر میں کشتی میں تمہیں پچھاڑ دوں تو تمہارا کیا خیال ہے؟ پھر میری بات سچ مان لو گے یا نہیں؟''

اس نے کہا:

''بالکل مان لوں گا۔ آؤ پنجہ آزمائی کر لیں۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ٹھیک ہے آؤ۔''

رکانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کشتی لڑنے کے لئے اُٹھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے زور سے پکڑا، قابو کر لیا اور پھر اسے پٹخ دیا۔ اس نے بڑے ہاتھ پاؤں مارے مگر سب بے سود گئے۔

ایک بار شکست کھانے کے بعد اس نے کہا:

''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! پھر ایک بار مقابلہ کریں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اچھا پھر کوشش کر لو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اسے پچھاڑ دیا۔ رستمِ مکہ دو مرتبہ شکست خوردہ ہونے کے بعد حیران ہو کر کہنے لگا:

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ کتنی عجیب بات ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے پچھاڑ دیا؟''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر تم چاہو تو اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب بات تمہارے سامنے پیش کروں؟ مگر شرط یہ ہے کہ تم اللہ سے ڈرو، ایمان لے آؤ اور میری پیروی کرو۔''

Marfat.com

رکانہ نے کہا:

''اس سے زیادہ عجیب چیز کون سی ہو سکتی ہے؟ جو آپ مجھے دکھانا چاہتے ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ درخت جو تم دیکھ رہے ہو، میں اسے بلاؤں گا اور وہ میری طرف آئے گا۔''

رکانہ نے کہا:

''اچھا بلاؤ۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو بلایا اور وہ آپ کی طرف چل پڑا یہاں تک کہ قریب آیا اور رک گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا:

''واپس چلا جا۔''

تو وہ واپس اپنی جگہ پر چلا گیا۔

روای بیان کرتے ہیں کہ رکانہ نے یہ معجزات دیکھے اور واپس اپنی قوم کے پاس گیا تو یوں کہنے لگا:

''اے بنی عبد مناف! تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد سے ساری دنیا کے جادوگروں سے مقابلہ کر سکتے ہو۔ خدا کی قسم! میں نے اس سے بڑا جادوگر کبھی نہیں دیکھا۔''

پھر اس نے اپنا مشاہدہ سنایا۔

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الاول، عربی صفحہ 390) (البدایہ والنہایہ، جلد 3، عربی صفحہ 103) (الاصابہ، جلد 1، عربی، صفحہ 521-502) (الاصابہ، جلد 3، عربی صفحہ 486-618) (اسد الغابہ، جلد 2، عربی صفحہ 188)

معجزہ نمبر 18:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کو کفر، شرک اور جہالت کے اندھیرے سے نکالنے کی بے پناہ کوشش فرمایا کرتے تھے۔ آپ ان کے خیر خواہ اور ان کی نجات کے متمنی تھے۔ قریش اس نصیحت کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن بن گئے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دینا چاہتے تھے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ جل مجدہ کی مدد شامل تھی۔

قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ حق کا راستہ روکنے کے لیے بے شمار منصوبے اور پروپگنڈے کیے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ جب بھی کوئی مہمان یا مسافر حج کے لیے یا کاروبار کی غرض سے مکہ مکرمہ آتا تو یہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بچ کر رہنے کی تلقین کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کے دلوں میں نفرت پیدا کرتے۔

قبیلہ ''دوس'' کے ایک معزز سردار اور معروف شاعر حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں مکہ میں داخل ہوا تو قریش کے سرداروں نے میرا استقبال کیا اور کہا:

Marfat.com

''اے طفیل! تم ہمارے شہر میں آئے ہو، ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور تمہاری خیر خواہی کے لیے مشورہ دیتے ہیں کہ ہمارے ایک نوجوان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت محتاط رہنا۔ اس کا کام خاصہ خطرناک ہے۔ اس نے ہماری قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمیں منتشر کر دیا ہے۔ اس کا کام جادو کی مانند ہے، جس کی وجہ سے باپ، بیٹے، بھائی اور میاں، بیوی سے جدا ہو جاتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے کہیں تم اور تمہاری قوم بھی اس کی زد میں نہ آ جائے۔ پس اے طفیل! آپ نہ تو اس نوجوان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی کلام کریں اور نہ ہی اس کی بات سنیں۔''

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''خدا کی قسم! قریش کے سرداروں نے مجھے اتنی تاکید کی کہ میں نے ان کی بات کو سچ سمجھ لیا اور فیصلہ کیا کہ ''صاحبِ قریش'' (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی نہ تو بات سنوں گا اور نہ ہی اس سے کلام کروں گا۔ میں اپنے کانوں میں روئی ڈال کر خانہ کعبہ میں جاتا اور پھر بھی مجھے ڈر ہوتا کہ کہیں اس نوجوان کا جادو مجھ پر نہ چل جائے۔''

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ایک صبح میں خانہ کعبہ میں آیا تو خانہ کعبہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کھڑا ہو گیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے کچھ کلام سن لیا۔ وہ بہت اچھا کلام تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میری ماں مجھے روئے! میں نے کیا طرزِ عمل اختیار کر رکھا ہے۔ خدا کی قسم! میں عقل مند بھی ہوں اور شاعر بھی۔ اچھے برے کی تمیز کر سکتا ہوں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سننے میں کیا حرج ہے؟ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سننا چاہیے۔ اگر اچھی بات ہو گی تو قبول کر لوں گا اور بری بات ہو گی تو انکار کر دوں گا۔''

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

''میں نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو گھر کی جانب چلے۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ میں نے عرض کیا: ''اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی قوم نے آپ کے بارے میں مجھے بہت کچھ کہا۔ انھوں نے اتنا پروپگنڈا کیا کہ میں اس قدر متاثر ہوا کہ آپ کی آواز اپنے کانوں میں پڑ جانے کے خوف سے میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی مگر اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ میں آپ کا کلام سنوں۔ چنانچہ میں نے آپ کا کلام سنا اور اسے اچھا پایا، پس آپ اپنی دعوت کا تعارف کرائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے اسلام کی دعوت پیش فرمائی اور قرآنِ حکیم کی تلاوت سنائی۔ خدا کی قسم! میں نے زندگی بھر اس سے بہتر کلام نہیں سنا تھا اور نہ ہی

Marfat.com

اس سے زیادہ انصاف وعدل سے بھرپور کلام مجھ تک پہنچا۔ میں نے اسلام قبول کرلیا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر آئندہ شہادتِ حق کا فریضہ سرانجام دینے کا عہد کرلیا۔ میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی قوم میں محترم ومعزز ہوں اور میری ساری قوم میری بات مانتی ہے۔ اب میں اپنی قوم کے پاس واپس جا کر انہیں اسلام کی دعوت دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعا فرما کر مجھے ایسی نشانی عطا فرمادیں جو دعوتِ حق کے کام میں میری معاون ہو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرماتے ہوئے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَہٗ اٰیَۃً))

''اے اللہ جل جلالہ اسے کوئی نشانی عطا فرما۔''

حضرت طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں اپنی قوم کی جانب واپس لوٹتے ہوئے ایک پہاڑی پر پہنچا جہاں سے میرے قبیلے کے گھر اور آبادی نظر آرہی تھی۔ اچانک میری پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان مشعل کی طرح روشنی چمکنے لگی۔ میں نے دُعا کی:

''اے اللہ! یہ روشنی میرے چہرے کے علاوہ کسی اور چیز میں پیدا فرمادے۔ کیونکہ میری جاہل وناکارہ قوم کے لوگ اسے مرض قرار دے کر کہیں گے کہ یہ مرض طفیل کو باپ، دادا کے دین کے چھوڑنے کی وجہ سے لاحق ہوگیا ہے۔''

پس اللہ نے میری دُعا قبول فرمائی اور وہ روشنی میری چھڑی کے سرے پر آگئی۔

قوم نے دور سے دیکھا کہ یہ چھڑی ایسے معلوم ہوتی تھی جیسے قندیل روشن ہو۔

میں پہاڑ سے اُترا اور سب لوگ دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ میں رات کے اندھیرے میں سفر کرتے ہوئے قبیلے کے درمیان اپنے گھر پہنچا۔''

(طبقات ابن سعد، جلد 14، القسم الاول، عربی صفحہ 175) (سیرۃ ابن ہشام، القسم الاول، عربی صفحہ 382) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 153-278) (البدایہ والنہایہ، جلد 3، عربی صفحہ 99) (الاصابہ، جلد 2، عربی صفحہ 217) (اسد الغابہ، جلد 3، عربی صفحہ 54)

معجزہ نمبر 19:

1: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں چاند کے دو ٹکڑے ہوئے۔

2: حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں چاند پھٹ

Marfat.com

کر ٹکڑے ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ارشاد فرمایا:

''گواہ رہو کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ ''اہلِ مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کرتے رہتے تھے کہ آپ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کوئی نشانی دکھائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے انہیں یہ نشانی دکھائی کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔''

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ رہنے کے دوران چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 74-77) (مسند امام احمد، جلد 5، عربی صفحہ 204) (البدایہ والنہایہ، جلد 3، عربی صفحہ 118) (تفسیر ابن کثیر، جلد 2، عربی صفحہ 412) (تفسیر ابن کثیر، جلد 4، عربی صفحہ 261) (الصحیح البخاری، جز 4، عربی صفحہ 251) (الصحیح البخاری، جز 5، عربی صفحہ 62) (الصحیح المسلم، جز 17، صفحہ 145)

ایک دن قریش (کفارِ مکہ) مثلاً ولید بن مغیرہ، ابوجہل، عاص بن وائل، اسود، نظر بن حارث وغیرہ اکٹھے ہو کر شاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے (یہ منصوبہ بنا کر آئے کہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر کہتے ہیں اور یہ بات مسلم ہے کہ آسمان پر جادو نہیں چلتا، لہٰذا کوئی ایسی نشانی طلب کریں جس سے پتہ چل سکے کہ یہ جادوگر نہیں ہیں۔)

انہوں نے سوچ کر یہ مطالبہ کیا کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھا دیں تو ہم مان جائیں گے کہ آپ جادوگر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔''

جب انہوں نے یہ مطالبہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اگر چاند دو ٹکڑے ہو جائے تو تم ایمان لے آؤ گے؟''

وہ بولے:

''بے شک ہم ایمان لے آئیں گے۔''

حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور بعد ازاں جب چاند کی طرف اُنگلی سے اشارہ فرمایا تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

یہ دیکھ کر ایک یہودی ایمان لے آیا مگر جن کے دلوں میں زنگ تھا، وہ بولے:

''یہ ابن ابی کبشہ (جاہل لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لقب سے بلایا کرتے تھے) نے جادو کیا ہے۔''

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اشھدوا اشھدوا''

''گواہی دو...... گواہی دو (کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا ہے)''

Marfat.com

مگر ان کافروں نے نہ مانا بلکہ مطالبہ کر دیا کہ آپ چاند کے ان دونوں ٹکڑوں کو پھر سے ایک کر دیں۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تو چاند کے دو ٹکڑے ایک ہو گئے۔
اس کے بعد پھر کفار مکہ نے باہم مشورہ کر کے کہا:
''جو لوگ باہر سفر میں گئے ہوئے ہیں وہ جب واپس آئیں گے تو ان سے پوچھا جائے۔''
چنانچہ جب آنے والوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے تصدیق کی:
''ہاں ہم نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔''
(جامع المعجزات فی سیر خیر البریات علیہ ازکی التحیات) (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین، جلد 1) (مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات) (کتاب الشفاء، الباب الرابع، جلد 1 صفحہ 444) (محبۃ النبی و طاعتہ بین الانسان والجماد، صفحہ 91) (مرقاۃ شرح مشکوۃ، جلد 11، عربی صفحہ 124) (الخصائص الکبری، جلد 1، صفحہ 296) (مسند امام احمد، جلد 5، عربی صفحہ 204) (البدایہ والنہایہ، جلد 3، عربی صفحہ 118) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 74-77) (تفسیر ابن کثیر، جلد 2، عربی صفحہ 412) (تفسیر ابن کثیر، جلد 4، عربی صفحہ 261) (رحمۃ للعالمین، جلد 3 صفحہ 158) (تذکرۃ الانبیاء، صفحہ 920) (روح البیان، جلد 9، صفحہ 264) (نظم المتناثر، عربی صفحہ 135) (البدایہ، جلد 6، عربی صفحہ 77) (حجۃ اللہ علی العالمین، عربی صفحہ 396) (صحیح البخاری، جز 4، صفحہ 251) (صحیح بخاری، جز 5، صفحہ 62) (صحیح مسلم، جز 17، صفحہ 145)

معجزہ نمبر 20:

ولید بن کثیر ابو بدرس سے اور وہ حضرات اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب سورۃ لہب:

((تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ○ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ○ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ○ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ○ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ))

(القرآن المجید، پارہ 30، سورۃ نمبر 111 اللہب)

''تباہ ہو جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ ہو ہی گیا۔ اسے کچھ کام نہ آیا اس کا مال اور نہ جو کمایا۔ اب دھنستا ہے لپیٹ مارتی آگ میں وہ اور اس کی بیوی لکڑیوں کا گھٹا سر پر اُٹھاتی۔ اس کے گلے میں کھجور کی چھال کا رسا۔''

نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی ام جمیل بنتِ حرب بہت پریشان ہوئی۔ وہ غصے کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلی۔ اس کے ہاتھ میں پتھر تھا اور وہ یہ شعر گاتی آ رہی تھی:

مذمما ابینا

و دینہ قلینا

وامرہ عصینا

''(نعوذ باللہ ابولہب کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہوئے کہہ رہی تھی) جس شخص کی مذمت کی جاتی ہے ہم نے اس کا انکار کر دیا ہے۔ ہم اس کے دین کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ہم اس کے حکم کو ٹھکراتے ہیں۔''

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس (ابولہب کی بیوی) دشمنِ خدا کو آتے ہوئے دیکھا تو عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بدبخت آ رہی ہے، مجھے ڈر ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ اُٹھائے گی اور گستاخی کرے گی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! فکر نہ کرو۔ وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔''

یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی اس آیتِ کریمہ کی تلاوت شروع فرما دی جس میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

((وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا))

(القرآن المجید، پارہ 15، سورۃ نمبر 17، بنی اسرائیل، آیت نمبر 45)

''اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! تم نے قرآن پڑھا، ہم نے تم پر اور ان میں کہ (جو) آخرت پر ایمان نہیں لاتے ایک چھپا ہوا پردہ کر دیا۔o''

امِ جمیل (ابولہب کی بیوی) بڑھتی ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئی اور پوچھنے لگی:

''اے ابوبکر (صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! تمہارا ساتھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے؟''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

''اس بیت اللہ کے مالک (اللہ تعالیٰ) کی قسم! میرے ساتھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے تیری ہجو بالکل نہیں کی (بلکہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔)''

یہ سن کر وہ پلٹی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اسے دکھائی ہی نہ دیئے۔ اور وہ یہ کہتے ہوئے گھر کو لوٹ گئی:

''قریش اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں۔''

(تفسیر ابن کثیر، جلد 3، عربی صفحہ 43) (تفسیر ابن کثیر، جلد 4، عربی صفحہ 564) (البدایہ والنہایہ، جلد 6، عربی صفحہ 271)

Marfat.com

معجزہ نمبر 21:

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عکاشہ بن محصن بن حرتان الاسدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر کے معرکے میں بڑی بہادری سے لڑے۔ لڑتے لڑتے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدمت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور تلوار طلب کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکڑی کی ایک چھڑی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھڑی حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا فرمائی اور فرمایا:

''اے عکاشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جا اس کے ساتھ دشمن سے لڑ۔''

حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب کھجور کی لکڑی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ سے پکڑی اور اسے جھٹکا دیا تو وہ ایک لمبی تلوار بن گئی۔ جس کی دھار تیز، چمکدار اور مضبوط تھی۔

حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یومِ بدر کی لڑائی میں یہ تلوار خوب چلائی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح و نصرت سے ہم کنار فرما دیا۔

اس تلوار کا نام ''العون'' تھا۔ یہ تلوار حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس مدت تک رہی اور آپ کافروں کو میدانِ جنگ میں اس کے جوہر دکھاتے رہے۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی ہر جنگ میں حصہ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری وصال فرمانے کے بعد بھی مرتدین کے خلاف جہاد کیا۔ اسی تلوار کے ساتھ طلیحہ بن خویلد کے مقابلے میں لڑتے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الاول، عربی صفحہ 637) (الاستیعاب، القسم الثالث، عربی صفحہ 1080) (البدایہ والنہایہ جلد 3، عربی صفحہ 290) (اسد الغابہ، جلد 4، عربی صفحہ 3)

معجزہ نمبر 22:

حضرت نوفل بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ آپ بدر کی جنگ میں فوجِ کفار کے ساتھ تھے اور لڑتے لڑتے مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

''اپنا فدیہ ادا کرو اور واپس چلے جاؤ۔''

حضرت نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! میرے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں جو فدیے کے طور پر دے سکوں۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''اے نوفل بھائی! تیرے پاس جدہ میں جو نیزے ہیں ان کو فدیہ کے طور پر دے دو؟''

یہ سن کر حضرت نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیران و پریشان ہو گئے اور کہنے لگے:

''اللہ کی قسم! میرے ان نیزوں کے بارے میں میرے اور میرے خدا کے سوا کسی کو علم نہ تھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

حضرت نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ صادق الایمان اور مخلص مومن تھے۔ آپ حنین کی جنگ میں ثابت قدم رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حنین کی جنگ کے لیے مکہ سے نکلے تو حضرت نوفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین ہزار نیزوں سے مدد کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا:

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرے یہ نیزے مشرکین کی کمر توڑ دیں گے اور ان کی پیٹھ میں پیوست ہو جائیں گے۔''

(حاشیہ علی سیرۃ ابن ہشام، القسم الثانی، عربی صفحہ 3، حاشیہ نمبر 2) (طبقات ابن سعد، جلد 4، القسم الاول، عربی صفحہ 41) (الاستیعاب، القسم الرابع، عربی صفحہ 1512) (الاصابہ، جلد 3، عربی صفحہ 547)

☆☆☆

Marfat.com

معراج النبی......اسلام اور سائنس کی روشنی میں

☆ جزء نمبر 1: فلسفہ معراج

☆ جزء نمبر 2: معراج اور سائنس

☆ جزء نمبر 3: واقعہ معراج

Marfat.com

جزء الاول:

فلسفہ معراج

باب نمبر 1:

انبیاء کرام کی معراجیں

خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب اور مدارج میں معراج کو ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ جو تمام نبیوں سے صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہے اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ فرشتوں کے ایک بڑے بھاری اعزازی جلوس کے ساتھ نہایت شان وشوکت سے براق برق رفتار پر سوار ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ پہنچے۔ وہاں تمام انبیاء کرام آپ کی انتظار میں جمع تھے۔ سب نے آپ کی اقتداء کرتے ہوئے دو رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد آپ نے تمام آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ، حوض کوثر، بہشت کے وہ عجائب وغرائب دیکھے جو نہ کسی آنکھ نے آج تک دیکھے اور نہ کان نے سنے اور نہ کسی انسان کے وہم وگمان کی وہاں تک رسائی ہوئی۔ قاب قوسین اور ادنیٰ کی شان سے نوازے گئے، دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے، مازاغ کے لقب سے سرفراز ہوئے، مگر پھر عالمِ ناسوت میں واپس تشریف لائے اور امت کو گناہوں کے متعلق آگاہ فرمایا تاکہ آپ کی امت کسی گناہ کے سبب عذاب عامہ میں مبتلا ہو کر فنا نہ ہو جائے۔

حضرت عیسیٰ روح اللہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن ممبر پر بیٹھ کر لوگوں سے فرمانے لگے:

''اللہ تعالیٰ نے تورات میں موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہفتہ کا دن مبارک بنایا تھا کہ اس دن میں عبادت کے سوائے سارے کام ناجائز اور حرام ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا ہے اور انجیل میں حکم فرمایا ہے کہ اتوار کا دن مبارک ہے۔ اس دن کی عزت کرو اور اس دن میں دنیا کا کوئی کام نہ کرنا۔''

پس بنی اسرائیل آپ کا یہ حکم سن کر دل میں کینہ لائے اور کہنے لگے:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت نبی آئے مگر کسی نے شریعت موسوی کو منسوخ نہ کیا اور آپ ہماری کتاب تورات کو منسوخ کہتے ہیں۔''

اس لئے آپس میں قوم نے طے کر لیا کہ ان کو مار ڈالنا چاہیے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

Marfat.com

اپنے حواریوں کو لے کر ایک مکان پر گئے، جس کا نام عین السلوک ہے، یہودیوں نے اس مکان کا محاصرہ کیا۔ تب جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس مکان کی چھت میں شگاف کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر لے گئے اور آپ وہیں فرشتوں کی صحبت میں رہ گئے۔ ان یہودیوں کے سردار کا نام یشوع تھا، وہ ملعون سب لوگوں سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مکان میں گھس گیا۔ بہت ڈھونڈا مگر نہ پایا۔ جب دیر ہوگئی تب یہودی اس کے پیچھے گھس گئے، یہودیوں نے یشوع کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں دیکھ کر پکڑ کر قتل کر دیا۔ یشوع ہر چند کہتا رہا کہ میں یشوع ہوں۔ مجھے چھوڑ دو مگر وہ ہرگز نہ مانے اور کہنے لگے:

''اگر تو یشوع ہے تو عیسیٰ کدھر گئے۔؟''

آخر کار سب کو یہ شبہ ہو گیا اور یشوع کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ لیا گیا اور یہ نہیں جانتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چوتھے آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام معراج کیلئے آسمان پر چلے گئے اور تاہنوز آسمان پر ہی جلوہ گر ہیں۔)

اللہ تعالیٰ نے یشوع کو پچاس برس ناز و نعمت سے پالا تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فدیہ ہو جائے اور فرعون کی چار سو سال تک ناز و نعمت سے پرورش کی تا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بدلہ دریائے نیل میں غرق ہو جائے اور دنبہ کو چار ہزار برس تک فردوس اعلیٰ میں پالا تا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ بنایا جائے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معراج یہ ہے کہ آپ نے وضو کیا، پاکیزہ لباس پہنا اور چالیس دن روزے رکھے۔ پھر کوہِ طور پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ایک بادل کا ٹکڑا نازل فرمایا جس سے کوہِ طور ہر طرف سے لوگوں کی نظر میں پوشیدہ ہو گیا۔ پھر ہر قسم کے جانور حتیٰ کہ چیونٹی بلکہ فرشتے تک وہاں سے سات فرسخ (تقریباً 40 کلومیٹر) دور ہو گئے تا کہ اللہ تعالیٰ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات اور ہم کلامی پر کوئی دوسرا جاندار اطلاع نہ پائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے زمین و آسمان کے حجابات دور ہو گئے حتیٰ کہ ملائکہ کو آپ نے دیکھا کہ ہوا میں قائم ہیں اور آپ نے عرش بریں کا مشاہدہ فرمایا اور صاف طور پر دیکھا۔ آپ نے الواح والی قلموں کی آواز سنی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کلام کریم سن کر اپنے معروضات پیش کئے۔ اندریں حالات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام ربانی کے لطف نے اس دیدار کا آرزو مند بنا دیا۔ اس لئے عرض کیا:

''اے رب! مجھے اپنے دیدار کا شرف عطا کر تا کہ میں تجھے دیکھ لوں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ۔ میں اس پر اپنے نورانی جلوہ سے تجلی فرماؤں گا۔

Marfat.com

اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ پر برقرار ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ سکے گا۔"
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس پہاڑ پر اپنی تجلی ظاہر فرمائی اور وہ پہاڑ پاش پاش ہو گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد کہا:
"تیرے لئے ہر عیب سے پاکی ہے اور میں نے آپ کی طرف رجوع کی اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔"
قرآن مجید میں اس واقعہ کا یوں ذکر فرمایا گیا ہے:

((ولما جاء موسیٰ لمیقا تنا و کلمه ربه قال رب ارنی انظر الیك قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانه فسوف ترانی فلما تجلی ربه للجبل جعله دکاً وخر موسی صعقا فلما افاق قال سبحانك تبت الیك و انا اول المومنین))

"اور جب موسیٰ ہمارے وعدے پر کلام سننے کیلئے حاضر ہوئے تو ان سے ان کے رب نے کلام فرمایا۔ عرض کیا: اے رب! مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ فرمایا: تو مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گا۔ ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھ! یہ اگر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب ہوش آیا تو عرض کیا: پاکی ہے تیرے لیے، میں تیری طرف رجوع لایا اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔" (پارہ نمبر ۹)

((وفی العرائس عن ابی هریرة رضی الله عنه لما کلم الله عزوجل موسیٰ کان بعد ذالك یسمع دبیبا النمله اسوداء فی اللیلة الظلماء علی الصفا من مسیرة عشرة فراسخ))

(سیرت حلبیہ، جلد ا، صفحہ نمبر ۴۳۸)

"تفسیر عرائس البیان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام کی تو اس کے بعد آپ میں قوت شنوائی اس قدر ہو گئی تھی کہ دس فرسخ کی مسافت سے اندھیری رات میں صاف پتھر پر سیاہ رنگ کی چیونٹی کے چلنے کی آہٹ سن لیتے تھے۔"
اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کوہ طور پہاڑ پر اپنا جلوہ اتارا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو قوت بصر اتنی قوی تھی کہ اندھیری رات میں کئی میل دور چیونٹی کو دیکھ لیا کرتے تھے۔
ملا معین الدین ہروی فرماتے ہیں:

Marfat.com

''کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اللہ کا جلوہ دیکھا تو اس کے بعد آپ کے چہرہ اقدس پر نگاہ کرنے کی کسی کو مجال نہ رہی۔ حتیٰ کہ آپ اپنے چہرۂ انور کو کپڑے سے اوڑھے رہا کرتے تھے، کیونکہ آپ کے رخ مبارک پر نورانیت کے جلوے دیکھنے کی برداشت کسی کو نہ تھی۔''

ملاعلی قاری تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اقدس سے جمال باکمال کا پرتو جب دیواروں پر پڑتا تھا تو وہ دیواریں آئینہ کی طرح روشن ہو جاتیں حتیٰ کہ ان کے سامنے والے شخص کو اپنی صورت کا عکس ان دیواروں میں نظر آتا تھا۔

((لکن اللہ تعالیٰ ستر عن اصحابہ کثیرًا من ذالك الجمال الباهر فانه لوبرزلهم لم يطيقوا النظر اليه كما قال بعض المحققين))

''باوجود اس کے بھی آپ کے حسن و جمال کی اکثریت آپ کے صحابہ سے چھپی ہوئی تھی، کیونکہ اگر سارا حسن و جمال ظاہر ہوتا تو آپ کو کوئی نہ دیکھ سکتا۔ جیسا کہ بعض اہل تحقیق کا قول ہے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

((كذلك نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض وليكون من الموقنين))

(پارہ نمبر ۷)

''اور اس طرح ابراہیم کو ہم نے آسمان و زمین کے ملک دکھائے تا کہ وہ حق الیقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معراج ہوئی۔ آپ براق پر سوار ہو کر آسمان دنیا پر تشریف لے گئے۔ وہاں زمین و آسمان کے حجابات دور ہو گئے اور ہر ایک جگہ نظر آنے لگی حتیٰ کہ تمام مخلوق کے حالات سے مطلع ہوئے۔ اندریں حالات آپ نے زمین پر ایک شخص کو گناہ کرتے دیکھا۔ آپ نے اس گناہ سے نفرت کرتے ہوئے اس گنہگار کی ہلاکت کیلئے بد دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس گنہگار کو وہیں فنا کر دیا۔ پھر حضرت ابراہیم نے زمین پر نظر دوڑائی تو ایک شخص کو گناہ میں مبتلا دیکھا۔ آپ نے اس کے حق میں بھی بد دعا کی۔ وہ بھی اللہ کے حکم سے وہیں مر گیا، پھر آپ نے اسی طرح ایک تیسرے شخص کیلئے بد دعا کی، وہ بھی اسی جگہ ہلاک ہو گیا۔ حتیٰ کہ جب چوتھے شخص کیلئے ہلاکت کی دعا کرنے لگے تو حکم نازل ہوا:

''اے ابراہیم! میرے بندوں کیلئے بد دعا نہ کرو۔ اس لئے کہ میرا برتاؤ میرے بندوں کے ساتھ تین طرح کا ہے۔ اول یہ کہ توبہ کرے گا تو اس کے گناہ بخش دوں گا۔ دوئم یہ کہ اس سے نیک اولاد پیدا ہو گی جو میری

Marfat.com

عبادت کرے گی اور میری زمین کو سجدوں سے معمور کرے گی۔ سوئم یہ کہ قیامت کے دن وہ بھی میرے سامنے پیش ہو گا اور اگر میں چاہوں تو اس کے گناہ معاف کر دوں گا اور میں چاہوں تو اسے عذاب میں گرفتار کر لوں۔ اے میرے خلیل! میرے بندوں کے ہلاک ہونے سے پہلے آپ زمین پر واپس اتر جائیں۔" (تفسیر روح المعانی، جلد ۷، صفحہ نمبر ۱۷۱)

رنا ادریس:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((و ذکرا فی الکتاب ادریس، انه کان صدیقاً نبیاً و رفعنا مکاناً علیاً))

(پارہ نمبر ۱۶، رکوع نمبر ۷)

"اور کتاب میں ادریس کا قصہ یاد کرو، وہ صادق اور نبی تھا اور ہم نے ان کو اٹھالیا بلند مقام کی طرف۔"

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام بمقام منیف علاقہ مصر میں پیدا ہوئے۔ ورد و وظائف اور عت وعبادت میں مصروف رہتے تھے۔ حتیٰ کہ فرشتے جو سراسر عبادت میں مصروف ہیں آپ کی عبادت کا غلغلہ عالم لمہ میں سن کر آپ کی زیارت کو حاضر ہوتے، حتیٰ کہ ایک دن ایک فرشتہ آپ کی زیارت کیلئے حاضر ہوا۔ آپ نے افت کیا:

"تو کہاں سے آیا۔؟"

اس نے عرض کیا:

"سورج پر تین سو ساٹھ فرشتے مؤکل ہیں جن میں سے ایک میں بھی ہوں۔ میں نے اللہ جل شانہ سے آپ کی زیارت کیلئے درخواست کی تھی، اس لئے آج میں وہاں سے زیارت کیلئے حاضر ہوا۔"

آپ نے فرمایا:

"سورج کی گرمی جب یہاں زمین پر سخت ہوتی ہے تو سورج میں اصل گرمی کا اندازہ دیکھنا چاہیے کہ کتنی گرمی ہے۔"

پھر اللہ جل شانہ سے درخواست پیش کی حتیٰ کہ معراج کے سفر کی تیاری ہوگئی۔ جب سورج کے تمام طبقات کا مشاہدہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"کیا اب بھی کچھ آرزو ہے۔؟"

عرض کیا:

"میں چاہتا ہوں کہ ایک بار میری روح قبض کی جائے تا کہ موت کا ذائقہ دیکھ کر تیری عبادت زیادہ کروں۔"

Marfat.com

اس وقت ملک الموت فرشتہ نے آپ کی روح قبض کی اور پھر روح جسم میں داخل کر دی۔ تب اللہ تعالیٰ نے دریافت کیا:

''اے میرے نبی! اب بھی کچھ تمنا باقی ہے۔؟''

عرض کیا:

''اے الہ العالمین! اگر دوزخ کی سیر کر لیتا تو اس کے عذاب و عقاب اور درجات و طبقات دیکھ کر تیری عبادت میں لطف حاصل کرتا۔''

تب اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوزخ کی سیر کر لی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پوچھا:

''اے میرے نبی! کچھ اور بھی آرزو باقی ہے۔؟''

عرض کیا:

''اگر بہشت دیکھ لیتا تو تیری عبادت میں بہت ہی سکون حاصل کر لیتا۔''

فی الفور رضوان جنت نے حاضر ہو کر بہشت کا دروازہ کھولا۔ آپ نے بہشت میں جا کر ہر قسم کے پھل، میوہ جات، باغات، حور و قصور، ولدان و غلمان ملاحظہ فرمائے۔ کافی دیر گزرنے کے بعد ایک فرشتہ نے کہا:

''آپ زمین پر واپس جائیں۔''

آپ نے جواب دیا:

((کل نفس ذائقة الموت))

''ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔''

اس حکم کے مطابق میں نے موت کا ذائقہ چکھ لیا ہے۔

((ان منکم الا واردھا))

''تم میں سے ہر ایک کو جہنم سے گزرنا ہے۔''

اس حکم کے مطابق دوزخ سے میرا گزر ہو گیا۔

((وما ھم عنھا بمخرجین))

''اور وہ جنت سے ہرگز نہیں نکالے جائیں گے۔''

اس حکم کے مطابق جنت سے باہر نہ جاؤں گا۔

فرشتہ نے عرض کیا:

''بہشت میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نہیں جا رہ سکتا تو آپ کس طرح ان سے پہلے بہشت میں مکین ہو سکتے ہیں۔؟''

آپ نے فرمایا:

Marfat.com

''یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے بہشت میں حوریں، غلمان اور بے شمار فرشتے موجود ہیں۔ میں کس طرح ان سے پہلے نہیں رہ سکتا۔؟''

فرشتے نے کہا:

''وہ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلام کی حیثیت سے بہشت میں آپ سے پہلے رہ سکتے ہیں۔''

حضرت ادریس علیہ السلام نے فرمایا:

''اس طرح میں بھی ان کے غلام کی حیثیت سے بہشت میں پہلے رہ سکتا ہوں۔ اس میں کونسا محال لازم آتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرشتے کو حکم ہوا:

''میرے بندے کو میری مرضی پر رہنے دو۔'' (روح المعانی، جلد نمبر ۱۶، صفحہ نمبر ۹۷)

ابوالبشر سیدنا آدم:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((انی جاعل فی الارض خلیفة))(پارہ نمبر 1، رکوع نمبر: ۴)

''بے شک میں زمین پر اپنا نائب بنانے والا ہوں۔''

جب ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام خلعت وجود سے مشرف اور قدس عالم کون کے روحانی کمالات سے آراستہ اور معلومات کے اصولی علوم سے پیراستہ ہو چکے تو تعظیم و تکریم کے لیے ملائکہ کا قبلہ سجود بنائے گئے۔

ارشاد الٰہی ہے:

((و اذ قلنا للملائکة اسجدو لادم))

''اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو۔'' (سورۃ البقرۃ، پارہ نمبر 1)

یہ آدم علیہ السلام کی معراج تھی۔

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نہایت عزت و اکرام سے آسمانوں پر بلائے گئے۔ حتیٰ کہ جب بہشت میں گئے تو وہاں سدابہار جنت میں رہنے کی اجازت ہوگئی، مگر تقدیر سے وہاں دوام حاصل نہ ہو سکا، کیونکہ بہشت میں آپ کو پہلے ہم جنس کی خواہش ہوئی جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کر کے پورا کر دیا۔ اس کے بعد ایک ممنوع درخت کا پھل کھانے کے سبب آپ کو بہشت سے باہر جانے کا حکم صادر ہوا۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ آپ بہت عرصہ تک زمین پر اترنے کے بعد روتے رہے۔ پھر آپ کی توبہ قبول ہونے کا واقعہ اس طرح ہے جو کہ مستدرک حاکم، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۶۱۵ پر مرقوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

Marfat.com

''جب حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کیلئے دعا کی تو یوں کہا: یا رب اسئلك بحق محمد اے اللہ! میں آپ سے محمد کی برکت سے (توبہ) مانگتا ہوں۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تجھے میرے حبیب کا کیسے علم ہوا؟ عرض کیا: عرش پر لکھا ہوا دیکھا ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' پھر میں نے سمجھا کہ یہ تجھے بہت پیارا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو نے سچ کہا کہ وہ مجھے بہت پیارا ہے اور جب تو نے اس کے توسل سے دعا کی تو میں نے تیری توبہ قبول کی۔''

☆☆☆

باب نمبر 2:

سنِ معراج

مشہور ترین چھ اقوال:

معراج کی تاریخ اور سن میں کئی اقوال ہیں۔

معراج کس سن میں ہوئی اس کے بارے میں چھ اقوال ہیں۔

قبل از نزول وحی:

صحیح بخاری میں ہے:

((ان الاسراء قبل ان یوحی الیہ صلی اللہ علیہ وسلم))

''تحقیق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی آنے سے (بعثت سے) پہلے معراج ہوئی۔'' (بخاری شریف)

پانچ نبوی:

بعثت کے پانچ سال بعد 5 نبوی میں معراج ہوئی۔

آٹھ نبوی:

ہجرت سے پانچ سال پہلے 8 نبوی میں معراج ہوئی۔

دس نبوی:

ہجرت سے تین سال پہلے 10 نبوی میں معراج ہوئی۔

گیارہ نبوی:

ہجرت سے دو سال پہلے 11 نبوی میں معراج ہوئی۔

Marfat.com

بارہ نبوی:

ہجرت سے ایک سال پہلے 12 نبوی میں معراج ہوئی۔ (سیرت حلبیہ)

یہ سب اقوال درست ہیں کیونکہ:

((ان اسرائته صلى الله عليه وسلم كانت اربعاً وثلثين واحدًا بجسمه صلى الله عليه وسلم والبقاى بروحه)) (يواقيت والجواهر، جلد ٢، صفحه ٣٥)

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چونتیس مرتبہ معراج ہوئی۔ایک بار جسمانی معراج اور باقی روحانی۔''

معراج معروف بارہ نبوی کو ہوئی۔

بعثت کا بارہواں سال:

بعث کے بارہویں سال ہجرت سے ایک سال قبل اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کروائی۔

علامہ ابن حزم اندلسی نے فرمایا ہے کہ اسی پر اجماع امت ہے۔ (سیرت حلبیہ، جلد ۱، صفحہ نمبر ۴۰۵)

عمر مبارک:

اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اکاون برس چار ماہ انیس دن تھی۔

بعد از بعثت جسمانی معراج ہوئی:

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی معراج کا واقعہ بعثت کے بعد کا ہے۔ صحیح بخاری میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے:

((ان الا سراء كان قبل ان يوحى اليه صلى الله عليه وسلم))

''بے شک معراج بعثت سے پہلے ہوئی تھی۔''

اس کا مطلب یوں ہے:

((لان ذالك كان فى نومه بروحه))

''وہ معراج جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوتے ہوئے روح کے ساتھ ہوئی تھی وہ بعثت سے پہلے ہوئی تھی۔''

اس لئے کہ بعثت سے پہلے والی معراج بحالت خواب روحانی طور پر ہوئی تھی۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 3:

ماہِ معراج

سات اقوال:

معراج کس مہینہ میں ہوئی اس میں سات اقوال ہیں۔

سترہ ربیع الاول:

17 ربیع الاول کو معراج ہوئی۔

بارہ ربیع الاول:

12 ربیع الاول کو معراج ہوئی۔

انتیس رمضان:

29 رمضان کو معراج ہوئی۔

ستائیس ربیع الآخر:

27 ربیع الآخر کو معراج ہوئی۔

ستائیس رجب:

27 رجب المرجب کو معراج ہوئی۔

دیگر اقوال:

بعض کا کہنا کہ شوال اور بعض نے کہا کہ ذی الحج میں معراج ہوئی۔
یہ سب اقوال درست ہیں کیونکہ:

((ان اسرائته صلی الله علیه وسلم کانت اربعا وثلثین واحدا بجسمه صلی الله علیه وسلم والبقای بروحه))

(یواقیت والجواہر، جلد۲، صفحہ ۳۵)

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چونتیس مرتبہ معراج ہوئی۔ ایک بار جسمانی معراج اور باقی روحانی ہیں۔"
معراج معروف بارہ نبوی 27 رجب المرجب کو ہوئی۔

☆☆☆

Marfat.com

ب نمبر 4:

شبِ معراج

ن اقوال:

معراج کس رات کو ہوئی اس میں تین اقوال ہیں۔

حہ کی رات:

جمعہ کی رات کو معراج ہوئی۔

تہ کی رات:

یہ قول بھی ہے کہ ہفتہ کی رات کو معراج ہوئی۔

موار کی رات:

پیر کی رات کو معراج ہوئی۔

یہ سب اقوال درست ہیں کیونکہ:

((ان اسرائته صلی الله علیه وسلم كانت اربعا وثلثين واحدا بجسمه صلی الله علیه وسلم والبقای بروحه))

(یواقیت والجواہر، جلد۲، صفحہ۳۵)

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چونتیس مرتبہ معراج ہوئی۔ ایک بار جسمانی معراج اور باقی روحانی۔''

معراج معروف بارہ نبوی 27 رجب المرجب کو سوموار کے دن ہوئی۔

حضرت ابن وحیہ فرماتے ہیں:

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج سوموار کو ہوئی اور ولادت باسعادت بھی سوموار کو۔ بعثت (غار حرا میں پہلی وحی) سوموار کو ہوئی اور ہجرت کیلئے مکہ سے مدینہ روانگی بھی سوموار کو۔ مدینہ منورہ میں پہنچنے بھی سوموار کو اور وفات سوموار کو ہوئی۔''

(سیرت حلبیہ، جلد ا، صفحہ نمبر ۴۰۵)

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 5:

وقتِ معراج

دو روایات:

مشہور معراج کون سے وقت میں ہوئی۔ اس میں دو قول ہیں۔

واپسی پر تین ساعت رات باقی تھی:

بقول حضرت عمار بن یاسر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس آئے تو تین ساعت رات باقی تھی

چار ساعت رات باقی تھی:

بقول حضرت وہب بن منبہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس آئے تو چار ساعت رات باقی تھی۔

سیرت حلبیہ:

سیرت حلبیہ میں ہے:

((وفی زین القصص کان زمن ذهابه صلی الله علیه وسلم و مضیئه ثلاث ساعات و قیل اربع ساعات ای بقیت من تلك الیلة))

"زین القصص میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج کو گئے اور جب آئے رات تین ساعت باقی تھی اور بعض نے کہا کہ چار ساعت باقی تھی۔

(سیرت حلبیہ، جلد ا، صفحہ نمبر ۴۱۴)

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 6:

معراج کہاں سے ہوئی

کثیر روایات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس جگہ سے معراج ہوئی اس بارے میں بہت روایات ہیں۔

معراج حطیم سے ہوئی:

وقت معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم میں لیٹے ہوئے تھے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

شعب ابی طالب سے معراج ہوئی:

وقت معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب میں تھے جیسا کہ واقدی کی روایت ہے۔

حضرت ام ہانی کے گھر سے معراج ہوئی:

وقت معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں آرام فرما رہے تھے جیسا کہ طبرانی نے روایت کی ہے۔

رسول اللہ کے اپنے ہی گھر سے معراج ہوئی:

وقت معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہی گھر میں تھے اور مکان کی چھت کھول کر حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔

تطبیق روایات:

ان روایات میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ حضرت ام ہانی کے گھر کو جو کہ شعب ابی طالب کے پاس تھا آپ نے بوجہ سکونت کے اپنے گھر فرما دیا اور وہاں سے آپ مسجد حرام کی حطیم میں گئے اور پھر حطیم سے معراج ہوئی۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 7:

ماہِ وشبِ معراج کے فضائل

شانِ رجبُ المرجب:

((عن مقاتل انه قال انه خلف جبل قاف ارضا بيجاء ملساء كا لفضة قدر الدنيا سبع مرات مملوة من الملائكة مالز سقطت ابرة سقطت عليهم بيد كل واحد لواء مكتوب عليه لا اله الا الله محمد رسول الله يجتمعون كل ليلة من شهر رجب حول الجبل يتضرعون الى الله و يدعون با السلامة لا مة محمد صلى الله عليه وسلم و يقولون يا ربنا ارحم امة محمد صلى الله عليه وسلم ولا تعذب امة محمد ﷺ ويبكون و يتضرعون فيقول لهم الله تعالى ماذا تريدون فيقولون نريد ان يغفر لا مة محمد ﷺ فيقول الله لهم قد غفرت لهم))

(مصباح الظلام، جلدا، صفحہ نمبر ۱۲۱)

''حضرت مقاتل سے روایت ہے کہ قاف پہاڑ کے پیچھے سفیدی اور ہموار چاندی کی طرح چمکدار زمین ہے جو زمین سے سات گنا بڑی ہے۔ اس میں اس قدر بکثرت فرشتے ہیں حتیٰ کہ سوئی وہاں گرے تو سوئی کو زمین پر گرنے کی جگہ نہ ملے گی، کیونکہ فرشتوں سے تمام زمین بھری ہوئی ہے۔ ان تمام فرشتوں کے ہاتھ میں ایک جھنڈا ہے جس پر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے۔ رجب کے مہینے کی ہر رات وہ فرشتے پہاڑ کے ارد گرد جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے زاری کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کیلئے سلامتی کی دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے رب! محمد کی امت پر رحم فرما اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو عذاب نہ دے۔ پھر روتے ہیں اور تضرع وزاری سے دعا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تم کیا چاہتے ہو۔؟ وہ کہتے ہیں: ہم چاہتے ہیں کہ آپ حضرت محمد رسول اللہ کی امت کو بخش دیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے ان کو بخش دیا ہے۔''

شب اسریٰ:

تفسیر روح البیان میں ہے:

Marfat.com

((وھی سبع وعشرین من رجب لیلة الاثنین وعلیه عمل الناس))

(تفسیر روح البیان، جلد ۲، صفحہ نمبر ۱)

''معراج کی رات ستائیس رجب کی تاریخ اور سوموار کی رات ہے۔ اسی پر لوگوں کا عمل ہے۔''

دیارِ عرب میں مشہور و معروف ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج شریف ستائیس رجب کو ہوئی۔

لیلۃ المعراج اور لیلۃ القدر:

امت کے حق میں معراج کی رات سے لیلۃ القدر کو زیادہ فضیلت حاصل ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں معراج کی رات لیلۃ القدر سے زیادہ افضل ہے۔

(مواہب لدنیہ، جلد ۲، صفحہ ۴)

☆☆☆

باب نمبر 8:

فلسفۂ معراج ...... معراج النبی کے رُموز

بے شمار رموز:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج کے فلسفہ میں بہت روایات ہیں، بعض ان میں سے یہ ہیں:

نکتہ ...... امت کے گناہوں کی بخشش:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھ مبارک نیند میں اور دل مبارک بیدار تھا کہ یکا یک حضرت جبرائیل علیہ السلام کی پرواز کی آواز سن کر آپ بیدار ہو گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر کہا:

''اللہ تعالیٰ آپ پر صلوٰۃ سلام بھیجنے کے بعد فرماتا ہے کہ میں نے آپ کو محض نیند کرنے کی خاطر پیدا نہیں کیا، بلکہ گنہگار امت کی شفاعت کیلئے پیدا کیا ہے۔''

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کو بطحائے مکہ میں لے گئے، وہاں امت کے تمام گناہ چھوٹے اور بڑے قیامت تک جتنے ہونے والے تھے سب موجود تھے جو کہ احاطہ و شمار سے باہر تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں یہ تمام حالات دیکھنے کے بعد مغموم ہو گئے۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہوا:

''جس نبی کی امت اتنی گنہگار ہو وہ بھی آرام کی نیند سو سکتا ہے؟''

اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا:

''الٰہ العالمین! اتنے کثیر گناہوں کی معافی کی صورت کیا ہے۔؟''

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''آپ کی امت کے سارے گناہوں کی معافی آپ کی شب بیداری سے وابستہ ہے۔ اگر سارے گناہ معاف کرانے ہوں تو ساری رات جاگو اور اگر آدھے گناہ بخشوانے ہوں تو آدھی رات عبادت کرو اور تہائی گناہوں کی بخشش چاہتے ہو تو تہائی رات عبادت کریں اور اگر دو تہائی گناہوں کی مغفرت چاہتے ہو تو دو تہائی رات تک عبادت کریں۔ بہر حال آپ کی امت کے گناہوں کی بخشش آپ کی شب بیداری پر موقوف ہے۔''

اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰہ والسلام نے عرض کیا:

''میں ساری رات جاگوں گا کیونکہ امت کے سارے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں۔''

چنانچہ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساری ساری رات اللہ تعالیٰ کی عبادت کی۔

((حتی تورمت قد ماہ او ساقاہ)) (صحیح بخاری)

''حتیٰ کہ آپ کے قدم مبارک بلکہ پنڈلیاں مبارک تک کو ورم ہو گیا۔''

حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

((یاایھا المزمل قم الیل الا قلیلاً نصفه او نقص منه قلیلاً او زد علیه ورتل القران ترتیلاً)) (سورۃ المزمل، پارہ نمبر 29)

''اے چادر اوڑھنے والے! ہر رات نوافل پڑھتے رہو مگر رات کا کچھ حصہ آرام کر لیا کرو۔ آدھی رات یا پھر اس سے بھی کم، یا پھر اس سے زیادہ اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو۔''

آپ نے عرض کیا:

''اے اللہ! گو آپ نے ساری رات کی بیداری معاف فرمادی مگر جب مجھے امت کے گناہ یاد آتے ہیں تو نیند نہیں آتی۔ اس لئے ساری رات عبادت کرتا ہوں۔''

اس کے بعد یہ آیت اتری:

((انا فتحنالك فتحاً مبیناً لیغفر لك الله ماتقدم من ذنبك وما تأخر))

(سورۃ الفتح)

''بیشک ہم نے آپ کو فتح مبین عطا فرمائی، تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کے سبب سے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے گناہ معاف فرمادے۔''

اس آیت کے شان نزول کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حسب دستور سابق ساری رات عبادت کرتے تھے حتیٰ کہ صحابہ کرام نے عرض کیا:

Marfat.com

''اب سورت فتح نازل ہو چکی ہے اور آپ کی مغفرت کا وعدہ بھی ہو گیا ہے۔اب آپ ساری رات کیوں بیدار رہ کر عبادت کرتے ہیں۔؟''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((افلا اکون عبدًا شکورًا)) (صحیح بخاری)

''کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔؟''

گو امت کی بخشش میری شب بیداری سے وابستہ نہیں رہی لیکن میں چاہتا ہوں کہ اللہ جل شانہ کی نعمت کا شکر یہ ادا کروں جس نے میری امت کی بخشش کا وعدہ فرمایا ہے۔اس کے بعد آپ ساری رات بیدار ہو کر عبادت کرتے اور امت کی مغفرت کی دعا کرتے اور اتنا روتے کہ فرشتگانِ مقرب نے کہا:

''اے الہ العالمین! یہ کیا واقعہ ہے کہ گنہگار امت کیلئے یہ سرور کائنات کس قدر بیدار رہتے ہیں۔؟ حتیٰ کہ ان کے رونے کی آواز آسمان تک پہنچ گئی۔اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

((طه ما انزلنا علیك القران لتشقی الا تذكرة لمن یخشی))

(سورۃ طہٰ، آیت نمبر 1 تا 3)

''اے طہٰ! ہم نے قرآن مجید آپ کی تکلیف کیلئے نازل نہیں کیا، بلکہ یہ نصیحت ہے اس شخص کیلئے جس کا دل ڈرے۔''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کے عطیہ سے نوازے گئے اور یوں ارشاد ہوا:

''آپ بطحاء کے میدان میں امت کے گناہ دیکھ کر مغموم ہو گئے اب ہمارے ملک وملکوت کی سیر کرو اور ہماری مغفرت کے خزانے مشاہدہ کرو! تا کہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ کی امت کے گناہ بہت ہیں یا ہماری رحمت کے دریا بہت ہیں۔''

ساری رات کی بیداری کا حکم اس آیت سے منسوخ ہوا:

((ومن اللیل فتهجد به نافلة لك عسیٰ ان یبعثك ربك مقاماً محمودًا))

''اور رات کے بعض حصہ میں آپ تہجد کی نماز ادا کیا کریں جو آپ کیلئے ایک زائد نماز ہے۔قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مقام محمود پر فائز فرمائے۔''

مقام محمود میں آپ کی امت کے حق میں شفاعت کی قبولیت بدرجہ اتم ہو گی۔

حل بحث ملائکہ:

((من حكمة معراج سیدنا محمد ﷺ وهو بانه اختصم الملاء الاعلی فی اربع مسائل مقدار اربعة الاف سنة ولم یوفق عجلها فلما بعث نبینا صلی

Marfat.com

الله عليه وسلم علمو ان هذا المشكلات انما تخل منه ﷺ فتضرعو الى الله تعالىٰ لا جله فدعا الله حبيبه اليه مقام قاب قوسين او ادنى فاوحى الى عبده ما اوحى ومن جملة هذا الوحى قوله عليه الصلوٰة والسلام رايت ربى باحسن وصورة فقال فيم يختصم الملا الاعلى فقلت انت تعليم يارب فوضع يده بين كتفى فوجدت بردها بين ثديين ثم قال يا محمد هل تدرى فيما يختصم الملا الاعلى فقلت نعم فى الكفارات والمهلكات قال صدقت يا محمد ثم قال يا ملائكتى وجد تم حل المشكلات فاسئلو اشكالكم فقال اسرافيل ما الكفارات فقال عليه الصلوٰة والسلام اسباغ الوضوء فى المكار ومشى الاقدام الى الجماعات و انتظار الصلوٰة بعد الصلوٰة ثم قال ميكائيل ما الدرجات فقال اطعام الطعام وافشاء السلام والصلوٰة والناس نيام ثم قال جبريل ما النجيات فقال خشية الله فى السر والعلن و القصد فى الفقر والغنى والعدل فى الغضب والرخاء ثم قال عزرائيل ما المهلكات فقال شح مطاع وهو متبع و اعجاب المرء لنفسه فقال الله فى كل صَدَق محمد))

(بریقہ محمدیہ شرح طریقہ محمدیہ، جلد۲ صفحہ نمبر ۳۷)

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج میں ایک نکتہ یہ ہے کہ چار ہزار سال سے بڑے درجہ کے فرشتوں کی مجلس میں چار مسائل پر بحث ہو رہی تھی لیکن اس کو حل نہ کر سکے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی ان فرشتوں کو یقین ہوا کہ یہ مشکل مسائل آپ سے ہی حل ہو سکیں گے تو ان سب فرشتوں نے اپنی مشکل کشائی کے لئے استدعا کی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف بلایا اور قاب قوسين او ادنى فاوحى الى عبده ما اوحى کے مقام سے مشرف فرمایا اور وہاں جو وحی ہوئی اس میں سے ایک یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں نے اپنے رب کریم کو احسن صورت میں دیکھا۔ پھر فرمایا گیا: وہ کون سے مسائل ہیں جن میں بڑے مرتبے والے فرشتے بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: اے میرے رب! تو ہی جانتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنا ید مبارک میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا حتیٰ کہ ان کی ٹھنڈک کا اثر میں نے اپنے سینہ میں پایا۔ اس کے بعد فرمایا: اے پیارے محمد! آپ جانتے ہو وہ کونسے مسائل ہیں جن میں بڑے مرتبے والے فرشتے بحث کر رہے ہیں۔؟ میں نے عرض کیا: ہاں (وہ چار مسائل ہیں) کفارات، منجیات، درجات اور مہلکات۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سچ کہا تو

Marfat.com

نے اے پیارے محمد! ۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو خطاب کر کے فرمایا: اے میرے فرشتو! اب تم نے مشکلات حل کرانے کا موقعہ پالیا۔ پس چاہیے کہ تم اپنے اشکال حل کرالو۔ پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: کفارات کیا ہیں؟ (وہ کون سے کام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بندوں کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: وہ تین کام ہیں۔ایک یہ کہ سخت سردی میں وضو کا پورا کرنا، دوسرا یہ کہ نماز کو با جماعت ادا کرنے کی نیت سے پیادہ چل کر جانا اور تیسرا یہ کہ ایک نماز کی ادائیگی کے بعد دوسری آنے والی نماز کا انتظار کرنا۔ پھر میکائیل علیہ السلام نے عرض کیا: درجات کیا ہیں؟ (وہ کون سے کام ہیں جن سے انسان کے درجے بلند ہوں گے) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے بھوکوں کو کھانا کھلانا اور سلام کو لوگوں میں عام کرنا اور رات کے وقت نماز (نوافل) پڑھنا جب لوگ سوئے ہوں۔ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: منجیات (وہ کام جن پر عمل کرنے سے عذاب سے نجات ملتی ہے) کیا ہیں۔؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (وہ کام یہ ہیں) ظاہری اور پوشیدہ حالات میں ہر طرح (اور ہمیشہ) اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا۔ پھر حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: مہلکات (جن کاموں کے کرنے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔) کیا ہیں۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: (وہ تین کام ہیں) ایک یہ کہ بخل کی اطاعت کی جائے کہ بخل جس طرح حکم کرے اس پر عمل کرے۔ دوم یہ کہ خواہش نفسانی کی اتباع کی جائے۔ سوم یہ کہ انسان اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا سمجھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمد نے سب باتوں کے جواب درست بتائے ہیں اور سچ کہا ہے۔''

ارکانِ کائنات کی گزارش:

تفسیر بحر الدرر میں ہے کہ جب کائنات کا وجود عالم شہود میں ظاہر ہوا۔ سب سے پہلے زمین نے فخر کیا اور کہا:

''میں اقوات حیوانات کا معدن ہوں، پھولوں اور پودوں کے اگنے کی جگہ ہوں، میوہ جات کی پرورش کا مقام ہوں، لطف ربانی نے والارض فرشنھا کا فرش میرے بساط پر بچھایا ہے۔''

آسمان نے کہا:

''خوبصورت ستارے میرے دم سے روشن ہیں۔ وزیتنھا للنظرین کی زینت میرے وجود سے قائم ہے اور وفی السماء رزقکم وما توعدون کی غیر متناہی نعمتوں کی امانت میرے پاس موجود ہے۔''

کرسی نے کہا:

'' وسع کرسیه السموات والارض کی آیت میری شان میں نازل ہوئی۔''

لوح نے کہا:

''میں عشق، اسرار اور محبت کا گنجینہ ہوں، اہل معرفت کی روحوں کیلئے سکینہ ہوں، علوم غیبی کا شہر اور حکم الٰہی کا

Marfat.com

منبع ہوں اور انوار قدسی کا مطلع ہوں۔"

قلم نے کہا:

"میں رازدارن و القلم کے حقائق میں سے ہوں۔"

عرش نے کہا:

"میں رحمت رحمانی کی جلوہ گاہ ہوں اور علی العرش استوی کی شان میرے حق میں نازل ہے۔"

ان سب کو اللہ تعالیٰ کا فرمان ذی شان ہوا:

"ہمارا ایک محبوب برگزیدہ ہے۔ یہ تمہاری تمام عظمت اس کے سامنے اس طرح ہے جس طرح آفتاب کے سامنے ایک ذرہ یا دریا کے مقابل ایک قطرہ۔"

تب تمام ارکانِ کائنات نے درخواست کی کہ ہمارے وجود کو اس کے مبارک قدم سے مشرف فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست کو قبول فرما کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اجرامِ فلکی پر معراج کے لیے بلند فرمایا۔

مقام حق الیقین:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام متواتر تجلیاتِ الٰہی کے مشاہدہ کے باعث مقام شنید سے مقام دید تک پہنچ گئے تھے اور علم الیقین کی سرحد سے عین الیقین کی سرحد تک ترقی فرما چکے تھے۔ معراج اس لیے ہوئی تا کہ آپ حق الیقین کے زیور سے آراستہ، پیراستہ ہو جائیں۔

بخشش امت:

یہ حکمت بھی ہے کہ امت کیلئے آپ کو خاص انعام عطا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن تمام نبی "نفسی نفسی" کہتے ہوں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امتی امتی کہتے ہوں گے۔ ظاہر یہ ہے کہ آپ ربی ربی کہتے مگر امتی امتی سے مراد یہ ہے کہ اے اللہ! وہ عطیے جو معراج کی رات امت کیلئے کیے گئے تھے اب مہربانی فرما کے عطا فرما۔

فلسفہ مالا تعلمون:

فرشتوں نے جب اللہ تعالیٰ کے بارگاہ میں درخواست کی کہ اے اللہ! ایسی مخلوق کو، جس میں مفسد اور خون ریز تک ہوں گے ہم جیسے مطیع اور فرمانبردار طبقہ کے باوجود خلیفہ بنانے میں کیا وجہ ہوگی۔؟ فرشتوں کو سردست اجمالی طور پر یہ جواب دیا گیا:

((انی اعلم مالا تعلمون))(سورۃ البقرۃ)

"بیشک جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔"

Marfat.com

اس کے پیدا کرنے میں جو حکمتیں اور نکات ہیں میں خوب جانتا ہوں تم کو ابھی تک وہ حقائق معلوم نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعت محبوبی سے نوازا گیا اور دربار الٰہی میں بلائے گئے تو ملاء اعلیٰ نے حضور علیہ الصلوٰہ والسلام کی محبت سے وابستہ ہونے کا فخر کیا۔ تب فرمایا گیا یہ بھی اسی آدم کی اولاد میں سے ہیں جن کی پیدائش کے بارے میں تم نے کہا تھا کہ وہ معصیت کریں گے لیکن ان کو دیکھو کہ زندگی کا ایک لمحہ بھی ہماری ناراضگی میں نہیں گزارا اور نہ گزاریں گے۔

اظہارِ فضیلت:

ایک رمز یہ بھی تھی کہ حضور علیہ الصلوٰہ والسلام کی فضیلت تمام کائنات پر ظاہر ہو جائے۔ چنانچہ آپ کو اولاً بیت المقدس میں امام الانبیاء بنایا گیا تاکہ آپ کی شان انبیاء کرام پر واضح ہو جائے۔ اس کے بعد بیت المعمور میں فرشتوں کی امامت عطا ہوئی تاکہ فرشتوں پر آپ کی فضیلت محقق ہو جائے۔

مقام حب:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حبیب تھے اور حبیب کو اسرار پر اطلاع ہوتی ہے، جس طرح بادشاہ جب کسی شخص کو اپنی محبت سے مخصوص کرتے ہیں تو تمام خزائن و راز اُس کے سپرد کر دیتے ہیں اور تمام سلطنت اس کے زیر نگین کر دیتے ہیں۔ اسی طرح سب سے ممتاز کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زمین کے خزائن سے مطلع فرمایا گیا جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((زویت لی الارض فاریت مشارقها و مغار بها))

''میرے لئے زمین لپٹی گئی حتیٰ کہ میں نے اس کے مشارق اور مغارب دیکھ لیے۔''

اس کے بعد آپ کو معراج کے لیے آسمان پر لے جایا گیا۔ حتیٰ کہ آپ نے تمام ملکوت سماوی و ارضی کی سیر فرمائی اور آپ کو یہ اختیارات تفویض کیے گئے کہ جس شخص کو آپ شفاعت کی دولت سے مشرف فرمائیں وہ سعادت مند ہو جائے۔

تلقین اذان:

ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذان کی تعلیم سے بہرہ ور فرمایا جائے، حتیٰ کہ جب آپ سموات سے گزر کر عرش، کرسی، لوح، قلم کی دیار سے حجاب خاص کے پاس جلوہ افروز ہوئے اور وہاں آپ نے اذان سنی۔

تسکین قلبی:

یہ حکمت بھی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود، نصاریٰ، آتش پرست اور مشرکوں کے مطاعن سے ملول ہو گئے تھے، لہٰذا آپ کی تسکین قلبی کیلئے معراج کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

Marfat.com

مقام علو:

معراج یہ حکمت بھی تھی کہ تمام تر اشیاء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہو جائیں اور تمام عطایا کو آپ کی ذات سے نسبت کا فخر ہو اور آپ کو کسی چیز کی احتیاج نہ ہو، جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے:

((انا اول من تنشق عنه الارض ولا فخر و لواء الحمد بيدى ولا فخر و ادم ومن دونه تحت لوائى ولا فخر وانا اول من يقرع باب الجنة ولا فخر))

"میں پہلا شخص ہوں جو زمین (قبر) سے باہر نکلوں گا اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا (بلکہ حقیقت بیان کر رہا ہوں) اور حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا۔ حضرت آدم اور ان کی تمام اولاد میرے جھنڈے کے نیچے ہوگی اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا۔ اور سب سے پہلے میں ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور یہ فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا۔"

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ مجھے ان باتوں سے فخر نہیں ہے بلکہ ان باتوں کو مجھ سے فخر حاصل ہے، کیونکہ ادنیٰ چیز اعلیٰ سے فخر حاصل کرتی ہے، اعلیٰ کو ادنیٰ سے فخر حاصل نہیں ہوتا۔

نکتہ......گھبراہٹ حشر:

جب علم ازلی میں یہ بات متعین ہو چکی تھی کہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی شفاعت کرنے والے ہوں گے اور اس دن خوف بھی اس حد تک پہنچ چکا ہوگا کہ کسی شخص کا اس دن کسی دوسرے کے حالات پر توجہ دینا بہت مشکل ہوگا اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملکوت سموات کی سیر فرمائی۔ حتیٰ کہ آپ نے کائنات کے عجائب وغرائب، مناظر ومشاہد، درجات جنت اور درکات جہنم، ثواب نعیم اور عذاب الیم ہر ایک کا مکمل مشاہدہ فرمایا۔ اس مشاہدہ کا مقصد یہ تھا کہ جب قیامت کے ہولناک منظر کے وقت سب نبی نفسی نفسی کہیں گے اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام امتی امتی فرمائیں گے اور قیامت کے شدائد اور زلازل سے نہ گھبرائیں گے۔

اس کی مثال اس طرح ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو زمین پر ڈالا اور اژدھا بن گیا، اس وقت آپ کو حکم ہوا کہ گھبراؤ نہیں بلکہ اس کو ہاتھ سے پکڑ لیجئے اور یہ پہلی حالت میں ہو جائے گا۔ چنانچہ آپ نے اس اژدھا کو پکڑا تو وہ فوراً ہی آپ کے ہاتھ میں عصا بن گیا۔ آپ کو یہاں اس معجزہ کا مشاہدہ اس لئے کرایا گیا تا کہ آپ کی طبیعت سے خوف زائل ہو اور فرعون کے سامنے جب یہ عصا اژدھا بن جائے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پورے عزم و استقلال میں رہ جائیں، اسی طرح معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام ارضی وسماوی بلکہ دینوی اور اخروی واقعات کا مشاہدہ کرایا گیا تا کہ قیامت کے ہولناک مناظر کے وقت آپ کے قلب مبارک پر کسی طرح ملال نہ آنے پائے۔

Marfat.com

فرشتہ کے واسطے کے بغیر وحی:

سفر معراج میں یہ حکمت بھی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وحی کی تمام اقسام سے شرف پائیں اور اس کے تمام اقسام سے افضل وہ قسم ہے جو کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ کے بغیر ہو، اس لئے مفسرین کہتے ہیں کہ آیت:

((امن الرسول بما انزل الیه من ربه والمومنون))

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ کے بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات اللہ تعالیٰ سے سنی تھی۔

☆☆☆

باب نمبر 9:

معراج روح و جسم سمیت ہوئی

لفظ ''عبد'':

ارشاد ربانی ہے:

((سبحان الذی اسریٰ بعبده))

''پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کروائی۔''

تفسیر سراج منیر میں ہے:

((وبما یدل علی انه اسری بجسده صلی الله علیه وسلم قوله اسری بعبده ولفظ العبد عبارة عن مجموع الروح والجسد))

(تفسیر سراج منیر، جلد۲، صفحہ نمبر ۲۷۷)

''اور جسم سمیت معراج کرنے کے دلائل میں سے ایک یہ بھی دلیل ہے کہ اللہ نے فرمایا: ((اسری بعبده)) اور ''عبد'' کا لفظ ہمیشہ روح اور جسم دونوں پر اطلاق کرتا ہے۔''

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

((فاسر بعبادی لیلا انکم متبعون))

''پس میرے بندوں کو رات کے وقت لیے نکلو۔ بیشک تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔''

یہ حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کے لوگوں کو رات کے وقت مصر سے باہر لے چلو کیونکہ دن ہو گیا تو قبطی تمہارا تعاقب کر کے نہیں جانے دیں گے۔ اب اگر کوئی شخص اسری بعبده کا یہ معنی کرے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندے کو خواب کی حالت میں روحانی طور پر مکہ سے بیت المقدس کی طرف لے گیا تو یہ معنی اس کے مشابہ ہے کہ

Marfat.com

کوئی شخص فاسر بعبادی کا مطلب یوں بیان کرے کہ اے موسیٰ! میرے بندوں کو بحالت خواب محض روحانی طور پر مصر سے کنعان کی طرف لے چلو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہاں جسمانی معراج مقصود ہے۔ اگر روحانی اور خواب کا واقعہ ہوتا تو قرآن مجید میں اسری بروح عبدہ نازل ہوتا۔

(تفسیر کبیر، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۵۷۲) (الروض الانف، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۲۴۳) (عمدۃ القاری شرح بخاری، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۲۲۹)

جمہور وصحابہ کا عقیدہ:

جمہور سلف وحلف کا یہی عقیدہ ہے اور صحابہ کرام بھی اس بات کے قائل ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بحالت بیداری جسمانی معراج ہوئی ہے۔

جسمانی معراج کا ثبوت زبان رسالت سے:

((ان رسول الله ﷺ قال لما كذبني قريش قمت في الحجر فجلى الله لي بيت المقدس فطفقت اخبرهم عن اياته وانا انظر اليه))

(صحیح مسلم، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۶) (صحیح بخاری، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۵۴۸)

"بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مجھے قریش نے جھٹلایا تو میں حطیم میں میزاب رحمت کے نیچے ٹھہر گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے بیت المقدس کو ظاہر فرمایا۔ پھر میں نے ان کو اس کی نشانیوں کی خبر دینی شروع کی حالانکہ میں اس وقت بیت المقدس کی طرف دیکھ رہا تھا۔"

اس حدیث سے جسمانی معراج کا ثبوت ملتا ہے، کیونکہ اگر خواب کا واقعہ ہوتا تو جھٹلانے کی کیا ضرورت تھی۔؟

(تفسیر فتح القدیر، از شوکانی، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۳۵) (تفسیر خفاجی بیضاوی، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۶) (یواقیت والجواہر، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۰)

شیخ الاکبر کا موقف:

شیخ الاکبر حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:

((وكان الاسراء بروحه وتكون رويا راها كما يرالنائم في نومه كما انكره احدولا نازعه احدو انما انكر واعليه كونه المهم ان الاسراء كان بجسمه في هذه المواطن كلها)) (فتوحات مكيه، ۳۶۷)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اگر روحانی ہوتی جیسا کہ کوئی شخص خواب میں کوئی واقعہ دیکھتا ہے تو اس بات کا کوئی انکار نہ کرتا اور نہ کوئی آپ سے تنازعہ کرتا۔ کفار نے معراج کا انکار اس لئے کیا تھا کہ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتلایا تھا کہ تمام مواقع میں معراج جسمانی ہوا ہے۔"

Marfat.com

معراج کی رات جسم اقدس کا بستر پر موجود نہ ہونا:

1: ((عن شداد بن اوس انه قال للنبی ﷺ لیلة اسری به طلبتك ویا رسول الله البارحة فی مکانك فلم اجدك فاجابه انه جبریل علیه السلام حملنی الی المسجد الاقصی))

(کتاب شفاء، قاضی عیاض اندلسی، جلد ا، صفحہ نمبر ۱۹۰)

''حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور علیہ السلام سے اس رات عرض کیا جس رات میں آپ کو معراج ہوئی کہ میں نے آج رات آپ کو آپ کی جگہ پر تلاش کیا اور آپ کو نہ پایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے جبرائیل مسجد اقصیٰ کی طرف لے گئے تھے۔''

2: ((عن ابی بکر رضی الله عنه انه قال للنبی ﷺ طلبتك یا رسول الله البارحة فی مکانك و فلم اجدك فاجاب ان جبریل علیه السلام حمله الی المسجد الاقصی))

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا: میں نے آپ کو آج رات آپ کی جگہ پر تلاش کیا اور میں نے آپ کو نہ پایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل مجھے مسجد اقصیٰ میں لے گئے تھے۔''

3: امام برہان الدین حلبی لکھتے ہیں:

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ حضرت ام ہانی کا کہنا ہے کہ رات کے ایک حصہ میں میں نے آپ کے جسم کو گم پایا اور میری نیند اچاٹ ہوگئی اس خوف سے کہ کوئی غم دشمنوں کی طرف سے لاحق ہو جائے۔''

4: ابن سعد سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے اس رات اپنی قیام گاہ پر نہ پایا تو بنو عبد المطلب آپ کی تلاش میں ادھر ادھر چکر لگاتے تھے۔ حضرت عباس ذی طوی کے مقام پر یا محمد پکارتے تھے، حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا:

((لبیك لبیك))

حضرت عباس نے عرض کیا:

''آپ نے اپنی قوم کو تھکا دیا۔ آپ کہاں تھے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''بیت المقدس کی طرف گیا تھا۔''

Marfat.com

عرض کیا:

''آج کی رات وہاں گئے تھے؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں! آج ہی رات وہاں گیا تھا''۔

حضرت عباس نے عرض کیا:

''آپ ہر طرح خیریت سے ہیں۔؟''

آپ نے فرمایا:

''میں بالکل ہر طرح خیریت سے ہوں۔''

معراج سے واپسی پر آپ نے ذی طوی پر براق سے اتر کر حضرت عباس سے یہ بات چیت فرمائی۔

(سیرت حلبیہ، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۰۵)

دیگر دلائل:

جب مسجد اقصیٰ کے نشانات بتائے گئے تو صحیح صحیح بتائے گئے، قافلوں کے حالات سنائے گئے تو سچ سچ سنائے گئے، مقام اروحاء پر پیالہ سے پانی نوش فرمایا تو پیالہ خالی پایا گیا، ذی مروہ کے مقام پر براق کی رفتار کے فراٹے سے اونٹ ڈر کر کودا تب شتر سوار اس سے گرا اس کے ہاتھ کی کلائی ٹوٹ گئی۔ ان تمام واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ معراج بحالت بیداری ہوئی۔

سونے اور جاگنے کے درمیان معراج......اعتراضات و جوابات:

1: کتاب الشفاء میں ہے:

((وقوله فی حدیث آخر بین النائم والیقظان وقوله ایضاً وهو نائم وقوله ثم استیقظت فلاحجة فیه اذ قد یحتمل ان اول دخول الملك الیه کان وهو نائما و اول حمله والا سراء به وهو نائم و لیس فی الحدیث انه کان نائماً فی القصة کلها الا مایدل علیه قوله ثم استیقظت وانا فی المسجد الحرام فلعل قوله استیقظت بمعنی اصبحت او استیقظ من نوم اخر بعد دخوله بیته))

(الشفاء، جلد ۱ صفحہ ۱۹۲)

''حدیث میں ہے: بین النائم والیقظان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں معراج کی رات نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں تھا) اور معترض کا یہ قول وهو نائم (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے) اور ثم استیقظت (پھر جاگ اٹھے) یہ احادیث روحانی معراج کی دلیل ہیں۔

Marfat.com

(حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ) معترض کے اس حدیث سے روحانی معراج پر دلیل قائم نہیں ہوسکتی اس لئے کہ احتمال ہوسکتا ہے کہ جب پہلے فرشتہ آپ کی خدمت میں پہنچا آپ نیند میں تھے اور حدیث میں یہ کہیں نہیں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج کے سارے واقعہ میں نیند کی حالت میں تھے۔ ہاں ایک لفظ ہے جو بظاہر اس پر دلالت کرتا ہے یہ کہ ثم استیقظت وانا فی المسجد الحرام (پس میں جاگا تو مسجد حرام میں تھا) پس استیقظت کا معنی اصبحت ہے، یا گھر میں پہنچنے کے بعد جو نیند آپ نے فرمائی اس سے بیدار ہونا مراد ہے۔''

2: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((ووجه رابع وهو ان يعبر باالنوم ههنا عن هية النائم من الا ضطجاع و يقويه قوله فی رواية عبدبن حميد عن همام بينا انا نائم وربماقال مضطجع وفی رواية هدبة عنه بينا انا نائم فی الحطيم وربما قال فی الحجر مضطجع و قوله فی الروايه الاخری بين الانائم واليقظان فيكون سمتی هيئته بالنوم لما كانت هيئة النائم غالباً))

'اور چوتھی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کروٹ کے بل لیٹنے کو نوم سے تعبیر کیا گیا ہو، جسے عربی میں اضطجاع کہتے ہیں اور عبید بن حمید جو ہمام سے روایت کرتے ہیں کبھی سونے کا لفظ کہتے ہیں اور کبھی لیٹنے کا ذکر کرتے ہیں اور حضرت ہدیہ کی ہمام سے روایت میں بھی یوں ہے کہ میں حطیم میں سویا تھا اور کبھی فرمایا کہ میں حجر (حطیم) میں لیٹا ہوا تھا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نیند اور بیداری کے درمیان تھا تو یہاں نیند کی حالت (لیٹنے) کو نیند سے تعبیر کیا گیا ہے۔''

(کتاب الشفاء، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۱۹۳)

3: امام ابن حجر عسقلانی فاستیفظ وهو باالمسجد الحرام کے تحت ارقام فرماتے ہیں:

((واقله قوله فاستيقظ وهو عند المسجد الحرام فان حمل علی ظاهره جاز ان يكون نام بعد ان هبط من السماء فاستيقظ وهو عند المسجد الحرام وجاز ان يوول قوله استيقظ ای افاق مما كان فيه فانه كان اذا اوحی اليه يستغرق فيه فاذا انتهی رجع الی حالته الاولی فكفی عنه بالاستيقاظ))

(فتح الباری، جلد ۱۳، صفحہ نمبر ۴۱۰)

''کم از کم روایت کرنے والے کا یہ قول ہے کہ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیدار ہوئے تو آپ مسجد حرام میں تھے، اس قول کو ظاہر پر بھی حمل کرنا جائز ہے اور اس کی تاویل بھی کی جاسکتی ہے۔ ظاہر پر حمل کریں تو

Marfat.com

یہ کہیں گے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام آسمان سے واپس تشریف لا کر مسجد حرام میں سو گئے، پھر جب بیدار ہوئے تو مسجد حرام ہی میں تھے اور اگر تاویل کریں تو یہ معنی ہوں گے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب معراج کے حال سے افاقہ ہوا تو آپ مسجد حرام میں تھے، کیونکہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی ہوتی تھی تو آپ اس میں مستغرق ہو جاتے، جب وحی ختم ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حالت استغراق سے افاقہ ہو جاتا تھا۔ یہی کیفیت معراج کے لئے ہوئی حتیٰ کہ جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج میں رہے آپ پر استغراق طاری رہا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد حرام میں واپس آئے آپ سے وہ استغراق زائل ہوا جس کو راوی بیدار ہونے سے تعبیر کرتا ہے۔"

قول سیدنا امیر معاویہ و سیدہ عائشہ...... اعتراض و جواب:

1: ((فقوله فی الیقظة اشارة الی الرد علی من زعم ان المعراج کان فی المنام علی ماروی عن معاویة ان سئل من المعراج فقال کانت رویا صالحة وروی عن عائشة رضی الله عنها انها قالت ما فقد جسد محمد ﷺ لیلة المعراج وقد قال الله تعالیٰ وما جعلنا الرویا التی اریناك الا فتنة للناس واجلیب بان المراد الرویا بالعین والمعنی مافقد جسده عن الروح بل کان مع روحه وکان المعراج للروح والجسد جمیعاً وقوله بشخص اشارة الی الزد علی من زعم انه کان للروح فقط ولا یخفی ان الروح فی المنام او بالروح لیس مما ینکر علیه کل الانکار والکفرة انکر و امر المعراج غائة الانکار بل کثیر من المسلمین ارتد والبسبب ذالك))

(احمدیہ والزریعہ السرمدیہ شرح طریقہ محمدیہ، جلد ۱، صفحہ نمبر ۱۸۰)

"معترض کہتا ہے: معراج خواب کی حالت میں تھا جیسا کہ حضرت امیر معاویہ سے روایت ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا: معراج کیسے ہوئی؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ ایک اچھی قسم کا خواب تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسم مبارک کہیں گم نہیں ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے تیرے خواب کے ذریعے جو ہم نے تجھے دکھایا تھا لوگوں کو آزمائش میں ڈال دیا تھا۔ ان سب باتوں کا جواب یہ دیا گیا کہ رؤیا کا لفظ جو عبارت میں موجود ہے اس سے خواب کا معنی مراد نہیں بلکہ آنکھ کا دیکھنا مراد ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے جسم مبارک کو روح سے الگ اور گم نہیں پایا گیا، بلکہ جسم بھی روح کے ساتھ تھا۔ معراج روح اور جسم ہر

Marfat.com

دو کے ساتھ ہوئی اور اس شخص کے خیال کا جواب کہ جو کہتا ہے کہ معراج صرف روح کو ہوئی تھی، یہ ہے کہ معراج اگر خواب کی حالت میں ہوئی تھی یا صرف روح کیلئے تھی تو انکار کے قابل نہیں، حالانکہ کفار نے معراج کی اصلیت کا پورا پورا انکار کیا، بلکہ بہت سے خام عقیدہ والے اس واقعہ کی وجہ سے مرتد ہو گئے۔تو معلوم ہوا کہ معراج خواب نہیں تھا کیونکہ خواب کا کوئی انکار نہیں کرسکتا۔معراج جسمانی تھی جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سامنے بیان فرمایا تو اہل اسلام نے تائید وتصدیق کی اور کفار نے انکار ومخالفت۔"

2: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((مافقدت جسد رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة المعراج))

"معراج کی رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک گم نہیں پایا۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو معراج ۱۲ نبوی میں ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی ہجرت کے بعد ہوئی۔ظاہر ہے کہ اس وقت حضرت عائشہ کا حضور علیہ السلام کے پاس پایا جانا مشکل ہے، پھر ان کا فرمانا کہ میں نے جسم مبارک کو معراج کی رات گم نہ پایا کیوں کر تصور میں آ سکتا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ سیدہ کسی اور واقعہ کی بات کر رہی ہیں۔

3: ایک اور بات یہاں قابل غور ہے کہ حضرت امیر معاویہ سے پوچھا گیا:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کیسے ہوئی؟"

((فقال كانت رويا صالحة))

"انہوں نے فرمایا: یہ ایک اچھی قسم کا خواب تھا۔"

سو اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کئی معراج ہوئی، مشہور معراج جسم وروح سمیت اور باقی صرف روح کے ساتھ تو یہاں سیدہ عائشہ اور سیدنا امیر معاویہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متعدد روحانی معراجوں میں سے ایک روحانی معراج کا ذکر فرما رہے ہیں، ان احادیث سے مشہور معراج کے جسمانی ہونے کا انکار ثابت نہیں ہوسکتا۔"

لفظ رؤیا......اعتراض وجواب:

1: اب رہا یہ شبہ کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

((وما جعلنا الرؤيا التي اوينانك الا فتنة للناس))(پارہ نمبر ۱۵)

"اور جو رؤیا ہم نے آپ کو دکھائی تھی ہم نے اسے لوگوں کے لیے آزمائش بنادیا۔"

بعض لوگوں نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ رؤیا کا معنی خواب کا ہے، لہٰذا ثابت ہوا

Marfat.com

کہ آپ کو خواب میں معراج ہوئی، حالانکہ اس آیت کو صلح حدیبیہ یا جنگ بدر کی خواب پر مفسرین نے جب محمول کیا ہے تو اس آیت کا معراج پر محمول کرنا حتمی اور یقینی نہ رہا، کیونکہ:

((اذا جاء الاحتمال بطلل استد لال))

''جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہوجاتا ہے۔''

2: رؤیا بمعنی رویت بصری میں مستعمل ہے۔علی الخصوص رات کو آنکھ سے دیکھنے کے معنی میں شائع اور ذائع ہے۔ لغت عرب میں اس کے بہت شاہد ہیں، ازاں جملہ دیوان متنبی میں ابوالطیب نے بدر بن عمار کی تعریف میں لکھا ہے:

مضى الليل والفضل الذى لايمعنى

ورؤياك احلى فى العيون من الغمض

''رات تمام ہوگئی اور تیری فضیلت ختم نہیں ہوئی، بلکہ وہ دائم اور ثابت ہے اور تیری صورت کا دیکھنا آنکھوں میں نیند سے زیادہ میٹھا ہے۔''

یہاں رویا بمعنی رویت بصری استعمال ہوا جو کہ ایک فصیح بلیغ شاعر کا قول ہے جس کو محاورہ کلام عرب میں بطور حجت اور دلیل کے پیش کیا جاتا ہے۔

3: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((رويا عين اريها رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة اسرى به الى بيت المقدس))(بخاری ،جلد١، صفحه نمبر ٥٥٠)

''یہاں رؤیا سے مراد ''آنکھ سے دیکھنا'' ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات بیت المقدس تک دیکھا ہے۔''

4: اس حدیث کی شرح میں امام کرمانی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

((رويا عين قيد بلا للاشعار بان رويا بمعنى الروية فى اليقظة لا رويا النام))

''رؤیا کو آنکھ کے دیکھنے سے مقید فرمایا کہ لفظ رؤیا بحالت بیداری کے دیکھنے کے لیے مستعمل ہے اور یہ معراج خواب اور نیند کا واقعہ نہیں (بلکہ روح وجسم سمیت ہوئی)۔''

معجزہ:

ہم معراج کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ تسلیم کرتے ہیں اور معجزہ وہ ہے جس کا وقوع عادۃً محال ہو اور انکار کرنے والوں کو عاجز کرنے کیلئے وہ کمال ایک نبی کی ذات سے ظاہر ہو۔اب یہ بات واضح ہوگئی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات ،علم وقدرت ،عظمت وحکمت پر پوری طرح ایمان لایا ہے اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت

Marfat.com

رسالت، صداقت اور کمالات کی دل سے تصدیق کرتا ہے وہ واقعہ معراج یا اس قسم کے معجزات کا انکار نہیں کر سکتا، کیونکہ قادر مطلق جب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو براقِ برق رفتار پر سوار کر کے بڑی راحت اور تکریم کے ساتھ چشمِ زدن میں زمین سے مقام ''او ادنیٰ'' سے لے گیا تو اس کی قدرت کے آگے کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہو سکتی۔

جسمانی معراج کا انکار انکارِ قدرتِ الٰہی ہے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جسمانی معراج اور آپ کے کمالات کا انکار قدرت الٰہی کا انکار ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے معراج کی آیت کو لفظِ سبحان سے شروع کیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور کمالات کو بے عیب جانتا ہے وہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو عقل کی کسوٹی سے نہیں جانچتا۔

قول سیدنا صدیق اکبر:

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جسمانی معراج کے وقوع کی دلیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:

''جو اللہ جبرائیل علیہ السلام کو ہزار بار آسمان سے زمین پر اتار سکتا ہے وہی اللہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین سے آسمان پر لے جا سکتا ہے۔''

امام فخر الدین رازی کی تشریح:

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگر جسم کثیف کا اپنے ارضی مرکز سے عالم سماوی میں جانا ناممکن ہے تو جسم لطیف کا اپنے سماوی مرکز سے عالم دنیا میں آنا کس طرح ممکن ہوگا۔؟ بس چاہیے کہ جو شخص جسمانی معراج کا انکار کرتا ہے وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے نزول کا بھی لازمی طور پر انکار کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو اللہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کے ملکوتی مرکز سے دوسرے عالم ''ناسوتی مرکز'' میں بھیج سکتا ہے تو وہ قادر مطلق اپنی قدرت سے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیاوی مرکز سے سماوی مرکز میں بھی بھیج سکتا ہے۔

(تفسیر کبیر، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۵۴۲)

نزول قرآن کا قائل قائلِ معراج جسمانی بھی ہے:

جو شخص قرآن کے نزول کا قائل ہے وہ معراج جسمانی کا انکار نہیں کر سکتا، کیونکہ جو شخص عالم بالا سے عالم سفلی میں ملائکہ کے نزول کا قائل ہے وہ عالم سفلی سے عالم بالا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عروج کا بھی قائل ہے۔

Marfat.com

قیصر روم کے دربار میں پادری کی گواہی:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی طرف بھیجا۔ حضرت وحیہ رضی اللہ عنہ شاہی دربار میں پہنچے۔ قیصر روم نے جو بیت المقدس کی زیارت کیلئے شام میں موجود تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مکتوب گرامی پڑھنے کے بعد وہاں عرب کے تاجروں کو بلایا۔ ابوسفیان (اسلام لانے سے پہلے) اور ان کے ہمراہی قیصر روم کے سامنے پیش کیے گئے۔ قیصر روم نے ان سے چند سوالات کیے جن کا ذکر بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔

حضرت ابوسفیان کا قول ہے کہ اس وقت میں چاہتا تھا کہ ہرقل قیصر روم کے سامنے کوئی ایسی بات کروں جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پاکیزہ شان اس بادشاہ کی نظروں میں گر جائے، مگر مجھے خوف تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو میرا جھوٹ ظاہر ہو جائے اور میں بدنام ہو جاؤں اور میری سرداری پر بھی داغ آ جائے۔ میں اس فکر میں تھا کہ مجھے معراج کے متعلق اس کی بات یاد آ گئی۔ میں نے فوراً کہا:

''اے بادشاہ! کیا میں آپ کو ایسی بات نہ بتاؤں کہ جس کے سننے سے آپ کو یقین ہو جائے کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔؟''

بادشاہ نے کہا:

''وہ کیا بات ہے۔؟''

حضرت ابوسفیان نے کہا:

''وہ کہتا ہے کہ میں ایک ہی رات میں مکہ سے چلا اور ایلیا (بیت المقدس) میں آیا اور اس رات ہی مکہ واپس ہو گیا۔''

حضرت ابوسفیان نے کہا کہ جس وقت میں یہ بات کہہ رہا تھا اس وقت بیت المقدس کا متولی جو عیسائیوں کا بڑا پادری تھا، قیصر روم کے پاس کھڑا ہو کر سب کچھ سن رہا تھا۔ میری بات پوری ہونے کے بعد وہ پادری بولا:

''مجھے اس رات کا علم ہے۔''

قیصر روم نے کہا:

''تجھے کس طرح علم ہے۔؟''

پادری نے کہا:

''میری عادت ہے کہ میں ہر روز رات کو سونے سے پہلے مسجد کے تمام دروازے بند کر دیتا ہوں۔ اس رات میں نے تمام دروازے بند کر دیئے مگر انتہائی کوشش کے باوجود ایک دروازہ بند نہ ہو سکا۔ میں نے اپنے کارندوں اور تمام حاضرین سے مدد لی، سب نے پورا زور لگایا مگر دروازہ نہ ہل سکا۔ بالآخر میں نے سوچا کہ دیوار کے نیچے ڈھلنے کے سبب سے اوپر کی چوکھٹ کا دباؤ پڑ گیا ہے، اب رات کو کچھ نہیں ہو سکتا صبح

Marfat.com

دیکھیں گے، جو خرابی بھی ہے درست کرالی جائے گی۔ دروازہ کے دونوں کواڑ کھلے چھوڑ کر ہم لوگ واپس چلے گئے۔ صبح ہوتے ہی میں وہاں آیا اور یکایک دیکھتا ہوں کہ مسجد کا وہی دروازہ بالکل ٹھیک ہے اور مسجد کے کونے میں جو پتھر پڑا تھا اس کے سوراخ سے سواری باندھے کا نشان نظر آیا۔ یہ منظر دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ آج کی رات انتہائی کوشش کے باوجود کواڑوں کا بند نہ ہونا اور پتھر کے سوارخ کا واضح ہو جانا اور پھر اس میں جانور باندھنے کا نشان ہونا حکمت سے خالی نہیں، تب میں نے سوچا کہ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ایک آخرزمان نبی نے بیت المقدس سے آسمان پر جانا تھا، آج رات وہ تشریف لے جا چکے ہیں، پھر سب لوگوں کو بلا کر حقیقت سے آگاہ کیا۔"

☆☆☆

باب نمبر 10:

معراج اور زمانہ

سرعت معراج:

سفر معراج انتہائی سرعت سے واقع ہوا، یہاں تک کہ مکان اور زمان ہر دو اپنے استعداد پر باقی رہے۔ یہ بات واضح رہے کہ وہ مسافت جس کو حضور علیہ السلام نے معراج کی رات طے فرمایا نہایت دراز تھی حتیٰ کہ مکہ شریف سے مقامِ اوحیٰ تک تین لاکھ سال کی مسافت تھی اور بعض نے پچاس ہزار سال کہا ہے۔

مکان وزمان کا سمٹ جانا:

1: بعض علماء نے کہا ہے کہ زمان اور مکان بحالہ تھے لیکن مسافت سمٹ گئی تھی۔ جیسا کہ تفسیر روح المعانی میں ہے:

"مکان کے سمٹ جانے جیسی کرامات بہت بزرگوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ معتبر اور ثقہ لوگوں کی حکایات کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ فقہاء نے بھی اولیاء کرام کی کرامات کے سلسلہ میں اس کو ذکر کیا ہے اور یہ امر شرعاً ممکن ہے۔ فلاسفر اس کو طفرہ سے تعبیر کرتے ہیں جس کا معنی یہ ہے کہ ایک مکان سے دوسرے مکان تک اس حیثیت سے پہنچنا کہ وہ مسافت جو مبدا اور منتہی کے درمیان واقع ہے اس سے محاذات واقع نہ ہو۔"

2: بعض حضرات نے مسافر بر حال اور زمان کی نشر (پھیل جانے) کا قول بیان کیا ہے۔ قائل کہتا ہے کہ ازل سے ابد تک ایک نقطہ ہے حتیٰ کہ ازل اور ابد دونوں میں اس لحاظ سے اعتباری فرق ہے، کیونکہ ایک نقطہ میں تجزیہ کیسے ہو سکتا ہے؟

علامہ آلوسی فرماتے ہیں:

Marfat.com

((ولیس یفهم ذالک عندی الا لتجردون من جلا بیب ابدانهم و قلیل ماهم))(تفسیر روح المعانی، جلد ۱۵، صفحہ نمبر ۱۱)

''اس عبارت اور مطلب کی حقیقت کو اجسام کے لباس سے متجرد حضرات سمجھ سکتے ہیں اور وہ بہت قلیل لوگ ہیں۔''

خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو معجزات و کرامات کی حقیقت پر یقین رکھنا چاہئے اور کیفیت کا معاملہ ہماری سمجھ سے بالا ہے، اس کو باری تعالیٰ جانتا ہے۔

3: طی مکان، نشر مکان کی طرح، نشر زمان اور طی زمان کے اقوال بھی ہیں۔ تمام تر واقعات کو صوفیائے کرام نے تسلیم کیا ہے۔

مختصر وقت کا طویل ہونا:

معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رات کا مختصر وقت بہت طویل ہو گیا، حتیٰ کہ آپ عالم بالا گئے بھی اور واپس بھی آ گئے۔

1: علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''واقعہ معراج ایک ساعت میں ہونے میں کوئی تعجب نہیں ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو مختصر وقت کو طویل کر دیتا ہے اور اگر چاہے تو طویل وقت کو مختصر بھی کر دیتا ہے۔ یہ سچ بات ہے اور میں نے بذریعہ کشف بھی اسے درست پایا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک رکاب میں قدم رکھتے تھے اور دوسری تک پیر جاتے جاتے قرآن ختم کر دیتے تھے۔ حضرت موسیٰ صدرانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت ابی مدین کے اکابر اصحاب میں سے تھے، کے مناقب میں ہے کہ آپ ہر دن رات میں ستر ہزار مرتبہ قرآن مجید کو از اول تا آخر ختم کر لیتے تھے۔ اگر اس پر محمول کیا جائے کہ دن کو پینتیس ہزار ختم اور رات کو پینتیس ہزار ختم کر لیتے تھے۔ جیسا کہ عادت ہے کہ ایک ختم دن کو اور ایک ختم رات کو کر لیا جائے تو اس حساب سے ایک دن کی مقدار ستانوے سال دو ماہ بیس دن ہوتی ہے، گو تلاوت کرنے والے کی تیز لسانی کے لحاظ سے اس سے کم مدت کا بھی احتمال ہے۔''

(تفسیر روح البیان، جلد ۲، صفحہ نمبر ۴۰۴)

2: حضرت عماد الدین احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے اس رات کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

''طے زمانی اور بسط زمانی ایک مخصوص شان ہے جو بعض اولیاء کرام پر ظاہر ہوتی ہے۔''

3: حضرت ابن السکینہ نے فرمایا

Marfat.com

((ان الله يبسط زماناً لمن يشاء من عباده مع قصر لقوم اخرين))

''بے شک اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے بعض بندوں کیلئے بسط زمان فرما دیتا ہے اور بعض کیلئے زمان مقصور رہتا ہے۔''

4: ایک شخص فن سیمیا کا ماہر تھا۔ لوگوں کو بڑے بڑے عجائبات دکھاتا تھا۔ ایک دن شیخ احمد فرملی اور شیخ احمد استاذ جو اپنے وقت کے مشہور اکابر علماء میں تھے، دونوں نے مشورہ کیا اور اس مکان پر تشریف لے گئے۔ جا کر کہا:

''ہمیں کچھ دکھاؤ۔''

اس نے تنکوں کا گول چھپر بنایا اور شیخ احمد فرملی سے عرض کی:

''آپ اس چھپر کے نیچے سے گزریں۔''

آپ نے جوں ہی قدم مبارک رکھا سب کچھ ذہن سے محو ہو گیا اور یہ ذہن میں آ گیا کہ اپنے وطن سے کسی اور جگہ جا رہا ہوں۔ غرضیکہ قطع منازل کرتے ہوئے اور طے مراحل کے بعد ایک مدت کے بعد دوسرے شہر پہنچے، وہاں ایک باغ دیکھا، آپ نے وہاں سے کچھ پھل توڑے، اچانک باغبان آ گیا اور اس نے پکار کر کہا:

''یہ پھل تو نے توڑے کیوں ہیں کیونکہ یہ تو سرکاری باغ کے میوہ جات ہیں۔''

حتیٰ کہ آپ کو گرفتار کر لیا اور سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے دیکھا اور فراست سے جانا کہ یہ کوئی شریف آدمی ہے۔ باغبان کو زجر و توبیخ کی اور نہایت تشنیع کر کے کہا:

''تو نے ایک شریف آدمی کو ناحق ستایا ہے اور پریشان کر دیا ہے۔''

پھر شیخ سے پوچھا:

''آپ کون ہیں اور یہاں کیوں آئے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''میرا نام فرملی ہے اور میرا وطن قنوج ہے، میں تیرے شہر میں ملازمت کیلئے آیا ہوں۔''

بادشاہ نے کہا:

''آپ شوق سے رہ سکتے ہیں۔ میں آپ کو ملازمت دے دیتا ہوں۔''

پھر دو گھوڑے دیئے، سامان دیا اور رہائش کے لیے مکان وغیرہ مل گیا۔ حتیٰ کہ شیخ فرملی یہاں چند سال رہ گئے۔ شادی کی اور اولادیں ہوئیں اور بادشاہ کی ملازمت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ پچاس برس گزر گئے، موئے سیاہ کی بجائے سفید بال ہو گئے کہ اچانک ایک دن سیر و سیاحت کے دوران ایک جگہ وہی جھونپڑا نظر آیا۔ اس کی طرف چند قدم بڑھے، تو شیخ احمد استاذ کو دیکھا، بڑے شوق سے آگے آئے اور معانقہ کر کے فرمانے لگے:

Marfat.com

''آپ کب یہاں آئے۔؟''

استاد فرمانے لگے:

''آپ کیا کہہ رہے ہیں ہم تو سیمیاوی کے گھر ہی میں ہیں اور آپ ابھی تنکوں کے جھونپڑے میں داخل ہوئے اور ابھی واپس آ گئے۔ لہٰذا ابھی سوچ سمجھ کر بات کرو۔''

تو معاً یہ بات سنتے ہی شیخ احمد فرلی کو یاد آ گیا کہ یہ سب کچھ سیمیاوی نے عجوبہ دکھایا ہے۔

ایک دن ایک ابوالمعانی نامی شخص حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی مجلس وعظ میں حاضر تھے۔ چنانچہ اثنائے مجلس میں اسے رفع حاجت ہوا اور باہر جانے بلکہ کثرت انبوہ خلقت کے باعث ہلنے جلنے کی طاقت نہ رہی۔ مجبور ہو کر حضرت کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت منبر کے ایک پایہ سے اترے اور پہلے پایہ پر ایک سر مانند ان کے سر مبارک کے ظاہر ہوا، جب حضرت دوسرے پایہ پر اترے وہ نیچے کا سر مع ہر دو کندھوں کے ظاہر ہوا۔ اس طرح حضرت جب اترتے وہ صورت زیادہ ہو جاتی، یہاں تک کہ وہ صورت بعینہ مثل صورت حضرت کے بن گئی اور وعظ کہنا شروع کیا۔ آواز مثل آواز حضرت کے تھی اور اس کا کلام کلام حضرت جیسا تھا اور اس کو اس شخص کے سوایا جس کو اللہ جل شانہ نے چاہا کسی شخص نے نہ دیکھا۔ پھر حضرت عبدالقادر اس کے سر پر کھڑے ہو گئے اور اپنی آستین مبارک یا رومال مبارک سے اس شخص کو چھپا لیا۔ اس شخص نے اپنے کو ایک کشادہ جنگل میں پایا۔ وہاں ایک ندی میں پانی بہتا تھا اور ندی کے کنارہ پر درخت تھا۔ ایک درخت پر چابیوں کا دستہ لٹکا دیا، اس کے بعد وضو کیا، دو رکعت نماز ادا کی اور ہر دو طرف سلام پھیرا کہ تو حضرت نے اس سے اپنا رومال اٹھایا تو اس نے اپنے آپ کو مجلس وعظ میں پایا اور اپنے اعضاء کو وضو کے پانی سے تر۔ حضرت شیخ عبدالقادر منبر پر وعظ میں مشغول تھے۔ گویا ہرگز نیچے ہی نہیں اترے۔ وہ شخص خاموش رہ گیا اور کسی کو نہ بتایا۔ چابیوں کا گچھا تلاش کیا، جیب میں نہ پایا۔ بڑی مدت کے بعد عجم جانے کا قصد کیا۔ سفر کرتے ہوئے ایک جنگل سے گزر ہوا۔ وہاں ندی کے کنارہ وضو کا ارادہ کیا۔ دیکھا تو اس جنگل کا نقشہ اس جنگل کی طرح نظر آتا ہے جہاں پہلے آیا تھا اور ندی بھی وہی ہے جہاں وضو کیا تھا۔ کچھ تھوڑی دور ندی کے کنارہ پر چلا تو اس کو وہ جگہ نظر آئی جہاں وضو کیا تھا۔ اتنے میں اس درخت کو دیکھا جس پر چابیوں کا گچھا لٹکا ہوا تھا۔ جب بغداد واپس آیا اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے سامنے تذکرہ کیا تو آپ نے بہت آہستہ اس کے کان میں ارشاد فرمایا:

''ابوالمعالی! جب تک ہم زندہ ہیں اس راز کو ظاہر نہ کرنا اور کسی کو نہ بتانا۔''

(نفحات الانس، صفحہ نمبر ۴۶۵)

جمود عالم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس آئے تو وہی وقت تھا حتیٰ کہ بستر مبارک ہنوز گرم تھا، وضو کا پانی بہہ رہا تھا اور حجرہ کی زنجیر ہل رہی تھی۔ اس بات کا اندازہ نہیں ہو سکتا کہ فی الحقیقت آپ کو معراج میں کتنا عرصہ لگا۔ ہاں

Marfat.com

ایک مشہور قول ہے کہ اٹھارہ سال کے عرصہ تک نظام عالم میں سکون رہ گیا۔ گو جدید اور قدیم فلسفہ میں منہمک اور روشن خیال لوگ اس کو بعید از عقل کہہ دیں، مگر معجزات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا بیکار ہے، کیونکہ معجزہ وہ ہے جس کے مقابلہ میں انسان عاجز ہو جاتے ہیں اور عقل حیران۔ خاص کر معراج کے واقعات اول سے آخر تک انوکھے اور نرالے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے عجائبات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھائے۔

کہنے کو پھر بھی کہا جاتا ہے کہ اتنی مدت گزرنے پر نظام عالم کس طرح بدستور رہا، نہ پودے اپنی مقدار سے بڑھ گئے، نہ درختوں کی جسامت میں اضافہ ہوا، نہ کسی مسافر کی قطع مسافت میں زیادتی ہوئی، نہ سونے والے اتنے طویل زمانہ بیدار ہوئے، نہ ناخنوں اور بالوں میں تغیر اور تراخی زمان کے باوجود نہ کسی چیز میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی، اگر وہ اس میں غور کرتے تو شبہ نہ رہتا کہ جس طرح گھڑی کئی سال بند پڑی رہے تو اس کی سوئیاں اور پرزے برقرار رہتے ہیں، یا کسی کارخانہ کا مالک اپنے دوست کی آمد پر کارخانہ بند کر دیتا ہے اور ملاقات کے بعد کارخانہ کو چالو کر دیتا ہے۔ اسی طرح سب پرزہ جات ملنے شروع ہو جاتے ہیں۔

اس رات کو رب العلمین کا خطاب مستطاب ہوا:

''جبرائیل! تسبیح وتہلیل موقوف کر کے زاویہ اطاعت کو چھوڑ دے اور میکائیل! بندوں کی قسمت اور رزق کا پیمانہ ہاتھ سے دھر دے۔ اسرافیل! صور اٹھانا موقوف کر دے اور عزرائیل! روحوں کے قبض کرنے سے ہاتھ بند کر دے۔ رضوان جنت کو چاہیے کہ بہشت کو آراستہ و پیراستہ کرے، دریا بہنے سے، ہوا چلنے سے، افلاک سیر و گردش سے باز رہ جائیں۔''

حتیٰ کہ جب قرب خالق وحصول کلام و دیدار و دیگر جلیل نعمتوں کے حصول کے بعد حضور علیہ السلام نے مراجعت فرمائی تو ہنوز وضو کا پانی بہہ رہا تھا، حجرے کی زنجیر ہل رہی تھی اور بستر بدستور گرم تھا۔

اس طرح کی امثلہ انبیاء کرام سے پہلے بھی رونما ہو چکی ہیں۔ آیئے سکون وجمود عالم کے چند تاریخی حقائق دیکھتے ہیں۔

1: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا:

''مصر سے جب کنعان واپس جانے کا ارادہ ہو تو چلتے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانا کیونکہ ان کی وصیت تھی کہ ان کو آباؤ اجداد کے قبرستان میں دفن کیا جائے اور اس وصیت کو مصری لوگوں نے پورا نہ ہونے دیا۔ آپ جب تک اس کو ہمراہ نہ لو گے کنعان کا راستہ نہ ملے گا اور سارا قافلہ اس میں پریشان رہ جائے گا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ جو حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کی نشان دہی کر دے تو اس کو انعام ملے گا۔ ایک بڑھیا حاضر ہو کر کہنے لگی:

''میری چند شرائط قبول ہوں تو میں قبر کا نشان بتلا دوں گی۔''

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شرائط دریافت کیں تو کہنے لگی:

''ایک تو میں نابینا ہوں، میری بینائی درست ہو جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میں جوان ہو جاؤں اور تیسری بات یہ ہے کہ بہشت میں مجھے اپنی رفاقت میں شامل حال رکھنا۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی سب شرائط کو قبول فرمالیا۔ وہ بوڑھی جوان اور بینا ہوگئی۔ دریائے نیل کے کنارے پر جا کر درمیان دریا کے ایک جگہ کی نشان دہی کی:

''حضرت یوسف علیہ السلام کا صندوق یہاں ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جس کنارے دفن کیا جانا تھا وہ کنارہ آباد و شاداب ہو جاتا اور دوسرا کنارہ بالکل برباد اور خراب۔ اس لئے یہ طے ہو گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دریا کے درمیان مدفون کیا جائے، تا کہ دریا کے دونوں کنارے آباد ہو سکیں۔ چنانچہ حضرت یوسف تا حال دریا کے درمیان میں مدفون ہیں۔''

بڑھیا کے کہنے پر حضرت یوسف علیہ السلام کے صندوق کی تلاش ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی:

''اے اللہ! چاند کو اسی جگہ ٹھہرا اور غروب ہونے سے روک دے۔ تاوقتیکہ ہم اس کام سے فارغ ہو لیں، کیونکہ بنی اسرائیل سے ہمارا وعدہ ہے کہ چاند غروب ہوتے وقت سب اکٹھے ہو کر مصر سے کنعان کو چل پڑیں گے۔ اگر چاند پہلے غروب ہو گیا تو لوگوں کو چلنے کے وقت میں ایک تشویش لاحق ہو جائے گی۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے چاند غروب ہونے سے باز رہ گیا۔ حتیٰ کہ دریائے نیل کے پانی کو ایک طرف کر کے خشکی ظاہر کی گئی، پھر کھدائی ہوئی تو ایک ستون برآمد ہوا۔ اس کے ساتھ ایک زنجیر بندھی ہوئی نظر آئی، پھر اس زنجیر کے بعد ایک آہنی صندوق ظاہر ہوا۔ پھر بعد سنگ مرمر کی صندوق نمودار ہوئی جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا وجود مسعود ودیعت تھا۔ بنی اسرائیل وہ صندوق اٹھا کر چلے تب چاند غروب ہونے لگا۔'' (سیر حلبیہ، جلد ا، صفحہ ۴۲۵)

جس رات چاند غروب ہونے سے موقوف رہا وہ دس محرم کی رات تھی۔ اتنی ہی مقدار تک بقایا تہائی رات برقرار رہی، کیونکہ دسویں کا چاند دو تہائی رات کے وقت غروب ہوتا ہے۔ صبح دیر سے نمودار ہوئی، سورج اپنی حرکت سے باز رکھا گیا۔ اہل زمین نیند کے نشہ میں مخمور رہ گئے۔ گویا تمام نظام عام ہی سکون پذیر تھا۔

اسی طرح معراج میں بھی ہوا۔

2: حضرت یوشع علیہ السلام میدان اریحا میں عمالقہ سے چھ ماہ سے جہاد کر رہے ہیں، جب فتح کے آثار نمودار ہونے لگے تو جمعہ کا دن تھا اور سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا۔ اس زمانہ کی شریعت کے مطابق ہفتہ کی رات اور جمعہ کے دن شکار اور جہاد حرام تھا اور پھر سورج غروب ہونے کے بعد جہاد بند کر دیا جاتا تو دشمن کے غلبہ کا اندیشہ تھا۔ اس نے حضرت یوشع علیہ السلام نے دعا کی:

Marfat.com

''اے اللہ! ہم پر بقایا دن کو زیادہ کرتا کہ ہم جہاد کر کے فتح حاصل کریں۔''

آپ کی دعا مقبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے سورج کو وہیں روک دیا حتیٰ کہ جہاد ہوتا رہا اور آپ کے ساتھیوں کو فتح نصیب ہوئی۔ بنی اسرائیل کی فوجوں نے اریحاء پر قبضہ جمالیا، دشمنوں کو ہلاک کیا اور مال غنیمت حاصل کیا۔ اس کے بعد سورج غروب ہوا۔

جتنی دیر تک سورج غروب ہونے سے محبوس رہا اتنی دیر کے بعد مغرب کی سیاہی چھائی، ستاروں کے ظہور میں تاخیر ہوئی، چاند نے اپنی منازل طے کرنا موقوف کر دیا، بلکہ سارا نظام عالم ہی جمود و سکون کا شکار رہا۔

3: بخت نصر ایک کافر بادشاہ تھا جو بنی اسرائیل پر غالب ہوا۔ شہر بیت المقدس کو خراب کیا، تمام لوگوں کو پکڑ کر غلام بنا لیا تب حضرت عزیر علیہ السلام بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے۔ اس شہر پر گزرے، دیکھ کر تعجب کیا کہ یہ شہر پھر کیوں کر آباد ہوگا۔؟ اللہ کے حکم سے اس جگہ ان کی روح قبض ہوئی۔ پھر سو برس کے بعد وہ زندہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''آپ کتنی دیر رہے۔؟''

وہ بولے:

''میں ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم عرصہ یہاں ٹھہرا رہا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بلکہ آپ سو برس رہے۔''

((فانظر الی طعامك و شرابك لم يتسنه وانظر الی حمارك ولنجعلك اية للناس وانظر الی العظام كيف ننشز هاثم نكسوها لحماً))

(سورۃ البقرۃ، پارہ نمبر 3)

''اب دیکھو اپنے کھانے کو اور پینے کو کہ نہیں سڑے اور نہیں بدلے اور دیکھو اپنے گدھے کو اور تجھ کو ہم نمونہ بنانا چاہتے ہیں لوگوں کے لیے اور دیکھ (گدھے کی بوسیدہ) ہڈیاں کس طرح جڑتی ہیں، پھر ہم ان کو گوشت پہناتے ہیں۔''

حضرت عزیر علیہ السلام نے جب یہ دیکھا تو عرض کیا:

''میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے۔''

حضرت عزیر علیہ السلام وہاں سے گدھے پر سوار ہو کر چلے۔ آپ کی عمر چالیس برس کی تھی اور سو سال گزرنے کے باوجود آپ کی عمر وہی رہی۔ جب گھر گئے، آپ کا بیٹا جس کو دس سال کی عمر کا چھوڑ کر گئے ایک سو دس سال کا بوڑھا ہو گیا اور آپ کی ایک لونڈی جس کی عمر بیس سال تھی، دیکھا کہ اس کی عمر ایک سو بیس سال ہو گئی تھی، حالانکہ حضرت عزیر علیہ السلام نے نئے سرے سے شادی کی اور اس بیوی سے اولاد بھی ہوئی۔ (تفسیر خازن، جلد ا)

Marfat.com

سو برس گزرنے کے باوجود انگوروں کا رس اور زیتون کا پھل بالکل تازہ رہا۔ علماء کہتے ہیں کہ کائنات پر سو برس گزر گئے مگر زیتون اور انگور کے نچوڑ پر ایک آن بھی نہ گزری۔

4: اسی طرح اصحاب کہف کا واقعہ ہے کہ عام لوگوں پر تو تین سو پچاس سال گزر گئے لیکن ان لیے ایک دن بھی نہ گزرا۔ ان کے جسم ولباس غار میں بالکل سلامت اور جوانی وقوت وحسن بالکل اسی طرح تھا۔ قرآن مجید نے اس واقعہ کو سورۃ الکہف میں بیان فرمایا ہے۔

☆☆☆

باب نمبر 11:

رات کو معراج ہونے کے وجوہ

سوموار کی رات:

معراج کی رات سوموار کی رات تھی۔

حضرت ابن وحیہ فرماتے ہیں:

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج سوموار کو ہوئی اور ولادت باسعادت بھی سوموار کو۔ بعثت (غار حرا میں پہلی وحی) سوموار کو ہوئی اور ہجرت کیلئے مکہ سے مدینہ روانگی بھی سوموار کو۔ مدینہ منورہ میں پہنچنے بھی سوموار کو اور وفات سوموار کو ہوئی۔'' (سیرت حلبیہ، جلد ا، صفحہ نمبر ۴۰۵)

معراج اور رات:

یمن اور برکت سفر سید ابرار وسند اخیار محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم حرم پروردگار میں بوقت رات کے واقع ہوئی۔ جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

((سبحن الذی اسری بعبدہ لیلاً))

''پاک ہے وہ ذات کہ جس نے اپنے بندہ خاص کو رات کے وقت سیر کرائی۔''

حبیب کو کلیم سے ممتاز کرنے کی وجہ سے:

معراج کیلئے رات کا تعین کئی حکمتوں پر مبنی ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج رات کے وقت اس لیے کرائی گئی تاکہ کلیم وحبیب میں فرق بتایا جا سکے۔ تفاسیر میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کیا:

(الھی جعلتنی کلیماً وجعلت محمدًا حبیباً فما الفرق بین الکلیم

Marfat.com

و الحبیب))

''اے اللہ! مجھے کلیم بنایا اور حضرت محمد کو حبیب بنایا۔ پھر آپ ہی ارشاد فرمایئے کہ کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے۔؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کلیم وہ ہے جو ایسا کام کرے جس میں میری رضا مطلوب ہو اور حبیب وہ ہے جس کو میں دوست رکھوں۔ کلیم وہ ہے جو دن کو روزہ رکھے اور رات کو نوافل پڑھے۔ چالیس دن اس طرح گزارنے کے بعد طور سینا پر آئے تاکہ مجھ سے کلام کرے اور حبیب وہ ہے جو اپنے بستر پر اطمینان سے سویا ہوا ہو اور جبرائیل جائے اور باادب بیدار کر کے براق پر سوار کر کے میرے دربار میں لے آئے، تاکہ میں اس کو ایسے مراتب سے نوازوں کہ کوئی ان کی حقیقت کو نہ پا سکے۔''

رات کی پیدائش جنت سے ہونے کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ رات کی پیدائش جنت سے ہوئی اور دن کی پیدائش دوزخ سے ہوئی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج رات کو کرائی کیونکہ رات کو بہشت سے بایں معنی مناسبت ہے۔

رات کو دن پر فضیلت کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن مجید نے رات کو دن پر مقدم کیا ہے:

((وجعلنا اللیل والنھار ایتین))

''اور ہم نے رات اور دن دونوں کو دو نشانیاں بنایا۔''

مسلمانوں کے سال و ماہ کے شمار کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن مجید میں رات کو دن پر مقدم کیا گیا ہے اور وہ اس لیے کہ مسلمانوں کے سال اور ماہ کا حساب قمری طریقہ پر ہے نہ کہ شمسی طریقہ پر۔

فرقہ ثنویہ کی تردید کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس سے فرقہ ثنویہ کی تردید مطلوب تھی کہ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ دن بھلائی کو پیدا کرنے والا ہے اور رات برائیوں کو پیدا کرنیوالی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رات میں معراج کی عظمت عطا فرما کر بتلا دیا کہ بھلائی و برائی دونوں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں۔

سوموار کی رات منتخب کرنے کی وجہ:

جس رات معراج ہوئی وہ سوموار کی رات تھی یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ سوموار کی رات کی شان جمعہ کے

Marfat.com

ہم پلہ ہو جائے۔ (تفسیر روح البیان، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۴۱۲)

رات کے افتخار کے لیے:

1: شرح قصیدہ بردہ میں ہے:

((قال بعض اهل المعارف حکمته انه لما محی الله اية الليل و جعل اية النهار مبصرة كان الليل محزوناً ومنكسراً فكان الاسراء بحمد صلى الله عليه وسلم فی الليل بعد الته))

''بعض اہل معرفت نے فرمایا: رات کو معراج ہونے میں یہ حکمت ملحوظ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رات کی نشانی مٹادی اور دن کی نشانی کو دیکھنے کیلئے باقی رکھا، اس لئے رات مغموم تھی اور پریشان تھی۔ بنابریں اللہ جل شانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت معراج کرائی تاکہ دن اور رات میں عدالت ہو جائے۔''

2: علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاتقان فی علوم القرآن میں لکھا ہے:

''اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے سورج اور چاند کو یکساں روشن پیدا فرمایا تھا۔ پھر دن اور رات میں پہچان مشکل ہوگئی۔ تب اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے چاند پر اپنا پر مارا اور اس کے ذریعہ چاند کی روشنائی زائل کر دی۔ حتیٰ کہ جب چاند کی چاندنی سورج کے مقابلہ میں کمزور ہوگئی، تب دن اور رات میں فرق واضح ہو گیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

((وجعلنا الليل والنهار ايتين فمحونا اية الليل وجعلنا اية النهار مبصرة))

(سورۃ بنی اسرائیل)

''اور ہم نے رات اور دن کو قدرت کی دو نشانیاں بنایا جو کہ صانع کی صنعت پر دلالت کرتی ہیں۔ پھر رات کی نشانی کو ہم نے کچھ قدر مٹادیا اور دن کی نشانی کو باقی رہنے دیا۔''

لغت میں دراصل محوا یسے ازالہ کو کہتے ہیں جس میں اثبات باقی رہے۔

3: بعض علماء نے فرمایا ہے:

((انه افستخر النهار على الليل بالشمس فقيل لا تفتخر ان كان شمس الدنيا تشرق فيك فسيخرج شمس الوجود فی الليل الی السماء))

''ایک مرتبہ دن نے رات کو کہا: مجھے تجھ پر فضیلت ہے کہ مجھ میں سورج ظاہر ہوتا ہے، پھر اللہ جل شانہ کی طرف سے رات کو اطمینان دینے کیلئے دن کو خطاب ہوا: تجھے فخر نہ کرنا چاہیے کہ اگر دنیا کا سورج تیرے اوقات میں طلوع ہوتا ہے تو کائنات کے وجود اور ظہور کا سورج (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) رات کے

Marfat.com

وقت (معراج کرتے ہوئے) آسمان پر جلوہ گر ہوگا۔"

وقت محبت:

((انما جعله لیلًا تمکیناً للتخصیص لمقام المحبة لا نه تعالیٰ اتخذه علیه الصلوة والسلام حبیباً و خلیلا و اللیل اخص زمان لجمع حبیبین فیه الراحة فی الخلوة متحققة با اللیل))

(شرح قصیدہ بردہ: صفحہ نمبر ۳۹۰)

"اللہ تعالیٰ نے رات کو معراج کیلئے اس لئے مخصوص فرمایا کہ رات مقام محبت سے مخصوص ہے۔ چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنا حبیب اور خلیل بنایا اور رات دوستوں کو جمع کرنے کیلئے بنائی گئی ہے اور مقام خلوت جو رات کو حاصل ہوتا ہے دن کو حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے معراج بھی رات کو کرائی گئی۔"

رات کی فوقیت کی وجوہ:

معراج کیلئے رات کی تعین ایک خاص حکمت پر مبنی ہے۔ گویا ظاہر نظر میں دن رات سے افضل ہے کہ دن زیادہ روشن ہے، جس سے سب حال بخوبی واضح ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ تمام نظام انسانی اور حصول معیشت انسانی دن سے وابستہ ہے، مگر شرعی نکتہ نگاہ سے بچند وجوہ رات کو دن پر فوقیت حاصل ہے۔

قسم ارشاد فرمانے کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت نے چار مرتبہ رات کی قسم ارشاد فرمائی:

((واللیل وما وسق)) ((واللیل اذا عسعس))

((واللیل اذا یغشی)) ((و اللیل اذا سجی))

حضرت موسیٰ سے رات کے وعدے کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا کرنے کی معیاد راتوں کی تعداد میں ارشاد فرمائی گئی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

((وو عدنا موسیٰ ثلثین لیلة))

"اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا۔"

Marfat.com

فتح ونصرت بنی اسرائیل کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فتح اور نصرت کی بشارت رات کو حاصل ہوئی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرمایا:

((فاسر بعبادی لیلاً))

''میرے بندوں کو رات کے وقت لے جاؤ۔''

لیلۃ القدر کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ راتوں میں سے ایک رات کی عبادت سے ہزار مہینہ کی عبادت کا ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

((لیلة القدر خیر من الف شهر))(سورة القدر، پارہ نمبر 30)

''شب قدر ہزار ماہ سے افضل ہے۔''

وقت خشوع ہونے کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اہل سعادت کو عبادت کے خزائن رات میں حاصل ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

((امن هو قامت اناء اللیل))

''اور وہ شخص جو رات کے اوقات میں خشوع وخضوع سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔''

صدقات کو پوشیدہ رکھنے کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ جو دو سخا نظر اغیار سے مخفی رکھنا ہو اور سبب رضا مندی الٰہی ہو تو وہ بھی رات میں دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

((الذین ینفقون اموالهم باللیل))

''وہ لوگ جو صدقات کو رات میں خرچ کرتے ہیں۔''

وقت تلاوت ہونے کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ مقربانِ شیریں گفتار کو قرأت کا ذوق رات کو حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

((یتلون ایات الله انا اللیل))

Marfat.com

''وہ لوگ جو قرآن مجید کی آیتوں کو رات کے اوقات میں پڑھتے ہیں۔''

وقت تسبیح ہونے کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ رکوع اور سجود کرنیوالوں کو بسط اور اطمینان کی دولت رات کو ملتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

((ومن اللیل فسبحته))

''اور رات کے وقت آپ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کریں۔''

دلیل قدرت ہونے کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ حقائق واسرار الٰہی کی معرفت حاصل کرنے والوں کو آیات قدرت میں تفکر وتدبر کا موقعہ رات کو ملتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

((ومن ایاته منامکم باللیل))

''اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے تمہاری رات کی نیند ہے۔''

وقت سکون ہونے کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ زینت، تجمل اور سکون، صدق اور توکل کو دوام واستمرار رات میں ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

((وجعلنا اللیل ساکناً))

''اور ہم نے رات کو سکون کا سبب بنایا۔''

تہجد کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ بندگانِ پروردگار جو تہجد گزار ہیں ان کے جبین مبین میں نورانیت کا ظہور رات کی عبادت کے سبب سے ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

((من کثر صلوته با اللیل حسن وجهه بالنهار))

''جو شخص رات کو زیادہ نماز نوافل پڑھے گا دن کو اس کا چہرہ نور عبادت سے روشن ہوگا۔''

محبت صحابہ کی وجہ سے:

اگر معراج دن کو ہوتی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتے لے کر حاضر ہوتے تا کہ براق پر سوار کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کیلئے لے جائیں تو صحابہ کرام جو آپ کے حسن وجمال کے پروانہ تھے وہ آپ کے بغیر کسی طرح

Marfat.com

صبر و سکون نہ کر سکتے بلکہ دامن رسالت سے وابستہ ہو کر التجا کرتے:

''ہم آپ کی فرقت برداشت نہیں کر سکتے۔''

حضور علیہ السلام اپنے صحاب کرام کو اپنے دامن وصال سے دور کرنا گوارا نہ فرماتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

((وبالمومنين روف الرحيم))

''اور وہ نبی ایمانداروں پر بہت مہربان اور رحم کرنے والے ہیں۔''

ایمان بالغیب کی وجہ سے:

((قال بعض الفضلاء لعل تخصيصه بالليل ليزدا والذين امنوا ايمان بالغيب وليفتن الذين كفروزيادة على فتنتهم اذا الليل اخفى حالاً من النهار))

(شرح قصیدہ بردہ: صفحہ نمبر ۳۹)

''بعض فاضل علماء نے فرمایا ہے کہ معراج کا خاص طور پر رات کو مقرر ہونا اس لئے ہے تاکہ ایمان دار لوگوں کے ایمان بالغیب میں زیادتی ہو جائے اور کافروں کے اندر فتنہ کی مرض زیادہ ہو جائے۔''

صدیق و زندیق میں امتیاز کرنے کی وجہ سے:

رات کو معراج ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ رات کے معاملات دن کے اعتبار سے مخفی ہوتے ہیں، جو اسے مان لیں گے ان کا ایمان بالغیب زیادہ ہو جائے گا اور جو انکار کریں گے ان کا کفر ظاہر ہو جائے گا۔ گویا اس معراج کے قصہ سے صدیق اور زندیق میں امتیاز ہو جاتا ہے۔

☆☆☆

باب نمبر 12:

معراج کی رات شقِ صدر اور اس کے متعلقہ مسائل

زمزم اور ایمان و حکمت سے بھرا طشت:

معراج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی کعبۃ اللہ ہی میں تھے کہ فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوئی جن کے پاس ایک سنہری طشت زمزم کے پانی سے بھرا ہوا تھا اور ایک طشت ایمان اور حکمت سے لبریز تھا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''میرا سینہ اوپر سے نیچے تک شق کیا (کھول دیا) گیا اور میرا قلب نکال کر ایک سنہری تھال میں آب زم زم سے دھویا گیا۔ پھر ایک اور تھال لایا گیا جس میں ایمان اور حکمت رکھی ہوئی تھی، میرے دل کو ایمان اور

Marfat.com

حکمت سے بھر دیا گیا۔ پھر دل کو اصلی مقام پر رکھ کر اوپر سے درست کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۲)

کیفیت شق صدر:

حضرت محمد بن اسماعیل حقی فرماتے ہیں:

((شق صدره الشريف جبريل عليه السلام اى اشار الى ذالك فانشق فلم تكن الشق بالة ولم يسل دم ولم يحدله عليه الصلوٰة والسلام المسا))

(تفسیر روح البیان، جلد ۲، صفحہ ۳۹۲)

''حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جو شق صدر مبارک کیا ہے اس کی کیفیت صرف اس قدر ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اشارہ کیا تو آپ کا سینہ مبارک کھل گیا۔ حتیٰ کہ آپ کے سینہ مطہرہ کو کسی ہتھیار سے نہ چیرا اور نہ کسی قسم کا خون بہا اور نہ ہی کسی قسم کا درد محسوس ہوا۔''

زمزم سے دل کو دھونا:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اتيت فانطلمقوا بى الى زم زم فشرح عن صدرى ثم غسل بماء زم زم))

(صحیح مسلم)

''میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور وہ زم زم کے پاس لے گیا اور میرا شق صدر کیا اور میرے دل کو آب زم زم سے دھویا۔''

آب زمزم استعمال کرنے کی وجہ:

حضرت ابن ابی حمرہ لکھتے ہیں:

''معراج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو اور غسل کیلئے حوض کوثر کا پانی دیا گیا اور شرح صدر کے وقت زم زم کا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ زم زم کے پانی کی اصل بہشت ہے چہ جائیکہ اس کا قرار زمین پر ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت بھی زمین پر باقی رہ جائے۔ یہی وجہ ہے کہ زمزم کا پانی حوض کوثر کے پانی سے افضل ہے۔ اس لئے شق صدر میں یہ پانی استعمال کیا گیا۔''

(مواہب لدنیہ، جلد ۲، صفحہ ۱۱) (زرقانی، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۳۰)

رسول اللہ کے دل کی آنکھیں:

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مبارک دھو چکے تو عرض کیا:

Marfat.com

((قلب سديد فيه عينان تبصران و اذنان تسمعان))

(کتاب الشفاء، جلد ۱، صفحہ ۱۰۳)

''آپ کا دل مبارک عزم اور استقلال والا ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔''

ایمان و حکمت تھال میں:

ایمان اور حکمت اگرچہ ذی اجسام اور ذی صورت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ غیر جسمانی چیزوں کو جسمانی صورت عطا فرمائے اور ایمان اور حکمت کا تمثیل ایک طشت میں نمودار ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت شان پر دلالت کرتا ہے۔

جسم رسول ملائکہ سے بھی زیادہ لطیف......نورانیت نبی:

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

''بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ شق صدر مبارک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ہونے کے منافی ہے تو یہ ایک وہم ہے، جو غلط ہے اور خیال ہے جو بالکل ہی باطل ہے:

((و كونه مخلوقاً من النور لا ينا فيه))

''اور آپ کا نور سے تخلیق ہونا اس کے منافی نہیں۔''

(نسیم الریاض، شرح قاضی عیاض، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۳۸)

معراج النبی اور سونے کے برتن کا استعمال:

معراج کی رات فرشتے سونے کے برتنوں میں آب زمزم اور آب کوثر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت میں سونے کے برتن کا استعمال حرام ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سونے کا استعمال دنیا میں حرام ہے، لیکن آخرت میں مومنوں کے لئے خاص استعمال ہوگا۔ اسراء کا قصہ درحقیقت عالم آخرت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((للذين امنوا فى الحيوة الدنيا خالصة يوم القيامة))

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((هو لهم فى الدنيا ولنا فى الاخرة))

''سونا کافروں کیلئے دنیا میں ہے اور ہمارے لئے آخرت میں ہوگا۔''

دوسرا جواب یہ ہے کہ سونے کے تھال کا استعمال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ فرمایا بلکہ فرشتوں نے استعمال کیا، جو شریعت کے احکام کے مکلف نہیں ہیں۔

Marfat.com

تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ تحریم سے پہلے کا ہے، کیونکہ سونے چاندی کے برتنوں کا استعمال مدینہ منورہ میں حرام ہوا اور معراج مکی دور میں کروائی گئی۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ معراج کا سارا قصہ اللہ کے حکم سے ہوا۔ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے زرین طشت کا استعمال ہوا تو حرمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اس طشت کے لانے میں اور اس کے استعمال میں بحسب عرف و عادت بھی ایک تکریم کا نوع تھا، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام عالم میں مکرم اور معظم ہیں۔

شق صدر کی تعداد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شق صدر کئی مرتبہ ہوا، تفصیل درج ذیل ہے:

1: آپ کا شق صدر طفولیت کے عہد میں ہوا جب کہ آپ بنی سعد کے ہاں دائی حلیمہ کے پاس رہتے تھے۔

2: تفسیر درمنثور میں ایک روایت ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شق صدر دس سال کی عمر میں بھی ہوا۔

3: جب کہ آپ کی عمر مبارک بیس برس کی تھی۔

4: بعثت کے بعد ہوا جس طرح کہ ''دلائل نبوت'' میں ابو نعیم اصبہانی نے بیان کیا ہے۔

5: معراج کے آغاز میں ہوا۔

☆☆☆

باب نمبر 13:

مکۃ المکرّمہ سے معراج ہونے کا فلسفہ

مکۃ المکرّمہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی اس کی کئی وجوہ ہیں۔ چند ایک ملاحظہ کیجئے۔

مقام ہدایت:

جب حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے رب العالمین عز وجل کی بارگاہ کا قصد فرمایا تو آپ کا یہ مقصد معراج اس مقدس مقام سے شروع ہوا جس کا نام ''ہدی للعالمین'' ہے، کیونکہ ان اسماء شریفہ میں ایک قسم کا جزوی تناسب تھا، اس لیے رحمۃ للعالمین کی معراج رب العالمین نے ہدی للعالمین والی زمین سے شروع فرمائی۔

مکہ و مدینہ کی درمیانی زمین کی فضیلت:

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ مکہ سے مدینہ منورہ تک جو زمین ہے اس پر انوار معراجیہ کا ورود ہو اور ان انوار سے برکت حاصل ہو، اس لئے مکہ شریف سے معراج ہوئی۔ اگر مدینہ منورہ سے معراج ہوتی تو مکہ اور مدینہ کے درمیان والی زمین معراج کے انور و برکات سے مستفیض نہ ہو سکتی۔

Marfat.com

تسلی قلب کے لیے:

مکہ مکرمہ سے معراج ہونے کا سبب یہ ہے کہ جتنی مکہ میں ایذائیں دی گئی اتنی کہیں بھی نہیں دی گئی۔ جب کفار نے ایذائیں نہایت کردی تو رب کریم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو تسلی دی اور قدرت کے وہ عجائب اور غرائب دکھائے اور سنائے جو نہ کسی نے دیکھے اور نہ کسی نے سنے ہیں۔

شعب ابو طالب میں پورے تین سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس حال میں رہنے پر مجبور کیا گیا کہ زندگی کے تمام ذرائع ان سے روک لئے گئے۔ حتیٰ کہ کھانا پینا بند کر دیا گیا۔ ایسا سخت دباؤ ڈال کر بائیکاٹ کیا گیا جس سے زیادہ بائیکاٹ ممکن نہ تھا۔ قاعدہ ہے کہ جس چیز کو ایک طرف دباؤ گے تو دوسری طرف اس کا ابھرنا ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شعب ابی طالب کی تکالیف کا آپ کو وہ صلہ ملا جو حراء کے واقعہ سے زیادہ ندرت رکھتا ہے۔ ایک رات کی ایک آن میں وہ عروج حاصل ہوا جو آج تک کسی کو نہ ہوا اور نہ ہوگا۔

مکہ اور بیت المقدس کی فضیلت:

جس طرح بچہ کو ماں کے پیٹ میں ناف سے غذا ملتی ہے اسی طرح تمام روئے زمین کو ساری برکتیں بیت اللہ سے ملتی ہیں۔ اس لئے اس کو ناف زمین بھی کہتے ہیں۔ برکات کا دوسرا مرکز بیت المقدس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسراء کی ابتداء مکہ سے اور اس کی انتہا بیت المقدس میں ہوئی تا کہ دنیا اور آخرت کے برکات کے دو چشمے رسالت کے ان انوار سے مستفیض ہوں جو معراج میں جلوہ گر تھے۔

ایک بیت اللہ سے دوسرے بیت اللہ کی طرف:

آپ کو مکہ شریف سے اس لئے معراج ہوئی تا کہ اسراء کی ابتداء اور انتہا میں مساوات ہو جائے یعنی معراج وہ سفر جس کا زمین سے تعلق ہے۔

یہ سفر ایک بیت اللہ (خانہ کعبہ) سے شروع ہوا اور دوسرے بیت اللہ (بیت المقدس) میں ختم ہوا۔ گویا بعنوان دیگر یوں کہہ سکتے ہیں:

((منه البداية و اليه النهاية))

"اس سے شروع اور اسی تک مقصود کی انتہا ہے۔"

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 14:

براق پر سواری اور اس کے متعلقہ مسائل

براق اور اس کی خاصیت:

براق ایک سفید چمکدار جانور تھا جو بجلی کی مانند تیز رفتار تھا۔ یہ تذکیر و تانیث سے پاک تھا۔ اس کا سینہ مثل یاقوت سرخ کے اور پیٹھ مثل چمکدار سفید موتی کے اور ٹانگیں مثل زمرد سبز کے اور دم اس کی مرجان خالص کی طرح تھی۔

حدیث مبارکہ میں ہے:

((وھو دابۃ ابیض طویل فوق الحار دون البغل یضع حافرہ عند منتھی طرفہ))(صحیح مسلم، جلد ا، صفحہ نمبر ۹۱)

"براق سفید رنگ کا جانور تھا جو گدھے سے قدرے بلند اور خچر سے قدرے چھوٹا تھا۔ جہاں اس کی نظر کی انتہا ہوتی وہاں اس کا قدم پڑتا تھا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے:

"اس براق کی خوبی ہے کہ پہاڑ پر چلتے وقت پاؤں لمبے ہو جاتے ہیں اور اترتے وقت ہاتھ لمبے ہو جاتے ہیں تاکہ سوار کو ہر طرح آسانی ہو جائے۔" (سیرت حلبیہ، جلد ا، صفحہ نمبر ۴۰۸)

براق پر سواری کی وجہ......رفتار انبیاء:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر شریف میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جب آپ بیت المقدس میں پہنچے تو وہاں بھی ان کو موجود پایا، پھر چھٹے آسمان پر بھی موجود تھے۔ اسی طرح آدم علیہ السلام کو بیت المقدس میں دیکھا، پھر پہلے آسمان پر پہنچے تو وہاں موجود تھے تو اس میں کمالات نبوت کا اظہار ہے کہ نبی کو یہ طاقت حاصل ہے ایک آن میں جہاں چاہیں موجود ہو سکتے ہیں حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے براق پر وہاں جانے سے بھی اللہ کے نبی پہلے پہنچ جاتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبوت کی طاقت براق کی پرواز سے بھی بہت بالاتر ہے، جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجاب کبریا کے پاس ایک قدم سے اتنا فاصلہ طے فرمایا جتنا کہ زمین سے حجاب کبریا تک ہے۔ اس لئے علماء کہتے ہیں:

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کیلئے براق کی حاجت نہ تھی لیکن الراکب اعز من الماشی سوار پیادہ سے زیادہ معزز ہوتا ہے، بنابریں آپ براق پر سوار ہو کر معراج کو گئے۔"

Marfat.com

حضرت جبرائیل کو ردیف بنانا:

عمدة القاری میں ہے کہ بیت المقدس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو براق پر ردیف بنالیا۔ مستدرک میں حدیث ہے:

((اتیت بالبراق فرکبت خلف جبریل))

''میں جب براق کے پاس آیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پیچھے سوار ہو گیا۔''

صحیح ابن حبان کی روایت میں ہے:

((وحمله جبریل علی البراق ردیفاگه))

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے براق پر ردیف بنالیا۔''

کتاب الشفاء میں ہے:

((مازال ظهر البراق حتیٰ راجعا))

''دونوں براق پر سوار رہے حتیٰ کہ معراج سے واپس آ گئے۔''

مخصوص سواری:

تحقیق یہ ہے کہ براق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخصوص سواری تھی:

((وضعیف بان ابا حمزة میمون الا عور تفربه))

''یہ روایت جس میں براق پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کا سوار ہونا مذکور ہے ضعیف ہے کیونکہ ابوحمزہ میمون اعور نے تمام ثقہ راویوں سے تفرد کیا ہے۔''

حیات الحیوان میں علامہ دمیری فرماتے ہیں:

((ان الظاهر عندی ان جبریل لم یرکب مع النبی ﷺ البراق لیلة الاسراء لانه المخصوص بشرف الاسراء))

''بیشک میرے نزدیک ظاہر یہی ہے کہ معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو براق پر سوار نہیں کیا۔ اس لئے کہ براق پر سوار ہونا معراج کا شرف تھا جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت تھی۔''

براق کو باندھنے کے متعلق روایات:

براق کو باندھنے کے متعلق سنن ترمذی کی دو روایتوں میں تعارض نظر آتا ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''جس براق کو اللہ تعالیٰ نے مسخر کر دیا تھا اس کو باندھنے کی کیا ضرورت ہے۔؟''

(ترمذی، جلد ۲، صفحہ نمبر ۱۴۳)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اشارہ سے پتھر کا سوراخ ظاہر ہوا جہاں براق کو اس سے باندھا گیا۔

(ترمذی، جلد ۲، صفحہ نمبر ۱۴۱)

ان دونوں روایتوں میں تطبیق یوں ہوگی کہ مثبت حدیث کو نافی پر مقدم مانا جائے گا۔ ویسے بھی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع ہے جو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے اور حضرت حذیفہ کی روایت ہے حدیث نہیں ہے تو ان دونوں اقوال میں تعارض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا جس میں تطبیق کی ضرورت ہو۔ اس لئے کہ اصول حدیث کے قاعدہ کے لحاظ سے تعارض کیلئے درجہ میں مساوات ضروری ہے۔

براق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسخر تھا لیکن عموماً کیونکہ جانوروں کو باندھا جاتا ہے اس لیے رواج کے مطابق اس کو باندھا گیا۔ اس لیے نہیں باندھا گیا کہ کہیں وہ بھاگ نہ جائے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے قول کا یہی مطلب ہے کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ براق کو کسی خطرہ کی وجہ سے باندھا گیا تھا۔

براق کے راستے میں ٹھہر جانے کی وجوہ:

براق نے معراج کا تمام سفر طے نہ کیا اور راستہ میں ٹھہر گیا۔ اس کی چند وجوہ ہیں:

1: براق پر سوار ہونے سے آپ کی نورانی قوت پر شبہ وارد ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے آپ حجاب کبریا سے آگے براق کے سوا گئے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو معراج میں براق کی احتیاج نہ تھی بلکہ براق اس شرف پانے میں آپ کی ذات سے حاجت مند تھا۔

2: کریم لوگوں کی عادت ہے کہ جب اپنے پیشوا کے آستانہ پر جاتے ہیں تو اس درگاہ سے کچھ فاصلہ پر اتر جاتے ہیں جس سے درگاہ معلیٰ کا احترام مقصد ہوتا ہے، اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی لامکاں کے قریب براق سے اتر گئے اور بلاواسطہ بغیر کسی سواری کے مقام اوحی کا شرف پایا۔

3: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس قدر اعلیٰ مقام اور بلند درجہ پر گئے کہ نہ وہاں کوئی مقرب فرشتہ جا سکتا ہے نہ کسی کو پرواز کی مجال ہے۔ اس لئے براق ٹھہر گیا کہ اس سے آگے جانے کی اس کو طاقت ہی نہ رہی۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 15:

حضرت موسیٰ کی نماز، دیگر انبیا کرام بیت المقدس میں، حیات انبیاء......ارواح اور اجسام کا تعلق

حضرت موسیٰ نماز میں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''معراج کی رات ریت کے سرخ ٹیلے کے پاس میرا گزر ہوا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھ رہے تھے۔''

تمام انبیاء کرام قبور میں زندہ ہوتے ہیں:

اگر کوئی دریافت کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے کس طرح دیکھا ہے؟ حالانکہ عالم برزخ میں عبادت کے وہ مکلف نہ رہے تو مسند ابو یعلیٰ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

((الانبیاً احیاء فی قبور ھم یصلون))

''تمام انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں اور وہ اپنی قبروں میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔''

قبور میں نماز پڑھنا:

حلیۃ الانبیاء میں لکھا ہے کہ ثابت بنانی نے حضرت حمید سے پوچھا:

''کیا آپ نے سنا ہے کہ نبیوں کے سوا کوئی دوسرا شخص اپنی قبر میں نماز پڑھتا ہے؟''

حضرت حمید نے فرمایا:

''صرف نبیوں کا خاصہ ہے کہ وہ اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔''

رسول اللہ کی برزخی زندگی:

علامہ عبدالوہاب شعرانی تحریر فرماتے ہیں:

((وقد صحت الاحادیث ان صلی اللہ علیہ وسلم حی فی قبرہ یصلی باذان و اقامۃ کما اخبر بذالک فی حق موسیٰ وغیرہ من الانبیاء علیھم السلام لیلۃ

Marfat.com

المعراج))(منح الملة، صفحه نمبر ۹۲)

''صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر شریف میں زندگی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں اور آپ اذان واقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں، جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دوسرے نبیوں کی خبر دی ہے کہ آپ نے ان کو معراج کی رات نماز پڑھتے دیکھا ہے۔''

اجسام انبیاء کرام اور زمین:

مزید برآں حضور سید عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ زمین انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام نہیں کھاتی۔

یہ بھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات بیت المقدس میں انبیائے کرام علیہم السلام کے اجتماع میں شریک ہوئے اور آسمان میں بھی انبیائے کرام علیہم السلام سے ملے، خاص طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے۔

یہ بھی آپ کا فرمان عالی شان ہے کہ جو مسلمان مجھے سلام کرتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے سلام کا جواب دینے کے لئے میری رُوح مجھ پر لوٹا دیتا ہے۔

انبیاء کرام کی حیات:

حضور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے جو یہ خبر دی ہے کہ آپ نے معراج کی رات میں انبیاء علیہم السلام کو دیکھا تو بعض محدثین کا خیال ہے کہ آپ نے ان کے جسموں کو روح کے ساتھ دیکھا کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے رب تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں۔

جاننا چاہئے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو بیت المعمور سے ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کے حلیہ بھی بیان فرمادیئے۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

''آپ کا رنگ گندمی تھا اور آپ لمبے قسم کے آدمی ہیں جیسے قبیلہ سنوۃ کے آدمی ہوتے ہیں۔''

حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

''آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے جیسے آپ ابھی ابھی نہا کر غسل خانے سے نکلے ہوں۔ جس نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو نہ دیکھا ہو وہ مجھے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) دیکھ لے۔''

لیکن اکثر ارباب حدیث کا قول ہے کہ آپ نے صرف انبیاء علیہم السلام کی ارواح کو دیکھا، کیونکہ ان کے اجسام تو قبروں میں ہیں جو محشر سے پہلے نہیں اُٹھائے جائیں گے، ورنہ ان کا محشر سے پہلے زمین سے اُٹھنا لازم آئے گا اور پھر نفخ صور کے وقت مرنا لازم نہیں آئے گا۔ جس سے تین اموات لازم آئیں گی جو سراسر غلط ہیں۔ اگر ان کے اجسام قبور سے

Marfat.com

اُٹھالئے گئے ہوتے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ان سے بہشت کا وعدہ نہ فرماتا بلکہ بہشت میں ہوتے۔

حضور نبی کریم رؤف ورحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان عالی شان ہے:

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ سے پہلے انبیاء پر جنت حرام فرمادی ہے۔ سب سے پہلے میں ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور سب سے پہلے میں ہی قبر سے اُٹھوں گا۔''

تو زندہ ہے واللہ!:

بلاشبہ آپ کا جسم مبارک قبر میں تروتازہ اور نرم ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور سید الرسل امام السبل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے دریافت کیا تھا:

''آپ کی وفات کے بعد آپ پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائے گا۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ رحیم وکریم نے مٹی پر انبیاء کرام کے جسم کو حرام فرمادیا ہے۔''

فرشتوں کا سلام پہنچانا:

ارشاد نبوی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی قبر انور پر فرشتے مقرر فرمادیئے ہیں جو آپ کو آپ کی اُمت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔

روح مبارک اعلیٰ علیین:

یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کی روح مبارک اعلیٰ علیین میں انبیائے کرام علیہم السلام کی ارواح کے ساتھ اعلیٰ قدوسیوں کی جماعت میں ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں حالت نماز میں:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے یا ساتویں آسمان پر بھی دیکھا۔ اس سے پتہ چلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جسم قبر میں تھا، روح آسمان پر تھی اور روح کا بدن سے ایک خاص قسم کا تعلق تھا کہ آپ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور سلام کرنے والے کے سلام کا جواب بھی دیتے تھے، حالانکہ روح رفیق اعلیٰ میں تھی۔ یہ دونوں قول منفرد ہیں۔

مسجد اقصیٰ میں نماز:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''میں اور جبرائیل علیہ السلام دونوں مسجد میں داخل ہوئے تو انبیاء علیہم السلام کو میں نے پہچانا، کوئی صاحب

Marfat.com

قیام میں ہے، کوئی رکوع میں اور کوئی سجدہ میں ہے۔ پھر ایک اذان کہنے والے نے اذان کہی اور پھر اقامت کہی گئی۔ اس وقت ہم صفیں درست کر کے اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ کون امامت کرتے ہیں۔ سو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور میں نے ان سب کو نماز پڑھائی۔"

رسول اللہ کو امام بنانے کی وجہ:

تفسیر قرطبی میں ہے:

"تمام نبیوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امام بنانا چاہا کہ ہمارے اندر بھی اس کی اقتداء کرنے میں خوبی کا اثر ہو جائے اور محبوبیت کی خوشبو حاصل ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام اور مقتدی میں ایک خاص تعلق ہوتا ہے جس کی بناء پر امام کی نماز مقتدی کی نماز کو مشتمل ہوتی ہے، حتیٰ کہ امام کی خوبیاں مقتدی میں سرایت کرتی ہیں۔"

انبیاء کرام کا اجتماع جسمانی تھا:

اس مقام پر مسلمانوں کو جس بات کا عقیدہ رکھنا لازمی ہے وہ یہ ہے کہ یہ مقدس اجتماع نبیوں کا محض روحانی نہ تھا، بلکہ جسمانی تھا اور سب کے سب مجسم اور اپنی شکل وشباہت میں تھے جو ان کو دنیا میں عطا ہوئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص روحانی وجود کے ساتھ نماز پڑھے اور اصلی وجود اس کا اس میں شامل نہ ہو تو شرعاً نماز نہیں ہوتی۔ چنانچہ ملا علی قاری مرقاۃ المفاتیح، جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۴۳۰ میں فرماتے ہیں:

((فان حقیقة الصلوٰه وهی الایتان بالافعال المختلفة انما لا جسارم لا للارواح))

"اس لئے نماز افعال مختلفہ قیام، رکوع، سجود، قعدہ کی ادائیگی کا نام ہے اور یہ اجسام سے ہو سکتی ہے، ارواح مجردہ نماز کے ارکان ادا نہیں کر سکتے۔"

امام بیہقی کا عقیدہ:

((قال البیهقی ان الانبیاء بعد ما قبضوا ردت الیهم ارواحهم فهم احیاء عند ربهم کا الشهداء)) (زرقانی شرح مواهب لدینه)

"امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمام نبی زندہ ہیں حتیٰ کہ جب ان کی روحیں وفات کے وقت نکالی جاتی ہیں، تو پھر وہ روحیں ان سب کے جسموں میں واپس لوٹا دی گئی ہیں، پس سب نبی اللہ کے نزدیک زندہ ہیں، جیسے کہ شہید زندہ ہیں۔"

Marfat.com

انبیاء واولیاء کی زندگی:

نبی ہوں یا ولی یا شہید ان کیلئے موت کے بعد کی حیات دائمی اور ابدی ہو جاتی ہے، وہ اس طرح قوی حیات ہوتی ہے کہ دینوی حیات سے بہت بالاتر ہوتی ہے۔ وہ اس دنیا میں زندہ ہیں مگر ہم اس بات کا شعور نہیں کر سکتے۔

سیدنا صدیق اکبر کا قول:

بخاری، جلد ا، صفحہ نمبر ۱۶۶ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کر کے یوں کہا:

((لا یجمع الله علیك موتتین اما الموت التی كتب الله علیك فقد متها))

''اے اللہ کے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ دو موتیں جمع نہ کرے گا۔ مگر وہ موت جو اللہ تعالیٰ نے لکھی تھی'' وہ ہو گزری۔''

صاحب دلائل الخیرات کا عقیدہ:

اس لئے امام منصور بغدادی نے کہا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعد وفات کے زندہ ہیں اور آپ امت کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان میں سے گنہگاروں کے گناہ سے مغموم ہوتے ہیں اور آپ کی امت سے جو شخص بھی درود شریف پڑھتا ہے، وہ آپ تک پہنچ جاتا ہے۔

(جلا افہام، از ابن قیم) (دلائل الخیرات)

کمال نبوت:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر شریف میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جب آپ بیت المقدس میں پہنچے تو وہاں بھی ان کو موجود پایا، پھر چھٹے آسمان پر بھی موجود تھے۔ اسی طرح آدم علیہ السلام کو بیت المقدس میں دیکھا، پھر پہلے آسمان پر پہنچے تو وہاں موجود تھے تو اس میں کمالات نبوت کا اظہار ہے کہ نبی کو یہ طاقت حاصل ہے ایک آن میں جہاں چاہیں موجود ہو سکتے ہیں حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے براق پر وہاں جانے سے بھی اللہ کے نبی پہلے پہنچ جاتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبوت کی طاقت براق کی پرواز سے بھی بہت بالاتر ہے، جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجاب کبریا کے پاس ایک قدم سے اتنا فاصلہ طے فرمایا جتنا کہ زمین سے حجاب کبریا تک ہے۔ اس لئے علماء کہتے ہیں:

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کیلئے براق کی حاجت نہ تھی لیکن الراکب اعز من الماشی سوار پیادہ سے زیادہ اچھا ہوتا ہے، بنابریں آپ براق پر سوار ہو کر معراج کو گئے۔''

Marfat.com

ارواح کا قبور سے تعلق:

اگر کوئی کہے کہ مرنے کے بعد ارواح قبور میں رہتی ہیں تو کیا یہ بات صحیح ہے۔؟
ارواح کے قبور میں رہنے سے اگر یہ مراد ہے کہ وہاں سے کبھی جدا ہی نہیں ہوتیں تو یہ سراسر غلط ہے اور اس کی تردید قرآن وحدیث سے ہوتی ہے۔ اس کے کچھ دلائل تو بیان ہو چکے اور کچھ ہم بیان کریں گے۔ انشاءاللہ! اور اگر ارواح کے قبور میں رہنے سے یہ مراد ہے کہ کبھی قبور میں آجاتی ہیں یا اپنی حقیقی جگہ پر رہ کر قبروں سے تعلق قائم رکھتی ہیں تو یہ بات درست ہے، مگر اس سے معلوم ہوا کہ قبریں ان کے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہیں۔

علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں:

''تم دیکھتے نہیں کہ اس قول پر دلالت کرنے والی احادیث بھی اس قول پر دلالت کرتی ہیں کہ متواتر احادیث سے ابن عمر رضی اللہ عنہما، براء بن عاذب، انس، جابر اور ابن سلام رضی اللہ عنہم والی تمام احادیث اور عذاب وثواب قبر والی تمام احادیث مراد ہیں۔ یہ قول صحیح احادیث سے اور آثار سے غلط ثابت ہوتا ہے۔ ان کے سب کے سب دلائل سے ارواح کا مستقر بہشت اور رفیق اعلیٰ ہی معلوم ہوتا ہے۔ ہم نے اس سے قبل بیان کیا ہے کہ مردوں پر جنت اور دوزخ پیش کیے جانے سے ارواح کا ہمیشہ قبور میں یا قبور کے پاس رہنا لازم نہیں آتا بلکہ ان کا قبور سے تعلق ثابت ہوتا ہے۔ اسی تعلق پر اس کے ٹھکانے پیش کیے جاتے ہیں کیونکہ روح کا معاملہ ہی الگ ہے۔ وہ رفیق اعلیٰ اور اعلیٰ علیین میں رہتے ہوئے بھی اس حقیقت سے بدن سے متصل ہے کہ جب مردے پر کوئی مسلمان سلام کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر اس کی روح لوٹا دیتا ہے اور وہ اس کے سلام کا جواب دیتا ہے حالانکہ روح ملاء اعلیٰ میں ہے۔ اس پر اکثر لوگوں کو یہ مغالطہ ہوتا ہے کہ جسم کی طرح بیک وقت دو مکانات میں روح کا پایا جانا ناممکن ہے، مگر یہ فریب ہے۔

روح آسمانوں پر اعلیٰ علیین میں ہونے کے باوجود بھی قبر میں آکر سلام کا جواب دیتی ہے اور سلام کرنے والے کو جانتی ہے۔ حضور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کی روح مبارک دائمی طور پر رفیق اعلیٰ میں رہتی ہے، لیکن قبر میں سوال کرنے والوں کے سلام سن کر ان کا جواب دیتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور انہیں چھٹے آسمان پر بھی دیکھا گیا۔ اس صورت میں یا تو روح انتہائی سریع الحرکت ہے کہ پلک جھپکنے میں ہزاروں سال کی مسافت طے کر لیتی ہے یا اس کا قبر سے اور اس کے ماحول سے تعلق قائم رہتا ہے، جیسا کہ سورج آسمان میں ہے مگر کرنوں کے ذریعہ زمین سے بھی اس کا تعلق ہے۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ سونے والے کی روح ذرا سی دیر میں ساتوں آسمانوں کی مسافت طے کر کے بارگاہ الٰہی میں سجدہ کرتی ہے اور کھڑی ہو جاتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے بارے میں اپنا فیصلہ صادر فرماتا ہے۔ فرشتے اسے اس کے لیے جنت میں جو

Marfat.com

نعمتیں تیار ہیں انہیں دکھاتے ہیں۔ پھر روح اُتر کر تجہیز و تکفین میں شامل ہو جاتی ہے۔

جیسا کہ ابن عباس والی حدیث میں اس کی صراحت آگئی ہے کہ تجہیز و تکفین کی معمولی سی مدت میں فرشتے روح کو اُتار کر لاتے ہیں اور اس کے جسم کے ساتھ کفن میں داخل کر دیتے ہیں۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ غابہ میں اپنے کھیتوں پر گیا۔ وہاں رات ہو گئی۔ بالآخر حضرت عبداللہ بن حرام رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس ٹھہر گیا۔ میں نے قبر سے قرأت کی آواز سنی۔ اس سے بہتر قرأت کبھی نہیں سنی تھی۔ پھر میں نے یہ واقعہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ عبداللہ ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو قبض کر کے یاقوت وزبرجد کی قندیلوں میں رکھ کر انہیں بہشت کے مابین لٹکا دیا ہے۔ رات کو ارواح آتی ہیں اور صبح کو چلی جاتی ہیں۔''

مذکورہ حدیث میں ارواح کی سرعت حرکت کی صراحت ہے کہ وہ ذرا سی دیر میں عرش سے فرش تک اور فرش سے عرش تک پہنچ جاتی ہیں۔ اسی سبب سے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ارواح چھوڑی ہوئی ہیں، جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہے۔ عوام بھی خواب میں مردوں کی ارواح سے ملاقات کر لیتے ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کرتے کہ یہ بہت دور سے آئی ہیں۔ اہل قبور پر سلام وخطاب سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ ارواح جنت میں نہ ہوں اور قبر کے پاس ہوں۔

غور کیجئے! حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مقدسہ اعلیٰ علیین میں رفیق اعلیٰ کے ساتھ ہے، لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سلام کرنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

یاد رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شہدائے اُحد پر سلام کیا کرتے تھے، حالانکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ شہدائے کرام کی ارواح بہشت میں جہاں چاہتی ہیں چلتی پھرتی ہیں۔ شاید! تم یہ کہو کہ یہ کس قدر عجیب وغریب بات ہے کہ روح بہشت میں بھی ہو اور قبر پر سلام کرنے والوں کے سلام کو سنے بھی اور پھر اُن کا جواب بھی دے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ارواح کو اجسام پر قیاس نہیں کرنا چاہئے۔ دیکھئے! حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے سات سو پر ہیں اور ان میں سے دو پروں نے مغرب اور مشرق کا پورا فاصلہ بھر رکھا ہے۔ یہ وہی جبرائیل ہیں جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آکر دوزانو بیٹھ جاتے ہیں اور تھوڑی جگہ میں سما جاتے ہیں۔ دیکھئے! آپ ملاء اعلیٰ میں اپنی جگہ پر بھی ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بھی۔ اگر یہ بات تمہاری عقلوں میں نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے ایسے دل پیدا کئے ہیں جو اس کی تصدیق کرتے اور اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

مختلف صفات کے اعتبار سے ارواح میں بھی اختلاف ہے۔ کوئی روح بڑی طاقت والی اور بہت بڑی ہے۔ کوئی چھوٹی ہے اور کوئی بہت چھوٹی۔ لہٰذا چھوٹی بڑی روح کا جو حال ہو گا وہ اس سے کم والی کا نہ ہو گا، تم دنیا میں بھی ارواح

Marfat.com

کے احکام میں خاصا فرق محسوس کرتے ہو۔ان کی کیفیات وقویٰ میں،ان کی تیزی اور سستی میں اور ان کی امداد واعانت میں بڑا فرق محسوس کرتے ہو۔پھر جو روح بدن کی قید سے اور اس کی آلائشوں سے آزاد ہوگئی،اسے جو تصرف وقوت' ہمت وحوصلہ اور سرعت پرواز اور واسطہ کا حصول ہوگا،وہ اس روح کو حاصل نہ ہوگا جو قیدی ہو،جسمانی آلائشوں میں لتھڑی ہوئی ہو اور بدنی رکاوٹوں سے گھری ہوئی ہو۔پھر جب حالت قید میں ارواح کے احوال میں فرق ہے تو آزادی کے بعد تو جداگانہ ہی حال ہوگا۔جب کہ ان میں ان کے قویٰ جمع ہوں گے اور اپنی اصلی حالت میں ہوں اور یہ عالی ہمت والی ہوں گی۔

بعد از موت ارواح کے افعال کے بارے میں ہر طبقے کے لوگوں میں بے شمار خواب ہیں کہ ان سے ایسے ایسے پاک اور بلند افعال ظہور میں آئے ہیں جو بدن میں رہ کر ظہور میں نہیں آسکتے تھے۔مثلاً تن تنہا ایک یا دو یا چند ارواح لشکر جرار کو شکست دے دیتی ہیں۔کافی مرتبہ لوگوں نے حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا کہ ان کی ارواح نے کفار اور ظالمین کے لشکروں کو شکست دے دی۔پھر اس کا ظہور بھی ہوا کہ ٹڈی دل لشکر' نہتے' کمزور اور تھوڑے سے مسلمانوں سے شکست بھی کھا گیا۔یہ حیران کن بات نہیں تو اور کیا ہے کہ دو مسلمان دوستوں کی ارواح خواب میں ملاقات کرتی ہیں،حالانکہ دونوں میں زیادہ سے زیادہ مسافت ہوتی ہے۔

بعض ارواح کو دکھ بھی پہنچتا ہے اور پہچانتی بھی ہیں کہ ہم دوست ہیں حالانکہ ان کی جسمانی ملاقات بھی نہیں ہوتی۔پھر جب دونوں کی جسمانی ملاقات ہوتی ہے تو جو کچھ خواب میں دیکھا تھا بعینہٖ اس کے مطابق ہوتا ہے۔

ابن عمرو کا بیان ہے:

''مومنین کی ارواح ایک روز کی مسافت سے ملاقات کر لیتی ہیں،حالانکہ کسی نے کسی کو دیکھا بھی نہیں ہوتا۔''

مجاہد اور عکرمہ کا قول ہے کہ سونے کی حالت میں روح حقیقی تو جسم میں ہی رہتی ہے،تاہم اس کی پرواز بہت دور تک ہوتی ہے اور جب جسم میں آجاتی ہے تو انسان بیدار ہو جاتا ہے۔جیسے آفتاب کی کرنیں جو آفتاب سے نکلتی ہیں تو زمین تک پہنچ جاتی ہیں۔اصل کرنیں تو سورج میں ہی ہیں تاہم ان کی پرواز بہت دور تک پہنچ جاتی ہے۔

بعض علمائے کرام کا قول ہے کہ روح ناک کے راستے اپنی روشنی پھیلاتی ہے،لیکن اس کی سواری جسم ہی رہتا ہے۔اگر پوری طرح سے نکل جائے تو انسان مرجائے۔جس طرح کہ چراغ سے بتی نکال لی جائے تو کما حقہ غل ہو جاتا ہے۔اس کے اُلٹ اگر چراغ میں بتی روشن ہے تو اس کی روشنی دور دور تک پھیل جاتی ہے۔

اسی طرح روح نیند کی حالت میں ناک کی راہ سے پھیل کر دور دور تک گھوم آتی ہے اور مُردوں کی ارواح سے بھی ملاقات کرآتی ہے۔اگر فرشتہ جو خوابوں پر موکل ہے اسے کوئی شے دکھا دیتا ہے اور یہ شخص بیداری کی حالت میں ہوشیار ہوتا ہے اور بیداری کی حالت میں کسی غلط بات کی طرف راغب نہیں ہوتا تو جب اس کی طرف روح لوٹ کر آتی ہے تو

Marfat.com

روح اس کے دل میں وہ بات ڈال دیتی ہے جو اللہ نے اس کی صلاحیت ، کے مطابق دکھائی ہے، لیکن اگر بیوقوف دھوکے میں آجانے والا اور باطل پسند ہوتا ہے تو خواب میں بحکم الٰہی جو کچھ اچھی یا بری بات دیکھتا ہے تو چونکہ اس نے کچھ شیطانی کرشمے اور غلط باتیں بھی راہ میں دیکھی ہیں اس لیے بیداری پر ذہن میں صحیح خواب نہیں رہتا، کیونکہ غلط اور صحیح میں فساد پیدا ہوگیا ہے اور قوت فیصلہ نہیں ہے۔ اسی سبب سے پریشان خواب کی تعبیر بتانے والے بھی قاصر رہتے ہیں۔

اس سلسلہ میں یہ بہترین قول ہے اور اس کا قائل ارواح اور احکام ارواح کی معرفت وبصیرت والا ہے۔ ایک شخص علم وحکمت کی طرف رجوع نہیں کرتا اور اس سے نفع حاصل نہیں کرتا، لیکن اگر شیطانی لہو ولعب گانا بجانا' رنگ راج یا غلط باتیں اس کے کان میں پڑ جاتی ہیں تو وہ ان کی طرف راغب ہوجاتا ہے اور انہیں قبول کرلیتا ہے اور وہ اس کے دل ودماغ میں گھر کرلیتی ہیں جس کے نتیجے میں دانائی کی باتوں میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے اور اچھے برے میں تمیز نہیں رہتی۔ ایسے ہی نیند میں ارواح کی حالت ہے، لیکن جسموں سے سراسر الگ ہونے کے بعد روحوں کو ان باطل عقائد اور شبہات پر جو تعلقات جسموں کی حالت میں ان کا حصہ رہ چکے تھے عذاب ہوتا ہے، ان ارادوں اور خواہشات پر بھی جو حائل ہوگئے تھے اور ان اعمال پر بھی جن میں روح وجسم کے ساتھ شریک رہی۔ یہی برزخ کی تنگ روزی اور تنگ زندگی ہے چونکہ پاکیزہ' عالی حوصلہ اور حق پسند روح باطل پسند نہیں ہوتی اور نہ ہی اس سے کبھی مانوس ہوتی ہے۔ اس لیے وہ اپنے درست عقیدوں' اعتقاد اور علوم ومعارف کے سبب جو اس نے نبوت کے چراغ سے حاصل کرلئے ہیں اور اپنے ارفع ارادوں اور پاکیزہ حوصلوں سے سکون پاتی ہے۔ یہی عمل اس کے لیے برزخ میں جنت کا باغیچہ اور اس کے لیے دوزخ کا گڑھا بن جاتے ہیں۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"بل احیاء عندربھم یرزقون"

"بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں اور روزی کھاتے ہیں۔"

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ والثناء نے فرمایا:

"بعد از موت روح کو آسمان پر لے جاتے ہیں، حتی کہ اس آسمان پر پہنچ جاتی ہے جہاں رب تعالیٰ ہے، لیکن روح بد کے لیے پہلے آسمان کے بھی دروازے نہیں کھولے جاتے اور وہیں سے پٹخ دی جاتی ہے۔ پھر وہ قبر میں آتی ہے۔"

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب مومن کی روح بدن سے باہر نکلتی ہے تو فرشتے اُسے لے کر پہلے آسمان پر پہنچتے ہیں۔ آسمان والے دریافت کرتے ہیں:

"یہ کیا ہے۔؟"

لانے والے جواب دیتے ہیں:

"یہ فلاں کے بیٹے فلاں ہیں اور یہ ایسے ایسے عمل کیا کرتے تھے۔"

Marfat.com

یہ سن کر آسمان والے لانے والے فرشتے اور روح کا استقبال کرتے ہیں اور ان سے روح لے لیتے ہیں۔ آسمان کے جس دروازے سے عمل چڑھا کرتا تھا اُسی دروازے سے روح چڑھتی ہے اور آسمانوں میں سورج کی طرح جگمگاتی ہوئی چڑھتی ہے حتیٰ کہ عرش تک پہنچ جاتی ہے۔ ایسی روح کے بدن سے نکلتے ہی مشک سے زیادہ پیاری خوشبو نکلتی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کافر کی روح بھی پہلے آسمان کے قریب تک پہنچتی ہے تو آسمان والے دریافت کرتے ہیں:

''یہ کیا ہے۔؟''

لانے والے کہتے ہیں:

''یہ فلاں فلاں کے بیٹے ہیں اور یہ ایسے ایسے گندے عمل کیا کرتا تھا۔''

فرشتے بیزار ہو کر اسے اُلٹے ہاتھ دھکا دیتے ہیں اور کہتے ہیں:

''اسے لے جاؤ۔''

پھر وہ تحت الثریٰ تک پہنچا دی جاتی ہے۔

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ارواح بارگاہ الٰہی میں ٹھہری ہوئی ہیں اور اپنے اپنے جسم میں جانے کی منتظر ہیں، جب تک کہ دوسرے دو صوروں کے بعد ان میں نہ چلی جائیں۔

حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیت اللہ میں گئے۔ دیکھا کہ وہاں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کی لاش لٹکی ہوئی ہے۔ آپ نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو تسلی و تشفی دی اور فرمایا:

''صبر کیجئے! اور تقویٰ کی راہ اختیار کیجئے۔ یہ جسم کچھ نہیں۔ اصل روحیں تو بارگاہ الٰہی میں ہیں۔''

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا:

''میں ہر طرح سے صبر کرتی ہوں۔''

ہلال بن یساف کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم کعب، ربیع بن خثیم، خالد بن عرعرۃ اور کچھ دوسرے لوگوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما تشریف لے آئے۔ حضرت کعب نے کہا:

''یہ تمہارے چچا زاد بھائی آرہے ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور کہنے لگے:

''میں نے تمام قرآن سمجھ لیا ہے۔ پس چار جگہ سے سمجھ میں نہیں آیا۔ وہ چار مقامات مجھے سمجھا دیجئے۔ پہلا مقام یہ کہ سجین کیا ہے۔؟ دوسرا مقام یہ کہ علیین کیا ہے؟ تیسرا مقام یہ کہ سدرۃ المنتہیٰ کیا ہے؟ چوتھا مقام یہ کہ ورفعنا مکانا علیا کیا ہے؟''

حضرت کعب نے فرمایا:

''علیین تو ساتواں آسمان ہے جس میں ارواح مومنین ہیں اور سجین ساتویں زمین کے نیچے والا طبقہ ہے،

Marfat.com

کفار کی ارواح ابلیس کے لشکر کے نیچے ہیں۔ آیہ مبارکہ: ''ورفعنا مکانا علیا'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ رب العالمین جل مجدہ الکریم نے حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ میں ہر روز تمام انسانوں کے اعمال کے مساوی تمہارے عمل اُٹھاتا ہوں۔ آپ نے اپنے ایک دوست فرشتے سے درخواست کی کہ موت کے فرشتے سے کہیں کہ مجھے تھوڑی سی مہلت دیں تاکہ عمل کا اور موقع مل جائے۔ بالآخر موت کے فرشتہ نے پوچھا: ''وہ کہاں ہیں۔؟'' دوست فرشتہ نے کہا: ''میری پشت پر ہیں۔'' موت کے فرشتے نے کہا: ''میں حیران تھا کیونکہ مجھے حکم ہوا تھا کہ ان کی روح کو چوتھے آسمان پر قبض کروں۔''

سدرۃ المنتہیٰ ایک بیری کا درخت ہے جو عرش اُٹھانے والے فرشتوں کے سروں پر ہے۔ یہی مخلوق کے علم کی انتہا ہے۔ اس کے ماورئ کا کسی کو علم نہیں۔ اسی لیے اسے سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں۔''

ضحاک نے بیان کیا:

''روح قبض کیے جانے کے بعد مومن کی روح دنیوی آسمان تک چڑھائی جاتی ہے۔ پھر اس کے ساتھ آسمان کے مقرب فرشتے اُسے دوسرے آسمان تک پہنچانے جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ ساتوں آسمانوں سے گزر کر سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتی ہے۔''

دریافت کیا گیا:

''سدرۃ المنتہیٰ کو اس نام سے کیوں پکارا جاتا ہے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''اس لیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کوئی حکم اس کے آگے نہیں بڑھتا۔ فرشتے کہتے ہیں: ''اے پروردگار! یہ تیرا فلاں بندہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ مہر لگی ہوئی دستاویز بھیجتا ہے جو اسے عذاب سے محفوظ رکھتی ہے۔ اسی کی طرف اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے:

'' كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ٥ وَمَآ اَدْرٰكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ٥ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ٥ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ٥''

(سورۃ المطففین، آیت نمبر 18 تا 21)

''ہرگز نہیں نیکوں کے اعمال نامے علیین میں ہیں۔ تمہیں علم ہے کہ علیون کیا ہے؟ علیون ایک لکھی ہوئی تحریر ہے جس پر مقرب ملائکہ کی گواہی ثبت ہے۔''

یہ قول بہشت والے قول کے خلاف نہیں ہے، کیونکہ بہشت سدرۃ المنتہیٰ کے پاس بھی ہے اور اللہ کے پاس بھی۔ گویا اس کے قائل نے یہ قول زیادہ موافق اور زیادہ سلامتی والا دیکھا، کیونکہ اللہ نے بتایا ہے کہ شہداء کی ارواح اس کے پاس ہیں اور حضور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے یہ بتایا کہ وہ ارواح بہشت میں جہاں چاہتی ہیں چگتی پھرتی ہیں۔

Marfat.com

ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ رافضیوں کا قول ہے، مگر یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اہل سنت و جماعت کی ایک جماعت کا بھی یہی قول ہے۔

صحابہ کرام اور تابعین کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کہا ہے:

''ارواح مومنین جابیہ میں جمع ہوتی ہیں اور ارواح کفار حضر موت کے شوریلی زمین میں (جسے برہوت کہتے ہیں) جمع ہوتی ہیں۔''

ایک مرتبہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس جمع ہیں اور ان سے مسائل دریافت کر رہے ہیں۔ ایک شخص سے کہا کہ ان سے جا کر دریافت کیجئے کہ مومنین اور کفار کی ارواح کہاں ہیں۔؟ بالآخر اُس نے پوچھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''جابیہ اور برہوت میں۔''

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''روئے زمین پر سب سے اچھا کنواں زمزم ہے اور بدترین کنواں برہوت ہے۔ زمین کا بہترین علاقہ مکہ شریف ہے اور ہند کا وہ علاقہ ہے جہاں حضرت آدم علٰی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام اُتارے گئے تھے، اسی علاقہ سے تمہاری خوشبو آتی ہے اور بدترین علاقہ احقاف ہے جو حضر موت میں ہے اور جہاں ارواح کفار لوٹائی جاتی ہے۔''

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''روئے زمین کی سب سے بُری جگہ حضر موت کی وہ وادی ہے جسے برہوت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جہاں کفار کی ارواح ہیں اور وہاں ایک کنواں ہے جس کا پانی دن میں پیپ کی طرح سیاہ معلوم ہوتا ہے اور اس میں حشرات الارض جمع رہتے ہیں۔''

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے برہوت کی وادی میں ایک رات گزاری۔ میں نے وہاں مختلف قسم کی آوازیں سنیں جیسے لوگ پکار رہے ہیں:

''اے دومتہ! اے دومتہ۔!''

کسی اہل کتاب نے بتایا:

''دومتہ وہ فرشتہ ہے جو کفار کی ارواح پر موکل ہے۔''

سفیان کا قول ہے:

''ہم نے حضرمیوں سے سنا کہ برہوت کی وادی میں کوئی شخص رات بسر نہیں کر سکتا۔''

اگر جابیہ سے مراد تمثیل ہے کہ ارواح ایسی وسیع جگہ پر جمع ہیں جو اپنی وسعت اور ہوا کی پاکیزگی میں جابیہ کے مانند ہے تو بہتر اور اگر خاص جابیہ کی جگہ مراد ہے تو اس کا علم شریعت ہی ہوسکتا ہے۔ شاید اُنہوں نے اہل کتاب سے یہ

Marfat.com

بات سماعت کی ہو۔!

اگر اس سے یہ مراد ہے کہ آیت مبارکہ کا یہی مطلب ہے، تو یہ صحیح نہیں، کیونکہ آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور اکثر علمائے تفسیر رحمۃ اللہ علیہم نے ارض سے جنت کی زمین مراد لی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے دنیا کی وہ زمین مراد ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح کرائے گا۔ یہی قول درست ہے۔ جس کی نظیر سورۂ نور کی یہ آیت ہے:

((وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ))

(سورۃ النور، آیت نمبر 55)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا کے مشرق ومغرب میرے لیے سمیٹ دیئے گئے۔ جلد ہی میری اُمت کی حکومت ان ممالک پر ہو جائے گی۔''

بعض اہل تفسیر کے نزدیک ارض سے بیت المقدس مراد ہے۔ یہ وہ زمین ہے جس کا وارث اللہ کے بندوں کو بتایا گیا، مگر آیت شریفہ اسی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

سابقہ علماء کرام کا یہی قول ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول:

'' اللهم الرفيق الاعلىٰ''

میں اسی طرف اشارہ ہے۔ اس سلسلے میں اوپر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی حدیث گزر چکی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول بھی گزر چکا۔ نیز حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی گزر چکا کہ ارواح شہداء عرش کے نیچے قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں اور حضرت براء رضی اللہ عنہ والی حدیث بھی گزر چکی، لیکن ان سب دلائل سے روحوں کا مجرد ہوتے ہی ٹھہرنا ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ ارواح بارگاہ خداوندی میں پیش کی جاتی ہیں۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ان میں اپنا فیصلہ فرما کر انہیں اہل علیین یا اہل سجین میں سے لکھتا ہے۔ پھر روح سوال وجواب کے لیے قبر کی طرف لوٹتی ہے۔ پھر جہاں اس کے ٹھکانہ کا فیصلہ ہوا ہے اُسی کی طرف لوٹ آتی ہے، یعنی مومنین کی ارواح علیین میں اور کفار کی ارواح سجین میں ٹھہر جاتی ہیں۔

اس پر کتاب وحدیث سے کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی یہ کسی سند یافتہ اور علم والے کا قول ہے کہ زمزم کے کنویں میں

Marfat.com

مومنین کی ارواح ہیں۔ یہ قول سراسر سنت کے مخالف ہے۔ سنت سے ثابت ہو چکا ہے کہ مومن کی روح پرندہ ہے جو بہشت کے اشجار سے پھل کھاتا ہے۔ یہ قول تو جابیہ والے قول سے بھی پیچھے ہے، کیونکہ وہ جگہ کشادہ تو ہے اور کنواں تو واقعی تنگ ہوتا ہے۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

''برزخ اس آڑ کو کہتے ہیں جو دو چیزوں میں حائل ہو۔''

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا یہ مطلب ہے کہ ارواح اس زمین پر رہتی ہیں جو دنیا و آخرت کے مابین ہے اور وہاں آزاد ہیں۔ اس کائنات پر جہاں چاہتی ہیں آتی جاتی ہیں۔

یہ قول بھی قوی ہے، کیونکہ ارواح دنیا کو تو چھوڑ چکیں اور عقبیٰ ابھی آئی ہی نہیں اس لیے عقبیٰ میں بھی نہیں گئیں، بلکہ دنیا اور عقبیٰ کے مابین مومنین کی ارواح کشادہ برزخ میں ہیں جس میں سکون ہی سکون اور نعمتیں ہی نعمتیں ہیں اور کفار کی ارواح تنگ برزخ میں ہیں جہاں تکلیف ہی تکلیف ہے۔

چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''ان کے ماوراء زندگی موت کے بعد تک برزخ ہے۔''

اس قول کی تائید معراج والی حدیث کرتی ہے، لیکن حدیث میں ایسے الفاظ نہیں ہیں جن سے حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مساوی ارواح کے اجتماع کا اثبات ہو، بلکہ کچھ ارواح آپ کے دائیں جانب ہیں اور آپ سے بلند اور وسیع ترین مقامات پر ہیں اور کچھ بائیں اور پست، تاریک اور تنگ مقامات پر ہیں۔

ابن حزم کا قول ہے:

''برزخ دنیوی آسمان کے پاس ہے۔''

یعنی عناصر کی حدود سے ماورائی جگہ ہے اور آسمان دنیا کے زیریں ہے، ابن حزم بغیر دلیل کے گفتگو کرنے والوں پر تو گرفت کرتے ہیں، لیکن خود اپنے گریبان کی طرف نہیں دیکھتے کہ اس قول پر قرآن وحدیث سے کون سی دلیل ہے۔؟ ہم ان کے اقوال پر کھل کر تبصرہ کریں گے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اگر مسلمانوں کی ارواح پہلے آسمان پر حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دائیں جانب مان لی جائیں اور یہ بھی ثابت ہے کہ شہداء کی ارواح عرش کے سائے میں ہیں اور عرش آسمان ہفتم کے اوپر ہے تو دونوں اقوال میں ٹکراؤ ہو جاتا ہے، اس کا جواب مختلف نوع پر ہے۔

1: اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ارواح دائیں بائیں جانب بلندی اور پستی کی جانب نہ ہوں۔

2: دیگر دنیوی آسمان پر دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ارواح کے ٹھہراؤ کی جگہ علیین یا سجین میں نہ ہو۔

3: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر نہیں دی کہ آپ نے اس جگہ تمام نیک لوگوں کی ارواح کو دیکھا اور بائیں جانب تمام برے، حالانکہ یہ قطعی طور پر معلوم ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے اوپر حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام اور

Marfat.com

حضرت سیّدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام چھٹے اور ساتویں آسمان پر ہیں۔ یہی حال رفیق اعلیٰ کی ارواح کا ہے، بلکہ یہ باہم ارواح بھی حسب مراتب بلند ہیں جیسا شقی کی ارواح پستی میں حسب مراتب پست ہیں۔

ابن حزم کا دعویٰ ہے کہ ارواح جسموں سے قبل مخلوق تھیں، لیکن اس مسئلہ میں دو قول ہیں:

1: مسلک جمہور یہ ہے کہ ارواح جسموں کے بعد پیدا ہوتی ہیں۔

2: جو اس دعویٰ پر ہیں کہ ارواح کو پہلے پیدا کیا گیا ان کے پاس قرآن وحدیث سے کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی اجماع سے کوئی دلیل ہے۔ یہ دعویٰ یا تو انہوں نے آیات سے استنباط کیا ہے یا ضعیف احادیث سے۔

ابن حزم کہتے ہیں کہ کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ))

(سورۃ الاعراف، آیت نمبر 172)

''اور جب آپ کے پروردگار نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد نکالی اور ان سے ان کے بارے میں اقرار کرایا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ تو سب نے جواب دیتے ہوئے کہا: ''کیوں نہیں۔'' ہم سب گواہ ہیں تاکہ تم سب محشر کے روز یہ نہ کہہ سکو کہ ہمیں تو اس کی کچھ خبر نہیں تھی۔''

پھر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'' وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ لَمْ یَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ٥''

(سورۃ الاعراف، آیت نمبر 11)

''ہم نے تمہاری تخلیق کی، پھر تمہاری صورتیں بنائیں اور پھر ملائکہ سے کہا کہ آدم کو سجدہ کیجئے۔ چنانچہ ملائکہ آدم کے سامنے سربسجود ہو گئے۔''

ابن حزم کہتے ہیں:

''اس سے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو بیک وقت پیدا فرمایا، اسی طرح حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ارواح جمع شدہ لشکر ہیں۔''

جب اللہ تعالیٰ نے ارواح سے اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا ہے تو وہ شکل والی اور عقل مند تھی۔ ابھی ملائکہ کو حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے سجدہ کا حکم بھی نہیں ملا تھا اور ارواح کو جسموں میں داخل بھی نہیں کیا گیا تھا اس وقت جسم خاک تھے، لیکن آیہ کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے لفظ ثم استعمال کیا ہے جو وقفہ کے ساتھ تاخیر کا متمنی ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں تخلیق فرما کر جہاں چاہا ٹھہرا دیا، یعنی برزخ

Marfat.com

میں جس طرف بعد از موت لوٹ کر چلی جاتی ہیں۔''

میں (ابن قیم) کہتا ہوں:

''ابن حزم کا یہ قول کہ ارواح اس برزخ میں ٹھہرتی ہیں جس میں جسموں کی تخلیق سے پہلے تھیں' اپنے عقیدے پر مبنی ہے۔ ابن حزم کا یہ قول کہ ارواح حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں جانب ہیں، درست ہے جیسا کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے، لیکن ان کا یہ قول کہ ارواح کا مستقر برزخ میں وہ مقام ہے جہاں عناصر کا سلسلہ اختتام پذیر ہو جاتا ہے، بغیر دلیل کے ہے۔ قرآن وحدیث سے اس پر کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی ارباب اسلام کے عقائد کے مشابہ ہے، بلکہ احادیث صحیحہ سے پتہ چلتا ہے کہ ارواح کا مستقر عناصر سے اوپر جنت میں بارگاہ الٰہی میں ہے اور قرآن بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔

شہدائے کرام کے بارے ابن حزم بھی کہتے ہیں کہ وہ بہشت میں ہیں اور ظاہر ہے صدیقین شہدا سے افضل ہیں، لامحالہ وہ بھی بہشت میں ہیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ اکابر صحابہ کرام کی ارواح آسمان دنیا کے نیچے ہوں اور ہمارے عہد کے شہداء کی ارواح جنت میں ان سے اوپر ہیں۔

ابن حزم کا یہ قول کہ محمد بن نصر مروزی اسحاق بن راہویہ سے یہی قول نقل کیا گیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ تمام علماء اور اہل اسلام کا اسی پر اتفاق ہے۔ درست نہیں، کیونکہ یہ اپنی کتاب ''کتاب الرد علی ابن قتیبۃ'' میں ''واذا اخذ ربك من بنی ادم'' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''علمائے کرام کا اجماع ہے کہ جسموں سے پہلے اللہ رب العالمین جل مجدہ الکریم نے اپنی ربوبیت کا اقرار کرایا۔''

اس عبارت سے ابن حزم کا یہ دعویٰ کہ ارواح کا مستقر وہ مقام ہے جہاں عناصر ختم ہوتے ہیں کسی صورت سے بھی ثابت نہیں ہوتا کہ اجسام سے قبل ارواح موجود تھیں۔ بس اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کریم رؤف رحیم نے اُس وقت ارواح کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکال کر ان سے ربوبیت کا اقرار کرایا اور پھر انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی پشت ہی میں لوٹا دیا۔ اگرچہ اس کی قائل جماعت علماء سابقہ ہے اور علمائے قدیم بھی قائل ہیں، لیکن صحیح قول اس کے خلاف ہے جو عنقریب بتایا جائے گا۔ انشاء اللہ! کیونکہ اس مسئلہ کے جواب کی غرض میں یہ داخل نہیں کہ روحیں جسموں سے قبل تھیں یا بعد میں اور اگر اس بات کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ارواح پہلے تھیں تو یہ دعویٰ کہاں سے ثابت ہوا کہ ارواح کا مستقر وہ مقام ہے جہاں عناصر کا اختتام ہوتا ہے اور موت سے پہلے بھی وہی ان کا مستقر تھا۔

یہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو ارواح کو عوارض اجسام سے مانتے ہیں اور انہیں حیاتی خیال کرتے ہیں جیسے ابن قلانی وغیرہ۔ ابوالہذیل علاف کا بھی یہی قول ہے، لیکن اُنہوں نے روح کو زندگی سے تعبیر نہیں کیا۔

Marfat.com

ان لوگوں کا قول ہے کہ جسم کی موت سے دیگر تمام اعراض کی طرح روح بھی مر جاتی ہے۔
ان کا قول ہے کہ ایک عرض دو زمانوں میں باقی نہیں رہتا۔ لہٰذا ہر تغیر کے بعد ایک نئی روح کا پیدا ہونا ضروری ہے، یعنی زندگی کے کچھ عرصے میں انسان کی ہزار ہا ارواح پیدا ہوتی ہیں اور مر جاتی ہیں اور مرنے پر پچھلی روح بھی ختم ہو جاتی ہے۔ آسمان پر چڑھنے اُترنے اور قبر میں آنے جانے، ملائکہ کے پکڑنے اور چھوڑنے عذاب وثواب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، بس اللہ تبارک وتعالیٰ ہی جسم کو عذاب وثواب پہنچاتا ہے اور جسم کو عذاب وثواب پہنچتا ہے۔
یہ ان کا کہنا ہے کہ جن کو اپنی ارواح کا بھی علم نہیں دوسروں کی ارواح کا کیا ہوگا۔
یہ قول قرآن وحدیث اور اجماع کے خلاف ہے اور عقلی وفطری دلائل بھی اسے رد کر دیتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارواح کو نکلنے اور داخل ہونے اور لوٹ کر آنے کا حکم دیا ہے اور صحیح وصریح دلائل بتاتے ہیں کہ ارواح چڑھتی اترتی' پکڑی اور چھوڑی جاتی ہیں۔ ان کے لیے آسمان کے دروازے کھلتے ہیں، وہ سجدہ اور گفتگو کرتی ہیں، وہ پانی کے قطرے کی طرح جسم سے نکل آتی ہیں، جنت یا دوزخ کے کفنوں میں لپیٹی جاتی ہیں، انہیں موت کا فرشتہ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے، پھر اس کے ہاتھ سے فرشتے لے لیتے ہیں، ان سے خوشبو یا بدبو نکلتی ہے، انہیں ایک آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان تک پہنچاتے ہیں اور پھر وہ ملائکہ کے ساتھ زمین ہی پر بھیج دی جاتی ہیں۔''
روح کو نکلتے وقت مرنے والے کی آنکھ دیکھتی ہے۔ قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ ارواح ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ حلق تک پہنچ جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ روحوں کی آپس میں ملاقات اور ان کا آپس میں تعارف بھی ہوتا ہے اور وہ ایک جگہ جمع شدہ لشکر ہیں۔
یہ تمام دلائل ابن حزم کے مذکورہ بالا قول کی تردید کرتے ہیں۔ مزید برآں معراج میں حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دائیں بائیں ارواح کو دیکھا۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''مومن کی روح ایک پرندہ ہے جو بہشت کے درختوں سے کھاتا پیتا ہے اور شہداء کی ارواح سبز پرندوں کے ٹوپوں میں ہیں اور آل فرعون کی ارواح پر صبح وشام آگ پیش کی جاتی ہے۔''
کس قدر بُری غلطی ہے کہ ایک انسان کی زندگی میں ہزار ہا ارواح تسلیم کی جائیں اور بعد از موت ایک روح بھی عذاب وثواب کے لیے باقی تسلیم نہ کی جائے۔ یہ بات عقل اور فطرت کے بھی خلاف ہے اور قرآن وحدیث کے بھی خلاف ہے۔
مسئلہ تناسخ جس قدر احادیث سے ثابت ہے برحق ہے، خواہ اُسے تناسخ سے تعبیر کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ فلاسفہ کا تناسخ کہ دنیا ختم نہ ہوگی اور ارواح مختلف اجسام میں یونہی آتی جاتی رہیں گی غلط ہے اور یہ سراسر درست ہے کہ ارواح

Marfat.com

شہداء سبز پرندوں کی پوٹوں میں رہتی ہیں، جو عرش سے لٹکے ہوئے قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں اور یہ قندیلیں گھونسلوں کی طرح ہیں۔

اس حدیث میں تین باتوں کی صراحت ہے۔ ارواح کی صراحت، ان سب پرندوں کی صراحت جن کے پوٹوں میں ارواح ہیں اور ان قندیلوں کی جوان پرندوں کی آرام گاہیں ہیں۔ قندیلیں عرش کے نیچے ہیں جو چلتی پھرتی نہیں اور پرندے چلتے پھرتے ہیں اور ارواح پرندوں کے پیٹوں میں ہیں۔

اس میں دو احتمال ہیں یا تو بدن کی طرح یہ پرندہ روح کی سواری ہے جو چگتا پھرتا ہے۔ یہ حدیث اپنے ظاہر پر ہے اور جہلاء کے گمانوں کے مطابق نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مومن کی روح جنت میں پرندے کی طرح اُڑتی پھرتی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ پرندے کی شکل وصورت میں ہے۔

یاد رہے کہ نسمۃ میں تائے تانیث اس طرح ہے جس طرح کوئی فصیح عرب کسی سے کہتا ہے:

"اتیت کتابی فاستخففت بھا"

"آپ نے میرے خط کی قدر نہیں۔"

اس نے کہا:

"کتاب مونث بنادی۔؟"

وہ بولا:

"کیا کتاب کا دوسرا نام صحیفہ نہیں ہے۔؟"

اسی پر نسمۃ کو قیاس کیجئے۔! اس حدیث میں زیادتی ہے کہ ارواح سبز پرندوں کے پوٹو میں ہیں۔ یہ صرف ایک ہی حدیث ہے۔

ابن حزم کی بات لفظی اعتبار سے بھی درست نہیں اور معنوی اعتبار سے بھی درست نہیں، کیونکہ:

"نسمة المومن طائر یعلق فی شجر الجنة"

اور

"ارواح الشهداء فی حواصل طیر خضر"

دو مختلف نوع کی احادیث ہیں۔ تاویل کی پہلی حدیث میں تو گنجائش ہے، مگر دوسری حدیث میں کسی صورت سے بھی نہیں۔ دوسری حدیث کے ایک لفظ میں حواصل کی بجائے اجواف ہے اور ایک لفظ میں خضر کی بجائے بیض ہے۔ حضور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ والثناء نے یہ بھی بتایا کہ وہ پرندے جنت میں چگتے پھرتے ہیں، اس کے پھلوں سے کھاتے ہیں اور اس کی انہار سے پانی پیتے ہیں۔ پھر عرش کے نیچے قندیلوں میں آرام کرتے ہیں جوان کی طرح گھونسلوں میں ہیں۔

ابن حزم کا یہ کہنا کہ ان پرندوں کے پوٹے قندیلوں کی صفت ہے، درست نہیں ہے، بلکہ یہ قندیلیں ان پرندوں

Marfat.com

کی آرام کرنے کی جگہ ہیں۔

اس حدیث میں تین باتوں کی صراحت ہے۔ارواح کی صراحت، ان سب پرندوں کی صراحت جن کے پوٹوں میں ارواح ہیں اور ان قندیلوں کی جوان پرندوں کی آرام گاہیں ہیں۔قندیلیں عرش کے نیچے ہیں جو چلتی پھرتی نہیں اور پرندے چلتے پھرتے ہیں اور ارواح پرندوں کے پیٹوں میں ہیں۔

اگر روح کو براہ راست پرندہ ہی تسلیم کرلیا جائے اور پرندے کا بدن اُس کی سواری نہ مانی جائے تو کیا نقصان ہے۔؟ بلکہ اس کی قرآن وحدیث سے تائید بھی ہوتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"فی ای صورة ماشاء رکبك"

"اللہ تعالیٰ نے تجھے جس صورت سے چاہا بنا دیا۔"

حدیث کے ایک لفظ میں ہے کہ ان کی ارواح سبز پرندوں کی طرح ہیں۔ابن حزم نے بھی یہی کہا ہے۔اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں دونوں لفظ ہیں،لیکن صحیح مسلم کی روایت میں فی اجواف طیر خضر ہے،یعنی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہیں۔اُحد کے شہیدوں کے متعلق حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا:

"اللہ نے ان کی ارواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں رکھی ہیں۔"

حضرت کعب رضی اللہ عنہ والی حدیث میں ہے کہ ارواح شہداء سبز پرندوں میں ہیں۔

معلوم ہوا کہ پرندے ارواح کی سواریاں ہیں۔اس میں کوئی خرابی نہیں،نہ ہی اس کے ماننے سے کوئی شریعت کا قانون باطل ہوتا ہے اور نہ ہی قرآن وحدیث کی مخالفت لازم آتی ہے،بلکہ اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کی خاطر ومدارات اس طرح کی ہے کہ اُنہوں نے جو بدن فی سبیل اللہ قربان کیے تھے ان کے عوضانہ میں انہیں بہتر بدن عطا کر دیئے جو ان کی ارواح کی سواری کا کام دیں،تاکہ ان کے ساتھ وہ بہشتی نعمتوں سے اچھی طرح لطف حاصل کرسکیں اور پھر بروز محشر ان کی ارواح دنیوی اجسام میں لوٹا دی جائیں گی۔

اس سے کسی کو تناسخ کا شبہ نہ ہو۔اگر اسے تناسخ سے تعبیر کرلیا جائے تو یہ وہ تناسخ نہیں ہے جس کے قائل کفار اور بے دین ہیں،بلکہ یہ مفہوم درست اور صریح حدیث سے ثابت ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔وہم تناسخ اسے باطل نہیں کرسکتا۔جس طرح صفات باری تعالیٰ اور اسمائے حسنیٰ کے جو حقائق عقلی ونقلی دلائل سے ثابت ہیں اور جن کو نہ ماننے والے ترکیب وتجسیم کہہ دیتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس کی صفات سے معطل کرنے والوں کی باتوں سے مرعوب ہوکر ان سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔اسی طرح عقلی اور نقلی دلائل سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے جو افعال ثابت ہوتے ہیں مثال کے طور پر اپنی ہشت سے کلام کرنا،رات کو روزانہ دنیوی آسمان پر اُتر آنا اور یہ کہ وہ بروز محشر فیصلوں کے لیے آئے گا برحق ہیں۔اگر کوئی حلول سے تعبیر کرے تو کرنے دیجیے۔

اسی طرح عرش پر استویٰ فرمانا' فرشتوں اور ارواح کا اس کی طرف چڑھنا اُترنا،اس کی طرف پاکیزہ کلمات کا چڑھنا،حضور سید الرسل امام السبل علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ والثناء کا معراج میں بارگاہ الٰہی میں جانا،اس سے قریب ہونا اور

Marfat.com

دونوں میں کمانوں کا فاصلہ رہ جانا، تمام باتیں حق ہیں۔ جہمیہ کے اس ڈر سے کہ وہ حیز و جہت اور جسمیت کا الزام دیں گے ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ تعالیٰ علیہ کا فرمان ہے کہ کسی معترض کے ڈر سے ہم کسی بھی صفت الٰہیہ کے منکر نہیں ہو سکتے۔ اہل بدعت کی یہ عادت ہے کہ وہ اہل سنت کو اور ان کے اقوال کو ایسے القاب سے تعبیر کیا کرتے ہیں جن سے جاہل متنفر ہو۔ مثال کے طور پر انہیں حشو، ترکیب اور تجسیم کے نام سے پکارتے ہیں۔ عرش الٰہی کا نام حیز و جہت رکھ لیا ہے تا کہ اس راستہ سے مخلوق کے اُوپر اور عرش پر استویٰ کی نفی کریں۔ جیسے رافضی صحابہ کرام سے اُنس رکھنے والوں کو ناصبی سے اور قدریہ مجوسیہ تقدیر تسلیم کرنے کو جبر سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ القاب کچھ نہیں اصل حقائق ہیں۔ الغرض یہ حقیقت اثبات کے بعد کہ ارواح شہداء سبز پرندوں میں ہیں۔ اگر کوئی اسے تناسخ کہنے لگے تو اس لفظ تناسخ سے اس معنی کی حقیقت باطل نہیں ہوگی۔

تناسخ باطل وہ ہے جس کے قائل ملحد ہیں اور جو موت کے بعد کی زندگی کو نہیں مانتے۔ ان کے فاسد گمان میں ارواح جسموں سے الگ ہو کر اپنے اعمال کے مطابق حیوانات، زمین کے کیڑے مکوڑے اور پرندوں کی اشکال اختیار کر لیتی ہیں اور اسی چکر میں رہتی ہیں۔ ان کا یہی عذاب وثواب ہے اور انہیں اس چکر سے کبھی خلاصی حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کے گمان میں دنیا کا چکر کبھی اختتام پذیر نہ ہوگا۔

موت کے بعد زندگی کی حقیقت چہ معنی دارد؟ کیونکہ دنیا ختم نہیں ہوگی یہی وہ باطل تناسخ ہے جو سب کے سب انبیائے کرام علیہم السلام کی متفقہ حقیقت کے خلاف ہے اور یہی اللہ اور عقبیٰ کا منکر ہے۔ اس گمراہ فرقہ کے نزدیک ارواح کا مستقر بدن سے جدا ہونے کے بعد مناسب حیوانات کے اجسام ہیں۔ یہ انتہائی گھناؤنا اور غلط قول ہے۔ اسی کے قریب قریب ان کا قول ہے۔

جو یہ کہتے ہیں کہ اجسام کی طرح ارواح بھی فنا ہو جاتی ہیں اور عذاب وثواب جسم کے اجزاء پر یا کسی جزو پر ہوتا ہے، خواہ وہ ریڑھ کی پچھلی ہڈی ہو یا کچھ اور ہو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اسی میں خواہ زندگی لوٹا کر یا زندگی لوٹائے بغیر ہی احساس لذت والم پیدا فرما دیتا ہے۔ ان لوگوں کے گمان میں برزخ میں عذاب وثواب صرف جسم پر ہے۔

اس کے اُلٹ جن کا کہنا ہے کہ روح جسم میں کسی صورت سے بھی نہیں لوٹائی جاتی اور نہ جسم سے اس کا واسطہ رہتا ہے اور عذاب وثواب صرف روح پر ہوتا ہے۔ صحیح احادیث کی رُو سے دونوں باتیں غلط ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ عذاب وثواب جسم و روح دونوں پر ہے جو اکٹھے ہوں یا الگ الگ۔

1: روح کے مستقر کے متعلق بکثرت اقوال اور ان کے دلائل بیان کئے گئے ہیں، لیکن ان تمام میں ترجیح کس قول کو ہے تا کہ مسلمان اس عقیدہ کو اختیار کریں۔؟ ارواح کے برزخ میں حسب مراتب مستقر ہیں۔

2: بعض ارواح کا مستقر ملاء اعلیٰ میں اعلیٰ علیین میں ہے جیسے ارواح انبیاء کا مستقر۔

3: پھر انبیائے کرام علیہم السلام کے مستقر میں بھی حسب مراتب فرق ہے جیسا کہ حضور سیّد عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ

Marfat.com

وسلم نے معراج شریف میں انبیائے کرام علیہم السلام کو دیکھا۔

4: بعض انبیائے کرام علیہم السلام کا مستقر سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہے جو جنت میں جہاں چاہتے ہیں چگتے پھرتے ہیں، حالانکہ یہ بعض شہدائے کرام کی ارواح ہیں۔ سب شہداء کی نہیں، کیونکہ بعض کی ارواح کو قرض وغیرہ کے سبب سے جنت میں نہیں جانے دیا جائے گا۔

مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ کسی نے حضور سیّد عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

''اگر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی راہ میں قتل کر دیا جاؤں تو مجھے کیا ثواب ملے گا۔؟''

حضور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا:

''جنت عطا ہوگی۔''

پھر جب اس نے پیٹھ موڑی تو فرمایا:

''سوائے شہید کے جس کے متعلق ابھی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ بعض ارواح جنت کے دروازے پر روک دی جاتی ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے تمہارے ایک رفیق کو دیکھا کہ باب جنت پر روک دیا گیا ہے۔''

5: بعض ارواح قبر میں محبوس رہتی ہیں جیسا کہ چادر والے کی حدیث میں ہے کہ کسی نے چادر چوری کر لی تھی، پھر وہ شہید ہوگیا۔ لوگوں نے اسے جنتی سمجھا مگر حضور نبی کریم روف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:

''واللہ! اس نے جو چادر چوری کی تھی وہ آگ بن کر اس کی قبر میں بھڑک رہی ہے۔

6: بعض ارواح کا مستقر جنت کا دروازہ ہوتا ہے، جیسا ابن عباس رضی اللہ عنہما والی روایت میں ہے:

''شہدائے کرام جنت کے دروازے والی نہر کے کنارے پر سبز گنبد میں ہے۔ جنت سے ان کی روزی صبح وشام ان کے پاس آتی ہے۔ اس کے علاوہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں ہاتھوں کے عوض دو پردے دیئے ہیں وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں اُڑ کر پہنچ جاتے ہیں۔''

7: بعض کی ارواح زمین میں ہی محبوس رہتی ہیں۔ یہ ملاء اعلیٰ تک نہیں پہنچ سکتے۔ جیسے دنیا میں نیک و بد دونوں اقسام کی ارواح کا اجتماع نہیں تھا۔ جسے دنیا میں پروردگار عالم کی معرفت اور ان کی محبت اور اس کا قرب حاصل نہ ہوسکا، بلکہ خواہشات کی دنیا میں مستغرق رہا۔ اس کی روح بدن سے الگ ہوکر بھی اپنے مناسب ارواح علویہ کے ساتھ رہتی ہے۔ جیسا کہ عالی حوصلہ شخص کی روح جو دنیا میں تقریب الٰہی اور انس میں مستغرق رہا بدن سے الگ ہوکر بھی اپنے مناسب ارواح علویہ کے ہمراہ رہتی ہے۔

8: الغرض بروز محشر عالم برزخ میں بھی انسان اسی کے ساتھ ساتھ ہے جس سے اسے محبت کا تعلق ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ برزخ میں اور قیامت کے روز مناسب ارواح کو ملا دیتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں گزر چکا ہے، یعنی

Marfat.com

پاکیزہ ارواح پاکیزہ ارواح کے ساتھ رہتی ہیں اور نجس ارواح نجس ارواح کے ساتھ۔

9: بعض زانی مردوں اور زانی عورتوں کی ارواح تنور میں رہتی ہیں۔

10: بعض ارواح خونی نہر میں تیرتی ہیں اور ان کے منہ میں پتھر ٹھونسے جاتے ہیں۔

بہر حال ارواح کا ایک ٹھکانہ نہیں ہے۔علوی ارواح اعلیٰ علیین میں ہیں اور سفلی ارواح زمین سے آگے نہیں بڑھتیں۔

ارواح کو جسموں پر قیاس نہیں کرنا چاہئے، بلکہ ارواح جنت میں ہونے کے باوجود آسمان پر بھی ہیں، قبر کے پاس بھی ہیں اور قبر والے بدن میں بھی ہیں۔ یہ اُترنے چڑھنے میں انتہائی تیز رفتار ہیں، ارواح آزاد بھی ہیں، محبوس بھی ہیں، علوی بھی ہیں اور سفلی بھی ہیں۔انہیں بدن سے الگ ہونے کے بعد صحت و بیماری اور لذت اور دکھ بدنی حالت اتصال سے کہیں زیادہ پہنچتا ہے۔ان کا حال جنین سے اور پیدا ہونے کے بعد بچے سے ملتا جلتا ہے۔

ارواح کے چار گھر ہیں اور ہر لاحق گھر ہر پہلے گھر سے بڑا ہے:

1: پہلا گھر ماں کا شکم ہے جو تنگ و تاریک اور تین تین اندھیروں میں گھرا ہوا ہے۔

2: دوسرا گھر دنیا ہے جو انسانی خیر و شر، نیکی اور بدی کی کھیتی کرتا ہے اور ان کے اسباب مہیا کرتا ہے۔

3: تیسرا گھر برزخ ہے جو دنیا سے وسیع تر ہے، بلکہ ان دونوں کی نسبت وہی ہے جو پہلے دو گھروں کی ہے۔

4: چوتھا گھر آخرت ہے، یعنی بہشت یا دوزخ۔اس کے آگے کوئی گھر نہیں ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ بتدریج انسان کو ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل کرتا ہوا آخری گھر عقبیٰ میں لے آتا ہے۔جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا تھا اور جس کی پیدائش کی غرض سے اس گھر کی شقاوت و سعادت کا حاصل کرنا تھا۔ ہر گھر کے حالات الگ الگ ہیں۔وہ لوگ برکت والے ہیں جو دنیا میں آ کر نیکی کے اسباب مہیا کرتے ہیں اور برائی کے کانٹوں سے دامن بچا کر آگے بڑھتے ہیں۔قرب خداوندی اتباع رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور خواہشات کے اجتناب سے حاصل ہوتی ہے۔شریعت کی ہر بات حق پر مبنی ہے دیگر ہر بات باطل و کذب ہے۔

☆☆☆

باب نمبر 16:

بیت المقدس میں ٹھہرنے کا فلسفہ

معراج میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکہ سے بیت المقدس گئے اور وہاں سے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔مکہ مکرمہ سے سیدھے آسمان کی طرف عروج نہیں فرمایا اس کی کئی وجوہ ہیں۔

Marfat.com

ستون بیت المقدس کی دعا کے سبب:

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

((ان اسطوانه المسجد قالت ربنا حصل لنا من كل نبی حظ و قد اشتقنا الی محمد صلی الله عليه وسلم فارزقنا لقاء ه فبدی باالاسراء تعجيلاً لا جابته))

(تفسیر روح المعانی، جلد نمبر ۱۵، صفحہ نمبر ۱۲)

''بے شک مسجد اقصیٰ کے ایک ستون نے عرض کیا: اے رب! ہم کو ہر نبی کی برکت سے شرف ملا ہے۔ اب ہم کو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق ہے۔ پس ہماری یہ دعا قبول فرما کر ہم کو ان کی زیارت کا شرف عطا فرما۔ اس ستون شریف کی دعا قبول ہوئی اور حضور علیہ السلام معراج کی رات بیت المقدس ٹھہرے اور پھر وہاں سے آسمان کی طرف عروج فرمایا۔''

صاحب الہجر تین بنانے کے سبب سے:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((حصول الهجر تين لان بيت المقدس كان هجرة غالب الانبياء فحصل له الرحيل فی الجملة ليجع بين اشتات الفضائل))

(خصائص کبریٰ، جلد ۱، صفحہ نمبر ۱۸۱)

''بیت المقدس سے معراج کا مقصد آپ کو دونوں ہجرتوں (مکہ سے مدینہ اور مکہ سے بیت المقدس) سے سرفراز کرنا ہے کیونکہ بیت المقدس اکثر نبیوں کی ہجرت گاہ ہے، اس لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہاں کا سفر معراج کی رات درپیش ہوا تاکہ آپ اس سفر کے سبب سے مختلف انواع کے فضائل کو جمع کر لیں۔''

باب السماء ہونے کے سبب:

آسمان کا دروازہ بیت المقدس کی محاذات میں واقع ہے اس لئے بیت المقدس سے معراج ہوئی اور واپسی پر وہاں سے گزر فرمایا۔ چنانچہ امام برہان الدین حلبی لکھتے ہیں:

((وقيل فی ذالك ايضاً ان باب السماء الذی يقال له مصعد الملائكة يقابل بيت المقدس فيحصل فی العروج مستو ياً من غير تعويج))

(سیرت حلبیہ، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۴۱۹)

''اور کہا گیا ہے کہ بیت المقدس سے معراج ہونے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آسمان کا دروازہ جہاں سے فرشتے آسمان پر چڑھتے ہیں جس کو مصعد الملائکہ کہتے ہیں وہ بیت المقدس سے سیدھا اوپر ہے۔ پس

Marfat.com

اسی لیے وہاں سے معراج ہوئی تا کہ آپ بالترتیب قدرت الٰہی کے عجائب ملاحظہ فرمائیں۔"

جگہ کو بابرکت کرنے کے سبب:

((لانه محشر الخلائق فيطوه بقد مه الشريف يسرقل على امته يوم القيامة وقوفهم ببركة اثر قد مه الشريف))

(تفسیر فتح المنان، جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۲۹۶)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات بیت المقدس اس لیے ٹھہرائے گئے تا کہ آپ کے قدم شریف کے اثر سے برکت آ جائے اور اس برکت کے سبب سے قیامت کے دن آپ کی امت کو وہاں آسانی ہو جائے، کیونکہ وہاں مخلوق کے جمع ہونے کا مقام ہے۔"

اللہ کی قدرتوں کے مشاہدہ کے سبب:

((وسبب بدائة المعراج الذهاب الى المسجد الا قصىٰ لان هناك الايات الكبرى من بركة انوار تجليته لا رواح الانبياء واشبا مهم وهناك بقربه طور سينا وطور زيتاء والمصيصة ومقام ابراهيم و موسىٰ و عيسىٰ فى تلك الجمال مواضع كشوف الحق لذالك قال باركنا حوله لنريه من ايتنا من علامات شواهد مشاهدتنا حتىٰ يتعود برويته شهود نافى الايات وليقوى برويتها حتى يطلق بان ترى ايات عظام الملكوت))

(تفسیر عرائس البیان، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۵۴۷)

"بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف عروج کا یہ سبب ہے کہ وہاں آیات کبریٰ ہیں جو کہ نبیوں اور ان جیسے لوگوں کی روحوں کی تجلی کے انوار کی برکات ہیں اور وہاں مسجد اقصیٰ کے قریب ہی طور سینا ہے اور طور زیتاء ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام ہے اور ان پہاڑوں میں ایسے مقام ہیں جہاں حقیقت کا مکاشفہ ہوتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے اس کے آس پاس برکتیں رکھی ہوئی ہیں، تا کہ ہم اپنے حبیب کو معراج کی رات اپنی قدرت کی بڑی نشانیاں دکھائیں جو ہمارے مشاہدہ پر دلالت کرتی ہیں حتیٰ کہ قدرت کی نشانیاں دیکھنے کے بعد ہمارے مشاہدہ کو دیکھنے کے عادی ہو جائیں اور ان قدرت کی نشانیوں کو دیکھنے سے اس کو قوت حاصل ہو جائے، حتیٰ کہ ملکوت کی بڑی نشانیاں ملاحظہ فرما سکیں۔"

Marfat.com

دشمن کے سوالوں کے جواب کے سبب:

علامہ عسقلانی لکھتے ہیں:

((ان الحکمة فی الاسراء الی بیت المقدس اظہار الحق للمعاند لانه لو عرج من مکة الی السماء لم یجد لمعاندة الاعداء سبیلاً الی البیان و الایضاح))

(مواہب لدنیہ، جلد۲، صفحہ نمبر۱۴)

''بیت المقدس تک سیر کرانے میں یہ حکمت تھی کہ معاند کیلئے حق واضح ہو جائے، اس لئے کہ اگر مکہ سے آسمان کی طرف آپ کو معراج ہوتی تو دشمن کی ضد و اعتراضات کے جواب دینے کیلئے کوئی بیان اور وضاحت کا راستہ نہ ہوتا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب فرمایا کہ میں معراج پر گیا تو میں بیت المقدس میں بھی ٹھہرا۔ کفار مکہ کو معلوم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں کبھی بھی بیت المقدس نہیں گئے اس لیے انہوں نے کہا:

''بیت المقدس کی علامات کیا ہیں۔؟''

تو آپ نے سب کو بتا دیں۔ دشمن نے کہا:

''قافلوں کے حالات کیا ہیں؟''

آپ نے سب حالات ارشاد فرمائے تو دشمن لاجواب ہو گیا۔ اگر براہ راست آسمان پر جاتے تو دشمن کو ان سوالوں کا موقعہ نہ مل سکتا کہ جس سے وہ لاجواب ہو گیا۔

☆☆☆

باب نمبر 17:

فلسفۂ آسمانی معراج

فرشتوں کی دعا کی وجہ سے:

آسمان پر کروڑوں فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر نہیں آسکتے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے شائق تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور حضور علیہ السلام کو آسمانوں پر معراج سے نوازا۔

عالم باطن کے فیضان کے اظہار کی وجہ سے:

آسمان کو حضور علیہ السلام کی زیارت کا اس لئے شوق دامن گیر ہوا کہ آسمان کا وجود ہی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی

Marfat.com

بدولت ہے۔ حضرت شیخ عبدالکریم جیلی قدس سرہ لکھتے ہیں:

((کل کمال تشهده بالمحسوسات فهو من فيض صورته الظاهرة و كل كمال تعقله من المعنويات فهو في فيض معانيه الباطنة فهو في المثل معدن كمالات العالم تستمد من باطنها و ظاهرها فحسوسات العام تستمد من ظاهره و معقولات العالم تستمد من باطنه فهو الهيولى للقبورة و المعاني والوجوديه فعالم الشهادة فيض ظاهره و عالم الغيب فيض باطنه و عالم الفيض عبادة عن حقيقة ﷺ))

''ہر وہ کمال جو محسوسات میں تم دیکھتے ہو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ کی ظاہری صورت کے فیضان سے ہے، اس طرح وہ باطنی کمال جو عقل سے ادراک ہوتا ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باطنی فیضان سے ہے۔ گویا آپ عالم کے ظاہری اور باطنی کمال کی معدن ہیں حتیٰ کہ عام محسوسات آپ کے ظاہر سے مدد طلب کرتے ہیں اور عالم معمولات آب کی روحانیت سے مدد طلب کرتے ہیں۔''

(کمالات الٰہیہ، جلد اصفحہ نمبر ۴۵۵)

پس ثابت ہوا کہ صوری اور معنوی وجود کے لحاظ سے آپ ہر شے کی اصل ہیں۔ پس عالم شہادت آپ کے ظاہری فیض سے اور عالم غیب آپ کے باطنی فیض سے وابستہ ہے اور عالم فیض دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت سے عبارت ہے۔

زمین و آسمان کی دعا کی وجہ سے:

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح زمین پر معراج نہ ہوئی، بلکہ آسمان پر معراج ہوئی، اس کا سبب یہ ہے کہ جب آپ عنصری وجود کے ساتھ زمین پر جلوہ گر ہوئے تو زمین نے آسمان پر فخر کر کے کہا:

''میری شان تجھ سے زیادہ ہوگئی۔''

اس کے بعد آسمان نے دعا کی:

''اے الہ العالمین! اپنے محبوب کو مجھ پر بلندی عطا فرما تا کہ مجھے شرف حاصل ہو۔''

تب اللہ تعالیٰ نے دونوں کو برابر درجہ دینے کیلئے حضور علیہ والصلوٰۃ والسلام کو آسمان پر معراج کرائی۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 18:

ہر آسمان کے دروازہ پر ہونے والی گفتگو کی وجہ

اندازِ تعجب:

((قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم عرج بنا الى السماء فاستفتح جبريل فقيل من انت قال جبريل قيل ومن معك قال محمد قيل وقد بعث اليه قال قد بعث اليه ففتح لنا(متفق عليه))

(صحیح بخاری)(صحیح مسلم)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام ہم کو آسمان دنیا تک لے گئے۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوانے کو کہا۔ دربان فرشتوں کی طرف سے پوچھا گیا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہیں۔؟ جبرائیل نے کہا: حضرت محمد ہیں۔ پوچھا گیا: کیا ان کے پاس آسمانوں پر بلائے جانے کا پیغام بھیجا گیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہاں! وہ بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لئے دروازہ کھول دیا گیا۔''

ہر آسمان کے دروازہ پر:

حضرت جبرائیل علیہ السلام جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ آسمانوں پر پہنچے تو ہر آسمان پر فرشتوں نے کہا:

((من انت))

''آپ کون ہیں۔؟''

جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''میں جبرائیل ہوں۔''

پھر فرشتوں نے کہا:

((من معك))

''آپ کے ساتھ کون ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''حضرت محمد۔''

پھر فرشتوں نے کہا:

Marfat.com

((وقد بعث الیه))

''اور کیا وہ بلائے گئے ہیں۔؟''

جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''ہاں۔''

معراج کی خوشی:

علامہ احمد بن محمد شمنی تحریر فرماتے ہیں:

((وکان سوالھم للاستعجاب بما انعم اللہ علیہ اولاستبشار بعروجہ))

(مزیل الحفاظن الفاظ الشفء، جلد ا، صفحہ نمبر ۱۷۸)

''فرشتوں کا یہ سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعمتوں سے یا آپ کی معراج کی خوشی میں تعجب کے باعث تھا۔''

انتظار کی وجہ سے:

ان تمام سوالات اور جوابات کی نوعیت سے یہ نہ سمجھا جائے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانے سے پہلے فرشتوں کو کچھ علم ہی نہ تھا، کیونکہ حدیث شریف میں یہ الفاظ موجود ہیں:

((فیستبشر بہ اھل السماء))

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج کی خوشخبری آسمان والوں دی گئی تھی۔''

(بخاری، صفحہ نمبر ۱۱۲۰)

تشریف آوری کے منتظر:

امام ابن حجر عسقلانی ارقام فرماتے ہیں:

((کانھم کانوا علموا انہ سیعرج بہ وکانو مترقبین))

''گویا فرشتوں کو بتا دیا گیا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عنقریب معراج کرائی جائے گی تو وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کے انتظار میں تھے۔''

(فتح الباری، جلد ۳، صفحہ نمبر ۴۱۱)

تعجب کے صیغے بسبب خوشی کے:

علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں:

((وقیل سألوا تعجباً من نعمۃ اللہ علیہ بذالك اوا ستبشاراً بہ وقد علموا ان

Marfat.com

البشر لا یترقی ھذا الترقی الا باذن اللہ تعالیٰ وان جبریل لا یصعد بمن لم یرسل الیہ))

(فتح الملہم، جلد ا، صفحہ نمبر ۳۱۸)

''اور کہا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو اللہ کی نعمت معراج کے سبب نازل ہوئی یا فرشتوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معراج سے خوشی ہوئی تو تعجب کے مقام پر یہ سوال کئے اور تحقیق فرشتوں کو اس بات کا علم ہے کہ بشر اس ترقی کے مقام پر اللہ تعالیٰ کے اذن کے سوا نہیں پہنچ سکتا اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کو بلایا نہ جائے اس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان پر نہیں لے جاتے۔''

☆☆☆

باب نمبر 19:

فرشتوں کا مختلف شکل اختیار کرنا

برف و آگ کا مرقعہ فرشتہ:

دورانِ سفرِ معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرشتہ کو دیکھا جو انسانوں جیسی صورت کا حامل تھا۔ اس کا اوپر والا جسم آگ کا تھا اور نیچے والا برف کا۔ آگ برف کو نہیں پگھلاتی تھی اور برف آگ کو نہیں بجھاتی تھی۔ اس فرشتہ کی تسبیح یہ تھی:

((سبحن الذی الف بین الثلج و النار الف بین عبادک الصالحین))

''وہ اللہ پاک ہے جس نے آگ اور برف کے درمیان الفت ڈال دی، اے اللہ! اسی طرح اپنے صالح بندوں کے درمیان الفت ڈال دے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''یہ کون ہے۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور یہ فرشتہ بادلوں پر مؤکل ہے۔ حتیٰ کہ جس جگہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے یہ فرشتہ بادلوں کو وہاں لے جاتا ہے۔ اس فرشتہ کا نام رعد ہے۔''

اس لئے کہ رعد کا معنیٰ گرجنے کے ہیں اور یہ فرشتہ بھی جب بادلوں کو چلاتا ہے اور ان کو ہانکتا ہے، اس کے ہانکنے سے جو گرج پیدا ہوتی ہے اس کو بھی رعد کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

((یسبح الرعد بحمدہ))

Marfat.com

''اور رعد اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔''

مختلف اشکال کے فرشتے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات بہت زیادہ فرشتوں سے ملاقات کی جو مختلف صورتیں اختیار کئے ہوئے تھے، مثلاً: کوئی بہت زیادہ عمر کا تھا، کسی کے پاؤں زمین پر اور سر سدرۃ المنتہٰی پر تھا وغیرہ۔

کئی احادیث ایسی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ فرشتے اپنی شکل تبدیل کر سکتے ہیں۔ درج ذیل دو احادیث اسی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں:

1: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ ایک آدمی اس مجلس میں آ گیا جس کے کپڑے سفید تھے اور بال بہت سیاہ اور اس پر سفر کا کوئی اثر معلوم نہ ہوتا تھا۔ ہم میں سے کوئی بھی اس کو نہ پہچانتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے دو زانوں ہو کر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھا، پھر اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے چند مسئلے پوچھے اور پھر چلا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''اس آدمی کو میرے پاس واپس لاؤ۔''

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کو واپس لانے کیلئے گئے تو اس کا کچھ نشان نہ پایا۔ ایسے لگا جیسے اسے آسمان نے اچک لیا یا زمین نگل گئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''یہ جبرائیل تھے۔''

(صحیح مسلم)

2: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ملک الموت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیجا گیا۔ جب وہ ان کے پاس آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو طمانچہ مارا تو ان کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ پس وہ اپنے رب کی طرف واپس گئے اور عرض کیا: مجھے ایسے شخص کے پاس بھیجا گیا جو موت نہیں چاہتے اور انہوں نے میری آنکھ نکال دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آنکھ دوبارہ عطا فرمائی اور فرمایا: ان کو یوں کہہ کہ آپ اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھو جس قدر بال آپ کے ہاتھ کے نیچے ہو جائیں اتنے ہی سال آپ کی عمر زیادہ ہوگی۔ جب ملک الموت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس طرح کہا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''اس کے بعد کیا ہوگا۔؟''

فرشتے نے کہا:

''موت۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''تو پھر ابھی موت ہونی چاہیے۔'' (صحیح بخاری، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۴۸۴)

Marfat.com

قاضی عیاض حنبلی:

حضرت قاضی ابو یعلی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جنات کو اپنی شکل تبدیل کرنے اور مختلف صورتوں میں منتقل ہونے کی قدرت نہیں ہے۔ یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کچھ کلمات اور کسی قسم کے اعمال سکھلائے ہوں ان میں سے جب کوئی یہ عمل کرے یا کوئی کلام پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو ایک صورت سے دوسری صورت میں تبدیل کر دیتا ہو۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ جنات صورت تبدیل کرنے اور خیالات کا القاء کرنے میں اس معنی میں قادر ہیں کہ جب وہ اسی مخصوص بات کو بولیں یا عمل کریں تو اللہ تعالیٰ ان کو اس صورت سے دوسری صورت میں بطور عادت منتقل کر دے لیکن جنات کا خود بخود اپنے آپ کو دوسری شکل میں بدلنا محال ہے کیونکہ ان کا ایک صورت سے دوسری صورت میں منتقل ہونا ان کی نفس تخلیق کے خلاف ہے اور اس میں اجزاء میں تفریق بھی ہے۔ جب اصل بنیاد اور تخلیق ہی بگڑ گئی تو حیات باطل ہوگئی اور من جملہ فعل کو وقوع اور اپنی ذوات کی کیفیت نقل محال ہوگئی۔ فرشتوں کا مختلف شکلیں اختیار کرنا بھی اسی طرح سے ہے (جس طرح کا قول جنات کے بارے میں مذکور ہوا)۔ یہ جو ابلیس کے بارے میں آیا ہے کہ وہ سراقہ کی شکل میں ظاہر ہوا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ قلبی کی صورت میں آتے تھے یہ اسی بات پر محمول ہے جو ہم نے ذکر کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے قول پر ان کو قدرت بخشی ہے جس کے کہنے سے اللہ تعالیٰ ان کو ایک صورت سے دوسری صورت تبدیل فرما دیتا ہے۔''

امام الحرمین ابن الجوینی:

امام الحرمین ابن الجوینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت جبرائیل علیہ السلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس انسان کی شکل میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے لیے اس چیز کو ان کی خلقت سے زائد کر دیا ہوگا بعد میں اعادہ کر دیا گیا ہوگا۔''

شیخ ابن عبد السلام:

حضرت شیخ عزیز الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر کہا جائے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کی صورت میں آئے اس وقت ان کی روح کہاں تھی؟ کیا اس جسم میں تھی جو حضرت دحیہ کے جسم کے مشابہ تھا یا اس جسم میں تھی جس کے چھ سو پر ہیں۔؟ پس اگر جسم اعظم میں تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام نہ تو روح کے اعتبار سے آئے تھے اور نہ ہی جسم کے اعتبار سے۔

Marfat.com

اگر حضرت دحیہ کے مشابہ جسم میں تھی تو کیا وہ جسم جس کے چھ سو پر ہیں اس پر موت آ گئی تھی جس طرح سے باقی اجسام ارواح کے علیحدہ ہونے سے فوت ہو جاتے ہیں یا نہیں؟ یا روح حضرت دحیہ کے مشابہ جسم میں رہی اور بڑا جسم خالی ہونے کے باوجود زندہ رہا۔؟'' میں شیخ عزیز الدین کہتا ہوں: ''روح کا جسم اول سے منتقل ہونا اس کی موت کو لازم نہیں کیونکہ ارواح کی علیحدگی سے اجسام کی موت عقلاً واجب نہیں ہے اور ارواح بنی آدم میں عادت اللہ اس طرح سے جاری ہے کہ بدن (خروج روح سے) زندہ رہتا ہے، اس کے معارف اور طاعات میں کچھ کمی نہیں ہوتی اور دوسرے جسم کی طرف روح کا انتقال شہداء کی ارواح کی طرح ہے جو سبز پرندوں کے گھونسلوں میں رہتی ہیں۔''

شیخ سراج الدین:

شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الفیض البخاری علی صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

''یہ بات جائز ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصل صورت میں آتے ہوں مگر یہ کہ سمٹ کر ایک انسان کی شکل میں ظاہر ہوتے ہوں اور جب اس حالت سے باہر ہوں تو اپنی اصلی شکل میں لوٹ جاتے ہوں اس کی مثال روئی ہے جب بکھری ہوئی کو جمع کیا جائے کیونکہ بکھری ہوئی حالت میں روئی کی صورت بہت بڑی ہوتی ہے اور اس کی ذات بگڑتی نہیں۔ یہ مثال سمجھانے کے لئے قریب الفہم ہے۔''

شیخ علاؤ الدین:

علامہ علاء الدین قونوی شارح الحاوی اپنی کتاب ''الاعلام بالمام الارواح بعد الموت علی الاجسام'' میں فرماتے ہیں:

''حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت دحیہ کی صورت میں اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس کامل انسان کی شکل میں ظاہر ہوئے تھے۔ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کچھ بندوں کو حالت حیات میں ان کی ذات کے لئے خاصیت ملکیت قدسیہ اور قوت عطاء فرمائی ہو جس سے اپنے بدن سے دوسرے متعین بدن میں پہلے بدن میں تصرف کے باوجود تصرف کی قدرت ہو جیسا کہ حضرات ابدال کے متعلق کہا گیا ہے۔ ان کا نام ابدال اس لئے رکھا گیا ہے کہ وہ ایک جگہ سے رحلت کرتے ہیں اور اس جگہ اول میں ایک شکل میں مقیم بھی رہتے ہیں جو ان کی اصلی شکل کے علاوہ اور اس سے مبدل ہوتی ہے۔ حضرات صوفیائے کرام نے عالم اجساد اور عالم ارواح کے درمیان ایک اور جہان ثابت کیا ہے اور اس جہان کا نام ''عالم مثال'' رکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ جہان عالم اجساد سے لطیف اور عالم ارواح سے کثیف ہے اور اسی پر ارواح کے بجسم اور مختلف صورتوں میں عالم مثال میں ظاہر ہونے کی بنیاد رکھی ہے۔ اس بنیاد کی خوشبو قرآن پاک میں (فتمثل لھا بشرا سویا) میں پائی جاتی ہے۔ واحد

Marfat.com

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی روح کی طرح اپنے اصلی جسم سے متعلق ہے اور جسم مثالی میں ظاہر ہے اور اسی سے یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے جو بعض آئمہ سے مشہور ہے کہ بعض اکابر نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے جسم کے بارے میں سوال کیا اور کہا کہ ان کا پہلا جسم جو افق کو اپنے پروں سے پر کرتا تھا جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اصلی صورت میں دیکھا تھا وہ حضرت دحیہ کی صورت میں ظاہر ہونے کے وقت کہاں گیا تھا؟ بعض اکابر نے اس کے جواب میں تکلف اختیار فرمایا کہ یہ بات درست ہے کہ یوں کہا جائے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا بعض جسم بعض میں سمٹ گیا ہو۔ یہاں تک کہ اس کا حجم چھوٹا ہو کر کے حضرت دحیہ کی صورت میں آ گیا ہو۔ اس کے بعد اسی پہلی حالت میں لوٹ آئے اور پھول گئے ہوں۔ جو بات حضرات صوفیہ کرام نے فرمائی ہے وہ زیادہ بہتر ہے۔ وہ یہ کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا جسم اصلی تو اپنی حالت میں بغیر تبدیلی کے رہا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک اور جثہ تیار کیا ہو اور حضرت جبرائیل کی روح دونوں میں بیک وقت متصرف ہوئی ہو۔''

ابن قیم:

علامہ شمس الدین ابن قیم کتاب الروح میں فرماتے ہیں:

''روح کی حالت بدن کی حالت سے کچھ دوسری طرح کی ہے۔ روح بلند ترین مقامات پر ہونے کے باوجود بدن کے میت کے ساتھ متصل ہوتی ہے اور جب کوئی مسلمان اس صاحب روح پر سلام کہتا ہے تو وہ اس کا جواب دیتی ہے حالانکہ وہ وہاں پر اپنے مقام میں ہوتی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ سو پروں کے ساتھ دیکھا ان میں سے دو پروں نے افق کو بھر رکھا تھا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھے اور ان کے گھٹنوں پر اپنے گھٹنے اور ان کی رانوں پر اپنے ہاتھ رکھے تھے۔ مخلصین کے دل ایمان کے اعتبار سے وسیع ہیں کہ یہ ممکنات میں سے ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنا قریب ضرور بیٹھے ہیں حالانکہ وہ آسمان میں اپنے مقام پر تھے۔ ایک حدیث میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دیدار کے متعلق ہے کہ ''میں نے اپنا سر اٹھایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان اور زمین کے درمیان اپنے قدموں سے صف آراء کہہ رہے تھے: ''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل علیہ السلام ہوں۔'' پھر فرمایا: ''میں اس وقت جس طرف بھی نظر ڈالتا تو جبرائیل علیہ السلام کو ہی دیکھتا تھا۔''

یہاں پر غائب کا حاضر پر غلط قیاس کرنا سامنے آتا ہے اور یہ اعتقاد کیا جاتا ہے کہ روح اجسام سے متعلقہ ایک قسم ہے جو ایک جگہ مستقل ہے اس کا اپنے جسم کے علاوہ کسی جگہ ہونا ممکن نہیں حالانکہ یہ بات غلط محض ہے۔

Marfat.com

شیخ محیی الدین:

شیخ محیی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب محکم میں فرماتے ہیں:

''جب کوئی فرشتہ کوئی شکل بدلتا ہے تو جس صورت میں چاہے آ سکتا ہے۔ اس پر صورت کا حکم لگایا جائے گا، اس پر اس کے احکام جاری ہوں گے اور جب بات کرے گا تو جو اس صورت کے لائق ہوگی وہی کہے گا۔ اس کی پاکیزگی باقی رہے گی اور اپنی روحانیت سے خالی بھی نہ ہوگا۔ انسان جب کوئی شکل کسی وظیفہ یا جادو یا کرامت کے طور پر تبدیل کرے گا تو جس صورت میں چاہے ظاہر ہوگا اس پر صورت کا حکم نہ لگایا جائے گا۔ اس صورت میں جو بات کرے گا جس زبان میں چاہے کر سکے گا اور یہ اپنی حقیقت انسانیت پر باقی رہے گا کیونکہ یہ اپنی صورت سے تبدیل ہوا ہے۔ جب جن کوئی صورت اختیار کرتا ہے وہ اپنی حقیقت سمیت اس میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اس پر صورت کا حکم لگایا جاتا ہے اور اسی پر احکام کا اجرا ہوتا ہے لیکن جب اس صورت کو قتل کیا جائے تو جن اس صورت سمیت مر جاتا ہے۔''

☆☆☆

باب نمبر 20:

ان فرشتوں کا تعارف جن سے دورانِ معراج رسول اللہ نے ملاقات کی

فرشتہ روح:

ساتویں آسمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرشتہ روح سے ملاقات فرمائی۔ درج ذیل میں فرشتہ روح کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

1: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''تتنزل الملئكة و الروح فيها''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 30، سورۃ القدر، آیت نمبر 4)

''اس شب قدر میں فرشتے اور روح القدس نازل ہوتے ہیں۔''

2: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''یوم یقوم الروح و الملائکة صفا''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 30، سورۃ النباء، آیت نمبر 38)

''روز (قیامت) روح علیہ السلام اور باقی فرشتے اللہ کے ہاں صف بستہ خشوع وخضوع کے ساتھ کھڑے

Marfat.com

ہوں گے۔"

3: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"روح تخلیق کے اعتبار سے سب فرشتوں سے بڑا ہے۔"

(ابن جریر)(ابن المنذر)(ابن ابی حاتم)(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ)(کتاب الاسماء والصفات، از امام بیہقی)

4: حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"روح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا دربان ہے۔ یہ روز قیامت اللہ تعالیٰ کے ہاں کھڑا ہوگا۔ یہ سب فرشتوں سے بڑا ہے۔ اگر اپنا منہ کھولے تو سب فرشتوں سے بھی وسیع ہو جائے۔ ساری فرشتوں کی مخلوق اس کی طرف دیکھتی ہے اور اس (کی عظمت) کے وجہ سے اپنی نظر اپنے سے بلند نہیں کرتی۔"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۰۶ اور ۲۸۵)(تفسیر در منثور، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۳۰۹)

5: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"روح ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار منہ ہیں، ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں ہیں، ہر زبان کی ستر ہزار لغتیں ہیں اور یہ ان سب لغات کے ساتھ اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو روز قیامت تک فرشتوں کے ساتھ اڑتا رہے گا۔"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۰۸)(الاسماء والصفات، از امام بیہقی، صفحہ نمبر ۴۶۲)(تفسیر در منثور، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۲۰۰)(کتاب ضداد، از ابن الانباری، صفحہ نمبر ۴۲۳)

(جب ستر ہزار منہ کو ستر ہزار زبانوں سے ضرب دیں تو 4900000000 (چار ارب نوے کروڑ) بنتے ہیں۔ جب ان کو ستر ہزار لغتوں کیساتھ ضرب دیں تو 343000000000000 (چونتیس پدم تیس کھرب) لغتیں بنتی ہیں جن میں حضرت روح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتا ہے۔)

6: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"روح ایک فرشتہ ہے۔ اس کے دس ہزار پر ہیں اور ان میں سے دو پروں میں مشرق و مغرب کے درمیان کا فاصلہ ہے۔ اس کے ہزار منہ ہیں، ہر منہ میں ہزار زبانیں، دو آنکھیں اور دو ہونٹ ہیں جو روز قیامت تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتے ہیں۔

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۰۹)(تفسیر در منثور، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۲۰۰)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس کے پر پانچ ہزار زمینوں کی مسافت کے برابر فاصلہ رکھتے ہیں اور خود کتنے بڑے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ ہزار منہ، دس لاکھ زبانیں، بیس لاکھ آنکھیں اور بیس لاکھ ہونٹ ہیں جو قیامت تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے رہیں گے۔

7: حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''روح فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہے، جس کے دس ہزار پر ہیں، اس کے درمیان مشرق مغرب کا فاصلہ ہے، اس کے ہزار منہ ہیں اور ہر منہ میں ہزار زبانیں اور دو ہزار ہونٹ ہیں۔ یہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کرتے رہیں گے۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۰۵) (تفسیر درمنثور، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۳۰۹)

8: حضرت مقاتل بن حیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''روح سب فرشتوں سے اشرف اور رب تعالیٰ کا مقرب ترین ہے۔ یہ صاحب الوحی ہے۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۱۶) (تفسیر الماوردی، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۳۸۸) (زاد المسیر، جلد نمبر ۹ صفحہ نمبر ۱۳) (تفسیر قرطبی، جلد نمبر ۱۹، صفحہ نمبر ۱۸۷) (تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۴۶۵) (تفسیر درمنثور، جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۳۰۹)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ روح سے مراد حضرت جبرائیل ہیں، کیونکہ عام طور پر یہی وحی لاتے رہے ہیں۔

9: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''روح علیہ السلام چوتھے آسمان میں ہیں اور یہ روح علیہ السلام آسمان، پہاڑوں اور سب فرشتوں سے بڑے فرشتے ہیں۔ ہر روز بارہ ہزار تسبیحات پڑھتے ہیں۔ ان کی ہر تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ یہ روح علیہ السلام روز قیامت مکمل ایک صف کی شکل میں حاضر ہوگا۔''

(ابن جریر) (حافظ ابن کثیر تفسیر ابن کثیر میں فرماتے ہیں: ''هذا قول غريب جدا'')

10: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رکوع اور سجود میں: ''سبوح قدوس رب الملائكة والروح'' (فرشتوں اور روح کا رب پاکیزہ اور مقدس ہے۔) پڑھا کرتے تھے۔''

(سنن ابی دود، کتاب استفتاح الصلوۃ، باب نمبر ۱۵۱، حدیث نمبر ۱۸۷) (سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب نمبر ۹۸۰، حدیث نمبر ۱۶۱) (سنن بیہقی، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۸۷ اور ۱۰۹۔ جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۱۳۱) (احیاء العلوم، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۳۲۸) (تفسیر قرطبی، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۲۷۷) (اتحافات سنیہ، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۵۷۔ جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۶۴، ۹۶ اور ۱۷۱)

11: حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت روح علیہ السلام انسان کی شکل پر پیدا کئے گئے ہیں۔'' (عبدالرزاق، ۲۲۶۳)

12: حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''روح مخلوق خدا کی ایسی قسم ہے جو کھاتے پیتے ہیں، ان کے ہاتھ، پاؤں اور سر ہیں اور یہ فرشتے نہیں ہیں۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۲۱ اور ۴۲۳) (تفسیر طبری، جلد نمبر ۳۰، صفحہ نمبر ۶۲) (ابوالشیخ میں مذکورہ روایت کے الفاظ تین طریق سے مروی ہیں جن کو حضرت مصنف نے یکجا بیان کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ روح فرشتوں کے علاوہ کسی اور

Marfat.com

مخلوق خدا کا نام ہے کیونکہ فرشتے کھانے پینے سے مبرا ہیں۔)

13: حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''روح فرشتوں سے خلقت میں بڑا ہے اور کوئی فرشتہ (آسمان سے) نازل نہیں ہوتا مگر روح علیہ السلام اس کے ساتھ ہوتا ہے۔'' (عبد بن حمید) (ابن المنذر)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ روح فرشتوں سے علاوہ ایک مخلوق ہے اور یہ فرشتوں کی طرح تعداد میں بہت ہیں کہ ہر اترنے والے فرشتے کے ساتھ ایک روح علیہ السلام ہوتا ہے۔

14: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''روح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے جو انسان کی صورت میں ہے اور کوئی فرشتہ نہیں اترتا مگر ایک روح علیہ السلام اس کے ساتھ ہوتا ہے۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۲۴) (تفسیر طبری، جلد نمبر ۱۴، صفحہ نمبر ۷۷) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۱۰) (تفسیر الماوردی، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۳۸۳)

15: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''والروح جند من جنود اللہ لیسوا بملائکۃ لھم رئووس وأیدی وأرجل ثم قرا (یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا) قال: ھؤلاء جند وھؤلاء جند''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۱۰) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۳۰۹) (زاد المسیر، جلد نمبر ۹، صفحہ نمبر ۱۲) (تفسیر قرطبی، جلد نمبر ۱۹، صفحہ نمبر ۱۸۷) (تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۲۶۵)

''روح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے، یہ فرشتے نہیں ہیں، ان کے سر، ہاتھ اور پاؤں بھی ہیں۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

''یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا''

''جس روز روح علیہ السلام اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے۔''

اور فرمایا:

''یہ روح بھی لشکر ہے اور یہ فرشتے بھی لشکر ہیں۔''

16: حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''روح ایک مخلوق ہے جو انسانوں کے مشابہ ہے، لیکن انسان نہیں ہیں۔ ان کے ہاتھ بھی ہیں اور پاؤں بھی۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۱۳) (الاسماء والصفات، از امام بیہقی، ص ۴۶۲) (تفسیر طبری، جلد نمبر ۳۰، صفحہ

Marfat.com

نمبر۲۳)(تفسیر در منشور، جلد نمبر۶،صفحہ نمبر۳۰۹)(تفسیر الماوردی، جلد نمبر۴، صفحہ نمبر۳۸۸)(تفسیر قرطبی، جلد نمبر۱۹،صفحہ نمبر۱۸۷)(تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر۴،صفحہ نمبر۴۶۵)

17: حضرت عبداللہ بن بریدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جن، انسان، فرشتے اور شیطان (سب مل کر) روح کے دسویں حصہ تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔''

(کتاب العظمۃ از ابوالشیخ، حدیث نمبر۴۰۷)(تفسیر در منشور، جلد نمبر۶،صفحہ نمبر۳۰۹)

18: فرمان باری تعالیٰ: ''یوم یقوم الروح والملائکۃ صفا'' کی تفسیر میں امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ دونوں روح اور فرشتے روز قیامت رب العالمین کے (عرش کے) دائیں بائیں ہوں گے۔ ایک طرف روح صف بستہ ہوں گے اور دوسری طرف فرشتے۔''

(ابن ابی حاتم)(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر۴۱۵)(تفسیر ابن جریر، جلد نمبر۳۰، صفحہ نمبر۲۰۴)(زادالمسیر، جلد نمبر۹، صفحہ نمبر۱۳)

اس روایت سے بھی فرشتوں کے ساتھ ساتھ روح علیہم السلام کی کثرت تعداد معلوم ہوتی ہے۔ تبھی تو یہ فرشتوں کے مقابلہ میں دوسری جانب میں موجود ہوں گے۔

19: حضرت سلیمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''انسان اور جنات دس جزء ہیں، انسان جنات کا ایک جزء ہیں اور جنات انسانوں سے نو جزء زیادہ ہیں۔ ملائکہ اور جنات دس جزء ہیں، جنات فرشتوں کے مقابلہ میں ایک جزء ہیں اور فرشتے جنات سے نو جزء زائد ہیں۔ فرشتے اور روح دس جزء ہیں، فرشتے روح کے مقابلہ میں ایک جزء ہیں اور روح فرشتوں سے نو جزء زیادہ ہیں۔ روح کروبیون کے مقابلہ میں ایک جزء ہیں اور کروبیون روح سے نو جزء زائد ہیں۔''

(کتاب العظمۃ، ازابوالشیخ، حدیث نمبر۴۲۰)(تفسیر در منشور، جلد نمبر۴، صفحہ نمبر۲۰۰)(تاریخ ابن عساکر، جلد نمبر۴، صفحہ نمبر۱)(تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر۸، صفحہ نمبر۲۴۰)(مستدرک، از امام حاکم، جلد نمبر۴، صفحہ نمبر۴۹۰)

20: حضرت ابن ابی نجیح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''روح علیہم السلام فرشتوں کے محافظ ہیں۔'' (ابن ابی حاتم)

21: حضرت امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''روح ملائکہ میں سے ایک مخلوق ہے۔ ملائکہ ان کو نہیں دیکھتے جس طرح تم انسان فرشتوں کو نہیں دیکھتے۔''

(کتاب الاضداد، از ابن الانباری)

ملاء اعلیٰ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"اتانی اللیلة ربی تبارك وتعالیٰ فی احسن صورة فقال یامحمد هل تدری فیم یختصم الملاالاعلیٰ قلت لا فوضع یده بین کتفی حتی وجدت بردها فی ثدیبی فعلمت مافی السموات ومافی الارض فقال یامحمد هل تدری فیم یختصم الملاالاعلیٰ قلت نعم فی الکفارات والدرجات والکفارات المکث فی المساجد بعد الصلوات والمشی علی الاقدام الی الجماعات واسباع الوضوء فی المکاره' والدرجات افشاء السلام واطعام الطعام والصلاة بالیل والناس نیام"

(اختیارالاولی فی شرح حدیث اختصام ملاء اعلیٰ ،ازابن رجب حنبلی)(کنزالعمال،حدیث نمبر ۴۳۵۴۴)(مسند عبدالرزاق)(جامع ترمذی، کتاب التفسیر،حدیث نمبر ۳۲۳۳)(اتحاف السادة المتقین ،صفحہ نمبر ۹۳)(جمع الجوامع ،حدیث نمبر ۳۲۰)(مشکوٰة المصابیح،صفحہ نمبر ۴۷)

"آج (معراج کی) رات میں نے اللہ تعالیٰ کو خوبصورت ترین صورت میں دیکھا۔اللہ تعالیٰ نے پوچھا:"اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ مقرب فرشتے کس بات میں بحث کر رہے ہیں۔؟"میں نے عرض کیا:"نہیں۔!"تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست مبارک میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں تھا مجھے اس کا علم ہوگیا۔ پھر پوچھا:"اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ مقرب فرشتے کس بارے میں بحث کر رہے ہیں۔؟"میں نے عرض کیا:"جی ہاں! کفارات اور درجات کے بارے میں۔کفارات یہ ہیں کہ نمازوں کے بعد مساجد میں ٹھہرے رہنا، جماعت کی طرف قدموں سے چلنا اور وضو کرتے وقت پانی کو مبالغہ کے ساتھ ان اعضاء کا دھونا جو وضو میں فرض اور سنت ہیں۔ درجات یہ ہیں کہ سلام کو پھیلانا، کھانا کھلانا اور رات کو تہجد کی نماز ادا کرنا جب کہ لوگ نیند میں ہوں۔"

تعارف حضرت جبرائیل علیہ السلام:

حضرت جبرائیل معراج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق خاص رہے اور سدرة المنتہیٰ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے بھی سفر کیا۔درج ذیل میں ان کا مفصل تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"جبرائیل علیہ السلام کا نام عبداللہ ہے۔میکائیل علیہ السلام کا نام عبیداللہ ہے۔اسرافیل علیہ السلام کا نام عبدالرحمٰن ہے۔ہر شے جو"ایل"کے ساتھ منسلک ہو وہ اللہ عزوجل کی عبادت کرنے والا ہے۔"

(کتاب العظمة ،ازابوالشیخ ،حدیث نمبر 382)(تفسیر ابن جریر، 437/1)(تفسیر ابن ابی حاتم، 65/1)(فتح الباری، 165/1)

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''جبرائیل علیہ السلام کا نام عبداللہ اور میکائیل علیہ السلام کا نام عبیداللہ ہے۔ ہر وہ اسم جس میں ''اِیل'' ہو اس سے مراد ہوتا ہے کہ وہ اللہ کا عبادت گزار ہے۔'' (ابن جریر)

حضرت اسرافیل علیہ السلام کو ان کے پروں کی کثرت کی وجہ سے بھی اسرافیل کہا جاتا ہے، حضرت میکائیل علیہ السلام چونکہ بارش اور نباتات کے نگران ہیں، ان کو ناپتے اور وزن کرتے ہیں اس لئے ان کو میکائیل کہتے ہیں۔

حضرت عبدالعزیز بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ملائکہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام ''خادم رب عزوجل'' (اللہ عزوجل کا خادم) ہے۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر 351) (تفسیر ابن ابی حاتم، 66/1) (تفسیر در منثور، 92/1) (حاوی للفتاویٰ، 124/6)

حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مجھے یہ خبر ملی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام آسمان کے پیشوا ہیں۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر 359) (تفسیر در منثور، 92/1)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''الا اخبرکم بافضل الملائکۃ جبریل''

(مجمع الزوائد، 140/3، 198/8) (تفسیر در منثور، 92/1) (کنز العمال 353/43)

''کیا میں تمہیں سب فرشتوں سے افضل فرشتے کے متعلق نہ بتاؤں؟ وہ افضل الملائکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو سبز لباس میں دیکھا کہ انہوں نے آسمان اور زمین کے درمیان کے حصہ کو پر کر رکھا تھا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''رایت جبریل منهبطا قد ملا ما بین الخافقین علیه ثیاب سندس معلق بها اللولؤ والیاقوت''

(مسند امام احمد، 120/6) (کنز العمال، حدیث نمبر 15167 اور 15168) (تفسیر در منثور، 92/1) (مجمع الزوائد، 257/8) (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر 343) (طبقات المحدثین، صفحہ نمبر 101 اور 100)

''میں نے جبرائیل علیہ السلام کو نازل ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔ انہوں نے آسمان کے دونوں کناروں کو بھرا ہوا تھا، ان پر نہایت نفیس اور باریک کپڑے تھے جس کے ساتھ لؤلؤ اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا:

Marfat.com

''میں چاہتا ہوں کہ تمہیں تمہاری اصل صورت میں دیکھوں۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''آپ اس کو پسند فرماتے ہیں۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہاں!''

تو انہوں نے عرض کیا:

''فلاں تاریخ، فلاں رات کے وقت مقام بقیع غرقد میں مجھ سے ملاقات فرمائیں۔''

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حسب وعدہ ملنے گئے تو انہوں نے اپنے پروں میں سے ایک پر کو پھیلایا تو اس نے آسمان کا افق بھر دیا یہاں تک کہ آسمان کی کوئی شے نظر نہ آتی تھی۔''

(کتاب العظمۃ، از ابو الشیخ)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمان باری تعالیٰ: ''ولقد راہ نزلۃ اخریٰ'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام کو پاؤں لٹکائے ہوئے دیکھا۔ ان پر ایک بڑا موتی تھا جیسے سبزے پر بارش کا قطرہ ہوتا ہے۔''

(کتاب العظمۃ، از ابو الشیخ، حدیث نمبر 348) (اخبار اصبہان، از ابو نعیم، 98/1) (تفسیر در منثور، 125/6)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ورقہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

''اے اللہ کے نبی ﷺ! جو آپ کے پاس جبرائیل علیہ السلام وحی لے کر آتے ہیں وہ کس صورت میں آتے ہیں۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ میرے پاس آسمان سے آتا ہے، اس کے دونوں پر موتی کے ہیں اور اس کے پاؤں کے تلوے سبز ہیں۔'' (سنن طبرانی)

حضرت شریح بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف معراج کے موقع پر تشریف لے گئے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصل صورت میں دیکھا۔ ان کے پر زبرجد، بڑے موتی اور یاقوت کے قیمتی موتیوں سے جڑے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے یہ خیال ہوا کہ اس کی آنکھوں کے درمیانی حصہ نے افق آسمان کو پُر کر رکھا ہے اور اس سے قبل میں نے اسے مختلف صورتوں میں دیکھا تھا۔ جبکہ میں نے اسے اکثر طور پر دحیہ کلبی (مشہور صحابی رضی اللہ عنہ) کی شکل میں دیکھا ہے اور کبھی کبھی میں نے اسے اس طرح دیکھا ہے جس طرح کوئی آدمی اپنے دوست کو

Marfat.com

چھلنی کے پیچھے دیکھتا ہے۔"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ حدیث نمبر 356) (دلائل النبوۃ، از ابونعیم، 177/1) (تفسیر در منثور، 124/6)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی الہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اصل صورت میں دو دفعہ کے علاوہ کبھی نہیں دیکھا۔ پہلی مرتبہ تو اس وقت دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خود کو دکھلانے کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے اپنے آپ کو دکھلایا کہ افق کو پر کیے ہوئے تھے اور دوسری دفعہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس معراج کی رات میں دیکھا۔

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر 364) (مسند امام احمد، 407/1) (تفسیر ابن کثیر، 247/4) (طبرانی کبیر، 377/10) (تفسیر در منثور، 122/6) (فتح القدیر، 110/5)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما بین منکبی جبریل مسیرۃ خمسمائۃ عام للطائر السریع الطیران"

(تفسیر در منثور، 92/1) (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر 375)

"حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار پرندہ کے پانچ سو سال کے سفر کے برابر ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جبریل لہ ستمائۃ جناح من لولو قد نشرھا مثل ریش الطراویس"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر 374)

"حضرت جبرائیل علیہ السلام کے لؤلؤ (موتی) کے چھ سو پر ہیں جن کو انہوں نے پھیلایا تھا جیسے مور اپنے پروں کو پھیلاتے ہیں۔"

عمار بن ابی عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! مجھے جبرائیل علیہ السلام کی اصلی صورت میں زیارت کرا دیجئے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تیرے اندر اس کی طاقت نہیں ہے کہ تو اسے دیکھ سکے۔"

عرض کیا:

"آپ مجھے اس کی زیارت کرا ہی دیجئے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اچھا! بیٹھ جاؤ۔"

پس جب جبرائیل علیہ السلام آسمان سے آ کر کعبہ میں موجود ایک لکڑی پر بیٹھ گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

Marfat.com

فرمایا:

''اپنی نظر اٹھاؤ اور دیکھ لو۔''

پس حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے نظر اٹھائی، جبرائیل کے قدموں کو دیکھا جو گہرے سبز زبرجد کی مانند تھے اور اس کو دیکھ کر بے ہوش ہو کر گر گئے۔''

ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے مطالبہ فرمایا کہ آپ اپنی اصل صورت دکھلائیں تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''آپ میں دیکھنے کی تاب نہیں ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری خواہش ہے کہ آپ ایسا کریں۔''

پس ایک چاندنی رات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جائے نماز کی طرف تشریف لائے تو جبرائیل علیہ السلام بھی اپنی اصلی صورت میں آ گئے۔ جب آپ نے ان کو دیکھا تو بے ہوش ہو گئے، پھر جب آپ کو ہوش آیا تو جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیا ہوا تھا۔ اپنا ایک ہاتھ آپ کے سینہ مبارک پر رکھا ہوا تھا اور دوسرا آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے مخلوق میں سے کسی چیز کو اس طرح نہیں دیکھا۔''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''آپ اسرافیل (فرشتہ) کو دیکھ لیں تو آپ کی کیا حالت ہوگی۔؟ اس کے تو بارہ پر ہیں، ان میں سے ایک پر مشرق میں ہے تو دوسرا مغرب میں۔ اللہ کا عرش ان کے کندھے پر ہے۔ یہ اللہ کی عظمت کے سبب کسی وقت اتنا دبلا ہو جاتا ہے کہ مولہ (چڑیا سے چھوٹے جانور) کی طرح ہو جاتا ہے۔ یہ اپنے عظیم الجثہ ہونے کی وجہ سے عرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہے۔''

(کتاب الزہد، از امام ابن المبارک)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان جبريل لياتينى كما ياتى الرجل صاحبة فى ثبات ببعض مكفوفة باللولو والياقوت رأسه كالجبل وشعره كالمرجان ولونه كالثلج اجلى الجبين براق الثنايا عليه وشاحان من درمنظوم وجناحاه أُخضران ورجلا معموستان فى أُحضرة وصورتة التى صور عليها تملا مابين الافقين ''

(تفسیر در منثور، ۹۳/۱)

''جبرائیل علیہ السلام میرے پاس اس طرح آتے ہیں جس طرح کوئی آدمی اپنے دوست کے پاس آتا

Marfat.com

ہے۔انہوں نے موتیوں اور یاقوت سے پرویا ہوا سفید لباس پہنا ہوتا ہے، ان کا سر بٹی ہوئی رسی کی مانند ہے، ان کے بال مرجان کی طرح ہیں، ان کا رنگ برف کی طرح (سفید) ہے، پیشانی چمکدار اور اگلے دانت چمکیلے ہیں۔ان پر دولڑیاں موتیوں سے پروئی ہوئی ہیں، اس کے دونوں پر سبز ہیں اور پاؤں سبزہ میں ڈوبے ہوئے ہیں اور اس کی اصل صورت جس میں وہ پیدا کیا گیا ہے وہ (آسمان کے) دونوں افق کو بھر دیتی ہے۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خلق الله جمجمة جبريل على قدر الغوطة"

(کنز العمال، حدیث نمبر ۱۵۱۶۶)

"اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کی کھوپڑی کو غوطہ (غُوطہ غین کے پیش کے ساتھ ہے۔یہ ایک شہر کا نام ہے جو دمشق کے قریب واقع ہے۔) کے برابر (بڑا) بنایا ہے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ماشئت ان ارى جبريل عليه السلام متعلقا باستار الكعبة وهو يقول ياواحد يا ماجد لاتزل عنى نعمة انعمت بها على الا رأيته"

(کنز العمال، حدیث نمبر ۵۰۶۳ ۱ اور ۶۴۳۳ ۳)

"میں نے جب چاہا کہ جبرائیل علیہ السلام کو دیکھوں تو میں نے انہیں کعبہ کے پردوں سے لپٹے ہوئے دیکھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے: "یاواحد ایاماجد الاتزل عنی انعمت بها علی" "اے واحد! اے ماجد! (اے اللہ!) تو نے جو نعمتیں مجھے عطا فرمائی ہے انہیں مجھ پر ہمیشہ قائم رکھ۔" میں نے اکثر انہیں اسی حال میں دیکھا۔"

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"انزل الله جبريل عليه السلام فى احسن ماكان ياتينى فى صورة فقال ان الله يقرئك السلام يا محمد ويقول لك انى قد اوحيت الى الدنيا ان غررى وتكدرى وتضيقى وتشددى على اوليائى كى يحبوا القائى وتسهلى وتوسعى وتطيبى لاعدائى حتى يكرهوا القائى فانى قد خلقتها سجنا لاوليائى وجنة لاعدائى"

(شعب الایمان، از امام بیہقی) (جمع الجوامع، حدیث نمبر ۴۵۲۱) (کنز العمال، حدیث نمبر ۶۱۱۰)

"جس صورت میں جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آیا کرتے تھے اس سے بھی حسین صورت میں اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے ان کو میرے پاس بھیجا۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی طرف وحی کی ہے کہ تو میرے دوستوں کے لئے کڑوی، بدمزہ، تنگ اور سخت ہو جا! تا کہ وہ میری ملاقات کو پسند کریں اور میرے دشمنوں کے لئے آسان، کشادہ اور دل پسند ہو جا تا کہ وہ میری ملاقات کو ناپسند کریں۔ میں نے اس دنیا کو اپنے اولیاء کے لئے جیل اور دشمنوں کے لئے راحت بنایا ہے۔''

حضرت عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جبرائیل علیہ السلام جنوبی ہوا میں ہیں۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۸۶۵)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن جریج رضی اللہ عنہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

''جبرائیل علیہ السلام کے دو (بڑے بڑے) پر ہیں اور اس پر موتیوں سے پروئی ہوئی ایک پٹی ہے۔ اگلے دانت چمکدار ہیں، پیشانی منور ہے، سر کے بال گھنگھریالے ہیں اور سر مرجان کی طرح ہے۔ مرجان برف کی طرح سفید موتی ہے اور ان کے دونوں قدم سبزی مائل ہیں۔''

(ابن جریر)

حضرت وہیب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ سے جبرائیل علیہ السلام کی صورت کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا:

''ان کے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار پرندے کے ساتھ سو سال کے سفر کے برابر ہے۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۳۷۳) (تفسیر در منثور، ۹۲/۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

''کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا ہے۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''ان بینی و بینہ لسبعین حجابا من نار و نور لو رایت ادناھا لا حترقت''

(اتحاف السادہ، 137/5) (تفسیر در منثور، 93/1)

''میرے اور اللہ تعالیٰ (کے عرش) کے درمیان آگ اور نور کے ستر پردے ہیں۔ اگر میں ان پردوں میں سے اپنے نزدیک والے پردہ کو بھی دیکھوں تو جل جاؤں۔''

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان فی السماء ملکین احدھما یامر بالسیدة و الاخر یامر باللین و کل مصیب جبریل و میکائیل' و نبیان احدھما یامر باللین و الاخر یامر بالسدو کاح مصیب و ذکر ابراھیم و نوحا و لی صاحبان احدھما یامر باللین

Marfat.com

والاخر بالشدة و کل مصیب و ذکر ابابکر و عمر"

(مجمع الزوائد، جلد نمبر ۹، صفحہ نمبر ۵۱) (تفسیر در منشور، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۴)

"آسمان میں دو فرشتے ہیں جن میں سے ایک سختی کا معاملہ کرتا ہے، دوسرا نرمی کا اور دونوں حق پر ہیں۔ پہلے جبرائیل علیہ السلام ہیں اور دوسرے میکائیل علیہ السلام۔ دو نبی ہیں جن میں سے ایک نرمی کا معاملہ فرماتے ہیں، دوسرے سختی کا اور دونوں حق پر ہیں۔ پہلے حضرت ابراہیم ہیں اور دوسرے حضرت نوح علیہ السلام۔ میرے بھی وہ دوست ہیں ان میں سے ایک نرمی کا معاملہ کرتا ہے، دوسرا سختی کا اور یہ دونوں بھی حق پر ہیں۔ پہلے ابوبکر ہیں اور دوسرے عمر فاروق۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری آدمی کی بیمار پرسی فرمائی۔ جب آپ اس کے گھر کے قریب پہنچے تو اسے اندر سے گفتگو کرتے سنا جب اس سے اندر آنے کی اجازت طلب فرمائی اور اندر داخل ہوئے تو کسی کو نہ پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا:

"میں نے تجھے کسی سے باتیں کرتے ہوئے سنا ہے۔؟"

اس نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! میرے پاس ایک ایسا آدمی آیا ہے کہ آپ کے بعد میں نے کسی آدمی کو اتنا اچھی مجلس والا نہیں دیکھا اور نہ ہی اس سے زیادہ بہترین بات کرنے والا دیکھا ہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"وہ جبرائیل تھے (پھر آپ نے اس انصاری صحابی کی عظمت بیان کرتے ہوئے فرمایا) تم میں تو ایسے آدمی بھی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ پر (کسی کام کے ہونے نہ ہونے کے متعلق) قسم کھا بیٹھے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی قسم سے بری (قسم پوری) کر دے۔"

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

"مجھے میرا پروردگار کسی کام کے لئے روانہ فرماتا ہے کہ میں اسے سرانجام دوں تو اللہ کے حکم کو دیکھتا ہوں کہ وہ ادائیگی میں مجھ سے سبقت لے جاتا ہے۔" (حلیۃ الاولیاء، از ابونعیم)

حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! کیا جنبی آدمی (جس پر غسل فرض ہو) سو سکتا ہے۔؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں پسند نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ وضو (ضرور) کر لے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کی موت آئے اور جبرائیل علیہ السلام (جنابت کی وجہ سے) اس کے پاس نہ جائیں۔" (حاوی للفتاوی، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۹۴)

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''مقرب ترین فرشتوں میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور پھر میکائیل علیہ السلام ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کسی بندے کا اس کے نیک عمل کی وجہ سے ذکر کرتا ہے تو فرماتا ہے: ''فلاں بن فلاں نے میری فرمانبرداری میں ایسا ایسا عمل کیا ہے اس پر میری رحمتیں ہوں۔'' پھر میکائیل علیہ السلام جبرائیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں: ''ہمارے رب نے کیا فرمایا۔؟'' تو وہ بتاتے ہیں کہ فلاں ولد فلاں اپنے نیک عمل کی وجہ سے یاد کیا گیا ہے۔ پھر اس پر اپنی رحمتیں بھیجی ہیں۔ اللہ کی اس پر رحمتیں ہوں۔ پھر آسمان والوں میں سے جو میکائیل علیہ السلام کو دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: ''ہمارے رب نے کیا فرمایا ہے۔؟'' میکائیل علیہ السلام کہتے ہیں: ''فلاں بن فلاں اپنے نیک عمل کی وجہ سے یاد کیا گیا ہے۔ پھر اس پر رحمتیں بھیجی گئی ہیں۔ اللہ کی اس پر رحمتیں ہوں۔'' پس یہ بات بدستور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اترتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ زمین تک آپہنچتی ہے۔ جب کوئی بندہ اپنے برے عمل کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میرے بندے فلاں ولد فلاں نے میری نافرمانی میں ایسا عمل کیا ہے اس پر میری لعنت ہو۔'' پھر میکائیل علیہ السلام جبرائیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ ہمارے رب نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ فلاں ولد فلاں اپنے برے عمل کی وجہ سے یاد کیا گیا ہے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ پھر بدستور یہ بات ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اترتی رہتی ہے، یہاں تک کہ زمین پر آجاتی ہے۔

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۱۶۴ اور ۲۸۷) (تفسیر درمنثور، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۴)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے جبرائیل! مجھے یقین ہے کہ تمہارے نزدیک میری بڑی شان ہے۔''

انہوں نے عرض کیا:

''بے شک! مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں آپ سے زیادہ محبوب کسی نبی کی طرف کبھی نہیں بھیجا گیا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں چاہتا ہوں کہ اگر تمہارے بس میں ہے تو تم وہاں (اللہ کے ہاں) کی میری شان بتلاؤ۔''

انہوں نے عرض کیا:

''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں اپنے پروردگار کے ایک دفعہ اتنا قریب ہوا ہوں کہ اس طرح سے کبھی قریب نہیں ہوا۔ میرے اس قریب ہونے کا اندازہ پانچ صدیوں کے سفر کے برابر ہے۔ ساری مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب حضرت اسرافیل ہیں اور ان کے قریب کا اندازہ ستر سال ہے، ان کے درمیان بھی ستر نور ہیں اور ان میں سب سے قریبی نور آنکھوں کو

Marfat.com

اندھا کر دیتا ہے۔ مجھے اس کے بعد والے حالات کا علم کیسے ہو سکتا ہے۔ بس میرے سامنے تو ایک لوح کر دی جاتی ہے اور میں بلایا اور مبعوث کیا جاتا ہوں۔"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۳۰۵)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے نزدیک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کو باقی انبیاء سے زیادہ محبوب ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اتنا بڑا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام مقرب ترین فرشتہ ہونے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام معلوم کرنے تک رسائی نہیں رکھتے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان جبریل موکل بحاجات العباد فاذا دعا المومن قال اللہ یا جبریل احسن حاجة عبدی فانی اُحبه واحب صوته واذادعاالکافر قال اللہ یاجبریل اقض حاجة عبدی فانی ابغضه وابغض صوته"

(شعب الایمان، از امام بیہقی) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۲)

"جبرائیل علیہ السلام بندوں کی ضروریات کے کفیل ہیں۔ جب کوئی مومن دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے جبرائیل! میرے بندے کی ضرورت کو روک لے کیونکہ میں اسے بھی پسند کرتا ہوں اور اس کی آواز کو بھی۔" جب کوئی کافر پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے جبرائیل! میرے بندے کی ضرورت پوری کر دے کیونکہ میں اس سے بھی نفرت کرتا ہوں اور اس کی آواز سے بھی۔"

جن مومنوں کی دعائیں بار بار کرنے سے بھی پوری نہیں ہوتیں وہ اس حدیث سے اپنے دل کو مطمئن فرمائیں، کیونکہ مومن کی دعا کا دیر میں قبول ہونا مومن کی قبولیت کی دلیل ہے اور مومن کا دربار الٰہی میں قبول ہو جانا ہی بڑی کامیابی ہے۔ کافر کی ضرورت اللہ تعالیٰ اس لئے بھی جلدی پوری کر دیتا ہے کہ اسے آخرت میں سب نعمتوں سے محروم کر دیا جائے گا۔

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

"ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو لوگوں کی ضروریات پر مقرر فرمایا ہے۔ پس جب کوئی مومن دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے جبرائیل! اس کی ضرورت کو روک لے، کیونکہ میں اس کی پکار کو پسند کرتا ہوں۔" جب کوئی کافر پکارتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اے جبرائیل! اس کی ضرورت پوری کر دے کیونکہ میں اس کی پکار کو پسند نہیں کرتا۔" (بیہقی) (ابن ابی شیبہ)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "اے جبرائیل! میرا بندہ مجھ سے جو مٹھاس محسوس کرتا ہے اس کو اس کے دل سے مٹا دے۔" پس مومن بندہ اپنے نفس میں جس کا طلب گار تھا اس کے لئے مزید محنت اور طلب کرتا

Marfat.com

ہے۔اس پر ایسی مصیبت ٹوٹتی ہے کہ اس جیسی کبھی نہیں آئی ہوتی۔پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اس حال میں دیکھتا ہے تو فرماتا ہے: ''اے جبرائیل! تو نے جو مٹا دیا ہے وہ میرے بندے کے دل میں لوٹا دے، میں نے اس کا امتحان کرلیا اور اسے سچا پایا اور میں اس کے لئے اپنی طرف سے (انعامات) کے ڈھیر لگادونگا۔'' (نوادر الاصول، از امام ترمذی)

حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو فرمایا: ''تمہیں کیا چیز رولاتی ہے حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں بے انصافی نہیں کرتا۔؟'' انہوں نے عرض کیا: ''اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے عذاب سے بے خوف نہیں ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ہاں ایسا ہی ہے۔تم اسی حالت میں قائم رہو کیونکہ میرے عذاب سے جو کوئی بے خوف ہوتا ہے وہ نقصان اٹھاتا ہے۔''

(کتاب العظمۃ، از ابو الشیخ، حدیث نمبر ۳۸۳) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۹۳)

ابو عمران جونی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتے ہوئے حاضر ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے جبرائیل! آپ کو کون سی چیز رلاتی ہے۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''کیوں نہیں۔میں کیوں نہ روؤں۔؟ قسم بخدا! جب سے اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا ہے میری آنکھ اس خوف سے خشک نہیں ہوئی کہ کہیں میں اس کی نافرمانی نہ کر بیٹھوں اور اللہ تعالیٰ مجھے اس میں داخل کردے۔'' (کتاب الزہد، از امام احمد)

حضرت رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا:

''تو جب بھی میرے پاس آیا ہے تیری آنکھیں جھکی ہوئی ہوتی ہیں۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''جب سے دوزخ پیدا کی گئی ہے میں کبھی نہیں ہنسا۔'' (کتاب الزہد، از امام احمد)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یمن کا ایک گنجا، بھینگا، کوتاہ گردن، ٹیڑھے پاؤں والا، چھوٹے کانوں والا، بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا، دبلا پتلا، قدم کے اگلے حصہ کا قریب والا اور ایڑیوں کی دوری والا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! مجھے بتلائیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کیا فرض کیا ہے۔؟''

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دین کے احکامات بتائے تو اس نے کہا:

Marfat.com

''میں اللہ کے ساتھ معاہدہ کرتا ہوں کہ اس کے فریضہ میں کوئی اضافہ نہیں کروں گا (نفل نہیں پڑھوں گا فقط فرض پر اکتفا کروں گا اور اسے حسن کے ساتھ ادا کروں گا)۔!''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیوں۔؟ (تو نفلی عبادت کیوں نہیں کرے گا۔؟)''

اس نے عرض کیا:

''اس لئے کہ اس نے مجھے پیدا کیا اور میری شکل کو بگاڑ دیا۔ (اس لیے میں فقط فرض ادا کروں گا نفل نماز کی مجھ میں طاقت نہیں کیونکہ میں صحیح طرح تو کھڑا بھی نہیں ہو سکتا۔)''

یہ بات کہنے کے بعد وہ جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا:

''اے محمد! وہ ناراضگی کا اظہار کرنے والا آدمی کہاں ہے جس نے اپنے مہربان پروردگار پر ناراضگی دکھلائی ہے؟ اللہ نے اس کی اس ناز بھری ناراضگی کو قبول کیا ہے۔ آپ اس سے فرمائیں کہ وہ اس بات پر راضی نہیں ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ روز قیامت جبرائیل کی صورت میں زندہ فرمائے۔؟''

پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے یہ بات کہی تو وہ کہنے لگا:

''ہاں! اے رسول اللہ! میں راضی ہوں۔ بس اب تو میں اللہ سے معاہدہ کرتا ہوں کہ وہ میرے جسم پر اپنی خوشنودی سے جو جو حکم بھی فرمائے گا میں پیروی کروں گا۔!'' (ابن عساکر)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرمان باری تعالیٰ: ''فانه يسلك من بين يديه و من خلفه رصدا'' (''اس (وحی لانے والے فرشتہ حضرت جبرائیل) کے آگے پیچھے محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے۔'') کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''جبرائیل علیہ السلام جب بھی کوئی وحی لے کر نازل ہوئے تو ان کے ساتھ چار محافظ فرشتے ہوا کرتے تھے۔''

(کتاب العظمۃ، از ابو الشیخ، حدیث نمبر ۳۵۷) (تفسیر طبری، جلد نمبر ۲۹، صفحہ نمبر ۱۲۳) (تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۴۳۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جبرائیل علیہ السلام میرے آسمانی وزیر ہیں۔''

(تفسیر در منثور، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۴) (کنز العمال، حدیث نمبر ۳۲۶۷۹ اور ۳۶۱۴۸) (جامع کبیر، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۸۶ اور ۴۷۴)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت مبارکہ: ''و نفخ في الصور فصعق من في السماوات و من في الارض الا ماشاء الله'' (''اور روز قیامت صور میں پھونک ماری جائے گی جس سے تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اُڑ جائیں گے پھر زندہ تو مر جائیں گے اور مردوں کی روحیں بے

Marfat.com

ہوش ہو جائیں گی، مگر جس کے بارے میں خدا چاہے وہ اسے بے ہوشی اور موت سے محفوظ رکھے گا) کی تلاوت فرمائی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! یہ کون حضرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیت میں صور کے اثر سے مستثنیٰ فرمایا۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، ملک الموت علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام اور عرش کو اٹھانے والے (فرشتے) صور کے اثر سے مستثنیٰ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کی روحیں قبض فرمائے گا تو ملک الموت سے فرمائے گا: ''کون باقی بچے ہیں۔؟'' وہ عرض کریں گے: ''اے میرے پروردگار! تو پاک ہے ،بلند ہے، ذوالجلال والاکرام ہے، جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، اسرافیل علیہ السلام اور ملک الموت زندہ ہیں۔'' تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اسرافیل کی جان قبض کر لے۔'' تو وہ اسرافیل کی جان قبض کرلیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرمائے گا: ''اب کون بچے ہیں۔؟'' وہ عرض کریں گے: '' اے میرے پروردگار! تو پاک اور بابرکت ہے، بلند ہے، ذوالجلال والاکرام ہیں! اب جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام اور ملک الموت باقی ہیں۔'' تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میکائیل کی روح بھی قبض کرلے۔'' وہ میکائیل علیہ السلام کی روح بھی قبض کریں تو میکائیل علیہ السلام بلند ٹیلہ کی طرح گر پڑیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرمائے گا: ''اب کون باقی ہے۔؟'' وہ عرض کریں گے: '' جبرائیل اور (میں) موت کا فرشتہ۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''اے موت کے فرشتے تو بھی مرجا۔'' تو وہ بھی مرجائیں گے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے جبرائیل! باقی کون بچا ہے۔'' وہ عرض کریں گے: ''اے اللہ! تو ہمیشہ رہنے والا اور باقی ہے۔ میں فقط جبرائیل بچا ہوں اور مرنے والا ہوں۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اس کی موت بھی ضروری ہے۔'' جبرائیل علیہ السلام بھی سجدہ میں گر جائیں گے جس سے وہ اپنے پروں سمیت بے دم ہو جائیں گے۔ جبرائیل علیہ السلام کو میکائیل علیہ السلام پر اتنی فضیلت ہے جتنی بڑے ٹیلہ کی (چھوٹے ٹیلے پر) ہوتی ہے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے۔ وہ آیت: ''نفخ فی الصور'' کی تفسیر میں ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ فرمایا ہے، وہ تین ہوں گے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت میکائیل علیہ السلام اور موت کا فرشتہ۔ پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا جبکہ اس کی ذات بڑی عالم ہے: ''اے موت کے فرشتے! باقی کون بچا ہے۔؟'' وہ عرض کرے گا: ''تیری باقی رہنے والی کریم ذات، تیرا بندہ جبرائیل، میکائیل اور موت کا فرشتہ باقی بچے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میکائیل کی روح نکال لے

Marfat.com

۔''اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب کہ وہ سب زیادہ جاننے والا ہے: ''اے ملک الموت! کون باقی رہا ہے۔؟'' وہ عرض کریں گے: ''اے اللہ! تیری ذات باقی ہے اور تیرا بندہ جبرائیل بھی اور ملک الموت بھی۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''جبرائیل کی روح بھی نکال لے۔'' پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب کہ وہ سب سے زیادہ علم رکھتا ہے: ''اے ملک الموت! کون باقی بچ گیا ہے۔؟'' وہ عرض کریں گے: ''اے اللہ! تیری باقی رہنے والی کریم ذات جسے کبھی فنا نہیں اور تیرا بندہ ملک الموت باقی ہے جب کہ یہ بھی مرنے والا ہے۔'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''تو بھی مر جا۔'' اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''میں نے خلق کی ابتداء کی تھی پھر میں ہی اس کو دوبارہ لوٹاؤں گا۔''

(بیہقی فی البعث) (کتاب التحبیر فی علم التفسیر، از علامہ جلال الدین سیوطی، صفحہ نمبر ۴۴۵)

حضرت عطاء بن السائب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حساب ہوگا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء اور رسولوں پر اللہ تعالیٰ کے امانتدار تھے۔'' (ابن ابی حاتم)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''روز قیامت ترازوئے حساب کے نگران حضرت جبرائیل علیہ السلام ہوں گے۔'' (ابن جریر)

حضرت میکائیل علیہ السلام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت میکائیل علیہ السلام نے ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ درج ذیل میں حضرت میکائیل علیہ السلام کا جامع تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت میکائیل علیہ السلام کا نام ''عبید اللہ'' ہے۔'' (ابن المنذر)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا:

''مالی لم ارمیکائیل ضاحکاقط''

''کیا بات ہے کہ میں نے میکائیل علیہ السلام کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

'' ماضحك میکائیل منذ خلقت النار''

''جب سے دوزخ پیدا کی گئی ہے میکائیل علیہ السلام کبھی نہیں ہنسے۔''

(مسند امام احمد، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۲۲۴) (الشریعۃ، از امام آجری، صفحہ نمبر ۳۳۵) (کتاب الزہد، از امام احمد، صفحہ نمبر ۶۹) (بدایہ و النہایہ، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۴۶) (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۳۸۴) (فتح الباری، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۳۰۷) (احیاء العلوم

Marfat.com

تخریج از عراقی، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۵۷) (کتاب الخائفین، از امام ابن ابی الدنیا) (جامع صغیر، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۴۶) (فیض القدیر، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۴۵۲) (مجمع الزوائد، جلد نمبر ۹، صفحہ نمبر ۳۸۵)

حضرت زید بن رفیع تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ مسواک فرمار ہے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل علیہ السلام کو مسواک دینے لگے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''بڑے (میکائیل علیہ السلام) کودیں۔!'' (نوادرالاصول، از امام ترمذی)

اس حدیث سے دو چیزیں ثابت ہوئی ہیں۔پہلی تو یہ کہ حضرت میکائیل علیہ السلام جسم میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے بڑے ہیں اور دوسری یہ کہ حضرت میکائیل علیہ السلام عمر میں بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام سے بڑے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

''وزیرای من اهل السماء جبریل و میکائیل و من اهل الارض ابوبکر و عمر''

(تفسیر درمنثور، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۴) (کنز العمال، حدیث نمبر ۳۲۶۷۹ اور ۳۶۱۴۸) (جامع کبیر، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۸۶ اور ۴۷۴) (مستدرک حاکم، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۶۵)

'' آسمان والوں میں میرے دو وزیر حضرت جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام ہیں اور زمین والوں میں حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا:

''ان اللہ ابدنی باربعة وزراء اثنین من اهل السماء جبریل و میکائیل و اثنین من اهل الارض ابی بکر و عمر''

'' اللہ تعالیٰ نے چار وزراء سے میری تائید اور مدد فرمائی ہے۔دو آسمان والوں سے ہیں، جبرائیل اور میکائیل علیہما السلام اور دو زمین والوں میں سے ہیں، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''موذن اهل السماوات جبریل و امامهم میکائیل یوم بهم عند البیت المعمور فتجتمع ملائکة السماوات فیطوفون بالبیت المعمور و نصلی و تستغفر فیجعل اللہ ثوابهم و استغفارهم و تسبیحهم لامة محمد ﷺ''

(تنزیہ الشریعۃ، از ابن عراق، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۱۴۷)

''اہل آسمان کے مؤذن حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور ان کے امام حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں جو انہیں بیت المعمور کے نزدیک امامت کراتے ہیں۔پس آسمانوں کے فرشتے جمع ہوتے اور بیت المعمور کا

Marfat.com

طواف کرتے، نماز پڑھتے اور استغفار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس استغفار اور تسبیح کا ثواب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو عطاء فرماتا ہے۔''

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ مجھے میکائیل علیہ السلام نے حدیث بیان کی ہے۔'' میکائیل علیہ السلام نے کہا: ''میں (بھی) اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ مجھے اسرافیل علیہ السلام نے لوح محفوظ سے یہ بات نقل کی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

''شرابی بت پرست کی طرح ہے۔''

حضرت اسرافیل علیہ السلام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لائے تو حضرت اسرافیل علیہ السلام نے ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ آپ کا استقبال کیا۔ درج ذیل میں حضرت اسرافیل علیہ السلام کا جامع تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''حضرت اسرافیل علیہ السلام کا نام عبدالرحمٰن ہے۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا نام عبداللہ ہے، حضرت میکائیل علیہ السلام کا نام عبیداللہ ہے اور حضرت اسرافیل کا نام عبدالرحمٰن ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے کہا:

''اے رسول اللہ! مجھے اس فرشتہ کے متعلق بتلائیں جو خدا کے زیادہ قریب ہے۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو فرشتہ اس کے قریب ہے وہ اسرافیل علیہ السلام ہے، پھر جبرائیل علیہ السلام ہے، پھر میکائیل علیہ السلام ہے اور پھر موت کا فرشتہ ہے۔''

(طبرانی) (حلیۃ ابونعیم) (ابن مردویہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سرافیل صاحب الصور و جبریل عن یمینه و میکائیل عن یساره''

(تفسیر درمنثورا، حدیث نمبر ۹۴) (کتاب البعث، از امام بیہقی)

''سرافیل صور پھونکنے والے ہیں، ان کے داہنے میں جبرائیل علیہ السلام ہیں اور بائیں میں میکائیل۔''

حضرت ابوبکر ہذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت اسرافیل علیہ السلام سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب کوئی شے نہیں ہے۔ ان کے اور اللہ تعالیٰ کے

Marfat.com

درمیان سات پردے ہیں۔ان کا ایک پر مشرق میں ہے،دوسرا پر مغرب میں،تیسرا ساتویں زمین میں اور ایک پر ان کے سر کے پاس ہے۔انہوں نے اپنا سر اپنے پروں کے درمیان جھکایا ہوا ہے۔جب اللہ تعالیٰ کوئی حکم فرماتا ہے تو جن لوحوں پر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قریب آجاتی ہیں تو اسرافیل علیہ السلام ان کو ملاحظہ فرمالیتے ہیں۔پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام کو پکارتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں۔پس جو فرشتہ حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز سنتا ہے تو (امر وقوع قیامت یا عظمت خداوندی کی وجہ سے) اس کی چیخ نکل جاتی ہے۔"

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ان کے چار پر ہیں۔ایک پر مشرق میں ہے،ایک مغرب میں،تیسرے سے انہوں نے اپنے آپ کو ڈھانپا ہوا ہے اور چوتھا ان کے اور لوح محفوظ کے درمیان ہے۔جب اللہ تعالیٰ کسی حکم کی وحی کا ارادہ فرماتا ہے تو لوح محفوظ اسرافیل علیہ السلام کی پیشانی کو آ ٹکراتی ہے تو وہ اپنا سر اٹھا کر دیکھتے ہیں تو اس میں حکم لکھا ہوتا ہے۔پس وہ جبرائیل علیہ السلام کو پکارتے ہیں تو وہ لبیک کہتے ہیں۔وہ بتاتے ہے کہ آپ کو ایسا ایسا حکم فرمایا گیا ہے۔پس جبرائیل علیہ السلام ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر نہیں اترتے مگر وہاں کے فرشتے خوف قیامت سے (کہ شاید قیامت آنے کا حکم دیا گیا ہے) گھبرا جاتے ہیں،یہاں تک کہ جبرائیل علیہ السلام بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق نازل ہوا ہے۔اس کے بعد وہ کسی نبی پر نازل ہو کر وحی پیش کرتے ہیں۔"

(السنہ،از امام ابن ابی زمنین)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان ملكا من حملة العرش يقال له اسرافيل زاوية من زاويا العرش على كاهله قدمرفت قدماه من الارض السابعة السفلىٰ ومرق راسه من السماء السابعة العليا"

(کتاب العظمۃ،از ابوالشیخ،حدیث نمبر ۴۷۷)(الحلیہ،از ابونعیم،جلد نمبر ۶،صفحہ نمبر ۲۶)(تفسیر درمنثور،جلد نمبر ۵،صفحہ نمبر ۳۴۷)

"عرش کو اٹھانے والے فرشتوں میں ایک فرشتہ اسرافیل ہے۔عرش (الٰہی) کے کونوں میں سے ایک کونہ اس کے کندھے پر ہے۔اس کے پاؤں ساتویں زمین سے بھی نیچے چلے گئے ہیں اور اس کا سر اوپر کے ساتویں آسمان سے تجاوز کر گیا ہے۔"

حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا:

"آپ نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ فرماتے سنا ہے۔؟"

Marfat.com

انہوں نے فرمایا:

''میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''له اربعة اجنحم منها جناحان احدهما بالمشرق والاخرة بالمغرب واللوح بين عينيه فاذا اراد الله ان يكتب الوحی ينقربين جبهته''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۳۸۵ اور ۲۹۰)

''اس کے چار پر ہیں، ان میں سے دو پر ایسے ہیں کہ ایک مشرق میں ہے اور دوسرا مغرب میں۔ لوح محفوظ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ وحی تحریر فرمائے تو اسے اس کی پیشانی کے درمیان کندہ کر دیتا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں موجود تھا جبکہ ان کے پاس حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے جب انہوں نے حضرت اسرافیل علیہ السلام کا ذکر کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں:

''مجھے اسرافیل کے متعلق بتلاؤ۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''آپ تو جانتی ہیں۔!''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں:

''تم ٹھیک کہتے ہو۔ اس کے باوجود ہمیں بتلاؤ۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

''اس کے چار پر ہیں۔ دو ہوا میں ہیں، ایک پر کا اس نے لباس بنایا ہوا ہے اور ایک اس کی پشت پر ہے۔ قلم اس کے کان پر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ وحی نازل کرتا ہے تو قلم لکھتا ہے اور فرشتے اور اسرافیل اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام کے نچلے حصہ کی حالت یہ ہے کہ انہوں نے اپنا ایک گھٹنا ٹکایا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا کیا ہوا ہے۔ صور ان کے منہ میں ہے۔ صور کی کم نرم ہے اس کا ایک کنارہ اسرافیل علیہ السلام کی طرف ہے۔ جب اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے اور اسرافیل علیہ السلام ملاحظہ کرتے ہیں تو اپنے پروں کو لپیٹ لیتے ہیں تاکہ صور پھونک دیں (لیکن چونکہ صور پھونکنے کا حکم نہیں ملتا اس لئے صور نہیں پھونکتے)''

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں:

''میں نے بھی اسی طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔''

(الطبرانی فی المعجم الاوسط) (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ)

Marfat.com

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے صور کو شیشہ کی طرح صاف سفید موتی سے پیدا فرمایا اور عرش کو حکم فرمایا کہ صور لے لے تو اس نے لے لیا، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کن'' (ہو جا) تو اسرافیل علیہ السلام وجود میں آ گئے، تب اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ صور اٹھا لیں تو اس نے اٹھا لیا۔ اس میں ہر پیدا شدہ روح اور ہر سانس لینے والے نفس کی تعداد کے برابر سوراخ ہیں۔ دو روحیں (اس کے) ایک سوراخ سے نہیں نکل سکتیں۔ صور کے درمیان میں آسمان اور زمین کی گولائی کے برابر سوراخ ہے اور اسرافیل علیہ السلام نے اس سوراخ پر اپنا منہ رکھا ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا: میں نے تجھے صور کے سپرد کیا ہے پس تو پھونکنے اور چیخنے پر مقرر ہے۔'' تب اسرافیل علیہ السلام عرش کے سامنے داخل ہوئے اور اپنا داہناں پاؤں عرش کے نیچے رکھا اور بایاں پاؤں آگے کیا اور جب سے اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا تب سے انہوں نے پلک بھی نہیں جھپکائی، کیونکہ وہ اس کے انتظار میں ہیں جس کا انہیں حکم فرمایا گیا ہے۔''

(کتاب العظمۃ، از ابو الشیخ، حدیث نمبر ۳۸۹) (فتح الباری، جلد نمبر ۱۱، صفحہ نمبر ۳۶۷)

جس صور کے سوراخ پر حضرت اسرافیل علیہ السلام کا منہ مبارک ہے وہ سوراخ آسمان اور زمین کی گولائی کے برابر ہے، اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خود حضرت اسرافیل علیہ السلام کا اپنا جسم کتنا بڑا ہوگا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیف انعم وصاحب الصور قدالتقم القرن وحق جبهته و اصعی سمعه ینتظر منی یومر به فینفخ''

''میں کس طرح آسودہ حال ہو جاؤں جبکہ صور والے نے سینگ کو منہ میں لیا ہوا ہے، اپنے ماتھے پر بل ڈال دیا ہے، اپنے کان متوجہ کر دیئے ہیں اور انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے حکم دیا جاتا ہے تاکہ وہ پھونک مارے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''فما نقول یارسول اللّٰہ''

''اے رسول اللہ! تو پھر ہم کیا کہیں۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قولوا حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل علی اللّٰہ توکلنا''

''تم کہو: ''ہمیں اللہ کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔ ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا۔''

(بیہقی فی البعث (حلیۃ الاولیاء، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۱۰۵) (تاریخ بغداد، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۳۶۳) (مستدرک للحاکم، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۵۵۹) (سنن ترمذی، حدیث نمبر ۲۴۳۱ اور ۳۲۴۳) (مسند احمد، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۳۲۵، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۳۷۴)

Marfat.com

مجمع الزوائد، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۱۳۱، جلد نمبر ۱۰، صفحہ نمبر ۳۳۰) (کنز العمال، حدیث نمبر ۳۹۷۴۳) (طبرانی، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۲۲۲، جلد نمبر ۱۲، صفحہ نمبر ۱۲۸) (شرح السنہ، جلد نمبر ۱۵، صفحہ نمبر ۱۰۳) (معجم صغیر، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۲۴) (ابن ابی شیبہ، جلد نمبر ۱۰، صفحہ نمبر ۳۵۲) (کتاب الزہد، از ابن مبارک، صفحہ نمبر ۵۵۷) (موارد الظمان، حدیث نمبر ۲۵۶۹) (طبرانی صغیر، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۲۴) (نہایہ، از ابن کثیر، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۱۷۱) (کتاب العظمۃ، از ابوشیخ، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۸۵۱) (المغنی عن حمل الأسفار، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۴۹۶) (بدایہ والنہایہ، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۴۵) (ابن عدی، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۸۹۱) (ابن ماجہ، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۴۲۷) (مسند حمیدی، حدیث نمبر ۷۵۴) (مستدرک حاکم، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۵۵۹) (الکنیٰ دولابی، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۵۰) (ابویعلی، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۳۴۰) (الاحسان بترتیب ابن حبان، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۹۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ان طرف صاحب الصور مذوکل به مستعدینظرحول العرض بخافة ان یومر بالصیحة قبل ان یرتد الیه طرفة کان عینیه کوکبان دربان“

(مستدرک حاکم، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۵۵۹) (تفسیر درمنشور، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۲۲) (جمع الجوامع، حدیث نمبر ۶۶۴۲) (کنز العمال، حدیث نمبر ۳۸۹۰۹)

”بلاشبہ حضرت اسرافیل علیہ السلام جب سے صور پھونکنے پر مقرر ہوئے ہیں تب سے تیار ہیں۔ عرش کے اردگرد اس خوف سے نظر کر رہے ہیں کہ انہیں نظر جھپکنے سے قبل چیخ مارنے کا حکم نہ دے دیا جائے۔ اس کی دونوں آنکھیں گویا کہ چمکدار ستارے ہیں۔“

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مازال صاحباالصور ممسکین بالصور ینتظر ان منی یومران“

(ابن ابی حاتم)

”صور پھونکنے والے دونوں فرشتے صور کو تھامے انتظار میں ہیں کہ انہیں (صور پھونکنے کا) حکم کب ملے گا۔“

(یہ حدیث مشہور احادیث کے خلاف ہے اور ضعیف ہونے کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں۔)

حضرت عبداللہ بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا تھا اور ان کے پاس حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”اے کعب! ہمیں اسرافیل علیہ السلام کے متعلق کوئی بات بتلاؤ۔“

انہوں نے عرض کیا:

”ام المومنین! اسرافیل علیہ السلام اللہ کا ایسا فرشتہ ہے کہ اس سے زیادہ اللہ کے قریب، کوئی شے نہیں ہے۔ اس کا ایک پر مشرق میں ہے، ایک مغرب میں اور ایک اس کے کندے پر اور عرش بھی اس کے کندھے پر ہے۔“

Marfat.com

ام المومنین سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''میں نے بھی اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔''

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''لوح محفوظ اس کی پیشانی پر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی حکم کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے لوح محفوظ میں کندہ کر دیتا ہے۔'' (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ)

حضرت مطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قلت جبرئیل یاجبرئیل مالی لاارى اسرافیل یضحك ولم یاتنی احد من الملائکة الا رائیته یضحك قال جبرئیل مارأیناذلك الملك ضاحکامنذخلقت النار''

(شعب الایمان، از امام بیہقی) (کنز العمال، صفحہ نمبر ۵۸۹۵)

''میں نے جبرائیل سے کہا: ''اے جبرائیل! میں نے اسرافیل کو ہنستے نہیں دیکھا جبکہ میرے پاس کوئی فرشتہ نہیں آتا لیکن میں اسے ہنستا ہوا (خوش) دیکھتا ہوں۔'' جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ''ہم نے اس فرشتہ کو تب سے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جب سے دوزخ پیدا کی گئی ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گرنے کی آواز سنی تو فرمایا:

''اے جبرائیل! کیا قیامت قائم ہوگئی ہے۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''نہیں! یہ اسرافیل ہیں جو زمین پر اترے ہیں۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۳۹۸)

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب حضرت اسرافیل علیہ السلام تسبیح کہتے ہیں تو آسمان کا ہر فرشتہ ان کی (خوش الحانی کی وجہ سے) تسبیح سننے کے لئے اپنی نماز روک دیتا ہے۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۳۹۹)

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں حضرت اسرافیل علیہ السلام سے زیادہ خوش آواز کوئی نہیں ہے۔ جب وہ تسبیح شروع کرتے ہیں تو ساتوں آسمانوں کے فرشتے اپنی نمازیں اور تسبیحات روک دیتے ہیں۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۰۰)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ اسرافیل آسمان والوں کے مؤذن

Marfat.com

ں۔ یہ بارہ گھڑی دن میں اور بارہ گھڑی رات میں اذان دیتے ہیں۔ ہر گھڑی میں دو اذانیں ہوتی ہیں۔ ان کی اذان کو سات آسمانوں اور سات زمینوں والے سنتے ہیں مگر جنات اور انسان نہیں سنتے۔ پھر ان میں سے ایک بڑا فرشتہ آگے بڑھ کر ان کی امامت کراتا ہے۔ حضرت میکائیل علیہ السلام بیت المعمور میں فرشتوں کی امامت کراتے ہیں۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۰۱)

ابن ابی جبلہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے روز قیامت حضرت اسرافیل علیہ السلام کو پکارا جائے گا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

''کیا تو نے میرا عہد (پیغام) پہنچایا تھا۔؟''

وہ عرض کریں گے:

''جی ہاں! میرے پروردگار میں نے اسے جبرائیل علیہ السلام تک پہنچا دیا تھا۔''

پھر جبرائیل علیہ السلام کو پکارا جائے گا اور کہا جائے گا:

''کیا تجھے میرا عہد اسرافیل نے پہنچا دیا تھا۔؟''

وہ عرض کریں گے:

''جی ہاں! میرے پروردگار!''

تو اسرافیل علیہ السلام کو آزاد کر دیا جائے گا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا جائے گا:

''اے جبرائیل! تو نے میرے عہد کے ساتھ کیا کیا۔؟''

وہ عرض کریں گے:

''اے میرے پروردگار! میں نے اسے رسولوں تک پہنچا دیا تھا۔''

پھر رسولوں کو بلایا اور فرمایا جائے گا:

''کیا جبرائیل! نے آپ تک میرا پیغام پہنچا دیا تھا۔؟''

تو وہ عرض کریں گے:

''جی ہاں!۔''

تو جبرائیل علیہ السلام کو بھی آزاد کر دیا جائے گا۔'' (کتاب الزہد، از امام ابن مبارک)

حضرت ابوسنان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب لوح ہے جو عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی شے کا ارادہ فرماتا ہے تو لوح میں لکھ دیتا ہے۔ یہ لوح اسرافیل علیہ السلام کے ماتھے کو آ کر ٹکراتی ہے جبکہ اسرافیل علیہ السلام نے عظمت خداوندی سے اپنا سر اپنے پر سے چھپایا ہوتا ہے اور وہ اپنی نظر نہیں اٹھاتے۔ پس اس میں نظر کرتے ہیں۔ اگر تو یہ حکم آسمان والوں سے متعلق ہوتا ہے تو اسے میکائیل علیہ السلام کے سپرد کرتے

Marfat.com

ہیں اور اگر زمین والوں سے متعلق ہوتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے سپرد کرتے ہیں۔ پس سب سے پہلے روز قیامت جس کا حساب ہوگا وہ لوح ہوگی۔ جب اسے بلایا جائے گا تو اس کے سب جوڑ کانپتے ہوں گے۔ اسے کہا جائے گا: ''کیا تو نے (میرے احکام) پہنچا دیئے تھے۔؟'' وہ عرض کرے گی: ''جی ہاں۔'' تو کہا جائے گا: ''تیرے حق میں کون گواہی دے گا۔؟'' وہ عرض کرے گی: ''اسرافیل۔'' تو حضرت اسرافیل علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ ان کے بھی سب جوڑ کانپتے ہوں گے ان سے کہا جائے گا: ''کیا تجھے لوح نے (میرے احکام) پہنچا دیئے تھے۔؟'' وہ عرض کریں گے: ''جی ہاں۔''

تو لوح یہ دعا پڑھے گی:

''الحمدللہ الذی نجانی من سوء العذاب''

''سب تعریفات اس اللہ کی ہیں جس نے مجھے برے عذاب سے نجات عطاء فرمائی۔''

پھر اسی طرح سے سوال ہوتا چلا جائے گا۔'' (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ)

حضرت ضمرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا' اسی کے انعام میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ان کی پیشانی پر تحریر کرایا۔''

(ابن ابی حاتم) (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۱۰۳۰) (تفسیر درمنشور، جلد نمبر ۱، حدیث نمبر ۵۰) (بدایہ والنہایہ، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۸۰)

حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کچھ جماعتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا:

''اے رسول اللہ! ابوبکر کا خیال ہے کہ نیکیاں اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں اور برائیاں بندوں کی طرف سے۔ عمر کا خیال ہے کہ نیکیاں اور برائیاں (سب) اللہ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ ایک جماعت ابوبکر کی پیروی کر رہی ہے اور ایک جماعت عمر فاروق کی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں تمہارے درمیان جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کے درمیان اسرافیل علیہ السلام جیسے فیصلہ کی طرح فیصلہ کروں گا وہ یہ کہ میکائیل نے ابوبکر جیسی بات کہی تھی اور جبرائیل نے عمر جیسی۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے میکائیل علیہ السلام سے فرمایا: ''ہم تو ایسے ہیں کہ جب آسمان والوں میں اختلاف ہوتا ہے تو زمین والوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم اسرافیل کے پاس اسکا فیصلہ لے جائیں۔'' وہ اپنا فیصلہ ان کے پاس لے گئے تو انہوں نے ان دونوں کے درمیان یہ فیصلہ کیا کہ حقیقت تقدیر اچھی ہو یا بری، میٹھی ہو یا کڑوی سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوبکر! اگر اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا کہ نافرمانی نہ ہو تو ابلیس کو پیدا نہ فرماتا۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے عرض کیا: ''اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا ہے۔''

حضرت عزرائیل علیہ السلام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں پر حضرت عزرائیل علیہ السلام ملاقات فرمائی۔ درج ذیل میں حضرت عزرائیل علیہ السلام کا جامع تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ عزوجل نے ارادہ کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرے تو حاملین عرش میں سے ایک فرشتہ کو زمین سے خاک لینے کے لئے بھیجا۔ جب وہ خاک اٹھانے کے لئے جھکا تو زمین نے کہا:

''میں تجھ سے اس ذات کے وسیلہ سے سوال کرتی ہوں جس نے تجھے بھیجا ہے! تو آج مجھ سے خاک نہ اٹھا جو کل دوزخ کا حصہ بنے۔''

اس فرشتہ نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر جب وہ رب کے پاس پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جس کے متعلق میں نے تجھے حکم دیا تھا اس کے لانے سے تجھے کس چیز سے روکا ہے۔؟''

اس نے عرض کیا:

''اس نے مجھے تیرا واسطہ دیا تو میں اس سے ڈر گیا کہ جس نے تیرے وسیلہ سے سوال کیا ہے کہ میں اسے مایوس کردوں؟ کسی اور کو روانہ کر دیا جائے۔''

چنانچہ حاملین عرش میں سے ایک اور فرشتے کو بھیجا گیا۔ زمین نے ان سے بھی یہی کہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سب حاملین عرش کو باری باری روانہ کیا۔ ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا تو زمین نے ان سے بھی ویسا ہی کہا تو انہوں نے جواب دیا:

''جس نے مجھے بھیجا ہے وہ پیروی کے لئے تجھ سے زیادہ مستحق ہے۔''

ملک الموت نے پشت زمین سے پاکیزہ اور پلید ہر قسم کی خاک اٹھالی اور اسے رب تعالیٰ کی خدمت میں پیش کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس (پاکیزہ) خاک پر جنت کا پانی ڈالا تو وہ سڑے ہوئے گارے سے بجتی ہوئی مٹی بن گئی اسی سے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔'' (سعید بن منصور) (ابن ابی حاتم)

حضرت ابو مالک، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی طرف اس کی خاک لانے کیلئے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا تو زمین نے کہا:

''میں آپ سے اللہ کی پناہ لیتی ہوں کہ تو مجھ سے لیکر کم کرے۔''

وہ لوٹ گئے اور کچھ نہ لیا اور کہا:

''اے میرے پروردگار! اس نے تیرے ساتھ پناہ مانگی تو میں نے اسے پناہ دیدی۔''

پھر اسی طرح میکائیل علیہ السلام کو بھیجا۔ پھر ملک الموت علیہ السلام کو بھیجا تو زمین نے ان سے بھی پناہ مانگی

Marfat.com

تو انہوں نے کہا:

''میں بھی اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں خالی لوٹ جاؤں اور اس کا حکم پورا نہ کروں۔''

پھر انہوں نے زمین سے مٹی اٹھالی۔

(ابن جریر) (الاسماء والصفات، از امام بیہقی) (ابن عساکر)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ مجھے میکائیل علیہ السلام نے حدیث بیان کی ہے۔'' میکائیل علیہ السلام نے کہا: ''میں (بھی) اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ مجھے عزرائیل علیہ السلام نے حدیث بیان کی۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اللہ کی قسم! میں اللہ کے لئے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''مدمن خمر کعابد وثن''

(حلیۃ الاولیاء، جلد نمبر۳، صفحہ نمبر۲۰۴) (لسان المیزان، جلد نمبر۱، صفحہ نمبر۶۴۶) (کنزالعمال، حدیث نمبر۱۳،۶۰اور ۱۳۶۹۸) (جامع کبیر، جلد نمبر۲، صفحہ نمبر۱۸۰) (جمع الجوامع، حدیث نمبر۳۳۰۲) (اتحاف السادہ، جلد نمبر۹، صفحہ نمبر۱۵۲) (کامل، از ابن عدی، جلد نمبر۶، صفحہ نمبر۲۲۳۴) (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر۳۳۷۵) (ابن ابی شیبہ، جلد نمبر۸، صفحہ نمبر۶) (نصب الرایہ، جلد نمبر۴، صفحہ نمبر۲۹۸) (مغنی عن حمل الاسفار، جلد نمبر۴، صفحہ نمبر۱۳۳) (علل متناہیہ، جلد نمبر۲، صفحہ نمبر۱۸۲) (کشف الخفاء، جلد نمبر۲، صفحہ نمبر۲۸۰) (تذکرۃ الموضوعات، از ابن قیسرانی، حدیث نمبر۷۰۷)

''شراب کا عادی بت پرست کی طرح ہے۔''

حضرت عبید بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے گھر میں تشریف فرما تھے کہ اچانک ایک خوبصورت آدمی آ داخل ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''اے اللہ کے بندے تجھے میرے گھر میں کس نے داخل کیا۔؟''

تو اس نے عرض کیا:

''مجھے اس گھر میں اس (گھر) کے پروردگار نے داخل کیا۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''اِس کا پروردگار تو اس کا بڑا حقدار ہے پر تو کون ہے۔؟''

اس نے عرض کیا:

''میں موت کا فرشتہ ہوں۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''تو نے مجھے اپنی بہت سی خصوصیات کا ذکر کیا ہوا ہے جو میں نے (کبھی) نہیں دیکھیں۔''

اس نے عرض کیا:

Marfat.com

"آپ اپنا رخ مبارک ادھر کریں۔"

انہوں نے اپنا رخ مبارک ادھر کیا پھر تو اس کی کچھ آنکھیں آگے تھیں اور کچھ پیچھے اور اس کا ایک ایک بال گویا کہ اٹھے ہوئے انسان کی مانند تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس (صورت) سے پناہ مانگی اور فرمایا:

"اپنی پہلی صورت میں لوٹ آ۔"

ملک الموت نے عرض کیا:

"اے ابراہیم! جب اللہ تعالیٰ مجھے ایسے آدمی کی طرف بھیجتا ہے جس کی ملاقات اس کو پسند ہو تو مجھے اسی صورت میں بھیجتا ہے جسے آپ نے پہلے دیکھا ہے۔"

(ذکر الموت، از امام ابن ابی الدنیا)

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے گھر میں ایک آدمی کو دیکھا تو کہا:

"کون ہو۔؟"

اس نے عرض کیا:

"ملک الموت۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

"اگر تم سچے ہو تو اس کی نشانی دکھلاؤ۔"

ملک الموت نے عرض کیا:

"اپنا چہرہ ہٹائیں۔"

جب آپ نے اپنا چہرہ ہٹایا، پھر ملک الموت کی طرف نظر کی تو اسے اس صورت میں دیکھا جس میں مومنین کی روحیں قبض کرتا ہے۔ اس میں ایسا نور اور تابنا کی دیکھی کہ اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کے بعد ملک الموت نے کہا:

"اپنا چہرہ ہٹایئے!"

انہوں نے چہرہ ہٹایا پھر دیکھا تو ایسی صورت نظر آئی جس میں کافروں اور گناہگاروں کی ارواح قبض کرتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایسا رعب چھایا کہ ان کا جوڑ جوڑ کانپ اٹھا اور پیٹ زمین سے جا لگا قریب تھا کہ روح نکل جاتی۔" (ابن ابی الدنیا)

حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

"جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تو حضرت ملک الموت علیہ السلام نے رب

Marfat.com

تعالیٰ سے درخواست کی کہ اسے اجازت ہو تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کی خوشخبری سنائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت دی تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور اس کی بشارت سنائی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''الحمدللہ!

پھر فرمایا:

''اے ملک الموت! مجھے دکھا تو کفار کی روحیں کس حالت میں قبض کرتا ہے۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''اے ابراہیم! آپ اس کی ہمت نہیں رکھتے۔''

فرمایا:

''نہیں۔!''

عرض کیا:

''تو پھر چہرہ ادھر کریں۔''

انہوں نے اپنا چہرہ ہٹادیا، پھر جب دیکھا تو وہ ایک سیاہ فام آدمی کی شکل میں تھے۔ ان کا سر آسمان سے باتیں کررہا تھا، ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے اور ان کے جسم کا کوئی بال نہیں تھا مگر وہ بھی ایک ایسے آدمی کی شکل میں تھا کہ اس کے منہ سے اور کانوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر غشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو ملک الموت پہلی صورت میں آچکے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''اے ملک الموت! کسی بھی کافر کو کوئی مصیبت اور غم نہ پہنچے بس تیری صورت ہی نظر آجائے تو اس کے گناہوں کی سزا کیلئے یہی کافی ہے۔ اب تو مجھے یہ دیکھا کہ تو مومنین کی روحیں کس حالت میں قبض کرتا ہے۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''اپنا چہرہ ہٹائیں۔''

انہوں نے چہرہ ہٹایا پھر جو دیکھا تو وہ ایک نوجوان آدمی کی شکل میں تھے جو سفید لباس میں انسانوں میں خوبصورت ترین اور پاکیزہ خوشبو کا مالک ہو۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''اے ملک الموت! اگر کوئی مومن اپنی موت کے وقت کوئی آنکھوں کی ٹھنڈک اور عزت نہ دیکھے بس تیری یہ صورت ہی دیکھ لے تو اس کی اطاعت شعاری کے انعام میں یہی کافی ہے۔''

(ابن ابی الدنیا فی ذکر الموت)

Marfat.com

اشعث بن اسلم بصری ربعی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت علیہ السلام کو طلب کیا جن کا اسم گرام عزرائیل علیہ السلام ہے۔ دو آنکھیں ان کے چہرہ میں ہیں اور دو گدی میں۔ پھر فرمایا:

''اے ملک الموت! جب ایک آدمی مشرق میں ہوتا ہے اور ایک مغرب میں یا کسی زمین میں وباء پھیل جاتی ہے یا جنگ واقع ہو جاتی ہے تو تو کیا کرتا ہے۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی ان دونوں انگلیوں کے درمیان ارواح کو طلب کر لیتا ہوں۔''

عزرائیل علیہ السلام کے لیے زمین کو کشادہ کر کے تھال کی مانند کر دیا جاتا ہے۔ پھر یہ جہاں سے چاہتے ہیں روح نکال لیتے ہیں۔

(ابن ابی الدنیا) (کتاب العظمۃ از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۴۳) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۵ ،صفحہ نمبر ۱۷۳)

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ملک الموت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے عرض کیا:

''آپ کے رب نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ آپ کی روح کو سب سے آسان حالت میں قبض کروں جس میں میں نے کسی مومن کی روح کو قبض کیا ہو۔''

فرمایا:

''میں تجھ سے اس ذات کا واسطہ دیتا ہوں جس نے تمہیں بھیجا ہے تم اس کے پاس میری وجہ سے واپس لوٹ جاؤ۔''

تو وہ چلا گیا اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

''آپ کا دوست سوال کرتا ہے کہ اس کی وجہ سے آپ کے پاس لوٹ آؤں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ان کے پاس جا اور کہہ تیرا رب فرماتا ہے کہ دوست اپنے دوست سے ملاقات کو پسند کرتا ہے۔''

وہ ان کے پاس آئے اور یہ بات بتلائی تو انہوں نے فرمایا:

''جس کا تمہیں حکم ہے اسے کر گزر۔''

اس نے عرض کیا:

''آپ نے کبھی شراب پی ہے۔؟''

فرمایا:

''نہیں تو۔''

انہوں نے ان کے منہ کی خوشبو سونگھی اور اسی حالت میں ان کی روح قبض کر لی۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۴۸) (حلیۃ الاولیاء، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۲۷۹) (تاریخ طبری، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۴۸) (

Marfat.com

تذکرۃ القرطبی، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۸۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان ملك الموت كان ياتي والناس عيانافان موسىٰ فلطمه ففقاعينه فاني ربه فقال يارب عبدل موسىٰ فقاعيني ولولا كرامته عليك لشققت عليه قال له اذهب الى عبدى فقل له فليضع يده على جلد نورفله بكل شعرة وارت يده سنة فاتاه فقال مابعد هذاقال الموت قال فالان فشمه فقبض روحه وردالله عليه عينه فكان بعد ياتى الناس فى خفية"

(مستدرک حاکم، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۵۷۸) (جمع الجوامع، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۷) (کنز العمال، حدیث نمبر ۲۲۳۸۳) (اتحافات سنیہ، صفحہ نمبر ۱۷۸) (تاریخ کبیر، از بخاری، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۴۳۴)

"حضرت ملک الموت لوگوں کے سامنے (روح قبض کرنے) آجاتے تھے (اسی طرح) وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی آگئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں تھپڑ رسید کر دیا جس سے ان کی آنکھ پھوٹ گئی۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: "اے پروردگار! آپ کے بندے موسیٰ نے میری آنکھ پھوڑ دی اگر وہ آپ کے نزدیک صاحب اکرام نہ ہوتے تو میں بھی بدلہ چکا دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا: "تو میرے بندے کے پاس جا اور اسے کہہ وہ اپنا ہاتھ ایک بیل کے چمڑے پر رکھ دے، جتنے بالوں کو اس کا ہاتھ چھپالے گا اتنے سال اس کو موت نہیں آئے گی۔" عزرائیل علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے اور وہ سب کچھ عرض کر دیا تو انہوں نے فرمایا: "اس کے بعد کیا ہوگا۔؟" عرض کیا: "موت ہوگی۔" فرمایا: "پھر تو ابھی قبض کر لو۔" تو اس نے ایک دم ان کو سونگھا اور ان کی روح قبض کر لی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ بھی درست کر دی بس اس کے بعد سے وہ لوگوں کے پاس چھپ کر آتے ہیں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک فرشتہ نے اپنے رب سے اجازت طلب کی کہ اسے حضرت ادریس علیہ السلام کے پاس اتار دے۔ اللہ تعالیٰ نے اتار دیا تو وہ ان کے پاس آیا اور ان کو سلام کیا۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے اسے فرمایا:

"تیرے اور ملک الموت کے درمیان کوئی تعلق ہے۔؟"

اس نے عرض کیا:

"وہ فرشتوں میں میرا بھائی ہے۔"

فرمایا:

"کیا تو اس کی قوت رکھتا ہے کہ اس کے پاس سے کسی چیز کا فائدہ پہنچائے۔؟"

اس نے عرض کیا:

Marfat.com

"اگر یہ مراد ہو کہ وہ کسی شے (موت) کو مقدم یا مؤخر کردے تو ایسی بات تو نہیں لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ آپ کے ساتھ موت کے وقت نرمی اختیار کرے۔ آپ میرے پروں کے درمیان سوار ہو جایئے۔!"

حضرت ادریس علیہ السلام سوار ہو گئے تو وہ سب سے اوپر والے آسمان تک پرواز کر گیا۔ جب وہ ملک الموت سے ملا تو حضرت ادریس علیہ السلام اس کے پروں پر سوار تھے تو ان سے ملک الموت نے عرض کیا:

"مجھے آپ سے ایک ضروری کام ہے۔"

فرمایا:

"میں تیری ضرورت کو جانتا ہوں تم میرے ساتھ ادریس علیہ السلام کے متعلق گفتگو کر وان کا نام مٹ چکا ہے اور زندگی ختم ہو چکی ہے۔ بس آدھی پلک جھپکنے کے بقدر باقی ہے۔"

حضرت ادریس علیہ السلام فرشتہ کے پروں کے درمیان وفات پا گئے۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"كان داؤد عليه السلام فيه غيرة شديدة فكان اذا خرج اغلقت الابواب فلم يدخل على اهله احد حتى يرجع فخرج ذات يوم ورجع فاذافي الدار رجل فائم فقال له من انت قال اناالذى لااهاب الملوك ولايمسع منى الحجاب قال دائود انت اذاوالله ملك الموت مرحبا بامرالله فزمل داؤد مكانه فقبضت نفسه"

(مجمع الزوائد، جلد نمبر ۸، صفحہ نمبر ۲۰۶) (کنز العمال، حدیث نمبر ۳۲۳۲۷) (تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۱۹) (اتحاف السادہ، جلد نمبر ۱۰، صفحہ نمبر ۲۶۴) (بدایہ والنہایہ، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۷) (مسند امام احمد، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۴۱۹)

"حضرت داؤد علیہ السلام میں بہت زیادہ غیرت تھی۔ یہ جب گھر سے باہر نکلتے تو دروازے بند کر دیئے جاتے تھے، پھر کوئی بھی ان کے لوٹنے تک گھر میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔ پس وہ ایک روز گئے اور واپس آئے تو ایک آدمی کو گھر میں کھڑا پایا تو اسے فرمایا: "تم کون ہو؟" اس نے جواب دیا: "میں وہ ہوں کہ بادشاہوں سے بھی نہیں ڈرتا اور مجھے پردے بھی نہیں روک سکتے۔" حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا: "پھر تو اللہ کی قسم! تم ملک الموت ہو۔ اللہ کے حکم کے ساتھ خوش آمدید ہو۔" پھر داؤد علیہ السلام کمرے میں چلے گئے اور ان کی روح قبض کر لی گئی۔"

حضرت داؤد بن ابی ہند فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ملک الموت حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کیے گئے اور حکم دیا گیا کہ تم ان کے پاس ہر روز ایک بار حاضری دو، ان سے ان کی ضرورت معلوم کرو اور ان سے علیحدہ نہ

Marfat.com

ہو جب تک کہ ان کی ضرورت کو پورا نہ کر دو۔ وہ ان کے پاس ایک آدمی کی صورت میں حاضر ہوتے اور سوال کرتے کہ آپ کیسے ہیں۔؟ پھر عرض کرتے:

''اے اللہ کے رسول! آپ کی کوئی ضرورت ہے۔؟''

اگر وہ فرماتے:

''ہے۔''

تو وہ اس وقت تک علیحدہ نہ ہوتے جب تک کہ اسے پورا نہ کر دیتے اور اگر وہ فرماتے کہ کوئی ضرورت نہیں تو وہ کل تک کے لئے چلے جاتے۔ ایک روز ان کے پاس حاضر ہوئے جبکہ ان کے ہاں ایک بوڑھا بھی بیٹھا ہوا تھا جو اٹھا اور جاتے ہوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلام کیا تو ملک الموت نے عرض کیا:

''اے رسول اللہ! آپ کی کوئی ضرورت ہے۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''نہیں۔''

پھر ملک الموت نے بوڑھے کو گھور کر دکھا تو وہ بیچارہ خوف سے کانپ گیا۔ حضرت ملک الموت علیہ السلام تو چلے گئے، لیکن وہ کھڑا ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے خدا واسطے کا سوال کیا کہ ہوا کو حکم دیں کہ مجھے اٹھا کر ہندوستان کے دور دراز علاقہ میں پہنچا دے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو حکم دیا تو اس نے اسے اٹھایا اور ہندوستان چھوڑ دیا۔ پھر جب ملک الموت حضرت سلیمان علیہا السلام کے پاس حاضر ہوئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے بوڑھے کے متعلق دریافت فرمایا۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے بیان کیا:

''کل میری طرف اس کا نامہ موت نازل ہوا تھا کہ میں اس کی روح ارض ہند کے آخری مقامات میں کل طلوع فجر کے وقت قبض کروں لیکن جب میں یہاں اترا تھا تو اسے اپنے وہم وگمان کے خلاف آپ کے ہاں پایا تو میں تعجب کرنے اور اسے دیکھنے لگا کہ عجیب بات ہے میرا خیال درست کیوں نہیں، پھر جب میں آج طلوع فجر کے وقت اس پر اترا تو اسے ارض ہند کے آخری مکامات میں کانپتے پایا تو میں نے اس کی روح قبض کر لی۔'' (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۴۰)

حضرت خشیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملک الموت علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوئے تو ان کے اہل مجلس میں سے ایک آدمی پر اپنی نگاہ ٹکائے رکھی۔ جب وہ چلے گئے تو اس آدمی نے پوچھا:

''اے سلیمان علیہ السلام! یہ کون تھے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''یہ ملک الموت تھے۔''

اس آدمی نے عرض کیا:

Marfat.com

''میں نے انہیں ایسے دیکھا ہے کہ جیسے وہ مجھے طلب کرتے ہیں۔''

فرمایا:

''پھر تمہارا کیا ارادہ ہے۔؟''

عرض کیا:

''میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ہوا پر سوار کر دیں جو مجھے ہندوستان پہنچا دے۔''

آپ نے ہوا کو طلب فرمایا اور اسے اس پر سوار کیا تو اس نے اسے ہندوستان پہنچا دیا۔ اس کے بعد حضرت ملک الموت حضرت سلیمان علیہما السلام کے پاس آئے تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا:

''آپ میرے ہم نشیں پر کیوں نظر ٹکائے ہوئے تھے۔؟''

انہوں نے بیان کیا کہ میں اس بات پر تعجب کر رہا تھا کہ مجھے تو اس کی روح ہندوستان میں قبض کرنے کا حکم ملا ہے مگر یہ یہاں کیسے بیٹھا ہے۔؟'' (ابن ابی شیبہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس مرض میں حاضر ہوئے جس میں آپ کا انتقال ہوا تھا تو انہوں نے آنے کی اجازت طلب کی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ انہوں نے کہا:

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ''

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا:

''واپس ہو جا! ہم تم سے بے توجہ ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے ابوالحسن! (یہ حضرت علی کی کنیت ہے) تو جانتا ہے یہ کون ہیں۔؟ یہ ملک الموت ہیں، انہیں احترام سے آنے دو۔''

جب وہ تشریف لا چکے تو عرض کیا:

''آپ کا پروردگار آپ کو سلام فرماتا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جبرائیل کہاں ہیں۔؟''

عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''وہ میرے قریب نہیں ہیں۔ ابھی حاضر ہونے کو ہیں۔''

پس جب ملک الموت جانے لگے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور ملک الموت سے فرمایا جو ابھی دروازہ میں ہی تھے:

Marfat.com

''اے ملک الموت! آپ کو کس ضرورت نے باہر کیا۔؟''

انہوں نے کہا:

''حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو طلب فرماتے ہیں۔''

پھر جب یہ دونوں بیٹھ گئے تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''اے ابوالقاسم! (یہ حضور ﷺ کی کنیت ہے) آپ پر سلام ہو! یہ آپ کی اور میری جدائی کی گھڑی ہے۔''

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے روز نازل ہوئے اور عرض کیا:

''آپ اپنے آپ کو کیسا پاتے ہیں۔؟''

ارشاد فرمایا:

''میں اپنے آپ کو غمزدہ اور رنجیدہ پاتا ہوں۔''

پھر عزرائیل علیہ السلام نے دروازہ سے آنے کی اجازت طلب کی تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''اے محمد ﷺ! یہ ملک الموت ہیں۔ آپ سے اجازت طلب کر رہے ہیں انہوں نے آپ سے پہلے کسی آدمی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ ہی آپ کے بعد کسی آدمی سے اجازت طلب کریں گے۔''

ارشاد فرمایا:

''انہیں اجازت دیدیں۔''

تو انہوں نے اجازت دیدی۔ وہ آگے بڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کیا:

''اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے ہاں بھیجا ہے اور حکم فرمایا ہے کہ آپ کی فرمانبرداری کروں۔ اگر آپ مجھے حکم فرمائیں کہ آپ کی روح قبض کروں تو قبض کروں گا اور اگر آپ ناپسند فرمائیں تو نہیں کروں گا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے ملک الموت! کیا ایسا کرلو گے۔؟''

عرض کیا:

''جی ہاں! میں اسی کا حکم دیا گیا ہوں۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''اللہ تعالیٰ آپ سے ملاقات کا مشتاق ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت کو ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے اسے انجام دیدو۔"

(طبرانی کبیر، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۳۹) (اتحاف السادہ، جلد نمبر ۱۰، صفحہ نمبر ۲۹۵ اور ۲۹۶) (جامع کبیر، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۳۴۷) (کنز العمال، حدیث نمبر ۱۸۸۲) (بدائع المنن، حدیث نمبر ۱۸۲۰) (مجمع الزوائد، جلد نمبر ۹، صفحہ نمبر ۳۵)

حضرت خشیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ملک الموت علیہ السلام حضرت سلیمان ابن داؤد علیہما السلام کے پاس حاضر ہوئے اور یہ ان کے دوست بھی تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے انہیں فرمایا:

"تمہیں کیا ہے کہ تم ایک گھرانہ پر آتے ہو اور ان کی روحیں نکال لیتے ہو جبکہ ان کے پہلو میں کچھ گھر والوں کو چھوڑ دیتے ہو۔ ان میں سے کسی کی روح قبض نہیں کرتے ہو۔؟"

انہوں نے عرض کیا:

"مجھے کوئی علم نہیں ان میں سے میں جن کی ارواح کو قبض کرتا ہوں یہ تو اس حکم کے تابع ہے کہ میں عرش کے نیچے ہوتا ہوں۔ بس مجھے ایک پروانہ عطاء کیا جاتا ہے جس میں مرنے والوں کے نام ہوتے ہیں۔"

(ابن ابی شیبہ)

حضرت خشیمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے ملک الموت سے فرمایا:

"جب تو ارادہ کرے گا کہ میری روح قبض کرے تو مجھے اس (حالت) کی پہچان تو کرا دے۔"

انہوں نے عرض کیا:

"میں اس کے متعلق آپ سے زیادہ علم نہیں رکھتا۔ یہ تو پروانے ہیں جو میری طرف بھیجے جاتے ہیں جن میں مرنے والوں کے نام لکھے ہوتے ہیں۔"

حضرت معمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ملک الموت علیہ السلام کو اس کا علم نہیں ہوتا کہ فلاں انسان کا اجل کب آئے گا یہاں تک کہ اسے اس کی روح قبض کرنے کا حکم دیا جائے۔"

(کتاب الزہد، از امام احمد) (ابن ابی الدنیا)

حضرت ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ ملک الموت کو حکم دیا جاتا ہے کہ فلاں روح فلاں وقت اور فلاں دن میں قبض کر لے۔" (ذکر الموت، از ابن ابی الدنیا)

فرمانِ الٰہی: "وھو الذی یتوفاکم بالیل" (وہ ذات جو تمہیں رات کو موت دیتی ہے) کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جانداروں کو ان کی نیند کے وقت موت دیدی جاتی ہے۔ کوئی نیند بھی ایسی نہیں مگر اللہ تعالیٰ اس میں سب روحوں کو موت دیدیتا ہے۔ پھر ہر نفس سے، اس کے مالک سے دن (بیداری کے اعمال) کے متعلق سوال فرماتا ہے۔ پھر ملک الموت کو بلاتا اور فرماتا ہے: "اس (کی روح) کو قبض کر لے۔ اس (کی روح) کو قبض کر لے۔"

Marfat.com

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب ماہ شعبان کی درمیانی رات ہوتی ہے تو ملک الموت کی طرف ایک صحیفہ بھیجا جاتا ہے اور حکم دیا جاتا ہے کہ اس صحیفہ میں جو لوگ درج ہیں ان کو اس سال میں ان کے اپنے اپنے موت کے وقت پر موت دیدے۔ لیکن آدمی راحت کے سامان تیار کرتا ہے، بیویوں سے نکاح کرتا ہے، محل تیار کرتا ہے جبکہ اس کا نام مردوں میں لکھا جا چکا ہوتا ہے۔'' (ذکر الموت، از ابن ابی الدنیا)

حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جن لوگوں نے مرنا ہوتا ہے ان کے نام ملک الموت کے لئے ایک شب قدر سے دوسری شب قدر تک لکھ دیئے جاتے ہیں، اس (پروانہ موت کے ملتے وقت ملک الموت) اس آدمی کو عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے اور پودے لگانے میں (مصروف) پاتا ہے جبکہ اس کا نام مردوں میں (لکھا جا چکا) ہوتا ہے۔''

(ابن جریر)

حضرت راشد بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''فی لیلة النصف من شعبان یوحی اللہ الی ملك الموت بقبض کل نفس یرید قبضھا فی تلك السنة''

(الدینوری فی المجالسة) (کنز العمال، حدیث نمبر ۳۵۱۷۶) (اتحاف السادۃ، جلد نمبر ۱۰، صفحہ نمبر ۲۸۲) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۲۶)

''نصف شعبان کی رات اللہ تعالیٰ ملک الموت کی طرف ہر اس نفس کی موت کی وحی فرماتا ہے جن کے قبض کرنے کا اس سال میں ارادہ فرماتا ہے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پورے شعبان میں روزے رکھا کرتے تھے یہاں تک کہ انہیں رمضان المبارک سے جا ملاتے تھے۔ کسی بھی مہینہ میں بھی پورے تیس روز روزے نہیں رکھا کرتے تھے سوائے شعبان کے۔ میں نے عرض کیا:

''اے رسول اللہ! شعبان آپ کے نزدیک روزہ رکھنے میں زیادہ پسندیدہ ہے۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہاں! عائشہ! کیونکہ اس میں ملک الموت کے لئے ان لوگوں کے نام لکھے جاتے ہیں جن پر موت نے وارد ہونا ہوتا ہے۔ تو میں پسند کرتا ہوں کہ میرا نام روزہ داری کی حالت میں لکھا جائے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لو رایتم الاجل و میسرہ لابغضتم الامل و غرورہ و مامن اھل بیت الا و ملك الموت یتعاھدھم فی کل یوم مرتین فمن وجدہ قد انقضی اجلة قبض روحہ

Marfat.com

فاذا بکی اهله وجزعوا قال لم تبکون ولم تجزون فوالله ما نقصت لکم عمرا ولاحبست لکم رزق مالی ذنب وان لی فیکم لعودة ثم عودة ثم عودة حتی لاابقی منکم احدا" (کنز العمال، حدیث نمبر ۴۲۱۳۳)

"اگر تم موت اور اس کا فیصلہ جان لو تو امید اور اس کے دھوکہ سے نفرت کرو۔ کوئی بھی گھر والے ایسے نہیں مگر ہر روز ملک الموت ان کو تنبیہ کرتا ہے۔ جب کسی کی عمر پوری ہوتا دیکھتا ہے تو اس کی روح قبض کر لیتا ہے۔ پھر جب اس کے رشتہ دار روتے پیٹتے ہیں تو وہ کہتا ہے: "تم کیوں پیٹتے ہو؟ قسم بخدا! نہ تو میں نے تمہاری عمر سے کچھ کم کیا ہے نہ تمہارے رزق سے۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ میں نے تم میں لوٹنا ہے، پھر لوٹنا ہے، پھر لوٹنا ہے، یہاں تک کہ تم میں سے کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔"

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کوئی دن ایسا نہیں مگر ملک الموت ہر گھر میں تین مرتبہ جھانکتا ہے۔ ان میں سے جس کو دیکھتا ہے کہ وہ اپنا رزق ختم کر چکا اور اپنی عمر پوری کر چکا ہے اس کی روح قبض کر لیتا ہے۔ جب اس کے عزیز و اقارب رونا دھونا شروع کرتے ہیں تو ملک الموت چوکھٹ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ کر کہتا ہے: "میں نے تمہارا کوئی قصور نہیں کیا۔ میں تو اس پر مقرر ہوں۔ قسم بخدا! میں نے تمہارا رزق نہیں کھایا، تمہاری عمر ختم نہیں کی اور نہ ہی تمہاری موت میں وقت آنے سے پہل کی ہے۔ میں نے تو تم میں لوٹنا ہے، پھر لوٹنا ہے، پھر لوٹنا ہے۔ یہاں تک کہ تم میں سے کسی کو باقی نہیں چھوڑوں گا۔" قسم بخدا! اگر یہ رونے والے اس کے مقام کو دیکھ لیں اور ملک الموت کی بات سن لیں تو میت کو بھول جائیں اور اپنے آپ پر رونا شروع کر دیں۔"

(ذکر الموت، از ابن ابی الدنیا) (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۶۱) (التذکرۃ فی احوال الموتی، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۱)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"زمین کی پشت پر کوئی گھر ایسا نہیں جس میں ملک الموت روزانہ دو دفعہ چکر نہ لگاتا ہو۔"

(مصنف عبدالرزاق) (کتاب الزہد، از امام احمد) (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۶۷) (تفسیر طبری، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۲۱۸) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۶)

حضرت عبدالاعلی التیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"کوئی انسان ایسا نہیں جس سے ملک الموت روزانہ دو مرتبہ مصافحہ نہ کرتے ہوں۔"

(ابن ابی شیبہ) (کتاب الزہد، از امام عبداللہ ابن امام احمد) (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۶۷) (تاریخ طبری، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۲۱۸) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۶)

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ملک الموت روزانہ پانچ مرتبہ گھروں میں آتا اور ہر انسان کے چہرہ پر بیک نظر توجہ کرتا ہے۔ یہ جو لوگوں

Marfat.com

کو اچانک خوف کی حالت پیش آتی ہے اسی وجہ سے آتی ہے۔اچانک خوف سے مراد جسم کی کپکپی ہے (جو انسان پر بے اختیار ظاہر ہوتی ہے۔)''

(ذکر الموت، از ابن ابی الدنیا) (کتاب العظمۃ، از ابو الشیخ، حدیث نمبر ۴۴۵)

حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کوئی گھر ایسا نہیں ہے جس میں کوئی رہائش پذیر ہو، لیکن ملک الموت اس کے دروازہ پر روانہ سات مرتبہ دیکھتا ہے کہ اس میں کوئی ایسا تو نہیں ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے موت کا حکم فرمایا ہے۔''

(ابن ابی حاتم)

سدرۃ المنتہیٰ پر ہی ملک الموت کی ہر گھر کے باشندگان کی زندگی اور موت پر نگاہ رہتی ہے۔

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کوئی بھی گھر والے ایسے نہیں مگر ان سے ملک الموت روزانہ پانچ بار مصافحہ کرتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایسا تو نہیں جس کی (روح) قبض کرنے کا حکم دیا گیا ہو۔''

(سعید بن منصور) (کتاب الزہد، از امام احمد)

حضرت ثابت البنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''رات اور دن کی چوبیس گھڑیاں ہیں ان میں سے کسی جاندار پر ایسی گھڑی نہیں آتی مگر ملک الموت اس پر متوجہ ہوتا ہے۔اگر تو اس کی روح کے قبض کرنیکا حکم ملتا ہے تو قبض کر لیتا ہے ورنہ چھوڑ دیا جاتا ہے۔''

(ابونعیم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان ملك الموت لينظرفی وجود العباد كل يوم سبعين نظرة فاذا ضحك العبدالذی بعث اليه يقول ياعجبابعث اليه لاقبض روحه وهويضحك''

(تاریخ ابن نجار) (کنز العمال، حدیث نمبر ۴۲۱۸۵) (تنزیہ الشریعہ، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۳۷۵) (تذکرۃ الموضوعات، صفحہ نمبر ۲۱۴)

''ملک الموت انسانوں کے چہروں پر روزانہ ستر دفعہ دیکھتا ہے۔جب وہ آدمی ہنستا ہے جس کی طرف ملک الموت بھیجا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے: ''تعجب ہے! میں اس کی طرف اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ اس کی روح قبض کروں اور وہ ہنسنے میں لگا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ وہ دو نفس جن کی موت ایک لحظہ میں آنا متفق ہو اور ان میں ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں تو ملک الموت ان دونوں پر روح قبض کرنے کی قدرت کیسے رکھتا ہے۔؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

Marfat.com

''اہل مشرق ومغرب، اندھیرے وفضا، سمندروں اور وادیوں پر ملک الموت کی قدرت اس آدمی کی طرح جس کے سامنے دستر خوان رکھا ہو اور وہ ان میں سے جہاں سے چاہے تناول کرلے۔''

(ابن ابی حاتم' ابوالشیخ (منہ) ۴۳۲' درمنثور ۵۔۱۷۲' ابن ابی الدنیا کتاب ذکر الموت

حضرت زہیر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا:

''اے اللہ کے رسول! ملک الموت تو ایک ہے اور دو لشکر مشرق اور مغرب کے درمیان جنگ لڑتے ہیں (اور ان میں بہت سے مارے جاتے ہیں) اسی وقت میں ناقص بچے اور ہلاک ہونے والے (بھی روئے زمین پر بہت ہوتے) ہیں (تو یہ اکیلا ملک الموت سب کی جان قبض کرنے کی قدرت کیسے رکھتا ہے؟)''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ عزوجل نے ملک الموت کو اتنی قوت بخشی ہے کہ اس کے لیے زمین کو ایک پلیٹ کی مانند کر دیا ہے جو تم میں سے کسی ایک کے سامنے ہو۔ تو کیا اس سے کوئی چیز (دیکھنے، استعمال کرنے یا تصرف کرنے سے) چوک جائے گی۔؟ (نہیں چوک سکتی تو اسی طرح ملک الموت پوری زمین والوں پر قدرت رکھتا ہے۔)''

(ابن ابی حاتم)

حضرت ابوالمثنیٰ حمصی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''دنیا کی سخت ونرم ہر مخلوق ملک الموت کی رانوں کے درمیان ہے۔ اس کے ساتھ رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے موجود ہوتے ہیں تو یہ ارواح کو قبض کر لیتا ہے اور نیک روحیں رحمت کے فرشتوں کو دیدیتا ہے اور بدکار روحیں عذاب کے فرشتوں کو دیدیتا ہے۔ جب گھسان کی جنگ ہوتی ہے اور تلوار بجلی کی طرح (تیزی سے کشت وخون کررہی) ہوتی ہے تو ملک الموت پکارتا ہے تو مرنے والوں کی سب روحیں اس کے پاس آتی رہتی ہیں۔''

(ابن ابی الدنیا) (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۷۰)

حضرت ابوالقیس الازدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملک الموت سے پوچھا گیا:

''آپ روحیں کس طرح قبض کرتے ہیں۔؟''

انہوں نے فرمایا:

''میں ان کو بلاتا ہوں تو وہ (خود بخود یا میرے ماتحت روحیں قبض کرنے والے فرشتوں کے روح قبض کرنے سے) میرے پاس آجاتی ہیں۔''

(مجالسۃ، از امام دینوری)

حضرت حکم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا:

Marfat.com

''اے ملک الموت! کوئی بھی سانس لینے والا نفس ایسا نہیں مگر تم اس کی روح قبض کرتے ہو۔؟''
عرض کیا:
''ہاں! قبض کرتا ہوں۔''
آپ نے فرمایا:
''کس طرح جبکہ تم میرے پاس بیٹھے ہو اور روحیں زمین کے اطراف میں ہیں۔؟''
عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:
''اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے تابع کر دیا ہے اور یہ میرے لئے ایک طشت (تھال) کی مانند ہے جو تم میں سے کسی ایک کے سامنے رکھ دیا جائے اور وہ اس کے اطراف میں جہاں سے چاہے کھالے۔ دنیا میرے لئے اسی طرح ہے۔''

(ذکر الموت، از ابن ابی الدنیا)

حضرت ربیع بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے ملک الموت کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا وہ اکیلے ارواح کو قبض کرتے والے ہیں یا ان کے ساتھ اس کام میں معاونین بھی شامل ہیں۔؟'' انہوں نے فرمایا:
''ملک الموت تو قبض ارواح کا ذمہ دار ہے اور اس کام پر اس کے معاونین بھی ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ ملک الموت ان کا سربراہ ہے اور اس کا ہر قدم مشرق سے مغرب میں پڑتا ہے۔''
(کتاب العظمۃ، از ابو الشیخ، حدیث نمبر ۴۳۱) (تفسیر طبری، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۲۱۷ اور ۲۱۸) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۶)

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''توفنه رسلنا'' کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:
''یہ فرشتوں میں سے ملک الموت کے معاون ہیں جو موت واقع کرتے ہیں۔''
(ابن جریر، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۲۱۶) (کتاب العظمۃ، از ابو الشیخ، حدیث نمبر ۴۵۶)
فرمان باری تعالیٰ: ''توفنه رسلنا'' کی تفسیر میں حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
''اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو ارواح قبض کرتے ہیں اس کے بعد ان سے ملک الموت ان روحوں کو وصول کر لیتا ہے۔''
(ابن جریر، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۲۱۷) (ابن ابی حاتم، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۵۴) (کتاب العظمۃ، از ابو الشیخ، حدیث نمبر ۴۵۴) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۶)
فرمان باری تعالیٰ: ''توفنه رسلنا'' کی تفسیر میں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
''ملک الموت کے کچھ فرستادہ فرشتے ہیں جو ارواح قبض کرنے پر مامور ہیں۔ یہ ارواح قبض کرنے کے بعد ملک الموت کے سپرد کر دیتے ہیں۔''

(ابن جریر، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۲۱۷) (ابو الشیخ فی العظمۃ، صفحہ نمبر ۴۵۳)

Marfat.com

حضرت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ملک الموت بیٹھا ہوا ہے، پوری دنیا اس کے گھٹنوں کے درمیان ہے اور وہ لوح جس میں اولاد آدم علیہ السلام کی موت کے اوقات لکھے ہوئے ہیں اس کے ہاتھوں میں ہے۔ اس کے سامنے موت کے فرشتے حالت قیام میں ہیں اور یہ موت کی لوح دیکھتا ہے اور پلک تک نہیں جھپکاتا۔ پس جب کسی بندے کی موت آنے پر مرنے والے کے پاس پہنچتا ہے تو ان فرشتوں کو کہتا ہے: ''اس کی روح کو قبض کرلو۔''

(ابن ابی الدنیا) (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۴۴) (الحلیہ، از ابونعیم، جلد نمبر ۶ صفحہ نمبر ۶۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''ملک الموت جو تمام زندوں کو موت دیتا ہے وہ سب زمین والوں پر اس طرح مسلط ہے جس طرح تم میں سے ہر ایک اپنی ہتھیلی پر مسلط (غالب) ہوتا ہے۔ اس (ملک الموت) کے ساتھ رحمت کے فرشتوں میں سے کچھ فرشتے ہوتے ہیں یا عذاب کے فرشتوں میں سے کچھ فرشتے ہوتے ہیں۔ جب کسی پاکیزہ نفس کو وفات دیتا ہے تو اس کی طرف رحمت کے فرشتے بھیجتا ہے اور جب کسی پلید نفس کو وفات دیتا ہے تو اس (کی روح نکالنے کے لئے) عذاب کے فرشتے بھیجتا ہے۔''

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ملک الموت کے لئے زمین ایک طشت کی مانند بنادی گئی ہے۔ وہ جہاں سے چاہے روح نکال لے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے معاون مقرر کئے ہیں جو نفوس کو موت دیتے ہیں پھر ملک الموت ان سے مردہ روحوں کو وصول کرلیتا ہے۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوشیخ، حدیث نمبر ۴۴۳) (تاریخ طبری، جلد نمبر ۷، صفحہ نمبر ۲۱۷)

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان اللہ عزوجل وکل ملک الموت بقبض الارواح الا شہداء البحر فانہ یتولیٰ قبض ازواجہم''

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر ۲۷۷۸) (تفسیر درمنثور، جلد نمبر ۵ صفحہ نمبر ۱۷۳)

''اللہ عزوجل نے ملک الموت کو سب ارواح کے قبض کرنے پر مقرر فرمایا ہے، سوائے سمندر میں شہید ہونے والوں کی ارواح کے۔ ان کی ارواح اللہ تعالیٰ خود قبض فرماتا ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''ملک الموت کے سپرد انسانوں کی ارواح قبض کرنا ہے۔ جنات کے لئے اور فرشتہ مقرر ہے۔ شیاطین کے لئے اور پرندوں، درندوں، مچھلیوں اور چیونٹیوں کے لئے اور۔ یہ چار فرشتے ہیں۔ سب فرشتے پہلی چیخ (صور پھونکنے) کے وقت فوت ہو جائیں گے۔ ان کی ارواح قبض کرنے والا بھی ملک الموت ہے

Marfat.com

۔پھر یہ بھی وفات پائے گا لیکن سمندر میں شہید ہونے والوں کی ارواح کو قبض کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے۔ اسے ان کی اکرام کی وجہ سے ملک الموت کے سپرد نہیں کیا، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں حج کے لئے سمندر میں سوار ہوئے تھے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اجال البهائم و خشاش الارض کلهافی التسبیح فاذا انقضی تسبیها قبض اللہ ارواحها ولیس الی ملك الموت من ذلك شیء"

(جمع الجوامع، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۵) (موضوعات، از امام ابن جوزی، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۲۲۲) (لآلی مصنوعہ، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۲۵) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۸۴) (فوائد مجموعہ، صفحہ نمبر ۱۲۷) (لسان المیزان، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۸۰۷) (کنز العمال، حدیث نمبر ۱۹۲۱) (ضعفاء للعقیلی، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۳۲۱) (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۱۲۱۰) (حاوی للفتاوی، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۱)

"جانوروں اور زمین کے کیڑوں مکوڑوں سب کی عمر تسبیح میں ہوتی ہے۔ جب بھی کسی کی تسبیح پوری ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کی روح کو قبض کر لیتا ہے، ملک الموت کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔"

(یہ روایت ولید بن موسیٰ دمشقی کی وجہ سے منکر ہے۔)

حضرت سلیمان معمر الکلابی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حاضر ہوا تو ان سے ایک آدمی نے مچھروں کے متعلق سوال کیا کہ کیا ان کی ارواح بھی ملک الموت قبض کرتے ہیں۔؟ تو وہ بہت دیر تک خاموش رہے، پھر فرمایا:

"کیا وہ سانس لیتا ہے۔؟"

اس نے عرض کیا:

"ہاں۔!"

فرمایا:

"تو ملک الموت ہی ان کی ارواح قبض کرتا ہے اور ان کی موت کے وقت اللہ تعالیٰ وفات دیتا ہے۔"

(خطیب فی رداۃ مالک)

حضرت حارث بن خزرع رحمۃ اللہ علیہ کے باپ ابوالخزرج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھا کہ ملک الموت ایک انصاری نوجوان کے سر کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا:

"اے ملک الموت! میرے صحابی پر نرمی کرنا کیونکہ یہ مومن ہے۔"

ملک الموت علیہ السلام نے عرض کیا:

"آپ اپنے نفس کو خوش اور آنکھوں کو ٹھنڈا کر لیں، کیونکہ میں ہر مومن پر نرم ہوں۔ اے محمد! آپ جان

Marfat.com

لیں میں جب کسی انسان کی روح قبض کرتا ہوں اور کوئی رونے والا دھاڑیں مارتا ہے تو میں گھر میں رک جاتا ہوں اور میرے ساتھ مردہ کی روح بھی ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں: ''اے رونے والے! یہ کیا ہے۔؟ قسم بخدا! ہم نے اس پر کوئی ظلم نہیں کیا، نہ ہی پہلے موت دی ہے اور نہ ہی اس کے مقدر میں سبقت کی ہے۔ اس کی روح قبض کرنے میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ اگر تو تم اللہ کے کیئے پر راضی ہو جاؤ تو اجر پاؤ اور اگر غصہ کا اظہار کرو تو گناہگار ٹھہرو اور تکلیف اٹھاؤ۔ ہم نے تمہارے پاس آنا ہے، بار بار آنا ہے، تم اپنی فکر کرو۔ کوئی بھی بالوں کے گھر والے اور مٹی کے گھر والے ایسے نہیں اور نہ ہی چھوٹے گناہگار اور بڑے گناہگار ایسے ہیں مگر میں تو ان سب سے رات دن ملاقات کرتا ہوں یہاں تک کہ میں ان کے چھوٹے اور بڑے سے بھی ان کو زیادہ پہچانتا ہوں۔ قسم بخدا! اگر میں کسی مچھر کی روح بھی قبض کرنے کا ارادہ کروں تو مجھے اس پر بھی قدرت نہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے قبض کرنے کی مجھے اجازت فرمائے۔''

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ملک الموت لوگوں سے نماز کے اوقات میں مصافحہ کرتا ہے، پھر جب بوقت موت حاضر ہوتا ہے تو اگر وہ محافظین نماز میں سے تھا تو فرشتہ اس کے قریب ہو جاتا ہے، شیطان کو بھگا دیتا ہے اور اس کے لئے یہ فرشتہ ایسی خطرناک حالت میں ''لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ'' کی تلقین کرتا ہے۔''

(طبرانی کبیر، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۲۶۱) (تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۳۶۳) (مجمع الزوائد، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۳۲۶) (جامع کبیر، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۳۸۵) (کنز العمال، حدیث نمبر ۸۱۰) (تفسیر درمنثور، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۱۷۳)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اذاجاء ملك الموت الى ولى الله تعالىٰ سلم عليه و سلامه عليه ان يقول السلام عليك ياولى الله قم فاخرج من دارك التى خربتها الى دارك التى عمرتها واذا لم يكن وليا لله قال له قم فاخرج من دارك التى عمرتها الى دارك التى خربتها''

''جب ملک الموت کسی اللہ تعالیٰ کے ولی کے پاس آتے ہیں تو اسے سلام کہتے ہیں۔ سلام کے الفاظ یہ ہوتے ہیں: ''السلام عليك يا ولى الله'' (اے اللہ کے ولی! آپ پر سلام ہو) اپنے جس گھر کو آپ نے خراب کیا ہے اس سے اپنے اس گھر (جنت) کی طرف نکلیں جسے آباد کیا ہے۔'' جب وہ ایسے آدمی کے پاس جاتا ہے جو اللہ کا ولی نہیں ہوتا اسے فرماتا ہے: ''اٹھ! اپنے اس گھر سے نکل جسے تو نے تعمیر کیا ہے اپنے اس گھر (آخرت) کی طرف جسے تو نے خراب کیا ہے۔''

Marfat.com

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب اللہ عزوجل مومن کی روح قبض کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو حضرت ملک الموت سے فرماتا ہے:'' اسے میری طرف سے سلام کہو۔'' جب عزرائیل علیہ السلام اس کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو کہتے ہیں:'' آپ کو آپ کا رب سلام فرماتا ہے۔''

(ابوالقاسم ابن مندہ فی کتاب الاہوال والایمان بالسوال)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب ملک الموت مومن کی روح قبض کرنے کے لئے آتے ہیں تو کہتے ہیں:

'' آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے۔!''

حضرت محمد بن کعب القرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب مومن آدمی کی روح نکلتی ہے تو اس کے پاس ملک الموت آتا اور کہتا ہے:'' اے اللہ کے ولی! آپ پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے۔'' پھر وہ اس آیت:''الذین تتوفاھم الملائکۃ طیبین یقولون سلام علیکم'' (جو فرشتے موت دیتے ہیں وہ پاک ہوتے ہیں اور کہتے ہیں:''تم پر سلام ہو'') کے ساتھ مومن کی روح قبض کرتا ہے۔''

(ابن ابی شیبہ) (ابن ابی الدنیا) (ابن ابی حاتم) (شعب الایمان، از امام بیہقی)

ابوسعید حسن بن واعظ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ کو فرماتے سنا ہے کہ میں نے کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک الموت کی ہتھیلی پر نورانی خط کے ساتھ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کو ظاہر کرتا ہے، پھر اسے حکم دیتا ہے کہ وہ اپنی ہتھیلی کو مومن کی وفات کے وقت کھولے اور اسے یہ کتاب دکھائے۔ پس جب اسے عارف (ربانی) کی روح دیکھتی ہے تو اس کی طرف پلک جھپکنے سے بھی جلدی پرواز کر جاتی ہے۔'' (المشیخۃ البغدادیۃ)

امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت عزرائیل علیہ السلام لوگوں کے سامنے آجاتے تھے۔ وہ ایک بار ایک آدمی کے پاس آئے اور فرمایا:'' اپنی ضرورت پوری کر لے میں تیری روح قبض کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔'' اس نے بددعا دی تب سے اللہ تعالیٰ نے بیماری نازل فرمائی اور موت کو خفیہ رکھا گیا۔''

حضرت جابر بن یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملک الموت بغیر تکلیف کے ارواح کو قبض کرتے تھے تو لوگوں نے انہیں لعنت ملامت شروع کر دی۔ انہوں نے رب تعالیٰ کے سامنے شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے بیماریاں مقرر کر دیں۔ لوگ ملک الموت علیہ السلام کو بھول گئے اور یہ کہا جانے لگا کہ فلاں فلاں مرض سے وفات پا گیا۔''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۳۷) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۱۷۲)

حضرت حکم بن ابان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا:

Marfat.com

''جب ملک الموت اندھے کے پاس اس کی روح قبض کرنے جاتا ہے تو کیا وہ اسے دیکھتا ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں! دیکھتا ہے۔'' (ذکر الموت، از امام ابن ابی الدنیا)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کوئی مرض ایسی نہیں جو کسی بندے کو لاحق ہوتی ہے مگر ملک الموت کا قاصد اس کے پاس ہوتا ہے حتی کہ جب آدمی بیماری میں آخری حالت میں پہنچتا ہے تو اس کے پاس ملک الموت آتا ہے اور کہتا ہے: ''تیرے پاس قاصد کے بعد (ایک اور) قاصد آیا ہے تو اس سے تھکن محسوس نہ کر۔ اب تو تیرے پاس وہ قاصد آیا ہے جو تیرا تعلق دنیا سے ختم کر دے گا۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ملک الموت کے پاس ایک نیزہ ہے جو مشرق سے مغرب کو پہنچتا ہے۔ جب دنیا میں کسی بندے کی عمر پوری ہوتی ہے تو ملک الموت اس کے سر پر یہ نیزہ مارتا اور کہتا ہے: ''اب موت کا لشکر تیری ملاقات کرے گا۔''

(یہ روایت منکر ہے۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان لملك الموت حربة مسمومة طرف لها بالمشرق و طرف لها بالمغرب يقطع بها عرق الحياة''

(اتحاف السادہ، جلد نمبر ۱۰، صفحہ نمبر ۲۸۳) (تنزیہ الشریعہ، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۳۹۵) (فوائد مجموعہ، حدیث نمبر ۲۶۵) (تذکرۃ الموضوعات، صفحہ نمبر ۲۱۴)

''ملک الموت کے پاس ایک زہر آلود برچھی ہے جس کا ایک سرا مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے۔ یہ اس کے ساتھ رگ زندگی کاٹ دیتا ہے۔''

(''یہ روایت موضوع ہے'')

حضرت زہیر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ملک الموت آسمان اور زمین کے درمیان سیڑھی پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کا فرشتوں میں ایک قاصد بھی ہے پس جب سانس ہنسلی کے درمیانی گڑھے میں ہوتا ہے تو ملک الموت اسے اپنی سیڑھی پر سے دیکھ لیتے ہیں اور اپنی نظر اس پر مرکوز کرتے ہیں تو یہ نظر مرنے والے کی آخری حالت ہوتی ہے۔'' (ابن ابی حاتم)

حضرت محمد بن کعب قرظی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ سب سے آخر میں ملک الموت پر موت آئے گی۔ اسے حکم ہوگا: ''اے ملک

Marfat.com

الموت! مرحبا۔'' تو اس حکم کے بعد وہ ایک ایسی چیخ مارے گا کہ اگر اسے سب آسمانوں اور زمین والے سن لیں تو گھبراہٹ سے مر جائیں۔ اس کے بعد اس پر موت واقع ہو جائے گی۔''

(ذکر الموت، از امام ابن ابی الدنیا)

حضرت زیاد نمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''باقی مخلوقات سے زیادہ ملک الموت پر موت سخت ہے۔'' (ذکر الموت، از امام ابن ابی الدنیا)

بیت المعمور سے متعلق فرشتوں کی جماعتیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور میں فرشتوں کو دو رکعت نماز پڑھائی اور بیت المعمور میں فرشتوں سے ملاقات فرمائی۔ بیت المعمور سے متعلق فرشتوں کے بارے میں مختصر معلومات پیش کی جاتی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''البيت العمور فی السماء السابعة يدخله كل يوم سبعون الف ملك لا يعودون اليه حتى تقوم الساعة''

(شعب الایمان، از امام بیہقی) (مسند امام احمد، صفحہ نمبر ۱۵۳، جلد نمبر ۳) (مستدرک حاکم، صفحہ نمبر ۴۶۸، جلد نمبر ۲) (مجمع الزوائد، صفحہ نمبر ۱۱۳، جلد نمبر ۷) (الدار المنثور، صفحہ نمبر ۱۱۷، جلد نمبر ۶) (مسند الفردوس، صفحہ نمبر ۳۶، حدیث نمبر ۲۲۲۶)

''بیت العمور (فرشتوں کا قبلہ عبادت) ساتویں آسمان پر ہے جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے حاضری دیتے اور داخل ہوتے ہیں۔ ان کو قیامت تک دوبارہ اس کی طرف لوٹنے کا موقع نہیں ملے گا۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''فی السماء بيت يقال له المعمور بحيال الكعبة وفی السماء الربعة بهر يقال له الحيوان يدخله جبريل كل يوم فينغمس انغماسة ثم يخرج فينتقض انتفاضة يخر عنه سبعون الف قطرة يخلق الله تعالىٰ من كل قطرة ملكا يومرون ان ياتوا البيت المعمور فيصلون فيفعلون ثم يخرجون فلا يعودون اليه ابدا ويولى عليهم احدهم ثم يومن ان يقف بهم فی السماء موقفا يسبحون الله فيه الى ان تقوم الساعة''

(الصحیح البخاری) (الدار المنثور، صفحہ نمبر ۱۱۷، جلد نمبر ۶) (کامل ابن عدی، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۱۸۹۸)

''کعبہ شریف کے بالمقابل آسمان میں ایک گھر ہے جس کا نام المعمور (آباد شدہ گھر) ہے۔ اس چوتھے آسمان پر ایک نہر ہے جس کا نام نہر حیات ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس میں روزانہ ایک مرتبہ غوطہ لگاتے ہیں، اس کے بعد نکل کر ایک مرتبہ اپنے آپ کو ہلاتے ہیں جس سے ستر ہزار قطرے گرتے ہیں اور

Marfat.com

ہر قطرہ سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے۔ان کو حکم دیا جاتا ہے کہ یہ بیت المعمور میں حاضری دیں تو یہ اس میں نماز ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی پیروی کرتے ہیں۔پھر یہ واپس لوٹتے ہیں اور ان کو پھر کبھی اس کی طرف واپس آنے کا موقع نہیں ملے گا۔ان فرشتوں پر انہیں میں سے ایک کو نگران بنا دیا جاتا ہے اور اس کو حکم دیا جاتا ہے کہ ان کے ساتھ آسمان میں اپنی مخصوص جگہ پر ٹھہرے۔یہ سب فرشتے قیامت قائم ہونے تک اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح ادا کرتے ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''عرج الی السماء السابعة انتهيت الی بناء فقلت للملک ما هذا قال هذا بناء بناه الله للملائكة يدخله كل يوم سبعون الفايقدسون الله ويسبحونه لايعودون فيه''

(طبری، جلد نمبر ۲۷، صفحہ نمبر ۳۲)

''مجھے فرشتہ ساتویں آسمان پر لے گیا، یہاں تک کہ میں ایک عمارت کے پاس جا پہنچا تو میں نے اس فرشتہ سے پوچھا: ''یہ کیا عمارت ہے۔؟'' اس نے کہا: ''یہ وہ عمارت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے لئے بنایا ہے۔اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ان کو دوبارہ واپس آنے کا موقع نہیں ملے گا۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز ادا کرتے ہیں اور آسمان میں ایک انسان کے جسم کے برابر بھی جگہ نہیں مگر اس پر کوئی نہ کوئی فرشتہ قیام یا سجدہ میں ہے۔'' (سنن بیہقی)

حضرت عبداللہ بن طاؤس تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''بیت المعمور ساتویں آسمان پر بیت اللہ شریف کے بالمقابل ہے۔جس دن تم مسلمان بیت اللہ شریف کا حج کرتے ہو فرشتے بھی اسی روز اس کے حج کو جاتے ہیں۔'' (فضائل مکہ، از امام جندی)

حاملینِ عرش:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج حاملین عرش کو بھی دیکھا۔حاملین عرش کا تفصیلی تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''ويحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية''

(الحاقہ، آیت نمبر ۱۷)

Marfat.com

''اس روز آپ کے رب کا عرش آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔''

حضرت عباس بن عبدالمطلب مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''یہ فرشتے پہاڑی دنبوں کی شکل میں ہوں گے۔'' (عبد بن حمید) (دارمی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عاملین عرش کے سینگ ہیں جن کی بلندیاں ایسی ہیں جیسے نیزہ کی بلندی ہوتی ہے۔ان میں سے ہر ایک کے پاؤں کے ابھرے ہوئے تلوے سے لے کر ٹخنے تک پانچ سو سال چلنے کا فاصلہ ہے،اس کے ناک کے سرے سے لے کر ہنسلی کی ہڈی تک پانچ سو سال چلنے کا سفر ہے اور اس کی ہنسلی کی ہڈی سے لے کر پستان تک پانچ سو سال کا سفر ہے۔'' (عثمان بن سعید داری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اُذن لی احدث عن ملك قدمرقت رجلاه الارض السابعة و العرش علی منكیه وهویقول سبحانك ابن كنت و ابن تكون''(دارمی)(ابویعلی بسند صحیح)

'' مجھے اجازت فرمائی گئی ہے کہ میں ایسے فرشتہ کی بات بتلاؤ جس کے پاؤں ساتویں زمین سے بھی گزر گئے ہیں اور عرش اس کے کندھوں پر ہے۔وہ کہہ رہا ہے:

'' سبحانك این كنت و این تكون''

''اے اللہ! ہر طرح سے تیری ذات پاک ہے۔!''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اذن لی ان احدث عن ملك من حملة العرش رجلاه فی الارض السفلی وعلی قرنیه العرش وبین شحمة اذنه وعاتقه خفقان الطیر سبع مائة عام یقول ذلك الملك سبحانك حیث كنت''

(کتاب العظمۃ ،از ابوالشیخ ،حدیث نمبر ۴۷۶) (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۴۷۲۷) (حلیۃ الاولیاء، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۵۸) (مجمع الزوائد، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۸۰) (مطالب عالیہ ، حدیث نمبر ۳۴۴۹) (تاریخ بغداد، جلد نمبر ۱۰، صفحہ نمبر ۱۹۵) (مشکوٰۃ المصابیح ، حدیث نمبر ۵۷۲۸) (کنز العمال، حدیث نمبر ۱۵۱۵۴۔ ۱۵۱۵۵ اور ۱۵۱۵۸) (اتحاف السادۃ، جلد نمبر ۱۰، صفحہ نمبر ۲۶۴) (تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر ۸، صفحہ نمبر ۲۳۹) (تفسیر درمنثور، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۳۴۶) (بدایہ النہایہ ، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۱۱۳ اور ۴۳) (مجمع البحرین، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۱۰) (المنتقی من الاوسط، حدیث نمبر ۴۷) (فوائد ابن شاہین ، حدیث نمبر ۱۱۳) (تاریخ ابن عساکر، جلد نمبر ۱۲، صفحہ نمبر ۱۲ اور ۲۳۲) (ابن عساکر، حدیث نمبر ۱۳۹)

'' مجھے اجازت دی گئی ہے کہ میں ایک ایسے فرشتہ کے متعلق کچھ بتلاؤ جو عرش کے اٹھانے والوں میں شامل ہے۔اس کے پاؤں سب سے نچلی زمین میں ہیں، اس کے سینگ پر عرش ہے اور اس کے کان کی لو سے اس کے کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال تک پرندہ کے اڑنے کے برابر سفر ہے۔وہ فرشتہ کہہ رہا ہے:

Marfat.com

"سبحانك حيث كنت"

"اے اللہ! تیری ذات ہر طرح سے پاک ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"عرش اٹھانے والے فرشتوں کے گوشہ چشم سے لے کر آنکھوں کے دوسرے کنارہ تک پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۷۸) (تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۴۱۴) (العلو، صفحہ نمبر ۸۶) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۳۴۶)

حضرت حسان بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حاملین عرش آٹھ ہیں۔ ان کے قدم ساتویں زمین میں پیوست ہیں اور ان کے سر ساتویں آسمان سے تجاوز کر گئے ہیں۔ ان کے سینگ ان کے قد کے برابر طویل ہیں اور انہیں پر عرش قائم ہے۔"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۷۹) (الرد علی بشر المریسی، از امام دارمی، صفحہ نمبر ۹۲) (حلیۃ الاولیاء، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۷۵)

حضرت زاذان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حاملین عرش کے قدم زمین کی جڑ میں ہیں۔ ان میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ نور کی شعاع کی وجہ سے اپنی نگاہیں بلند کر سکیں۔"

(کتاب العظمۃ، ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۸۰) (کتاب العرش، از ابو جعفر ابن ابی شیبہ، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۱۱۱)

حضرت ہارون بن رباب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حاملین عرش آٹھ ہیں۔ آپس میں نرم آواز میں گفتگو کرتے ہیں۔ ان میں سے چار تو یہ کہتے ہیں:

"سبحانك وبحمدك على حلمك بعد علمك"

"اے اللہ! تو پاک ہے اور تیری ہی حمد ہے تو علم اور حلم میں یکتا ہے۔"

اور چار یہ کہتے ہیں:

"سبحانك وبحمدك على عفوك بعد قدرتك"

"اے اللہ! قدرت ہونے کے باوجود معاف کر دینے پر تیری تعریف و حمد ہو۔"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۴۸۱) (شعب الایمان، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۱۱) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۳۴۶) (حلیہ ابو نعیم، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۴۷) (تفسیر عبدالرزاق، صفحہ نمبر ۲۸۴) (کتاب العرش، از ابو جعفر بن ابی شیبہ، صفحہ نمبر ۱۱۰) (طبری، جلد نمبر ۱۹، صفحہ نمبر ۷)

حضرت ربیع فرمان باری تعالیٰ: "ویحمل عرش ربک فوقھم یومئذ ثمانیۃ" (اس روز تیرے رب کے عرش کو اٹھانے

Marfat.com

والے آٹھ ہوں گے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آٹھ فرشتے ہوں گے۔" (عبد بن حمید)

حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یحمله الیوم اربعة ویوم القیامة ثمانیة"

(طبری، جلد نمبر ۲۹، صفحہ نمبر ۳۷) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۲۶۱) (تفسیر قرطبی، جلد نمبر ۱۸، صفحہ نمبر ۲۶۶)

"آج عرش کو اٹھانے والے چار فرشتے ہیں اور روز قیامت آٹھ ہوں گے۔"

آج سے مراد ہے کہ قیامت سے قبل عرش کو اٹھانے والوں کی تعداد چار ہے اور روز قیامت آٹھ ہو جائے گی۔

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حاملین عرش آٹھ فرشتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک فرشتہ کے چار منہ اور چار پر ہیں۔ دو پر اسکے چہرہ پر ہیں جو اسے عرش کی طرف دیکھنے سے روکتے ہیں، اگر وہ اسے دیکھ لے تو ہیبت اور جلال عرش الٰہی سے چیخ نکل جائے اور ہوش اڑ جائیں۔ دوسرے دو پر ایسے ہیں جن سے خود اڑتا ہے۔ ان کے قدم آخری زمین میں ہیں، عرش ان کے کندھوں پر ہے، ان میں سے ہر ایک کا ایک منہ بیل کا ہے، ایک شیر کا، ایک انسان کا، ایک گدھ کا۔ ان کی کوئی گفتگو نہیں، بس یہ کہتے ہیں:

"قدوس اللہ القوی ملات عظمته السموات والارض"

"پاکیزہ اور بابرکت ہے اللہ تعالیٰ۔ وہ صاحب قوت ہے، اس کی عظمت نے آسمانوں اور زمین کو بھر رکھا ہے۔"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۲۲۹) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۲۶۱)

حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"مخلوق کے آخر میں زمین کے نیچے ایک چٹان ہے، اس کے کناروں پر چار فرشتے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے چار چہرے ہیں، ایک انسان کا، ایک شیر کا، ایک گدھ کا اور ایک بیل کا۔ یہ اس پر قائم ہیں، انہوں نے زمین اور آسمانوں کا احاطہ کر رکھا ہے اور ان کے سر عرش کے نیچے ہیں۔"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۱۹۵) (السنہ، از عبداللہ بن امام احمد، صفحہ نمبر ۷۰ اور ۱۴۲) (الاسماء والصفات، صفحہ نمبر ۵۰۹) (تفسیر ابن ابی حاتم، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۱۹۴) (تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۳۰۹) (مختصر فتح الباری، جلد نمبر ۱۳، صفحہ نمبر ۴۱۱) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۳۲۸)

حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"حاملین عرش اب چار ہیں، جب قیامت کا دن ہوگا تو مزید چار کے ساتھ انہیں قوت بخشی جائے گی۔ ان میں سے ایک فرشتہ انسان کی شکل میں ہے جو اولاد آدم کے لئے ان کے رزق کی سفارش کرتا ہے۔ ایک فرشتہ گدھ کی شکل میں ہے جو پرندوں کے لئے ان کے رزق کی سفارش کرتا ہے۔ ایک فرشتہ بیل کی شکل میں ہے جو جانوروں کے لئے ان کے رزق کی سفارش کرتا ہے۔ ایک فرشتہ شیر کی شکل میں ہے جو درندوں

Marfat.com

کے لئے ان کے رزق کی سفارش کرتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک فرشتہ کے چار چہرے ہیں۔ ایک انسان کا، ایک گدھ کا، ایک بیل کا اور ایک شیر کا۔ جب انہوں نے عرش کو اٹھایا تو عظمت خداوندی سے گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ جب انہیں" لا حول ولا قوت الا باللہ" کی تلقین کی گئی تب جا کر اپنے پاؤں پر سیدھے کھڑے ہوئے۔" (کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ)

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان فی حملة العرش اربعة املاك ملك علی سید الصور وهو ابن ادم وملك علی صورة سید السباع وهو الاسد وملك علی صورة الانعام وهو النور فما زال غضبان منذ یوم عبد العجل الی ساعتی هذه وملك علی صورة سید الطیر وهو النسر"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۳۴۸) (تفسیر درمنثور، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۳۴۶)

"حاملین عرش چار فرشتے ہیں۔ ایک فرشتہ اعلیٰ ترین شکل وصورت پر ہے اور یہ صورت انسان کی ہے۔ ایک فرشتہ درندوں کے سردار کی صورت میں ہے اور وہ سردار شیر ہے۔ ایک فرشتہ حلال جانوروں کے سردار کی شکل میں ہے اور یہ سردار بیل کی صورت کا ہے اور یہ اس دن سے اس وقت تک طیش میں ہے جب سے بچھڑے کی پوجا کی گئی۔ ایک فرشتہ پرندوں کے سردار کی صورت میں ہے اور وہ گدھ ہے۔"

حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"عرش اٹھانے والوں میں سے کسی کی صورت تو انسان جیسی ہے، کسی کی گدھ جیسی، کسی کی بیل جیسی اور کسی کی شیر جیسی۔"

(حیات الحیوان، از علامہ دمیری، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۲، باب الف، فی بیان الاسد)

حضرت ابن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"عرش برداروں میں سے سوائے حضرت اسرافیل علیہ السلام کے کسی اور فرشتہ کا نام نہیں بتایا گیا اور میکائیل علیہ السلام عرش برداروں میں سے نہیں ہیں۔"

(حیات الحیوان، از علامہ دمیری، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۳۵۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس تشریف لائے تو فرمایا:

"ماجمعكم"

"تم کیوں جمع ہو کر بیٹھے ہو۔؟"

انہوں نے عرض کیا:

Marfat.com

''اجتمعناتذ کرربنا و نتفکر فی عظمته''

''ہم اس لئے جمع ہوئے ہیں کہ اپنے رب کا ذکر کریں اور اس کی عظمت میں فکر کریں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لن تدرکوا التفکیر فی عظمته الا اخبرکم ببعض عظمة ربکم''

''تم خدا کی عظمت میں کسی خاص فکر تک نہیں پہنچ سکتے؟ کیا میں تمہیں تمہارے رب کی کچھ عظمت نہ بیان کروں۔؟

انہوں نے عرض کیا:

''ہاں! اے رسول اللہ! ضرور بیان فرمائیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان ملکا من حملة العرش یقال له اسرافیل زاویة من زوایا العرش علی کاهله قدمرقت قدماه فی الارض السابعة السفلی ومرق راسه من السماء العلیافی مثله من خلیقة ربکم''

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ، حدیث نمبر ۲۸۸ اور ۴۷۷) (حلیۃ الاولیاء، از ابونعیم، جلد نمبر ۶، صفحہ نمبر ۶۵) (اتحاف السادہ، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۳۲۰) (تفسیر در منثور، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۳۴۷) (کشف الخفاء، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۱۷۱)

''عرش برداروں میں ایک فرشتہ جس کا نام اسرافیل ہے۔ عرش کے کونوں میں سے ایک کونہ اس کے کندھے پر ہے۔ اس کے پاؤں نچلی ساتویں زمین سے گزر گئے ہیں اور اس کا سر اوپر کے ساتویں آسمان سے گزر گیا ہے۔ تمہارے رب کی تخلیق میں اس طرح کی اور بہت سی مخلوقات ہیں۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اذادخل شهر رمضان امر اللہ تعالیٰ حملة العرش ان یکفوا عن التسبیح ویستغفروا الامة محمد والمومنین''

(جمع الجوامع، حدیث نمبر ۱۷۶۷) (کنز العمال، حدیث نمبر ۲۳۷۱۹)

''جب ماہ رمضان شروع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش برداروں کو حکم فرماتا ہے کہ کہ اب تسبیح کرنے سے رک جاؤ اور امت محمدیہ اور مومنین کے لئے استغفار کرو۔''

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آسمان میں ایک فرشتہ ہے، اس کی آنکھیں کنکریوں کی تعداد کے برابر ہیں، اس کی کوئی آنکھ بھی ایسے نہیں مگر اس کے نیچے ایک زبان اور دو ہونٹ ہیں اور یہ سب زبانیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی

Marfat.com

زبانوں میں تعریف کرتی ہیں جس کو اس کی ساتھ والی زبان نہیں سمجھ سکتی۔عرش برداروں کے سینگ ہیں ،ان کے کناروں اور سروں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور عرش ان کے اوپر ہے۔"

(الدینوری فی المجالسۃ)

فرمان باری تعالیٰ "وسع کرسیہ السموات و الارض" (اللہ کی کرسی آسمانوں اور زمین سے وسیع ہے) کی تفسیر میں حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جو چٹان ساتویں زمین کے نیچے ہے اس کے کونوں پر چار فرشتے ہیں۔ہر فرشتہ کے چار چہرے ہے ،ایک چہرہ انسان کا ہے،ایک شیر کا،ایک بیل کا اور ایک گدھ کا۔یہ سب اس چٹان کے اطراف پر قائم ہیں۔انہوں نے آسمانوں اور زمین کو اپنے احاطہ میں لے رکھا ہے۔ان کے سر کرسی کے نیچے ہیں اور کرسی عرش کے نیچے ہے۔" (الدینوری فی المجالسہ)

حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بوقت صبح عرش برداروں پر عرش ثقیل ہو جاتا ہے اور جب یہ تسبیح شروع کرتے ہیں تب ہلکا ہوتا ہے۔"

(الدینوری فی المجالسہ)

حضرت زاد بن ابی حیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ عرش برداروں میں سے کوئی تو ایسا ہے کہ اس کی آنکھوں سے رونے کی وجہ سے نہروں کی مانند آنسو بہتے ہیں۔اس کے بعد بھی جب یہ اپنا سر بلند کرتا ہے تو کہتا ہے:

"سبحانك مانخشىٰ حق خشيتك"

"اے اللہ! تیری ذات پاکیزہ ہے۔ہم میں تیری خشیت اس طرح نہیں ہے جس طرح سے ہونی چاہئے۔"

(شعب الایمان، از امام بیہقی)

حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"والعرش على ملك من لولوة على صورة ديك رجلاه في تخوم الارض وجناحاه في المشرق وعنقه تحت العرش"

(تفسیر در منشور، جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۳۴۶)

"عرش موتی کے بنے ہوئے مرغ کی شکل کے فرشتہ پر ہے۔جس کے پاؤں زمین کی تہہ میں، پر مشرق میں اور اس کی گردن عرش کے نیچے ہے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"عرش برداروں کی ٹخنے اور قدم کے تلوے کے درمیان پانچ سو برس کا فاصلہ ہے۔ملک الموت کے ایک قدم کا فاصلہ مشرق سے مغرب کے درمیان کے فاصلہ کے برابر ہے۔"

(الاسماء والصفات، از امام بیہقی)

Marfat.com

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''عرش بردار سب مائل ہیں۔''

پوچھا گیا:

''مائل ہونے کا مطلب کیا ہے؟''

انہوں نے جواب میں اپنا سر تھوڑا سا جھکا دیا۔'' (معنی یہ ہے کہ حاملین عرش جھکے ہوئے ہیں۔)

(عبد بن حمید)

حضرت میسرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں ان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ نور کی شعاع کی وجہ سے اپنے سے اوپر عرش کو دیکھ سکیں۔'' (عبد بن حمید)

حضرت میسرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''عرش برداروں کے پاؤں سب سے نچلی زمین میں ہیں اور ان کے سر عرش میں ہیں۔ یہ اسی حالت میں جھکے ہوئے ہیں کہ اپنی نظر نہیں اٹھا سکتے۔ یہ ساتویں آسمان والوں سے زیادہ خوف الٰہی رکھتے ہیں، ساتویں آسمان والے اس سے نچلے آسمان والوں سے زیادہ خوف رکھتے ہیں اور جو اس سے نیچے ہیں وہ اپنے سے نیچے والوں سے زیادہ خوف الٰہی رکھتے ہیں۔''

حضرت ابوامامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وہ فرشتے جو عرش بردار ہیں فارسی زبان بولتے ہیں۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ)

(یہ حدیث منکر ہے۔ عرش بردار فرشتوں کے فارسی زبان بولنے میں کوئی روایت درست نہیں۔)

فرمان باری تعالیٰ: ''ویحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية'' (اور اس روز تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہوگا) کی تفسیر میں حضرت میسرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ان کے قدم زمین کی جڑ میں ہیں اور سر عرش کے پاس ہیں۔ ان میں یہ قوت نہیں کہ نور کی شعاع کی وجہ سے اپنی نظر اٹھا سکیں۔'' (عبد بن حمید) (ابن المنذر)

فرمان باری تعالیٰ: ''ویحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية'' (اور اس روز تیرے رب کے عرش کو آٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہوگا) کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''ان فرشتوں کی آٹھ صفیں ہوں گی جن کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔''

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ آیت کی تفسیر میں کہا:

''یہ آٹھ صفیں (صفیں یا جماعتیں) ہیں جن کی تعداد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔''

حضرت ضحاک ہی کا قول ہے:

Marfat.com

''یہ آٹھ فرشتے ہیں جن کے سر ساتویں آسمان کے بعد عرش کے پاس ہیں اور ان کے قدم سب سے نچلی زمین میں ہیں۔ ان کے ایسے سینگ ہیں جیسے پہاڑی دنبہ کے ہوتے ہیں۔ ان کے سینگ کی جڑ سے لے کر کنارہ تک پانچ صدیوں کا فاصلہ ہے۔''

رضوان جنت:

شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات رضوان جنت سے ہوئی۔ رضوان جنت کے بارے میں احادیث واقوال ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فاقہ کا طعنہ دیا اور کہا:

''یہ کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں پھرتا ہے۔؟''

تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت غمگین ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا:

''اے رسول اللہ! رب العزت آپ کو سلام فرماتا ہے اور آپ کی تسلی کے لئے فرماتا ہے: ''ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ بھی کھانا کھاتے اور بازروں میں (سودا سلف، تجارت یا دعوت دین کے لئے) چلا کرتے تھے۔''

پس حضرت جبرائیل علیہ السلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں گفتگو فرما رہے تھے کہ اچانک جبرائیل علیہ السلام پگھل کر بھٹ تیتر کی طرح چھوٹے سے ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا بات ہے۔؟ تم پگھل کر مولہ کی طرح ہو گئے ہو۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''اے محمد! آسمان کے دروازوں میں ایک دروازہ کھولا گیا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھولا گیا۔''

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام اچانک اپنی سابقہ حالت پر آ گئے اور عرض کیا:

''اے محمد! آپ خوش ہو جائیے! یہ جنت کے داروغہ رضوان علیہ السلام ہیں۔''

پھر حضرت رضوان علیہ السلام آپ کی طرف متوجہ ہوئے، سلام کہا اور عرض کیا:

''اے محمد! رب العزت آپ کو سلام کہتا ہے۔''

رضوان علیہ السلام کے ساتھ نور کی ایک ٹوکری تھی جو جگمگا رہی تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''آپ کا رب فرماتا ہے کہ یہ لیں یہ خزائن دنیا کی چابیاں ہیں۔ اس کے باوجود جو کچھ آپ کے لئے میرے پاس آخرت میں ہے اس سے مچھر کے برابر بھی کم نہ ہوگا۔ وہ سب بھی آپ کو دیا جائے گا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف مشورہ طلب کرنے کی نگاہ سے دیکھا تو حضرت

Marfat.com

جبرائیل علیہ السلام نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف مارا اور عرض کیا:

''اللہ کے سامنے تواضع فرمائیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے رضوان! دنیا میں میری کوئی حاجت نہیں ہے۔''

رضوان جنت نے عرض کیا:

''آپ نے درست کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ درستی فرمائے۔''

اسی لئے مفسرین کا یہ نظریہ ہے کہ یہ آیت: ''تبارك الذی ان شاء جعل لك خیرا من ذلك جنات تجری من تحتها الانهار ویجعل لك قصورا'' (القرآن الکریم، سورۃ الفرقان، آیت نمبر ۱۰) رضوان علیہ السلام فرشتہ لے کر نازل ہوئے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اراد اللہ بعبد خیرا بعث الیه ملکا من خزان الجنة فمسح ظهره فیسمخی نفسه بالزکاة''

(مسند الفردوس، از دیلمی، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۲۴۳) (جمع الجوامع، حدیث نمبر ۱۱۱) (تنزیہ الشریعہ، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۴۱) (کشف الخفاء، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۳۰۹) (تذکرۃ الموضوعات، صفحہ نمبر ۶۳)

''اللہ تعالیٰ جب کسی آدمی سے خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کی طرف جنت کے مؤکلوں میں سے ایک فرشتہ بھیج دیتا ہے جو اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتا ہے جس کے نتیجہ میں اس کا نفس زکوۃ میں سخاوت شروع کر دیتا ہے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''وانا اول من یقرع باب الجنة فیقوم الخازن فیقول من انت؟ فاقول انا محمد فیقول اقوم فافتح لك ولم اقم لاحد قبلك ولا اقوم لاحد بعدك''

''سب سے پہلے جنت کے دروازے پر میں دستک دوں گا۔ اس پر جب فرشتہ اٹھے گا تو پوچھے گا: ''آپ کون ہیں؟'' میں جواب دوں گا: ''میں محمد ہوں۔'' تو وہ عرض کرے گا: ''میں ابھی آتا اور آپ کے لئے دروازہ کھولتا ہوں۔'' ''میں آپ سے پہلے کسی کے لئے انہیں اٹھا اور نہ آپ کے بعد کسی کے لئے اٹھوں گا۔''

حضرت عبداللہ بن عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سابقہ امتوں میں ایک آدمی تھا جس نے چالیس سال تک خشکی میں اللہ کی عبادت کی تھی۔ اس نے عرض کیا:

''اے پروردگار! میرا شوق ہے کہ میں تیری عبادت سمندر میں بھی کروں۔''

وہ ایک قوم کے پاس آیا اور اپنے سوار ہونے کا سوال کیا تو انہوں نے اسے سوار کر لیا اور کشتی ان کو لے کر چل پڑی

Marfat.com

۔جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا کشتی چلتی رہی پھر ٹھہر گئی۔وہاں پانی میں ایک درخت موجود تھا۔اس نے کہا:

''مجھے اس درخت پر چھوڑ دو۔''

انہوں نے اسے اس پر چھوڑ دیا اور کشتی باقیوں کو لے کر چلی گئی۔پس ایک مرتبہ ایک فرشتہ نے ارادہ کیا کہ آسمان کی طرف پرواز کرے تو اس نے وہ کلام پڑھنا چاہا جسے پڑھ کر وہ پرواز کیا کرتا تھا،لیکن وہ نہ پڑھ سکا تو اس نے سمجھا کہ یہ اس کی کسی کوتاہی کا نتیجہ ہے تو وہ اس درخت والے کے پاس آیا اور اس سے کہا:

''آپ میرے لئے اپنے رب سے شفاعت کریں۔''

اس نے نماز پڑھی،فرشتہ کے لئے دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کی کہ اس کی روح یہی فرشتہ قبض کرے، کیونکہ یہ اس کے حق میں میری دعا کی وجہ سے ملک الموت سے زیادہ نرمی سے پیش آئے گا۔وہ اس کے پاس اس وقت آیا جب اس کو موت آنے والی تھی تو اس فرشتہ نے کہا:

''میں نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ وہ آپ کے متعلق میری سفارش قبول فرمالے جس طرح آپ کی سفارش میرے حق میں قبول فرمائی تھی اور یہ کہ میں ہی اس کی روح قبض کروں۔پس آپ جہاں سے چاہیں وہیں سے آپ کی روح کو قبض کروں گا تو اس نے ایک سجدہ کیا اور اس کی آنکھ سے ایک آنسو نکلا اور اس پر موت آگئی۔''(مصنف ابن ابی شیبہ)

سورج سے متعلق فرشتے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج دیکھا کہ سورج پر فرشتوں کی جماعتیں مقرر ہیں۔ان فرشتوں کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی ملک شمس علیہ السلام کو پکارتا رہا اور اسی حالت میں اسے ایک زمانہ گزر گیا یہاں تک کہ اس کے پاس ملک شمس آیا اور پوچھا:

''تو مجھے کیوں بلاتا ہے۔؟''

اس نے کہا:

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ملک الموت کے نزدیک دیگر فرشتوں کی بہ نسبت مکرم اور زیادہ معتمد ہیں۔آپ اس کے پاس میری سفارش کردیں تا کہ وہ موت کے وقت میری روح کو سختی سے نہ نکالے۔''

(کتاب العظمۃ،از ابوالشیخ)

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سورج اس وقت تک طلوع نہیں ہوتا جب تک اس کو تین سو ساٹھ فرشتے اس وجہ سے چھپا نہیں لیتے کہ خدا کے علاوہ اس کی پرستش نہ شروع کردی جائے۔''

(کتاب العظمۃ،از ابوالشیخ)

Marfat.com

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"وکل بالشمس سبعة املاك یرمونها بالثلج کل یوم و لولا ذلك ما اصابت شیئا الا احرقته"

(کشف الخفاء، از امام عجلونی، صفحہ نمبر ۴۷۵، جلد نمبر ۲) (علل المختار، صفحہ نمبر ۳۴، جلد نمبر ۱)

"سات فرشتے سورج پر مقرر کر دیئے گئے ہیں جو اس پر روزانہ برف ڈالتے ہیں (سورج پر ہونے والے دھماکوں پر کنٹرول کرتے ہیں)۔ اگر وہ اس طرح نہ کریں تو سورج کی گرمی جس شے پر پہنچے اس کو جلا ڈالے۔"

(یہ حدیث منکر ہے)

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سورج اس وقت تک طلوع نہیں ہوتا جب تک کہ اسے طلوع ہونے کے لئے ستر ہزار فرشتے نہ بلائیں۔ وہ کہتا ہے: "میں کس طرح طلوع کروں جبکہ خدا کے علاوہ میری پوجا کی جا رہی ہے۔؟" اس سے دو فرشتے مدافعت کرتے ہیں تب وہ طلوع ہوتا ہے۔" (ابن المنذر)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب سورج طلوع ہوتا ہے تو دو فرشتے اس کے ساتھ نگران ہوتے ہیں۔ جب تک وہ چلتا رہتا ہے یہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ اپنے وطن میں عرش کے بالمقابل درمیان میں پہنچتا ہے تو سجدہ میں گر جاتا ہے یہاں تک کہ اسے حکم دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ساتھ آگے بڑھ۔ پس جب سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے سامنے ساتوں آسمان روشن ہو جاتے ہیں اور یہ دونوں فرشتے اسے باشندگانِ زمین کے لئے روک لیتے ہیں، یہاں تک کہ جب وہ اپنے قطب میں پہنچتا ہے تو ایک فرشتہ مشرق میں کھڑے ہو کر کہتا ہے: "اے اللہ! خرچ کرنے والے کو باقی رہنے والا عوض عطاء فرما۔" ایک فرشتہ مغرب میں کھڑے ہو کر کہتا ہے: "اے اللہ! روکنے والے کو ضائع ہونے والا عوض عطاء فرما۔" پھر جب عشاء کی نماز پڑھ لی جاتی ہے اور رات کا ایک حصہ آسمانی حصوں کے اعتبار سے گزر جاتا ہے تو یہ دونوں فرشتے کھڑے ہو کر منادی کرتے ہیں: "کوئی بخشش مانگنے والا ہے جسے معاف کیا جائے۔؟ کوئی توبہ کرنے والا ہے جسے توبہ دی جائے۔؟ کوئی حاجت مند ہے جس کی حاجت پوری کی جائے۔؟ کوئی مظلوم ہے جس کی امداد کی جائے۔؟" پھر کہتے ہیں: "ہمارا رب غفور و رحیم ہے۔" حتی کہ جب سحری کا وقت ہوتا ہے تو یہ دونوں زمین پر جھانکتے ہیں۔ ایک کہتا ہے: "میں بلند و بالا خدا کی تسبیح عرض کرتا ہوں۔" اور ان دونوں فرشتوں میں سے جو سب سے نچلی زمین پر ہے جسے "دراہیل" کہا جاتا ہے وہ کہتا ہے: "اے اللہ! تو پاک ہے۔"

Marfat.com

طویل وجسیم اور حیرت انگیز قوت والے فرشتے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان اللہ عزوجل ملکا لو قیل لہ التقم السموات السبع و الارضین بلقیمة واحدة لفعل تسبیحه سبحانك حیث کنت"

(حلیہ الاولیاء، صفحہ نمبر ۳۱۸، جلد نمبر ۳) (جمع الجوامع، حدیث نمبر ۶۹۴۹) (کنز العمال، حدیث نمبر ۲۹۸۳۴) (تفسیر ابن کثیر، صفحہ نمبر ۱۱۳، جلد نمبر ۵۔ صفحہ نمبر ۳۳۴، جلد نمبر ۸) (مجمع الزوائد، صفحہ نمبر ۸۰، جلد نمبر ۱) (مسند الفردوس، حدیث نمبر ۶۹۵) (طبرانی کبیر، جلد نمبر ۱۱، صفحہ نمبر ۱۹۵) (البدایہ والنہایہ، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۴۳)

"اللہ عزوجل کا ایک فرشتہ ایسا ہے کہ اگر اسے کہا جائے تو ساتوں آسمانوں اور سب زمینوں کو ایک لقمہ کرلے تو وہ ایسا کرسکتا ہے۔ اس کی تسبیح یہ ہے: "سبحان حیث کنت" (اے اللہ! تو بہت ہی پاک ہے)"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"امرت ان احدث عن ملك فی السماء مابین عاتقه الی منتهی راسه کطیران ملك سبع مائة عام و ما یدری این ربه فسبحانه"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ)

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں آسمان کے ایک فرشتہ کے متعلق بتلاؤں۔ اس کے کندھے سے سر کے آخری حصہ تک کا فاصلہ ایک فرشتہ کے سات سو سال تک چلنے کے برابر ہے۔ اس نے اپنے رب کو نہیں دیکھا۔ پس وہ اس کی تسبیح بیان کرتا ہے رہتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"العرش یاقوته حمراء و ان ملکا من الملائکة نظر الیه رای عظمته فاوحی اللہ الیه انی قد جعلت فیك قوة سبعین الف ملك لکل ملك سبعون الف جناح فطار الملك بما فیه من القوة و الا جنحة ما شاء اللہ ان یطیر فوقف فنظر مکانه لم یرم"

(کتاب العظمۃ، از ابوالشیخ) (الدار المنثور، صفحہ نمبر ۲۹۷، جلد نمبر ۳) (کنز العمال، حدیث نمبر ۱۵۱۹۵)

"عرش الٰہی سرخ یاقوت کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتے نے جب اسے دیکھا تو اس کی نظر میں اس کی بڑی عظمت ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تیرے اندر ستر ہزار فرشتوں کی طاقت رکھی ہے جن میں سے ہر ایک کے ستر ہزار پر ہوں (تو تو اس عظیم قوت کے ساتھ

Marfat.com

میرے عرش کی طرف پرواز کر) تو یہ فرشتہ اپنی پوری قوت اور پروں کے ساتھ اڑتا رہا جتنا اللہ نے چاہا اڑا۔ جب وہ رکا تو اس نے دیکھا کہ وہ اپنے مقام پر ہے اور اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔"

اپنی قوت سے اڑنے کے باوجود عرش تک نہ پہنچ سکا بلکہ اسے ایسے معلوم ہوا جیسے وہ اپنے مقام سے اڑا ہی نہیں ہے۔ تفسیر قرطبی میں ہے کہ اس فرشتے کے عاجز آنے پر اللہ تعالیٰ نے اس کو مزید ستر ہزار فرشتوں والے پر لگائے اور اتنی قوت اور عطاء فرمائی اور حکم دیا کہ اب پرواز کر تو پھر اس نے پرواز کی تب بھی وہ تھک کر رہ گیا اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اقرار کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اتانی ملك لم ينزل الى الارض قبلها قط يرسالة من الله ثم رفع رجله فوضعها فوق السماء ورجله الاخرى ثابتة فى الارض لم يرفعها"

(جمع الجوامع، حدیث نمبر ۲۹۸) (الجامع الصغیر، حدیث نمبر ۹۲) (مناوی، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۱۰۵) (مجمع الزوائد، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۸۰)

"میرے پاس اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر ایک فرشتہ آیا ہے جو اس سے پہلے زمین پر کبھی نہیں اترا۔ اس نے اپنا ایک پاؤں آسمان پر رکھا جب کہ اس کا دوسرا پاؤں زمین پر موجود تھا اور اس کو اس نے نہیں اٹھایا تھا۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان للهملائكة مابين شحمة اذن احدهم الى ترقته مسيرة سبع مائة عام للطير السريع الطيران"

(کتاب العظمۃ، از ابو الشیخ) (کنز العمال، حدیث نمبر ۵۱۶۰) (جمع الجوامع، حدیث نمبر ۶۹۸۱) (اتحاف السادۃ المتقین، جلد نمبر ۱۰، صفحہ نمبر ۲۱۷ اور ۴۶۵)

"اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کے کان کی لو سے ہنسلی کی ہڈی تک کا فاصلہ تیز ترین پرواز کرنے والے پرندے کے سو سال کے سفر کے برابر ہے۔"

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 20:

ملائکہ پر ایمان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج کئی فرشتوں سے ملے اس لیے فرشتوں پر ایمان کے متعلق اسلام کیا کہتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن مجید کا بیان:

اللہ تعالیٰ عزوجل نے بہت سے جہان پیدا فرمائے ہیں جن میں سے عالم ملائکہ ایسا جہان ہے جس پر ہر مسلمان کا ایمان لانا ضروری ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

"امن الرسول بما انزل اليه من ربه والمؤمنون كل امن بالله وملائكته"

(سورۃ البقرۃ)

"رسول اور مومن یقین رکھتے ہیں اللہ کی نازل کردہ کتابوں پر اور سارے ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور اسکے فرشتوں پر۔"

حدیث مبارکہ کا بیان:

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایمان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"وَاَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ"

(شعب الایمان امام بیہقی) (الترغیب والترہیب جلد 2، صفحہ 125) (طبرانی، اتحاف السادۃ المتقین، جلد 2، صفحہ 236، جلد 10، صفحہ 94) (الجامع الکبیر، جلد 1، صفحہ 84، جلد 1، صفحہ 1210)

"(ایمان یہ ہے کہ) تو اللہ تعالیٰ پر اس کے فرشتوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آئے۔"

فرشتوں پر ایمان کا معنی:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فرشتوں پر ایمان لانا کئی معانی کو مشتمل ہے: ان کے وجود کی تصدیق کرنا، ان کو ان کے مرتبہ اور شان کے مطابق ماننا اور یہ کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، اللہ نے ان کو انسان اور جنات کی طرح پیدا فرمایا ہے۔ یہ اللہ کے احکام کے پابند ہیں، ان کو کسی چیز پر قدرت نہیں سوائے اسکے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو قدرت

Marfat.com

عطاء فرمائی ہو، ان پر موت کا واقع ہونا درست ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ہی لمبی عمر بخشی ہے اس لئے ان کو وفات نہیں دی حتیٰ کہ یہ اُس مدت کو جا پہنچیں، ان کو ایسی کسی صفت سے متصف نہیں کیا جا سکتا جو ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والی ہو اور نہ ہی انہیں خدا مانا جا سکتا ہے جس طرح کہ پہلی قوموں نے انہیں خدا مانا ہے۔ اس بات کا اعتراف کرنا کہ ان میں رسول بھی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے جس آدمی کی طرف چاہا رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ یہ بھی درست ہے کہ بعض فرشتوں کو ان کے بعض کی طرف رسول بنایا گیا ہے۔ اس اعتراف کے بعد یہ اعتراف بھی لازمی ہے کہ ان میں سے کچھ فرشتے عرش ربانی کو اٹھانے والے ہیں تو کچھ صف باندھے اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہیں، کچھ جنت کے منتظم ہیں تو کچھ دوزخ کے داروغے ہیں، کچھ اعمالنامے لکھنے والے ہیں تو کچھ بادلوں کو چلانے والے ہیں۔ ان سب کا یا اکثر کا ذکر قرآن کریم میں وارد ہوا ہے۔"

☆☆☆

باب نمبر 21:

فرشتے معصوم عن الخطاء

اونچے درجے کے مومن:

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ فرشتے اونچے درجہ کے مومن ہیں اور مسلمانوں کے تمام آئمہ اس بات پر متفق ہیں کہ فرشتوں میں جو رسول (پیغامبر) ہیں وہ عصمت کے معاملہ میں نبیوں کی طرح ہیں۔ نبیوں کی عصمت پر ہم اپنی کتاب الشفاء میں بحث کر چکے ہیں۔"

عصمت:

1: فرشتوں کے انبیاء ان انبیاء کی طرح ہیں جو اپنے امتیوں کو تبلیغ کرتے ہیں۔ ہاں وہ فرشتے جو پیغامبر نہیں ہیں ان کی عصمت کے بارے میں اختلاف ہے، بعض لوگ تمام فرشتوں کو بلالحاظ پیغامبر مانتے ہیں ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کے یہ ارشادات ہیں:

"لایعصون اللہ ما امرھم ویفعلون مایومرون"

(سورۃ تحریم، آیت نمبر ۶)

"وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جن باتوں کا انہیں حکم دیا جاتا ہے ان کو انجام دیتے ہیں۔"

2: دوسری جگہ فرمایا:

Marfat.com

''وما منا الا له مقام معلوم وانا لنحن الصافون وانا لنحن المسبحون''

(سورۃ صافات، آیت نمبر ۱۶۴ تا ۱۶۶)

''اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جس کا مقام معلوم نہ ہو اور بے شک ہم صف بستہ ہیں اور تسبیح پڑھنے والے ہیں۔''

3: ''ومن عنده لا يستكبرون عن عبادته ولا يستحسرون''

(سورۃ انبیاء، آیت نمبر ۱۹ اور ۲۰)

''اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں یعنی فرشتے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت سے تکبر کی وجہ سے منہ نہیں موڑتے اور نہ تھکتے ہیں۔ رات دن اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے ہیں اور اس میں سستی نہیں کرتے۔''

4: ''ان الذين عندربك لايستكبرون عن عبادته''

(سورۃ اعراف، آیت نمبر ۱۹ اور ۲۰)

''جو لوگ فرشتے تیرے رب کے پاس ہیں بربنائے تکبر اللہ تعالیٰ کی عبادت سے منہ نہیں موڑتے۔''

5: ''كرام بررة''

(سورۃ عبس، آیت نمبر ۱۶)

''وہ فرشتے عزت والے نیک وکار ہیں۔''

اس طرح کے منقول دلائل سے یہ ثابت ہے کہ فرشتے معصوم ہیں۔

ملائکہ مقربین:

ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ یہ آیتیں خصوصیت کے ساتھ ان فرشتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جو پیغام لاتے ہیں، ملائکہ مقربین میں سے ہیں اور وہ ہاروت ماروت اور ابلیس کے قصوں سے احتجاج کرتے ہیں۔

منصب جلیل کے مالک:

حق یہ ہے کہ تمام فرشتے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، ان کے مراتب گناہوں سے بہت بلند ہیں، جن سے ان کا رتبہ کم ہو اور وہ اپنے منصب جلیل سے گر جائیں۔

ہاروت ماروت کے واقعہ کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ تو کوئی صحیح روایت مروی ہے نہ ضعیف اور ابلیس کے قصہ کے متعلق یہ عرض ہے کہ اکثر علمائے اسلام اس کے فرشتوں سے ہونے کی نفی کرتے اور کہتے ہیں کہ وہ ابو الجنات ہے جس طرح سے حضرت آدم ابو البشر ہیں۔

(کتاب الشفاء، از قاضی عیاض، مترجم صفحہ نمبر ۳۰۷)

Marfat.com

تمام ملائکہ کی عصمت:

علامہ صفوی ارموی فرماتے ہیں کہ تمام فرشتے گناہوں سے معصوم ہیں اس کی دلیل کئی وجوہ سے ہے:

1: اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی تعریف میں فرماتا ہے:

''ویفعلون مایومرون''

''وھم بامرہ یعملون''

''وہ وہی کام بجالاتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔''

یہ دونوں ارشادات امور کے بجالانے اور منہیات کو چھوڑنے پر مشتمل ہیں کیونکہ نہی نہ کرنے کا حکم ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ یہ تعریف کے مقام میں بیان کیا گیا ہے جو ان دونوں کے مجموعہ سے حاصل ہوتی ہے۔''

2: ارشاد خداوندی ہے:

''یسبحون اللیل والنھار لایفترون''

''یہ فرشتے رات دن اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں اس میں وقفہ نہیں کرتے۔''

یہ ارشاد عبادات میں کامل مشغولیت کا اظہار کر رہا ہے جو ان کی عصمت کی دلیل ہے اور یہاں مطلوب بھی ہے۔

3: ملائکہ اللہ تعالیٰ کے پیغامبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''جاعل الملائکۃ رسلا''

''اللہ نے فرشتوں سے رسول بنائے ہیں۔''

رسول معصوم ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی تنظیم ارشاد کرتے ہوئے فرماتا ہے:

''اللہ اعلم حیث یجعل رسالاتہ''

''اللہ خوب جانتا ہے کہ رسالت کی ذمہ داری کسے سونپی جائے۔''

یہ ارشاد ان کی تعظیم میں کامل مبالغہ کا اظہار کر رہا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ حضرات ملائکہ کرام لوگوں سے زیادہ متقی ہیں۔

مخالف نے ہاروت ماروت کے قصہ اور حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس کے قصہ سے احتجاج پکڑا ہے اور ان کا حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق میں ''اتجعل فیھا من یفسد فیھا'' (''کیا اے اللہ! تو اس زمین میں اس کو پیدا کرنا چاہتا ہے جو اس میں فساد برپا کرے گا۔؟'') سے اعتراض کرنے سے بھی استدلال کیا ہے۔

اس کا اجمالی طریقہ پر تو یہ جواب ہے کہ تم نے یہ سب کچھ جو بیان کیا ہے قریب اور بعید دونوں صورتوں کا احتمال رکھتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں عصمت نہیں رکھتا اور یہ جواب ہاروت ماروت کے قصہ میں بہت خوب ہے، پہلے

Marfat.com

جواب سے جو اسی عنوان کے تحت گزر چکا ہے، کیونکہ اس قصہ کی احادیث صحیح ہونے کے باوجود صریح اور ظاہر نصوص کے مخالف ہیں، لہٰذا یہ درایتاً ضعیف اور نا قابل استدلال ہوں گے۔''

(رسالہ امام صفوی ارموی)

ہاروت و ماروت:

امام قرانی فرماتے ہیں:

''جس نے ہاروت ماروت کے متعلق یہ عقیدہ رکھا کہ وہ ہندوستان میں ہیں ان کو زہرہ کے ساتھ گناہ کرنے پر دزادی جارہی ہے تو وہ کافر ہے۔ فرشتے تو اللہ تعالیٰ کے رسول اور خواص ہیں۔ ان کی تعظیم توقیر اور تنزیہ ہر اس بات سے واجب ہے جو ان کی عظمت مقام میں خلل انداز ہو۔ جو ایسا نہ کرے گا اس کی گردن مارنا حکومت اسلام کے ذمہ واجب ہے۔''

صفت ملکیت اور عصمت:

علامہ بلقینی فرماتے ہیں:

''صفت نبوت اور صفت ملکیت کے لئے عصمت لازم ہے ان کے علاوہ کے لئے جائز ہے۔ جس کے لئے عصمت لازم ہو جائے تو اس سے نہ تو کبیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے نہ صغیرہ۔ اس لئے ہم فرشتوں کی عصمت کا اعتقاد رکھتے ہیں چاہے وہ مرسل ہوں یا غیر مرسل ہوں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''لایعصون اللہ ماامرھم ویفعلون مایومرون''

''وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے، وہ وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔''

اس مسئلہ کے متعلق اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

ابلیس فرشتوں میں سے نہیں تھا بلکہ جنات میں سے تھا۔ اسی لئے اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی تھی۔ اگر یہ فرشتہ ہوتا تو نافرمان نہ بنتا۔ ہاروت ماروت کے متعلق کوئی حدیث صحیح نہیں ہے جس سے فرشتوں کے گناہگار ہونے پر استدلال کیا جا سکے۔''

(امام بیہقی، کتاب منہج الاصلیین)

ابن حزم کا نظریہ:

علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ہاروت ماروت جن تھے فرشتے نہیں تھے۔''

اگر ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات درست ہو تو ان کے گناہ کے قصہ سے کسی قسم کے جواب دینے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ جیسے ابلیس فرشتوں سے نہیں تھا بلکہ جنات میں سے ایک جن تھا اور اس کے گناہ کرنے سے فرشتوں

Marfat.com

کی عصمت پر حرف نہیں آیا۔
(کتاب الجامع من المحلی لابن حزم)

ہاروت و ماروت کا استثنیٰ:

امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ جو اعتقادات میں حنفیہ کے امام ہیں جس طرح شیخ ابوالحسن اشعری شافعیہ کے امام ہیں وہ (امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ) اپنی عبارت میں یہ عقیدہ بیان فرماتے ہیں:

"ثم ان الملائکة کلهم معصومون خلقوا للطاعة الاهاروت وماروت"

(السیف المشهور عن شرح عقیدۃ الامام ابی منصور، علامہ قاضی تاج الدین سبکی)

"تمام فرشتے معصوم ہیں۔ عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں' مگر ہاروت و ماروت (یہ ہاروت ماروت نہ تو معصوم ہیں اور نہ صرف عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں)"

اس عقیدہ کی قاضی تاج الدین سبکی نے ایک باریک جلد میں شرح لکھی ہے جس کا نام "السیف المشهور عن شرح عقیدہ الامام ابی منصور" رکھا ہے۔"

☆☆☆

باب نمبر 22:

اسراء اور معراج میں فرق......معانی و مطالب

آیت میں مکمل سفر کا ذکر:

سورۃ بنی اسرائیل (سورۃ الاسراء) کی پہلی آیت میں ارشاد:

((الذی برکنا حوله))

میں اسراء کا تفصیلی بیان ہے۔

اسی آیت کے دوسرے حصے:

((لنریه من ایتنا))

میں تمام آسمانی سفر کا اجمالی ذکر ہے۔

اور اس آیت کے آخری حصے:

((انه هو السمیع البصیر))

میں اللہ تعالیٰ کا کلام سننے اور اللہ تعالیٰ کا دیدار کرنے کا ذکر ہے۔

Marfat.com

قرآن، حدیث مشہور اور خبر واحد:

علماء فرماتے ہیں:

((فالا سراء وهو من المسجد الحرام الى بيت المقدس قطعي اويقيني ثبت بالكتاب اى القران ويكفر منكره والمعراج من الارض الى السماء مشهور اى ثبت بالحديث المشهور فلا يكفر منكره بل يفسق ومن السماء الى الجنة او العرش او غير ذالك احاد))

''آیت کریمہ کی دلالت مکہ مکرمہ سے مسجد اقصیٰ کے اسراء میں نص قطعی ہے۔ کتاب اللہ سے یقینی ثابت ہے، حتیٰ کہ اس کا انکار کرنے والا کافر ہوگا اور زمین سے آسمان تک معراج مشہور ہے یعنی حدیث مشہور سے ثابت ہے، اس کا انکار کرنیوالا کافر نہ ہوگا، بلکہ فاسق ہوگا اور آسمان سے بہشت وعرش وغیرہ تک ان احادیث سے ثابت ہے جن کو خبر واحد کہا جاتا ہے۔''

معراج اور اسراء میں فرق:

مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو ''اسراء'' اور بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک کی سیاحت کو ''معراج'' کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات ان دونوں سفروں کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ اسراء یا معراج سے تعبیر کرلیا جاتا ہے۔

سفر معراج کے تین حصے:

بعض صوفیا نے معراج کے سفر کو تین طرح سے تقسیم فرمایا ہے:

1: مسجد حرام سے بیت المقدس تک اسراء ہے۔

2: بیت المقدس سے آسمانوں تک معراج ہے۔

3: آسمانوں سے مقام قاب قوسین تک اعراج ہے۔

رسول اللہ کی تین صفات:

سفر معراج کے تین حصے اس لئے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی تین صفتیں ہیں۔ ہر صفت کی معراج کا مستقل ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ تفسیر عرائس البیان میں ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صفات ہیں۔ ایک صورت بشری جس کو قل انما انا بشر مثلكم میں بیان فرمایا ہے۔ دوسری صورت روحی جو ملکی سے بھی زیادہ لطیف ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: انی لست کا حد کم ان ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی ''میں تمہاری مثل نہیں ہوں۔ میں اپنے رب تعالیٰ کے پاس رہتا ہوں۔ وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔'' تیسری صورت (اللہ سے تقرب

Marfat.com

کی) حقی ہے جس طرح حدیث میں ہے: لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل ''میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ کا ایک خاص وقت ہے جس میں مقرب فرشتہ اور نبی مرسل کی بھی اس مقام میں گنجائش نہیں۔'' اور تیسری صورت کیلئے اس سے واضح دلیل وہ حدیث شریف ہے جس میں وارد ہوا ہے: من رانی فقد رالحق ''جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ جل شانہ (کے جلووں) کو دیکھا۔'' اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی ہر صورت کو قرآن مجید میں علیحدہ خطاب سے نوازا ہے۔ حتیٰ کہ صورت بشریٰ میں کلمات مرکبہ: مثل قل ھو اللہ احد اور ملکی صورت سے بھی زیادہ لطیف روحانی صورت میں حروف مفردہ سے کلام کیا جیسے کھیعص، الم، یس، اور صورت حقی (اللہ کے تقرب کی صورت) میں کلام مبہم سے سرفراز فرمایا۔ جس کو فاوحی الی عبدہ ما اوحی سے تعبیر فرمایا۔

(تفسیر روح البیان، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۳۹۰)

☆☆☆

باب نمبر 23:

مختلف آسمانوں پر انبیاء کرام سے ملنے کی وجوہ

کمالات نبوت کا اظہار:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر شریف میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، جب آپ بیت المقدس میں پہنچے تو وہاں بھی ان کو موجود پایا، پھر چھٹے آسمان پر بھی موجود تھے۔ اسی طرح آدم علیہ السلام کو بیت المقدس میں دیکھا، پھر پہلے آسمان پر پہنچے تو وہاں موجود تھے تو اس میں کمالات نبوت کا اظہار ہے کہ نبی کو یہ طاقت حاصل ہے ایک آن میں جہاں چاہیں موجود ہو سکتے ہیں حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے براق پر وہاں جانے سے بھی اللہ کے نبی پہلے پہنچ جاتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبوت کی طاقت براق کی پرواز سے بھی بہت بالاتر ہے، جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجاب کبریا کے پاس ایک قدم سے اتنا فاصلہ طے فرمایا جتنا کہ زمین سے حجاب کبریا تک ہے۔ اس لئے علماء کہتے ہیں:

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کیلئے براق کی حاجت نہ تھی لیکن الراکب اعز من الماشی سوار پیادہ سے زیادہ اچھا ہوتا ہے، بنا بریں آپ براق پر سوار ہو کر معراج کو گئے۔''

بنیادی وجہ...... مناسبت حالات:

آسمانوں پر مخصوص نبیوں کے ملنے کی یہ وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات سے ان نبیوں کے حالات کسی نہ کسی طرح مناسبت رکھتے تھے۔ اسی بناء پر موقعہ بہ موقعہ ملاقات ہوتی رہی۔ جس نبی سے پہلے ملاقات ہوئی

Marfat.com

اس نبی کے حالات سے مناسبت کا بھی پہلے ظہور ہوا۔ چند ایک مناسبتیں ملاحظہ کیجئے:

سب سے پہلے حضرت آدم سے ملاقات کی وجہ:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کے واقعہ میں سب نبیوں سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو اس لئے دیکھا کہ وہ سب انسانیت کے والد ہیں اور جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کو دشمن نے بہشت سے نکالا تھا اسی طرح حضور علی الصلوٰۃ والسلام کو دشمن نے مکہ سے نکالنا تھا۔

حضرت عیسیٰ و یحییٰ سے ملاقات کی وجہ:

اس کے بعد حضرت عیسیٰ و یحییٰ علیہما السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی جو اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے ستایا تھا اسی طرح ہجرت کے بعد یہودیوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ستایا۔ حتیٰ کہ کبھی زہر آلودہ گوشت کھلانے کی اور کبھی ناگہانی طور پر ایک بڑا پتھر اوپر سے گرانے کی سازش کی گئی۔

حضرت یوسف سے ملاقات کی وجہ:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی، یہ اشارہ تھا کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے عزت اور تخت دیا اور تمام بھائی ان کے سامنے حاضر ہوئے اور دل میں شرمندہ تھے کہ ہمارے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

((لا تثریب علیکم الیوم))

''آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہے۔''

اس طرح جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فتح مکہ نصیب ہوئی اور آپ کے سارے جانی دشمن ہاتھ باندھے پیش ہوئے، جو آپ کو مختلف تکالیف وسزائیں دیا کرتے تھے۔ وہ آج اپنی کارگزاریوں پر نادم تھے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''میں تم کو وہی کہوں گا جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کو کہا تھا:

((لا تثریب علیکم الیوم))

''آج تم لوگوں پر کسی قسم کی ملامت نہیں ہے۔''

حضرت ادریس سے ملاقات کی وجہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے ہوئی تھی۔ حضرت ادریس علیہ السلام کو سب سے پہلے لکھنا عطا کیا گیا تھا، آپ وہ فرد ہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلے قلم سے لکھا، اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام کی زندگی مبارک کا کارنامہ یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کی طرف خطوط لکھے حتیٰ کہ نجاشی اور مقوقس اور عمان کا بادشاہ اسلام لائے اور قیصر و کسریٰ جیسے نڈر بادشاہ آپ کے رعب سے کانپ گئے۔

حضرت ہارون سے ملاقات کی وجہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت ہارون علیہ السلام سے بھی ہوئی، یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ جس طرح حضرت ہارون علیہ السلام اپنی قوم میں محبوب تھے، اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اوس وخزرج اور انصار و مہاجر کے دل میں گھر کر گئی کہ جو لڑنے جھگڑتے تھے، سرنگوں ہو کر اسلام لائے اور آپ کے عشق میں جانثار ہو گئے۔

حضرت موسیٰ سے ملاقات کی وجہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی، یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شام کے لوگوں سے غزوات کرنے کا حکم ہوا اور وہاں سے عمالقہ جیسی جابر قوم کو شکست فاش ہوئی اور بنی اسرائیل غالب آئے، اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات سے چھٹی حالت یہ ہے کہ آپ نے ملک شام میں غزوات کیے حتیٰ کہ غزوہ تبوک میں فتح ہوئی۔ صاحب دومۃ الجندل نے شکست کھا کر جزیہ قبول کیا اور مکہ شریف فتح ہوا اور صحابہ کرام نے نہایت آرام و سکون سے اپنے وطن کو جا کر دیکھا۔

حضرت ابراہیم سے ملاقات کی وجہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی ہوئی، یہ اشارہ تھا اس بات کی طرف کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ بنایا اور لوگوں کو حج کی اطلاع دی، اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال بابرکت اشتمال سے آخر احوال یہ تھا کہ اپنے ستر ہزار (اور بروایت دیگر ایک لاکھ چالیس ہزار) صحابہ کرام کی معیت کے ساتھ بیت اللہ شریف کا طواف کیا اور وہاں حج کیا۔

(نسیم الریاض، شرح الشفاء، جلد ۲، صفحہ نمبر ۴۵۷) (زرقانی، جلد ۶، صفحہ نمبر ۷۹) (تفسیر روح البیان، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۳۹۹)

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 24:

فلسفۂ استفہام

استفہام ہمیشہ بے علمی کی وجہ سے نہیں ہوتا:

عالم برزخ کے واقعات کا مشاہدہ فرماتے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کرنا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا بتانا اور نبیوں کی ملاقات کے موقعہ پر کہنا:

''یہ فلاں نبی ہیں۔ یہ فلاں نبی ہیں۔ آپ ان سے ملیں اور ان کو سلام کہیں۔''

یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی لاعلمی کی دلیل نہیں ہوسکتی، کیونکہ استفہام ہمیشہ بے علمی کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ کبھی استفہام باوجود علم کے بھی کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا:

((ما تلك بيمينك و يموسىٰ))

''اے موسیٰ! یہ آپ کے ہاتھ میں کیا چیز ہے۔؟''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''یہ میرا عصا ہے کہ اس سے سہارا لگا لیا کرتا ہوں اور بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی منافع ہیں۔''

اسی طرح حدیث شریف میں مذکور ہے کہ جب کراماً کاتبین فرشتے اللہ تعالیٰ کے پاس حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے:

((من اين جستم))

''تم کہاں سے آئے ہو۔؟''

فرشتے کہتے ہیں:

''ہم زمین سے آئے ہیں۔''

پھر اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے:

((كيف وجد تم عبادى))

''تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں پایا۔؟''

وہ فرشتے کہتے ہیں:

''ہم گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم آئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صرف ایک ہی رات ایک ہی سفر معراج کے موقعہ پر حضرت جبرائیل علیہ

Marfat.com

السلام سے کچھ دریافت فرمایا اللہ جل شانہ ہر آئے دن فرشتوں سے جو لا تعداد اور بے شمار سوالات فرماتا ہے: کہاں سے آئے ہو؟ اور میرے بندوں کو تم نے کس حالت میں پایا۔؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے۔

حضرت جبرائیل کا خادمانہ انداز:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس میں ان سب نبیوں سے ملتے ہیں اور پھر آسمانوں پر ان کو نہیں پہچان سکتے، اس بات کا قائل کم عقل ہے۔

ہر نبی کی طرف ہر آسمان پر آپ کو متوجہ کرنا، اس لئے نہیں کہ آپ ان سے متعارف نہیں تھے، بلکہ خادم اپنے خادمانہ آداب ملحوظ رکھ کر اسی طرح عرض کرتے ہیں جیسے حضرت جبرائیل نے ہر آن آپ کے ساتھ کیا۔

جیسے دولہا سے کہتے ہیں کہ یہ تمہارا باپ ہے، تم ان کو سلام کرو اور یہ تمہارا بھائی ہے آپ ان سے ملئے اور سلام کیجئے، اس طرح حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''یہ فلاں نبی ہیں اور یہ فلاں نبی ہیں۔ آپ ان سے ملئے اور سلام کیجئے۔''

اللہ کی طرف کامل توجہ کی وجہ سے جملہ استفہام:

بعض علماء نے ایک اور وجہ بھی بیان فرمائی ہے وہ یہ کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے مشتاق تھے اور محبوب سے ہٹ کر دوسری طرف توجہ کرنا عاشق کو زیب نہیں دیتا اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تقرب الٰہی میں مستغرق تھے، دوسری طرف دھیان نہ فرماتے تھے، یہی وجہ تھی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام عرض کرتے:

''یارسول اللہ! یہ فلاں نبی آپ کے راستے میں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان سے ملاقات کرنے کا بھی حکم دیا ہے لہٰذا انہیں سلام کہیں۔''

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 25:

حضرت جبرائیل کے سدرۃ پر رکنے کے رموز

مقام معلوم:

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا:

((لو دنوت انملة لاحترقت))

''اگر میں پورے کی مقدار اوپر جاؤں تو جل جاؤں گا۔''

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر فرشتہ کا مقام معین ہے کہ وہ اس حد سے تجاوز نہیں کرسکتا کہ قرآن مجید میں ہے:

((وما منا الا له مقام معلوم))

''ہم میں سے کوئی ایسا فرشتہ نہیں ہے مگر اس کا ٹھکانہ مقرر ہے جس کے آگے نہیں جاسکتا۔''

راز و نیاز:

معراج کے وقت اللہ اور رسول کی خاص باتیں ہوتی ہیں جس میں کسی کو شامل ہونے کی اجازت نہیں ہوتی حتیٰ کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معراج ہوئی تو کوہ طور سے سات فرسخ (101 میل) اِدھر اُدھر تمام جانوروں اور فرشتوں کو ہٹا دیا گیا حتیٰ کہ کراماً کاتبین بھی دور ٹھہر گئے۔ اس لئے حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلے ہی دور ٹھہر گئے کہ اصول معراج سے واقف تھے۔

فرشتے افضل ہیں یا بشر:

یہاں بعض لوگ بے ربط سی بحث چھیڑ دیتے ہیں جس کا تعلق اس مقام سے نہیں ہے۔ اس کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے:

اس مسئلہ میں تین صورتیں ہیں:

1: ملائکہ اور انبیاء کے مابین فضیلت۔

2: خاص فرشتوں اور اولیائے بنی آدم کے مابین فضیلت۔

3: اولیائے بشر اور عام فرشتوں کے مابین فضیلت۔

انبیاء کرام اور ملائکہ کرام کے مابین فضیلت کے بارے میں تین اقوال ہیں:

1: حضرات انبیائے کرام افضل ہیں اکثر اہل سنت کا یہی مذہب ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الاربعین'' اور ''المحصل'' میں اسی کو اختیار فرمایا ہے۔

Marfat.com

2: فرشتے افضل ہیں۔ یہ معتزلہ کا مذہب ہے۔ اہلسنت کے ائمہ میں سے استاد ابو اسحاق اسفرائنی، قاضی ابو بکر باقلانی، حاکم، حلیمی، امام فخر الدین نے معالم میں اور ابو شامہ نے بھی اسی کو اختیار فرمایا ہے۔

3: انبیاء اور فرشتوں کے مابین فضیلت میں توقف ہے۔ اسی کو امام کیاہر اسی اور امام غزالی نے اختیار فرمایا ہے۔

یہ سب اختلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام اور ملائکہ کرام میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا اختلاف تمام حضرات کے نزدیک افضل الخلق ہیں۔ نہ تو ان پر کسی مقرب فرشتہ کو فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی اور کو۔ شیخ تاج الدین ابن سبکی نے منع الموانع میں، شیخ سراج الدین بلقینی نے منہج الاصلین میں اور شیخ بدالدین زرکشی نے شرح جمع الجوامع میں اسی طرح ذکر فرمایا ہے۔ شیخ بدرالدین نے فرمایا کہ آئمہ اہلسنت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ فرمایا ہے اور امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

فرشتوں پر انبیائے کرام کی فضیلت کے دلائل:

1: حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ ہیں اور مسجود ساجد سے افضل ہوتا ہے۔

اگر یہ اعتراض کریں کہ سجدہ تو اللہ تعالیٰ کو کیا گیا تھا حضرت آدم تو قبلہ تھے۔ سجدہ تو حضرت آدم کو کیا گیا تھا مگر یہ سجدہ تواضع اور استقبال کے طور پر ہوگا۔ سجدہ زمین پر پیشانی رکھنے کا نام ہے لیکن ہم اس کو غایت تواضع تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ یہ عرف پر محمول ہے اور عرفی معاملات اختلاف زمانہ سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔ ہوسکتا ہے اس وقت کسی کو سلام کرنے کا طریقہ زمین پر پیشانی رکھ کر ہو، لیکن کامل کا غیر کامل کو سلام کرنا ایک عادی امر ہے (تو ان فرشتوں نے بھی حضرت آدم کو صرف مروجہ طریقہ پر سجدہ کر کے سلام کیا ہوگا۔)

ان تینوں اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ سجدہ مسجود کے منصب کے اضافہ کے لئے نہ تھا تو ابلیس نے یہ کیوں کہا تھا "ارایتك هذا الذی کرمت علی" (میں دیکھتا ہوں آپ نے اس کو مجھ پر فضیلت بخشی ہے۔) اس کے علاوہ تو کوئی وجہ نہ تھی جس نے شیطان کو سجدہ کرنے سے باز رکھا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ سجدہ مسجود کے مرتبہ کو ساجد کے مرتبہ پر ترجیح دے رہا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام فرشتوں سے زیادہ عالم تھے اور زیادہ عالم افضل ہوتا ہے۔ زیادہ عالم ہونے کی دلیل یہ فرمان خداوندی ہے:

"وعلم ادم الاسماء کلها ثم عرضهم علی الملائکة فقال انبئونی باسماء هؤلاء ان کنتم صادقین قالوا لاعلم لنا الا ما علمتنا انك انت العلیم الحکیم"

(سورۃ بقرہ)

"اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو سب چیزوں کے نام سکھلائے پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: "مجھے ان چیزوں کے اسماء بتلاؤ اگر تم سچے ہو۔ انہوں نے عرض کیا: "ہمیں علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھلایا بلاشبہ تو ہی خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔"

Marfat.com

بڑے عالم کے افضل ہونے کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے:

"ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون"

"کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے دونوں برابر ہیں۔؟"

انسان کی عبادت بہت مشقت والی ہے اور مشقت والی عبادت افضل ہے، کیونکہ انسان میں شہوت، حرص، غضب اور خواہش موجود ہیں جو اطاعت میں بہت بڑی رکاوٹ ہیں جو فرشتوں میں نہیں۔ تو ان صفات کی موجودگی میں (انسان کا) عبادت کرنا بڑا مشکل ہے (لہٰذا جس کی عبادت مشکل ہے وہ عام عبادت والے سے افضل ہوا)"

فرمان باری تعالیٰ ہے:

"لایسبقونه بالقول"

"وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔"

جبکہ تکالیف شرعیہ کچھ تو نصوص پر مبنی ہیں اور کچھ استنباط پر، جیسا کہ ارشاد ہے:

"فاعتبروا یااولی الابصار"

اور ارشاد ہے:

"لعلمه الذین یستنبطونه منهم"

"تو جانتے وہ لوگ جو ان میں سے صاحب استنباط ہیں۔"

پس کسی چیز کی معرفت اجتہاد اور استنباط سے حاصل کرنا نص پر عمل کرنے سے بہت مشکل ہے۔

انسان وسوسہ میں مبتلا ہوجاتا ہے جبکہ یہ آفت فرشتوں پر نہیں ہے۔ نیز جہان کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ وہ موجود ہو اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرات انبیائے بنی اسرائیل کے وقت میں موجود نہ تھے اس لئے آپ پر ان انبیائے بشر کے شبہات اکثر ہیں من جملہ شبہات قویہ میں سے ایک حوادثات ارضیہ کا اتصالات فلکیہ اور مناسبات کوکبیہ کے ساتھ ربط ہے جبکہ ملائکہ کو اس قسم کا کوئی شبہ نہیں ہے کیونکہ یہ آسمانوں کے رہنے والے ہیں ان کے احوال کا مشاہدہ کرنے والے ہیں وہ لازمی طور پر جانتے ہیں کہ سمٰوات نہ تو زندہ ہیں اور نہ بولتے ہیں، بلکہ یہ تدبیر کے محتاج ہیں جس طرح سے زمینیں تدبیر کی محتاج ہیں۔

پس ان سب وجوہات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ انسان کی عبادت بہت اشق ہے اور اشق کا افضل ہونا نص اور قیاس سے ثابت ہے۔ نص تو یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"افضل العبادات احمزها"

"سب سے افضل عبادت زیادہ مشقت والی ہے۔"

اور آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"اجرك على قدر نصبك"

"تیرا اجر و ثواب تیری محنت کے حساب سے ہے۔"

قیاس یہ ہے کہ آسان اور مشکل عبادتیں اگر ثواب میں برابر ہو جائیں تو قدر مشقت زائد فائدہ سے خالی ہو اور فائدہ سے خالی محنت اٹھانا بالکل ممنوع ہے اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ محنت والی طاعتیں عمل میں نہ آئیں گی۔ تو جب یہ صورت نہ ہو تو ہم نے یہ جان لیا کہ زیادہ مشقت والا کام زیادہ ثواب رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت ابراہیم اور حضرت عمران کو تمام جہانوں پر فضیلت بخشی ہے اور جہان کا اطلاق تمام ماسوی اللہ پر ہوتا ہے اور آل سے خود انسان کی ذات مراد ہے تو معلوم ہوا کہ یہ آیت حضرات انبیائے کرام کی باقی تمام مخلوقات پر فضیلت بیان فرما رہی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ اس سے حضرات انبیائے کرام کی فضیلت کا ثابت کرنا مشکل ہے کیونکہ فرمان خداوندی ہے:

"انی فضلتکم علی العلمین"

اس میں تمام انبیائے بنی اسرائیل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فضیلت ثابت ہوگی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک آیت میں تخصیص کا تحمل باقی آیات میں تحمل کو واجب نہیں کرتا۔

فرمان خداوندی ہے:

"ان اللہ الصطفی آدم و نوحا و آل ابراھیم و آل عمران"

اس سے فضیلت ثابت نہیں ہوتی لیکن فرشتے اس وقت بھی موجود تھے جب انبیاء بنی اسرائیل موجود تھے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے، پس فرق ظاہر ہو گیا۔

فرشتوں میں عقل ہے اپنی ضروریات اور خواہشات نہیں۔ جانوروں میں اپنی ضروریات کی خواہشات ہیں عقل نہیں۔ اور انسان میں اپنی ضروریات کی خواہش بھی ہے اور عقل بھی۔ پھر اگر عقل پر شہوت اور ضروریات غالب ہو جائیں تو وہ جانوروں سے بھی بدتر ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"اولئك كالانعام بل هم اضل"

"یہ لوگ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی برے ہیں۔"

اسی قیاس کے مطابق اگر کسی کی عقل اس کی شہوت اور خواہشات پر حاوی ہو جائے تو ضروری ہے کہ وہ فرشتہ سے افضل ہو۔

خاص فرشتوں اور اولیائے بنی آدم: حضرات انبیائے کرام کے علاوہ خاص فرشتوں اور اولیائے بنی آدم میں کس کو فضیلت حاصل ہے۔۔؟ اس صورت میں ہم کسی کا اختلاف نہیں پاتے کہ خاص فرشتے افضل ہیں۔ شیخ سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد میں اس پر اجماع نقل فرمایا ہے، لیکن حضرات حنابلہ کے ایک گروہ کو دیکھا ہے جو اولیائے بنی

Marfat.com

آدم کو خاص فرشتوں پر فضیلت دیتے ہیں جبکہ ان کے ائمہ میں سے ابن عقیل نے ان کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ اس طرح کی بات میں حضرات ملائکہ پر بڑی قباحت لازم آتی ہے۔

اولیائے بشر اور عام فرشتوں کے مابین فضیلت: اولیائے بشر اور عام فرشتوں کے بارے میں افضلیت کے بارے میں دو مذہب ہیں۔ایک یہ کہ تمام فرشتے اولیائے بشر سے افضل ہیں۔ابن سبکی نے جمع الجوامع اور منظومہ میں اسی پر فیصلہ کیا ہے۔علامہ بلقینی نے منہج میں ذکر کیا ہے کہ یہ اکثر علماء کا مذہب ہے۔

دوسرا مذہب یہ ہے کہ اولیائے بشر اولیائے ملائکہ سے افضل ہیں۔اسی پر احناف کے آئمہ میں سے امام صفار نے کتاب الاسئلہ میں قطعی فیصلہ فرمایا ہے اور علامہ نسفی حنفی نے بھی نسفیہ میں یہی فیصلہ کیا اور علامہ بلقینی نے کیا ہے کہ یہی ائمہ احناف کا مختار ہے اور بعض مسئلہ میں ان کی طرف میلان بھی کیا کہ اولیائے بشر میں کچھ ایسے بھی ہیں جو عوام فرشتوں سے افضل ہیں۔

☆☆☆

باب نمبر 26:

فلسفہ فرضیت صلوۃ اور اس کی تعداد میں کمی کی رموز

کئی رموز:

معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امت کیلئے نماز جیسی عبادت کا تحفہ ملا۔اس میں علماء کرام کئی راز و رموز اور نکات بیان کرتے ہیں کہ نماز ان ارکان مخصوصہ کے ساتھ کیوں فرض کی گئی۔

رسول اللہ کا پچاس نمازیں ادا فرمانا:

شیخ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں:

((انه علیه الصلوٰة والسلام کان یصلی کل یوم ولیله ما یبلغ الی خمسین صلوٰة وفق ما فرض لیلة المعراج یعنی کان یصلی فی الیوم واللیلة من الفرائض النوافل مائة رکعة))

(تفسیر روح البیان، جلد۲، صفحہ نمبر ۴۰۳)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اور رات میں پچاس نمازیں ادا فرماتے تھے،اس لیے معراج کی رات پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔حضور علیہ الصلوٰہ والسلام دن رات میں فرائض اور نوافل کا مجموعہ سو

Marfat.com

رکعت نماز پڑھتے تھے۔"

قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ کا لازم ہونا:

علامہ عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں:

((لما عرج به رای فی تلك الليلة تعبد الملائكة و انی غالباً منهم القائم فلا يركع والراكع فلا يسجدو الساجد فلا يقعد يجمع الله له و لا متہ تلك العبادات كلها فی كل ركعة يصليها العبد بشر ائطها من الطمانية و الا خلاص))

(زرقانی شرح مواہب، جلد ۶، صفحہ نمبر ۱۲۲)

"جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج ہوئی تو آپ نے اس رات میں فرشتوں کو عبادت کرتے دیکھا۔ ان میں سے بعض فرشتے حالت قیام میں تھے کہ رکوع نہیں کرتے تھے، بعض رکوع میں جھکے ہوئے تھے کہ سجدہ نہیں کرتے تھے اور بعض سجدہ میں پڑے ہوئے تھے کہ قعدہ نہیں کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے اور آپ کی امت کیلئے ان تمام انواع کی عبادتوں کو ایک رکعت میں جمع کر دیا تا کہ اطمینان وسکون اور اخلاص کے ساتھ تمام شرائط کو ملحوظ کر کے مسلمان کو چاہیے کہ نماز پڑھتا رہے۔"

ارشاد ربانی ہوا:

"اے محمد! میں نے نماز میں رکوع، سجود، تشہد، قرأت، تسبیح اور تہلیل لازم قرار دی ہے، تا کہ جتنی عبادتیں آسمان وزمین کی فرشتوں کی ہیں سب اس میں داخل ہو جائیں تا کہ تیری امت کو قیام میں تمام فرشتوں کے قیام کا ثواب مل جائے اور رکوع میں تمام فرشتوں کے رکوع کا ثواب اور سجود میں تمام فرشتوں کے سجود کا ثواب اور تشہد میں تمام فرشتوں کے تشہد کا ثواب اور قرأت میں تمام فرشتوں کی قرات کا ثواب اور تسبیح اور تہلیل میں تمام فرشتوں کی تسبیح وتہلیل کا ثواب ہم نے دیا، بلکہ اپنے فضل وکرم سے زیادہ درجہ عنایت کریں گے۔"

پچاس سے پانچ...... نسخ یا شفاعت:

ابوجعفر نحاس کہتے ہیں:

"پچاس نمازوں سے پانچ ہو جانا شفاعت پر مبنی ہے، اس کو نسخ نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ عبادت عمل میں لانے سے پہلے نسخ نہیں ہوسکتی اور خصوصاً احکام کے زمین پر نازل ہونے سے پہلے اور مکاتبین کے پاس پہنچنے سے پہلے کوئی بھی نسخ کا قائل نہیں۔"

((وهذا انما شفاعة شفعها رسول الله صلی الله عليه وسلم لامته))

(عمدۃ القاری، جلد ۷)

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 27:

موسیٰ کلیم اللہ سے بار بار ملاقات کی وجوہ

پچاس نمازوں میں تخفیف:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب میں واپس ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا تو انہوں نے پوچھا:

''آپ کو کیا حکم ہوا۔؟''

میں نے کہا:

''پچاس نمازوں کا دن رات میں حکم ہوا۔''

انہوں نے فرمایا:

''آپ کی امت سے پچاس نمازیں ہرگز دن رات میں نہ پڑھی جائیں گی۔ اللہ کی قسم! میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں۔ اپنے رب کے پاس (اس مقام پر جہاں حکم ہوا تھا) واپس جایئے اور امت کیلئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں واپس ہو گیا۔ پھر عرض کیا:

((یا رب خفف امتی))

''اے میرے رب! میری امت پر تخفیف فرمایئے۔''

اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ نمازیں کم کر دیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور میں نے کہا:

''اب مجھ سے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''آپ امت اس کی بھی طاقت نہ رکھ سکے گی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے پاس واپس جایئے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اسی طرح اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے محمد! یہ پانچ نمازیں ہیں دن اور رات میں اور ہر نماز دس کے برابر ہے تو پچاس ہی ہو گئیں۔''

(صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ نمبر ۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کئی مرتبہ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

''پانچ نمازیں ہیں برابر پچاس کے، سوآپ اور آپ کی امت اس کی پابندی کریں۔''
میں پہچان گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پختہ بات ہوگئی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے کہا:

''پھر جائیے اور تخفیف کرائیے۔''
مگر میں پھر نہ گیا۔ (سنن نسائی، جلد ا، صفحہ نمبر ۲۸)

بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے:

''جب کم ہوتے ہوتے پانچ نمازیں رہ گئیں تو ارشاد ہوا کہ یہ پانچ ہیں ثواب میں پچاس کے برابر ہیں۔ میرے یہاں بات نہیں بدلی جاتی (پچاس کا اجر مقدر تھا اس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی)

بخاری میں دس دس نمازیں کم کرنے کی روایت ہے اور اس کے آخر میں ہے:

''جب ہر روز میں پانچ نمازوں کا حکم رہ گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ کی امت کے بعض لوگ ہر دن میں پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکیں گے اور میں آپ سے قبل لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھگت چکا ہوں۔ آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور اپنی امت کیلئے اور تخفیف مانگیئے۔ میں نے کہا: میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی، یہاں تک کہ میں شرما گیا، گو پھر بھی عرض کرنا ممکن ہے، لیکن اب میں راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ میں جب وہاں سے آگے بڑھا تو ایک پکارنے والے نے اللہ تعالیٰ کی طرف پکارا: میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔''
(صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ نمبر ۵۵۰)

دس دس کم کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ دو بار دس دس کی کمی ہوئی، لہٰذا اس روایت کو پانچ پانچ کے کم ہونے کی روایت سے تعارض نہ رہا۔ (مرقاۃ، جلد ۵، صفحہ نمبر ۴۳۰)

حضرت موسیٰ سے دوبارہ ملاقات:

شب معراج کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا:

((علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل))
''میری امت کے علماء (تبلیغ کے فریضہ میں) انبیاء بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔''

جو آپ نے کہا ہے یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی حاضر ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہ ومغفرتہ وغیرہ عرض کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''یہ طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو؟''

Marfat.com

امام غزالی نے عرض کیا:

''آپ سے اللہ تعالیٰ نے صرف اس قدر پوچھا تھا:

((ما تلك و بيمينك يموسىٰ))

''اے موسیٰ! آپ کے ہاتھ میں کیا ہے۔''

تو آپ نے کیوں جواب کو اتنا طول دیا:

((هى عصاى اتو كاء عليها واهش بها غنمى ولى فيها مارب اخرى))

''یہ میرا عصا ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ساتھ اپنی بکریوں کو ہانکتا ہوں اور اس کے علاوہ بھی اس سے کئی کام لیتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ادب یا غزالی''

''ادب کروائے غزالی!''

اسرار:

حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر موجود ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مشورہ دیتے ہیں کہ آپ نمازوں میں اور تخفیف کرائیے حتیٰ کہ تخفیف ہوتے ہوتے جب پانچ نماز تک نوبت پہنچی تب بھی حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کہتے رہے کہ آپ پھر اللہ کے پاس جا کر تخفیف طلب کرو کہ آپ کی امت اس قدر بھی برداشت نہ کر سکے گی۔ اس مشورہ میں کیا اسرار ہیں۔

وعدہ ملاقات کی وجہ سے:

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ دنیا سے رحلت کرنے سے پہلے آپ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوگی۔ چنانچہ معراج کی رات یہ وعدہ پورا کیا گیا اور اس کی یاد دہانی میں بطور تاکید حکم ہوا کہ آپ اس ملاقات میں شک نہ کریں اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج پر گئے تو آپ نے عروج اور نزول دونوں وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر دیکھا۔

وہ وعدہ قرآن مجید میں مذکور ہے:

((ولقد اتينا موسىٰ الكتاب فلا تكن فى مرية من لقائه وجعلنه هدى لبنى اسرائيل))

''اور تحقیق ہم نے موسیٰ کو کتاب (تورات) عطا کی۔ پھر آپ موسیٰ کو دیکھنے میں شک نہ کریں اور ہم نے موسیٰ پر اتاری ہوئی کتاب تورات کو بنی اسرائیل کیلئے ہدایت بنایا۔''

Marfat.com

دیدار کی تمنا کی وجہ سے:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ کلام ربانی کی لذت سے اس کے دیدار کی آرزو کی اور عرض کیا:

((رب ارنی))

''اے میرے رب مجھے اپنا دیدار عطا فرما۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((لن ترانی))

''آپ مجھے نہ دیکھ سکیں گے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ میرا دیدار ایک یتیم (حضرت محمد رسول اللہ) کا حق ہے، اس لئے آپ اس دنیا میں دیدار کا سوال نہ کریں۔ ہاں! اگر دیدار چاہتے ہو تو اسے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) اچھے طریقہ سے دیکھ لینا۔''

اللہ کی زیارت کرنے والے کو دیکھنے کی آرزو کی وجہ سے:

علامہ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:

((ابدی بعض الشیوخ حکمة لا ختیار موسیٰ تکریر ترداد النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لما کان موسیٰ قد سال الرویه فمنع و عرف انها حصلت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قصد بتکریر رجوعه تکریر رویته لیری من رای))

(فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ نمبر ۳۹۱)

''بعض مشائخ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کے پاس بار بار آنے جانے کا مشورہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس لیے دیتے تھے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی درخواست کی اور اس سے منع کیے گئے اور انہوں نے یہ بھی معلوم کر لیا کہ یہ دیدار حضرت محمد رسول اللہ کو حاصل ہوگا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بار بار آنے جانے سے ان کا دیدار مطلب تھا تاکہ اس کو دیکھیں جس نے اللہ کو دیکھا ہے۔''

امت خاتم النبیین میں ہونے کی وجہ سے:

امام سہیل کہتے ہیں:

((ان موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا اللہ ان یجعله منهم فکان اشفاقه

Marfat.com

علیهم كناية من هو منهم))

(عمدة القاری، جلد ۷، صفحہ نمبر ۳۰۷) (نسیم الریاض شرح قاضی عیاض، جلد ۲، صفحہ نمبر ۲۶۱)

''بیشک حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت بنائے، اس لئے ان کو آپ کی امت سے محبت تھی اور بار بار آپ سے تخفیف کی درخواست کرتے رہے گویا کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سے ہیں۔''

☆☆☆

باب نمبر 28:

حدیثِ معراج کے راوی

صحابی:

معراج کی حدیث بہت سے صحابہ کرام وصحابیات سے مروی ہے۔ صحابہ کے اسماء گرامی یہ ہیں:

1: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ۔
2: حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔
3: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔
4: حضرت علی رضی اللہ عنہ۔
5: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔
6: حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ۔
7: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔
8: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔
9: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔
10: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔
11: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔
12: حضرت بریدہ بن سلمی رضی اللہ عنہ۔
13: حضرت ثمر بن جندب رضی اللہ عنہ۔
14: حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ۔
15: حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ۔
16: حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ۔
17: حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ۔
18: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ۔
19: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ۔
20: حضرت ابوحبہ رضی اللہ عنہ۔
21: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ۔
22: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ۔
23: حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ۔
24: حضرت اسامہ بن یزید رضی اللہ عنہ۔
25: حضرت عبدالرحمٰن بن عامر رضی اللہ عنہ۔
26: حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ۔
27: حضرت بلال بن سعد رضی اللہ عنہ۔
28: حضرت عمر بن حصین رضی اللہ عنہ۔
29: حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ۔
30: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ۔

Marfat.com

31: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

صحابیات:

صحابیات میں سے درج ذیل نے حدیث معراج کو روایت کیا ہے:

1: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا۔
2: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا۔
3: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔
4: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔

☆☆☆☆

Marfat.com

الجزء الثانی:

معراج اور سائنس

باب نمبر 1:

عصری سائنسی تحقیقات اور معراج النبی

کائنات کا نظم وضبط:

صدیوں سے سائنسی عنوانات کے تحت کائناتی تحقیقات ہوتی رہی ہیں، مگر کوئی بدنظمی یا نقص نظر نہیں آتا، بلکہ کائنات کی ہر حرکت ورفتار اور قوت سائنٹیفک فارمولوں، وقت اور ریاضی کے قوانین وضوابط اور اصولوں کی پابند نظر آتی ہے اور نظم وضبط کا یہ عالم ہے کہ ان کی تیز رفتار گردشوں میں ذرہ برابر فرق نہیں آتا۔

کہکشاں:

ہم کو یہ معلوم ہے کہ کائنات میں بے حساب کہکشانی طلسمات پھیلے ہوئے ہیں اور وہ سب زبردست وقت وحرکت سے مزین ہیں۔ یہ کہکشائیں کیمیائی عنصر کے چھوٹے چھوٹے ذرات سے یعنی جوہروں سے عبارت ہیں، جن کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ طاقتور سے طاقتور خوردبین سے بھی ان کو دیکھنا ناممکن ہے، جو بال کے دس لاکھویں حصہ سے بھی زیادہ باریک ہوتے ہیں، لیکن ان کے غیر مرئی ہونے کے باوجود ان کو تولا اور ناپا جاسکتا تھا۔

ان ہی جوہروں کو زمین سے آسمان تک کی پوری مادی یا جسمانی کائنات کے تعمیری اینٹیں قرار دیا جاتا ہے۔ ان ہی دو یا زیادہ سالمات سے مل کر معمولاً ان سے زیادہ بڑا وہ ذرہ یا جوہر بنتا ہے جس کو مکسرہ کہتے ہیں۔ سالمات الگ الگ نہیں کئے جاتے بلکہ کسی نہ کسی جسم کے سالمہ ہی کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔

مختلف پیمائشوں اور حسابوں سے اندازہ لگایا گیا ہے کہ ایک سالمہ ایک انچ کے نو لاکھ حصہ سے بھی بہت زیادہ چھوٹا ہونا چاہئے۔ اوسطاً سالمہ کا قطر ایک انچ کے بارہ کروڑ پچاس لاکھویں حصہ سے بھی کم ہوتا ہے اور سالمہ یا ایٹم مکسرہ سے بھی چھوٹا ہوتا ہے۔ مختلف سالمات وزن وحجم کے اعتبار سے باہم بہت مختلف ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ اگر ایک ایک سالمہ کو یکے بعد دیگرے رکھا جائے تو ایک انچ خط کے لئے چالیس کروڑ سالمات درکار ہوں گے اور ایک گرام وزن کے لئے کروڑ کھرب (THILLIUN) اینٹوں کی ضرورت ہوگی۔ مکسرات کی تیز رفتاری کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ہائیڈروجن کا ایک مکسرہ سالمہ ایک سیکنڈ میں ایک میل سے زیادہ حرکت کرجاتا ہے۔ ساکن یا بند ہوا کا مکسرہ رائفل کی گولی سے کئی گنا زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے اور ایک انچ کے ہر بیس ہزارویں حصہ کی

Marfat.com

مسافت پر یہ دوسرے سے ٹکراتا اور ان ٹکروں کی بنا پر ہر سیکنڈ میں پانچ ارب مرتبہ اپنا راستہ بدل لیتا ہے۔

ماہرین کو گمان تھا کہ قریباً نوے قسم کے مختلف ایٹم کی مختلف قسمیں پائی جاتی ہیں مگر اس کثرت سے کوئی مطمئن نہ تھا۔ ماہرین کیمیاء ان مختلف قسم کے عناصر یا سالمات کو مزید بسائط میں تحلیل نہ کر سکے تھے، اس لئے ان کو نا قابل تقسیم ایٹم کہتے تھے۔ تاہم سائنس دان اس امید میں برابر لگے تھے کہ کوئی نہ کوئی ایسا اساسی مادہ منکشف ہو کر رہے گا جس سے تمام مختلف عناصر کے ایٹم مرکب ثابت ہوں جو ایسا ابتدائی جوہر ہوگا جس سے مادہ کی مختلف و متنوع صورتیں رونما ہوتی ہیں۔

اس امر کے انکشاف کا کہ جواہر نا قابل تقسیم اور نا قابل نفوذ ازلی وابدی ذرات نہیں، پہلا قدم ایکس ریز (X.RAYS) کا انکشاف تھا۔ ایسی شعاعیں جو اجسام کے اندر نفوذ کی غیر معمولی قوت رکھتی ہیں۔ یہ تابکار شعاعیں برقی امواج پر مشتمل ہوتی ہیں۔ ان کی نوعیت ہماری معمولی روشنی ہی کی ہوتی ہے البتہ ان کا طول موج بہت ہی کم ہوتا ہے۔

سب سے پہلے یہ معلوم ہوا کہ ریڈیم اور یورینیم جیسی دھاتوں سے تین قسم کی شعاعیں نکلتی ہیں جن کا نام ''الفا۔ بیٹا۔ گاما'' رکھا گیا۔ ان میں سب سے اہم بیٹا شعاعیں ہیں جن کا نام آگے چل کر برق پارے سے برقی ذرات یا الیکٹران (ELECTRONS) پڑا اور پوری کائنات میں جہاں کہیں بھی کوئی ایٹم یا مادہ پایا جاتا ہے وہ ان برق پاروں ہی سے بنا ہوتا ہے جن کا مرکز مثبت برق کی اکائیاں ہوتی ہیں، جن کو پراٹون (PROTONS) کہا جاتا ہے۔ الیکٹرون کا جداگانہ وجود صرف اسی صورت میں قائم رہ سکتا ہے جب کہ وہ کم از کم چھ سو میل فی سیکنڈ کی رفتار سے حرکت کر رہا ہو۔ ورنہ پھر جو پہلا ایٹم اس کو مل جاتا ہے اس میں مدغم ہو جاتا ہے۔ یہ الیکٹرون دس ہزار سے لے کر ایک لاکھ میل تک فی سیکنڈ تیز رفتاری سے حرکت کر سکتے ہیں۔

یہ الیکٹرون چھوٹے چھوٹے معلوم ایٹم سے بھی ہزاروں گنا چھوٹے ہوتے ہیں۔ غرض زمین و آسمان کی لاتعداد اجسام واجرام جن کو ہم دیکھ سکتے ہیں نہ صرف یہ کہ وہ بال کے لاکھویں حصہ سے بھی زیادہ باریک بلکہ ان دیکھے ایٹم یا ذرات سے مرکب ہیں۔ کیا سائنس کی یہ دریافتیں حد درجہ عجیب نہیں؟ کیا یہ بے حد عجیب نہیں کہ سالمات کی تحلیل و تجزئی نے کائنات کی نسبت خیالات ہی میں عظیم انقلاب برپا کر دیا ہے۔

سائنس کی یہ دریافت بھی کیا کچھ کم عجیب ہے کہ تعمیر کائنات میں مادہ کے کہیں زیادہ خلاء پایا جاتا ہے اور مادی سالمات اسی خلاء یا غیر مادی یعنی عدم مادہ میں تیرتے پھرتے ہیں۔

سائنس کی یہ دریافت بھی کچھ کم عجیب نہیں کہ ہر سالمہ میں زیادہ حصہ خلا ہی کا ہوتا ہے، نسبتاً اتنا زیادہ جتنا مختلف ستاروں کے مابین لاکھوں میل کا اور اس سالمہ چھوٹے پیمانہ پر گویا ایک نظام شمس ہوتا ہے جس میں آفتاب یعنی مرکزی مروٹان کے گرد سیارات یا الیکٹران حرکت کرتے رہتے ہیں اور ان کے درمیان اتنی ہی خلا یا خالی جگہ پائی جاتی ہے جتنی مختلف سیاروں اور آفتاب کے درمیان چھوٹے پیمانے پر نظام شمسی میں۔

Marfat.com

مندرجہ بالا جستہ جستہ اقتباسات کا مدعا یہ ہے کہ یہ مادی کائنات کا تفصیلی سائنسی جائزہ نہیں۔ سائنس کی موجودہ رسائی کی حد تک اس کی وسعت و پنہائی کی جو نوعیت معلوم ہو سکی ہے اس کا ایک خاکہ زیر بحث مقصد کے لئے پیش کر دینا ہے، لہٰذا اس ہی کی زبان میں چند سطروں میں پھر ذہن نشین کرتے چلیں کہ ایک سرے پر اس کی بے پایاں وسعت، ناقابل تصور فاصلے، وہم وخیال میں نہ سمانے والی سحابوں کی جسامت، سورج اور ستاروں کے افسانوی قدوقامت، دوسری طرف لاانتہا چھوٹائی کا یہ عالم کہ سالمہ ویسا ہی ناقابل تصور حد تک چھوٹا ہے، جیسا کہ سحابہ ناقابل تصور حد تک بڑا ہے۔ پانی کے ایک قطرہ میں اربوں کھربوں سالمات پائے جاتے ہیں۔ پھر ہر سالمہ کے اندر اس سے بھی چھوٹے چھوٹے الیکٹرون ہوتے ہیں، جن کے درمیان نسبتاً ایسی ہی بڑے بڑے خلائیں یا فاصلے پائے جاتے ہیں جیسے آفتاب اور اس کے کئی سیاروں کے مابین اور پھر سالمہ کی بجائے خود اتنی تنگ وکشادہ دنیا کے اندر عقل کو بوکھلا دینے والا ایک مسلسل خلائی وفلکیاتی بلکہ کائناتی ناٹک جاری ہے۔

اس ناٹک کے کردار اب صرف الیکٹرون و پروٹون ہی نہیں بلکہ الیکٹرون و پروٹون کے بیس سال بعد سالمی ذرہ کی ایک اور قسم کا پتہ چلا ہے جس کو ''نیاٹران'' کا نام دیا گیا ہے۔ پھر دو سال بعد ایک اور قسم کے ذرات کا پتہ چلا جن کو ''پازیٹران'' سے نامزد کیا گیا۔ آگے چل کر کون کہہ سکتا ہے کہ اور کیا کیا پتہ نہ چلے گا۔

عام انسان چاند پر پہنچ سکتا ہے پھر خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم قاب توسین پر کیوں نہیں پہنچ سکتے۔؟

اگر انسان کے چاند پر پہنچ جانے کی بات ناقابل تصور نہیں رہی تو افضل البشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاب توسین بلکہ اس سے بھی آگے تک پہنچ جانا ناقابل تصور کیسے ہو سکتا ہے؟ بلکہ سائنس خود اس کی تائید وتصدیق کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک محبوب ترین بندے کو مشاہدہ کرانا تھا۔ پس وہ اپنے بندے کو جہاں تک لے جانا چاہتا تھا اپنی قدرت کاملہ سے لے گیا۔

ایک عام انسان خلائی راکٹ میں چاند تک جا سکتا ہے تو سرور دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاب وقوسین او ادنیٰ تک چلے جانے پر ایمان نہ رکھنا اللہ کی قدرت وندرت پر ایمان نہ رکھنے کے مترادف ہے، کفر والحاد کے مترادف ہے، بلکہ معراج کا منکر اللہ کا منکر ہے۔

معراج کرانے والے اللہ کی قدرتیں:

وہ اللہ جو اپنی شان کبریائی میں لاشریک ہے۔ اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ جس نے خود اپنی ذات اعلیٰ صفات سے متعلق فرمایا:

((لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا))

''اگر کائنات میں دو خدا ہوتے تو کائنات تباہ ہو کر رہ جاتی۔''

وہ اللہ جس نے کتاب قرآن حکیم میں فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قدرت میں کوئی اس کا شریک نہیں:

Marfat.com

((قُلْ أَرَءَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ أَرُونِي مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الْأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ))

''بھلا بتاؤ تو سہی! تمہارے وہ شریک جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو، انہوں نے زمین میں کونسی چیز بنائی یا کیا آسمانوں میں ان کی کوئی شراکت ہے؟))

ایک اور جگہ فرمایا:

((قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ فَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ))

''آپ فرمادیجئے کہ جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھ رہے ہو ان کو پکارو۔ وہ ذرہ برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ نہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں شریک ہیں اور نہ کوئی ان میں سے اللہ کے کسی کام میں مددگار ہے۔''

وہ اللہ جو خود اس کی وضاحت کرتا ہے کہ وہ اس وسیع کائنات کا انتظام کیسے کرتا ہے:

((لا تاخذه سنة وَلَا نَوْمٌ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ))(البقرہ ۲۵۵)

''نہ اس کو اونگھ آسکتی ہے نہ نیند۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔''

ایک اور جگہ تخلیق کائنات کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

((وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوبٍ)) (سورۃ ق:۳۸)

''ہم نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں بنایا اور ہم تھکے نہیں۔''

حکمت تخلیق کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:

((كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى))(سورة الزمر ۷)

''ہم نے ہر چیز کو حکمت سے اور میعاد معین کے لئے بنایا۔''

ایک جگہ فرمایا:

((ماهذا باطلا))

''اللہ کی تخلیق میں سے کوئی بھی باطل و بے فائدہ نہیں۔''

اور پھر یہ ارشاد ہوا:

((وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِينَ))(سورة المومنون ۱۷)

''ہم تخلیق سے غافل نہیں۔''

Marfat.com

عمل تخلیق اس عمل کو کہتے ہیں جس میں کوئی نئی چیز جو موجود نہ ہو موجود ہو جائے۔ غیر موجود کا موجود ہونا تخلیق کہلاتا ہے، تخلیق کے لئے سنگ خشت یعنی مادہ کی ضرورت نہیں بلکہ تخلیق خود مادہ تخلیق کرتی ہے۔

کرشمہ تخلیق کے مطالعہ کی وجہ:

کائنات میں جو بے حساب اور کثیر المقدار مادہ پایا جاتا ہے وہ تخلیق ہی کا کرشمہ ہے۔ تخلیق سے پہلے وہ غیر موجود تھا۔ تخلیق نے اسے موجود کر دیا۔ بڑی بڑی کہکشائیں اور یہ بڑے بڑے اجرامِ فلکی جو کبھی وجود نہ رکھتے تھے تخلیق ہی کے عمل سے وجود میں آئے اور عمل تخلیق صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مخصوص ہے۔ یہ سب اسی کی کرشمہ کاریاں ہیں۔ وہی خالق کل شی ہے۔ اس عمل تخلیق میں کوئی اِس کا شریک نہیں۔ اس عمل تخلیق میں وہ ہر طرح تنہا اور لاشریک ہے۔

یہ بھی نہ سمجھ لینا چاہئے کہ تخلیق کائنات ایک حادثہ ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ اس کا خالق وہی خالق مطلق ہے جس کی معرفت، حکمت وعظمت ورفعت کے اظہار کے لئے قرآن جلیل میں بے شمار آیات موجود ہیں:

"وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر قائم کیا، پھر وہ عرش پر جلوہ فرما ہوا۔ اس نے آفتاب وماہتاب کو قانون کا پابند کیا۔"

"وہی ہے جس نے سورج کو روشن کیا۔ چاند کو چمک دی اور اس کے گھٹنے بڑھنے کی منزلیں ٹھیک مقرر کر دیں۔ جو تم جانتے ہو اور تم اسی سے برسوں اور تاریخوں کے حساب معلوم کرتے ہو۔"

"اس سارے نظام کی ہر چیز وقت مقررہ پر چل رہی ہے اور اللہ ہی نے اس سارے کام کی تدبیر فرمائی ہے۔"

"اللہ نے یہ سب کچھ با مقصد بنایا ہے اور وہ اپنی نشانیوں کو کھول کھول کر پیش کر رہا ہے ان لوگوں کے لئے جو علم رکھتے ہیں۔"

"اس نے چاند سورج کا حساب مقرر کیا ہے۔ یہ سب اس زبردست قدرت والے اور علم رکھنے والے کے ٹھہرائے ہوئے اندازے ہیں۔"

آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے لئے بہت سے دلائل ہیں۔

زمین وآسمان کا پیدا کرنا، تمہارے لب ولہجہ اور رنگوں کا الگ الگ ہونا اُسی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔

اس میں علم والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رفعتیں اور وسعتیں جاننے کے لئے اس کی تخلیق کی ہوئی کائنات کا مطالعہ بے حد ضروری ہے، کیونکہ مظاہر کائنات اور کائنات کا مطالعہ خالق کائنات کی حکمتوں اور قدرتوں کا ترجمان ہے۔

قرآن حکیم نے زمین وآسمان کی تخلیق کے تعلق سے اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اس پر غور وخوض کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ ہم نہ صرف خالق کائنات کی عظمتوں اور حکمتوں سے واقف ہوں، بلکہ ان پر مکمل یقین وایمان رکھنے والے ہو جائیں۔ ہمارے لئے یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ یہ کائنات اور مظاہر کائنات جو اس کی صناعیوں اور صورت گری کے اعلیٰ ترین نمونے میں آخر ہیں کیا۔

Marfat.com

کائنات اور اس کی بیکراں وسعتوں میں رات دن کی گردش کرتے یہ اجرام فلکی کیا حقیقت رکھتے ہیں۔؟ ان کی تخلیق کا مقصد کیا ہے۔؟ جب کہ ان کی تخلیق کے بارے میں یہ ارشاد ہوتا ہے:

((لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ))

(سورۃ نمبر ۴۰، آیت نمبر ۵۷)

”آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کے پیدا کرنے کی نسبت مشکل کام ہے۔“

تخلیق کائنات:

(The Big Bang)

ماہرینِ فلکیات تخلیق کائنات کی وضاحت ایک مقبول نظریے ”بگ بینگ“ سے کرتے ہیں۔ ماہرینِ فلکیات (Astrophysicists) اور فلکی سائنس دانوں (Astronomers) کا سالہا سال کے مشاہدات اور تجربات سے جمع کردہ ڈیٹا بھی اس نظریہ (بگ بینگ) کی تائید کرتا ہے۔ بگ بینگ کے مطابق تمام کائنات شروع میں ایک بڑی کمیت (Primary Nebula) تھی پھر (ذوسری بگ بینگ علیحدہ) ہوئی، جس کی وجہ سے کہکشاؤں (Galaxies) نے جنم لیا، پھر یہ کہکشائیں ستاروں، سیاروں، سورج اور چاند کی صورت میں تقسیم ہوگئیں۔ کائنات کی ابتداء بالکل اچھوتی تھی اور اس کا اتفاقیہ یا خود بخود بن جانا کوئی ممکن بات نہیں۔ کائنات کی ابتداء سے متعلق مندرجہ ذیل آیت ہمیں بتاتی ہے:

((اولم یر الذین کفروا ان السموت والارض کانتا رتقا ففتقنهما))

(القرآن المجید، پارہ نمبر 17، سورۃ نمبر 21 (الانبیاء)، آیت نمبر 30)

”کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ بیشک آسمان اور زمین دونوں آپس میں یک جان تھے تو ہم نے انہیں جدا جدا کر دیا۔؟“

کسی بھی اہل علم کا اس قرآنی آیت اور بگ بینگ کے نظریے کے درمیان ہم آہنگی سے انکار کرنا ناممکن ہے۔ ایک کتاب جو کہ چودہ سو ستائیس سال سے بھی زیادہ عرصہ پہلے عرب میں نمودار ہوئی اس عمیق سائنسی حقیقت کی حامل کیسے ہوسکتی ہے۔؟

فلکیاتی مادہ بصورتِ دھواں:

سائنسدانوں کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ کہکشاؤں (Galaxies) کے وجود میں آنے سے پہلے فلکیاتی مادہ ”گیس“ کی صورت میں تھا۔ مختصر یہ کہ گیس کے مرغولے یا بادل کہکشاؤں (Galaxies) کی تخلیق سے پہلے موجود تھے۔ اس فلکیاتی مادہ کے لئے دھوئیں کا لفظ گیس کی بہ نسبت زیادہ موزوں ہے۔ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت کائنات کی اس حالت کی طرف ”دخان“ کے لفظ کے ذریعے اشارہ کرتی ہے، جس کے معنی دھواں کے ہیں۔

Marfat.com

قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے:

(ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 24، سورۃ نمبر 41 (حم السجدۃ)، آیت نمبر 11)

''پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں تھا۔ پس اس نے آسمان اور زمین سے کہا کہ تم دونوں اطاعت کرو خوشی سے یا ناخوش ہوکر۔ ان دونوں نے کہا: ہم رغبت کے ساتھ حاضر ہیں۔''

دوبارہ یہ حقائق ''بگ بینگ'' کے منطقی نتیجے پر مشتمل ہیں اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھے۔ پھر اس علم کا ماخذ کیا ہو سکتا ہے۔؟

زمین انڈے کی شکل میں:

(Shape of the Earth is Spherical)

پرانے وقتوں میں لوگ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ زمین چپٹی (Flat) ہے۔ صدیوں تک انسان دور کسی مہم پر جانے سے ڈرتا رہا کہ کہیں وہ کنارے سے گر نہ جائے۔ سر فرانس ڈریک وہ پہلا شخص تھا جس نے 1597ء میں بحری سفر کرنے کے بعد یہ ثابت کیا کہ زمین بیضوی (انڈے جیسی) ہے۔ قرآن کی آیت ملاحظہ ہو جو کہ دن اور رات کی تبدیلی یاد دلاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((الم تر ان اللہ یولج اللیل فی النھار ویولج النھار فی اللیل))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 21، سورۃ نمبر 31 (لقمان)، آیت نمبر 29)

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ رات کو دن میں داخل فرماتا ہے اور دن کو رات میں۔''

اس آیت کریمہ میں داخل کرنے سے مراد ہے کہ رات آہستہ آہستہ اور بتدریج دن میں بدلتی ہے اور دن بتدریج اور آہستہ آہستہ رات میں۔ یہ عمل صرف اور صرف اس صورت میں ممکن ہے اگر زمین بیضوی ہو۔ اگر زمین چپٹی ہوتی تو رات اور دن کی تبدیلی فوراً واقع ہو جاتی۔

مندرجہ ذیل آیت بھی زمین کے بیضوی ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ مالک کون ومکاں کا ارشاد ہے:

((خلق السموت والارض بالحق یکور اللیل علی النھار ویکور النھار علی اللیل))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 23، سورۃ نمبر 39 (الزمر)، آیت نمبر 5)

''اسی اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا، وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر۔''

یہاں صیغہ ''یکور'' بابِ تفعیل سے استعمال کیا گیا ہے، جس کے معنی لپیٹ لینے کے ہیں، جیسا کہ پگڑی کو سر کے گرد لپیٹا جاتا ہے۔ دن اور رات کے لپیٹنے کا عمل صرف اور صرف اس صورت میں ممکن ہے جب زمین بیضوی ہو۔

Marfat.com

زمین بالکل گیند کی طرح گول نہیں بلکہ ارضی بیضوی ہے یعنی کہ یہ قطبین پر چپٹی ہے۔مندرجہ ذیل آیت زمین کی شکل کی وضاحت کرتی ہے۔ارشاد ہے:

((والارض بعد ذلك دحها))

(القرآن المجید، پارہ نمبر 30، سورۃ نمبر 79 (النزعت)، آیت نمبر 30)

''اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔''

یہاں انڈے کے لئے استعمال کیا جانے والا عربی لفظ ''دحھا'' ہے جس کا مطلب ہے شترمرغ کا انڈہ۔شترمرغ کا انڈہ زمین کی شکل سے مماثلت رکھتا ہے۔لہٰذا قرآن کریم مکمل درستگی سے زمین کی شکل کی وضاحت کرتا ہے، حالانکہ اس وقت جب قرآن اتارا گیا یہ خیال کیا جاتا تھا کہ زمین چپٹی (Flat) ہے۔

چاند کی روشنی منعکس شدہ ہے:

(Moonlight is Reflected Light)

پہلے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ چاند کی روشنی اپنی ہے۔سائنس ہمیں یہ بتاتی ہے کہ چاند کی روشنی منعکس شدہ ہے۔بہر حال یہ حقیقت آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن میں بیان کی گئی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((تبرك الذی جعل فی السمآء بروجاً و جعل فیها سراجاً و قمرًا منیرًا))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 19، سورۃ نمبر 25 (الفرقان)، آیت نمبر 61)

''بابرکت ہے وہ ذات جس نے آسمانوں میں برج بنائے اور ان میں سورج اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔''

جس طرح سورج کو عربی میں ''شمس'' کہتے ہیں اسی طرح اسے ''سراج'' بھی کہا جاتا ہے، جس کے معنی مشعل (Torch) کے ہیں۔بعض مواقع پر آفتاب کو ''وھاج'' یعنی جلتا ہوا چراغ بھی کہا گیا ہے۔یہ تمام سورج کے لئے مناسب ہیں کیونکہ سورج احتراق کے عمل کی بدولت روشنی اور حرارت مہیا کرتا ہے۔جبکہ عربی میں چاند کو ''قمر'' کہتے ہیں اور اسے قرآن کریم میں ''منیر'' کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے یعنی کہ وہ جسم جو کہ منعکس شدہ روشنی دیتا ہو۔یہاں پھر قرآنی وضاحت چاند کی اصل ماہیت سے میل کھاتی ہے، جو کہ خود روشنی نہیں دیتا بلکہ محض سورج کی روشنی کو منعکس کرتا ہے۔قرآن کریم میں کسی بھی جگہ چاند کو سراج، مشعل، دیا یا وہاج نہیں کہا گیا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن سورج اور چاند کی روشنیوں کی نوعیت میں فرق روا رکھتا ہے۔مندرجہ ذیل آیت سورج اور چاند کی روشنی کے مابین تعلق کو واضح کرتی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

((هو الذی جعل الشمس ضیاء و القمر نوراً))

(القرآن المجید، پارہ نمبر 11، سورۃ نمبر 10 (یونس)، آیت نمبر 10)

''اللہ وہ ہے جس نے آفتاب کو گرم روشنی بنایا اور چاند کو ٹھنڈی روشنی۔''

Marfat.com

((الم تروا کیف خلق اللہ سبع سموت طباقاً وجعل القمر فیھن نوراً وجعل الشمس سراجاً))

(القرآن المجید، پارہ نمبر 29، سورۃ نمبر 71 (نوح)، آیت نمبر 15-16)

"کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اوپر تلے پیدا فرمائے o اور ان میں چاند کو نور بنایا اور اس نے سورج کو چراغ بنایا۔"

لہٰذا قرآن کریم اور عصری سائنس سورج اور چاندی کی رشنی کے فرق پر مکمل طور پر متفق ہے۔

گردشِ سورج:

(The Sun Rotates)

عرصہ دراز تک یورپی فلاسفر اور سائنسدان یہ بات تسلیم کرتے رہے کہ زمین کائنات کے مرکز میں واقع ہے اور ساکت ہے اور باقی تمام اجسام بشمول سورج اس کے گرد گھومتے ہیں۔ مغرب میں زمین کے مرکز ہونے کا نظریہ (geocentric theory) دوسری صدی قبل از مسیح "بطلیموس" (Ptolemy) کے زمانے سے رائج تھا۔ 1512ء میں "نکولس کوپرنیکس" آگے بڑھا اور اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ زمین کے بجائے سورج نظام شمسی کا مرکز ہے اور باقی تمام سیارے بشمول زمین اس کے گرد گھوم رہے ہیں۔

1609ء میں جرمن نژاد سائنسدان "جوہانس کپلر" کی (Astronomia Nova) نامی کتاب شائع ہوئی۔ جس میں یہ بات بتائی گئی کہ نہ صرف تمام سیارے بیضوی مدار میں سورج کے گرد گھومتے ہیں بلکہ وہ اپنے محور کے گرد بھی غیر متوازن رفتار کے ساتھ گھومتے ہیں۔ اس علم کی بدولت یورپی سائنسدانوں کے لئے یہ ممکن ہوا کہ وہ نظام شمسی کی اصل ماہیت کو جان سکیں اور دن رات کی ترتیب سے آگہی حاصل کر سکیں۔ ان دریافتوں کے بعد یہ خیال کیا جانے لگا کہ سورج ساکن ہے اور زمین کی طرح اپنے محور پر حرکت نہیں کرتا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں یہ غلط مفروضہ اپنے اسکول کے ایام میں پڑھتا آیا ہوں۔ اس بارے میں قرآن کیا کہتا ہے:

((وھو الذی خلق اللیل والنہار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 17، سورۃ نمبر 21 (الانبیاء)، آیت نمبر 33)

"اور اللہ وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا۔ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔"

مابعد والی آیت میں مذکور صیغہ فعل مضارع "یسبحون" سبح سے بنا ہے۔ یہ اپنے معنی میں کسی متحرک جسم سے اخذ کردہ حرکت کا تصور رکھتا ہے۔ اگر اس کو زمین پر کھڑے کسی آدمی کیلئے استعمال کیا جائے تو اس کا معنی یہ نہیں ہوگا کہ وہ تیر رہا ہے یا لڑھک رہا ہے، بلکہ یہ بتائے گا کہ وہ چل یا دوڑ رہا ہے۔ اگر اس کا استعمال پانی میں موجود کسی شخصیت کیلئے

Marfat.com

کیا جائے تو اس کا معنی یہ نہیں ہوگا کہ وہ بہہ رہا ہے بلکہ یہ توضیح کرے گا اس معنی کی کہ وہ آدمی تیر رہا ہے۔

بہر حال اگر ''یسبح'' کسی فلکی جسم کیلئے استعمال کیا جائے یعنی سورج اور چاند وغیرہ کے لیے تو اس کا معنی محض یہ نہیں ہوگا کہ ''وہ خلا میں حرکت کر رہا ہے۔'' بلکہ اس کا یہ مطلب بھی ہوگا کہ وہ خلا میں حرکت کے ساتھ ساتھ اپنے محور پر بھی گردش کر رہا ہے۔ عصر حاضر میں زیادہ تر سائنس کی درسی کتب میں اب اس حقیقت کو نصاب میں شامل کر لیا گیا ہے کہ سورج اپنے محور کے گرد گھومتا ہے۔ سورج کی اپنی محور کے گرد گردش کو ایسے ساز و سامان کی مدد سے ثابت کیا جا سکتا ہے جو سورج کے عکس و میز کو سطح پر ڈال سکتا ہو۔ اس طرح ہر آدمی وہ جو آنکھوں سے محروم نہیں ہے سورج کے عکس کو بآسانی دیکھ سکتا ہے۔ علماء سائنس یہ جانتے ہیں کہ سورج میں دھبے ہیں جو کہ پچیس دنوں میں اپنا چکر مکمل کرتے ہیں یعنی کہ سورج تقریباً پچیس دنوں میں اپنے محور کے گرد چکر کی تکمیل کر لیتا ہے۔ سورج خلا میں ایک اندازے کے مطابق دو سو چالیس کلومیٹر فی سیکنڈ کی تیز ترین رفتار سے سفر کرتا رہتا ہے اور تقریباً دو سو ملین سالوں میں ہماری کہکشاں کے گرد چکر مکمل کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر ولا الليل سابق النهار و كل فى فلك يسبحون))

(القرآن المجید، پارہ نمبر 23، سورۃ نمبر 36 (یٰسین)، آیت نمبر 40)

''سورج کی یہ مجال نہیں کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔''

مذکورہ آیت ایک حقیقتِ ثابتہ کو سامنے لاتی ہے جو کہ صرف کچھ عرصہ پہلے جدید فلکیات کے مطالعے سے سامنے آئی۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ ''سورج اور چاند کے الگ الگ خاص مدار ہیں اور خلا میں ان کا سفر بھی مخصوص راستوں پر ہے۔

(القرآن المجید، پارہ نمبر 23، سورۃ نمبر (یٰسین)، آیت نمبر 40)

جس طرف سورج اپنے نظامِ شمسی سمیت سفر کر رہا ہے جدید فلکیات نے وہ مخصوص راہ ڈھونڈ نکالی ہے۔ اس کو Solar Apex کے نام سے جانا جاتا ہے۔ حقیقت مسلمہ ہے کہ پورا نظام شمسی خلا میں اس سمت رواں دواں ہے جو کہ Constellaction of Hercules میں واقع ہے۔ جس کا اصل اور مخصوص مقام عصر حاضر میں معلوم کر لیا گیا ہے۔

چاند اپنے محور کے گرد چکر مکمل کرنے میں اتنا وقت صرف کرتا ہے جتنا وقت وہ زمین کے گرد چکر لگانے میں صرف کرتا ہے۔ چاند تقریباً ساڑھے انتیس دن میں اپنے مدار کے گرد ایک چکر تکمیل کرتا ہے۔ کوئی بھی انسان آیات قرآنیہ کی اس درست سائنسی توجیہات پر حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کیا ہمیں اس سوال میں غور نہیں کرنا چاہیے کہ قرآن میں بیان کیے گئے علم کا ماخذ کیا ہے۔؟

Marfat.com

سورج کی تباہی:

(TheSun Will Extinguish)

جدید سائنس کے مطابق آفتاب کی روشنی کا وجود اس کیمیاوی عمل کی وجہ سے ہے جو کہ گزشتہ پانچ ارب سالوں سے سورج میں مسلسل ہو رہا ہے۔ یہ کیمیاوی عمل کسی بھی وقت دم توڑ سکتا ہے جس کے ختم ہوتے ہی سورج کی روشنی بھی ختم ہو جائے گی اور جب سورج بجھ جائے گا تو زمین پر زندگی کو مٹا ڈالے گا۔ قرآن سورج کے فانی ہونے کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے کہتا ہے:

((والشمس تجری لمستقر لهاذلك تقدیر العزیز العلیم))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 23، سورۃ نمبر 36 (یٰسین)، آیت نمبر 38)

''اور سورج اپنے مقررہ راہ پر چل رہا ہے یہ مقرر کردہ ہے غالب و دانائی والے کا۔''

مذکورہ حقیقت کو قرآن مجید کی سورۃ رعد آیت نمبر 2، سورۃ فاطر آیت نمبر 13، سورۃ الزمر آیت نمبر 5 اور سورۃ الزمر آیت نمبر 21 میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ یہاں استعمال کیا گیا عربی لفظ ''مستقر'' ہے جس کا معنی ہے ''ایک مقررہ جگہ یا وقت۔'' بہر حال قرآن مجید فرماتا ہے کہ سورج ایک مقررہ سمت میں رواں دواں ہے اور سورج ایسا پہلے سے مقرر کردہ وقت تک کرتا رہے گا یہاں تک کہ ختم نہیں ہو جاتا یا بجھ نہیں جاتا۔

بین النجوم مادہ:

(Insterstellar Matter)

عصر گزشتہ میں یہ خیال عام تھا کہ منظم فلکیاتی نظام کے باہر صرف خلا (Vaccum) ہے۔ پھر فلکی طبیعات کے ماہرین اپنی انتھک کوششوں سے بعد ازاں اس درمیانی خلا میں ''مادے کے پل'' دریافت میں کامیاب ہو گئے۔ مادے کے یہ پل ''پلازما'' کہلاتے ہیں اور یہ مکمل (Ionized) گیس پر مشتمل ہیں جن میں کہ Electrons اور Protons کی تعداد یکساں ہے۔ پلازما کو بعض اوقات مادے کی (تین دوسری حالتوں یعنی Solid, Liqued, Gas کے علاوہ) چوتھی حالت تصور کیا جاتا ہے۔

کتاب اللہ (قرآن مجید) اس آیت میں ستاروں کے درمیان موجود مادے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتی ہے:

((الذی خلق السموت والا رض وما بینهما))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 19، سورۃ نمبر 25 (الفرقان)، آیت نمبر 59)

''اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اس کو بھی پیدا کیا جو ان دونوں کے درمیان ہے۔''

کسی بھی ذی عقل آدمی کے لیے یہ بات ضرور قابل تعجب ہوگی کہ آج سے سوا چودہ سو سال قبل کسی کو اس بین النجوم

Marfat.com

فلکیاتی مادے سے آگاہی حاصل رہی ہوگی۔

پھیلتی ہوئی کائنات:

(The Expanding Universe)

1925ء میں امریکی ماہر فلکیات Edwin Hubble نے اس بات کا مشاہداتی ثبوت مہیا کیا کہ کہکشاؤں کے درمیان فاصلہ بڑھتا جا رہا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ کائنات پھیل رہی ہے۔ کائنات کا پھیلنا عصر حاضر میں ایک واضح ترین سائنسی حقیقت ہے اور یہی وہ بات ہے جو کائنات کی کیفیت کے بارے میں قرآن مجید بیان کرتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((والسمآء بنینھا باید وانا لموسعون))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 27، سورۃ نمبر 51 (الذریت)، آیت نمبر 47)

''اور ہم نے آسمان کو قوت کے ساتھ بنایا اور بیشک ہم ہی اسے وسیع کر رہے ہیں۔''

''موسعون'' کا درست ترجمہ ''پھیلا رہے ہیں'' ہی بنتا ہے اور یقیناً یہ پھیلتی ہوئی کائنات کی طرف اشارہ ہے۔

ماہر فلکیات اور عظیم سائنسدان ''سٹیفن ہاکنگ'' اپنی کتاب "A Brief History of Time" میں کہتا ہے:

''یہ دریافت کہ کائنات پھیل رہی ہے، یہ بیسویں صدی میں ایک عظیم ذہنی انقلاب تھا۔''

کتاب اللہ (قرآن مجید) کائنات کے پھیلاؤ کے عمل کو اس وقت بیان کر رہا ہے جب انسان نے دوربین بھی ایجاد نہ کی تھی۔

کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ قرآن میں موجود فلکیاتی حقائق (Astromical Facts) حیران کن نہیں کیونکہ عرب فلکیات میں کافی ماہر تھے۔ وہ عربوں کے فلکیات میں ماہر ہونے کی حد تک صحیح ہیں لیکن وہ اس بات کو محسوس کرنے میں ناکام رہے ہیں کہ عربوں کے فلکیات میں ترقی کرنے سے صدیوں پہلے قرآن نازل ہو چکا تھا۔ اس کے علاوہ اوپر بیان کیے گئے سائنسی حقائق مثلاً: ''بگ بینگ کا نظریہ'' یہ عربوں کو معلوم نہ تھا حالانکہ وہ اس وقت سائنسی ترقی کے عروج پر تھے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن میں بیان کیے گئے حقائق قطعاً عربوں کے فلکیات میں ترقی یافتہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہیں۔ حقیقت میں اس کا الٹ درست ہے، یعنی کہ انہوں نے فلکیات میں ترقی کی کیونکہ نجوم و فلکیات کو قرآن میں اہم مقام حاصل ہے۔

ایٹموں کی تقسیم:

(Atoms can be Divided):

عصر سابقہ میں ''ایٹم کی تھیوری'' نے بڑی شہرت حاصل کی اور ہر جگہ و ملک میں مقبول عام ہوئی۔ یہ نظریہ اصل

Marfat.com

میں یونانیوں نے پیش کیا تھا۔ Democrites اس تھیوری کو پیش کرنے والا تھا جو تئیس (23) صدیاں پہلے گزرا ہے۔ Democrities اور وہ لوگ جو اس کے بعد آئے انہوں نے یہ مفروضہ قائم کر لیا تھا کہ مادے کی سب سے چھوٹی اکائی (یونٹ) ایٹم ہے۔ عرب بھی اس خیال سے متفق رہے۔

عربی لفظ ''ذرہ'' کا مشہور اور عام فہم مطلب ''ایٹم'' ہی ہے۔ حال ہی میں عصری سائنسی تحقیق سے یہ بات دریافت کی گئی ہے کہ ایٹم کو بھی توڑا جا سکتا ہے، یعنی کہ بیسویں صدی عیسوی میں آ کر یہ ثابت ہوا کہ ایٹم کو بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ چودہ سو پچیس سال (1425) سال قبل عربوں کے لئے یہ نظریہ کافی عجیب وغریب تھا۔ ان کیلئے ذرہ وہ حد بندی تھی جس سے آگے کی رسائی ممکن نہ تھی۔

کتاب اللہ کی ایک آیت سابقہ عربوں اور یونانیوں کے اس مفروضے کی نفی کرتی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

((وقال الذین کفروا لا تاتینا الساعة قل بلی وربی لتا تینکم علم الغیب لا یغرب عنه مثقال ذرة فی السموات ولا فی الارض ولا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتب مبین))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 22، سورۃ نمبر 34 (سبا)، آیت نمبر 3)

''اور کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہیں آئے گی، اے محبوب! آپ فرما دیں ہاں! میرے رب کی قسم! وہ قیامت تم پر ضرور آئے گی اور وہ غیب کا جاننے والا ہے، اس سے ایک ذرہ کے برابر چیز بھی پوشیدہ نہیں، آسمانوں میں اور نہ زمین میں، اور نہ چھوٹا اس سے اور نہ بڑا مگر (سب کچھ) روشن کتاب میں ہے۔''

یہی بات قرآن مجید کی سورۃ یونس آیت نمبر 61 میں بھی موجود ہے۔ مذکورہ بالا آیت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اللہ کا علم چھپی ہوئی، ظاہری بلکہ ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے چاہے وہ چیز ایٹم سے بڑی ہو یا چھوٹی۔ لہٰذا یہ آیت واضح طور پر یہ بتاتی ہے کہ یہ ممکن ہے کہ ایٹم سے چھوٹی بھی کوئی چیز ہو، حالانکہ یہ حقیقت سائنس کو عصر حاضر میں معلوم ہوئی لیکن قرآن یہ حقیقت چودہ سو پچیس سال پہلے بیان کر رہا ہے۔

آبی چکر:

(Water Cycle)

1580ء میں Bernard Palissy وہ پہلا شخص تھا جس نے موجودہ آبی چکر (Water Cycle) کا تصور پیش کیا۔ اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ کیسے سمندر وغیرہ کا پانی بخارات میں تبدیل ہوتا ہے اور ٹھنڈا ہو کر بادلوں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ بادل جہاں سے بنتے ہیں وہاں سے خشکی کی طرف رواں ہوتے ہیں۔ یہ پانی ندیوں اور جھیلوں کی صورت میں اکٹھا ہوتا ہے اور پھر واپس سمندروں میں جا گرتا ہے۔ اس طرح یہ آبی چکر (Water Cycle) مسلسل جاری رہتا ہے۔ ساتویں صدی قبل از مسیح یونانی فلسفی Thales کا یہ کہنا تھا کہ سمندروں کی سطح پر موجود پھوار کو

Marfat.com

آندھیاں زمین پر لا پھینکتی ہیں اور اس طرح بارش ہوتی ہے۔

عہد سابقہ میں لوگ زمین کے اندر پانی کے منبع سے ناواقف تھے۔ان کا یہی خیال تھا کہ سمندروں کا پانی براعظم کے اندرونی حصوں پر آندھی کے تھپیڑوں کے ذریعے پہنچتا ہے۔ان کا یہ بھی نظریہ تھا کہ پانی ایک خفیہ راستے سے یا کہ تحت الثریٰ سے آتا ہے۔سمندر سے منسلک یہ تصوراتی راستہ افلاطون کے زمانے سے (Tartorus) کے نام سے جانا جاتا تھا۔حتیٰ کہ اٹھارویں صدی عیسوی کا ایک عظیم فلاسفر Descartes بھی انہی خیالات کا حامل تھا۔ارسطو کا نظریہ تو انیسویں صدی عیسوی تک مسلمہ رہا۔وہ نظریہ یہ تھا کہ پانی پہاڑوں کے ٹھنڈے غاروں میں تکثیف (Condensation) کے عمل سے گزرتا ہے اور زمین کے نیچے جھیلیں بناتا ہے جو کہ بعد میں چشموں کی صورت میں ابھرتی ہیں۔“

اب ہم جان چکے ہیں کہ بارش کا وہ پانی جو دراڑوں اور مساموں سے رینگ کر زمین کے نیچے پہنچتا ہے وہ اس کا باعث بنتا ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((الم تران الله انزل من السمآء مآء فسلكه ينا بيع فى الارض ثم يخرج به ذرعاً مختلفاً الوانه))

(القرآن المجید، پارہ نمبر 23، سورۃ نمبر 39 (الزمر)، آیت نمبر 21)

”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے پانی نازل کیا آسمانوں سے پھر اسے چشمے (بنا کر) زمین میں چلایا، پھر وہی اللہ اس سے مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے۔“

اور فرمایا:

((وينزل من السمآء مآء فيحى به الارض بعد موتها ان فى ذلك لايت لقوم يعقلون))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 21، سورۃ نمبر 30 (روم)، آیت نمبر 24)

”اور وہی نازل کرتا ہے آسمان سے پانی، پھر پانی سے زمین کو زندہ کرتا ہے اس کے مرنے کے بعد، بیشک اس میں نشانیاں ہیں عقل والی قوم کے لیے۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وانزلنا من السمآء مآء بقدر فاسكنه فى الارض وانا على ذهاب به لقدرون))

(القرآن المجید، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 23 (المومنون)، آیت نمبر 18)

”اور ہم ہی نے آسمان سے پانی نازل کیا ایک مقررہ اندازہ کے ساتھ، پھر ہم نے اس کو زمین میں ٹھہرا دیا اور بیشک ہم اس کو لے جانے (ختم کر دینے) پر (بھی) قادر ہیں۔“

یقیناً قرآن مجید کے علاوہ کوئی اور کتاب آپ کو نہیں ملے گی جو آج سے چودہ سو تیس سال قبل واٹر سائیکل کی مکمل

Marfat.com

وضاحت کرتی ہو۔

عملِ تبخیر:

:(Evaporation)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((والسمآء ذات الرجع))

''آسمان کی قسم! جو مینہ (پانی) برساتا ہے۔''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 30، سورۃ نمبر 86 (الطارق)، آیت نمبر 11)

ہوائیں بادلوں کو بار آور کرتی ہیں:

:(Winds Impregnate Clouds)

ارشاد ربانی ہے:

((وارسلنا الریح لواقح فانزلنا من السمآء مآء فاسقینکموہ))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 14، سورۃ نمبر 15 (الحجر)، آیت نمبر 22)

''اور ہم ہی نے تو ہوائیں بھیجیں (پانی سے) بھری ہوائیں، پھر ہم ہی نے تو آسمان سے پانی نازل کیا پھر وہ ہم نے تمہیں پلایا۔''

یہاں ''لواقح''، ''لقح'' کی جمع ہے اور لاقحہ سے مشتق (بنا ہوا) ہے جس کے معنی بار آور کرنے کے ہیں۔ آیت میں بیان کی مناسبت کے لحاظ سے اس بار آور کرنے سے مراد یہ ہے کہ ہوائیں بادلوں کو دھکیلتی ہوئی تکثیف (Condensation) کے عمل کو بڑھاتی ہیں اور تکثیف کا عمل گرج، چمک اور آخر کار بارش کا موجب بنتا ہے۔ یہی بیان ہمیں قرآن پاک کی اس آیت سے بھی ملتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

((الم تران اللہ یزجی سحابا ثم یولف بینہ ثم یجعلہ رکاما فتری الودق یخرج من خللہ وینزل من السمآء من جبال فیھا من برد فیصیب بہ من یشآء ویصرفہ عن من یشآء یکاد سنا برقہ یذھب بالابصار))

(القرآن المجید، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 24 (النور)، آیت نمبر 43)

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو چلاتا ہے پھر انہیں آپس میں ملاتا ہے پھر وہ انہیں تہہ بہ تہہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ان کے درمیان سے بارش نکلتی ہے اور وہ آسمانوں (میں جو اولوں کے) پہاڑ ہیں ان سے اتارتا ہے اولے۔ پھر وہ جس پر چاہے اسے ڈال دیتا ہے، اور جس سے چاہے وہ اسے پھیر دیتا ہے، قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں (کی دیکھنے کی قوت کو) لے جائے۔''

Marfat.com

مزید برآں ایک اور ارشاد ربانی سنیئے:

((اللہ الذی یرسل الریح فتثیر سحابا فیبسطہ فی السمآ کیف یشآء ویجعلہ کسفا فتری الودق یخرج من خللہ فاذا اصاب بہ من یشآء من عبادۃ ھم یستبشرون))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 21، سورۃ نمبر 30 (روم)، آیت نمبر 48)

''اللہ وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے تو وہ بادلوں کو ابھارتی ہیں پھر وہ بادلوں کو پھیلاتا ہے آسمان میں جیسے وہ چاہتا ہے اور وہ بنا دیتا ہے بادل کو ٹکڑے ٹکڑے، پھر تو دیکھے کہ اس سے مینہ نکلتا ہے، پھر وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وہ پہنچا دیتا ہے، تو وہ اچانک خوشیاں منانے لگتے ہیں۔''

((وھو الذی یرسل الریح بشرا بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقنہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات کذلك نخرج الموتی لعلکم تذکرون))

''اللہ وہی ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے اپنی رحمت (بارش) سے پہلے حتیٰ کہ جب وہ بھاری بادل اٹھا لائیں تو ہم نے انہیں کسی مردہ شہر کی طرف ہانک دیا پھر اس سے پانی نازل کیا پھر ہم نے نکالے اس سے ہر قسم کے پھل، اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے تا کہ تم غور کرو۔''

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 8، سورۃ نمبر 7 (الاعراف)، آیت 57)

((انزل من السمآء ماء فسالت اودیة بقدر ھا فاحتمل السیل زبدا رابیا))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 13، سورۃ نمبر 13 (الرعد)، آیت نمبر 17)

''اسی اللہ نے آسمانوں سے پانی اتارا، پس بہہ پڑے ندی نالے اپنے اپنے انداز سے، پھر اٹھایا (اوپر لے آیا) نالہ پھولا ہوا جھاگ۔''

((وھو الذین ارسل الریح بشرا بین یدی رحمتہ وانزلنا من السمآء ماء طھورا ینحی بہ بلدۃ میتا و نسقیہ مما خلقنا انعاما و اناسی کثیرا))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 25 (الفرقان)، آیت 48-49)

''اور اللہ وہی ہے جس نے اپنی رحمت (بارش) کے آگے ہوائیں خوشخبری (کے لیے) بھیجیں اور ہم نے آسمان سے پاک پانی نازل کیا تا کہ ہم اس سے مردہ شہر کو زندہ کر دیں اور ہم اس سے پلائیں ان کو جو ہم نے پیدا کئے ہیں کثیر چوپائے اور آدمی۔''

((واللہ الذی ارسل الریح فتثیر سحابا فسقنہ الی بلد میت فاحیینا بہ

Marfat.com

الارض بعد موتها كذلك النشور))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 22، سورۃ نمبر 35 (فاطر)، آیت نمبر 9)

''اور اللہ وہی ہے جس نے بھیجا ہواؤں کو پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں، پھر ہم اس کو مردہ شہر کی طرف لے گئے، پھر ہم نے اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا اسی طرح (مردوں کو روز حشر) جی اٹھنا ہے۔''

((وجعلنا فيها جنت من نخيل و اعناب و فجرنا فيها من العيون))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 22، سورۃ نمبر 36 (یٰسین)، آیت نمبر 34)

''اور ہم نے زمین میں باغات بنائے کھجور اور انگور کے اور ہم نے ہی تو زمین میں چشمے جاری کیے۔''

((وما انزل الله من السمآء من رزق فاحيا به الارض بعد موتها و تصريف الريح ايت لقوم يعقلون))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 25، سورۃ نمبر 45 (الجاثیہ)، آیت نمبر 5)

''اور جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل کیا پانی، پھر اس سے زندہ کیا زمین کو اس کے مرنے (خشک ہونے) کے بعد اور ہواؤں کی گردش میں عقل والی قوم کے لیے نشانیاں ہیں۔''

((وانزلنا من السمآء مآء مبركا فانبتنا به جنت وحب الحصيد والنخل بسقت لها طلع نضيد رزقا للعباد و احيينا به بلدة ميتا كذلك الخروج))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 26، سورۃ نمبر 50 (ق)، آیت نمبر 9-10-11)

''اور ہم ہی نے آسمان سے برکت والا پانی نازل کیا، پھر ہم نے اس سے باغات اور کھیتی کا غلہ اور بلند و بالا کھجور کے درخت اگائے، جن کے خوشے تہ بہ ہیں، بندوں کے لیے بطور رزق اور ہم نے اس سے مردہ زمین کو زندہ کیا اسی طرح (قبر سے) نکلنا ہوگا۔''

((افرئيتم المآء الذى تشربون٥ ء انزلتموه من المزن ام نحن المنزلون٥ لو نشاء جعلنه اجا جا فلو لا تشكرون٥))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 27، سورۃ نمبر 56 (الواقعہ)، آیت 68-69-70)

''کیا تم دیکھتے ہو وہ پانی جو تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادل سے نازل کیا یا ہم نازل کرنے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو ہم اسے بدذائقہ کر دیں۔ پس تم کیوں شکر نہیں کرتے ٥؟''

پہاڑ زمین کی میخیں ہیں:

(Mountains are like Tent Pags):

Marfat.com

ارضیات میں بل پڑنے (Folding) کا عمل حال ہی میں دریافت ہوا ہے۔ بل پڑنے کی ہی وجہ سے پہاڑی سلسلے وجود میں آتے ہیں۔ زمین کی جس سطح پر ہم رہتے ہیں اسے زمین کی بالائی سطح کہتے ہیں۔ یہ ایک ٹھوس خول کی مانند ہے جبکہ اندرونی تہیں گرم مائع کی حالت میں ہیں۔ لہٰذا وہاں زندگی کا تصور کسی صورت ممکن نہیں۔ ماہرین ارضیات یہ بھی جانتے ہیں کہ پہاڑوں کا استحکام بل پڑنے کے عمل کی وجہ ہی سے ہے کیونکہ یہ بل ہی ہیں جو کہ پہاڑوں کو بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

ماہرین ارضیات کا کہنا ہے کہ زمین کا نصف قطر (Radius) تقریباً 6035 KM ہے اور قشر ارض (Crust) یعنی وہ سطح جس پر ہم رہتے ہیں بہت باریک ہے تقریباً 2 km to 35 km کے درمیان۔ یہ چونکہ (Crust) بہت پتلی ہے لہٰذا اس کے ڈگمگانے کے بہت زیادہ امکانات ہیں۔ پہاڑ ان مشکلات پر قابو پانے کیلئے خیموں کے کیل کی مثل ہیں یعنی یہ قشر ارض (Crust) کو سنبھالے ہوئے ہیں اور اسے استحکام دیتے ہیں۔

چنانچہ قرآن اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے کہتا ہے:

((الم نجعل الارض مهدا والجبال اوتادا))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 30، سورۃ نمبر 78 (النباء)، آیت نمبر 6-7)

''کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا۔؟ o''

آیت سابق میں ''اوتاد'' کا لفظ ہے جس کے معنی ایسی کیل یا میخ کے ہیں جیسی میخیں خیمہ کو نصب کرنے کیلئے استعمال کی جاتی ہیں یعنی یہ ارضیاتی تہوں کیلئے بنیاد کا کام کرتے ہیں۔

Earth کے عنوان سے بنیادی معلومات پر ارضیات کی کتاب دنیا کی بہت سی یونیورسٹیز میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کتاب کے مصنفین میں سے ایک ''ڈاکٹر فرینک پریس'' ہیں جو کہ امریکہ میں اکیڈمی آف سائنس کے 12 سال صدر رہے اور امریکہ کے سابق صدر جمی کارٹر کے سائنسی مشیر بھی تھے۔ اس کتاب میں وہ لکھتے ہیں:

''پہاڑ جو کلہاڑی کے پھل (Wedge Shape) کی طرح ہیں، ان کی جڑیں زمین میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں اور جو حصہ ہمیں نظر آتا ہے وہ اس کا بہت چھوٹا جز ہوتا ہے۔''

ڈاکٹر پریس کے بقول پہاڑ قشر ارض (Earth Crust) کی پائیداری اور اس کے استحکام میں نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

قرآن پاک واضح الفاظ میں پہاڑوں کے مقصد کو بیان کرتا ہے کہ وہ زمین کو لڑکھڑانے سے بچاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((وجعلنا فی الارض رواسی ان تمید بهم))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 17، سورۃ نمبر 21 (الانبیاء)، آیت نمبر 31)

''اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تا کہ زمین جھکے نہ۔''

Marfat.com

یہی حقیقت قرآن کریم کی سورۃ لقمان آیت نمبر 10 اور سورۃ النحل کی آیت نمبر 16 میں واضح کی گئی ہے۔
معلوم ہوا کہ قرآنی حقیقتیں جدید ارضیاتی مطالعوں سے مکمل میل کھاتی ہیں۔

پہاڑ مضبوطی کیساتھ جمے ہوئے ہیں:

(Mountain Firmly Fixed):

زمین کی سطح بہت سے ٹھوس ٹکروں کی صورت میں بکھری ہوئی ہے جو کہ کم وبیش 100 km کا حجم رکھتے ہیں۔ یہ تہیں (Aesthenesphere) نامی نیم پگھلے مادے پر تیرتی ہیں۔ پہاڑ ان ٹکروں کی حدود پر وجود میں آتے ہیں۔

قشر ارض سمندروں کے نیچے تقریباً 5 km موٹی ہے اور براعظمی علاقوں میں تقریباً 35km موٹی ہے اور 80km موٹی تہہ پہاڑی سلسلوں میں ہے۔ یہ وہ مضبوط بنیادیں ہیں جن پر پہاڑ مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔ قرآن مجید پہاڑوں کی مضبوط بنیادوں سے متعلق فرماتا ہے:

"والجبال ارسھاo"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 30، سورۃ نمبر 79 (النزعت)، آیت نمبر 32)

"اور پہاڑوں کا بوجھ اس پر رکھ دیا گیا۔"

اسی حقیقت کو قرآن مجید کی دوسری سورۃ الغاشیہ آیت نمبر 19 میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

بہر حال یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن اور جدید ارضیاتی دریافتوں کی آپس میں ناقابل یقین حد تک مماثلت ہے۔

میٹھے اور نمکین پانی کے درمیان حد بندی:

(Barrier between Seet and Salt Waters):

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"مرج البحرین یلتقینo بینھما برزخ لایبغینo"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 27، سورۃ نمبر 55 (الرحمٰن)، آیت نمبر 19-20)

"اسی اللہ نے دو دریا جاری کیے جو آپس میں ملتے ہیں۔ دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے۔o"

عربی میں "برزخ" کے معنی "آڑ، حد بندی یا علیحدگی" کے ہیں۔ یہ حد بندی بہر حال جسمانی اور ظاہری طور پر نہیں ہے۔ عربی لفظ "مرج" کا مطلب ہے کہ وہ دونوں آپس میں ملے ہوئے اور ہم آمیز ہیں۔ قدیم مفسرینِ قرآن پانی کے متعلق دو متضاد معنوں کی وضاحت سے قاصر تھے یہ کہ وہ چلتے ہیں اور مدغم بھی ہوتے ہیں اور ان کے درمیان ایک آڑ بھی قائم ہے۔ لیکن آج عصری سائنس تحقیق سے یہ بات سامنے آگئی کہ دو سمندر جہاں پر ملتے ہیں وہاں ان کے درمیان ایک حد بندی قائم رہتی ہے۔ یہ حد بندی دونوں سمندروں کو اپنا انفرادی درجۂ حرارت، کھاری پن اور کثافت

Marfat.com

(Density) قائم رکھنے میں معاونت فراہم کرتی ہے۔ ماہرینِ بحریات اب بہر طور اس آیت کی تشریح کر سکتے ہیں۔
جہاں بھی دو سمندر ایک دوسرے سے ملتے ہیں وہاں ہمیشہ ایک غیر مرئی ترچھی آڑ درمیان میں موجود رہتی ہے لیکن جب ایک سمندر کا پانی دوسرے سمندر میں داخل ہوتا ہے تو اپنی انفرادی خصوصیات کھو بیٹھتا ہے اور دوسرے پانی میں حل پذیر ہو جاتا ہے اور دوسری طرف کے پانی سے ہم رنگ ہو جاتا ہے۔ ایک طرح سے یہ آڑ دونوں پانیوں کیلئے بطور ہم آہنگ کرنے والے عبوری خطے کا کام کرتی ہے۔

یہ قدرتی عمل درج ذیل قرآنی آیات سے بھی واضح ہے جس میں ارشاد ربانی ہے:

"وجعل بین البحرین حاجزا"

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 20، سورۃ نمبر 27 (النمل)، آیت نمبر 61)

"اور اس نے دو دریاؤں کے درمیان آڑ (حد فاصل) بنائی۔"

یہی ترچھے اور میٹھے پانی والا مظہر مختلف جگہوں پر دیکھنے پر ملتا ہے جس میں جبرالٹر (جو جبل الطارق کے نام سے مشہور ہے) کے مقام پر بحیرۂ روم (Mediteranean Sea) اور بحر اوقیانوس (Atlantic Ocean) کے ملاپ کا مقام نمایاں ہے۔ ایک سفید پٹی جنوبی افریقہ کیپ ٹاؤن کے مقام پر بھی دیکھی جا سکتی ہے جہاں بحر اوقیانوس اور بحر ہند آپس میں ملتے ہیں لیکن جب قرآن پاک سادہ اور نمکین پانی کے تقسیم کے متعلق بولتا ہے تو وہ آڑ کے ساتھ ایک مانع رکاوٹ کی موجودگی کا بھی بیان کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

((وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج وجعل بینھما برزخا وحجرا محجورا))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 19، سورۃ نمبر 25 (الفرقان)، آیت نمبر 53)

"اور معبود وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا، ایک کا پانی شیریں ہے اور دوسرے کا کھاری اور دونوں کے درمیان پردہ اور مضبوط آڑ بنا دی۔"

عصری سائنس نے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ یہ وہ مقام ہے جہاں دریا سمندر میں گرتا ہے یعنی نمکین اور میٹھا پانی ملتا ہے وہ جگہ اس مقام سے یکسر مختلف ہے جہاں دو نمکین سمندروں کی لہریں آپس میں ملتی ہیں۔ سائنس یہ بھی دریافت کر چکی ہے کہ وہ مقامات جہاں پر دریا سمندروں میں گرتے ہیں، وہاں ایک خاص پکنو کلائن زون (Pycnocline Zone) پایا جاتا ہے۔ اس مقام پر پانی کی شوریت، تازہ اور نمکین پانی دونوں سے مختلف ہوتی ہے۔ اس بیریئر کا اپنا درجہ حرارت، نمکین پن اور انفرادی (Density) ہے۔

یہ مظہر کئی مقامات پر دیکھا گیا ہے جن میں سے اہم ترین مصر میں وہ مقام ہے جہاں دریائے نیل بحیرۂ روم میں گرتا ہے۔

قرآن مجید میں مذکور ان سائنسی مظاہر کی توثیق "ڈاکٹر ولیم ہیے" نے بھی کی ہے۔ وہ ایک مشہور بحری سائنسدان

Marfat.com

اور کولوریڈو یونیورسٹی میں ارضیاتی سائنس کے پروفیسر ہیں۔

سمندر کی گہرائی میں ظلمت:

(Darkness in Depths of Ocean):

پروفیسر ڈرگا راؤ (Durga Rao) علم ارض کے مشہور زمانہ ماہر ہیں اور شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ میں بھی پروفیسر تھے۔ان سے قرآن مجید کی ایک آیت کریمہ پر تبصرہ کرنے کیلئے کہا گیا۔وہ آیت کریمہ یہ ہے:

((او کظلمت فی بحر لجی یغشه موج من فوقه موج من فوقه سحاب بعضها فوق بعض اذا اخرج یده لم یکد یرها و من لم یجعل الله له نورا فما له من نور))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 18، سورۃ نمبر 24 (النور)، آیت نمبر 40)

"(یا ان کے اعمال ایسے ہیں) جیسے گہرے دریا میں اندھیرے، جنہیں موج ڈھانپ لیتی ہے، اس موج کے اوپر دوسری موج، اس کے اوپر بادل، اندھیرے میں ایک پر دوسرا، جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو توقع نہیں کہ اسے دیکھ سکے اور جس کیلئے اللہ نور نہ بنائے اس کیلئے کوئی نور نہیں۔"

اس آیت کا تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر راؤ نے کہا!

"سائنسدان اب جدید آلات کی مدد سے اس بات کی تصدیق کرنے کے قابل ہوئے ہیں کہ سمندر کی گہرائیوں میں تاریکی ہے۔انسان پانی کے اندر بغیر کسی مدد کے 20 سے 30 میٹر سے زیادہ گہرائی تک غوطہ نہیں لگا سکتا اور سمندر کی زیادہ گہرائی والی جگہ میں 200 میٹر سے زائد گہرائی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ مذکورہ بالا آیت تمام سمندروں کے بارے میں نہیں ہے کیونکہ تمام سمندروں کو اوپر تلے تہہ در تہہ بڑھتی ہوئی تاریکی کا حامل نہیں کہا جا سکتا۔یہ آیت خاص طور پر گہرے سمندر یا زیادہ گہرائی والے اور بھرے ہوئے سمندر کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے "وسیع گہرے سمندر میں تاریکی۔" گہرے سمندر کی یہ تاریکی دو وجوہات کی بنا پر ہے۔

وجہ اول: روشنی کی ایک لہر قوس وقزح میں نظر آنے والے سات رنگوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ یہ سات رنگ بنفشی (Violet)، بینگنی (Indigo)، نیلا (Blue)، سبز (Green)، پیلا (Yellow)، نارنجی (Orange) اور سرخ (Red) ہیں۔ جب روشنی کی شعاع پانی سے ٹکراتی ہے تو انعطاف (Refraction) کے عمل سے گزرتی ہے تو اوپر والا 10 سے 15 میٹر پانی سرخ رنگ کو جذب کر لیتا ہے اور اگر کوئی غوطہ خور 25 میٹر پانی کی گہرائی میں زخمی ہوتا ہے تو وہ اپنے خون کے سرخ رنگ کو نہیں دیکھ سکے گا کیونکہ سرخ رنگ اس گہرائی تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایسے ہی نارنجی رنگ کی شعاعیں 30 میٹر سے 50 میٹر تک جذب ہو جاتی ہیں اور پیلی اور تیز بنفشی شعاعیں 200 میٹر کے اوپر ہی جذب ہو جاتی ہیں۔ان رنگوں کے متواتر غائب ہو جانے سے سمندر تہہ در تہہ بتدریج تاریک سے تاریک تر ہوتا چلا جاتا ہے یعنی

Marfat.com

روشنی کی تہوں میں تاریکی واقع ہوجاتی ہے اور 1000 میٹر کی گہرائی سے نیچے مکمل تاریکی ہوتی ہے۔

(Oceans, Elder and Pernetta, Page: 27)

وجہ ثانی: سورج کی شعاعوں کو بادل جذب کر لیتے ہیں اور پھر ان شعاعوں کو بکھیرتے ہیں جو بادلوں کے نیچے تاریکی کی ایک تہہ کا باعث بنتا ہے۔ یہ تاریکی کی ابتدائی تہہ ہے۔ جب روشنی کی کرنیں سمندر کی سطح سے ٹکراتی ہیں تو لہروں کی سطح کو چمکدار بناتے ہوئے منعکس ہوجاتی ہیں لہٰذا یہ لہریں ہی ہیں جو روشنی کو منعکس کرتی ہیں اور تاریکی پیدا کرتی ہیں۔ منعکس نہ ہونے والی روشنی سمندر کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے۔ لہٰذا سمندر کے دو حصے ہوتے ہیں، روشنی اور حرارت والی سطح اور تاریکی سے ملی ہوئی گہرائی۔ سمندر کی سطح لہروں کی وجہ سے سمندر کے گہرے حصے سے مزید جدا ہوئی ہوتی ہے۔

اندرونی لہریں سمندروں اور ابحار کے گہرے پانیوں کو ڈھانپتی ہیں کیونکہ گہرے پانی اپنے اوپر کے پانی کی نسبت زیادہ کثافت رکھتے ہیں۔ تاریکی اندرکی لہروں سے نیچے شروع ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ سمندر کی گہرائیوں میں مچھلیاں نہیں دیکھ سکتیں ان کے اپنے جسموں کی روشنی ہی ان کی روشنی کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔

قرآن پاک اس کو مناسب انداز میں بیان کرتا ہے:

''تاریکی وسیع سمندر کی گہرائی میں اوپر تلے کی موجوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔''

دوسرے الفاظ میں یوں سمجھئے کہ ان لہروں کے اوپر کئی قسم کی لہریں ہیں، یہ وہ لہریں جو سطح سمندر پر پائی جاتی ہیں۔ قرآنی آیات میں آگے فرمایا گیا ہے:

''تاریک بادلوں سے ڈھکی ہوئی، تاریکی کی گہرائیاں ایک دوسرے کے اوپر۔''

جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ بادل ایک آڑ ہے، ایک کے اوپر ایک مختلف سطحوں پر رنگ جذب کر کے مزید تاریکی کا باعث بنتے ہیں۔''

پروفیسر ڈرگاراؤ حتمی نتیجہ نکالتے ہوئے کہتے ہیں:

''چودہ سو سال پہلے وہ انسان (رسول اللہ) اتنی تفصیلات کے ساتھ قدرت کے اس مظہر کو ہرگز بیان نہیں کرسکتا تھا، اس لیے یہ معلومات ضرور کسی مافوق الفطرت ذریعے سے ہی آئی ہوں گی۔''

(وڈیوٹیپ میں ریکارڈ شدہ بیان بعنوان ''یہ ہے سچائی"(This is the Truth))

((وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا و صھرا و كان ربك قديرا))

(القرآن الکریم، پارہ نمبر 19، سورۃ نمبر 25 (الفرقان)، آیت 54)

''اور اللہ وہی ہے جس نے پیدا کیا پانی سے انسان کو پھر بنایا اس کا نسب اور سسرال اور تیرا رب قدرت والا ہے۔''

کیا چودہ سو سال پہلے کوئی انسان یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ ہر چیز پانی سے بنی ہے؟؟ اور پھر یہ کہ اس قسم کا اندازہ قائم

Marfat.com

کرنا صحرائے عرب کے رہنے والے کسی شخص کیلئے قابلِ فہم ہوسکتا ہے جہاں ہمیشہ پانی کی قلت رہتی ہے۔؟؟؟

یہ سب کچھ اسی اللہ نے بنایا ہے جس نے ساری کائنات کو تخلیق فرمایا ہے۔

معراج اور اجرام فلکی کا مطالعہ:

پھر کائنات اور مظاہر کائنات کا مطالعہ اس لئے بھی بڑا ضروری ہے کہ شب معراج صاحبِ معراج اجرام فلکی سے گزرے تھے اور مستقر زمین تھا اور رات دن کی گردش میں رہنے والے آسمان زیر پائے محمد تھے۔

آسمان:

بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان ایک ٹھوس چھت ہے جس تک پہنچنا ہمارے لئے ممکن ہے، لیکن ایسا نہیں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پرندے صرف چند سو میٹر کی بلندی تک اڑتے ہیں۔ ہم کوہستانی وادیوں میں جاتے ہیں تو ان شہروں کی بلندی دو اڑھائی ہزار میٹر کی ہوتی ہے۔ کوہ پیماں جن پہاڑوں کی چوٹیوں کو تسخیر کرتے ہیں وہ ایک حد تک پہنچ کر ختم ہو جاتی ہیں۔ طیاروں کی پرواز ان کی چوٹیوں سے بھی اونچی ہوتی ہے۔ اس سائنسی دور میں خلائی راکٹوں اور مصنوعی سیاروں کی اڑان لاکھوں کلومیٹر بلند ہوتی ہے۔ تاہم انسان کبھی آسمان کی انتہا تک نہیں پہنچا۔ اونچی بلندی پر بھی سورج اور ستارے اتنے ہی دور نظر آتے ہیں جتنے زمین کی سطح سے وہ دور ہیں۔

آسمان کا ہماری زمین اور زندگی کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری ساری ضروریات پوری کرنے کا سامان اس میں رکھا ہے۔ اسی نیلگو بیکرانی میں ہوائیں چلتی ہیں، بادل اُمڈ گھمڈ کر اٹھتے ہیں جو مینہ برسا کر زمین کو سیراب کرتے ہیں۔ دن کے وقت سورج پوری آب و تاب سے چمکتا ہے اور زمین کو روشن کرتا ہے۔ اس کی تمازت سے کارخانہ حیات کے کئی کام چلتے ہیں۔ غروب آفتاب کے بعد جب رات افق سے افق تک اپنے سیاہ شہتیر پھیلا دیتی ہے تو آسمان کی رنگت سیاہ ہو جاتی ہے۔ چاند چمکنے اور ستارے جھلملانے لگتے ہیں۔ ہر رات میں آسمان کا منظر مختلف ہوتا ہے۔ چاند کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ یہ آسمان کے مختلف حصوں میں چمکتا نظر آتا ہے۔ ستارے مشرق افق سے طلوع ہو کر رات بھر مغربی افق کی جانب گردش کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی کوئی تارہ ٹوٹتا نظر آتا ہے تو روشنی کی لمبی سی لکیر بناتا ہوا خلا کی پنہائیوں ہی میں کہیں غائب ہو جاتا ہے۔ زمانہ قدیم میں انسان کی ذہنی رسائی بس اتنی ہی تھی کہ آسمان ایک ٹھوس چھت ہے جس میں جلتی ہوئی قندیلیں اور فانوس لٹک رہے ہیں۔ انسان کا خیال تھا کہ اس پردۂ زنگاری میں کوئی ہے جو ان سماوی شمعوں کو حرکت دے رہا ہے لیکن جب انسان کے مشاہدات اور عقلیات میں اضافہ ہوا تو اس کے ساتھ ساتھ آسمان کے متعلق اس کے تصورات و نظریات میں تبدیلی آتی گئی، اس سے ایک نیا علم وجود میں آیا جس کو فلکیات کہتے ہیں۔

یہ سارا نظام کائنات کیا ہے؟ اجرام فلکی کیا ہیں؟ ان کی گردش کا راز کیا ہے۔ یہ سوالات ہمیشہ انسان کے ذہن میں پیدا ہوتے رہتے ہیں اور وہ حقیقت کو جاننے کا متلاشی و متجسس رہا ہے اور اس تجسس کو سائنس کہتے ہیں۔ اور یہ تجسس

Marfat.com

کرنے والا سائنس دان کہلاتا ہے جن میں سے اسپنوزا، جان لاک، ڈیوڈ ہیوم، ہیگل نطشے وغیرہ جو خدانا آشناس تھے اور ان میں سے نیوٹن، کوپرنیکس، کورولیف، ایڈنگٹن، جیمز جینز اور آئن سٹائن جیسے خدا شناس بھی جنھوں نے خدا کی عظمتوں اور نعمتوں کو اعتراف کرتے ہوئے حقیقت عظمیٰ کی تلاش جاری رکھی اور ایسے سائنسی آلات ایجاد کئے جن سے کائنات اور مظاہر کائنات کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی اور انسان نے افلاک کے بارے میں نہایت قیمتی معلومات حاصل کرلیں۔ آئے ان کی جدید معلومات کی روشنی میں معلوم کریں کہ ہمیں آسمان اور اس پر نظر آنے والے اجسام کے بارے میں کیا تصور ملتا ہے اور یہ سائنسی حقائق معراج مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کہاں تک تائید و تصدیق کرتے ہیں۔ ہم ابتدا زمین سے کرتے ہیں کہ یہی سفر معراج کا نقطہ آغاز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہیں سے سفر معراج پر تشریف لے گئے اور معراج سے واپسی پر یہیں تشریف لائے۔

زمین:

زمین کی شکل ایک گول کرے سی ہے۔ جس کو فضا کے غلاف نے ہر طرف سے گھیر رکھا ہے۔ اس میں ۸۸ کلومیٹر بلندی تک ہوا یکساں پائی جاتی ہے۔

ہوا میں نائٹروجن ۷۸ فیصد، آکسیجن ۲۱ فیصد اور آرگن ۹ فیصد ہیں۔ باقی ایک فیصد میں کاربن آکسائڈ آبی بخارات اور ذرات وغیرہ شامل ہیں۔

زمین کے قریب ہوا کی مقدار زیادہ ہے لیکن جوں جوں اوپر اٹھتے جائیں اس کی مقدار کم ہوتی جاتی ہے۔

فضا کے پہلے ۱۶ کلومیٹر میں ہوا کی کل 9/10 حصہ ہے۔ اس حصے میں آندھیاں چلتی ہیں، طوفان اٹھتے ہیں، بادل بنتے اور برستے ہیں اور موسمی تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ اس حصے میں جوں جوں اوپر جائیں درجہ حرارت کم ہوتا جاتا ہے۔

۱۶ کلومیٹر سے زیادہ بلندی پر ہوا اس قدر لطیف ہوجاتی ہے کہ انسان کے لئے سانس لینا دشوار ہوجاتا ہے۔ ۲۰ سے ۳۰ کلومیٹر کے درمیان آکسیجن کی ایک قسم اوزان (OZONE) گیس پائی جاتی ہے۔ جس کے ہر سالمے میں آکسیجن کے دو کے بجائے تین جو ہر یا ایٹم ہوتے ہیں۔ فضا کے اس حصے میں درجہ حرارت پھر بڑھنے لگتا ہے اور ۵۰ کلومیٹر بلندی پر تقریباً وہی درجہ حرارت ہوتا ہے جو سطح زمین پر ہے۔

۵۰ سے ۸۸ کلومیٹر تک بلند فضا میں سورج سے خارج ہونے والی شعاعوں کے باعث برقی اثرات پائے جاتے ہیں۔ یہ حصہ شمسی شعاعوں کی زد میں ہوتا ہے۔ اس میں پہلے ایٹمی آکسیجن کی تہہ پائی جاتی ہے۔ ۲۰۰ کلومیٹر پر ہیلیم گیس کی تہہ شروع ہوتی ہے اور مزید چند سو کلومیٹر کی بلندی پر ہائیڈروجن گیس کی تہہ آجاتی ہے۔ فضا کی آخری حد سطح زمین سے ۹۶۰۰ کلومیٹر بلندی پر مانی گئی ہے۔

کرہ زمین کی فضا کے علاوہ برقائے ہوئے ایٹمی ذرات یعنی پروٹان اور الیکٹران کو ایک اور غلاف نے بھی ڈھانپ رکھا ہے۔ یہ ذرات سورج سے خارج ہوکر زمین کے گرد سطح زمین سے ۳۰۰۰ کلومیٹر سے لے کر ۸۰۰۰۰ کلومیٹر

Marfat.com

بلندی تک جمع ہوتے رہتے ہیں، یہ نہایت تیز رفتاری سے حرکت کر رہے ہیں اور سورج سے آنے والی کاسمک (COSMIC) شاعوں کو زمین پر آنے سے روکتے ہیں۔ اگر یہ غلاف نہ ہوتا تو سورج کی یہ شعاعیں زمین کی ہر چیز کو جلا کر بھسم کر دیتیں اور یہاں زندگی کا وجود ممکن نہ ہوتا۔

زمین کا قطر پچیس ہزار میل یا چالیس ہزار کلومیٹر ہے۔ وہ ایک گھنٹہ میں ایک ہزار میل سے زائد یا ایک ہزار چھ سو کلومیٹر سے زیادہ گھومتی ہے۔ اسی گردش سے رات دن بنتے ہیں۔ جو حصہ سورج کے سامنے ہوتا ہے دن اور جو سورج کے سامنے نہیں ہوتا رات کہلاتی ہے۔ قرآن کریم میں متعدد جگہ دن رات کے بننے پر غور و فکر کرنے کو کہا گیا ہے۔

زمین کے دو حرکتیں ہیں۔ پہلی حرکت اس کی محروی گردش ہے جو چوبیس گھنٹوں میں مکمل ہوتی ہے۔ دوسری حرکت وہ ہے جو یہ سورج کے گرد کرتی ہے۔ اس کی یہ گردش ایک سال میں پوری ہوتی ہے۔ جنوری کے مہینے میں یہ جس مقام پر رہتی ہے اس مقام پر سورج کے اطراف گھوم کر واپس آنے کے لئے ۶۰ کروڑ میل یا ۹۳ کروڑ کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ اس کی اتنی تیز رفتاری باوجود اللہ کی قدرت سے ہمیں اس کی تیز رفتاری کی قطعاً خبر نہیں ہوتی۔ ابتدا میں زمین سورج کا ایک حصہ تھی اور پھر یہ سورج سے علیحدہ ہوگئی جب کہ قرآن حکیم میں کہا گیا ہے:

جب یہ سورج سے علیحدہ ہوئی تو بھاپ یا دھوئیں کی شکل میں تھی۔ بعد میں مائع میں تبدیل ہوگئی اور کچھ عرصہ بعد اس نے ٹھوس شکل اختیار کر لی۔

زمین کے وزن کا اندازہ اکیس صفرٹن $(6*10^{24}kg)$ کیا گیا ہے۔ سائنس کے مطابق جو اجزاء سورج میں پائے جاتے ہیں وہ زمین کی سطح سے چالیس میل تک موٹی مٹی کی پرت ہیں جس میں سلیکن میگنیشیم اور لوہا جیسی کئی دھاتیں پائی جاتی ہیں۔ زمین کے مرکز کا درجہ حرارت اندازاً دو لاکھ سینٹی گریڈ ہے، اس کا تین چوتھائی حصہ سمندروں میں گھرا ہوا ہے۔ اس میں آسمان سے باتیں کرتے ہوئے پہاڑ ہیں۔ قرآن حکیم فرماتا ہے کہ ان کی تخلیق اس لئے کی گئی کہ زمین کو قائم رکھیں:

((وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ))

زمین کے اوپر پھیلی ہوئی ایک عظیم خلا ہے اتنی کہ انسان اس کی وسعت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ اس میں کھربوں اجسام تیرتے ہیں۔ اس کا نہایت ہی معمولی حصہ ہمیں دکھائی دیتا ہے۔ طاقتور دوربینوں کی مدد سے انسان اس میں ذرا زیادہ دور تک دیکھ سکتا ہے۔

براق کی برق رفتاری......اڑن طشتریاں:

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس پہنچے تو فرشتوں کی ایک جماعت آپ کے استقبال کے لئے وہاں موجود تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو براق سے نیچے اتارا اور اس براق کو دیوار کے ساتھ باندھ دیا جسے البراق کہتے ہیں۔ براق کی تیز رفتاری کا حال یہ تھا کہ جہاں اس کی نظر پڑتی تھی وہاں اس کا قدم ہوتا تھا۔ لوگوں کے لئے

Marfat.com

براق کی یہ تیز رفتاری اچنبے کی بات ہے کہ اتنی تیز سواری براق تھی یا کیا تھی۔

جہاں تک تیز رفتاری کا تعلق ہے خلائی راکٹ مصنوعی سیارے اور اڑن طشتریاں اس کی ایک نمایاں مثال ہیں۔ جو دنیا کی بیشتر حصوں میں دیکھی جا چکی جو نہایت تیز رفتاری سے خلاء سے آتی ہیں اور خلاء ہی میں غائب ہو جاتی ہیں اور ابھی تک کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ ہیں کیا۔

اڑن طشتری کو یو۔ایف۔او (Undentified Flying Objects(U.F.O یعنی نامعلوم اڑنے والی چیزیں کہا جاتا ہے۔ یہ کسی جدید معدن اور پلاسٹک کے مرکب سے تیار کی جاتی ہے۔ یہ معدن چمکدار ہوتی ہے جو دور سے دیکھنے میں تیز سفید روشنی کے مانند نظر آتی ہے۔ ایک ہی اڑن طشتری بیک وقت اپنا حجم چھوٹا اور اتنا بڑا کر سکتی ہے کہ اپنی آنکھوں پر شک ہونے لگے اور دیکھنے والے بیہوش ہو جائیں۔ اس کے اندر سے عام طور پر نارنجی (Orange)' نیلی اور سرخ رنگ کی روشنیاں پھوٹ رہی ہوتی ہیں۔ اس کی رفتار اتنی تیز ہے کہ ایک سیکنڈ میں نظروں سے غائب ہو جاتی ہے۔ جو رفتار اب تک ریکارڈ کی جا سکی ہے وہ سات سو (700) کلومیٹر فی سیکنڈ یعنی پچیس لاکھ بیس ہزار 2520000 کلومیٹر فی گھنٹہ ہے۔ یہ وہ رفتار ہے جو ہم دنیا والوں کو معلوم ہے۔ اصل رفتار کا کسی کو علم نہیں۔

اڑن طشتری فضاء میں ایک ہی جگہ رکی رہ سکتی ہے، چیزوں اور افراد کو اپنی طرف دور سے ہی کھینچ لیتی ہے۔ اگر کوئی اس کے قریب جائے تو اس کے جسم میں شدید قسم کی خارش شروع ہو جاتی ہے اور آنکھیں جلنے لگتی ہیں اور جسم میں اس طرح جھٹکا لگتا ہے جیسے سخت کرنٹ لگ گیا ہو۔ دنیا کے بجلی کے نظام اور مواصلاتی نظام کو جام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

امریکہ میں ایسا ہو چکا ہے 9 جون 2007ء امریکہ کے مشرقی ساحلی علاقے اٹلانٹا اور جارجیا میں ہوائی اڈے پر پروازوں کی آمد و رفت معطل ہو گئی اور ہزاروں ملکی اور غیر ملکی پروازیں تعطل کا شکار ہوئیں۔ اس کا سبب مسافر طیاروں کی آمد و رفت کو کنٹرول کرنے والے نظام کا اچانک فیل ہو جانا تھا۔

اڑن طشتری لیزر شعاعوں کے ذریعے دنیا کے جدید ترین طیاروں کو بآسانی تباہ کر سکتی ہے۔ یہ اڑنے کے ساتھ ساتھ سمندر کے اوپر اور سمندر کے اندر اسی طرح چلنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

جہاں تک اس کی ٹیکنالوجی کا تعلق ہے تو صرف ابھی اندازہ ہی ہے۔ وہ یہ کہ اس کائنات میں موجود تمام توانائی کے ذرائع اڑن طشتری کی ٹیکنالوجی میں استعمال ہوتے ہیں۔ ان میں قوت کشش اہم ہے۔ اڑن طشتریوں کا راز جاننے کی کوشش میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے والے ڈاکٹر جیسوب کا کہنا ہے:

"یہ غیر معروف چیزیں ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ (اڑن طشتری والے) بہت طاقت ور مقناطیسی میدان بنانے پر قدرت رکھتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ جہازوں اور طیاروں کو کھینچ کر کہیں لے جاتے ہیں۔"

اڑن طشتریاں اب تک دنیا کے مختلف خطوں میں دیکھی گئی ہیں، گزشتہ چند سالوں میں لوگوں نے ان کی تصویریں اور ویڈیو بھی بنائی ہے۔

Marfat.com

اڑن طشتریوں کو دیکھے جانے کے واقعات جب زیادہ ہونے لگے تو بعض ممالک کی جانب سے یہ مسئلہ اقوام متحدہ میں اٹھایا گیا اور 1976ء میں اقوام متحدہ نے اس بارے میں سنجیدگی سے غور کرنا شروع کیا۔ تمام رکن ممالک کو ہدایت کی کہ وہ اڑن طشتریوں کی دریافت کے آلات اپنے اپنے علاقوں میں نصب کریں تا کہ ان کی حرکات وسکنات کو آلات کے ذریعے ریکارڈ کیا جاسکے۔

بیسویں صدی کے آخر میں ایک گیلپ سروے کیا گیا جس کے مطابق ایک تہائی امریکیوں کی رائے تھی کہ اڑن طشتری والے ہمارے ملک میں آچکے ہیں۔

چنانچہ اڑن طشتریوں کے دیکھے جانے کے واقعات اتنے زیادہ ہو گئے کہ ان کو آنکھوں کا دھوکہ کہہ کر رد کر دینا ممکن نہیں رہا۔

اڑن طشتریوں کے دیکھے جانے کے واقعات کوئی آج کی بات نہیں بلکہ پندرویں صدی عیسوی سے یہ دیکھی جا رہی ہیں۔ جون 1400ء میں بھی اڑن طشتری دیکھنے جانے کے واقعات ریکارڈ پر موجود ہیں۔ آپ اگر تاریخ کا مطالعہ کریں تو آپ کو علم ہوگا کہ یہ پندرہویں صدی سائنسی انقلاب کی صدی سمجھی جاتی ہے۔ تب سے لے کر آج تک دنیا کے مختلف خطوں میں اڑن طشتریاں دیکھی جاتی رہی ہیں۔ یہاں ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے صرف گزشتہ سال (2008) میں اڑن طشتری دیکھے جانے کے واقعات مہینے کے اعتبار سے پیش کر رہے ہیں۔ یہ وہ واقعات ہیں جن کی رپورٹ متعلقہ اداروں کو کی گئی:

جنوری:	443	فروری:	352
مارچ:	312	اپریل:	420
مئی:	317	جون:	419
اگست:	495	ستمبر:	352
نومبر:	393		

اپریل 1952 میں ڈان کیمبیل جو کہ سیکرٹری برائے بحری (امریکی) وزارت تھا' جزائر ہوائی کے اوپر سفر کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ دو اڑن طشتریاں بہت تیزی کے ساتھ ان کے طیارے سے قریب ہو رہی ہیں۔ پھر وہ دونوں اڑن طشتریاں ان کے طیارے کے گرد چکر لگانے لگیں، جیسے طیارے کی تلاشی لے رہی ہوں۔ کیمبیل جب واشنگٹن واپس آیا تو اس نے امریکی فضائیہ سے اس بارے میں جاننے کی کوشش کی، لیکن امریکی فضائیہ اور امریکی سی آئی اے نے اس کو یہ بات سمجھا دی کہ اگر اپنی نوکری کو بچانا چاہتے ہو تو جو کچھ آپ نے دیکھا ہے' اس کو بھول جاؤ۔

1947 سے 1969 تک امریکی ایئر فورس نے اڑن طشتریوں کے بارے میں تفتیش کی۔ اڑن طشتریوں کے دیکھے جانے کے واقعات کی جو رپورٹیں موصول ہوئیں تھیں ان کی تعداد 12618 تھی۔

Marfat.com

اڑن طشتریوں میں سوار قوتوں نے یہ کوشش کی ہے کہ دنیا والے ان کو کسی اور سیارے کی مخلوق سمجھیں۔ اس لئے انہوں نے اپنا حلیہ کسی خلائی مخلوق کی طرح بنا کر انسانوں کے سامنے خود کو ظاہر کیا ہے۔ چنانچہ ان کو (Aliens) یعنی پردیسی یا اجنبی کا نام دیا گیا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ پردیسی نہیں بلکہ اسی دنیا کے لوگ ہیں جو عالمی کفریہ طاقتوں کے اہم لوگوں سے رابطے میں رہتے ہیں۔

1951ء میں ایک اڑن طشتری امریکہ کے ایک فوجی ایئر پورٹ پر اتری۔ اس اڑن طشتری کے اندر سے تین آدمی نکلے جو روانی سے انگریزی بول رہے تھے۔ انہوں نے امریکی صدر آئزن ہاور (یہ اس کے بعد صدر بنے) سے ملاقات کے لئے کہا۔ وہاں موجود فوجی افسران نے امریکی صدر آئزن ہاور (دور صدارت 1953ء تا 1961ء) سے رابطہ کیا۔ چار گھنٹے بعد امریکی صدر وہاں آیا اور اس نے اڑن طشتری والوں سے ملاقات کی۔ امریکی صدر کے ہمراہ تین فوجی تھے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ اس دن ایئر پورٹ پر تمام کاروائیاں نامعلوم وجوہات کی بناء پر معطل رہیں۔ چنانچہ نہ تو کوئی فوجی اپنی جگہ سے ہلا' نہ کوئی طیارہ اڑا اور نہ کوئی کام ہوا۔ مکمل ایمرجنسی نافذ کردی گئی۔ پھر اڑن طشتری غائب ہوگئی۔

مذکورہ دعویٰ ماہر امریکی پروفیسر لین نے ایک امریکی سی آئی اے کے اہلکار کے حوالے سے 1956ء میں کیا، لیکن اس ملاقات میں کیا بات چیت ہوئی کسی کو کچھ پتہ نہ چل سکا۔

1976ء میں پورٹو ریکو (جو کہ برمودا تکون کی حدود میں ہے) میں اتنی زیادہ اڑن طشتریاں نظر آئیں کہ ان کو دیکھنے کے لئے ہائی وے پر چلتا ٹریفک جام ہو کر رہ گیا اور گاڑیوں کے انجن خود بخود ہی بند ہو گئے۔ ٹی وی' ریڈیو اور پریس والے ان اڑن طشتریوں کے کرتب دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ تین ماہ تک اڑن طشتریوں کے پورے بیڑے بار بار ظاہر ہوتے رہے جیسے یہ کوئی معمول کی پرواز ہو۔

1952ء میں 13 جولائی سے 29 جولائی تک واشنگٹن ڈی سی پر اڑن طشتریاں دیکھی جاتی رہیں۔ ایک ہی رات 20 کی تعداد تک لوگوں نے اڑن طشتریاں دیکھیں۔ یہ 20 اڑن طشتریاں وائٹ ہاؤس کے اوپر چکر کاٹتی رہیں۔ اس پر امریکی عوام میں کافی شور مچا۔ حقیقت حال جاننے کے لئے جیٹ طیارے اڑے، لیکن اڑن طشتریاں ان کے ساتھ چوہے بلی کا کھیل کھیلتی رہیں۔ طیارے جب اڑن طشتریوں کے اتنے قریب پہنچ جاتے جہاں سے ان کی تصویر اور ان کا معائنہ کیا جا سکتا تھا تو اڑن طشتریاں ناقابل یقین تیزی کے ساتھ ان سے بہت دور چلی جاتیں۔ اس سے امریکی عوام اور پریس میں مزید شور اٹھا۔ چنانچہ مجبوراً امریکی صدر ٹرومین نے بذات خود اڑن طشتریوں کی تفتیش کرنے والے مشن ''پروجیکٹ بلیو بک'' کے نگران کیپٹن ایڈورڈ جے رپیلٹ سے بات کی اور اس واقعے کے بارے میں پوچھا، لیکن جواب سن کر آپ کو حیرانی ہوگی کہ ایک کیپٹن امریکی صدر کے سامنے صاف جھوٹ بول گیا۔ اس نے ایسے کسی واقعے کا صاف انکار کر دیا اور کہا کہ راڈار سکرین پر جو کچھ نظر آیا وہ محض موسمی اثرات تھے، لیکن اس جھوٹ بولنے میں کیپٹن رپیلٹ تنہا نہیں تھا، بلکہ اس کے پیچھے باقاعدہ مضبوط گروہ تھا جو یہ چاہتا تھا کہ حقیقت کوئی بھی نہ جان سکے۔

Marfat.com

اڑن طشتریوں کے وائٹ ہاؤس کے اوپر سے گزرنے کے وقت کیپٹن ریپلٹ خود واشنگٹن میں موجود تھا، لیکن اس واقعے کی اطلاع اسکو اخبار سے ہوئی۔ اس نے واشنگٹن میں گھوم پھر کر عینی شاہدین سے شہادتیں لینا چاہئیں تو پینٹا گون حکام نے اس کو اسٹاف کی گاڑی دینے سے ہی انکار کر دیا۔ اس کو کہا گیا کہ اگر آپ جانا چاہتے ہیں تو اپنی جیب سے کرائے کی ٹیکسی کر کے چلے جائیں۔ وہ بددل ہوا اور سیدھا اوہایو میں اس پروجیکٹ کے ہیڈ کوارٹر پہنچا اور اس نے ایک راڈار اسپیشلسٹ سے اڑن طشتریوں کے بارے میں بات کی۔ یہ کیپٹن روئے جیمس تھا اس نے کہا کہ غیر معمولی موسمی صورت حال میں راڈار پر نا معلوم اجسام ظاہر ہو سکتے ہیں۔

29 جولائی 1952 کو اسی موضوع پر امریکی ایئر فورس کے جنرل این۔ای سامفورڈ نے پینٹا گون میں صحافیوں کی بڑی تعداد کی موجودگی میں پریس کانفرنس کی۔ صحافیوں نے تند و تیز سوالات کیے۔ جنرل نے صحافیوں کو وہی کیپٹن جیمس والی بات سنا دی لیکن صحافی اور اڑن طشتری پر تحقیق کرنے والے اس تشریح سے بالکل مطمئن نہیں ہوئے۔ خود کیپٹن ریپلٹ بھی اس تشریح سے مطمئن نہیں تھا کیونکہ جب اس نے واشنگٹن نیشنل ایئر پورٹ (جہاں ریڈار پر اڑن طشتریاں ظاہر ہوئی تھیں) پر ریڈار پر موجود ذمہ داران سے بات کی، تو کوئی بھی جنرل ای سامفورڈ کی تشریح سے مطمئن نہیں تھا۔

جب عوام اور صحافیوں کی جانب سے اس بارے میں زیادہ شور ہونے لگا تو 24 ستمبر 1952ء کو امریکی خفیہ ادارے سی آئی اے کے شعبہ سراغرسانی برائے سائنسی امور کی جانب سے ایک میمورنڈم جاری کیا گیا جس میں اڑن طشتریوں کی خبروں پر تبصرے کرنے کو قومی سیکورٹی کے لئے خطرہ قرار دے دیا گیا۔ ذرا غور فرمایئے! ایسا ان اڑن طشتریوں میں کیا ہے جس کو امریکی حکومت چھپانا چاہتی ہے اور اس پر تبصرے کو سیکورٹی کے لئے خطرہ سمجھا جاتا ہے۔

سابق امریکی صدر جمی کارٹر (دور صدارت 1977 تا 1981) وہ واحد امریکی صدر ہے جس نے اڑن طشتری خود دیکھنے کا دعویٰ کیا۔ جمی کارٹر کا کہنا ہے:

I don't laugh any more at people when they say they ' have seen UFOs because i have seen one myself

(An interview to ABC news).

''میں ان لوگوں پر بالکل نہیں ہنستا جو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اڑن طشتریاں دیکھی ہیں کیونکہ میں خود ایک اڑن طشتری دیکھ چکا ہوں۔''

(اے بی سی نیوز کو ایک انٹرویو)

جمی کارٹر کے بقول جب وہ 1969ء میں جارجیا میں لائنز کلب کے ایک اجلاس میں شریک تھے، ان کے ساتھ ان کے اہل خانہ اور دیگر لوگ بھی اڑن طشتری دیکھنے والوں میں تھے۔ اس کے بعد جمی کارٹر نے یہ

Marfat.com

وعدہ کیا کہ میں وائٹ ہاؤس میں پہنچنے پر اڑن طشتریوں کے واقعات کی تحقیق کے لئے ماہرین اور سائنسدانوں پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دوں گا تا کہ وہ ہمیں ان کی حقیقت سے آگاہ کریں۔

لیکن جمی کارٹر امریکہ کی صدارت پر فائز ہونے کے باوجود اپنا وعدہ پورا نہ کر سکے۔کیوں؟ کیا امریکہ میں کوئی اور بھی قوت ہے جو امریکی صدر سے زیادہ طاقتور ہے؟ کیا اڑن طشتریوں کے مالک کے سامنے امریکی صدر بھی بے بس ہے؟ یا جمی کارٹر کو 'خفیہ طاقت' نے یہ دھمکی دی اگر جان پیاری ہے تو اڑن طشتریوں کو بھول جاؤ؟

برمودا تکون میں جو غیر معمولی واقعات و حادثات ہوتے رہتے ہیں ان سے متعلق رپورٹوں پر بڑی سخت پابندی عائد کر دی گئی ہے۔اب نہ انہیں مشتہر کیا جاتا ہے اور نہ تقسیم کیا جاتا ہے۔ان واقعات میں اڑن طشتریوں کا آسمان میں دیکھا جانا' برمودا کے سمندر میں داخل ہونا اور برمودا کے سمندر میں پانی کے اندر ہزاروں فٹ نیچے ان کا دیکھا جانا شامل ہے۔

اس رپورٹ کو بھی سختی سے دبا دیا گیا تھا جس میں بتایا گیا تھا کہ 1963ء میں پورٹو ریکو کے مشرقی ساحل پر امریکی بحریہ نے اپنی مشقوں کے دوران ایک اڑن طشتری دیکھی تھی جس کی رفتار دو سو ناٹ تھی اور وہ سمندر کے اندر نیچے ستائیس ہزار فٹ گہرائی میں سفر کر رہی تھی۔

اڑن طشتریاں دیکھنے والوں کے پاس فوراً کالے کپڑوں میں ملبوس کچھ لوگ پہنچ جاتے ہیں جو ان کو اس واقعے کو نہ بیان کرنے کی تنبیہ کرتے ہیں۔

امریکی فضائیہ کے ایک ائیر بیس کے راڈار پر ایک اڑن طشتری ظاہر ہوئی۔اس کے تعاقب میں امریکی بمبار جیٹ طیارہ F-86 فوراً اڑا۔اس طیارے نے اڑن طشتری کی تلاش میں وسیع میدان کا چکر کاٹا تبھی اچانک راڈار کی اسکرین پر بیٹھے امریکی اہلکار نے راڈار کی اسکرین پر اڑن طشتری کو سیدھا امریکی طیارے کی جانب آتا ہوا دیکھا' اس نے طیارے کے پائلٹ کو فوراً پیغام ارسال کر کے اس خطرے کی جانب آتا ہوا دیکھا' لیکن چند لمحوں میں ہی اس کو یوں لگا جیسے اڑن طشتری طیارے سے ٹکرائی ہے لیکن اس کے بعد راڈار کی اسکرین پر صرف اڑن طشتری نظر آ رہی تھی اور طیارے کا کہیں کچھ پتہ نہیں تھا۔راڈار پر مامور اہلکاروں نے اڑن طشتری سے رابطہ کرنا چاہا لیکن اس لمحے اڑن طشتری بھی غائب تھی۔یوں لگتا تھا کہ جیسے طیارے کو اڑن طشتری نے اپنے اندر نگل لیا ہو۔

اس کے بعد امریکی فوج' فضائیہ اور تمام انتظامیہ اپنے F-86 طیارے کی تلاش کرتے رہے لیکن پورا طیارہ کہاں غائب ہوا امریکہ کی ٹیکنالوجی اس کو تلاش کرنے میں ناکام رہی۔حتیٰ کہ کسی حادثہ کا کوئی نشان یا طیارے کا کوئی ملبہ بھی ان کے ہاتھ نہ آ سکا۔

دوسرا حادثہ امریکی فوج کے ٹرانسپورٹ طیارے کو پیش آیا جس میں 26 افراد سوار تھے۔پہلے حادثے کی طرح

Marfat.com

اس کو بھی راڈار کی اسکرین پر واضح دیکھا گیا۔ راڈار کی اسکرین پر بیٹھے امریکی اہلکار کو اچانک یوں لگا جیسے اس کے سامنے کوئی گیند آ کر گری ہو لیکن یہ گیند نہیں تھی یہ اڑن طشتری تھی جو اچانک اس کی اسکرین پر نمودار ہوئی تھی اور اب انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ امریکی فوج کے ٹرانسپورٹ طیارے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ راڈار کی اسکرین پر بیٹھے اہلکار نے طیارے کے پائلٹ کو خبردار کرنا چاہا لیکن اسکو یہ مہلت نہ مل سکی اور اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اڑن طشتری طیارے کے ساتھ اس طرح جا ملی جیسے دو جسم ایک ہو گئے ہوں۔ گویا اڑن طشتری نے پورے طیارے کو مع 26 افراد کے اپنے اندر نگل لیا تھا۔ اس کے بعد اڑن طشتری کی رفتار دو گنی ہو گئی اور راڈار کی حدود سے نکل کر ایک لمحے میں غائب ہو گئی۔ فوراً ہی امریکی فضائیہ حرکت میں آ گئی اور علاقے کی فضائیں اور سمندر چھان مارا لیکن کچھ پتہ نہ لگ سکا۔

کیپٹن تھامس مینٹیل ایک بہت بڑی اڑن طشتری کا تعاقب کرتے ہوئے جان سے ہی ہاتھ دھو بیٹھا۔ 7 جنوری 1948 کو کیپٹن مینٹیل نے P-51 میں پرواز شروع کی۔ اس پرواز کا مقصد ایک بہت بڑی اڑن طشتری کی شناخت کی تصدیق کرنا تھا۔ یہ اڑن طشتری دن کے وقت کھلے آسمان میں بڑی واضح دکھائی دے رہی تھی۔ اڑن طشتری کے تعاقب کے دوران ہی کیپٹن مینٹیل کی موت واقع ہو گئی اور طیارہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تبدیل ہو کر فضاء میں بکھر گیا۔ طیارے کے جو ٹکڑے ملے انہیں دیکھ کر یوں لگتا تھا کہ جیسے طیارے پر شدید قسم کی گولیوں کی بوچھاڑ کی گئی ہے۔ فوری طور پر ائیرفورس کی جانب سے اس حادثے کی وضاحت کی گئی۔ اس میں کہا گیا تھا کہ کیپٹن مینٹیل زہرہ (Venus) سیارے کا تعاقب کر رہا تھا۔

ذرا غور کیجئے بھلا زہرہ سیارے کا تعاقب کبھی آپ نے سنا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ امریکی حکومت نے برمودا تکون کی طرح اڑن طشتریوں کے بارے میں رونما ہونے والے حادثات پر بھی پردہ ڈالنا چاہا ہے اور اس کی کوشش کی ہے کہ لوگ ان واقعات کے بارے میں اپنی زبانیں بند ہی رکھیں۔

اڑن طشتری کے ذریعے انسانوں کو اغواء کئے جانے کے واقعات بھی مستند حوالوں سے سامنے آتے رہے ہیں۔ ان میں مشہور واقعات یہ ہیں:

1960 میں کیلیفورنیا کے ائیر بیس سے F-101 طرز کا طیارہ تربیتی پرواز کیلئے اڑا۔ اسے ائیرفورس کا ایک میجر اڑا رہا تھا۔ مشن کی تکمیل کے بعد واپس آتے ہوئے یہ طیارہ راڈار پر دیکھا جا رہا تھا۔ اچانک راڈار اسکرین پر طیارے کے نظر آنیوالے عکس کو ایک بڑی اڑن طشتری کے عکس نے ڈھانپ لیا۔ یوں نظر آ رہا تھا کہ جیسے طیارے کو اس طشتری پر اتار لیا گیا ہے۔ اس کے بعد راڈار اسکرین بالکل خالی رہ گئی۔ نہ طیارہ اور نہ ہی اڑن طشتری کا کچھ پتہ تھا۔ تلاش جاری تھی کہ اگلی صبح طیارہ پھر نمودار ہوا جسے اب بھی وہی میجر اڑا رہا تھا۔ اس نے بتایا کہ اس کو طیارے سمیت اس اڑن طشتری میں اتار لیا گیا تھا جہاں ایک انسان نما مخلوق نے اس سے انٹرویو لیا۔ اس کی رپورٹ کے مطابق اسے اور اس کے طیارے کو دس گھنٹے بعد چھوڑا گیا۔ پکڑے جانے کے وقت طیارے میں بیس منٹ کا ایندھن تھا اور جب اس کو چھوڑا گیا تب بھی اس میں اتنا ہی ایندھن باقی تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ دس گھنٹے میں اس کا بالکل بھی ایندھن خرچ نہیں ہوا تھا۔

Marfat.com

اس میجر کو ایک نفسیاتی ہسپتال میں داخل کر دیا گیا اور پھر کسی کو پتہ نہ چلا کہ اس کا کیا ہوا؟ نیز اس واقعے کے تمام گواہوں کو سخت ہدایت کر دی گئی کہ اگر کسی نے اس واقعے کے بارے میں زبان کھولی تو اس کو جرمانے اور قید کی سزا ہو سکتی ہے۔

ایک واقعہ بیرنی بل اور اس کی بیوی بٹی بل کا ہے۔ یہ دونوں امریکی ریاست نیوہیمپ شائر کے علاقے پورٹس ماؤتھ میں اپنی گاڑی میں سفر کر رہے تھے۔ بیرنی بل نے کوئی چیز فضاء میں دیکھی۔ اس نے گاڑی روکی اور دوربین لگا کر دیکھنے لگا، اس کی بیوی کا بیان ہے کہ دیکھتے دیکھتے اس کی زبان سے یہ جملے نکل رہے تھے:

''نا قابل یقین نا قابل یقین''

دیکھتے ہی دیکھتے اڑن طشتری ان کی کار کے اوپر تھی۔ دونوں کار میں سوار ہوئے۔ وہ بھاگنا چاہتے تھے لیکن انہوں نے ایک سیٹی کی سی آواز سنی جیسے ریڈیو سے سیٹی نکلتی ہے اس کے کان میں پڑتے ہی ان پر نیند طاری ہوتی گئی۔ ان کو 19 ستمبر 1961ء میں اغواء کیا گیا۔ دو گھنٹے کے بعد ان کو چھوڑ دیا گیا۔

1975ء میں امریکی ریاست اریزونا کے علاقے اسنوفلیک کے قریب جنگلات کا افسر والٹن اپنے پانچ دوستوں کے ساتھ جا رہا تھا۔ پانچوں نے اپنی کار کے اوپر ایک روشنی کو چکر لگاتے ہوئے دیکھا۔ والٹن گاڑی سے کودا اور روشنی کی جانب دوڑ لگا دی۔ اسی وقت اس کے اوپر ایک شعاع پڑی اور وہ زمین پر گر پڑا۔ اس کے دوستوں نے اس کو گرتا دیکھ کر اس کی طرف دوڑ لگائی لیکن والٹن غائب تھا۔ دوستوں کی سمجھ میں نہیں آسکا کہ دیکھتے ہی دیکھتے اس کو آسمان نگل گیا یا زمین کھا گئی۔ پانچ دن کے بعد والٹن اسی جگہ کے قریب سے ملا۔ اس نے بتایا کہ وہ پانچ دن اڑن طشتری میں اسی مخلوق کے ساتھ رہا ہے۔

1976 امریکی ریاست ''مین'' کے جنگل الاگاش میں آرٹ کے چار طلباء سیر و تفریح کے لئے آئے ہوئے تھے۔ ان کو کیا پتہ تھا کہ انہیں ایسی جگہ کی سیر کرائی جانے والی ہے جس کے بارے میں صرف کہانیاں ہی سنتے رہے ہیں۔

اس جنگل میں اڑن طشتری اتری اور ان کو اغواء کر کے لے گئے۔ ان پر مختلف تجربات کرنے کے بعد چھوڑ دیا گیا۔ یہ واقعہ الاگاش اغواء کے نام سے مشہور ہوا۔ اس اغواء میں دلچسپ بات یہ ہے کہ ان چار میں سے جیک نامی طالب علم اس واقعہ کے بعد حساب (Math) میں ماہر ہو گیا، حالانکہ اس سے پہلے وہ حساب میں بالکل دلچسپی نہیں لیتا تھا اور آرٹ میں بھی اس کا کام بہت عمدہ ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ اس کی ٹانگ پر کسی چیز کا نشان ہے۔ کوئی بھی ڈاکٹر اس نشان کے بارے میں نہیں بتا سکا۔ لیبارٹری رپورٹ میں بھی کچھ تعین نہ ہو سکا۔

1989ء میں نیویارک کے پرہجوم علاقے میں ہٹن کے ایک اپارٹمنٹ کی بارہویں منزل پر اپنے شوہر کے ساتھ سوئی ''لنڈا'' کو اڑن طشتری والوں نے اغواء کر لیا۔ اس پر خوب تجربات کئے اور چھوڑ گئے۔ اس واقعے کے بعد لنڈا کی نگرانی کے لئے امریکی انتظامیہ کی جانب سے دو خفیہ ایجنٹ لگا دیئے گئے، لیکن ان کی آنکھوں کے سامنے دوبارہ 30 نومبر 1989ء کی صبح تین بجے نیویارک جیسے رات جاگتے شہر کے بیچ و بیچ ''مین ہٹن'' میں اڑن طشتری نمودار ہوئی اور لنڈا کے اپارٹمنٹ کے اوپر چکر کاٹتی رہی۔ ان کے ساتھ ایک بین الاقوامی سفارت کار بھی اس واقعہ کا عینی شاہد ہے

Marfat.com

جو اپنی کار میں کسی میٹنگ سے واپس آ رہا تھا۔ جب ان کی کاروں کا قافلہ بروکلین برج پر پہنچا تو ان سب کی کاروں کے انجن خود ہی بند ہو گئے۔

روزویل کریش 2 جولائی 1947ء بدھ کی شام روزویل نیومیکسکو میں اڑن طشتریاں حادثے کا شکار ہو گئیں۔ روزویل آرمی ایئر بیس نے ان اڑن طشتریوں کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ ان میں آٹھ اجنبی (Aliens) تھے جن میں سے چھ مر چکے تھے اور دو زندہ تھے۔

(اسٹین ٹن فرائڈ مین کی کتاب Crash at Corona)

اس کے بعد اڑن طشتری والوں سے امریکی حکومت نے ایک خفیہ علاقے میں جس کو ایریا 51 کہا جاتا تھا' خفیہ مذاکرات کیے۔ روزویل ڈیلی ریکارڈ اخبار نے اس حادثے کی خبر 8 جولائی 1947 کو پہلے صفحہ پر اس سرخی کے ساتھ شائع کی:

"RAAF Captures Flying Saucer on Ranch in Roswell Region"

یہ باقاعدہ پریس ریلیز تھی جو امریکی ایئر فورس کے کرنل ولیم بلین چرڈ کے حکم سے میڈیا کو جاری کی گئی تھی، لیکن حیرت کی بات ہے کہ کرنل ولیم نے چند گھنٹے بعد ہی اپنی اس پریس ریلیز کی تردید کر دی اور اگلے دن کے اخباروں میں یہ بیان شائع کرایا کہ یہ اڑن طشتریاں نہیں بلکہ موسمی غبارے تھے، ذرا آپ امریکیوں کی سادگی پر غور کیجئے۔! امریکی ایئر فورس کرنل کو اتنی بھی پہچان نہ ہو سکی کہ یہ غبارے ہیں یا اڑن طشتریاں؟

تمام لکھنے والوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ بھی یہی لکھیں۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں جان سے مارنے کی دھمکیاں بھی دی گئیں، لیکن میک بریزل جج نے تباہ شدہ اڑن طشتریوں کا ملبہ سب سے پہلے دیکھا تھا اس نے 9 جولائی کے مضمون میں صاف کہا کہ وہ موسمی غباروں کو اچھی طرح پہچانتا ہے لیکن اس بار جو ملبہ اس نے دیکھا وہ غبارے نہیں تھے۔

اس مضمون کے فوراً بعد بریزل کو کئی دنوں کے لئے غائب کر دیا گیا اور جب وہ واپس آیا تو اس موضوع پر پھر کبھی بات نہیں کی۔ جیسے اسے سانپ سونگھ گیا ہو۔

برمودا تکون اور اڑن طشتریوں پر تحقیق کرنے والے مشہور محقق چارلس برلٹز نے 1980 میں روزویل انسی ڈینٹ (Roswell Incident) کے نام سے کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے نوے عینی شاہدین کے انٹرویو کیے ہیں کہ اب تک دنیا کے مختلف خطوں میں اڑن طشتریاں حادثات کا شکار ہو کر زمین پر گر چکی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"مجھے بتایا گیا کہ (AUTEC) تحقیقاتی ادارے کے علاقے میں متعدد اڑن طشتریاں دیکھی گئی ہیں۔ یہ اینڈروس کے جزائر بہاماس پر امریکی بحریہ کا مرکز ہے۔ جبکہ بعض ریسرچ اسکالر کا خیال ہے کہ (AUTEC) ہی سمندر کے اندر "ایریا 51" ہے۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں امریکی حکومت کی جانب سے اڑن طشتریوں پر خفیہ تحقیقات کی جا رہی ہیں اور جہاں وقتاً فوقتاً اڑن طشتریاں بھی آتی جاتی ہیں۔ ایک

Marfat.com

مورخ ہونے کے ناطے میں نے اس سمندر کے اندر تہہ میں جانے کا فیصلہ کرلیا۔ یہ علاقہ اینڈروس میں فلوریڈا کے مغربی پام ساحل سے 177 میل جنوب مشرق میں واقع ہے۔ یہ وسیع علاقہ ہے جو کہ خفیہ منصوبوں کے لئے استعمال کیا جارہا ہے۔ یہاں پانی کے اندر غاریں ''نیلے سوراخ'' (Blue Holes) بھی ہیں۔ مجھے کئی ذرائع سے یہ معلوم ہوا کہ اینڈروس بیس کی سیکورٹی انتہائی خفیہ پیمانے پر کی جاتی ہے۔ اینڈروس کے پانیوں میں عجیب وغریب قسم کے جہاز دیکھے جاتے رہے ہیں جو اڑن طشتریوں سے بھی الگ کوئی سواری معلوم ہوتے ہیں۔ اس جدید سواری کی حرکت ناقابل یقین حد تک پرسکون ہے، لیکن اس کا موڑ کاٹنا اتنا تیز ہے کہ انسان کو اپنی آنکھوں پر دھوکہ ہونے لگے۔ ایک بڑے تاجر نے مجھے اپنی آنکھوں دیکھا واقعہ سنایا کہ وہ ایک بار کشتی پر اینڈروس (امریکہ) کے ساحل پر تفریح کی غرض سے نکلا۔ موسم بالکل صاف تھا۔ اسے دو میل کے فاصلے پر ایک بڑا سا کن جسم نظر آیا۔ وہ سمجھا کہ یہ وہیل مچھلی ہے۔ وہ اپنی کشتی کو اس کے اور قریب لے گیا۔ یہ عجیب طرح سے چمکتی ہوئی کوئی انتہائی جدید قسم کی سواری تھی اور انسانوں کی بنائی ہی لگتی تھی۔ اچانک یہ اتنی تیزی سے حرکت میں آئی کہ دیکھتے ہی دیکھتے سمندر کی موجوں کی نیچے غائب ہوگئی۔ مجھے اس سازش کے بارے میں بھی بتایا گیا جو زیر سمندر ''ایریا 51'' کے موضوع سے متعلق ہے۔ نومبر 1998 میں فلوریڈا میں واقع امریکی خلائی تحقیقاتی ادارے ''ناسا'' کے ہیڈکوارٹر میں میں نے ایک انٹرویو کیا۔ اس نے مجھے بتایا کہ ایک انتہائی معزز اور عالمی شہرت یافتہ برطانوی غوطہ خور ''روب پالمر'' (Rob Palmer) جو بہاماز میں واقع ''بلیو ہولز'' تحقیقاتی مرکز کا کئی سال تک ڈائریکٹر بھی رہا' اس کا کہنا تھا کہ ''بلیو ہولز'' درحقیقت سمندر کے اندر چھوٹی چھوٹی غاریں ہیں۔ اس کے خیال میں یہ اڑن طشتریوں کے نکلنے کی جگہ ہوسکتی ہیں۔ اس علاقے اور ''ایریا 51'' کے بارے میں اس کی تحقیق کامیابی سے آگے بڑھ رہی تھی۔ جولائی 1997 میں اسرائیل کے بحراحمر میں غوطہ خوری کے دوران ہلاک ہوگیا۔ ناسا میں موجود میرے مخبر نے مجھے بتایا کہ بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے روب پالمر کو (AUTEC) تحقیقاتی ادارے کے حکام نے قتل کرایا ہے، کیونکہ اس خفیہ راز کے بارے میں وہ بہت کچھ جان چکا تھا۔

(مقالہ ''برمودا ٹرائینگل اسٹار گیٹ'' از ڈاکٹر مائیکل پریسنجر)

یہ اکتوبر 1949 کے آخری دن تھے۔ ہم گوانتانامو (کیوبا) میں ایک مہم کے بعد واپس آرہے تھے۔ اس وقت ہمارا جہاز کیوبا کے شمال میں سفر کررہا تھا۔ بیشتر ملاح (Crew) جہاز کی پوزیشن سے واقف نہیں ہوتے مگر میں چونکہ جہاز رانی سے منسلک تھا اس لئے میں جانتا تھا کہ ہم کہاں جارہے تھے؟ ہم اس وقت تکون کے علاقے میں تھے۔ اس وقت رات کے گیارہ بج کر پینتالیس منٹ ہوئے تھے۔ میں اندر تھا۔ برج کے دونوں جانب کیبنٹ انفارمیشن سینٹر سے 30-30 فٹ کے فاصلے پر دو نگراں کھڑے تھے۔

Marfat.com

پہلی بار مجھے اس واقعے کا احساس اس وقت ہوا جب کوئی چلایا کہ جہاز کے دائیں جانب والے نگراں نے کوئی چیز دیکھی ہے اور بے ہوش ہوگیا ہے۔ کوئی اور چلایا کہ راڈار پر کچھ نظر آرہا ہے؟ باہر کوئی پراسرار چیز ہے۔ ہم سب اس چیز کو دیکھنے باہر نکلے۔ یہ چاند جیسی کوئی چیز تھی جو افق سے بلند ہورہی تھی لیکن اس کا حجم چاند سے تقریباً ایک ہزار گنا زیادہ تھا جیسے سورج نکل رہا ہو۔ وہ چیز خوبصورت روشن تھی مگر اس میں سے روشنی خارج نہیں ہورہی تھی (یہ روشنی باہر کی جانب ہی تھی۔ اندر سے نہیں آرہی تھی) وہ بتدریج پھیلتی جارہی تھی۔

چارلس برلٹز۔۔۔ وہ چیز تم سے کتنے فاصلے پر تھی؟

رابرٹ پی ریلے۔۔۔ وہ افق پر گیارہ یا پندرہ میل فاصلے پر بلند ہوتی جارہی تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ تک اس کا حجم پھیلتا گیا۔

چارلس برلٹز۔۔۔ اسے کتنے لوگوں نے دیکھا؟ کیا کسی نے اس کا فوٹو کھینچا؟

رابرٹ۔۔۔ ستر یا ایک سو آدمیوں نے اس کا مشاہدہ کیا ہوگا۔ ان میں سے اکثر تو وقتی طور پر اپنے حواس ہی کھو بیٹھے تھے۔ ہر شخص اس قدر مبہوت ہو چکا تھا کہ کسی کو فوٹو کھینچنے کا خیال تک نہیں آیا۔

چارلس برلٹز۔۔۔ اصل چاند کہاں تھا؟

رابرٹ۔۔۔ آسمان پر۔ آسمان بالکل صاف تھا ہم نے جو کچھ دیکھا وہ چاند ہرگز نہیں تھا۔

چارلس برلٹز۔۔۔ کیا تمہارے خیال میں اس واقعے کی رپورٹ کی گئی تھی؟

رابرٹ۔۔۔ یقیناً اس واقعے کو لاگ بک (جہاز میں موجود یادداشت لکھنے کی ڈائری) میں درج کیا تھا، لیکن جب ہم نارفوک پہنچے تو چند افسران عرشے پر آئے اور جہاز کی لاگ بک اپنے ساتھ لے گئے۔ اب جو لاگ بک میں نے دیکھی اس میں صرف راستے کی تبدیلی کا ذکر تھا اس کے سوا کچھ نہ تھا۔

چارلس برلٹز۔۔۔ کیا اس کے بارے میں کچھ اور بھی کہا گیا؟

رابرٹ۔۔۔ جی ہاں! اگلے روز ہم نارفوک پہنچے۔ ہر شخص اس واقعے کے بارے میں بات کررہا تھا۔ ہمارے کپتان نے ہمیں ایک جگہ جمع کیا اور کہا کہ ہم اس واقعہ کا کسی سے تذکرہ نہ کریں۔

یہ واقعہ ''لائٹ گائڈڈ میزائل ڈسٹرائر'' نامی جہاز پر مامور راڈار آپریشنل انٹیلی جنس ''رابرٹ پی ریلے'' کا ہے۔ جس کا انٹرویو برمودا تکون پر تحقیق کرنے والے مشہور محقق چارلس برلٹز نے اپنی کتاب "The Bermuda Triangle" میں نقل کیا ہے۔

10 اکتوبر 1973 کو یو ایس کوسٹ گارڈ کٹر جب گوانتانامو (کیوبا) کی جانب سفر کررہا تھا تو اس کے عرشے پر نگراں عملے نے بڑے واضح طور پر پانچ اڑن طشتریوں کو V کی شکل میں جہاز کی حدود اور اس کے اوپر سے پرواز کرتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے ہر ایک طشتری V کی شکل کی تھی۔ جن کی پرواز بہت تیز

Marfat.com

تھی اور جہاز کی طرف آتے اور دور جاتے ہوئے ان کے رنگ کبھی سرخ اور کبھی نارنجی رنگ میں بدل رہے تھے۔

11 اپریل 1963 کو بوئنگ 707 کے پائلٹ اور انجینئر نے دیکھا وہ "سان جوآن" سے نیویارک کی طرف پرواز کر رہے تھے' کہ برمودا تکون کے علاقے میں سمندر سے گوبھی کے پھول کے مانند پانی کے ایک بہت بڑے پہاڑ کو بلند ہوتے ہوئے دیکھا۔ ایک اور محقق بلی بوتھ اپنے مقالے "اڑن طشتریاں برمودا تکون میں" (UFO in the Bermuda Triangle) لکھتے ہیں:

مجھے امریکی بحریہ کے طیارہ بردار جہاز یو ایس ایس جان ایف کینیڈی پر موجود عملے کے ایک شخص نے بتایا کہ وہ 1971 میں امریکی بحریہ کے جہاز یو ایس ایس جان ایف کینیڈی پر نارفوک' ورجینیا سے واپس آ رہا تھا۔ وہ اس جہاز پر مواصلات کے مرکز میں ڈیوٹی پر تھا۔ تب ہی مواصلات کے کمرے میں موجود سب ہی لوگوں نے کسی کو چیختے ہوئے سنا "جہاز کے اوپر کوئی چیز منڈلا رہی ہے۔ تھوڑی دیر بعد کوئی اور چلایا" دنیا فنا ہونے والی ہے۔" یہ سن کر ہمارے کمرے سے چھ آدمی اوپر کی طرف دوڑے۔ انہوں نے اوپر نظر ڈالی تو وہ مبہوت رہ گئے۔ ان کے اوپر ایک بہت بڑا اکڑا گھوم رہا تھا۔ یہ اڑن طشتری تھی۔ اس میں سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ اس کے اندر سے روشنی پھوٹ رہی تھی جو پیلی سے نارنجی رنگ میں تبدیل ہو جاتی تھی۔ یہ تقریباً بیس سیکنڈ تک جہاز کے اوپر رہی۔ اس دوران جہاز کے کمپاس' راڈار اور دیگر آلات معطل رہے۔ جہاز پر موجود F-4 فینٹم طیارے اسٹارٹ نہیں ہو سکے۔

چند دن بعد جب جہاز نارفوک کے قریب پہنچا تو ایک کیپٹن آیا اور اس نے تنبیہ کی کہ جو کچھ جہاز پر آپ لوگوں نے دیکھا ہے وہ جہاز تک ہی محدود رہنا چاہئے۔

☆: بہر حال تیز رفتاری کی سائنسی حقیقت کو سمجھنے کے لئے سائنس کے پاس اس کی کئی زندہ مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً روشنی کی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل سفر کرتی ہے۔

ہمارے روزانہ مطالعہ کا ایک مجموعہ یا تارا منڈل (CONSTELLATION) جس کا نام سگنوس (SYGNUS) ہے۔ ایک سیکنڈ میں بیس ہزار میل کی رفتار سے پیچھے ہٹتا جا رہا ہے اور اس کی رفتار میں ذرا فرق نہیں آ رہا۔

انسانوں نے جو اعداد بنائے ہیں وہ وسعت کائنات کی پیمائش کے لئے کافی نہ ہو سکے اس لئے سائنس دانوں نے نوری سال کی ایجاد کی۔ نور کی رفتار ۱۸۶۰۰۰ میل فی سیکنڈ ہوتی ہے۔ اور براق بھی ایک نورانی وجود تھا اور پھر قدرت کاملہ نے اسے جس خدمت پر مامور کیا تھا اس میں تیز رفتاری درکار تھی۔ اس کے علاوہ بھی تیز رفتاری کی کئی مادی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔

بجلی کا ایک بلب ایک لاکھ ۸۶ ہزار میل کے فاصلے پر رکھ دیں۔ سوئچ دبائیں تو ایک سیکنڈ میں وہ بلب جلنے لگے گا

Marfat.com

۔یہ برقی رو کی تیز رفتاری ہے اور پھر ہوا کی تیز رفتاری بھی اس کی ایک مثال ہو سکتی ہے۔

براق سے اترنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے تو پیغمبروں کی ایک جماعت آپ کے استقبال کے لئے تشریف لائی اور حضور نے امام بن کر اپنے مرسل بھائیوں کو نماز پڑھائی۔

آسمانی سیڑھی:

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبۃ الصخراء پر لے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سیڑھی نظر آئی جو زمین سے آسمان کو چھو رہی تھی۔یہ ارتقاء معراج کی سیڑھی تھی اور بڑی ہی پر اسرار تھی۔

اس کے دونوں طرف کے بازو دو پنجروں کی طرح تھے۔ان کا ایک سرا زمین پر تھا اور دوسرا آسمان پر۔ایک بازو سرخ یاقوت کا بنا ہوا تھا اور دوسرا سبز زمرد کا اس کا ایک پایہ سونے کا بنا ہوا تھا اور دوسرا موتیوں اور چاندی سے اور اس کی مجموعی صورت کرسی کے مشابہ تھی جس میں زمرد کے دو اتنے بڑے پر لگے تھے کہ اگر اس کا ایک پر پھیلایا جاتا تو تمام دنیا کو گھیر لیتا اور اس کرسی میں پچاس مقام تھے اور ہر مقام میں ستر سال کا فاصلہ تھا اور ایک ایک مقرب فرشتہ ہر مقام پر متعین تھا۔

یہ سیڑھی فرشتوں کے آنے جانے کا راستہ ہے جو آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور زمین سے آسمان پر جاتے ہیں۔موت کا فرشتہ ملک الموت بھی روح قبض کرنے کے لئے اس سیڑھی سے نیچے اترتا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ مرنے کے وقت جب آدمی کی آنکھیں پتھرا جاتی ہیں تو اس وقت یہ سیڑھی بھی نظر آتی ہے۔

مراۃ مسلسلہ کا عظیم سحابہ ستاروں کا ایک بہت بڑا نظام ہے جس کی شکل اور ساخت ہماری کہکشاں سے ملتی جلتی ہے۔قدیم بابلی اور کلدانی لوگ اسے آسمانی کرسی کہتے تھے اور قدیم مصری اسے طورت غ آمون کی سیڑھی کہتے تھے جس کے راستے دو دیوتا چاند سے اتر کر زمین پر آتا تھا۔

یہ مجمع نجوم مراۃ مسلسلہ میں خالی آنکھ سے بہت دھیما دھیما نظر آتا ہے۔یہ ہم سے سات لاکھ نوری سال دور ہے۔پھر بھی تمام جزائر کائنات سے جو فضائے بسیط میں گردش کرتے رہتے ہیں اور ہم سے قریب ترین ہے۔اس کا قطر ۶۰ ہزار نور سال ہے۔اگر یہ محیط و بسیط کائناتی جزیرے ہو سکتے ہیں تو زمین سے آسمان کی چھوتی ہوئی سیڑھی بھی ہو سکتی ہے۔

ایک تصویر رصدگاہ کوہولسن کے ۶۰ انچ کے عاکس سے لی گئی لیکن انسان ابھی وہاں نہیں پہنچا کہ وہ کوئی ایسا عاکس تیار کر سکے جس سے اس سیڑھی اور اس پر آتے جاتے فرشتوں کی تصویر اتار سکے۔یہ تو اس کا ایک سائنسی تجزیہ (SCIENTIFICANALYSIS) ہے جس کے لئے ذہنی تعلقات (CONCEPTS) بہر حال ناگزیر ہیں اور جن علائق یا اضافات (RELATIONS) کو قوانین فطرت کہا جاتا ہے، وہ صرف ذہنی تعلقات کے مابین روابط یا اضافات کا نام ہے۔

Marfat.com

چاند:

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سیڑھی کے ذریعے آسمان سے گزرے۔زمین سے قریب ترین جو سیارہ ہے اس کو چاند کہتے ہیں۔اس کا فاصلہ زمین سے تین لاکھ پچاسی ہزار کلومیٹر ہے اور اس کا قطر ۳۴۸۰ کلومیٹر ہے۔یہ زمین کی نسبت بہت چھوٹا ہے۔اس کی کشش ثقل بہت کم ہے۔زمین پر جس چیز کا وزن ۱۵۰ پونڈ ہے چاند پر اس کا وزن ۲۵ پونڈ ہوگا۔زمین کی طرح چاند کی بھی دو گردشیں ہیں۔ایک محوری گردش اور دوسری زمین کے گرد مدار میں گردش۔چاند کی محوری گردش کی رفتار ۱۶ء۵ کلومیٹر فی گھنٹہ ہے۔ان دونوں رفتاروں میں اس قدر توازن ہے کہ زمین سے چاند کا ایک ہی رخ نظر آتا ہے۔چاند کی سطح پر جو کالے کالے دھبے نظر آتے ہیں وہ آتش فشاؤں کے دہانے اور بڑے بڑے غار ہیں۔ان کے علاوہ کافی اونچے اونچے پہاڑ بھی ہیں۔

چاند کی اپنی کوئی روشنی نہیں،سورج کی روشنی منعکس کرتا ہے۔چاند اپنی گردش کے دوران سورج زمین کے عین بیچ میں آجاتا ہے تو سورج کے کچھ حصے کو یا پورے سورج کو تاریک کر دیتا ہے۔رات کی سی کیفیت طاری ہوجاتی ہے۔یہ کیفیت سورج گرہن کہلاتی ہے۔اسی طرح زمین جب چاند اور سورج کے درمیان حائل ہوجاتی ہے تو چاند پر سورج کی روشنی نہیں پڑتی اور وہ تاریک ہوجاتا ہے۔اس کیفیت کا نام چاند گرہن ہے۔

سائنس دانوں کا متفقہ خیال ہے کہ چاند ایک روز زمین کے قریب آجائے گا اور پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا۔اور زمین کے گرد ایک حالہ بن جائے گا۔اس وقت سمندر میں تلاطم اٹھیں گے اور زندگی کا خاتمہ ہوجائے گا۔اسی واقعہ کو قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

((اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ))

”قیامت آگئی اور چاند پھٹ گیا۔“

سورج:

سورج زمین سے ۹ کروڑ ۳۰ لاکھ یا ۱۴ کروڑ ۸۸ لاکھ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے۔سورج زمین سے کئی گنا بڑا ہے۔اس کا اپنا ایک نظام ہے جس میں نو سیارے ہیں جو سورج کے گرد گھومتے ہیں۔پہلا سیارہ عطارد سورج سے بہت قریب ہے۔اس کا فاصلہ سورج سے تین کروڑ ۶ لاکھ میل ہے۔اس کا قطر ۳۰۱۰ میل ہے۔وہ ۸۸ دنوں میں سورج کے گرد ایک چکر پورا کرتا ہے یعنی اس کا ایک سال ہمارے ۸۸ دنوں کا ہوتا ہے۔

دوسرا سیارہ زہرا سورج سے چھ کروڑ ۲۷ لاکھ میل دور ہے۔اس کا قطر ۷۶۱۰ میل ہے۔۲۲۵ دنوں میں سورج کے گرد چکر لگاتا ہے۔اس کا وزن ۵ کے بعد ۲۱ صفر ٹن ہے۔

زہرا کے بعد زمین ہے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

چوتھا سیارہ مریخ ہے۔سورج ۱۴ کروڑ ۱۵ لاکھ ۴۰ ہزار میل دور ہے۔اس کا قطر ۴۲۱۵۰ میل ہے۔وہ سورج

Marfat.com

کے گرد ۶۸۷ دنوں میں گردش کرتا ہے۔
مریخ میں زندگی کی موجودگی کا شبہ کیا جاتا ہے۔
پانچواں سیارہ مشتری ہے۔ یہ ایک بڑا سیارہ ہے۔ وہ سورج سے ۴۸ کروڑ ۳۳ لاکھ میل دور ہے۔ اس کا قطر ۸۶ ہزار ۷ سو میل ہے۔ سورج کے گرد ۱۲ سال میں ایک چکر لگاتا ہے۔ اس کا ایک سال ہمارے ۱۲ سال کے برابر ہوتا ہے۔ مشتری زمین سے ۳۱۷ گنا بڑا ہے۔
چھٹا سیارہ زحل سورج سے ۸۸ کروڑ ۶ لاکھ میل دور ہے۔ اس کا قطر ۷۵۵۰۰ میل ہے۔
ساتواں سیارہ یورنس سورج سے ایک ارب ۷۸ کروڑ ۲۷ لاکھ میل دور ہے۔ اس کا ایک سال ہمارے ۸۴ سال کے برابر ہوتا ہے۔
آٹھویں سیارے نیپچون کا فاصلہ دو ارب ۸۰ کروڑ میل ہے۔ اس کا قطر ۲۷۱۰۰ میل ہے۔ یہ سورج کے گرد ۱۶۵ سالوں میں گردش کرتا ہے۔
نویں سیارے پلوٹو کا فاصلہ تین ارب ۶۷ کروڑ میل ہے۔ اس کا قطر ۳۷۰۰ میل ہے۔ اس کا ایک سال ہمارے ۲۵۰ سالوں کے برابر ہے۔
جس طرح ہماری زمین کے گرد چکر لگانے والا اللہ تعالیٰ نے ایک چاند بنایا اسی طرح سورج کے گرد چکر لگانے والے دوسرے سیاروں کے گرد بھی چاند بنائے ہیں۔ مریخ کے گرد دو چاند گھومتے ہیں۔ مشتری کے گرد بارہ چاند جن میں سے تقریباً آدھے ہمارے چاند سے بڑے ہیں۔
زحل کے گرد ۹ چاند گھومتے ہیں۔ ان کے علاوہ اس کے گرد ایک گول حالہ بھی ہے جو بے حد خوشنما لگتا ہے۔
یورے نس کے گرد اور نیپچون کے گرد دو چاند چکر لگاتے ہیں۔
سورج سے قریب ترین ایک اور تارہ پراکزیما سنچاری (CENTERARIPRAXIMA) ہے۔ اس کا فاصلہ زمین سے ۴ ۱/۲ نوری سال ہے۔ یہ سورج سے کچھ چھوٹا مگر اس سے سوا گنا زیادہ روشن ہے۔
اس طرح بہت سے تارے سورج سے کئی گنا زیادہ منور ہیں۔ ایک اور تارہ پروکیان (PROCYON) سورج سے گیارہ نوری سالوں کے فاصلے پر ہے اور سورج سے سات گنا روشن ہے۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کشاں کشاں مہ و انجم کے اس طلسم سے گزرے۔ اس سیڑھی کے انتہائی کنارے تک پہنچے۔

معراج اور ملائکہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارتقائی سیڑھی کے انتہائی کنارے پر ایک بہت بڑا فرشتہ دیکھا جو ہاتھ کھولے ہوئے زمین اور آسمان کے ساتوں طبقوں کو دونوں ہاتھوں میں لئے ہوئے تھا۔
اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ہوائی کرہ میں پہنچے جہاں ہوا کو ستر ہزار زنجیروں کے ساتھ

Marfat.com

بندھا ہوا دیکھا اور ہر زنجیر ستر ہزار فرشتوں کے سپرد تھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے ذرا اور آگے بڑھے تو ایک مقام پر فرشتوں کی جماعتیں ہی جماعتیں دیکھیں۔آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''ان فرشتوں کی تعداد کس قدر ہوگی۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا:

''یارسول اللہ! مخلوقات الٰہی میں سے کوئی بھی ان کی تعداد نہیں جانتا۔''

یہاں سے آگے بڑھے تو آپ نے ایک ایسا فرشتہ دیکھا جس کا اوپر کا آدھا حصہ آگ سے بنا ہوا تھا اور نچلا آدھا حصہ برف سے۔مگر یہ عجیب بات تھی کہ نہ تو آگ برف کو پگھلاتی تھی اور نہ برف آگ کو بجھاتی تھی۔

یہاں سے آگے بڑھے تو دوسرے آسمان میں ایک فرشتے کے پاس پہنچے جو کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کے پر بڑے چمکیلے تھے اور اس فرشتے کی چوڑائی اس قدر تھی کہ اگر وہ ایک پر کو پھیلاتا تو مشرق سے مغرب تک گھیر لیتا۔

اس فرشتے کے گرد بہت سے فرشتے جمع تھے جو بڑے جابر تھے۔ان کے ہاتھ میں آگ کے گرز تھے،جن سے بہت سے انسانوں کو عذاب دے رہے تھے۔

جب وہ ان کو گرز سے مارتے تھے تو ان کا جسم ریزہ ریزہ ہو جاتا تھا اور جل جاتا تھا اور فوراً ہی وہ اپنی اصل حالت میں آجاتے تھے اور فرشتے ان کو گرز مار کر ریزہ ریزہ کر دیتے تھے۔

چوتھے آسمان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بڑا ہی عجیب واقعہ دیکھا وہ یہ تھا کہ ایک فرشتہ کرسی پر بڑا غمگین بیٹھا ہوا تھا۔اس کی کرسی کے چار گوشے اور ہر گوشہ کے بہت سے پائے سونے چاندی اور مروارید کے بنے ہوئے تھے اور اس کے ارد گرد ان گنت فرشتے کھڑے تھے۔جو فرشتے بائیں طرف کھڑے تھے،وہ بڑی ہی ڈراونی شکل کے تھے۔ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے تھے اور جو فرشتہ کرسی پر بیٹھا ہوا تھا،مجسم آنکھ بنا ہوا تھا اور اس کی آنکھ میں مریخ اور مشتری ایسے بے شمار ستارے چمک رہے تھے۔

چھٹے آسمان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بند دروازہ دیکھا جس پر تمام آسمانوں اور زمین کے برابر قفل لگا ہوا تھا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ اس کو باب الایمان کہتے ہیں۔یہ دوزخ کا دروازہ ہے۔ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں اور کل مخلوق کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ دروازہ پیدا کیا ہے۔اسی واسطے اس کو باب الایمان کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس دروازے کو کھول کر دکھاؤ اس کے پیچھے کیا ہے؟''

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا:

Marfat.com

''یا رسول اللہ! اس کے پیچھے دوزخ کی آگ ہے۔ آپ کو دوزخ اور دوزخیوں سے کیا کام۔؟ آج کی رات بزرگی کی رات ہے۔ جلدی چلئے تا کہ آپ مقام معراج پر پہنچ جائیں۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے جبرائیل! میں ضرور دیکھوں گا اس دروازے کے پیچھے کیا ہے۔''

اتنے میں حکم الٰہی آیا کہ میرے حبیب! انگشت مبارک کا اشارہ کرو، دروازہ کھل جائے گا۔

چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا تو دروازہ فوراً کھل گیا۔ جس کے ساتھ ہی دھوئیں کے بادل اور بھڑکتے ہوئے شعلے باہر نکلے۔

آپ نے نظر کی تو ہر طرف آگ ہی آگ اور شعلے ہی شعلے دکھائی دیئے جن میں ایک ایسا رعب اور دبدبے والا فرشتہ نظر آیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے نہ دیکھا۔ اس کے آس پاس اور بھی کئی فرشتے کھڑے تھے اور ان کے ہاتھ میں آتشیں گرز تھے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان سے آگے سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو ایک بڑی ہی عظمت والا فرشتہ دیکھا۔ جس کے طول وعرض کے برابر کوئی فرشتہ نہ تھا۔ بے شمار اس کی زلفیں تھیں جن میں ستارے پروئے ہوئے تھے اور ہر ستارہ ایک موتی تھا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہر موتی سے ایک دریا جاری تھا اور ہر دریا میں بڑی بڑی مچھلیاں تیر رہی تھیں۔

سفر معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جسیم وجلیل فرشتے دیکھے وہ بھی سب اللہ تعالیٰ کی قدرت وندرت اور عظمت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اگر اتنی بڑی کائنات اور اس سے ماوراء اس سے بھی بڑی کائناتیں پیدا کر سکتا ہے، بڑے بڑے جسیم ستارے اور کہکشائیں پیدا کر سکتا ہے تو جسیم وقد آور فرشتے پیدا کر لینا بھی اس کی قدرت کاملہ سے باہر نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش ہی میں اپنی اس تخلیق وتکوینی راز کو منکشف کرنے کے لئے فلک بوس پہاڑوں اور ستاروں میں بھی اس کی تمثیل پیدا کر دیں۔ جن کی تصدیق وتائید سائنس اپنی زبان میں یوں کرتی ہے۔

ایک طرف ایک سورج کے مقابلہ میں ہماری مٹر برابر زمین کی دنیا کا خیال کریں۔ دوسری طرف اس ایک سورج جیسے کروڑوں دوسرے سورجوں کا جو اس مجموعہ میں پائے جاتے ہیں جس کو کہکشانی نظام کہا جاتا ہے۔ پھر یہ کائنات یا عالم اس کہکشانی نظام پر ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس جیسے لاکھوں لاکھ سحابیے خلاء میں تیر رہے ہیں اور ہم سے قریب ترین سحابیہ بھی چھ کروڑ اڑسٹھ ہزار نواسی سال کی دوری پر واقع ہے اور یہ بے حد بڑا ہے۔ جس زمین پر ہم آباد ہیں یہ نظام شمسی کا صرف ایک سیارہ ہے جو سورج کے مقابلے میں مٹر کا دانہ ہے۔ سورج تو سورج سیارہ مشتری اتنا بڑا ہے کہ اس میں ہماری زمین جیسی ایک ہزار سے زیادہ زمینیں سما سکتی ہیں اور پھر آسمان پر جو چھوٹے چھوٹے تارے دکھائی دیتے ہیں ان میں اکثر سورج کے برابر اور بہت سے خود سورج سے اتنے بڑے ہیں کہ ان میں دس ہزار سورج سما سکتے ہیں۔

ستارے وہ کہلاتے ہیں جو خود بخود روشن ہیں یعنی جو اس وقت جلتی ہوئی گیس کی حالت میں پائے جاتے ہیں اور جو ٹھنڈے ہو چکے ہیں جیسے مریخ اور ہماری زمین وغیرہ وہ سیارے کہلاتے ہیں۔

Marfat.com

ترس نجع کے پانچ ستارے فوق کہکشاؤں (EXTRAGALATIC) کا ایک جھرمٹ بناتے ہیں۔ان میں سے ہر ایک خود ایک جزیرہ کائنات ہے اور ہماری کہکشاؤں کی طرح اربوں کھربوں ستاروں کا مجموعہ ہے۔

ہم جس کہکشانی نظام میں واقع ہیں بیسویں صدی کی دوربینوں کے ذریعے اس کے ستاروں کی تعداد تقریباً دس ہزار ملین ہے۔پھر بھی ہماری کہکشاں بجائے خود صرف ایک مقامی کہکشانی نظام ہے جس کے علاوہ اور بے شمار کہکشانی نظامات پائے جاتے ہیں۔

کائنات کی تعمیر و تشکیل سے متعلق (COSMOLOGICAL) جو ثمرات ان میں پنہاں ہیں وہ بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

کہکشاؤں سے بھی ماوراء سحابیے پائے جاتے ہیں جن کو معلوم کرنے کے لئے بیسویں صدی کی امریکہ کے کوہ وسن کی دوربین درکار تھی۔جس سے یہ حقیقت واضح ہوئی یہ سحابیے بھی دراصل ستارے ہیں جو کہکشاں سے بے انتہا دور فاصلے پر پائے جاتے ہیں۔اینڈرومیڈا (ANDRAMEDA) سحابیہ سے جو روشنی ہماری دوربین تک پہنچتی ہے وہ بیس لاکھ سال سے گزر رہی ہوتی ہے۔ہم ٹیلیسکوپ (دوربین) سے خلائیں (SPACE) جہاں بھی دیکھیں یہ سحابیے موجود ملتے ہیں، لیکن ابھی تک کوئی ایسی ٹیلیسکوپ ایجاد نہیں ہوئی جس سے افلاک میں اپنے اپنے کام اور مقام پر متعین ملائکہ دیکھے جاسکیں کہ وہ تعداد میں کتنے ہیں اور کس قدر جسیم ہیں۔البتہ سائنسی مشاہدات نے ان کی تمثیلوں کو افلاک میں ضرور دیکھ لیا ہے، اس سے آگے سائنس کے لئے ابھی اندھیرا ہے۔

• خالی آنکھ سے جو ستارے دیکھے جاسکتے ہیں ان کی تعداد دس ہزار سات سو ہے۔باقی بڑی بڑی دوربینوں سے سات کروڑ تک دیکھے جاسکتے ہیں اور فوٹو گراف میں یہ تعداد ہزاروں ملین تک جا پہنچتی ہے، لیکن حیران کردینے والے یہ اعداد اصل میں بیرونی خلاؤں کو شروع کرتے ہیں، جہاں کروڑوں سحابیے اور اربوں ارب ستارے پائے جاتے ہیں اور یہ اعداد و شمار انسانی ذہن کو چکرا دینے والے ہیں۔

اربوں کھربوں میل کا طول و عرض رکھنے والے اجرام سماوی سیاروں، کہکشاؤں اور سحابیوں کا ذکر ہی کیا خود زمین پر آنکھ دیکھے سینکڑوں لاکھوں میل لمبے چوڑے سمندروں اور ہمالیہ جیسے پہاڑوں کے اجسام خود سائنس کی بتلائی ہوئی مسلمہ حقیقت کی ہمالیاتی صداقت ہے۔وحی و نبوت والے مذہب کے لئے اسی سلسلہ میں بہت بڑی پتہ کی گہری تنبیہ والی بات یہ ہے کہ الحاد کے بجائے ایمان کا راستہ دکھلانے والے جدید سے جدید سائنس کے ان سارے انقلابات کے باوجود اہل ایمان قرآن کی وحی کے عطا کرنے والے اللہ پر ایمان رکھیں۔مادی کائنات کے زیادہ گہرے مطالعہ و فہم نے اللہ پر ایمان کے نئے نئے دروازے کھول دیئے ہیں کہ کتنا عظیم ہے وہ اللہ جو اتنے بڑے بڑے اجرام فلکی کو توازن کے ساتھ رکھے ہوئے ہے کہ وہ اپنا توازن کھو نہ بیٹھیں۔

جہنم اور سائنس:

کتنی عالیشان ہے وہ ذات جس نے عظیم الجثہ (SUPERGIANT) تارے بنائے اور ان کو روشن کیا

Marfat.com

جو سورج سے کئی گنا بڑے ہیں۔ ستارے بٹلگیز (BETELGEUSE) یا انٹارس (ANTARES) میں ہمارے سورج جیسے 6 کروڑ سورج سما سکتے ہیں۔ اجینا (AGENA) سورج سے آٹھ گنا بڑا اور تین ہزار تین سو گنا روشن ہے۔ اس کا قطر ۷۰ لاکھ میل یا ایک کروڑ ۱۲ لاکھ کلومیٹر ہے۔

آرکٹورس (ARCTURUS) یہ تارہ سورج سے ۲۵ گنا بڑا ہے۔ اس کا قطر تقریباً دو کروڑ میل ہے۔ اس کا رنگ سنگترے جیسا ہے۔

رائگل یہ سورج سے ۳۰ گنا بڑا ہے۔ اس کا قطر ۲ کروڑ ۶۰ لاکھ میل ہے۔ اس کا رنگ نیلا ہے۔

الڈی بارن (ALDEBARAN) یہ سورج سے ۴۳ گنا بڑا ہے۔ اس کا قطر تقریباً ۳ کروڑ ۲۷ لاکھ میل ہے۔

شیاٹ (SCHEAT) اس کو اگر سورج کے مقام پر رکھ دیا جائے تو زہرہ سیارہ اس کے دائرے کے اندر آجائے گا۔ اس کا قطر ۸ کروڑ ۶۵ لاکھ میل ہے۔

کیانو پس (CANOPUS) یہ سورج سے دو سو گنا بڑا ہے۔ اس کا قطر ۱۷ کروڑ ۳۰ لاکھ میل ہے۔

کیٹی (KETI) یہ سورج سے ۳۰۰ گنا بڑا ہے۔ اس کا قطر ۲۶ کروڑ میل ہے۔

انٹارس (ANTARES) یہ سورج سے ۴۳۰ گنا بڑا ہے۔ اس کا قطر ۳۷ کروڑ ۲۰ لاکھ میل ہے۔

یہ سب تارے آگ کے کرے میں۔ ٹبل گیز میں جو شعلے اٹھتے ہیں وہ پانچ کروڑ میل بلند اٹھتے ہیں تو پھر جہنم جو اس مقصد کے لئے بنایا گیا ہے اس کے شعلے نہ جانے کتنے بلند اٹھتے ہوں گے۔ ان کی بے انتہا مہیب اور دہشت ناک شکل اللہ تعالیٰ کے جلال کی عکاسی کرتی ہے۔ اگر کسی عظیم تارے کو سورج کی جگہ رکھ دیا جائے تو زمین کے تمام سمندر بھاپ بن کر اڑ جائیں، جنگلوں اور شہروں میں آگ لگ جائے اور پہاڑ پگھلنے لگیں۔

بعض مجموعہ سیارگان میں تو عظیم ترین تاروں سے بھی بڑے بڑے ہیں۔ مثلاً:

سفائی (SEPHEI) سورج سے ایک ہزار گنا بڑا ہے۔ اس کا قطر ۸۶ کروڑ ۵۰ لاکھ میل ہے۔

آری گا (ANRIGAI) کے مجموعہ ستارگان میں ایک تارہ آری گائی سورج سے دو ہزار گنا بڑا ہے۔ اس کا قطر ایک ارب ۳۷ کروڑ میل ہے۔ ان میں اٹھنے والے شعلوں کا اندازہ کرنا ممکن نہیں۔ خلاء میں ایسے کھربوں آتشیں کرے یا آتش فشاں ستارے بنانے والی قدرت کاملہ کیا گنہگاروں کی سزا کے لئے ایک جہنم نہیں بنا سکتی۔

ہوسکتا ہے یہ سارے ستارے جہنم ہی کا حصہ ہوں۔

سورج ہی کو لیجئے ایک بہت بڑی ایٹمی بھٹی ہے۔ سورج ہائیڈروجن گیسوں کا بہت بڑا گولا ہے۔ سورج کے بالکل وسط میں ہائیڈروجن اس قدر دباؤ میں ہے کہ اس کے ایٹموں سے ہیلیم گیس کے بڑے ایٹم بن رہے ہیں۔ اس تبدیلی کے نتیجہ میں زبردست مقدار میں حرارت پیدا ہوتی ہے۔

سورج کے مرکز میں درجہ حرارت لاکھوں درجہ سینٹی گریڈ تک چلا گیا ہے۔ چونکہ سورج کا حجم بہت بڑا ہے، اس لئے اس کے اندر جتنے ایٹمی دھماکے ہوتے ہیں وہ اس کے مرکزی حصے میں ہی سما جاتے ہیں۔

Marfat.com

سورج کا مرکز اپنی حرارت کا کچھ حصہ بیرونی حصے کو منتقل کرتا رہتا ہے۔اس حصے کو فوٹوسفیر (PHOTO SPHERE) یعنی کرۂ نور کا نام دیا گیا ہے۔

سورج کے گرد اس کی ایک فضا ہے۔سورج کی سطح سے چار ہزار کلو میٹر تک کو کروموسفیر (CHOROMOSPHERE) یعنی کرۂ رنگیں کا نام دیا گیا ہے۔یہ سرخ رنگ کا ہے اور اس کا درجہ حرارت دس ہزار درجہ سینٹی گریڈ تک ہے۔اس کے اوپر لاکھوں کلومیٹر بلندی تک کرونا (CORONA) یعنی تاج ہے۔اس میں مسلسل شعلے بلند ہوتے رہتے ہیں۔جن کا درجہ حرارت لاکھوں درجہ سینٹی گریڈ تک ہے۔ان شعلوں کے ذریعے سورج اپنی توانائی برابر خارج کرتا رہتا ہے۔جن کا بڑا حصہ برقی مقناطیسی شعاعوں کی صورت میں زمین پر پہنچتا ہے۔ان شعاعوں کے ساتھ الیکٹران، پروٹان، ایٹمی مرکزے اور نیوٹرینو ذرات بڑی مقدار میں پوری کائنات میں پھیلتے اور زمین کی طرف بھی آتے ہیں۔

[illegible]رۃ البروج کے بارے میں تو آپ یہ جانتے ہی ہوں گے کہ ہر برج کا اپنا ایک نام ہے اور وہ اپنی ایک مخصوص شکل بھی رکھتا ہے۔

کسی بھی رات کو آپ شمالی آسمان پر نگاہ ڈالیں تو آپ کو وہاں سات ستاروں کا مجموعہ نظر آئے گا۔جس کو دبِ اکبر (BIG DIPPER) کا نام دیا گیا ہے۔

ان ستاروں کی ترتیب اس طرح ہے کہ چار ستارے ایک چارپائی کے پائے معلوم ہوتے ہیں اور ان کے پیچھے تین ستارے تصور میں یوں آتے ہیں کہ جیسے تین لڑکیاں چارپائی کے پیچھے چل رہی ہوں۔چارپائی کے آخری دو ستاروں کی سیدھ میں ان ستاروں کے باہمی فاصلے تقریباً پانچ گنا فاصلے پر جو ستارہ نظر آتا ہے وہ قطبی تارا (POLARISY) ہے۔

قطبی ستارے کے دوسری طرف چھ ستاروں کا ایک نمایاں مجموعہ انگریزی لفظ ڈبلیو (W) کی طرح کا ہے۔اس کا نام ذات الکرسی ہے۔یہ بھی ہر رات کو دیکھا جا سکتا ہے۔آسمان میں روشن ترین ستاروں کا ایک مجموعہ ہمیں موسم سرما میں جنوبی آسمان پر دکھائی دیتا ہے۔اس کو الجبار (ORION) کا نام دیا گیا ہے۔اس کو دیکھ کر تصور میں یوں آتا ہے جیسے ایک شکاری کمر میں پیٹی باندھے اور تلوار لٹکائے کھڑا ہے۔اس میں تین روشن ستارے ایک ہی قطار میں واقع ہیں جن کی مدد سے یہ مجموعہ فوراً تلاش کیا جا سکتا ہے۔کیونکہ آسمان پر تین ستاروں کی کوئی دوسری قطار موجود نہیں۔یہ قطار شکاری کی پیٹی ہے۔اس کے ٹھیک نیچے کی طرف ستاروں کی ایک دھندلی قطار ہے۔یہ شکاری کی تلوار ہے۔اوپر اور نیچے دو دو روشن ستارے ہیں جو شکاری کے شانوں اور اس کے پاؤں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

شکاری کے شانے کے اوپر کچھ فاصلے پر چھوٹے چھوٹے ستاروں ایک جھرمٹ نظر آتا ہے۔بڑی مشکل سے آپ [illegible] میں سات آٹھ ستاروں کو گن سکیں گے۔

[illegible] جھرمٹ کا نام ثریا ہے جس کی بلندی اور دوری ضرب المثل ہے۔اللہ تعالیٰ کے وجود کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری

Marfat.com

نہیں کہ ہم اس کو دیکھیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہر شئے اپنا ایک الگ وجود رکھتی ہے۔ بعض کو دیکھا جا سکتا ہے بعض کو نہیں دیکھا جا سکتا۔ ہم بآسانی پہاڑ کو دیکھ سکتے ہیں کہ یہ پہاڑ ہے۔ اسی طرح سمندر کو دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ یہ سمندر ہے۔

مگر کئی چیزیں نظر نہیں آتیں اور وہ ہیں جیسے ہوا ہے نظر نہیں آتی۔ خوشبو ہے اور دکھائی نہیں دیتی۔ اس کے باوجود اس کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح ہم ملائکہ کو نہیں دیکھ سکتے مگر وہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہے مگر ہم اس کو دیکھ نہیں سکتے مگر اس کی نشانیوں اس کی صفات اور اس کی عظمتوں کو دیکھ کر اس کے وجود کا قائل ہونا پڑتا ہے۔ اس وسیع و عظیم الشان کائنات کی ہر شے پکار پکار کر اپنے خالق کے وجود کی گواہی دیتی ہے۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد ہے ان میں سے پہلی چیز ایمان ہے اور ایمان کے معنی جاننے اور ماننے کے ہیں۔ سب سے پہلے تو انسان کو اللہ کی ہستی کا پورا یقین ہونا چاہیے۔ کیونکہ اگر اسے یہی یقین نہ ہو کہ اللہ ہے تو وہ اس کی اطاعت کیسے کرے گا۔ اس کے ساتھ انسان کو اللہ کی صفات کا علم ہونا بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان کے بعد دوسری چیز جس پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی ہے وہ فرشتوں کی ہستی ہے۔

فرشتے اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ مخلوق ہیں۔ نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہماری نظروں سے غائب ہیں۔ ان کی فطرت یہی ہے کہ وہ اللہ کے احکامات کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتے۔ جن کاموں پر اللہ تعالیٰ نے انہیں مقرر فرما دیا ہے انہیں میں لگے رہتے ہیں۔ فرشتوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ستاروں کی طرح وہ بھی گنے نہیں جا سکتے۔

خالق کائنات صرف سورج، چاند اور تاروں کا ہی رب نہیں ہے بلکہ وہ فرشتوں کا بھی رب ہے۔ ان کی تخلیق سوائے حیرت و تعجب کے کچھ بھی نہیں۔ اللہ نے ایسے کھربوں کھربوں تارے بنائے ہیں جو سورج سے لاکھوں گنا بڑے ہیں۔ جن کے قطر کروڑوں میل ہیں اور اللہ کی مخلوق ایسے فرشتے بھی ہیں جو قد و قامت میں بہت ہی بڑے ہیں۔ وہ بیک وقت زمین پر بھی ہیں اور آسمان پر بھی۔ ان کے پر اس قدر چوڑے ہیں کہ اگر ایک پر کو پھیلائیں تو مشرق سے مغرب تک گھیر لیں اور ایسے فرشتے بھی جن کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں۔ سائنس اس کی تائید آتش فشاں پہاڑوں سے کرتی ہے۔ جن کے دہانے سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں۔ سورج ہی کو لیجئے جو آگ کے شعلوں کے کرے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ابتدائی دور میں زمین پر ڈینوسار اور مہمل ٹائپ کے ایبس جیسے قوی الجثہ جانور موجود تھے جن کے نتھنوں سے اور دہانے سے آگ نکلتی تھی۔

ساتویں آسمان پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بہت ہی بڑا فرشتہ دیکھا جس کے بے شمار بال اور پر تھے جیسے درخت میں شاخیں اور شاخوں میں پتے۔ یہ فرشتہ بہشت کی ایک نہر میں غسل کرتا اور باہر آ کر اپنے بال و پر جھاڑتا ہے اور جہاں جہاں پانی کی بوند گرتی ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے جب کہ سائنس یہ کہتی ہے کہ ہماری زمین بھی سورج سے ایک بوند کی طرح ٹپک کر علیحدہ ہو گئی تھی۔ خلا میں اب بھی ایسے سحابیے اور کہکشائیں موجود ہیں جن سے بارش کی طرح برقی سیال گیس اور مادے شب و روز ٹپکتے ہیں اور تارے بن جاتے ہیں۔ تاروں کے نئے جھرمٹ اسی طرح وجود میں

Marfat.com

آ رہے ہیں۔نئی گیلیکسیاں اسی عمل سے بنتی ہیں۔

ساتویں آسمان کے قریب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک معمر فرشتہ دیکھا جو بڑا ہی بوڑھا تھا۔اس کے نہ صرف سر کے بلکہ بھوؤں کے بال بھی سفید برف ہو رہے تھے۔پپوٹوں پر گر رہے تھے۔آنکھیں ان میں چھپی ہوئی تھیں۔اس کی عمر لاکھوں سال معلوم ہوتی تھی۔

سورج کی عمر کا اندازہ بے انتہا مشکل ہے۔جب کہ سائنس دان اس کی عمر پانچ ارب سال بتاتے ہیں اور بعض ایک کھرب سال۔انٹارس تارے کی عمر ۷ کھرب سال کہتے ہیں۔ابتدا میں انسان بھی بڑی لمبی عمر پاتا تھا۔حضرت آدم علیہ السلام کی عمر دو ہزار سال تھی۔جب کہ درازی عمر کی یہ مثالیں جانوروں میں بھی پائی جاتی ہیں۔وہیل مچھلی اور کچھوے کی عمر بڑی لمبی ہوتی ہے۔کئی صدیاں زندہ رہتا ہے۔یہ سب اللہ کی قدرت ہے جسے چاہے جتنی چاہے لمبی عمر عطا کرے۔کروڑوں میل قطر کے تاروں کے مماثل فرشتے کب پیدا کئے گئے اور اب ان کی عمر کیا ہوگی؟ یہ اللہ ہی جانے۔

ان تمام چیزوں کو پیش نظر رکھ کر دیکھیں تو واضح ہوگا کہ ان بے شمار کہکشاؤں اور عظیم ترین کرّوں کا خالق کائنات نے نہ تو اپنے ہاتھوں سے بنایا اور نہ ان کو کسی مخلوق یا فرشتوں سے بنوایا۔نہ ان کے بنانے میں کسی کی مدد لی۔خالق کائنات کو ان کے بنانے کے لئے ایک ایسی قوت استعمال کرنا پڑی۔جس کو قوت امر کہتے ہیں۔قوت حکم کہتے ہیں۔حکم خالق کائنات کی ایک بہت بڑی اور عظیم ترین قوت کا نام ہے۔اللہ تعالیٰ جب کسی کام کا ارادہ یا خواہش کرتا ہے تو حکم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔تخلیق کائنات خالق کائنات کے اس حکم کا نتیجہ ہے کہ یہ کثیر مادہ کبھی نہیں تھا، خالق کے حکم سے دھواں دھواں ہوا اور پھر اس کے حکم ہی سے بڑی بڑی عظیم گیلیکسیاں بنیں، عظیم اور عظیم ترین تارے آسمان پر جگمگانے لگے اور ان کے مماثل فرشتے معرض وجود میں آئے اور تخلیق کے اس راز کو جتنی جس کی عقل تھی اس نے اتنا ہی سمجھا۔تخلیق کائنات کے سلسلہ میں سائنس دانوں اور مفکروں نے اللہ کی اس قوت حکم کو سمجھنے کی جتنی کوشش کی اللہ نے اتنا ہی ان کی رہنمائی کی۔اور پھر قرآن حکیم نے علم والوں کو بہت بڑا درجہ اور امتیازی مقام عطا فرمایا:

((شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ))(آل عمران)

”اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں کہ اس زبردست حکیم کے سوا کوئی معبود نہیں۔“

زمین......چاند......سورج:

شب معراج رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے آسمان پر ایک دریا دیکھا جو اتنا چوڑا تھا کہ اس کو پار کرنے میں انسان کو دو سو برس لگ جائیں اور ہر جانور جو خشکی وتری میں ہوتا ہے اس دریا میں موجود تھا۔وہ دریا ہوا میں معلق تھا اور

Marfat.com

ایک قطرہ پانی کا اس سے نہیں گر رہا تھا۔

ہماری دنیا کے سمندر بھی تو ہوا میں معلق ہیں اور ایک قطرہ پانی کا ان سے خلا میں نہیں گر رہا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے آسمان سے آگے بڑھے تو ایک سبز دریا پر پہنچے جس میں اس قدر فرشتے تھے کہ ان کا شمار اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔

یہاں سے آگے بڑھے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دریائے تاریک پر پہنچے جس میں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا کہ اس دریا میں کیا کچھ ہے۔

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس ہوائی کرہ میں سے گزرے جہاں ہواؤں کو ستر ہزار زنجیروں کے ساتھ بندھا ہوا دیکھا اور ہر زنجیر ستر ہزار فرشتوں کے سپرد تھی تاکہ وہ اس کی حفاظت کریں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے آسمان پر آئے تو دیکھا کہ ہر طرف سفید موتی سی قندیلیں اور شمعیں فروزاں تھیں جو کبریائی نور سے روشن تھیں۔

چھٹے آسمان پر فرشتے غول در غول عبادت میں مشغول تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے گزرتے ہوئے ایک دروازے پر پہنچے جو کافور کا تھا اور اس کی دہلیز تحت الثریٰ سے شروع ہو کر عرش تک پہنچی ہوئی تھی۔ دروازہ بند تھا جس پر تمام آسمانوں اور زمینوں کے برابر قفل پڑا تھا اور روشنی پھیلا رہا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو اس کی شان ہی سب سے نرالی دیکھی۔ سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے جس کا تنا زرسرخ کا ہے۔ اس کی بعض شاخیں مروارید کی اور بعض زمرد و یاقوت کی ہیں اور اتنا اونچا ہے کہ اگر اس کی چوٹی تک پہنچنا چاہو تو پچاس ہزار سال کا راستہ طے کرنا پڑے۔ پتے اس کے ہاتھی کے کانوں کی طرح اور پھل اس کے مٹکے کے مماثل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نور نے اس درخت کو ڈھانپا ہوا ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے پتے ستاروں کی طرح چمک رہے تھے اور سدرہ کے اردگرد فرشتے غول در غول منڈلا رہے تھے جیسے شمع کے گرد پروانے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ کی جڑ سے چار نہریں نکلتی دیکھیں۔ دو ظاہر دو مخفی۔ مخفی نہریں بہشتی نہریں تھیں اور ظاہری دونوں دنیا میں جاتی تھیں۔ ایک دریائے نیل ہے اور دوسری دریائے فرات۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور نہر دیکھی جس کے کناروں پر یاقوت، شیشے، موتی اور زمرد کے کوزے رکھے تھے جن کی گردنیں اونٹ کی گردن کے مشابہ تھیں۔ اس نہر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کوزہ بھر کر پیا۔ پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور مشک وعنبر سے زیادہ خوشبودار تھا۔

سدرہ کی جڑ سے ایک اور چشمہ جاری تھا، جس کا نام سلسبیل تھا۔ یہاں سے آگے بڑھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگ کے کئی دریاؤں پر سے گزرے اور ان سے ذرا آگے جا کر حجابات عظمت کا لامتناہی درخشندہ و تابندہ سلسلہ شروع ہو گیا۔

Marfat.com

عقل انسانی میں اتنی سکت نہیں کہ وہ ان رازوں کو پا سکے۔ ہماری حیثیت اس چیونٹی کی سی ہے جو کائنات کے ٹیلی وژن سیٹ پر سے رینگتی ہوئی نکل جاتی ہے اور نہیں جانتی کہ ٹیلی وژن سکرین پر کیسے کیسے مہاکات منعکس ہو رہے ہیں اور ٹیلی وژن کے اندر وہ کونسی مشینری ہے، وہ کونسا سحر و طلسم ہے جو ٹیلی وژن کی سکرین پر ان مہاکات کو ان کی پوری دلکشی و دلفریبی کے ساتھ منعکس کر رہا ہے۔

اسی طرح عقل انسانی میں بھی اتنی ہی استعداد ہے جتنی کہ اس کی ضروریات کی تکمیل، اس کی مدافعت اور اس کی بقا کے لئے ضروری ہے۔ اس عقلی قوت کی استعداد و استطاعت اتنی بھی نہیں بڑھتی کہ اپنے خول سے باہر ہو جائے۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے کہ انسان میں اتنی ہی قوت نہیں کہ وہ کارخانہ قدرت میں دخل دے سکے۔ وہ کوئی ایسا مادہ نہیں پیدا کر سکتا جو اجرام فلکی کی روشنی کو گھٹا بڑھا سکے، جو سالہا سال تک سورج اور دوسرے تاروں کی طرح جلتا رہے۔

انسان نہ بادل پیدا کر سکتا ہے نہ بجلی چمکا سکتا ہے۔ وہ ہواؤں کا رخ بھی نہیں بدل سکتا، نہ موسموں میں تغیر لا سکتا ہے۔ گر وہ اپنی عقل کو بروئے کار لا کر نئی چیزیں تیار کر سکتا ہے۔ چاند پر جا کر وہاں کے حالات معلوم کر سکتا ہے۔ خلائی جہاز کے ذریعے خلا کا معائنہ کر سکتا ہے۔ مصنوعی سیارے چھوڑ سکتا ہے۔ ایٹم، ہائیڈروجن ایسی نیوکلر توانائیوں پر تحقیقات کر کے ان کو استعمال کر سکتا ہے۔ الیکٹرانکس کی مدد سے دوسرے سیاروں سے رابطہ قائم کر سکتا ہے۔ مگر تخلیق و تغیر کے بہت سے راز ابھی ایسے ہیں جہاں تک انسان کی عقل اور سائنس ابھی تک نہیں پہنچی۔

جہاں تک سائنس نے تحقیق کی ہے کروڑوں سال ہوئے جلتے ہوئے بادل جیسے گچھے سورج کے ارد گرد گھومتے تھے۔ اسی زمانے میں سیاروں کے شروع ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ سیارے گیس کے لفافے میں لپٹے ہوئے تھے۔ زمین ان سیاروں میں سے ایک تھی۔

اس نئی زمین پر یعنی اس کی سطح پر بے شمار شہاب ثاقب گرنے لگے جن کی حقیقت سائنس نے یہ معلوم کی ہے کہ ہر سیارے کے اطراف میں لاتعداد شہاب ثاقب پائے جاتے ہیں جو سخت ترین پتھر یا لوہے کے اجسام ہوتے ہیں۔ خود ہماری زمین کے اطراف میں دس کھرب شہاب ثاقب آتے دیکھے گئے ہیں۔

ان میں سے سوائے چند ایک کے تمام زمین پر گرنے سے پہلے ہی جل کر خاک ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ طریقہ نہ بناتا تو کرہ ارض پر انسان کی زندگی دشوار ہو جاتی۔ رات دن پتھریلی آگ کی بارش ہوتی۔

چاند، سورج، عطارد اور دوسرے سیاروں میں جو غار پائے جاتے ہیں وہ سب شہاب ثاقب گرنے سے پیدا ہوئے۔ زمین پر ایسے کئی غار بنے تھے مگر وہ ہوا اور پانی کی وجہ سے مٹ گئے۔ اسی طرح سورج کی سطح پر ہر روز تقریباً ۱۵ تا ۲۰ کروڑ ٹن شہاب ثاقب گرتے ہیں۔

ابتداء میں اس نئی زمین کی سطح پر بے شمار شہاب گرنے لگے۔ ان میں سے ایک زمین کے گرد گھومنے لگا یہ چاند تھا۔ سورج، زمین اور چاند سب اپنے اپنے مدار میں تیرنے لگے۔

Marfat.com

سورج کی تابکاری بڑھتی گئی لیکن زمین تک نہ پہنچ پائی، کیونکہ زمین جمی ہوئی ٹھنڈی گیس میں لپٹی ہوئی تھی۔ اس کی سطح پر برودت کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ زمین کی سب سے پہلی فضا بہت طوفانی تھی۔ زمین سے نکلتی ہوئی گرمی سے یہ اور درہم برہم ہوتی گئی۔ جہاں جہاں زمین کے اندر سے گرمی باہر نکلنے لگی وہاں جگہ جگہ اس کی پہلی سطح گرم ہو کر پگھلنے لگی۔ لاوے کی بہت بڑی جھیلیں اور کھولتی ہوئی دلدلیں سطح زمین پر پھیلنے لگیں۔ لاوا اس زور سے نکلا کہ گیس اوپر اٹھنے لگی۔

چار ارب بیس کروڑ سال ہوئے پہلا براعظم بنا جو گرم اور ویران تھا۔ پھر فضا ٹھنڈی ہونے لگی اور پانی کے بخارات بارش میں تبدیل ہو کر نیچے گرنے لگے۔ لیکن زمین کی سطح اتنی گرم تھی کہ وہ یہ نمی جذب نہ کر سکی۔ پانی بھاپ بن کر دوبارہ اٹھنے لگا۔ مسلسل بارش ہوتی رہی۔ آخر کار زمین کی سطح پانی جذب کرنے لگی اور پھر ٹھنڈی ہونے لگی۔

چار ارب سال ہوئے زبردست اور خوفناک طوفان کے اٹھنے سے ایک نئی قسم کی فضا پیدا ہوگئی۔ یہ زندگی کے لئے بہت زیادہ ضروری تھی۔ طوفان ہلکے ہونے لگے اور زندگی کی ابتدا کے لئے حالات موافق ہوتے گئے۔

تین ارب نوے کروڑ سال ہوئے زمین کی سطح کے نچلے حصوں میں جو گار پہنچی تھی وہ بڑھنے لگی اور خشکی ہونے لگی۔ یہ زلزلوں کی وجہ سے تڑخنے لگی۔ جھیلوں سے پانی نکل کر بہنے لگا اور دریا شروع ہوئے اور سمندر پھیلنے لگے۔

تین ارب سال ہوئے زندگی کم گہرے پانیوں کے سمندروں میں شروع ہونے لگی۔ غالباً اس زمانے میں چاند بہت نزدیک آگیا اور خوفناک مدوجزر اٹھے اور بے شمار شہاب زمین پر گرنے لگے۔

ایک ارب سال ہوئے برفانی دور آئے۔ زمین کی سطح بہتی برف سے ڈھک گئی۔

۴۱ کروڑ سال ہوئے ساحل پر پودے اگ آئے۔ یہ سب سے پہلے پودے تھے۔ ابتدائی ہریالی پودے آہستہ آہستہ بڑھتے گئے۔ فرن گھوڑا دم اور کلب موس ایسی نباتات بہت بڑی ہوگئی۔ اس دوران کبھی کبھی کومٹ (COMMETS) یعنی دم دار تارے آسمان پر سے گزرتے تھے۔

نظام شمسی کی بسیط فضا میں اللہ تعالیٰ نے ان سیوروں کے علاوہ لاتعداد دم دار تارے بھی پیدا کئے ہیں۔ یہ آگ کے کرے ہوتے ہیں۔ ان کے قطر سینکڑوں سے لے کر ہزاروں کلومیٹر تک ہوتے ہیں اور ان کی دم ہزاروں سے لے کر لاکھوں کلومیٹر لمبی ہوتی ہے۔

دمدار تارے جب سورج کے قریب آتے ہیں تو بے انتہا خوفناک ہو جاتے ہیں۔ ان کی رفتار میں تیزی اور بے انتہا چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ دمدار تارے دہکتے ہوئے جہنم ہی سمجھئے۔ اگر زمین ان کی زد میں آجائے تو نباتات اور حیوانات جل کر راکھ ہو جائیں۔ ہوا اور پانی کے زبردست طوفانوں سے اور زلزلوں سے بستیاں نیست و نابود ہو جائیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ایسا نہیں ہوتا۔ جو کام جہنم کے لئے مخصوص ہے وہ جہنم ہی سے لیا جاتا ہے اور اس کے لئے افلاک میں ایک خاص مقام مخصوص کر دیا گیا ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

دمدار تارے بڑے ہی پُراسرار اجرام ہیں اور قدیم زمانے ہی سے ان سے متعلق کئی حکایتیں اور روائتیں چلی آتی ہیں۔ کسی زمانے میں لوگ یہ قیاس کرتے تھے کہ ہڑپا، موہنجوداڑو، بابل، سدوم، عمورہ ایسے قدیم شہر ان ہی دمدار تاروں

Marfat.com

کی تباہی سے تباہ و برباد ہوئے۔

قدیم زمانے کے بعض لوگ خیال کرتے تھے کہ طوفان نوح بھی کسی دمدار تارے کی وجہ سے اٹھا تھا۔ سطح زمین کے ایک ہی عرض بلد پر ریگستانوں کا پایا جانا بھی کسی دمدار تارے کی تباہی کا سبب سمجھا جاتا تھا۔

زمانہ قدیم سے اہل زمین ان کو نحوست کی علامت اور آفات آسمانی کا پیش خیمہ قرار دیتے رہے ہیں۔ لوگوں نے ان کو آسمانی بھوت تک کہا۔ بعض دمدار تارے سورج کے گرد ایک مقررہ میعاد تک چکر لگاتے ہیں۔ مشہور دمدار تارہ ہیلی ۷۶ سال میں ایک چکر لگاتا ہے۔ دمدار تارے اچانک آسمان میں نمودار ہو کر دنیا کو ہراساں کرتے ہوئے اچانک ہی غائب ہو جاتے ہیں اور مدت تک نظر نہیں آتے۔ ان کا وجود، ان کا ظاہر ہونا اور ان کا غائب ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ ہی کا کرشمہ ہے اور اس کا کوئی کام فعل عبث نہیں ہوتا۔

۳۰ کروڑ سال ہوئے براعظم وہاں نہیں تھے جہاں اب ہیں۔ خشکی اور پانی میں فرق آتا رہتا ہے۔ بعض نئے پودے دکھائی دیتے تھے۔ مچھلی اور رینگتے ہوئے جانوروں کی تعداد بڑھنے لگی، ڈائنوسور نظر آنے لگے۔

تمام مخلوقات سے بلند بالا مخلوق انسان ہے۔ تاریخ مذاہب عالم اور علم آثار ارض بھی اس ترتیبی و تدریجی تخلیق کا پتہ دیتی ہے اور یہی صحیح اور قرین قیاس ہے۔ لہٰذا تنازع للبقا، انتخاب طبعی اور بقاء اصلح جیسے نوامین فطرت سے غلط نتیجہ نکال کر ایک ترتیبی مخلوق کو غیر ترتیبی قرار دینا ایک ناقابل تسلیم دعویٰ ہے۔

انسان یقیناً تمام مخلوقات میں اپنی ترکیب کے اعتبار سے بلند مخلوق ہے:

((لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم))

''ہم نے انسان کو بہترین قوام میں بنایا۔''

اور اس لئے انسان ہر اعتبار سے برگزیدہ اور صاحب فضیلت ہے:

((وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ))

''بلاشبہ ہم نے بنی آدم کو برتری بخشی۔''

اللہ کی عظمتوں کو جاننے کے لئے کائنات کا مطالعہ بے حد ضروری ہے کیونکہ کائنات اور اس کے مظاہر کا مطالعہ خالق کائنات کی عظمتوں پر پڑے ہوئے پردے چاک کرتا ہے اور اس کی عظمتوں کو ظاہر کرتا ہے اور مہاکات معراج بھی اس سلسلے کی زریں کڑیاں تھے۔ مگر کچھ اذہان پر لاعلمی کی کچھ ایسی دھند چھا رہی ہے کہ حیرت سے یہ سوال کرتے ہیں: یہ افلاک کی پہنائیوں میں دریا بھی ہیں؟ چشمے بھی ہیں؟ دودھ شہد کی نہریں بھی ہیں؟ جہنم اور جنت بھی ہے؟ باغات و قصور بھی ہیں؟ اتنے جسیم و قد آور فرشتے بھی ہیں؟ جس کا جواب سائنس ان کو یہ دیتی ہے کہ ہماری زمین بھی ایک سیارہ ہی تو ہے۔ اس میں دریا ہیں۔ سمندر ہیں۔ پہاڑوں سے بھری وادیاں ہیں۔ ان میں پھوٹتے ہوئے چشمے اور دھڑ... بہتی ہوئی نہریں ہیں۔ خوشنما پرندے اور پودے ہیں۔ ہمارا سیارہ زمین بڑے ہی دلکش و دلفریب مہاکات کا حامل بنی ہے۔

Marfat.com

سائنس کے جدید مشاہدے تو مریخ میں بھی زندگی کی موجودگی کا اعلان کر رہے ہیں۔ مریخ میں بھی انسانی زندگی کے مماثل کئی آثار نظر آئے ہیں اور کون جانتا ہے کہ خلا کی پنہائیوں میں کہاں کہاں ایسے ستارے اور سیارے موجود ہیں جن میں وہ سب کچھ ہے جو ہمارے سیارے زمین میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عظمتیں بے شمار ہیں۔ کچھ تو ظاہر میں کچھ پوشیدہ ہیں۔ بعض ایسی عظمتیں بھی ہیں جو سوائے تحقیق کے ہم پر ظاہر نہیں ہوتیں۔

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے:

شب معراج رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھے تو حجابات عظمت کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ جو ہر ایک پانچ سو سالہ فاصلے پر تھا۔ اور اسی قدر چوڑا تھا۔ پھر ان کے علاوہ حجابات عظمت کا ایک اور عظیم الشان سلسلہ شروع ہوا جن میں ستر ہزار زنجیریں تھیں اور ہر زنجیر ستر ہزار فرشتوں کی گردن پر رکھی گئی تھی اور ان میں سے ہر فرشتہ اتنا بڑا تھا کہ اس کے ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک ستر سال کی مسافت کا راستہ تھا ان حجابات میں کچھ تو مروارید کے کچھ یاقوت کے اور کچھ دیگر جواہرات کے تھے اور ہر حجاب پر ایک فرشتہ متعین تھا اور ان میں سے ہر فرشتے کے تابع ستر ہزار فرشتے تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان حجابات عظمت سے گزر کر مقام قاب قوسین میں پہنچے۔ جہاں آپ نور ہی نور میں تنہا کھڑے تھے۔ حجابات عظمت کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر سمجھتا ہے۔ شکوک وشبہات کی دھند دور کرنے کے لئے اجرام فلکی کی گیلکسیاں (GALAXIES) ہی کافی ہیں۔

ہم سب کہکشاں (GALAXY) سے واقف ہیں۔ ہر تارے کا ایک بہت بڑا مجموعہ ہے۔ ہماری کہکشاں بھی ایک گلیکسی ہے۔ جس میں ایک کھرب سے بھی زیادہ تارے ہیں جس میں ہمارے سورج کے مماثل اور اس سے چھوٹے بڑے تارے ہیں۔ جن کو مجموعی مادہ تقریباً ایک کھرب سورجوں کے مادہ کے برابر ہے۔ جس کے وزن کا اندازہ ۲ کے بعد ۳۸ صفر ٹن کیا گیا ہے۔ جس پر اگر غور کریں تو عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ہر تارے کے درمیان کم سے کم کھربوں میلوں کا فاصلہ ہے۔ اور بہت بڑے تارے اس سے بھی زیائد فاصلہ رکھتے ہیں۔ اور ہر تارے کا اپنا ایک الگ نظام ہے بعض تارے منفرد حیثیت رکھتے ہیں اور بعض کے اطراف سیارے ہیں جیسا کہ ہمارے سورج کے اطراف۔ ممکن ہے کہ ان میں سے بعض سیاروں پر زندگی بھی پائی جاتی ہو۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ انسانی شکل کے مماثل ہے یا کسی اور طرح کی۔ کہکشاں کا قطرہ ۸ ہزار نوری سال سے بھی زیادہ ہے یعنی برقی روشنی جو زمین کے گرد ایک سیکنڈ میں سات مرتبہ چکر لگاسکتی ہے اور سورج سے زمین تک کا فاصلہ ۸ منٹ میں طے کرسکتی ہے وہ کہکشاں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک جانے کے لئے ۸۰ ہزار سال لگائے گی۔

کہکشاں کے مرکز سے سورج کا فاصلہ ۳۲ ہزار نوری سال ہے۔ کہکشاں بھی اپنے محور کے گرد گھومتی ہے اور اس گردش میں سورج بھی ساتھ ساتھ گھومتا ہے۔ سورج نے اس کی پیدائش سے اب تک اس کے محور کے گرد پانچ لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے پانچ ارب سالوں میں ۲۰ چکر لگائے ہیں۔

Marfat.com

یہ نہ سمجھیے کہ کائنات کی حدیں کہکشانی وسعت کے بعد ختم ہو جاتی ہیں۔ کائنات صرف نظام شمسی کو ہی نہیں کہتے۔ اس عظیم کہکشاں کو بھی نہیں کہتے بلکہ اس عظیم ترین وسعت کو کہتے ہیں جس میں ایسی کھربوں کہکشائیں موجود ہیں۔ کائنات میں اس عظیم کہکشاں کی حیثیت بھی ایسی ہی ہے جیسے زمین پر پائے جانے والے سمندروں کے مماثل کئی سمندروں کے پانی کا صرف ایک قطرہ۔

آسمان پر برہنہ آنکھوں سے کہکشاں کے علاوہ تین اور کہکشائیں بھی دیکھی جاسکتی ہیں ایک اینڈرومیڈا (ANDROMEDA) اور دوسرے دومیگلانک کاوڈز (MAGELLANIC CLOUDS) اینڈرومیڈا سب سے بڑی گلیکسی ہے۔ اس میں سینکڑوں عظیم اور عظیم ترین تارے ہیں جو انٹارس اور ٹبل گیز سے بھی کئی گنا بڑے اور منور ہیں۔ یہ گلیکسی ہم سے ۲۱ لاکھ ۸۰ ہزار نوری سال کے فاصلے پر واقع ہیں۔ ان کہکشاؤں میں بے حد منور تارے بھی پائے جاتے ہیں یعنی نور کے کرّے۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھوں کو دیکھنے کی حد سے بھی آگے گلیکسیاں ہی گلیکسیاں بنا رکھی ہیں جو سوائے دوربین کے نظر نہیں آتیں۔

مونٹ ولسن پالومار (MOUNT WILSON PALOMAR) کیلیفورنیا کی رصدگاہ میں نصب شدہ دوسوانچ کی دوربین سے تقریباً ایک ارب گلیکسیاں بیک قوت دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس وسیع کائنات میں چاروں طرف گلیکسیاں ہی گلیکسیاں ہیں جو کھربوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہیں۔ جن کا علم صرف اللہ ہی کو ہے اور جن کا علم صرف اللہ ہی کو ہوسکتا ہے۔

ان گلیکسیوں کو اللہ تعالیٰ نے مختلف شکلوں کا بنایا ہے جو صرف گردش کرتے اور چمکتے اجسام ہی نہیں بلکہ ان میں اللہ تعالیٰ نے زبردست برقی قوت پوشیدہ رکھی ہے ان میں پائے جانے والا مادہ طاقتور ریڈیوویز (radio waves) ریڈیائی لہروں کو خارج کرتا ہے۔

بعض گلیکسیاں جن کے آخری کنارے بے انتہا لانبے ہوتے ہیں، کبھی اپنی محوری گردش کے دوران ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں تو زبردست دھماکے کے ساتھ بے انتہا طاقتور ریڈیائی لہریں خارج کرتے ہیں۔

ان گلیکسیوں کے علاوہ تارے کے جھرمٹ یا مجموعے بھی ہیں جن کو کلسٹرز (CLUSTER) کہتے ہیں، ان میں تاروں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ ہوتی ہے۔ ان میں سے تاروں کی دو مجموعے ہمارے قریب ہیں:

ورگو (VIRGO)

کوما (COMA)

کوما جھرمٹ کا فاصلہ ہماری زمین سے ۳۰ کروڑ نوری سال ہے۔ اس کے ستاروں کی روشنی ان کے وجود میں آنے کے بعد آج تک زمین پر نہیں آسکی۔ اس کو نور کی رفتار سے ہم تک آنے کے لئے ایک مدت درکار ہے۔ فضائے بسیط میں ایسے بہت سے تارے ہیں جن کی روشنی کو زمین تک آنے کے لئے لاکھوں اور کروڑوں سالوں کا وقت لگے گا، یعنی ان کی روشنی ابھی خلا میں کہیں راستے ہی میں ہے۔

Marfat.com

گلیکسیاں اور کلسٹر وں کو دیکھنا انسانی قوت سے باہر ہے۔اس لئے کہ وہ بے انتہا دور تک پھیلے ہوئے ہیں۔اگر ہم دور بین سے نظر آنے والی آخری گلیکسی پر پہنچ جائیں اور پھر اسی دور بین سے آگے دیکھنے لگیں تو ہمیں کھربوں میل تک گلیکسیاں ہی گلیکسیاں نظر آئیں گی۔ایک کے بعد ایک اور یہی کیفیت حجابات عظمت کی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کے بعد ایک حجاب سے گزرے۔نورانی پردے ہی پردے۔اللہ تعالیٰ کی عظمت ورفعت کے مظاہر۔ہر طرف نور ہی نور۔جس میں امام الانبیاء ہی جاسکتے تھے،کسی دوسرے انسان کی کیا مجال ہے،لیکن یہ سب کچھ اللہ کی رحمت وعظمت ہی سے ممکن ہوا۔جس نور سے فرشتوں کے پر جل جاتے ہوں اس کا متحمل ہونا احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ فخر موجودات،سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی شان ہے۔

نماز اور سائنس:

شب معراج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المعمور کے قریب پہنچے تو سرخ یاقوت کے محلات وقصور دیکھے۔ان کے دروازے زمرد کے سبز رنگ کے تھے اور سچے موتیوں کی ہزاروں قندیلیں ان میں لٹک رہی تھیں اور وہ چاند سورج سے زیادہ روشنی دے رہے تھیں۔

ستر ہزار فرشتے جب سے وہ پیدا ہوئے ہیں عرش کے نیچے دریائے نور میں غسل کر کے باہر آتے ہیں اور نور کی چادریں بدن پر ڈال کر احرام،باندھتے ہیں۔بیت المعمور کا طواف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

((لبيك لبيك لبيك))

یہی وہ مقام ہے جہاں اللہ کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو اپنے احاطے میں لے رکھا ہے۔یہاں کرسی کے معنی عرش کے ہیں۔عرش کی اتنی وسعت بتائی گئی ہے کہ آسمان وزمین اس کے احاطے میں آجاتے ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ))

''تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعتوں کے برابر ہے۔''

اس مقام پر حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر بیت المعمور میں لے آئے اور کہا:

''یا رسول اللہ! تمام فرشتوں کی امامت کیجئے،جیسے زمین پر آپ نے تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کی تھی۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور میں تمام فرشتوں کو نماز پڑھائی۔نماز دین کا ستون۔نماز دین کا نقطہ ماسکہ ہے۔نماز گناہوں کا کفارہ ہے۔نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل ہے۔نماز مومنوں کی

Marfat.com

معراج ہے۔ معراج سے واپسی پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نماز ہی کا تحفہ لے کر آئے تھے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

''اے ایمان والو! جب تم نماز کا ارادہ کرو تو چہرہ اور بازوں کہنیوں تک دھولیا کرو اور سر کا مسح کرلیا کرو اور پاؤں دھولیا کرو۔''

نماز سے پہلے دیکھتے ہیں کہ سائنس اور عصری طب کی وضو کے بارے میں کیا رائے ہے۔

وضو: اسلام جہاں مسلمانوں کو روحانی پاکیزگی کا حکم دیتا ہے، وہاں اس کی تعلیمات مسلمانوں کو جسم ولباس کی تطہیر کا بھی درس دیتی ہیں۔ اگر اسلامی طہارت کے طریقوں پر غور کیا جائے تو اس کا معیار سائنس کے طریقوں سے بھی اعلیٰ وارفع نظر آئے۔ نماز سے پہلے وضو کا حکم دیا گیا۔ یہ روحانی وجسمانی دونوں فوائد پر حاوی ہے، اسی وجہ سے خود وضو کو روحانی عبادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

ایک موقعہ پر ایک غیر مسلم سائنسدان نے ایک مسلمان کو وضو کرتے دیکھا۔ اس نے دیکھا کہ کلائی سے کہنی تک حصہ دھوتے وقت مستعمل پانی کو ڈھلے ہوئے پنجوں کی طرف سے نہیں بلکہ کہنی کی طرف سے بہایا جاتا ہے۔ وہ اس طریقہ سے بہت متاثر ہوا۔ پھر اس نے سر اور گردن پر مسح کی سائنٹیفک ترکیب کو دیکھا۔ اس نے غور کیا کہ سر اور گردن کو دھویا نہیں جاتا جس سے گرم گرم حالت میں نقصان پہنچ جانے کا امکان ہے بلکہ (سر اور گردن کو دھونے کی بجائے) ہاتھ پھیرا (مسح کیا) جاتا ہے جس سے تسکین کے علاوہ اعصاب میں ارتعاشی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو دھونے سے نہیں ہو سکتی۔

چونکہ پشت اور گردن کا تعلق مبدءُ النخاع سے ہے اور دماغی وعصبی اعمال میں اس کی بڑی اہمیت ہے۔ اس طریقہ کو دیکھ کر (وہ غیر مسلم سائنسدان) اتنا متاثر ہوا کہ اس نے اسلام کے سامنے اپنی گردن جھکا دی۔ اس نے سوچا کہ تیرا سو برس پہلے جس شخصیت نے نماز سے پہلے طہارت اور تفریحِ اعضائے بدن کا یہ طریقہ سکھایا وہ نبی کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی۔''

پروفیسر ڈاکٹر کین، ایف۔ آر۔ سی۔ پی، جراثیم سے بچاؤ کے لیے وضو کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وضو حفظانِ صحت کے زریں اصولوں میں سے ہے۔ یہ جراثیم کے خلاف ایک بہت بڑی ڈھال ہے۔ بہت سی بیماریاں جراثیم کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ یہ جراثیم ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ ہوا، زمین اور ہمارے استعمال کی ہر چیز پر یہ موذی (جراثیم) مسلط ہیں۔ جسمِ انسانی کی حیثیت ایک قلعے کی سی ہے۔ کوئی دشمن اس میں داخل نہیں ہو سکتا ماسوائے سوراخوں یا زخموں کے راستوں سے۔ منہ اور ناک کے سوراخ ہر وقت جراثیم کی زد میں ہیں اور ہمارے ہاتھ ان (جراثیم) کو اندر لے جانے میں مدد کرتے ہیں۔ وضو کے ذریعے ہم صرف ان سوراخوں کو ہی نہیں بلکہ اپنے جسم کے ہر حصے کو جو کپڑے سے ڈھکا ہوا نہیں ہے اور آسانی سے جراثیم کی آماجگاہ بن سکتا ہے، دن میں کئی

Marfat.com

بار دھوتے ہیں لہٰذا وضو ہمیں بہت سی بیماریوں سے محفوظ رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔"

ڈاکٹر مارکل ایٹر وضو کے جسمانی فوائد کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وضو کے ذریعہ انسان کے وہ اعضاء جو کھلے رہتے ہیں۔ مثلاً ہاتھ، منہ، ناک، آنکھیں اور چہرہ دھل کر صاف ہوجاتے ہیں۔ یہ اعضاء ہمہ وقت کھلے رہنے اور ان دنیوی اُمور میں مشغول رہنے کی وجہ سے مختلف قسم کی گندگیوں اور اجرامِ خبیثہ سے ملوث ہوجاتے ہیں اور اکثر متعدی امراض پیدا کرنے کا سبب بن سکتے ہیں۔ وضو کے ذریعہ یہ سب کثافتیں دھل کر صاف ہوجاتی ہیں۔ وضو کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ تھکان یا خواب کے باعث جو گرانی اور اضمحلال طبیعتِ انسانی میں پیدا ہوتا ہے وہ وضو کے بعد دفع ہوجاتا ہے۔ انسان کے دل و دماغ میں تازگی پیدا ہوجاتی ہے۔ اس لیے کہ وضو عصبی مراکز میں تحریک پیدا کرتا ہے۔"

ترک ڈاکٹر "ہلوک نور باقی" نے "وضو اچھی صحت کا بہترین نسخہ" کے تحت وضو کی طبی افادیت بالتفصیل بیان کی ہے۔ پہلے انہوں نے نظامِ دورانِ خون (Circulatory System) پر وضو کے اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ پھر لمفیٹک سسٹم (Lymphatic System) پر وضو کے ذریعے مرتب ہونے والے اثر پر بحث کی ہے جو متعدی بیماریوں سے محفوظ رکھنے کا نظام ہے اور آخر میں وضو اور جسمانی برق سکونی (Static electricity of the body) پر سائنسی نقطۂ نظر سے گفتگو کی ہے۔

"ڈاکٹر نور باقی" کے مطابق "جس طرح وضو کیا جاتا ہے اس کا مقصد جسم میں تحفظ دینے والے نظام کو تقویت پہنچانا ہے۔

اس کی وجوہ یہ ہیں۔

(1): جسم کو تحفظ دینے والے "لمفی نظام" (Lynphativ System) کے صحیح طور پر عمل پیرا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ جسم کے کسی چھوٹے سے حصہ کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے، وضو اس امر کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔

(2): جسم میں تحفظ دینے والے نظام کو تحریک دینے کے لیے مرکزی مقام وہ جگہ ہے جو ناک کے پیچھے اور نتھنوں میں ہوتی ہے اور ان مقامات کو دھونا وضو میں بطورِ خاص شامل ہے۔

(3): گردن کے دونوں طرف وضو کے ذریعے تحریک پیدا کرنا تحفظ دینے والے "لمفی نظام" (Lynphativ System) کو بروئے کار لانے میں بے حد اہم ہے۔"

ایک نامور جرمن فاضل اور مستشرق" جوا کیم دی یولف" حفظانِ صحت کے متعلق قرآنِ مجید فرقانِ حمید کی تعلیمات پر غور وخوض کرنے کے بعد ایک حقیقت کا اعتراف کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"غسل میں تمام جسم اور وضو میں ان اعضاء کا پاک کرنا ضروری ہے جو عام کاروبار یا چلنے پھرنے میں کھلے رہتے ہیں۔ منہ صاف کرنا، مسواک کرنا اور ناک کے اندورنی گرد وغبار وغیرہ کو دور کرنا یہ تمام حفظِ صحت

Marfat.com

کے لوازم ہیں اور ان واجبات کی بڑی شرط آبِ رواں کا استعمال ہے جو فی الواقع جراثیم کے وجود سے پاک ہوتا ہے۔''

اسلام میں جسمانی طہارت پر بہت زور دیا گیا ہے۔ پانچوں نمازوں سے قبل وضو فرض و لازم ٹھہرایا گیا۔ اسی طرح وظیفۂ زوجیت کی ادائیگی کے بعد زوجین کو غسل کرنا یا حیض و نفاس کے بعد عورت کو غسل کرنا ضروری ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مادۂ منویہ اور حیض و نفاس کا گندا خون جراثیموں کی آماجگاہ ہے، اسی لیے ضروری ہے کہ ان نجاستوں کو مکمل طور پر جسم سے دور کیا جائے تاکہ مختلف خوردبینی موجودات وہاں پر پرورش پا کر اپنی تعداد میں تیزی سے اضافہ کر کے جسم کو کسی بیماری میں مبتلا نہ کر سکیں۔

اس کے علاوہ بدن کو پانی سے دھونے کی وجہ سے جس فرحت کا اثر روح تک پہنچتا ہے وہ بھی مخفی نہیں لیکن یہاں صرف جسم پر جراثیمی حملے سے حفاظت کا ذکر کرنا مطلوب ہے۔

اگر نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد انسان گھریلو اُمور میں مصروف ہو جائے یا ویسے ہی بیکار بیٹھا رہے اور اس کا وضو ختم ہو جائے تو بہتر ہے کہ وہ وضو کر کے سوئے کیونکہ وضو کر کے سونے سے پُرسکون اور گہری نیند آتی ہے اور جسم بھی مکمل طور پر جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔

اگر ہاتھوں پر جراثیم وغیرہ موجود ہوں تو نیند کے دوران وہ با آسانی منہ یا ناک کے راستے جسم میں پہنچ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کھانے کے بعد بغیر ہاتھ دھوئے سویا جائے تو فضا میں موجود جراثیم اور دیگر کیڑے چکنائی اور کھانے کے ذرات پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص رات کو اس حال میں سویا کہ اس کے ہاتھوں میں چکنائی کی باس تھی اور پھر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ اپنے نفس ہی کو برا کہے کہ اسی کی غفلت سے ایسا ہوا ہے۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے خود بھی باقاعدہ وضو فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

''جب تم بستر پر جانے کا ارادہ کرو تو وضو کرو جس طرح نماز کے لیے وضو کرتے ہو۔''

(صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل من مات علی الوضوء، حدیث نمبر 242)

ڈاکٹر امتیاز رسول کہتے ہیں:

''سونے سے پہلے ہاتھ، منہ اور دوسرے حصوں کو دھونا ضروری ہے کیونکہ دن بھر مٹی، گرد و غبار اور جراثیم مساموں میں جمع ہو کر جلد کو خراب کر سکتے ہیں۔ منہ دھونے سے آنکھوں میں جمع گرد و غبار بھی صاف ہو جائے گا۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی طہارت کی بہت تاکید فرمائی ہے۔ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''ہر مسلمان پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ ہفتہ میں ایک دن غسل کرے اور اپنے سر اور بدن کو دھویا کرے۔''

ایک موقعہ پر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہر شخص روزانہ صبح اٹھ کر کسی کھانے پینے کی چیز کو ہاتھ لگانے سے پہلے کم از کم تین مرتبہ اپنے ہاتھوں کو دھوئے۔''

جسم کو ہر وقت صاف ستھرا رکھنا، صاف کپڑے پہننا اور نہانا صفائی کا حصہ ہیں۔ یہ اقدامات جسم کی جلد پر ہر وقت موجود جراثیم اور بہت سے دوسرے جراثیم کو دھو کر بہا دیتے ہیں اور جلد صاف ہو جاتی ہے۔ جونہی صفائی ستھرائی میں کمی آئے یہ جراثیم اپنا ہاتھ دکھاتے ہیں، قسم قسم کی جلدی بیماریاں آلیتی ہیں اور جلد کے ذریعے جسم کے باقی اعضاء کو متاثر کرتی ہیں۔ ان بیماریوں سے بچنے کے لیے آج کل کی میڈیکل سائنس کا اصول ہے کہ بار بار نہایا جائے اور جسم کو صاف ستھرا رکھا جائے، جس سے جلد پر موجود جراثیم دھلتے رہیں گے اور انسانی جلد و جسم ان جراثیم کے نقصان سے محفوظ رہے گا۔

مسلمان مردوں اور عورتوں پر بعض صورتوں میں غسل فرض ہو جاتا ہے۔ حالتِ جنابت میں غسل کرنے میں بھی حکمتیں موجود ہیں۔

طب شاہد ہے کہ جنابت کی حالت میں پسینہ بھی کثیف ہو جاتا ہے اور پسینہ سے جو میل کچیل جسم پر جم جاتا ہے اس کو اگر مَل مَل کر صاف نہ کیا جائے تو وہ موجبِ خارش وغیرہ ہوتا ہے۔ غسل کی پابندی کرنے والے مذکورہ جلدی امراض سے محفوظ و مامون رہتے ہیں۔ امراض کے دفعیہ کے علاوہ غسل کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہے کہ غسل سے جسم میں تازگی اور توانائی پیدا ہوتی ہے، افکارِ رفاسدہ سے دل و دماغ آزاد ہو جاتے ہیں اور قلب میں فرحت و انبساط اور فرائض کی ادائیگی کے لیے ایک جوش و خروش انسان محسوس کرتا ہے جس سے صحت بہتر رہتی ہے۔''

نامور جرمن مستشرق ''جوا کیم دی یولف'' لکھتا ہے:

''غسل اور وضو کے واجبات نہایت دور اندیشی اور مصلحت پر مبنی ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے نماز فرض کی اور اس کے لیے وضو بھی فرض کیا۔ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی۔ اگر وضو کے عمل پر غور کریں تو اس میں بھی یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ بار بار منہ، ہاتھ اور پاؤں دھونے سے، کلی کرنے سے، ناک میں پانی ڈالنے سے ہر حصے پر موجود جراثیم دُھل جاتے ہیں اور اس طرح نمازی ان حصوں کی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔''

اوپر دیئے گئے حقائق کی وجہ سے کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وضو اور غسل کا مقصد انسانی جسم میں تحفظ مہیا کرنے والے نظام کو تقویت دینا نہیں ہے۔

ترک ڈاکٹر ''ہلوک نور باقی'' نے ''وضو اچھی صحت کا بہترین نسخہ'' میں یہ بات ظاہر کی ہے کہ ''ان کے نزدیک چہرے کی خوبصورتی اور جلد کے نقائص سے بچنے کے لیے وضو ایک ڈھال ہے۔ ان کے نزدیک ''سکونی برق'' کا سب

Marfat.com

سے زیادہ نقصان دہ اثر جلد کے نیچے نزدیک ترین چھوٹے چھوٹے پٹھوں پر اس تسلسل سے پڑتا ہے کہ بالآخر یہ کام کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وقت سے پہلے جھریاں پڑنا شروع ہو جاتی ہیں اور یہ چہرے ہی سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ عمل تمام جسم پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

بہت سے لوگوں نے ان لوگوں کے چمکتے ہوئے چہرے کا راز پا لیا جو ساری زندگی وضو کرنے کے عادی رہے۔ جو کوئی بھی وضو کی عادت رکھتا ہے وہ یقیناً صحت مند اور نتیجتاً زیادہ خوبصورت جلد کا مالک ہوتا ہے۔ ہمارے زمانے میں یہ ایک معجزہ ہی ہے کہ جب اس خوبصورتی کے لیے کروڑوں کے اخراجات کیے جا رہے ہوں مگر اس سے دس گنا زیادہ خرچ بھی وضو کی برکات کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

محمد فاروق کمال ایم فارمیسی (لندن یونیورسٹی) مختلف انسانی اعضاء پر وضو کے اثرات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''انسان جب منہ دھوتا ہے تو اس سے آنکھیں دھلتی ہیں، ناک صاف ہوتا ہے، چہرے کی جلد دھلتی ہے جس کی وجہ سے جلد میں ایک تازگی اور حسن پیدا ہوتا ہے اور جلد کی جھریوں سے انسان کو حفاظت ملتی ہے۔ کہنیوں تک ہاتھ اور پاؤں اچھی طرح دھونے سے انسان جلدی بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس عمل سے دورانِ خون کا عمل ہر اس جگہ تیز ہو جاتا ہے جہاں جہاں پانی پہنچتا ہے۔ میل کچیل نکلنے سے جلد کی رنگت میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور مخصوص چمک پیدا ہو جاتی ہے۔ ہر نماز کے ساتھ مسواک کا بھی حکم ہے۔ اس کے بیش بہا فوائد ہیں۔ سر اور گردن کا مسح انسان کے سر سے ہلکی پھلکی لگی ہوئی گرد و غبار جھاڑ دیتا ہے۔ یوں بالوں کا حسن قائم رہتا ہے۔ وضو کے جسمانی فوائد کے ساتھ ساتھ نفسیاتی طور پر بھی انسان بہت سکون محسوس کرتا ہے، سمارٹ نظر آتا ہے اور ذہنی طور پر پاکی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔''

وضو کے دوران عموماً جسم کے ان حصوں کو دھونا لازم قرار دیا گیا ہے جو کھلے ہوتے ہیں اور براہِ راست جراثیموں کی زد میں ہوتے ہیں۔

جب وضو شروع کیا جاتا ہے تو سب سے پہلے دونوں ہاتھ تین بار دھوئے جاتے ہیں۔ ایسا کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

چنانچہ ہاتھ دھونے سے جسمِ انسانی کو بہت سارے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں۔
ہم مختلف اشیاء کو ہاتھوں سے ہی پکڑتے ہیں، نیز ہاتھ ننگے رہتے ہیں اس طرح ہاتھوں پر مختلف بیماریوں کے جراثیم (Germs) یا مختلف کیمیکلز (Chemicals) موجود رہتے ہیں جو ہمارے ہاتھوں کو آلودہ کر دیتے ہیں، اگر ہاتھ دھوئے بغیر کلی کر لی جائے یا ناک میں پانی ڈال لیا جائے تو یہ جراثیم بآسانی ہمارے منہ یا ناک کے ذریعے جسم کے اندر جا سکتے ہیں اور جسم کو مختلف بیماریوں میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ اسی لیے دنیا بھر میں ہاتھ دھونے پر بہت زور دیا جا رہا ہے تاکہ مختلف آلائشیں ہمارے جسم کے

Marfat.com

اندر منتقل نہ ہو سکیں۔

جب ہم وضو کرتے ہیں تو انگلیوں کے پوروں میں سے نکلنے والی شعاعیں ایک ایسا حلقہ بنالتی ہیں جس کے نتیجے میں ہمارے اندر دَور کرنے والا برقی نظام تیز ہو جاتا ہے اور برقی رَو ایک حد تک ہاتھوں میں سمٹ آتی ہے۔ اس عمل سے ہاتھ خوبصورت ہو جاتے ہیں۔ صحیح طریقہ پر وضو کرنے سے انگلیوں میں ایسی لچک پیدا ہو جاتی ہے جس سے آدمی کے اندر تخلیقی صلاحیتوں کو کاغذ یا کینوس پر منتقل کرنے کی خفتہ صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔"

دورانِ وضو تین بار کلی کرنا سنت ہے۔

کلی کے ذریعے دانتوں میں کھانے کے پھنسے ہوئے ذرات منہ سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اگر دانتوں سے ان ذرات کو نہ نکالا جائے تو یہ دانتوں، دہن اور گلے کے مختلف امراض کا باعث بنتے ہیں۔

کلی کرنے سے جہاں منہ کی صفائی ہوتی ہے، وہاں دانتوں کی بیماریوں سے بھی نجات ملتی ہے، جبڑے مضبوط ہو جاتے ہیں اور دانتوں میں چمک دمک پیدا ہو جاتی ہے، قوتِ ذائقہ بڑھ جاتی ہے اور آدمی ٹونسلز کی بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔

ناک میں پانی ڈالنا بھی نبی کریم رؤف ورحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ ہے۔ دائیں ہاتھ سے ناک میں تین بار پانی ڈالیں اور بائیں ہاتھ سے صاف کریں۔

ناک کو دھونے اور صاف کرنے میں جہاں پاکیزگی حاصل ہوتی ہے وہاں طبی فوائد کا بھی حصول ہوتا ہے۔ کلی کرنے کے بعد ناک میں پانی ڈالا جاتا ہے۔ ناک انسانی جسم میں ایک نہایت اہم اور قابلِ توجہ عضو ہے۔ ناک کی زبردست صلاحیت یہ ہے کہ آواز میں گہرائی اور سہانا پن پیدا کرتا ہے۔ ذرا انگلیوں سے ناک کے نتھنوں کو دبا کر بات کرنے کی کوشش کیجئے آپ کو فرق معلوم ہو جائے گا۔ ناک کے اندر پردے آواز کی خوبصورتی میں ایک مخصوص کردار ادا کرتے ہیں۔ کاسۂ سر کو روشنی فراہم کرتے ہیں۔ ناک کے خاص فرائض میں صفائی کے کام کو بڑا دخل ہے۔ ناک پھیپھڑوں کے لیے ہوا کو صاف، گرم اور موزوں بناتی ہے۔ ہر آدمی کے اندر روزانہ تقریباً پانچ سو مکعب فٹ ہوا ناک کے ذریعے داخل ہوتی ہے۔ ہوا کی اتنی بڑی مقدار سے ایک بڑا کمرہ بھرا جا سکتا ہے۔ برف باری کے موسم میں منجمد اور خشک دن آپ برف پوش میدان میں اسکیٹنگ (Skating) شروع کر دیں لیکن آپ کے پھیپھڑے خشک ہوا سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ وہ اس کی ایک رمق قبول کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ انہیں اس وقت بھی ایسی ہوا کی ضرورت ہوتی ہے جو گرم اور مرطوب فضا میں ملتی ہے یعنی وہ ہوا جس میں اسی فیصد رطوبت ہو اور جس کا درجۂ حرارت نوے فارن ہائٹا سے زیادہ ہو۔ پھیپھڑے جراثیم سے پاک دھوئیں یا گرد وغبار اور آلودگیوں سے مصفا ہوا طلب کرتے ہیں۔ ایسی ہوا فراہم کرنے والا معمولی ائرکنڈیشنر (Air-Conditioner) ایک چھوٹے ٹرنک کے برابر ہوتا ہے لیکن ناک کے اندر نظامِ قدرت نے اس کو اتنا

Marfat.com

مختصر اور مجتمع (Intergrated) کر دیا ہے کہ وہ صرف چند انچ لمبا ہے۔

ناک ہوا کو مرطوب بنانے کے لیے تقریباً چوتھائی گیلن نمی روزانہ پیدا کرتا ہے۔ صفائی اور دوسرے سخت کام نتھنوں کے بال انجام دیتے ہیں۔ ناک کے اندر ایک خوردبینی جھاڑو ہے۔ اس جھاڑو کے اندر غیر مرئی روئیں ہوتے ہیں جو ہوا کے ذریعے معدہ کے اندر پہنچنے والے مضر جراثیم کو ہلاک کر دیتی ہیں۔ جراثیم کو اپنے مشینی انداز میں پکڑنے کے علاوہ غیر مرئی روؤں کے پاس ایک اور دفاعی ذریعہ ہے جسے انگریزی میں "Lysozinum" کہتے ہیں۔ اس دفاعی ذریعہ سے ناک آنکھوں کو "Infection" سے بچاتی ہے۔

جب کوئی نمازی وضو کرتے وقت ناک کے اندر پانی ڈالتا ہے تو پانی کے اندر کام کرنے والی برقی رو ان غیر مرئی روؤں کی کارکردگی کو تقویت پہنچاتی ہے جس کے نتیجے میں انسان بے شمار پیچیدہ بیماریوں سے محفوظ رہتا ہے۔''

وضو کرتے ہوئے ایک مرتبہ چہرہ دھونا فرض اور تین بار دھونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ ہے۔ چہرہ کی حد سر کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک ہے۔

(مسند احمد، جلد نمبر 5، عربی صفحہ نمبر 263)

چہرہ دھونے میں بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں کہ اس سے عضلات میں نرمی اور لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔ گرد و غبار سے بند مسامات کھل جاتے ہیں۔ چہرہ بارونق، پرکشش اور بارُعب ہو جاتا ہے۔ منہ دھوتے وقت جب پانی آنکھوں میں جاتا ہے تو اس سے آنکھوں کے عضلات کو تقویت پہنچتی ہے۔ ڈھیلے میں سفیدی اور پتلی میں چمک غالب آ جاتی ہے۔ وضو کرنے والے کی آنکھیں پرکشش، خوبصورت اور پُر خمار ہو جاتی ہیں۔ چہرہ پر تین بار ہاتھ پھرنے سے دماغ پُرسکون ہو جاتا ہے۔

آج کل جب ہم گھر سے باہر نکلتے ہیں اور ہمارا گزر ایسے مقامات سے بھی ہوتا ہے جہاں جراثیم بکثرت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً بعض مقامات پر کوڑے کے ڈھیر پڑے ہوتے ہیں یا جانوروں اور انسانوں کا فضلہ کھلا پڑا ہوتا ہے۔ کہیں کہیں تو مختلف حیوانات کے اجسام کے ناکارہ حصے جیسے آنتیں اور خون وغیرہ پھینک دیئے جاتے ہیں۔ یہ تمام مقامات جراثیموں کی آماجگاہ ہیں اور جب یہ کھلے پڑے ہوتے ہیں تو ان سے جراثیم فضا کو آلودہ کرتے رہتے ہیں اور جب انسان ایسی جگہ سے گزرتا ہے تو یہ جراثیم انسان کے چہرے اور ہاتھوں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ اگر ہم دن میں کم از کم پانچ مرتبہ اپنا چہرہ دھوئیں تو ہم ان جراثیموں سے بچ سکتے ہیں جو چہرے پر پہنچنے کے بعد منہ اور ناک کے ذریعے انسانی جسم میں داخل ہو کر مختلف بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

عصرِ حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ آلودگی ہے۔ صنعتی ترقی نے ہمیں اس گھمبیر مسئلہ سے دوچار کر دیا ہے۔

Marfat.com

فیکٹریوں کی چمنیوں سے نکلنے والی گیسیں اور گاڑیوں کے سلینسرز سے خارج ہونے والے دھوئیں سے فضا آلودہ ہورہی ہے۔اس فضا کے اندر کاربن ڈائی آکسائیڈ اور کاربن مونو آکسائیڈ کے علاوہ سلفر ڈائی آکسائیڈ شامل ہوتی ہیں۔اگر یہ گیسیں بکثرت فضا میں موجود ہوں اور ایک انسان پسینے سے شرابور ہو تو چہرے پر موجود پسینہ کے قطرے ان گیسوں کے ساتھ عمل کر کے مختلف تیزابوں (کار بانک ایسڈ، سلفیورک ایسڈ) میں تبدیل ہوجاتے ہیں اور یہ پسینہ سے بننے والے تیزاب انسانی جلد کو خراب کردیتے ہیں۔اس لیے چہرے دھونے سے پسینہ اور زہریلے کیمیکلز وغیرہ کی تہہ ڈھل جاتی ہے اور انسان جلدی امراض اور چہرے کی الرجی سے محفوظ و مامون رہ سکتا ہے۔

چہرے کو وضو کے دوران دھونے سے انسان متعدد بیماریوں سے بچ سکتا ہے۔آنکھوں کی بیماریوں کے دوران ڈاکٹر حضرات بار بار آنکھیں دھونے کا مشورہ دیتے ہیں۔

وضو کرنے کے بعد بھنوئیں پانی سے تر ہو جاتی ہیں۔میڈیکل سائنس کے اصول کے مطابق اگر بھنوؤں میں نمی رہے تو آنکھوں کے ایسے خطرناک امراض سے انسان بچ سکتا ہے جن میں آنکھ کے اندر رطوبتِ زجاجیہ کم ہوجاتی ہے یا ختم ہوجاتی ہے اور مریض آہستہ آہستہ بصارت سے محروم ہوجاتا ہے۔

دن میں متعدد بار وضو کے لیے چہرہ دھونے سے اس کی خوبصورتی میں اضافہ ہوتا ہے۔امریکن کونسل فار بیوٹی (Anerican Council for Beauty) کی سرکردہ ممبر "لیڈی بچر" نے عجیب وغریب انکشاف کیا ہے۔اس کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو کسی قسم کے کیمیاوی لوشن کی ضرورت نہیں۔ان کے اسلامی وضو سے چہرہ دھلتا رہتا ہے اور مسلمان چہرے کے کئی امراض سے محفوظ رہتے ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات میں حکمت اور بہتری ہے۔ وضو اور نماز کے احکامات کو بجالا کر جہاں رضائے الٰہی اور روحانی ترقی و بہتری میسر آتی ہے، وہاں انسان جسمانی اور دنیوی زندگی کے کئی مسائل سے بچ جاتا ہے۔

آج دنیا میں انسانی دنیوی اور اخروی زندگی کی بھلائی و بہتری اور کامیابی کی ضمانت صرف اور صرف اسلامی احکامات پر عمل ہی ہے۔کوئی دوسرا مذہب ایسے خصائص کا حامل نہیں ہے، اسی لیے دیگر تمام مذاہب منسوخ ہو چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فقط اسلام کو قیامت تک کے لیے باقی رکھا ہے۔

وضو کرتے وقت کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ ایک بار دھونا فرض اور تین بار دھونا سنت ہے۔

(سنن نسائی، باب المسح الاذنین مع الراس، رقم 103)

بازوؤں والے اس حصے میں خون کی متعدد نالیاں ہوتی ہیں۔ان میں شریانیں (Arlerie) اور وریدیں (Veins) دونوں شامل ہیں۔جسم کا یہ حصہ مختلف امراض کی تشخیص کے لیے بڑا ممد و معاون ہے۔یہیں سے نبض کی رفتار (Pulse) اور بلند فشار خون (Blood Pressure) وغیرہ معلوم کیا جاتا ہے۔اس حصے کو دھونے اور مساج

Marfat.com

کرنے سے انسانی جسم پر مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ پانی خون کی حدت کو کم کر کے بلند فشار خون (Blood Pressure) کو کم کرتا ہے۔

چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور ایک بار تمام سر کا مسح کرنا سنتِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(سنن نسائی، باب المسح الاذنین مع الراس، رقم 103)

سر کا مسح کرنے میں بھی بہت زیادہ سائنسی حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ اہل علم جانتے ہیں کہ کاسۂ سر کے اوپر بال آدمی کے اندر انٹینا (Antenna) کا کام کرتے ہیں۔ یہ بات ہر باشعور شخص جانتا ہے کہ آدمی اطلاعات کے ذخیرے کا نام ہے۔ جب تک اسے کسی عمل کے بارے میں اطلاع نہ ملے وہ کوئی کام نہیں کر سکتا۔

کھانا ہم اس وقت کھاتے ہیں جب ہمیں بھوک لگتی ہے۔ پانی اس وقت پیتے ہیں جب ہمارے اندر پیاس کا تقاضا ہوتا ہے۔ سونے کے لیے بستر پر اس وقت لیٹتے ہیں جب ہمیں یہ اطلاع ملتی ہے کہ اب ہمارے اعصاب کو آرام کی ضرورت ہے۔ خوشی کے جذبات و احساسات ہمارے اوپر اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب ہمیں خوشی سے متعلق کوئی اطلاع فراہم ہوتی ہے۔ اسی طرح غیظ و غضب کی حالت کا انحصار بھی اطلاع پر ہے۔

وضو کرنے کی نیت دراصل ہمیں اس بات کی طرف متوجہ کر دیتی ہے کہ ہم یہ کام اللہ کے لیے کر رہے ہیں۔ وضو کے ارکان پورے کرنے کے بعد جب ہم سر کے مسح تک پہنچتے ہیں تو ہمارا ذہن غیر اللہ سے ہٹ کر اللہ کی ذات میں مرکوز ہو چکا ہوتا ہے۔ مسح کرتے وقت جب ہم سر پر ہاتھ پھیرتے ہیں تو سر کے بال (Antenna) ان اطلاعات کو قبول کرتے ہیں جو ہر قسم کی کثافت محرومی اور اللہ تعالیٰ سے دوری کے متضاد ہیں، یعنی بندہ کا ذہن اس اطلاع کو قبول کرتا ہے جو مصدرِ اطلاعات (اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم) سے براہِ راست ہم رشتہ ہے۔

وضو میں گردن کا مسح کرنا مستحب عمل ہے، لیکن کامل وضو وہی ہوتا ہے جس میں فرض، سنت اور مستحب تمام کو بجا لایا جائے۔ مومن کا گردن کا مسح کرنا بھی فضیلت سے خالی نہیں۔

گردن کے مسح کی بڑی طبی افادیت ہے۔ ایک فرانسیسی دماغی امراض کے سرجن کا کہنا ہے:

''میں نے جو ریسرچ کی ہے اس کے مطابق اگر بال بہت بڑھا دیئے جائیں اور گردن کی پشت کو خشک رکھا جائے تو ان لوگوں کے اندر کئی دفعہ خشکی پیدا ہو جاتی ہے اور انسان کے جسم پر اس کا اثر ہوتا ہے۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کا دماغ کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ اس لیے ڈاکٹرز نے سوچا کہ گردن کو دن میں دو چار مرتبہ ضرور تر رکھا جائے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ گردن کا مسح کرنے سے انسان کئی قسم کے دماغی امراض سے محفوظ و مامون رہ سکتا ہے۔

ماہرینِ روحانیات نے انسانی جسم کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک حصہ ''حبل الورید'' (رگِ جان) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

Marfat.com

''میں رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہوں۔''
یہ رگِ جان سر اور گردن کے درمیان واقع ہے۔ گردن کا مسح کرنے سے انسانی جسم کو ایک خاص توانائی حاصل ہوتی ہے جس کا تعلق ریڑھ کے اندر، حرام مغز اور تمام جسمانی جوڑوں سے ہے۔ جب کوئی نمازی گردن کا مسح کرتا ہے تو ہاتھوں کے ذریعے برقی رَو نکل کر رگِ جان میں ذخیرہ ہو جاتی ہے اور ریڑھ کی ہڈی کو اپنی گزرگاہ بناتے ہوئے جسم کے پورے اعصابی نظام میں پھیل جاتی ہے جس کے ذریعے اعصابی نظام کو توانائی ملتی ہے۔''

دونوں پاؤں ٹخنے سمیت ایک مرتبہ دھونا فرض اور تین تین بار دھونا سنتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
(سنن نسائی، باب المسح الاذنین مع الراس، رقم 103)

پاؤں جسم کا وہ حصہ ہے جو چلتے وقت سب سے زیادہ گردوغبار، آلودگی، جراثیم اور جنجائی کی زد میں ہوتا ہے۔ اس لیے دونوں پاؤں کو دن میں ایک سے زیادہ بار دھونا ضروری ہے اور شوگر کے مریضوں کے لیے تو پاؤں کی حفاظت نہایت ضروری ہے کیونکہ ذیابیطس کے مریضوں کو پاؤں کی انفیکشن (Infection) زیادہ ہوتی ہے۔

دماغ اطلاعات قبول کرتا ہے اور یہ اطلاعات لہروں کے ذریعے منتقل ہوتی ہیں۔ اطلاع کی ہر لہر ایک وجود رکھتی ہے۔ وجود کا مطلب متحرک رہنا ہے۔ قانون یہ ہے کہ روشنی ہو یا پانی اس کے لیے بہاؤ ضروری ہے اور بہاؤ کے لیے ضروری ہے کہ اس کا مظہر بنے اور وہ خرچ ہو۔ جب کوئی بندہ پاؤں دھوتا ہے تو زائد روشنیوں کا ہجوم (Poison) پیروں کے ذریعے ارتھ (Earth) ہو جاتا ہے اور جسمِ انسانی زہریلے مادوں سے محفوظ رہتا ہے۔

نماز، جدید سائنس اور انسانی صحت:

نماز، بدن اور دل دونوں کی صحت کی نگرانی و حفاظت کی عجیب و غریب تاثیر رکھتی ہے اور ان دونوں سے موادِ رَدّیہ نکال دیتی ہے۔ دنیا میں جتنے بھی لوگ کسی مشکل، بیماری، آفت یا بلا کا شکار ہوتے ہیں ان میں نماز پڑھنے والوں کا تناسب کم سے کمتر ہوتا ہے اور اس کی عاقبت ہر طرح سے محفوظ و مامون رہتی ہے۔

ڈاکٹر محمد عالمگیر خاں کے نزدیک ''نماز سے جہاں روحانی فرحت اور اطمینانِ قلب حاصل ہوتا ہے، وہاں اس میں جسمانی صحت کے راز بھی مضمر ہیں۔ اس کے تمام ارکان اگر اچھی طرح اور باقاعدگی کے ساتھ ادا کیے جائیں تو اس سے کئی جسمانی بیماریوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پانچ وقت کی نماز فرض کر کے ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔ نماز جہاں ہمیں روحانی عروج اور طمانیتِ قلب عطا کرتی ہے اور برائیوں سے نکال کر پاکیزگی کے دائرے میں داخل کرتی ہے، وہاں جسمانی صحت کے لیے بھی مدد و معاون ہے۔ جسم کو چاک و چوبند رکھنے، اعصابی تکلیفوں اور جوڑوں کی بیماریوں سے بچانے اور غذا ہضم کرنے میں نماز بہت مؤثر کردار ادا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں صحتِ انسانی کے لیے نماز کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ ہمارے خون میں کولیسٹرول یعنی چربی کو کم کرنے کا کسی حد تک باعث بنتی ہے۔''

ڈاکٹر کین لکھتے ہیں:

Marfat.com

اگر انسان پابندِ نماز بن جائے تو اس کے جسم کے لیے یہ ایک ورزش ثابت ہوگی جس سے جملہ اعضاءِ انسانی کی نشو ونما بہتر ہوگی اور اس کی قوت بڑھے گی۔ نیز مفاصل کی ساختیں بھی درست رہیں گی اور مفاصل اپنے افعال صحیح طریقہ سے انجام دیتے رہیں گے اور مفاصل مختلف قسم کے امراض مثلاً تحجرِ مفاصل وغیرہ سے محفوظ رہیں گے۔ اس کے علاوہ نظامِ تنفس، نظامِ دورانِ خون اور نظامِ ہضم پر بھی بہتر اثرات مرتب ہوں گے اور انسان مدت العمر امراض و آفاتِ جسمانی سے محفوظ رہے گا اور اپنے فرائضِ زندگی کو صحیح اور بہتر طریقہ پر انجام دیتا رہے گا۔"

نماز ایک بہترین اسلامی ورزش ہے جو انسان کو ہر وقت تازہ دم رکھتی ہے، سستی اور اضمحلال کو جسم میں بڑھنے نہیں دیتی۔ دیگر مذاہب میں کوئی ایسی جامع عبادت نہیں ہے جس کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسان کی تحریک و طاقت بڑھے۔ یہ امتیاز نماز ہی کو حاصل ہے کہ یہ ایک نہایت جامع ورزش بھی ہے جس کا اثر جملہ اعضاءِ انسانی پر مساوی ہوتا ہے اور جملہ اعضاءِ جسم میں تحریک و طاقت پیدا ہوتی ہے اور صحت برقرار رہتی ہے۔

ترکی کے ڈاکٹر "ہلوک نور باقی" کا خیال ہے کہ کوئی جدید علم یا سائنس بھی نماز کے اسرار کا مکمل فہم رکھنے سے قاصر ہے۔

کوئی سائنس اس قابل نہیں ہے کہ وہ صلوۃ (نماز) کے رازوں کو پا سکے یا ان کا احاطہ کر سکے۔ نماز میں ورزش بھی ہے لیکن خاص طور پر اگر صلوۃ (نماز) کو محض ایک جسمانی ورزش سے تعبیر کیا جائے تو یہ اس قدر احمقانہ بات ہوگی جیسے یہ تصور کر لینا کہ کائنات میں اس ہوا کے سوا جس میں ہم سانس لیتے ہیں اور کچھ نہیں۔

ڈاکٹر ہلوک نور باقی نے نماز کے روحانی پہلوؤں پر بہت زور دیا لیکن وہ بھی اس کے جسمانی فوائد کو نظر انداز نہیں کرتے۔

آج کے دور میں مادہ پرست لوگ بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ جوڑوں (کے درد) کے آرام کے لیے نماز سے بہتر نسخہ کوئی اور نہیں۔

نماز کی ورزشیں جہاں بیرونی اعضا کی خوشنمائی وخوبصورتی کا ذریعہ ہیں، وہاں اندرونی اعضاء مثلاً دل، گردے، جگر، پھیپھڑے، دماغ، آنتیں، معدہ، ریڑھ کی ہڈی، گردن، سینہ اور تمام قسم کے گلینڈز (Glands) کی نشوونما بھی کرتی ہیں بلکہ جسم کو سڈول اور خوبصورت بھی بناتی ہیں۔

کچھ امراض ایسے ہیں جن سے صرف نماز قائم کر کے محفوظ رہا جا سکتا ہے کیونکہ نماز کی ادائیگی سے جسم میں ان امراض کے خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اہلِ مغرب آج مختلف قسم کی ورزشیں کرتے ہیں تاکہ اُن کے اجسام میں کولیسٹرول کی مقدار حد سے نہ بڑھے۔ اس کے علاوہ ان کے جسم کے تمام نظام مؤثر طریقے سے کام کریں۔ انہوں نے اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا ہے کہ اسلامی نماز جیسی کوئی ورزش نہ کرنے کی وجہ سے انہیں مختلف ورزشوں کا سہارا لینا پڑتا ہے تاکہ وہ صحت مندرہ

Marfat.com

سکیں۔ جیسا کہ جرمنی کے مشہور رسالے ''دی ہائف'' میں نامور جرمن فاضل اور مستشرق ''جوا کیم دی یولف'' نے اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے:

''اگر اہلِ یورپ میں اسلامی نماز کا رواج ہوتا تو ہمیں جسمانی ورزش کے لیے نئی نئی ورزشی حرکتیں ایجاد نہ کرنا پڑتیں۔''

درج ذیل وہ بیماریاں ہیں کہ جو نماز کے ذریعے از خود سرانجام پانے والی ورزش سے درست ہو سکتی ہیں:

1: دماغی امراض۔
2: اعصابی امراض۔
3: نفسیاتی امراض۔
4: بے سکونی، ڈیپریشن اور بے چینی کے امراض۔
5: دل کے امراض۔
6: جوڑوں کے امراض۔
7: یورک ایسڈ سے پیدا ہونے والے امراض۔
8: معدے کا السر۔
9: شوگر۔
10: آنکھوں اور گلے وغیرہ کے امراض۔

نماز میں نفسیاتی عوارض مثلاً گناہ کا، خوف کا، احساس کمتری کا، مایوسی، بے چینی اور پریشانی وغیرہ کا بھی علاج ہے۔

بہر حال نماز سے انسان کو اَن گنت فوائد کے علاوہ جسمانی اور ذہنی فوائد بھی ہوتے ہیں۔ آج اسلامی عبادات کی سائنسی توجیہات سامنے آ رہی ہیں۔ نماز کا ہر رکن کسی نہ کسی طبی و نفسیاتی افادیت کا حامل ہے۔

ارکانِ نماز کو فرداً فرداً تشریحی روشنی میں دیکھا جائے تو واضح ہو گا کہ ہر رکن نماز کی ادائیگی میں مخصوص عضلات و مفاصل میں تحریک پیدا ہوتی ہے اور مخصوص عضلات کی ورزش ہوتی ہے۔ علمِ تشریح (Physiology) کا یہ ایک کلیہ ہے کہ جب انسان کسی حرکت کا ارادہ کرتا ہے تو متعلقہ مراکز دماغ سے تحریک مخصوص اعصاب کے ذریعہ متعلقہ عضلات میں پہنچتی ہے اور عضلات حسبِ محل منقبض یا منبسط ہو کر افعالِ مطلوبہ سرانجام دیتے ہیں اور جب نمازوں کی ادائیگی کی صورت میں بار بار ارکانِ نماز کا اعادہ کیا جاتا ہے تو یہ صورت ایک ورزش بن جاتی ہے جس سے عضلات و مفاصل کی نشو و نما اور طاقت بہتر ہوتی ہے۔ نیز جملہ ارکانِ نماز کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسانی کی ورزش بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ہو جاتی ہے۔ جس سے جسمِ انسانی کی تازگی اور طاقت بحال رہتی ہے اور جسمانی افعال طبعی معیار پر جاری رہتے ہیں۔

نماز ایک بہترین اسلامی ورزش ہے، جو انسان کو ہر دم تازہ رکھتی ہے۔ سستی اور اضمحلال کو جسم میں بڑھنے نہیں دیتی مگر دوسرے مذاہب میں کوئی ایسی جامع عبادت نہیں ہے جس کی ادائیگی کی صورت میں جملہ اعضاءِ انسانی کی تحریک و طاقت بڑھے۔ یہ امتیاز نماز ہی کو حاصل ہے کہ یہ ایک نہایت جامع اسلامی ورزش بھی ہے جس کا اثر جملہ اعضاءِ انسانی پر مساوی ہوتا ہے اور جملہ اعضاءِ جسم میں تحریک و طاقت پیدا

Marfat.com

ہوتی ہے اور صحت برقرار رہتی ہے۔"

"نماز...... نفس اور بدن دونوں کے لیے ریاضت ہے، اس لیے اس میں قیام وقعود، سجدہ ورکوع اور قعدہ کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں اور آدمی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، اس کی وضع بدلتی رہتی ہے اور نماز میں جسم کے اکثر جوڑ جنبش کرتے رہتے ہیں اور اسی کے ساتھ اکثر باطنی اعضاء آنتیں، آلاتِ تنفس اور قناۃ غذا، ان سب کی وضعِ حرکات میں تغیر آجاتا ہے پھر اس صورت میں کون سی بات مانع ہے کہ ان حرکات سے بعض اعضاء توانا اور بعض موادِ غیر ضروریہ تحلیل نہ ہو جائیں۔"

جب ہم ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاتے ہیں تو بازوؤں، گردن کے پٹھوں اور شانے کے پٹھوں کی ورزش ہو جاتی ہے۔ دل کے مریض کے لیے ایسی ورزش بہت مفید ہے جبکہ یہ ورزش نمازی سے نماز پڑھتے ہوئے خود بخود ہو جاتی ہے اور یہ ورزش فالج کے خطرات سے محفوظ رکھتی ہے۔

نیت باندھتے وقت کہنی کے سامنے کے عضلات اور کندھے کے جوڑ کے عضلات استعمال ہوتے ہیں اور ان کی وزش ہو جاتی ہے۔

دماغ میں کھربوں خلیے کام کرتے ہیں اور خلیوں میں برقی رَو دوڑتی رہتی ہے۔ اس برقی رَو کے ذریعے خیالات شعور اور تحت الشعور سے گزرتے رہتے ہیں۔ دماغ میں کھربوں خلیوں کی طرح خانے بھی ہوتے ہیں۔ دماغ کا ایک خانہ وہ ہے جس میں برقی رَو فوٹو لیتی رہتی ہے اور تقسیم کرتی رہتی ہے۔ یہ فوٹو بہت ہی زیادہ تاریک ہوتا ہے یا بہت زیادہ چمک دار۔ اک خانہ ہے جس میں کچھ اہم باتیں ہوتی ہیں اور ان اہم باتوں میں وہ باتیں بھی ہوتی ہیں جنہیں شعور نے نظر انداز کر دیا ہوتا ہے اور جن کو ہم روحانی صلاحیت کا نام دے سکتے ہیں۔ نمازی جب ہاتھ اٹھا کر دونوں کانوں کی لَو کے قریب لے جاتا ہے تو ایک مخصوص برقی رَو نہایت باریک آگ اپنا کنڈنسٹر بنا کر دماغ میں جاتی ہے اور دماغ کے اندر اس خانے کے خلیوں کو چارج کر دیتی ہے، جس کو شعور نے نظر انداز کر دیا تھا۔ یہ خلیے چارج ہوتے ہیں تو دماغ میں روشنی کا ایک جھماکا ہوتا ہے اور اس جھماکے سے تمام اعصاب متاثر ہو کر اس خانے کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں جس میں روحانی صلاحیتیں مخفی ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ہاتھ کے اندر ایک تیز رَو دماغ میں سے منتقل ہو جاتی ہے۔

قیام میں جسم بالکل بے حرکت اور ساکن ہو جاتا ہے۔ اس حالت سے بھی جسمِ انسانی پر بہت سارے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ چند ایک یہ ہیں۔

جب نمازی قرأت شروع کرتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اتنی بلند آواز سے قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے کہ جس کو اس کے اپنے کان سن سکیں تو ان الفاظِ قرآن کے انوارات پورے جسم میں سرایت کر جاتے ہیں جو کہ امراض کے دفعیے کے لیے اکسیرِ اعظم ہیں۔

قیام سے جسم کو سکون کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔

نمازی چونکہ قیام کے دوران قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہوتا ہے اس لیے اس کا جسم ایک نور کے حلقے میں مسلسل

Marfat.com

لیٹا رہتا ہے اور وہ جب تک اس حالت میں رہتا ہے تو اس وقت تک وہ نور جسے سائنسی زبان میں ''غیر مرئی شعاعیں'' کہتے ہیں اس کا احاطہ کیے ہوتی ہیں۔

قیام میں نمازی جس حالت میں ہوتا ہے اگر ہم روزانہ پینتالیس منٹ تک اس حالت میں کھڑے رہیں تو دماغ اور اعصاب میں زبردست قوت اور طاقت پیدا ہوتی ہے۔

قیام سے مؤخر دماغ جس کا کام چال، ڈھال اور جسمِ انسانی کی رفتار کو کنٹرول کرنا ہوتا ہے، قوی ہو جاتا ہے اور انسان ایک ایسے خطرناک مرض سے بچا رہتا ہے جس سے آدمی اپنا توازن درست نہیں رکھ سکتا۔

ہاتھ باندھتے وقت کہنی کے آگے اور پیچھے والے پٹھے اور کلائی کے آگے اور پیچھے کھینچے والے پٹھے حصہ لیتے ہیں اور ان کی ورزش ہو جاتی ہے۔

نماز میں بایاں ہاتھ نیچے باندھا جاتا ہے اور دائیں ہاتھ سے اسے گرفت میں لیا جاتا ہے۔ دراصل انسانی اعضاء کے دائیں اور بائیں اطراف کی کیفیات الگ الگ ہیں۔ دائیں حصے سے خاص طور پر دائیں ہاتھ سے غیر مرئی شعاعیں نکلتی ہیں جو کہ مثبت ہوتی ہیں اور بائیں ہاتھ سے جو شعاعیں نکلتی ہیں وہ منفی ہوتی ہیں۔ بہر حال دائیں ہاتھ کی مثبت شعاعیں بائیں ہاتھ سے منتقل ہو کر طاقت، قوت اور تحریک کا باعث بنتی ہیں جس کی وجہ سے انسان معمولاتِ زندگی میں متوازن رہتا ہے اور پریشان نہیں ہوتا۔

نماز میں عورت اور مرد ایک مقام پر ہاتھ نہیں باندھتے بلکہ مرد ناف کے نیچے اور عورت سینہ پر ہاتھ باندھتی ہے۔ اس سے بھی جسمِ انسانی کو بہت فوائد ملتے ہیں۔

مرد جب ناف یا اس کے نیچے ہاتھ باندھتا ہے تو دونوں ہاتھوں سے لہریں نکلتی ہیں جو کہ مثبت (Positive) اور منفی (Negative) ہوتی ہیں۔ اب ان لہروں کے امتزاج سے ایک خاص اثر پیدا ہوتا ہے جو ناف کے ذریعے نظامِ اعصاب تک پہنچتا ہے جس سے گردے اور غدہ فوق الکلیہ (Adrenal glands) قوی ہوتے ہیں جس سے جنسی قوت قوی اور محرک ہوتی ہے۔

عورتیں نیت کے بعد جب سینہ پر ہاتھ باندھتی ہیں تو ان کے دل میں صحت بخش حرارت منتقل ہوتی ہے اور وہ غدود نشوونما پاتے ہیں جن پر بچوں کی غذا کا انحصار ہوتا ہے۔ نماز قائم کرنے والی ماؤں کے دودھ میں ایک خاص تاثیر پیدا ہو جاتی ہے۔ جدید سائنس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتیں جب سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک خاص مراقبہ کرتی ہیں جس میں دنیا سے کٹ کر کسی پرسکون خیال میں کھو جاتی ہیں (جیسا کہ نماز میں ہوتا ہے) تو ایسی حالت میں ایک خاص قسم کی ریز (Rays) پیدا ہوتی ہیں جو بقول ڈاکٹر ڈارون ہلکے نیلے یا سفید رنگ کی ہوتی ہیں جو اس کے جسم میں داخل اور خارج ہوتی رہتی ہیں اور اس کے جسم میں قوتِ مدافعت (Innunity) کے بڑھنے سے وہ جسم کبھی بھی خلیات کے سرطان میں مبتلا نہیں ہوتا۔

گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر کمر کو جھکانے کی حالت کو رکوع کہتے ہیں۔ اس حرکت میں جسم کے تمام پٹھوں کی ورزش ہوتی

Marfat.com

ہے۔ اس میں کولہے کے جوڑ جھکاؤ (Flexion) میں ہوتے ہیں، کہنیاں سیدھی کھینچی ہوئی ہوتی ہیں اور کلائی بھی سیدھی ہوتی ہے اور ان تمام کے پٹھے چست حالت میں رہتے ہیں جبکہ پیٹ اور کمر کے پٹھے جھکتے اور سیدھے ہوتے وقت کام کرتے ہیں، اس طرح رکوع سے جسم کے متعدد اعضاء کی ورزش ہو جاتی ہے۔

ڈاکٹر حضرات رکوع اور سجدہ کو گھٹنوں اور کمر درد کے مریضوں کا علاج قرار دیتے ہیں۔ رکوع سے حرام مغز کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ مریض جن کے اعضاء سُن ہو جاتے ہیں وہ اس مرض سے بہت جلد افاقہ حاصل کر لیتے ہیں۔

رکوع سے کمر درد کے مریض یا ایسے مریض جن کے حرام مغز میں ورم ہو گیا ہو وہ بہت جلد صحت یاب ہو جاتے ہیں۔

رکوع سے گردوں میں پتھری بننے کا عمل سست پڑ جاتا ہے اور اس سے ٹانگوں کے فالج زدہ مریض چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔''

رکوع سے دماغ اور آنکھوں کی طرف دورانِ خون کے بہاؤ کی وجہ سے دماغ اور آنکھوں کی کارگردگی میں اضافہ ہوتا ہے۔

سجدہ میں کولہے، گھٹنے، ٹخنے اور کہنیوں پر جھکاؤں ہوتا ہے، جبکہ ٹانگوں اور رانوں کے پیچھے کے پٹھے اور کمر و شکم کے پٹھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں اور کندھے کے جوڑ کے پٹھے اس کو باہر کی طرف کھینچتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کلائی کے پیچھے کے عضلات بھی کھنچے ہوئے ہوتے ہیں۔

سجدے میں عورتوں کے لیے گھٹنوں کو چھاتی سے لگانا احسن ہے، یہ بچہ دانی کے پیچھے گرنے (Retroversion of uterus) کا بہترین علاج ہے۔

سجدے میں اور بھی بہت سے جسمانی فوائد مضمر ہیں، دماغ کو خون کی بہت ضرورت ہوتی ہے کیونکہ رئیسُ الاعضاء ہے مگر اس کا محل وقوع ایسا ہے کہ اس تک خون پہنچنا ذرا مشکل ہوتا ہے بالخصوص اس وقت جب شریانیں بھی تنگ ہوں۔ سجدہ دماغ کو خون کی فراہمی کے لیے نہایت ہی موزوں عمل ہے۔

دماغ عام حالت میں بیشتر وقت دل کے پمپ سے اونچا رہتا ہے اس لیے دماغ میں خون کی سرایت قدرے مشکل ہوتی ہے مگر سجدے میں دماغ دل سے نیچے ہوتا ہے اس لیے اس حالت میں اس کو خون با آسانی اور با افراط پہنچتا ہے۔ جتنا لمبا سجدہ ہوگا اتنا ہی زیادہ خون دماغ کو پہنچے گا۔ چنانچہ نبی اکرم نے طویل سجدوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ بنابرایں جو لوگ نماز کے عادی ہوتے ہیں ان کی عقل و فہم، یادداشت اور نفسیاتی صحت لمبی عمر تک درست رہتی ہے۔ کسی عمر میں بھی اللہ کریم کے حضور میں خلوصِ دل سے کیے ہوئے لمبے سجدے روحانی، دماغی اور نفسیاتی صحت کے لیے مدد و معاون ہیں۔

جرمن مستشرق ''جوا کیم دی یولف'' کے مطابق ''سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور دیگر اعضاء کو ایک کشش کے ساتھ

Marfat.com

پھیلانا اور سمیٹنا فربہی کی مضرتوں کو دور کرتا ہے۔

نمازی آدمی کے چہرے پر تازگی رہتی ہے کیونکہ نماز اور سجدہ کی وجہ سے اس کی تمام شریانوں میں خون پہنچتا رہتا ہے۔ جو نماز نہیں پڑھتے ان کے چہرے پر ایک افسردگی سی پھیلی رہتی ہے۔

دو یا چار رکعت کے بعد جب ہم التحیات پڑھنے کے لیے بیٹھتے ہیں تو اس کو قعدہ کہتے ہیں۔ التحیات پڑھتے وقت جب کہ جسم بیٹھنے کی حالت میں ہوتا ہے، گھٹنے اور کولہے پر جھکاؤ ہوتا ہے، ٹخنے اور پاؤں کے عضلات پیچھے کھینچے ہوئے ہوتے ہیں، کمر اور گردن کے پٹھے کھنچے ہوئے ہوتے ہیں، اس سے ان عضلات کی ہلکی پھلکی ورزش ہو جاتی ہے۔

ورزش کا یہ اصول ہے کہ سخت ورزش کے بعد کچھ دیر توقف کیا جاتا ہے اور لمبے لمبے سانس لیے جاتے ہیں یا نسبتاً ہلکی پھلکی ورزش کی جاتی ہے۔ نماز میں بھی رکوع اور سجدوں کے بعد قعدہ میں بیٹھنا اسی اصول کا بہترین مظہر ہے۔

نمازی کو سلام پھیرنے کے لیے سر دائیں بائیں کرنا پڑتا ہے اور ایسا کئی بار ایک نماز میں کرنا پڑتا ہے۔ ایسا کرنے والا امراضِ قلب (Heart Diseases) اور اس کی اندرونی پیچیدگیوں سے ہمیشہ بچا رہتا ہے اور بہت کم ان امراض میں مبتلا ہوتا ہے۔

سلام پھیرتے وقت گردن کے دائیں اور بائیں طرف کے پٹھے کام کرتے ہیں۔ یہ گردن کی بہترین ورزش ہے جو نماز کی ادائیگی کے باعث خود بخود ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو حرکت کرنے والا جسم عطا فرمایا۔ لہٰذا اس کی صحت جسم کے متحرک رہنے (ورزش) سے قائم رہ سکتی ہے۔ پنجگانہ نماز انسان کو متحرک رکھتی ہے۔ وقفے وقفے سے نماز باجماعت کے لیے مسجد جانا پڑتا ہے۔ یہ ایک اعلیٰ قسم کی ورزش مانی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے صحت مندانہ تحریک کے طور پر پانچ وقت نماز کے لیے جانا لازم ٹھہرایا۔ تاکہ انسان وقفے وقفے سے مختلف اوقات میں نماز کی ادائیگی کے لیے حرکت کرتا رہے اور اپنے خالق و مالک کے حضور اپنی عبدیت و بندگی پیش کرتا رہے۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ وقت نماز کے لیے مسجد جانا اور نماز باجماعت ادا کرنا ضروری ٹھہرایا۔ ان اوقات کے مختلف ہونے میں بھی کئی سائنسی اور طبی فائدے پائے جاتے ہیں۔ ایک مسلمان نمازی پانچ اوقات میں یہ نمازیں ادا کرتا ہے اور اس کے علاوہ نمازِ تہجد بھی سنتِ رسول ہے، جس کا وقت طلوع فجر سے پہلے ہے۔ اب ان نمازوں کے مختلف الاوقات ہونے کے سائنسی اور طبی فوائد بیان کیے جاتے ہیں۔ ان کی ترتیب کچھ یوں ہے:

تہجد   فجر

ظہر   عصر

مغرب   عشاء

Marfat.com

وقتِ تہجد: ماہرین کی طویل تحقیقات سے تہجد کی نماز کے ذریعے درج ذیل فوائد کا حصول ثابت ہے۔

(1): وقتِ تہجد میں نماز پڑھنا بے سکونی اور نیند کی کمی کا علاج ہے۔

(2): نمازِ تہجد دل کے امراض کے لیے تریاقِ اعظم ہے۔

(3): وقتِ تہجد میں نماز ادا کرنا اعصابی کھچاؤ اور جکڑاؤ کے لیے مفید ہے۔

(4): دماغی امراض خاص طور پر پاگل پن کی خطرناک کیفیت کے لیے نمازِ تہجد آخری علاج ہے۔

(5): وقتِ تہجد میں نماز پڑھنا نظر کی بیماریوں کا مکمل علاج ہے۔ نمازِ تہجد خاص طور پر ان لوگوں کا علاج ہے جن کو دو دو چیزیں نظر آتی ہوں۔

(6): نمازِ تہجد انسانی جسم میں نشاط، فرحت اور غیر معمولی طاقت پیدا کرتی ہے، جو نمازی کو سارا دن ہشاش بشاش رکھتی ہے۔

علاوہ ازیں یہ کہ تہجد کی نماز میں انسان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ انتہائی قرب نصیب ہوتا ہے۔ رات کو کچھ وقفہ نیند لینے کے بعد یا یوں سمجھیں کہ آدھی رات کے بعد صبح صادق سے پہلے پہلے تک نماز تہجد کا وقت ہوتا ہے۔ نمازی جب نماز تہجد کے لیے نیند سے بیدار ہوتا ہے تو اس وقت اس میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ اس کا شعور غیبی تحریکات اور غیر مرئی شعاعوں کو آسانی سے قبول کر لیتا ہے۔

وقتِ فجر: رات ختم ہوتی ہے تو طلوعِ فجر کے ساتھ ہی فجر کی نماز فرض کی گئی ہے۔ جو ہلکی سی ہے۔ طبیعت پر گراں بھی نہیں۔ رات بھر آرام کرنے کے بعد جبکہ معدہ بھی خالی ہوتا ہے، سخت محنت و ورزش نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے اور اس کو کرنے سے آدمی کی صحت خراب ہو سکتی ہے۔ لہٰذا ہلکی اور مختصر نماز مقرر فرمائی گئی تاکہ انسان کو گراں بھی نہ گزرے اور اس کو نقصان بھی نہ ہو بلکہ ایک نمازی یہ چار رکعت کی نماز پڑھ کر فوائد سے مالا مال ہو سکے۔ فجر کی نماز پڑھ کر آدمی اپنے سست جسم کو پھر متحرک و فعال (Active) کر سکے، اس کے بعد دن کے دوران اپنے رزق و معاش کے حصول کے لیے کام کاج میں مصروف ہو سکے اور دماغ پھر سے سوچنے سمجھنے کے لیے تیار ہو سکے۔

صبح سویرے تازہ موسم اور روشنی میں انسان نماز کے لیے باہر نکلتا ہے اور پیدل چلتا ہوا مسجد جاتا ہے تو تازہ، مصفّیٰ اور پرسکون ماحول سے لطف اندوز ہوتا ہے جو صحت کے لیے بہت مفید ہے۔

فجر کی نماز کے لیے نمازی کو اپنے جسم کی صفائی کرنی پڑتی ہے۔ وہ وضو کرتے ہوئے اپنے جسم کے اعضاء کو دھوتا ہے، دانت صاف کرتے ہوئے مسواک کرتا ہے جو صحت کے لیے انتہائی ضروری ہے۔ اگر یہ نہ کرے تو منہ اور جسم پر جراثیم پلنے لگیں اور مختلف امراض کا سبب بن کر آدمی کو اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ لہٰذا فجر کی نماز فرض ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ صحت و صفائی کا کام باقاعدہ ہوتا رہے۔

وقتِ ظہر: دن شروع ہونے کے ساتھ ہی انسان کسبِ معاش میں لگ جاتا ہے۔ گرد و غبار اس کے جسم پر لگتے ہیں۔ بعض کیمیکلز ہاتھ پاؤں کو لگنے کا بھی امکان ہوتا ہے۔ غرضیکہ آدمی جراثیم سے آلودہ ہوا میں رہتا ہے تو اس کے جسم

Marfat.com

پر جراثیم حملہ کر دیتے ہیں، نیز دوپہر تک کام کرتے کرتے تھکاوٹ بھی محسوس ہونے لگتی ہے، لہذا ایک نمازی ظہر کی نماز کے لیے وضو کرتے ہوئے پھر سے اپنے ہاتھ، منہ اور پاؤں وغیرہ کو دھوتا ہے جس سے امراض کا خدشہ باقی نہیں رہتا۔

تھکے ہوئے اجسام ظہر کی نماز پڑھتے ہوئے آرام اور سکون بھی محسوس کرتے ہیں اور پھر سے تازہ دم ہو جاتے ہیں۔ جس سے تھکاوٹ دور ہو جاتی ہے۔ یہ فوائد ایک نمازی کو ظہر کی نماز کے وقت حاصل ہوتے ہیں۔

دوپہر تک سخت گرمی پڑنے کی وجہ سے جب سورج ڈھلنے لگتا ہے تو زمین سے زہریلی گیس خارج ہونے لگتی ہے۔ اگر وہ زہریلی گیسیں انسان کے جسم کو متاثر کر دیں تو وہ مختلف امراض کا شکار ہو جاتا ہے، اس کا دماغ متاثر ہو جاتا ہے اور وہ پاگل پن کا شکار بھی ہو سکتا ہے۔ لہذا وہ دوپہر کے وقت نماز ظہر پڑھنے کے لیے وضو کرتے ہوئے اپنے جسم کو پھر سے نئی تازگی اور سکون فراہم کرتا ہے۔ وضو سے وہ زہریلی گیسوں سے اپنے جسم کو بچا لیتا ہے اور کئی قسم کے جراثیموں کو اپنے جسم سے نکال باہر کرتا ہے۔ اس لیے عین ان گیسوں کے اٹھنے کے وقت کو یعنی سورج ڈھلنے کے وقت کو ظہر کا وقت قرار دیا گیا۔

وقتِ عصر: اصحابِ علم وفکر اور اہلِ دانش جانتے ہیں کہ زمین دو طرح کی گردش کرتی ہے۔ وہ گردشیں درج ذیل ہیں:

طولانی محوری

جب سورج ڈھلنے لگتا ہے تو زمین کی گردش میں کمی ہونے لگتی ہے حتیٰ کہ عصر کے وقت گردش میں بہت زیادہ کمی آجاتی ہے۔ اس وجہ سے انسان کے دن کے حواس پر رات کے حواس کا غلبہ ہونے لگتا ہے، طبیعت میں تھکان اور اضمحلال واقع ہونے لگتا ہے۔ اسی نمازِ عصر کے وقت میں انسان کے شعوری حواس پر لاشعوری حواس کی گرفت ہونے لگتی ہے جس کی وجہ سے آدمی خود کو نڈھال سا محسوس کرنے لگتا ہے۔

ایک نمازی عصر کی نماز کے لیے وضو کر کے اپنے آپ کو ان آفات کی گرفت سے محفوظ کر لیتا ہے اور اپنے خالق و مالک کی عبادت میں لگ جاتا ہے، جس سے طبیعت زیادہ مضمحل نہیں ہوتی اور لاشعوری حواس کی گرفت کو برداشت کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔

نماز میں نورانی شعاعیں نمازی کو سکون بخشتی ہیں جس کی وجہ سے وہ روح کے قریب ہو جاتا ہے اور نمازِ عصر ادا کر کے روحانی تحریکات کو قبول کرنے لگتا ہے۔

وقتِ مغرب: انسان سارا دن محنت و مشقت میں گزارتا ہے اور اپنے لیے اور اہل و عیال کے لیے روزی کما کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے کہ اس نے اس کو کسبِ معاش میں قوت عطا فرمائی۔ وہ کیف و سرور میں ہوتا ہے جس سے دل بھی ایک خاص قسم کا سرور محسوس کرتا ہے۔

وقتِ مغرب میں وہ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر اپنی عبدیت کا اظہار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور نورانی لہروں سے بہرہ مند ہوتا ہے جو اس کی روح کو تسکین دیتی ہیں۔ ان نورانی غیر مرئی لہروں کا اثر اس کے

Marfat.com

بچوں پر بھی ہوتا ہے کہ وہ مؤدب وسعادت مند بنتے ہیں۔ جو مسلمان نمازِ مغرب درست طور پر باقاعدہ ادا کرتے ہیں ان کی اولاد اپنے والدین کی مؤدب ہوتی ہے، ایسے نمازیوں کے بچے سعادت مند ہوتے ہیں اور ان کے گھر کا ماحول بھی شائستہ وخوشگوار ہوتا ہے۔

وقتِ عشاء: انسان طبعی طور پر لالچی ہے۔ جب وہ کاروبار سے فارغ ہوکر گھر آتا ہے تو کھانا کھاتا ہے اور لذت وحرص میں کھانا زیادہ کھالیتا ہے۔ اگر وہ کھانے کے بعد لیٹ جائے تو وہ مہلک بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے۔

انسان اگر سارے دن کی تھکاوٹ اور زیادہ کھالینے کے بعد فوراً ہی لیٹ جائے تو وہ بے سکون ہی رہے گا۔ سونے سے پہلے اور زیادہ کھانا کھانے کے بعد تھوڑی بہت ورزش کرلینا صحت کے لیے اچھی ہے۔

بس دن کے تھکے ماندے اور زیادہ کھالینے والے حریص انسان کے لیے عشاء کی نماز کسی ورزش سے کم نہیں۔ نمازِ عشاء سے کیف وسرور اور سکون میسر ہوگا اور ساتھ ہی نظامِ نماز کے ذریعے کھانا بھی ہضم کے مراحل میں داخل ہوجائے گا۔

اس طرح نماز عشاء کی طویل نماز کو پڑھ کر سونے والا آدمی ساری رات سکون اور آرام کی نیند سوئے گا اور اس کا کھانا بھی ہضم ہوجائے گا۔ اب تو ماہرینِ طب بھی سونے سے پہلے ہلکی پھلکی ورزش پر زور دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ورزش کئی اقسام کی مضر بیماریوں سے بچاتی ہے۔ محققین کا یہ بھی کہنا ہے کہ سونے سے پہلے نماز سے بہتر کوئی ورزش نہیں۔

''ریوران لیبان'': یورپی فلاسفر ''ریوران لیبان'' فضائل نماز کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

''میں نے کئی مرتبہ مسیحی اور اسرائیلی نماز کا اسلامی نماز کے ساتھ موازنہ کیا، بالآخر ثابت ہوا کہ اسلامی نماز افضل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایک اسلامی نماز کئی نمازوں کا مجموعہ ہے۔ اس میں حمدِ خدا بھی ہے اور تقدیس وتحمید کے علاوہ ایک عاجزانہ التجا بھی۔ اسلامی نماز میں ایک اور خاصیت ہے وہ یہ کہ اس میں جہاں تلاوتِ قرآن، رکوع وسجود اور تشہد ہے وہاں انکساری وفروتنی کا عجیب روح پرور نظارہ بھی ہے۔ میں اکثر جمعہ کے دن اسکندریہ کی جامع مسجد میں محض اسلامی نماز کی شان دیکھنے جایا کرتا تھا۔ میں نے جب خطیب کے پرجوش خطبہ، صفوف کی ترتیب اور رکوع وسجود کے اہتمام پر غور کیا تو میرے قلب پر عجیب اثر ہوا جو ناقابل بیان ہے، میں سمجھتا تھا کہ اسلام مجھے آواز دے رہا ہے اور اس کی عبادت کا پُرکیف نظارہ میری روح پر قبضہ کررہا ہے۔''

(دی لیکچر آف ریچر: صفحہ 47)

''ریون جیمس مولر'': عیسائیوں کا مذہبی رہنما ''ریون جیمس مولر'' کہتا ہے:

''تعصب سے کام لینا آسان ہے مگر سچ بولنا دشوار ہے اور میں اس وقت اس مشکل کام (سچ بولنے) کو اختیار کرتا ہوں۔ میں نے بارہا اپنے محمدی احباب (مسلمانوں) سے گفتگو کی ہے اور ان کے

Marfat.com

عقائد کی تفصیلات میں مشغول رہا ہوں۔ چودہ صدیوں سے بھی زیادہ عرصہ گزرنے کے باوجود یہ مسلمان اپنے پیغمبر علیہ السلام کے محب اور اطاعت گزار ہیں اور یہ اُن سے نسبت رکھنے والی ہر چیز کو محبوب رکھتے ہیں۔ مسیحی دنیا کے لیے مسلمانوں کی اس محبت اور خلوص میں ایک سبق ہے۔ اسلامی آبادی کا ایک بیشتر حصہ ایک اہم عبادت کا پابند ہے جس کا نام نماز ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے بظاہر یہ عقیدہ درست نہیں کیونکہ نمازی بھی برائیوں کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ لیکن تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ وہ شخص جو دن میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتا ہے یعنی ایک ماہ میں ایک سو پچاس مرتبہ اپنے خدائے برتر سے پرہیز گاری اور گناہوں سے بیزاری کا عہد کرتا ہے، بالآخر ایک دن وہ اپنے عہد میں کامل ہو جاتا ہے یعنی وہ واقعی پرہیز گار بن جاتا ہے۔"

"سینٹ ہٹلر": "سینٹ ہٹلر" روما کا مشہور پادری اپنی کتاب "The Pray" (دی پرے) میں لکھتا ہے:

"میں نے جس جس اسلامی ملک کی سیر کی، وہاں کی عبادت گاہوں کو ضرور دیکھا۔ اس سلسلہ میں اسلامی نماز پر بھی غور کیا۔ میرے نزدیک یہ ایک افضل ترین عبادت ہے۔ جب ایک خدا کی عبادت کرنے والا اپنے سب کام چھوڑ کر خدا کی خوشنودی کے لیے اس کی حمد و ثناء کے گیت گاتا ہے تو روح وجد میں آتی ہے۔ اس وقت وہ نمازی یقیناً اپنے خالق و مالک کے قریب تر ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ تمام قوتوں کے ساتھ اس کے حضور سربسجود ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ روح کی طہارت اور قلب کی پاکیزگی ہے۔ مزید برآں اس عبادت میں جسمانی طاقت کے پہلو نمایاں ہیں۔ میں نے دیکھا کہ نماز گزار مست اور کاہل نہیں ہوتے بالخصوص نمازِ فجر کے لیے صبح کی بیداری عجیب اثر رکھتی ہے۔"

پروفیسر ڈاکٹر "برتھم جوزف": امریکہ کے مشہور ڈاکٹر و پروفیسر "برتھم جوزف" کے تجرباتِ زندگی بعنوان "نماز اور اسلام" ایک انٹرویو کی صورت میں شائع ہوئے۔ جس میں ڈاکٹر صاحب نے کہا:

"میں نے تحقیق و تجربہ کیا ہے کہ نماز فی الحقیقت مکمل اور متوازن ورزش ہے اور اس میں کوئی کمی یا زیادتی ناممکن ہے۔ ممکن ہے اس ورزش کے ترتیب دہندہ نے غیبی طور پر آج سے ہزاروں سال پہلے آج کے جدید سائنسی، مشینی اور نفسیاتی دور کو سمجھتے ہوئے نماز مرتب کی ہو۔ نماز کے اندر ہاتھوں کا اٹھانا پھر باندھنا، نظر کو ایک جگہ مرکوز رکھنا، پھر ہاتھ چھوڑ دینا اور آگے کو جھکتے ہوئے رکوع کرنا۔ اس کے بعد سجدہ کرتے ہوئے سر کو جھکا کر دل سے دماغ کی جانب خون کو تیزی سے اور زیادہ مقدار میں پہنچانے کا انتظام کرنا اور وقفے وقفے سے دوزانوں حالت میں بیٹھنا واقعی ایک مکمل اور جامع ورزش کا طریقہ ہے۔"

"مسٹر ایم کینگ": "مسٹر ایم کینگ" رقمطراز ہیں:

"انسان فطرتاً اس بات کا عادی ہے کہ جب دنیاوی کاموں اور مجلسی تفریحوں میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس

Marfat.com

کو اصلاحِ نفس کا خیال ہی نہیں رہتا اور بعض تفریحوں کا لازمی نتیجہ ہے کہ انسان اپنے پیدا کرنے والے کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ ان حالات میں جب میں (مسٹر ایم کینگ) اس بات پر غور کرتا ہوں کہ اسلام نے اپنے وفاداروں پر دن اور رات میں پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے اور ان کو مجبور کیا ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے فرض ادا کریں تو مجھے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ نماز ایک بہترین ذریعہ ہدایت ہے۔ جب سچے عقیدہ کا آدمی (مسلمان) ہر طرف سے بے نیاز ہو کر خلوص و محبت کے ساتھ اپنے خالق و مالک کو یاد کرتا ہے، اس کی تسبیح و تقدیس کر کے اس کی خوشنودی چاہتا ہے اور اس قادر و قدوس سے استعانت طلب کرتا ہے تو یقیناً اس کی روح ایک پاکیزہ حالت میں پہنچ جاتی ہے اور اس کے دل و دماغ سے نفس پرستی کا خبط دور ہو جاتا ہے۔ میں نے اعلیٰ پوزیشن کے مسلمانوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے اثر و اقتدار کے لحاظ سے ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں اور کم حیثیت آدمی ان سے بات کرنے کی بھی جرأت نہیں رکھتے۔ لیکن جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک عظیم الشان آدمی بے تابانہ مسجد میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنے غیر معروف بھائیوں کے ساتھ مل کر، امام کی اقتداء میں فریضہ نماز ادا کرتا ہے۔ اس نظارے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس عبادت میں سادگی و فروتنی کا سبق موجود ہے اور اس میں مساوات کی شان نظر آتی ہے۔ مساوات کا عظیم الشان واقعہ یہ ہے کہ اسلامی رسول (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے عجیب انداز میں امیر و غریب اور ادنیٰ و اعلیٰ کو ایک صف میں جمع کیا ہے اور مناسب طور پر غرور و نخوت کا طلسم پاش پاش کر دکھایا ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ نماز ایک بہترین عبادت ہے۔"

سرولیم کرکس: "سرولیم کرکس" ماہر روحانیات نے اپنی کتاب:

"Research in the phenominon of spiritualism" میں لکھا ہے:

"اگر نفسیاتی مریض مسلمانوں کی نماز خشوع و خضوع اور دھیان سے پڑھنا شروع کر دے تو وہ بہت جلد ان امراض سے نجات پا سکتا ہے۔"

"وائس ایڈمرل": مغربی مستشرق "وائس ایڈمرل" اپنی کتاب ....

"Ten voice usborne" میں لکھتا ہے۔!

"اگر روحانی مقام پر پہنچنا چاہتے ہو تو نماز پڑھو نماز پڑھو نماز پڑھو۔"

ماہر انگریز: ایک مسلمان یورپ میں نماز ادا کر رہا تھا جبکہ ایک انگریز شخص کھڑا ہو کر اسے دیکھتا رہا۔ جب اس نے نماز مکمل کر لی تو اس انگریز نے پوچھا:

"تم نے کونسی کتاب سے یہ طریقہ ورزش سیکھا ہے۔؟ میں نے بھی اپنی کتاب میں ورزش کا یہی طریقہ بتایا ہے اور اس طریقے سے ورزش کرنے والا شخص طویل، پیچیدہ اور سخت تکلیف دہ امراض سے ہمیشہ بچا رہتا ہے۔ اگر کھڑا آدمی ورزش کرتے ہوئے سیدھا نیچے سجدے میں چلا جائے تو اس سے اعصاب

Marfat.com

اور دل پر برا اثر پڑتا ہے لہذا تم نے جیسا (رکوع) کیا میں نے بھی اپنی کتاب میں ایسے ہی لکھا ہے۔اور میں نے یہ بھی لکھا ہے کہ پہلے کھڑے ہو کر ورزش کریں۔اس میں ہاتھ باندھ کر رکھیں۔پھر (رکوع کی طرح) جھکیں اور ہاتھوں اور کمر کی ورزش کریں۔پھر اس کے بعد سرزمین پر رکھ کر ورزش کریں۔ایسی ورزش صرف ماہرین ہی کے بس کی بات ہے دیگر لوگ اس کی خوبی کو نہیں جانتے۔تم نے یہ ورزش کیسے اور کس کے کہنے پر کی۔؟"

وہ مسلمان کہنے لگا:

"میں مسلمان ہوں۔ہمارے دین میں یہ حکم ہے کہ ہم ایسا کریں۔میں نے آپ کی کتاب کو دیکھا تک نہیں۔ہم مسلمان تو آج سے چودہ سو سال سے بھی زیادہ عرصہ سے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے سے یہ عمل ہر روز باقاعدہ پانچ مرتبہ کرتے ہیں۔"

انگریز یہ بات سن کر حیرت زدہ رہ گیا اور اس مسلمان سے مزید معلومات حاصل کرنے لگا۔

ماہر امراض: ایک شخص جو دل کی بیماری میں مبتلا تھا علاج کے لیے آسٹریلیا گیا۔وہاں ایک بڑے مشہور ماہرِ امراضِ دل نے اس کا معائنہ کر کے چند دوائیاں تجویز کیں اور ساتھ ہی آٹھ دن کے لیے اسے اپنے فزیو وارڈ میں مخصوص انداز میں ڈاکٹر کی موجودگی میں ورزش کرنے کی ہدایت کی۔وہ ورزش خشوع و خضوع کے ساتھ نماز کی مانند تھی۔مریض درست طور پر ورزش کرنے لگا تو ڈاکٹر نے کہا:

"آپ پہلے مریض ہیں جو اتنی جلدی یہ ورزش درست طور پر کرنے لگے ہیں۔ورنہ! یہاں تو آٹھ دن میں مریض صرف ورزش کا طریقہ ہی سیکھ پاتے ہیں۔"

مسلمان مریض نے کہا!

"میں مسلمان ہوں اور یہ طریقہ بالکل ہماری نماز کی طرح ہی ہے۔"

یہ بات سن کر ڈاکٹر نے آٹھ دن کی بجائے دوسرے ہی دن اس مسلمان مریض کو کچھ ادویات دے کر اور اسی ورزش کی ہدایت کر کے رخصت کر دیا۔

وقت اور زمان:

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس تشریف لائے تو آپ کا بستر بدستور گرم تھا اور دروازے کی کنڈی بدستور ہل رہی تھی۔جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکاں سے لامکاں کا سفر کر آئے تھے اور اتنے عرصہ میں واپسی ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر بدستور گرم تھا اور دروازے کی کنڈی ابھی تک ہل رہی تھی۔

زماں و مکاں کا یہ ایک ایسا معمہ ہے جسے سن کر ایک عام ذہن تو کجا ماورائے کائنات کے اسرار کی گتھیوں کو سلجھانے اور رفتار نور کے اصول ثابتہ کے ماہرین اور سائنس کے انقلاب پسند فلسفی بھی چکرا کر رہ جاتے ہیں۔اس سے پہلے کہ ہم زماں و مکاں کی تسخیر کے اس لاینحل معمے کو حل کریں۔قرآن کے ایجاد کردہ اعداد کو مخفف کرنے کے طریقے ہی

Marfat.com

سے اسے دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا ایک دن ہمارے ایک ہزار سال کے برابر ہے۔

(سورۃ نمبر ۲۲، آیت نمبر ۴۷)

ایک اور جگہ ایک دن کو ہمارے پچاس ہزار سال کے برابر بتایا گیا ہے۔ (۷۰۔۴)

حدیثوں میں بھی فاصلوں کو میلوں میں بتانے کے بجائے برسوں کی راہ میں بتایا گیا ہے۔ چنانچہ اسی اصول کو اپناتے ہوئے وسیع اعداد سے بچنے کے لئے موجودہ سائنس دان دس لاکھ کو ایک ملین کہنے لگے اور اٹھاون کھرب میل کے فاصلے کو جو روشنی ایک سال میں طے کرتی ہے، نوری سال کہا جانے لگا۔ سورج سے زمین کے فاصلے کو اکائی تصور کر کے اس کو پارسک (PARSEC) کہنے لگے۔

بہر حال ہارمونیا میکرو کاسمیکا (HORMONIA MICRO COSMICA) میں زمان و مکان اور رفتار نور سے متعلق ماہرین طبیعات لازنز۔ نیلز بوہر۔ لورنتیس۔ ایڈمنڈ وٹکر۔ ہائزبرگ۔ پاولی۔ آئن سٹائن۔ کورولیف۔ پوٹن کیرے اور میکس بورن نے جو نظریے قائم کئے ان سے زماں و مکاں اور رفتار نور کے مسئلہ پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

جس زمانے میں آئن سٹائن اپنی تکوینیات (COSMOLOGY) کو مکمل کر رہا تھا اسے ایک عجیب وغریب مظہر کی خبر نہ تھی جو فلکیات کے افق پر نمودار ہوا تھا۔ اس کی توجیہ تشریح کئی سال بعد ہوئی۔

آئن سٹائن نے فرض کیا تھا کہ جس طرح گیس کے اندر سالمے بے مقصد مارے مارے پھرتے ہیں، اسی طرح ستاروں اور کہکشاؤں کی حرکت بھی بے تکی ہے، چونکہ ان کی حرکت میں کسی قسم کا اتحاد و آہنگ نہ تھا۔ اس لئے اس نے انہیں نظر انداز کیا اور کائنات کو ساکن تصور کر لیا۔

لیکن ماہرین فلکیات دوربینی نظر کی انتہائی حدود میں واقع بیرونی کہکشاؤں میں ایک باقاعدہ حرکت کا مشاہدہ کر رہے تھے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ دور دراز کی تمام کہکشائیں یا کائناتی جزیرے ہمارے نظام شمسی اور ایک دوسرے سے پرے ہٹتے جا رہے ہیں۔

دور دراز کی ان کہکشاؤں (جن میں سے بعض ہم سے پچاس کروڑ نوری سال دور ہیں) کا یہ قاعدہ فرار ہمارے نزدیک تجاوبی نظاموں کی سست گردش سے بالکل مختلف ہے۔ اس لئے اس قسم کی باقاعدہ حرکت ساری کائنات کے انحنا پر اثر انداز ہوگی۔

اس لئے کائنات ساکن نہیں ہے بلکہ یہ قریب قریب اسی طرح پھیل رہی ہے جیسے صابن کا بلبلہ یا غبارہ پھیلتا ہے، لیکن یہ مماثلت پورے طور پر درست نہیں کیونکہ ہم کائنات کو ایک داغ دار غبارہ تصور کریں اور داغ دار مادے کی تعبیر کریں تو توقع کی جائے گی کہ غبارہ کے ساتھ داغ بھی پھیلیں گے، لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ پھر تو ہم پھیلاؤ کو کبھی محسوس ہی نہ کر سکیں گے جیسے ایلس (ALICE) کو عالم عجائبات میں اشیاء کی جسامت میں یکا یک تبدیلی نظر نہیں آئے

Marfat.com

گی۔اگر سارا ماحول اس کے ساتھ ساتھ پھیلے اور سکڑے۔اس لئے جیسا کہ ایک ماہر تکوینیات روبرٹسن نے کہا کہ اگر کائنات کو داغ دار غبارہ تصور کرتے ہیں تو ہمیں داغوں کو غیر لچکدار فرض کرنا ہوگا۔جو غبارے کی سطح پر سلے ہوئے ہیں۔مادی اجسام کی جسامت مستقل رہتی ہے لیکن ان کی درمیانی فضا پھیل جاتی ہے۔

اس غیر معمولی مظہر نے تکوینیات میں بہت سا الجھاؤ پیدا کر دیا۔اگر طیف نگاری تجزیہ (جوان بیرونی کہکشاؤں کے دور ہٹنے کی نشان دہی کرتی ہے) کی شہادت درست ہے (جیسا کہ بہت سے ماہرین فلکیات کا یقین ہے) تو جس رفتار سے یہ کہکشائیں فضائے بسیط سے باہر نکلتی جارہی ہیں، وہ ناقابل یقین ہیں۔لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ جوں جوں ان میں فاصلہ بڑھتا جاتا ہے ان کی رفتار میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

نزدیکی کہکشائیں جو لاکھ نوری سال دور میں ۱۰۰ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کر رہی ہیں لیکن کہکشاں ۲۵ کروڑ نوری سال دور میں وہ ۲۵۰۰۰ میل فی سیکنڈ کی ناقابل یقین رفتار (جو روشنی کی رفتار کا ساتواں حصہ ہے) سے حرکت کر رہی ہے۔

چونکہ یہ ساری دور دراز کہکشائیں بلا استثناء ہم سے اور خود ایک دوسرے سے دور ہٹتی جارہی ہیں اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آفاق وقت کے کسی عہد میں وہ ایک دوسرے کے بہت نزدیک ہوں گی اور ابتدائی گرم مادے کی صورت میں یکجا ہوں گی۔

اگر فضا کا ہندسہ اسی مادے سے تشکیل پاتا ہے جو اس میں موجود ہے تو ان کہکشاؤں سے قبل (PREGALATIC) کے دور میں کائنات بے حد تنگ مختصر اور مادے سے بھری ہوئی جگہ ہوگی جس کا انحنا بہت زیادہ ہوگا اور جس میں مادہ انتہائی کثیف حالت میں ہوگا۔

رجعت کرتی ہوئی کہکشاؤں کی رفتار کا لحاظ رکھتے ہوئے حساب لگایا گیا ہے کہ انہوں نے اس سکڑی ہوئی کائنات کے مرکز سے کوئی ۲ ارب سال پہلے بھاگنا شروع کیا تھا۔

پھیلتی ہوئی کائنات کے معمے کو حل کرنے کے لئے فلکیات اور تکوینیات کے ماہرین نے کئی نظریے پیش کئے ہیں۔بلجیم کے تکوینی عالم ''ایبے لی میتر'' نے یہ خیال پیش کیا ہے کہ کائنات ایک بہت بڑے ابتدائی جوہر کے پھٹنے سے وجود میں آئی تھی۔اس سے پھیلاؤ کا آغاز ہوا، جواب تک جاری ہے۔

اس قسم کا ایک اور نظریہ یہ ہے کہ پھیلاؤ کا آغاز ہونے سے پہلے کیسے ترکیبی عناصر کائنات کے شعلہ فشاں مرکز میں زور سے راہ پاگئے ہوں گے۔

ڈاکٹر گیمو کا خیال ہے کہ ابتدا میں کائنات کا مرکز محض بخارات کا جنم تھا۔جو ان ناقابل قدر درجات حرارت پر کھول رہا تھا جو آج کل ستاروں کے اندر بھی نہیں پائے جاتے۔

سورج اوسط درجے کا ایک ستارہ ہے۔اس کی سطح پر درجہ حرارت ۵۵۰۰ درجے سنٹی گریڈ ہے اور اندرونی حصوں میں چار کروڑ درجہ سنٹی گریڈ۔اس زبردست حرارت میں تو نہ عناصر تھے نہ سالمے اور نہ جوہر تھے۔صرف آزاد نیوٹرون

Marfat.com

تھے جو بے ترتیبی سے حرکت کر رہے تھے۔ جب کائناتی مادہ پھیلنے لگا تو درجہ حرارت گرنے لگا اور جب یہ گر کر ایک ارب درجہ رہ گیا تو نیوٹرون منجمد ہو کر مجموعے بن گئے۔ برقیے نکلے جو مرکزوں سے منسلک ہو گئے اور ایٹم بن گئے۔ کائنات کے سارے عناصر صبح آفرینش کے چند اہم لمحات میں تخلیق ہو گئے اور ان کا منصب بعد کے دو ارب سالوں کے مسلسل پھیلاؤ کی مدت کے لئے طے ہو گیا۔

کیلی فورنیا انسٹی ٹیوٹ آف ٹیکنالوجی کے ڈاکٹر ٹولمن نے پھیلتی ہوئی کائنات کے نظریے میں یہ خیال ظاہر کیا تھا کہ ممکن ہے کہ کائنات کا پھیلاؤ ایک عارضی کیفیت ہو اور اس کے بعد مستقبل کے کسی عہد میں سکڑاؤ شروع ہو جائے۔

کائنات کے سکڑنے اور پھیلنے کے یہ دور کائنات میں مادے کی مقدار کے تابع ہیں۔ اس لئے کہ آئن سٹائن ثابت کر چکا ہے کہ کائنات کے انحنا کا انحصار اسی مادے کی مقدار پر ہے۔

اس نظریے میں دقت یہ ہے کہ اس میں فرض کیا گیا ہے کہ فضائے بسیط میں کہیں نہ کہیں مادے کی تخلیق ہو رہی ہے۔ اگر چہ یہ درست ہے کہ کائنات میں مادے کی مقدار ہمیشہ بدلتی رہتی ہے لیکن یہ تبدیلی یک طرفہ ہے اور مادہ فنا ہو رہا ہے۔ فطرت کے تمام مظاہر خواہ مرئی ہوں یا غیر مرئی۔ جوہر کے ینادر ہوں یا فضائے بسیط میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ کائنات کا مادہ اور توانائی بخارات کی مانند خلا میں غائب ہوتے جا رہے ہیں۔ مادہ اشعاع میں تبدیل ہو رہا ہے۔ جب علم و معلوم کا سلسلہ نہ ہوگا تو قوت کی بھی کوئی سمت نہ ہوگی گویا وقت ہی نہ ہوگا۔ اس مقدر انجام سے بچنے کے لئے کوئی راستہ نہیں۔ اس لئے کہ وہ تقدیر بدوش اصول ہے جسے حرکیات تپش کا دوسرا قانون کہتے ہیں۔ اس کلاسیکی طبیعات کا وہ واحد ستون ہے جسے جدید سائنس کا سیلاب تباہ نہ کر سکا۔ اور آئن سٹائن کے مادے اور توانائی کے تعادل کے اصول کی رو سے یہ قیاس کر لینا ممکن ہے کہ کائنات میں پھیلی ہوئی توانائی جم کر مادہ بن جائے گی اور برقیوں، جواہر اور سالموں کی شکل میں نمودار ہوگی۔

ممتاز سائنس دان ڈاکٹر فریڈیل وہپل نے اپنے گرد بادل نظریے (DUST CLOUD HYPOTHESIS) میں واضح کیا ہے کہ کس طرح وہ لطیف آفاقی گرد و غبار جو کواکب کے درمیانی فضا میں تیر رہا ہے اور جس کی کمیت و مقدار ہی سارے مرئی مادے کی کمیت کے برابر ہے۔ ایک کروڑ سال میں منجمد ہو کر ستارہ بن جائے گا۔

ڈاکٹر وہپل کے نظریہ کے مطابق گرد کے یہ ننھے ننھے ذرے جن کا قطر بمشکل انچ کے پچاس ہزارویں حصے کے برابر ہے۔ ستاروں کی روشنی کے خفیف دباؤ سے مل جاتے ہیں جس طرح کہ دم دار ستارے کی نہایت نرم دم سورج کے نوری ذروں (فوٹون) کے دباؤ سے سورج سے پرے ہٹ جاتی ہے۔ جب ذرے باہم ملتے ہیں تو مجموعہ بنتا ہے پھر بادلچہ اور آخر میں بادل۔ اور جب بادل کی جسامت بہت بڑھ جاتی ہے یعنی جب اس کا قطر ساٹھ کھرب میل ہو جاتا ہے تو اس کی کمیت اور کثافت اتنی زیادہ ہو جاتی ہے کہ وہ طبعی اعمال کا ایک نیا سلسلہ شروع کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

یہ جان لینا کہ ارض و سماء کا ایک ایسا حصہ حقیقی وجود رکھتا ہے جہاں ہمارے فہم و ادراک کی رسائی نہیں جو عقل اعلیٰ

Marfat.com

اور حسنِ منور کی صورت میں اپنا اظہار کرتا ہے لیکن ہمارے مفکر اس کا صحیح ادراک کرنے سے قاصر ہیں۔

یہ علم اور یہ احساس حقیقی مذہبیت کی اساس ہے۔ ایک اور موقع پر اس نے کہا تھا:

''مذہب کا آفاق اگر تجربہ سائنسی تفتیش کے حق میں سب سے قوی اور اعلیٰ محرک ہے۔''

اگر سائنس دان جب کائنات کے اسرار، اس کی عظیم قوتوں، اس کی ابتدائی ہم آہنگی اور معقولیت کا ذکر کرتے ہیں تو خدا کا نام استعمال کرنے سے گریز کرتے ہیں، لیکن آئن سٹائن خدا کا نام استعمال کرنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا۔ اس نے کہا:

''میرا مذہب عاجزی سے اس بے پایاں بالا ہستی کی حمد و ثنا کرتا ہے جو اپنا اظہار چھوٹی چھوٹی تفاصیل یعنی کائنات کے چھوٹے بڑے مظاہر میں کرتا ہے جن کا ادراک ہم اپنے کمزور اور ناقص ذہن سے کر سکتے ہیں۔ یہ گہرا جذباتی یقین کہ بلند و بالا عاقل قوت موجود ہے جو اس ناقابل فہم کائنات میں عیاں ہے، خدا پر میرے ایمان کی بنیاد ہے۔''

اس علم کے دوسرے دروازے کی کلید وجدانی میدان کا نظریہ ہے، جو آئن سٹائن کی گزشتہ چوتھائی صدی کی تحقیقاتی کاوشوں کا ماحصل ہے آج کل انسان علم کی بیرونی حدود کا تعین نظریہ اضافیت سے اور اندرونی حدود کا تعین کوانٹم نظریے سے کرتا ہے۔

کوانٹم نظریے نے جواہر، مادہ اور توانائی کی بنیادی اکائیوں اور ان مظاہر کے متعلق ہمارے تصورات قائم کیے ہیں جو گریز پا ہیں اور اتنے چھوٹے کہ نظر نہیں آسکتے لیکن یہ دونوں عظیم سائنسی نظریے بالکل مختلف اور غیر متعلق نظری بنیادوں پر قائم ہیں۔

یوں کہیے کہ ان دونوں کی زبان مختلف ہے۔ متحدہ میدانی نظریے کا مقصد ان کے درمیان روابط قائم کرنا ہے۔ فطرت کی ہم آہنگی اور یکسانیت پر یقین رکھتے ہوئے آئن سٹائن نے طبعی قوانین کی ایک بنیاد کھڑی کی ہے۔ جو جواہر اور بیرونی فضا ہر دو کے مظاہر کو احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اگر کوانٹم طبیعات کے قوانین بھی اس کے مساواتوں سے اخذ کر لئے گئے تو مادہ کی ترکیب ابتدائی ذروں کی ساخت، اشعاع کی میکانیت، زیر جوہری عالم اور زماں و مکاں کے دوسرے معموں کے متعلق تازہ اور بڑی اہم بصیرت حاصل ہوگی۔ سائنس نے طبعی کائنات کے متعلق انسانی تصورات کے متحد کرنے کے لئے جو طویل مسافت طے کی ہے یہ نظریہ اس کی آخری منزل کی نشاندہی کرتا ہے۔

جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ سائنس اور مذہب میں تصادم ہے حالانکہ یہ بات درست نہیں کیونکہ سائنسی تحقیق غیبی امور سے ہے۔ سائنس کی سرحد جہاں ختم ہوتی ہے وہاں سے مذہب شروع ہوتا ہے، اس لئے دونوں ایک دوسرے کے دائرہ تحقیق میں نہ مداخلت کرتے ہیں اور نہ ان دونوں میں تصادم ہی ہوتا ہے۔

سائنسی معلومات اور اس کے انکشافات مذہب کو سمجھنے میں مدد و معاون ہیں، اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ سائنس دراصل مذہب کی ترجمان ہے۔

Marfat.com

قرآن حکیم میں متعدد جگہ علوم طبعیہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ تاکہ انسان اپنے ذاتی مشاہدات اور تجربات سے خالق کائنات کی قدرت کاملہ کا اندازہ لگائے لیکن ان علوم سے تفصیلی طور پر بحث نہیں کی گئی۔ کیونکہ یہ قرآن کا موضوع بحث نہیں۔

جدید دور کے بیشتر علماء نے اس حقیقت کے تسلیم کرلیا ہے کہ مذہب اور سائنس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس دور کا ایک عظیم ترین سائنس دان آئن سٹائن لکھتا ہے:

"SCIENCE WITHOUT RELIGION
ISLAME AND REGIGION
WITHOUT SCIENCE IS BLIND"

"مذہب کے بغیر سائنس لنگڑی ہے اور سائنس کے بغیر مذہب اندھا ہے۔"

جارج مائن اپنی کتاب (INTRODUCTION TO THE HISTORY OF SCIENCE) میں رقمطراز ہے:

"THERE CAN BE NO CONFLICT
BETWEEN SCIENCE AND RELIGION"

"سائنس اور مذہب میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

آرتھر تھامسن اپنی کتاب (INTRODUCTION TO SCINCE) میں لکھتا ہے:

"SCIENCE AND RELIGION ARE
ANCOMMENSURABLE AND THERE
IS NO TRUE ANTITHESIS BETWEEN THEM"

"سائنس اور مذہب کو ایک پیمانے سے ناپا تو نہیں جا سکتا لیکن ان دونوں میں درحقیقت کوئی اختلاف نہیں۔"

آئن سٹائن اپنی ایک کتاب (WORLD AS I SEE IT) میں لکھتا ہے:

"ACONTEMPORARY HAS SAID NOT
UNJUSTLY THAT IN THIS MATERIALISTIC
AGE OF UOR
THE SERIOUS SCIENTIFIC
WORKERS ARE THE ONLY
PROFOUNDLY RELGIOUS PEOPLE"

Marfat.com

''ایک ہم عصر نے بالکل صحیح کہا ہے کہ ہمارے اس مادی دور میں سخت قسم کے مذہبی آدمی ہی صحیح اور سنجیدہ سائنس دان ہو سکتے ہیں۔''

قرآن حکیم میں جہاں کہیں مناظر قدرت یا زمین و آسمان کی کیفیت بیان کی گئی ہے اس سے فرض تدبر و تفکر کے ذریعے معرفت الٰہی حاصل کرنے کی تعلیم ہے۔

سورۃ النحل کی آیت نمبر ۵ تا ۱۶ اور سورۃ ابراھیم کی آیت نمبر ۳۲ اور ۳۳ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ سائنس اور مذہب میں تصادم نہیں بلکہ سائنس کے ذریعے مذہب کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ بشرطیکہ بصارت کے ساتھ بصیرت بھی ہو۔

کائنات کے تخلیق کے بارے میں قرآن حکیم سے جو بصیرت اخذ کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ تخلیق کے قبل ہر طرف پانی ہی پانی تھا اور پھر اللہ تعالیٰ نے چھ دنوں میں ان سب اجرام فلکی کو پیدا کیا۔ جیسا کہ سورۃ ہود میں ارشاد ہوا:

((وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا))

''اور وہی ہے جس نے سب آسمان اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا تا کہ تم کو آزمائے کہ تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔''

پھر سورۃ الاعراف میں ارشاد ہوتا ہے:

((اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ))

''بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے۔ جس نے سب آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا اور پھر اس نے عرش پر استویٰ فرمایا۔''

اور سورۃ الفرقان میں اس کے متعلق یہ ارشاد ہے:

((اَلَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا))

''وہ ایسا ہے جس نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب چھ روز میں پیدا کیا اور پھر عرش پر استویٰ فرمایا اور بڑا مہربان ہے تو اس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھنا چاہئے۔''

اسی طرح سورۃ یونس کی آیت نمبر ۲ میں مذکور ہے:

((اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ))

Marfat.com

مندرجہ بالا سورتوں کے علاوہ سورۃ السجدہ اور سورۃ الحدید میں بھی یہی چیزیں مذکور ہیں۔

قرآن حکیم نے ان آیات میں تخلیق کائنات کا راز بڑے جامع طریق پر بیان کیا ہے یعنی پہلے کائنات میں دھواں یا آتشیں گیسیں پھیلی ہوئی تھیں اور آسمان اور زمین ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ یعنی گیس حالت میں تھے۔ اللہ نے تخلیق کائنات کا ارادہ کیا تو آتشیں گیس سے ستارے، سیارے اور سیارچے (SATELLLITE ASTERIODS) جدا ہونے لگے اور خلا میں اس کے انتظام میں دو عہدے گزرے اور نظام شمسی خلاء میں قائم ہوا۔ ان دو عہدوں میں زمین بھی ظہور میں آئی اور اس میں کئی تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ وہ ٹھنڈی ہوئی۔ اس میں پہاڑ نمودار ہوئے اور بارشیں برسیں۔

ان مذہبی معتقدات سے صاف عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ خود سب سے بڑا سائنس دان ہے۔ اور اس کی سائنس سب سے ارفع و اعلیٰ ہے اور معراج رسول بھی اللہ تعالیٰ کی سائنس ہی کا ایک کرشمہ تھی اور اس سائنس میں سے دیئے ہوئے حصے ہی کی مدد سے انسان چاند پر قدم رکھنے کے قابل ہوا ہے۔ آج سے سو سال پہلے کس کو یقین تھا کہ انسان چاند کو تسخیر کرے گا لیکن آج انسان نے چاند کو تسخیر کر لیا۔

آسمان دنیا کو سائنس دان پانچ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ زمین کے اوپر پانچ سے دس میل تک پہلا حصہ (TROPOSPHERE) کہلاتا ہے۔ اس حصہ میں جوں جوں اوپر جائیں فی ہزار فٹ ۷۰ء اسینٹی گریڈ کے حساب سے درجہ حرارت کم ہوتا جاتا ہے۔ یہی وہ حصہ ہے جس میں سبھی جاندار سانس لے رہے ہیں۔ بادل بھی اسی حصہ میں بنتے اور گرجتے برستے ہیں، برفباری بھی ہوتی ہے اور موسموں کی تبدیلی کا باعث یہی حصہ ہے۔ اس حصہ میں چلنے والی ہوائیں کوئی ایک لاکھ مکعب میل پانی فی سال کے حساب سے عمل تبخیر کے ذریعے بخارات کی صورت میں اٹھاتی ہیں اور بارش کی صورت میں زمین پر گرا دیتی ہیں۔

اس سے اگلے دس پندرہ میل تک ایک حصہ ہے جس میں (OZONE) گیس کی تہہ ہے جو سورج سے آنے والی تباہ کن ماورا بنفشی شعاعوں (ULTRA VIOLET RAYS) کو جذب کر لیتی ہے اور اس زمین پر زندگی کو ممکن بنا دیتی ہے۔

اس کے بعد تیسرا کرّہ (MESOSPHERE) ہے جو نسبتاً گرم ہے کیونکہ اس میں خلاء سے آنے والے دُم دار ستارے (COMENTS) جل کر نیست و نابود ہو جاتے ہیں اور ہماری زمین ان کو یورش سے محفوظ رکھتی ہے۔ یہ زمین سے ۵۰ میل اوپر تک ہے۔

اس کے بعد (SONOSPHERE) کرہ ہے جو ۳۵۰ سے ۴۰۰ میل تک ہے۔ یہ وہ کرہ ہے جو (SHORT WAVES) کو منعکس کرتا ہے اور یوں ریڈیو اور دیگر لاسلکی وائرلیس پیغامات کو وصول کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد (EXOSPHERE) کرہ ہے جو غالباً چار ہزار میل تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کرّے کے اندر

Marfat.com

ایک حصہ (MEGNETOSPHERE) ہے جو حال ہی میں دریافت ہوا ہے۔ یہ وہ حصہ ہے جو خلاء سے آنے والے جوہری ذرات سے زمین کو محفوظ رکھتا ہے جن میں مثبت برقیے اور مرکزے وغیرہ ہوتے ہیں۔ ان پانچ حصوں کے بعد خلاء ہے جس کا رنگ سیاہ ہے اور درجہ حرارت بہت کم ہے۔ سائنس کی بدولت آج انسان اس منزل پر پہنچ چکا ہے کہ اس نے زماں و مکاں کی تسخیر کے معمے کو کافی حد تک حل کر لیا ہے۔

آئن سٹائن کے معروف نظریہ اضیافیت (THEORY OF RELAVITY) کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ خاص نظریہ اضافیت ۱۹۰۵ء میں پیش کیا گیا اور عام نظریہ اضافیت ۱۹۱۶ میں تشکیل پایا۔ خاص نظریہ اضافیت ان چیزوں کے متعلق بحث کرتا ہے جو یکساں رفتار سے چل رہی ہوں یا پھر ساکن ہوں۔ اس نظریہ کی رو سے ایتھر کا پتہ چلنا ناممکن ہے اور وہ اس لئے کہ تمام حرکات اضافی ہوتی ہیں۔ چنانچہ زمین پر بھی اجسام کی رفتار زمین کی نسبت سے متعین کی جاتی ہے۔ اس مقصد کے لئے زمین کو ساکن تصور کیا جاتا ہے۔ اجرام فلکی میں کوئی بھی ایسا فرد نہیں جو صحیح معنوں میں ساکن ہو۔ کیونکہ تمام کائنات اور اس میں موجود بھی چیزیں حرکت کناں ہیں۔ اس لئے صرف اضافی رفتاروں کا ہی تعین ہوسکتا ہے۔ چونکہ ایتھر کائنات سے الگ کوئی چیز نہیں اس لئے اس کا پتہ چلنا ناممکن ہے۔

روشنی کی رفتار ہر حالت میں یکساں رہتی ہے۔ اس نظریے کو مزید آگے بڑھانے سے آئن سٹائن اس نتیجہ پر پہنچا کہ متحرک جسم کی لمبائی اس کی حرکت کی سمت میں کم ہو جاتی ہے، چنانچہ اگر ایک جسم ۲۰ فٹ لمبا دوسرے کی نسبت سے ۹۳ ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے اس کی جانب اس سے مخالف سمت میں حرکت کر رہا ہو تو وہ صرف ۱۷ فٹ نظر آئے گا اور اگر رفتار ایک لاکھ ۶۱ ہزار میل فی سیکنڈ ہو تو وہ صرف ۱۰ فٹ نظر آئے گا۔ متحرک اجسام کا مادہ مقدار میں بڑھ جاتا ہے اور یہ زیادتی ان اجسام کی اضافی رفتار پر منحصر ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا مثال میں ۲۰ فٹ لمبے جسم کا وزن اگر ایک ہزار پونڈ تصور کیا جائے اور جب وہ ۹۳ ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے حرکت کرے گا تو اس میں مادہ کی مقدار ۱۲ ہزار پونڈ ہو جائے گی اور اگر یہ رفتار ایک لاکھ ۶۱ ہزار میل فی سیکنڈ ہو تو یہ دو ہزار پونڈ ہوگی۔ متحرک اجسام اگر مخالف سمت میں حرکت کریں تو ان کی اضافی رفتار ان کی اصل رفتاروں کے مجموعہ کے برابر ہوگی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر دو اجسام ایک دوسرے کی طرف ۱۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے متحرک ہوں تو ان کی اضافی رفتار ۲۰۰ میل فی گھنٹہ ہوگی۔ نظریہ اضافیت کی رو سے اگر وہ ایک لاکھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے متحرک ہوں تو ان کی اضافی رفتار ۲ لاکھ میل بلکہ اس سے بھی بہت کم یعنی ایک لاکھ ۵۵ ہزار میل ہوگی۔

رفتار کی آخری حد ایک لاکھ ۸۶ ہزار میل فی سیکنڈ ہے اور کسی بھی چیز کی رفتار اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ جب کہ وقت کی حیثیت بھی اضافی ہے۔ چنانچہ متحرک جسم کے لئے وقت کی رفتار کم ہو جاتی ہے۔ جو جسم ۹۳۰۰۰ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے متحرک ہے اس پر وقت ۹/۱۰ کی نسبت کم ہوگا یعنی اگر دو اجسام پر گھڑیاں موجود ہوں اور چلنے سے پہلے ۱۲ بجے کا وقت بتا رہے ہوں تو ساکن جسم پر ایک بجے کا وقت ہوگا۔

وقت کے متعلق یہ نظریہ یقیناً انقلابی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کی وقت کی رفتار سب

Marfat.com

کے لئے ایک ہی ہے۔ مگر آئن سٹائن نے یہ نظریہ پیش کیا کہ وقت کی رفتار بھی حرکت پر منحصر ہے۔ مزید برآں خلاء میں دو مختلف جگہوں پر وقت بھی مختلف ہوگا۔ اس لئے ان کے درمیانی فاصلے کا تعین کرنے کے لئے وقت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ وقت ۵ ایک چوتھے بعد (FOURTH HOIMENTION) کی حیثیت رکھتا ہے۔ متحرک جسم پر نہ صرف گھڑی کی رفتار سست پڑ جاتی ہے بلکہ وقت پر منحصر سبھی عمل مثلاً ہاضمے کا عمل، پیدائش کا عمل، جوہری عمل وغیرہ بھی سست پڑ جائیں گے۔

چنانچہ اگر ایک آدمی راکٹ کی مدد سے ابداز اُروشنی کی رفتار سے سفر کرتا ہوا کسی ایسے ستارے میں پہنچے جو ۳۳ نوری سال ہم سے دور ہو پھر اسی رفتار سے واپس زمین پر آئے تو زمین والوں کے لئے تو ۶۶ سال بعد اسے دیکھنا نصیب ہوگا مگر ایسا لگے گا کہ وہ صرف ایک آدھ دن ہی میں واپس آ گیا ہے کیونکہ اتنے عرصے میں اس کے لئے وقت کی رفتار بہت کم ہو جائے گی۔ اور بھوک اور پیاس کا احساس بھی۔ اور اگر جانے سے پہلے اس کا کوئی چھوٹا بچہ ہوگا تو واپسی پر وہ اپنے بیٹے کو کہیں زیادہ عمر کا پائے گا۔

ان ہی دلائل کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ زمین اس راکٹ کی نسبت سو روشنی کی رفتار سے متحرک ہے۔ اس لئے راکٹ کی نسبت یہاں پر وقت کی رفتار سست ہوگی اور راکٹ کے ۶۶ سال زمین پر ایک آدھ دن کے مترادف ہوں گے، یہ باتیں معراج کے حقائق کی یاددہانی کراتی ہیں۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج شریف سے واپس تشریف لائے تو آپ کا بستر مبارک بدستور گرم تھا۔ دروازے کی کنڈی بدستور ہل رہی تھی اور جس پانی سے آپ نے وضو کیا تھا ابھی سوکھا نہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کے دو ارشادات یعنی ''کن فیکون'' اور ''انی جاعل فی الارض خلیفہ'' کائنات کے دو اہم واقعات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ کن فیکون سے مراد ہے کہ چٹکی بھر میں ہی اللہ کے ارادے کی تکمیل ہوگئی۔ چونکہ وہ خود ذات قدیم ہے اس لئے اس کے واسطے وقت لامحدود ہوتے ہوئے بھی نہایت ہی محدود ہے۔ اور وقت چاہے کتنا ہی گزر جائے اس کے لئے ایک پل کی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس کا ایک دن ضروری نہیں کہ ہمارے چوبیس گھنٹے کے دن کے برابر ہو بلکہ یہ ہمارے ہزار یا اس سے زیادہ سالوں کے برابر بھی ہوسکتا ہے اور ایک پل کے ہزارویں حصے سے بھی کم۔ زماں ومکاں کا مسئلہ ہمارے لئے ہے اس کے لئے نہیں۔ اس بیکراں کائنات اور اس سے زیادہ بیکراں کائناتوں اور ان لا محدود نہ جانے کہاں سے کہاں تک پھیلی ہوئی وسعتوں اور بے پایاں پنہائیوں کو محض کن فیکون سے پیدا کرنے والے خالق عظیم کے نزدیک اپنے محبوب کو مکاں سے لامکاں کی سیاحت کرا کے واپس بھیج دینا کوئی مسئلہ و مشکل نہ تھی۔ جب چاہا اپنے پاس بلا لیا، جب چاہا واپس بھیج دیا۔

کن فیکون کے اس محیر العقول بھید کو سائنس نہیں پا سکتی۔ البتہ جوں جوں یہ اور ترقی کرتی جائے گی معراج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درخشندہ حقائق و معارف کی تائید و تصدیق کرتی جائے گی۔

سائنس کی جدید ترین ایجاد ریڈیو اور ٹیلی وژن ہی کو لیجئے۔ ایک پروگرام لاہور کے ریڈیو اسٹیشن سے نشر کیا جارہا

Marfat.com

ہے۔اب کوئی اگر اسے سننا چاہے تو اس دنیا کے انتہائی کنارے، کونے میں بیٹھا ہوا اسی لمحہ میں سن سکتا ہے۔ زماں ومکاں کے بعید ترین فاصلے اور رکاوٹیں راستے میں حائل نہ ہوسکیں گی۔

ایسی ہی دوسری مثال ٹیلی وژن کی ہے۔ ٹیلی وژن اسٹیشن سے جو کچھ ٹیلی کاسٹ کیا جاتا ہے اسی لمحے دور دور تک دیکھا جا سکتا ہے۔ بہتا ہوا وقت اسی لمحے مکانی رکاوٹوں کے بغیر اسے دور دور تک لے جاتا ہے۔

یہ ایجادات سائنس کا کرشمہ ہیں اور معراج رسول اکرم اللہ کی قدرت و ندرت جس سے نہ صرف مسلمان بلکہ کوئی بھی ذی فہم انسان انکار نہیں کر سکتا۔

☆☆☆

Marfat.com

الجزء الثالث:

واقعہ معراج

باب نمبر 1:

الفاظ آیت کی تفسیر اور متعلقات آیت اسریٰ

ترجمہ آیت:

ارشاد ربانی ہے:

((سبحان الذی اسری بعبده لیلًا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حوله لنریه من ایاتنا انه هو السمیع البصیر))

"پاک اور بے عیب ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے خاص بندہ (حضرت محمد) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے آس پاس ہم نے (بہت) برکت نازل فرمائی تاکہ ہم اپنے اس (بندہ خاص) کو اپنی قدرت کی خاص نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔"

لفظ سبحان سے آیت کو شروع کرنے کی وجہ:

اللہ تعالیٰ نے لفظ "سبحان" سے (جس کے معنی پاک ہونے کے ہیں) اس آیت کو شروع فرمایا کہ معراج کے ایسے عجیب واقعات ہیں کہ جو لوگ اسرار الٰہی سے دور اور قدرت الٰہی کے حقائق سے بے خبر ہیں، وہ اس پر یقین نہیں کریں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان شبہات کو دور کرنے کیلئے سب سے پہلے اپنی پاک ذات سے ہر طرح کی عاجزی اور کمزوری سے برأت بیان فرما کر قدرت کاملہ کا اظہار فرمایا۔

عروج اور نزول:

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عروج کے بیان میں اپنی ذات اقدس کی پاکیزگی 'سبحن" کے لفظ سے بیان فرمائی اور "والنجم اذا هوی" معراج سے اترنے کی آیت میں لفظ سبحن سے آغاز نہ فرمایا، کیونکہ عنصری جسم کا آسمان پر چڑھنا بہ نسبت اترنے کے زیادہ تعجب خیز ہے۔

الذی کے حقائق:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی ذات پاک کو "الذی" سے تعبیر فرمایا۔ یاد رہے کہ الذی اسم موصول ہے

Marfat.com

جس کا معنی ہے: ''وہ ذات'' یہ ایسا لفظ ہے جس کا اطلاق ہر چیز پر ہوسکتا ہے، لیکن جس کو کامل ''الذی'' کہا جا سکتا ہے وہ اللہ جل شانہ ہے، اس لئے معبود برحق کیلئے وجوب ذاتی لازم ہے اور وجوب ذاتی ہی الذی کا کمال ہے۔ لفظ الذی دال ہے اور ذات کاملہ اس کا مدلول ہے۔

لفظ اسریٰ کی حکمتیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ میں ''اسریٰ'' کا لفظ ارشاد فرمایا اذھب وغیرہ نہ فرمایا۔ اس میں یہ حکمت ہے کہ ''اسری'' تفریح اور مسرت پر دلالت کرتا ہے، بخلاف ''اذھب'' وغیرہ کے کہ اس میں خوشی کا اظہار نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں جو لوگ معراج جسمانی کا انکار کرتے ہیں اسری کے لفظ سے اس کا جواب ہے کہ اس معراج کرنے میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لے گیا اور اس نے وہ سیر کرائی جو چیز مخلوق کیلئے عادۃً محال اور ناممکن ہے وہ اللہ تعالیٰ کیلئے کوئی مشکل نہیں، کیونکہ وہ ہر نقص وعیب سے پاک ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسری کا لفظ معراج جسمانی کی واضح دلیل ہے۔

عبدہ کی وضاحت:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو لفظ ''عبدہٗ'' سے تعبیر فرمایا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تو عیسائیوں نے ان کو اللہ کا بیٹا کہہ دیا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''عبدہٗ'' سے تعبیر فرما کر شرک کی جڑ کاٹ دی۔

بعض علمائے کرام نے یہ نکتہ بیان فرمایا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم درجات عالیہ سے فائز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا:

''میرے حبیب! آپ کو یہ شرف اور بزرگی کس سبب سے ملی ہے۔؟''

عرض کیا:

''اے میرے رب! یہ سب کچھ عبودیت کے باعث ملا ہے۔''

اس وقت اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

جس طرح لفظ ''الذی'' عام ہے اسی طرح ''عبد'' بھی عام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق اس کی عبد ہے، لیکن جس کو تمام عبادِ کاملین سے سب سے زیادہ کامل اور عبد اکمل کہا جاسکے وہ عبد مقدس آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ عبدہ کا معنی ''اللہ کا بندہ'' ہے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا سب سے بڑا کمال اللہ تعالیٰ کا قرب ہے، واقعہ معراج میں جو قرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا وہ اولین وآخرین میں سے آج تک کسی کو نہ حاصل ہوا، نہ حاصل ہوگا، نہ حاصل ہوسکتا ہے، اس لئے ثابت ہوگیا اللہ تعالیٰ کے سب عباد سے عبد کامل صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

''الذی'' اور ''عبدہ'' دونوں کو مبہم لایا گیا اس کا مقد یہ ہے کہ جس طرح اللہ کا حسن ذاتی تمام کائنات سے پوشیدہ

Marfat.com

ہے اسی طرح ذات محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حسن و جمال بھی نگاہ کائنات سے مخفی اور پوشیدہ ہے۔

لفظ لیلاً :

''اسریٰ'' کے معنی رات کی سیر کے ہیں۔ پھر لیلاً کا لفظ بطور تصریح اس لئے لایا گیا کہ معراج تمام رات میں نہیں بلکہ رات کے ایک خاص حصہ میں ہوئی۔

من المسجد الحرام :

مسجد حرام مکہ مکرمہ میں وہ مبارک مسجد ہے جس کے وسط میں بیت اللہ شریف بھی ہے۔ آیت مبارکہ کے اس حصے (من المسجد الحرام) کے دونوں معانی (مسجد حرام اور کعبۃ اللہ) مراد ہو سکتے ہیں، کیونکہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ معراج کی ابتداء حطیم سے ہوئی جو کہ کعبۃ اللہ کا اندرونی حصہ ہے۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حرم کعبہ میں تشریف فرما تھے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں ہونا اس آیت شریف کے کوئی مخالف نہیں، کیونکہ آپ پہلے حضرت ام ہانی کے گھر میں تھے اور وہاں سے حرم کعبہ یا حطیم میں جلوہ افروز ہوئے، جہاں سے معراج کا آغاز ہوا۔

الی المسجد الاقصیٰ :

مسجد اقصیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اقصیٰ کے معنی دور کے ہیں، کیونکہ وہ مسجد مکہ سے دور ہے اس لئے اقصیٰ کہا گیا ہے اور یہ وہ مبارک مسجد ہے جو بیت المقدس کے نام سے مشہور ہے۔ سابقہ پیغمبروں میں سے اکثر کا مرکز یہی مسجد رہی ہے۔

الذی بارکنا حولہ :

مسجد اقصیٰ کو انبیاء کرام علیہم السلام کی ذات قدسیہ سے جو برکتیں، اسکے قریب رہائش پذیر ہونے یا اس میں عبادت کرنے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ''الذی بر کنا حولہ'' کے جملہ سے بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ جس کے آس پاس ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔ ظاہری برکتیں اس کے اردگرد باغات، آبادیاں ہیں اور روحانی برکات پیغمبروں کی مزارات مقدسہ ہیں۔

جب آس پاس میں برکت ہے تو مسجد کا مبارک ہونا بطریق اولیٰ مفہوم ہو گیا۔ اگر ''حولہ'' کی جگہ ''فیہ'' ہوتا تو اندر کی برکتیں ثابت ہو جاتی مگر اردگرد کی برکات کا ثبوت نہ ہوتا اور ''حولہ'' فرمانے سے اس کے اندر اور باہر سب کا بابرکت ہونا ثابت ہو گیا۔

لنریہ من اٰیٰتنا :

((لنریه من ایتنا))

Marfat.com

''تا کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔''

آیت کا اطلاق جو کہ عرف میں عظمت اور کمال پر دلالت کرتا ہے کیونکہ آیات سماوی آیات ارضی سے اعظم اور اکمل ہیں۔اس لئے روح المعانی میں ہے:

((لنریه من ایتنا ای لنرفعه الی السماء حتی یری مایری من العجائب))

''تا کہ اسے ہم اپنی قدرت کی عجیب نشانیاں دکھلائیں یعنی ہم اس کو آسمان پر اونچا کر کے لے جائیں حتیٰ کہ وہاں دیکھنے کے قابل عجیب وغریب نشانیاں دکھائیں۔''

چونکہ من کا معنی بعض ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعض آیتیں دکھائی گئی ہیں اور بعض آیتیں نہیں دکھائی گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب آیات کا علم نہ ہوا، مگر یہ کہنا غلط ہے کیونکہ آیات مختلف تھیں۔ بعض کا تعلق دیکھنے سے تھا، بعض کا سننے سے تھا، جیسے قلموں کی آواز،بعض کا تعلق چکھنے سے تھا، جیسے دودھ نوش فرمانا، بعض کا تعلق سونگھنے سے تھا، جیسے بہشت کی خوشبو اور یہ بات ظاہر ہے جن آیات کا تعلق دیکھنے سے ہے وہ آیات کا بعض ہیں۔تو آیت کریمہ کا مفہوم یوں ہوگا کہ تمام آیات سے جن کا تعلق دیکھنے سے ہے وہ سب ہم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھانے کیلئے آسمانوں پر بلند کیا۔

انہ ہوالسمیع العلیم:

ارشاد الٰہی ہے:

((انه هو السمیع البصیر))

''بے شک وہی سننے الا دیکھنے والا ہے۔''

بعض مفسرین نے ''اِنّــہ'' کی ضمیر کو محض اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کیا ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ مکذبین کو دھمکی اور وعید ہے کہ ہم تمہاری مخالفت اور تکذیب کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔اس لئے خوب سزا دیں گے۔

بعض علماء کرام نے اس ضمیر کو محض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع کیا ہے جیسا کہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا۔

(زرقانی، جلد 3، صفحہ نمبر 124)

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہماری قدرت کی نشانیاں جو دیکھنے کے قابل تھیں ان کو دیکھا اور جو سننے کے قابل تھیں ان کو سنا، اس سے یہ ثابت ہوا کہ قدرت کے سب واقعات آپ نے مشاہدہ فرمائے، جس طرح کہ مشاہدہ فرمانے کا حق تھا۔

بعض مفسرین نے فرمایا ہے:

''یہ ضمیر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہو تب بھی جائز ہے اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہو

Marfat.com

تب بھی درست ہے۔'' (روح المعانی، پارہ ۱۵، صفحہ نمبر ۱۳)

جسمانی سیر:

بعض لوگوں کو سبحان الذی اسری کی آیت میں اسراء کی غایت مسجد اقصیٰ فرمانے سے اور سموات کا ذکر نہ کرنے سے یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ آپ کو سموات کی سیر جسمانی نہیں کرائی گئی، مگر یہ شبہ باطل ہے۔ کیوں کہ اول تو احادیث میں تفصیل وارد ہے، پھر قرآن مجید کی سورت والنجم میں مذکور ہونے کے بعد کوئی شبہ نہیں رہتا، کیونکہ ہر جزو کا مذکور ہونا لازمی نہیں۔

آیت مذکورہ میں آسمانوں کا ذکر کیوں نہ کیا گیا:

شروع آیت میں اسری بعبدہ لیلا واقع ہو چکا ہے، جس کا ذکر کرنا بحکمت اشارہ اسری فی اللیل کے کہ وہ دلالت کرتا ہے زیادتی اختصاص پر بوجہ اس کے کہ لیل عادت خلوت کا وقت، خصوصیت واقعہ کے مناسب ہے۔

دوسرا یہ کہ حسب تفریح اہل ہیئت کے لیل و نہار تکون کا محل ہوا کہ طبقہ کثیفہ ہے، جو بخارات زمین سے مخلوط ہے جس کا لقب کرۃ ابخار، عالم نسیم اور کرۃ اللیل والنہار ہے، کیونکہ ہواؤں کا چلنا اور ظلمت و نور کی قابلیت اس طبقہ میں مخصوص ہے اور اس طبقہ کی موٹائی زمین سے اکاون میل اوپر تک ہے۔ اس کے اوپر ہوائے لطیف کا کرّہ ہے جو زمین کے بخارات سے صاف ہے۔ ہوائے لطیف میں سورج کی شعاؤں کا ظہور نہیں ہوتا، اس لئے وہاں نہار کا تحقق نہیں اور چونکہ لیل ضد ہے نہار کی اس لئے نہار کا تحقق بھی نہیں ہے۔

ان دونوں مقدمات سے یہ ثابت ہو گیا کہ فوق سموت تو درکنار یہاں سے اکاون میل اوپر لیل و نہار کا وجود نہیں۔ پس اگر بعد مسجد اقصیٰ کے سموت کا ذکر ہوتا تو وہ بھی لیلاً کا مظروف ہوتا تو لازم آتا کہ سیر سموت و مافوقھا لیل میں واقع ہوئی، حالانکہ وہاں لیل کا وجود تک نہیں، پس اس کی ظرفیت صحیح نہ ہوئی۔ اس لئے یہاں سموات کا ذکر کرنا مناسب نہ تھا مگر باوجود اس کے ''لنریه من ایتنا'' میں جو ایک غایت ہے، اس کی طرف اشارہ فرمادیا۔ اس طرح کہ آیات سے مراد بقرینہ مقام اور اضافت تعظیمی کے آیات عظمیٰ اور کبریٰ ہیں جس کو سورت والنجم میں زیر آیات ''لقد رای من ایات ربه الکبری'' میں صاف طور پر ذکر فرمایا، کیوں کہ آیات کاملہ وہی ہیں جو آسمان سے اوپر ہیں۔ پس آیات کبریٰ کے دیکھنے کے ذکر سے سموات کا ذکر بالتبع ہو گیا، کیونکہ اصل یہ ہے کہ رائی اور مرئی ایک جگہ میں ہوں، الا بدلیل یقتضی العدول عن ذالك الاصل ہاں اگر کوئی دلیل قائم ہو جس سے اصل سے عدول کا مقتضی ظاہر ہوتا ہے اور یہاں کوئی عدول کا مقتضی موجود نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا جب یہ آیات سماویہ ہیں، تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سموات کی سیر بھی فرمائی ہے۔

اگر کوئی کہے کہ ''اسریٰ لیلاً'' یہاں کس طرح عامل ہوا حالانکہ وہی وجہ عدم صحت کی یہاں بھی ہونی چاہیے تو جواب یہ ہے کہ غایت کے معمول ہونے سے ارادۃ کا مظروف ہونا لازم نہیں آتا اور بدوں مظروفیت کے اس کا غایت

Marfat.com

ہونا اس طرح صحیح ہوسکتا ہے کہ ''اسریٰ الی المسجد عروج سموات''کا مقدمہ ہے اور عروج کی غایت اراۃ ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ مقصود کی غایت بواسطہ مقصود کے مقدمہ کی غایت ہوتی ہے، کیونکہ مقصود باعتبار مقدمہ کے غایت کے بمنزلہ ہے اور غائت کی غایت فی الحقیقت غایت ہوتی ہے۔

مسجد اقصیٰ کا ذکر کرنے اور آسمانوں کا نہ کرنے کی وجوہ:

((قال البقاعی و لعل حذف ذکر المعراج من القرآن هنا لقصور افهامهم عن ادراك ادلته لو انکروه بخلاف الا سراء فانه قام دلیله علیهم بما شاهدوه من الامارات التی وصفها لهم وهم قاطعون بانه صلی الله علیه وسلم لم یرها قبل ذالك فلما بان صدقه بها ذکر من الامارات فاخبر بعد ذالك من اراد الله تعالیٰ بالمعراج))

(تفسیر سراج منیر، جلد۲، صفحہ۲۷۲)

''امام بقائی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں حضور علیہ السلام کے مکہ شریف سے مسجد اقصیٰ تک جانے کے ذکر پر اکتفا کیا گیا اور آسمانی معراج کا بیان نہ کیا گیا تو اس میں حکمت یہ ہے (اگر معراج آسمانی کا ذکر ہوتا اور مسجد اقصیٰ کا ذکر نہ ہوتا) تو واضح بات ہے کہ انکار کرنے والوں نے آسمان نہیں دیکھے تھے اور ان کے دل اور دماغ میں کسی طرح کا تخیل موجود نہ تھا اس لئے اگر آپ آسمانوں کی بابت کوئی نشانی بتلاتے تو کفار کے خالی الذہن ہونے کی وجہ سے یہ نشانی بتانا بے فائدہ ہوتا، اس کے سمجھنے سے ان کی عقل قاصر رہتی۔ حتیٰ کہ واقعہ معراج کی تصدیق کیلئے کوئی ثبوت نہ بن سکتا۔ بخلاف اس کے جب مسجد اقصیٰ کا ذکر (اسراء کا بیان) کیا گیا، لوگوں نے مسجد اقصیٰ دیکھی ہوئی تھی، اس کے علامات سے واقف تھے اور یقین تھا کہ حضور علیہ الصلوٰہ والسلام نے مسجد اقصیٰ کبھی نہیں دیکھی۔ اس لئے انہوں نے بیت المقدس کی علامات دریافت کیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف صاف سب علامات بیان فرمادیں تو آپ کی صداقت کی دلیل قائم ہوگئی۔ جب مسجد اقصیٰ تک جانے میں آپ کا سچا ہونا ثابت ہوگیا تو معراج کے واقعہ کی بھی تصدیق ثابت ہوگئی، کیونکہ جب مکہ سے مسجد اقصیٰ تک آنا جانا محال نہ رہا تو آسمانوں پر جا کر واپس آنا بھی محال نہ رہا۔''

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 2:

مکہ سے مسجد اقصیٰ

(من المسجد الحرام الیٰ المسجد الاقصیٰ)

جبرائیل علیہ السلام کو حکم:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اللہ جل شانہ کا حکم ہوا:

"آج کی رات جنت سے ایک براق چن کر ستر ہزار فرشتوں کو شامل کر کے میرے حبیب کے دروازہ پر جاؤ اور ادب ملحوظ رکھ کر انہیں بیدار کر کے لے آؤ تاکہ میں انہیں قرب و وصال کی دولت سے مشرف کروں۔"

چالیس ہزار براق اور انتخاب:

حضرت جبرائیل علیہ السلام جب جنت میں آئے دیکھا کہ چالیس ہزار براق جنت کی چراگاہ میں چر رہے ہیں جن کی پیشانی پر لکھا ہے:

((لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ))

ان میں ایک براق غمگین صورت میں ایک گوشہ میں سر جھکائے ہوئے رو رہا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پوچھا تو بتایا:

"میں نے چالیس ہزار سال سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا ہے۔ ان کی محبت اور ان کے شوق میں زندگی بسر کرتا ہوں، یہاں تک کہ کھانا اور پینا موقوف کر دیا ہے۔"

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے تمام براقوں سے اس براق کو پسند فرمایا کیونکہ اس کے دل میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت موجزن تھی۔ پھر براق کو زین ور کر کے دولت سرا کا ارادہ کیا۔

رسول اللہ کو بیدار کرنا:

سورج اپنی روزانہ کی مسافت طے کر چکا اور وہ اپنی چمکدار شعاعوں کو سمیٹ کر غروب کر چکا تھا کہ آفتاب نبوت کے جلوہ افروز ہونے کا وقت آیا۔ حضور علیہ السلام کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دیکھا کہ آپ ہلکی اور خفیف نیند میں ہیں، جسے سونے اور جاگنے کی درمیانی حالت کہا جاتا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں ہے:

((انا بین النائم و الیقظان اتا نی الملک))

"میں سونے اور جاگنے کی درمیان حالت میں تھا کہ میرے پاس فرشتہ آیا۔"

Marfat.com

جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خفیف نیند سے بیدار ہوئے اور بیداری کی حالت میں آپ کو معراج پر لے گئے۔

(فتح الباری، جلد نمبر ۱۳، صفحہ نمبر ۴۱۷) (عمدۃ القاری، جلد نمبر ۲۵، صفحہ نمبر ۱۷۳)

حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور تھے، اس لئے حضرت جبرائیل السلام سوچ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح بیدار کروں۔؟ الہام ہوا:

"ٹھہر! اپنے پیارے دوست کو میں خود بیدار کروں گا، جس طرح اس کی شایانِ شان ہے۔"

بس الہام ہونے کے بعد دیکھا تو آپ بیدار ہیں۔

یہ بھی روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بحکم الٰہی معلوم تھا کہ ان کے وجود کی سرشت کافور سے ہے، لیکن اس کی حکمت سے بے خبر تھے۔ حتیٰ کہ معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیدار کرتے وقت تامل کر رہے تھے کہ آپ کو کس طرح بیدار کروں حتیٰ کہ انہیں الہام ہوا کہ آپ کے پاؤں مبارک کی تلووں کو بوسہ دو۔ جب انہوں نے اپنے لب آپ کے پاؤں مبارک کی کف پر رکھے تو کافور کی فرودت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کف پا کو محسوس ہوئی اور آپ بیدار ہو گئے۔

گزارش حضرت جبرائیل:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

((ان اللہ جل جلالہ یقرأك السلام وھو یدعوك وانا حاملك الی اللہ تعالیٰ فان اللہ یرید ان یکرمہ بکرامات لم یکرم بھا احد قبلك ولم یکرم بھا احدا غیرك ولا سمعہ احد ولا خطر علی قلب بشر))

"بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور وہ آپ کو بلاتا ہے اور میں حاضر ہوا ہوں تاکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاؤں۔ آج کی رات اللہ آپ کو ایسے اعزاز کا شرف عطا فرمانے کا ارادہ رکھتا ہے جو اعزاز آپ سے پہلے نہ کسی کو حاصل ہوا نہ ہوگا اور آج تک ایسی نرالی شان و عظمت نہ کسی نے سنی ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں خیال تک گزرا ہے۔"

حضرت ام ہانی کا گھر:

جب جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اس وقت آپ حضرت ام ہانی کے گھر (جو شعب ابی طالب کے قریب تھا) میں تھے، وہاں سے خانہ کعبہ کے حطیم میں آئے اور پھر سفر معراج کی ابتداء ہوئی۔

Marfat.com

دوسری روایت:

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بعثت کے آٹھویں برس ستائیسویں رجب المرجب بروز پیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کی بیٹی ام ہانی کے گھر تھے، ان کا نام فاختہ ہے اور ان کے پاس فاطمہ الزہرا تھیں، اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر میں سوئے ہوئے تھے کہ اچانک رات کے وقت کسی آنے والے نے دروازے پر دستک دی تو فاطمہ باہر نکلیں تاکہ دروازے پر دستک دینے والے کو دیکھیں۔ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو زیورات اور لباس میں مزین ہے اور اس کے دو عنبر رنگ کے پیراہن ہیں جس سے اس نے مشرق و مغرب کو ڈھانپا ہوا ہے اور اس کے سر پر موتیوں اور جواہرات سے مرصع تاج ہے اور اس کی پیشانی پر:

((لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ))

لکھا ہوا ہے۔ اس کو فاطمہ نے فرمایا:

''تجھے کس کی تلاش ہے۔؟''

اس نے عرض کیا:

''محمد رسول اللہ کی۔''

سیدہ فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! دروازے پر ایک ایسا شخص ہے جس نے مجھے ڈرا کر خوف زدہ کر دیا ہے، میں نے اس جیسی ہیبت ناک صورت کبھی نہیں دیکھی۔ اس نے مجھے کہا کہ میں رسول اللہ کی تلاش میں ہوں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر باہر تشریف لائے۔ آپ نے اپنے سامنے جبرائیل امین علیہ السلام کو پایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ پر درود و سلام ہو۔''

نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:

''اے میرے بھائی جبرائیل! کیسے آنا ہوا۔؟ کیا کوئی پیغام ہے یا ایفائے عہد کا وقت ہو گیا ہے۔ یا کوئی اور معاملہ ہے۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! اٹھیں! لباس زیب تن فرمائیں اور مطمئن رہیں، تشویش کی کوئی بات نہیں، بلکہ مقام مسرت ہے کیونکہ آج کی شب آپ اس ذات سے راز کی باتیں کرنے والے ہیں جس میں اونگھ اور نیند کا شائبہ نہیں۔''

Marfat.com

رضوان جنت اور وضو کا پانی:

رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''بیدار ہو کر میں نے چاہا کہ وضو کرلوں۔ میں نے ابھی آستین نہیں چڑھائی تھیں کہ رضوان جنت نے دو یاقوتی کوزے جو آب کوثر سے لبریز تھے پیش کیے اور سبز زمرد کا ایک طشت بھی حاضر کیا جو عجیب تھا۔ اس کے چار گوشے تھے اور اس کے ہر گوشے پر ایک چمکدار موتی جڑا ہوا تھا کہ اس کی روشنی آسمان تک کی جگہ کو منور کرتی تھی۔''

لباس زیب تن کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی سے وضو اور غسل فرمایا۔ اس کے بعد نورانی لباس زیب فرمایا اور نورانی عمامہ سر مبارک پر باندھا۔

رسول اللہ کا عمامہ:

رضوان جنت نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے سات ہزار برس پہلے ایک دستار مبارک نہایت حفاظت سے لپیٹ کر رکھی ہوئی تھی اور چالیس ہزار فرشتے تعظیم کی نیت سے اس دستار مبارک کے اردگرد کھڑے ہو کر تسبیح وتہلیل ادا کرتے تھے اور ہر تسبیح کے بعد درود شریف پڑھتے تھے۔ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام وہ دستار مبارک لے آئے تو چالیس ہزار فرشتے بھی اس کے ہمراہ حاضر ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

نورانی چادر اور نعلین مبارک:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک نورانی چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر ڈالی، زبرجد کی نعلین پاؤں مبارک میں پہنائی اور ایک یاقوتی کپڑا آپ کی کمر پر باندھا۔ زمرد اخضر کا چابک آپ کے ہاتھ میں دیا جو چار سو مروارید ناسفتہ سے جڑا ہوا تھا۔

جمہور اہل علم اور لباس مبارک کی روایت:

سابقہ روایات بھی اہل علم سے منقول ہیں لیکن جمہور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب معمول عادت اپنا لباس اور اپنی پاپوش مبارک جو پہلے پہنا کرتے تھے وہی پہن کر معراج پر تشریف لے گئے اور یہی درست ہے۔

طوافِ کعبہ اور حطیم میں استراحت:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں آئے، وہاں سات بار طواف کیا اور اس کے بعد تھوڑی دیر حطیم میں استراحت فرمائی۔

Marfat.com

زمزم اور ایمان وحکمت سے بھرا طشت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ ہی میں تھے کہ فرشتوں کی ایک جماعت نازل ہوئی جن کے پاس ایک سنہری طشت زمزم کے پانی سے بھرا ہوا تھا اور ایک طشت ایمان اور حکمت سے لبریز تھا۔

شق صدر:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''میرا سینہ اوپر سے نیچے تک شق کیا (کھول دیا) گیا اور میرا قلب نکال کر ایک سنہری تھال میں آب زمزم سے دھویا گیا۔ پھر ایک اور تھال لایا گیا جس میں ایمان اور حکمت رکھی ہوئی تھی، میرے دل کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا گیا۔ پھر دل کو اصلی مقام پر رکھ کر اوپر سے درست کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم، جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۹۲)

براق کا حلیہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک سفید جانور لایا گیا جس کا نام براق تھا، جو بجلی کی مانند تیز رفتار اور چمک دار تھا۔ فرشتوں کی طرح تذکیر اور تانیث سے پاک تھا۔ اس کا سینہ مثل یاقوت سرخ کے اور پیٹھ مثل چمکدار سفید موتی کے اور ٹانگیں مثل زمرد سبز کے اور دم اس کی مرجان خالص کی طرح تھی۔ اس کے ماتھے پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جبرائیل معراج کا پیغام لے کر آیا تو میں خوشی خوشی اٹھ کھڑا ہوا اور اچھی طرح لباس زیب تن کر لیا۔ میں جنگل کی طرف چل پڑا اور اچانک ایک کھڑے براق کے پاس پہنچ گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے اس کی لگامیں پکڑی ہوئی تھی۔ وہ براق دنیا کے جانوروں کی مثل نہ تھا۔ وہ گدھے سے بلند اور خچر سے پست تھا۔ اس کا چہرہ آدمی کی طرح تھا اور جسم گھوڑے کی طرح۔ وہ دنیا اور دنیا میں رہنے والے تمام جانوروں سے حسین تھا اور اس کی تر و تازہ موتیوں کی کلغی یاقوت کی شاخوں سے آراستہ تھی اور روشنی سے چمک رہی تھی۔ اس کے دونوں کان سبز زمرد کے تھے اور اس کی دونوں آنکھیں چمکتے ہوئے ستارے کی طرح تھیں۔ اس کی شعاعیں سورج کی شعاعوں کی مثل بکھر رہی تھیں، مٹی مائل چتکبرا تین ٹانگیں سفید تھیں، آگے کی دائیں طرف کی ٹانگ سفید نہیں تھی۔ اس براق پر موتیوں اور جواہرات سے جڑی ہوئی پالان تھی۔ کماحقہ اس کی صفات اللہ ہی جانتا ہے۔ براق آدمی کی طرح سانس لیتا تھا۔ مجھے براق کے حسن و جمال کو دیکھ کر تعجب ہوا۔ جبرائیل نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آگے بڑھ کر سوار ہو جائیں۔''

میں سوار ہونے کو آگے بڑھا تو براق پھدکنے لگا جیسے جال میں مچھلی۔ جبرائیل امین نے یہ ماجرا دیکھ کر

Marfat.com

براق سے کہا:

''ٹھہر جا! کیا تجھے پاس نہیں کہ تو مخلوق کے سردار اور اللہ کے حبیب کے سامنے بدک رہا ہے۔؟قسم ہے اس ذات کی جو میرا اور تیرا خالق ہے! اللہ کے ہاں اس سے زیادہ معزز کوئی تجھ پر سوار نہیں ہوا۔''

براق نے جواباً عرض کیا:

''مجھ پر آدم صفی اللہ، ابراہیم خلیل سوار ہوئے ہیں۔''

جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

''اے براق! یہ تو اللہ کے حبیب اور رسول رب العالمین ہیں اور تمام آسمانوں اور زمین والوں سے افضل ہیں۔ ان کا قبلہ کعبہ ہے اور دین اسلام، قیامت کے دن تمام مخلوق انہی کی شفاعت کی امید لگائے بیٹھی ہوگی۔ جنت ان کے دائیں اور جہنم ان کے بائیں طرف ہوگی، جو ان کی تصدیق کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو تکذیب کرے گا وہ جہنم میں۔''

براق نے عرض کیا:

''اے جبرائیل! ان کو میری طرف سے عرض کردے کہ وہ مجھے بھی اپنی شفاعت میں داخل کرلیں تاکہ میں انہیں سواری کا نذرانہ پیش کرسکوں اور وہ اپنے مبارک قدموں سے میرے سینے کو باکمال کریں تو اس سے میرے اعزاز فخر میں اضافہ ہوگا اور یہ قیامت میں میری پونجی اور سرمایہ ہوگا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا:

''تو میری شفاعت میں داخل ہے اور قیامت کے دن تو ہی میری سواری ہوگا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ سنتے ہی وہ میرے قریب ہوا پھر میں اس پر سوار ہوگیا اور وہ مجھے زمین و آسمان کے درمیان اڑا لے گیا۔

براق کی ایک اہم خاصیت:

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے:

''اس براق کی خوبی یہ ہے کہ پہاڑ پر چڑھتے وقت پاؤں لمبے ہوجاتے ہیں اور اترتے وقت ہاتھ لمبے ہوجاتے ہیں تاکہ سوار کو ہر طرح آسانی ہوجائے۔''

(سیرت حلبیہ، جلد۱، صفحہ نمبر ۴۰۸)

حدیث مبارکہ میں ہے:

((وهو دابة ابيض طويل فوق الحمار دون البغل يضع حافره عند منتهى طرفه))

(صحیح مسلم، جلد۱، صفحہ نمبر۹۱)

''براق سفید رنگ کا جانور تھا جو گدھے سے قدرے بلند ہے اور خچر سے قدرے چھوٹا۔ جہاں اس کی نظر کی

Marfat.com

انتہا ہوتی وہاں اس کا قدم پڑتا ہے۔"

براق کے اردگرد فرشتے:

براق کے دائیں اسی ہزار فرشتے اور براق کے بائیں اسی ہزار فرشتے استادہ تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں نورانی شمع تھی حتیٰ کہ ان کی چمک سے بطحا کا دالان روشن تھا۔

رسول اللہ کے جسم اقدس کا حسن:

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں تشریف لے گئے آپ کی ذات بابرکات کے نور مبارک سے وہ روشنی نمودار ہوئی کہ ان تمام شمعوں پر غالب آئی، بلکہ اگر ہزار ہا سورج اور چاند ہوتے تو آپ کے نور کے سامنے ماند پڑ جاتے۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام کو وحی ہوئی:

"اے جبرئیل! میں نے اپنے حبیب کو نور کے ستر ہزار حجاب میں پوشیدہ کیا ہوا ہے۔ اس وقت صرف ایک حجاب اٹھالیا جو کہ ان تمام شمعوں پر غالب آیا جو عرش بریں سے روشن کر کے لائے تھے۔"

غم امت:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! براق حاضر ہے۔ آپ اس پر سوار ہو جائیں کیونکہ ملاء اعلیٰ آپ کے انتظار میں ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوار ہونے میں توقف فرمایا اور سر مبارک نیچا کر لیا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو الہام ہوا:

"اے جبرائیل! میرے دوست سے اس توقف کا سبب دریافت کیجئے۔"

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! اس توقف کا کیا سبب ہے۔؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں آج کی رات نوازشات الٰہی سے سرفراز ہوا۔ ملائکہ مقربین میرے اعزاز واکرام کے لیے جمع ہوئے اور براق برق رفتار میری سواری کیلئے ہمراہ لائے۔ اب یہ سوچ رہا ہوں کہ کل قیامت کے دن جب میری امت کے لوگ اپنی قبروں سے باہر آئیں گے تو (پل صراط کی) پچاس ہزار سال کی مسافت سواری کے بغیر پیدل کس طرح طے کریں گے۔؟"

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی فرمائی:

"آپ مغموم نہ ہوں کیونکہ آپ کی امت سے جس شخص کو میں اپنی عنایت سے مخصوص کروں گا اس کو براق پر سوار کر کے پل (صراط) پر سلامتی سے گزار کر بہشت میں پہنچا دوں گا۔"

Marfat.com

قرآن مجید میں بھی ارشاد ہے:

((یو م نحشر المتقین الی الرحمن و فدًا))

''قیامت کے دن متقین کو اللہ رحمٰن کی طرف وفد کی صورت میں لایا جائے گا۔''

تفسیر جلالین صفحہ نمبر ۳۶۰ میں ہے:

((و فد جمع و افدای ای را کب))

''وفد وافد کی جمع ہے اور اس کا معنی راکب (سوار ہونے) کے ہیں۔''

براق کی درخواست:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاہا کہ براق پر سوار ہوں، تب براق کودنے لگا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

''اے براق! تو کیوں کودتا ہے، تجھے معلوم نہیں کہ تجھ پر ایسی شخصیت سواری کرنے والی ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب کائنات سے زیادہ مرتبہ والی ہے۔؟''

براق نے کہا:

''آپ نے درست کہا، مگر میں حاجت مند ہوں۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''تیری کیا حاجت ہے۔؟''

براق نے عرض کیا:

''خاتم النبیین کے لیے قیامت کے دن بے شمار براق حاضر ہوں گے، میں چاہتا ہوں کہ اس دن بھی آپ مجھے سواری کا شرف بخشیں جیسے آج کی رات شرف عنایت فرمایا ہے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براق کی درخواست کو قبول فرما لیا اور سوار ہوئے۔

براق اس جسارت کے بعد شرمندہ ہو کر لرزہ باندام ہو گیا اور اسے پسینہ آ گیا۔ اس نے اپنے آپ کو اس قدر زمین کے نزدیک کر لیا کہ آپ آسانی سے براق پر سوار ہو گئے۔

گلاب کی دو اقسام:

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے لگام تھامی اور میکائیل علیہ السلام نے زین پوش اٹھایا۔ سفید گلاب کی ایک قسم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پسینہ سے پیدا ہوئی اور زرد گلاب کی ایک قسم براق کے پسینہ سے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''جب مجھے معراج کیلئے بلایا گیا تو میرے بعد زمین رونے لگی تو اس کے رونے سے زرد گلاب پیدا ہوا اور

Marfat.com

جب میں واپس ہوا اور میرا پسینہ زمین پر گرا تو اس سے سرخ گلاب پیدا ہوا۔ خبردار! جو شخص میری خوشبو سونگھنا چاہتا ہے تو وہ سرخ گلاب کو سونگھے۔"

(تفسیر روح البیان، جلد۲، صفحہ نمبر ۳۹۳)

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اس سے پہلے گلاب ہی نہ تھا بلکہ گلاب تھا مگر ان وجوہ مذکورہ سے بھی گلاب پیدا ہو گیا جیسا کہ حضرت حوا کے آنسو سے لؤلؤ پیدا ہوئے حالانکہ لؤلؤ پہلے بھی موجود تھے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام بہشت سے کافور لائے وہ زمین پر ڈالا تو نمک ہو گیا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ نمک پہلے موجود نہ تھا۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ گنہگاروں کا ایک گروہ بندر ہو گیا، اس سے لازم نہیں آتا کہ پہلے بندر موجود نہ تھے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور علیہ والصلوۃ السلام نے ایک صحابی کو لاٹھی دی، وہ اس صحابی کے ہاتھ میں تلوار بن گئی، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تلوار کا وجود اس سے پہلے نہ تھا، بلکہ مقاصد حسنہ میں امام سخاوی لکھتے ہیں کہ یہ کمالات نبوی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بطور معجزہ عطا فرمائے۔

ایک لاکھ چالیس ہزار فرشتے صف بستہ:

حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو مکہ مکرمہ کے باہر بطحائے مکہ میں لے لائے۔ وہاں حضرت میکائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام منتظر تھے اور ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار فرشتے مقرب صف بستہ موجود تھے۔ انہوں آپ کو دیکھتے ہی تعظیم و تکریم کی اور صلوٰۃ والسلام کے تحفے پیش کیے۔ آپ نے بھی ان کے حالات کے مناسب ان پر کرم فرمایا۔ اس کے بعد فرشتوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رضائے الٰہی اور کرامت غیر متناہی کی خوشخبری سنائی۔

جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کا انعام:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کو لاکھوں سال کی عبادت کے صلہ میں براق کی زین درری کی سعادت نصیب ہوئی اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک لگام پکڑنے کی شرافت ملی اور حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زین پوش اٹھانے کا انعام عطا ہوا۔

مکہ سے سواری کا روانہ ہونا:

جب آپ کی سواری روانہ ہوئی تو بطحاء کا میدان آپ کے نور سے روشن ہو گیا اور بہشت سے خوشبودار ہوا چلی۔ صلوٰۃ وسلام کی صدا گونجی، ہر طرف سے مرحبا کے نعرے لگے اور بہشتی حوروں نے ترانے گائے۔

وادی عقیق سے گزر:

دوران سفر جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آواز دیتے ہوئے کہا:

Marfat.com

''اے اللہ کے حبیب! یہاں اتر کر دو رکعت نماز ادا فرمائیں۔''

میں اتر پڑا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا:

''تو نے مجھے اس جگہ نماز پڑھنے کو کیوں کہا؟''

جبرائیل امین نے عرض کیا:

''اے اللہ کے حبیب! یہ وادی عقیق ہے۔''

مدینہ منورہ سے گزر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک علاقے سے گزرے جس میں کھجور کے درخت بکثرت تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''آپ یہاں اتر کر دو رکعات نفل نماز ادا فرمائیے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں اتر کر دو رکعت نفل نماز ادا فرمائی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''جہاں آپ نے نماز پڑھی ہے یہ آپ کی ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہے۔''

(زرقانی شرح مواہب، جلد ۶ صفحہ نمبر ۲۹)

چونکہ کعبہ شریف کا دروازہ مشرق کی طرف ہے اس طرح شمالی سمت کعبہ کے بائیں طرف ہوتی ہے اور مدینہ منورہ کا وقوع بھی شمال میں ہے۔

بیت اللحم سے گزر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پہاڑ پر گزر ہوا جس کا رنگ سفید اور چمکیلا تھا۔ اس جگہ فرشتوں کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''آپ یہاں اتر کر نماز ادا کیجئے۔''

رسول اللہ علیہ السلام وہاں اترے اور دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے اور اس جگہ کا نام بیت اللحم ہے۔''

زمین پر تین قبلے بنائے گئے ہیں، ایک قبلہ کا نام بیت اللہ ہے جو مکہ معظمہ میں ہے۔ دوسرے قبلہ کا نام بیت المقدس ہے جو ایلیاء میں ہے اور تیسرے قبلہ کا نام بیت اللحم ہے جو یروشلم کہلاتا ہے۔''

نصاریٰ کا قبلہ مشرق کی طرف واقع ہے اور یہود کا مغرب کی طرف۔

Marfat.com

کوہِ طور سے گزر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفید زمین پر سے گزرے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! یہاں اتر کر دو رکعت نماز ادا فرمائیں۔''

رسول اللہ علیہ السلام نے وہاں اتر کر دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ وہ طور سینا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام کا شرف بخشا تھا۔''

(مواہب لدینہ، جلد۲، صفحہ نمبر۱۴)

چار آوازیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے عرض کیا:

''یارسول اللہ! اگر کوئی راستہ میں آواز سنائی دے تو آپ اس کی طرف توجہ نہ فرمائیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''مجھ کو داہنی طرف سے پکارنے والے نے پکارا کہ میری طرف نظر کیجئے کہ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، مگر میں نے اس کی آواز کی طرف توجہ تک نہ کی، اس کے بعد بائیں طرف سے اسی طرح ایک آواز آئی، مگر میں نے اس کی طرف التفات نہ کیا۔ اس کے بعد سامنے سے ایک سنگار والی عورت نے پکارا: آپ ٹھہریئے! میں نے آپ سے کچھ دریافت کرنا ہے۔ مگر میں نے اس کی طرف کوئی خیال نہ کیا۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''پہلا پکارنے والا یہودیت کا داعی تھا۔ اگر آپ اس کی طرف توجہ فرماتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی اور دوسرا پکارنے والا نصرانیت کا داعی تھا۔ اگر آپ التفات فرماتے تو آپ کی امت نصرانی ہو جاتی اور آگے پکارنے والی دنیا تھی۔ اگر آپ اس کی طرف خیال مبذول فرماتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر ترجیح دے دیتی۔''

ایک روایت میں ہے:

''پیچھے بھی اسی طرح آواز سنی گئی مگر آپ نے اس کی پرواہ تک نہ کی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: یہ شرک اور آتش پرستی کا داعی تھی۔ اگر آپ اس سے بات کرتے تو آپ کی امت مشرک اور آتش پرست ہو جاتی۔''

ان چار پکاروں میں یہ حکمت پوشیدہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل مبارک میں خیال گزرتا تھا کہ میر۔۔۔

Marfat.com

بعد میری امت کا کیا حال ہوگا اس لئے ان چار پکاروں کے نتائج کے بعد گویا آپ کو تسکین دی کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کی امت کو دین اسلام پر ثابت قدم رکھے گا۔ اس طرح نہ ہوگا جس طرح پہلی امتوں کا حال کہ ایک بھی ان سے اپنے مذہب کا صحیح پیروکار نہیں رہ گیا۔

ندائیں......جہنم میں گرنے والا پتھر:

میں پھر براق پر سوار ہوگیا، اور اللہ تعالیٰ جو ہمیں سیر کرنا چاہتا تھا وہ ہم نے کی۔ پھر اچانک میری دائیں جانب سے کسی نے آواز دی اور وہ کہہ رہا تھا:

''اے محمد! ٹھہریئے! میں آپ کے اور آپ کی امت کے لئے اچھی بات کرنا چاہتا ہوں۔''

میں اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر آگے چل پڑا اور اللہ رب العزت کا فضل تھا کہ میں آواز دینے والے کے اس شر سے محفوظ رہا۔ پھر ہم مشیت الٰہی کے مطابق چلتے رہے۔ اچانک میری بائیں طرف سے کوئی آواز دیتے ہوئے کہہ رہا تھا:

''اے محمد! ٹھہریئے! میں آپ کے اور آپ کی امت کی بھلائی کے لئے بات کرنا چاہتا ہوں۔''

میں اس آواز دینے والے کی بھی پرواہ کئے بغیر چلتا رہا اور یہ اللہ کی خاص فضل و کرم تھا کہ میں اس کے شر سے بچ گیا اور ہم اللہ کریم کی مشیت کے مطابق آگے چلتے رہے اور آناً فاناً ایک بکھرے بالوں والی عورت کے پاس پہنچ گئے جو حسن و جمال، لباس، جواہرات، موتی اور یاقوت غرضیکہ وہ اللہ بلند و برتر کی پیدا کردہ ہر مزین چیز میں ملبوس تھی اور اس کا حسن جمال چمک رہا تھا اور وہ پکار کر کہہ رہی تھی:

''اے محمد! ٹھہریئے! تاکہ میں آپ سے ہم کلام ہو کر آپ کے اور آپ کی امت کی بھلائی کے لئے بات کروں۔''

ہم اس عورت کی پرواہ کیے بغیر چلتے رہے۔ یہ اللہ کا خاص کرم تھا کہ ہم اس کے شر سے محفوظ رہے۔ پھر ہم بیت المقدس پہنچ گئے۔ میں نے دیکھا کہ میری دائیں طرف خوبصورت لباس میں ملبوس مہکتی ہوئی خوشبو والا نوجوان تھا، جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ آگے بڑھا اور مجھے سلام کیا اور وہ مجھ سے بغلگیر ہوا۔ پھر غائب ہوگیا۔ میں نے کہا:

''اے پیارے جبرائیل! مجھے یہ تو بتاؤ کہ راستے میں آواز دینے والا کون تھا؟''

جبرائیل امین نے عرض کیا:

''پہلا نصاریٰ کا داعی تھا۔ اگر آپ اس کی بات سن لیتے تو آپ کے بعد آپ کی امت نصرانی ہو جاتی۔ دوسرا یہود کا داعی تھا۔ اگر آپ اس کی بات سن لیتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی اور بکھرے بالوں والی عمدہ پوشاک سے مزین عورت، یہ دنیا ہے، اگر آپ اس کی بات سن لیتے تو آپ کی امت دنیا کی آخرت پر ترجیح دیتی اور وہ آواز جو آپ نے سنی ہے وہ پتھر ہے جو پانچ سو سال سے جہنم میں گر رہا ہے، لیکن ابھی

Marfat.com

تک تہہ تک نہیں پہنچا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا:

"اے جبرائیل! وہ نوجوان جس نے مجھے سلام کیا وہ کون تھا۔؟"

جبرائیل امین نے عرض کیا:

"وہ اللہ رب العزت کا دین تھا، کیونکہ آپ کی امت مومنانہ زندگی گزارے گی۔"

تین آدمی:

سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تین شخص سامنے ظاہر ہوئے۔ ان میں سے ایک بوڑھا، ایک ادھیڑ عمر اور ایک نوجوان تھا۔ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جوان کی طرف نگاہ کی اور بوڑھے اور ادھیڑ عمر والے کو نہ دیکھا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! آپ نے بہت اچھا کیا ہے۔ آپ نے عافیت کو پسند فرمایا۔ بوڑھے سے قسمت، ادھیڑ سے دولت اور جوان سے عافیت مراد تھی۔ بخت اور دولت ہر دو ناپائیدار ہیں آپ کی امت عافیت سے بہرہ ور ہو جائے گی۔"

ایک حقوق ادا نہ کرنے والے امتی کی مثال:

دوران سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جس نے لکڑیوں کا ایک بڑا گٹھا باندھا ہوا تھا اور اس کو سر پر اٹھانا چاہتا تھا، مگر نہیں اٹھا سکتا تھا۔ گٹھے کو نیچے رکھ کر اس میں اور لکڑیاں جمع کر دیتا، پھر جب گٹھا کو نہیں اٹھا سکتا تو اس میں اور لکڑیاں ڈالتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یہ کیسا شخص ہے۔؟ جب لکڑیوں کا گٹھا بھاری ہے تو اس میں لکڑیاں کم کرے تاکہ سر پر اٹھا سکے، مگر یہ شخص گٹھے کو اور وزنی بناتا ہے۔"

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

"یہ آپ کا ایسا امتی ہے کہ جس پر لوگوں کے بہت حقوق ہیں، جب ان کے ادا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا تو اور زیادہ حقوق اپنے ذمہ میں جمع کرتا ہے اور حرص کرتا ہے۔ لوگوں کے حقوق اور ان کی امانتیں ایک قسم کا وزنی بوجھ ہیں۔" (تفسیر ابن جریر، جلد ۶، صفحہ نمبر ۱۵)

ایک ہزار سال سے جہنم میں گرنے والا پتھر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وادی میں وحشت ناک آواز سنی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"اے جبرائیل! یہ کیا آواز ہے جس سے انسان گھبرا جاتا ہے۔ یہ آواز ایسی ہے کہ لوگوں کو حیرت میں ڈال

Marfat.com

دے گی۔"

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

"ایک ہزار سال پہلے ایک پتھر جہنم میں گرایا گیا تھا، وہ آج جہنم کی تہہ میں پہنچا ہے۔ یہ جو آپ نے آواز سنی ہے یہ اسی کے گرنے کی تھی۔" (اخبار القرآن، صفحہ نمبر ۲۵۷)

تین پیالے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر جبرائیل امین براق کو بیت المقدس کی طرف لے چلے۔ اچانک وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور ان کے پاس تین پیالے تھے۔ ایک میں دودھ، دوسرے میں شراب اور تیسرے میں پانی تھا۔ جبرائیل امین نے کہا:

"آپ جو چاہیں نوش فرمالیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا اور تھوڑا سا ہی پیا تھا تو جبرائیل علیہ السلام نے مجھے مخاطب ہو کر کہا:

"آپ نے کامل فطرت کا پالیا۔ اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت بہک جاتی، اگر پانی لے لیتے تو امت غرق ہو جاتی اور اگر آپ سارا دودھ نوش فرمالیتے تو آپ کی امت میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جاتا۔"

میں نے کہا:

"اے بھائی! وہ دودھ کا پیالہ دوبارہ مجھے دے دو۔"

جبرائیل امین نے عرض کیا:

"وہ پیالہ تو دور جا تا رہا اے محمد! جو ہونا تھا وہ ہو چکا اور قلم ظہور پذیر ہونیوالی اشیاء سے خشک ہو چکی ہے۔"

میں نے کہا:

"یہ کتاب (لوح محفوظ، تقدیر) میں لکھا ہوا ہے۔"

فضول گفتگو کی مثال:

دوران سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چھوٹے پتھر پر سے گزرے جس میں سے ایک بڑا بیل پیدا ہوتا ہے اور وہ بیل اس پتھر کے اندر جانا چاہتا ہے لیکن نہیں جا سکتا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

"یہ اس شخص کا حال ہے جو ایک بڑی بات منہ سے نکالے اور شرمندہ ہو جائے مگر اب اس کو واپس کرنے پر قادر نہیں۔" (مواہب لدنیہ، جلد ۲، صفحہ نمبر ۱۵)

Marfat.com

ریا کار کی مثال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو کنوئیں میں ڈول لٹکا تا ہے، جب بھی باہر نکالتا ہے اسے پانی سے خالی پاتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

”یہ ریا کار ہے۔ جو شخص دکھلاوے کی عبادت کرتا ہے وہ محنت کرتا ہے مگر قیامت کے دن اس کا ثواب نہ پائے گا۔“ (معارج النبوۃ، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۲۹)

حضرت موسیٰ نماز میں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”معراج کی رات ریت کے سرخ ٹیلے کے پاس میرا گزر ہوا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر مبارک میں نماز پڑھ رہے تھے۔“

بہشت کی تمنا:

دوران سفر ایک جگہ پاکیزہ اور ٹھنڈی ہوا چلی۔ آواز آئی: مجھ میں مرجان بکثرت ہو گئے، اب اس وعدہ کو پورا فرما جو مجھ سے کیا ہے۔ اس ہوا سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ! یہ جنت کی خوشبو اور آواز ہے۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ہے: اے میرے رب! میرے بالا خانہ پر استبرق، حریر، سندس اور عبقری بہت ہو گئے۔ چاندی سونے کے گلاس اور برتن اور کوزے زیادہ ہو گئے۔ شہد، پانی، دودھ اور شرابًا طہورًا بہت کافی ہو گئے ہیں۔ وہ لوگ بھیج جو ان چیزوں کو استعمال کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تیرے لئے نیک لوگوں کو مقرر کیا ہے اور وہ ایسے لوگ ہیں جو مرد یا عورت ایمان اور اسلام لائے اور میرے ساتھ شرک نہ کرے اور جو میرا خوف دل میں رکھتے، میں اسے امن دوں گا اور جو کوئی مجھ سے مانگے گا میں اس کو دوں گا اور جو مجھے قرض دے گا میں اس کو اس کا نیک صلہ دوں گا اور جو مجھ پر توکل کرے گا میں اس کی کفایت کروں گا اور میں ایک ہی عبادت کے لائق ہوں۔ میرے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔ میں وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ بے شک ایمانداروں کو فلاح ہو گی اور اللہ تعالیٰ بہت ہی برکت والا ہے۔ بہشت نے کہا: میں راضی ہو گئی۔“

(تفسیر ابن کثیر، جلد ۳، صفحہ نمبر ۱۸)

دوزخ کی آرزو:

دوران سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک وادی پر گزر ہوا جہاں ایک وحشت ناک آواز سنی اور بدبو محسوس ہوئی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

Marfat.com

''یہ جہنم کی آواز ہے۔ وہ کہتی ہے: اے رب! جو مجھ سے وعدہ کیا ہے مجھ کو عطا فرما، کیونکہ میری زنجیریں، طوق، شعلے، گرم پانی، پیپ اور عذاب کثرت سے ہو گئے ہیں۔ میری گہرائی بہت وسیع ہو گئی ہے، میری گرمی بہت سخت ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا: تیرے لئے ہر شرک کرنے والا مرد اور ہر شرک کرنے والی عورت اور کفر کرنے والا مرد اور کفر کرنے والی عورت اور تکبر و عناد کرنیوالے لوگ اور قیامت کا انکار کرنے والے لوگ تجویز کیے گئے ہیں۔ دوزخ نے کہا: میں راضی ہو گئی۔''

(تفسیر در منثور، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۱۴۴)

فرشتوں اور حوروں کا استقبال کرنا اور سلام عرض کرنا:

1: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بیت المقدس میں پہنچے تو فرشتوں کی ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ آپ کا استقبال کر رہے تھے اور رب العزت کی طرف سے نہایت اعزاز و احترام کی بشارت سنا رہے تھے۔ انہوں نے یوں سلام کہا:

((السلام علیك یا اول یا اخر یا حاشر))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا:

''ان ناموں کے ساتھ سلام کو کیوں مخصوص کیا ہے۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''آپ سب سے پہلے شفاعت کرنیوالے ہیں (اس لیے اول ہیں) اور آپ سب سے آخری نبی ہیں (اس لیے آخر ہیں) اور قیامت کے دن مخلوقات کا حشر آپ کے قدموں کے نیچے ہو گا (اس لیے آپ حاشر ہیں)۔'' (معارج النبوۃ، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۲۹)

2: تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''یا رسول اللہ! کیا آپ نے اپنے رب سے درخواست کی تھی کہ آپ کو حور عین دکھلائے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''ان حوروں کے پاس جائیے کہ استقبال کیلئے حاضر ہیں۔''

آپ نے فرمایا:

''میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا: تم کس کیلئے ہو۔؟ انہوں نے کہا: ہم نیک ہیں اور خوبصورت ہیں۔ ایسے نیک مردوں کی بیویاں ہیں جو پاک ہیں اور صاف ہیں اور میلے نہیں ہوں گے اور ہمیشہ زندہ رہیں گے اور کبھی نہ مریں گے۔''

(سیرت حلبیہ، جلد ۱، صفحہ نمبر ۴۱۱)

Marfat.com

براق کا باندھنا:

بیت المقدس کے قریب بے شمار فرشتوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استقبال کیا اور عزت و احترام کے ساتھ صلوٰۃ و سلام پڑھا۔

(معارج النبوۃ، جلد ۳، صفحہ نمبر ۱۲۹)

بیت المقدس کے قریب ایک پتھر تھا جس کے ساتھ پہلے نبی اپنی سواریوں کو باندھا کرتے تھے، لیکن اس وقت کافی عرصہ گزرنے کے باعث اس پتھر کا سوراخ بند ہو گیا تھا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے انگلی سے اشارہ فرمایا تو وہ سوراخ ظاہر ہو گیا۔ ریشم کی ڈوری سے براق کو وہاں باندھ دیا گیا۔ (زرقانی، جلد ۶، صفحہ نمبر ۵۳)

☆☆☆

باب نمبر 3:

بیت المقدس میں باجماعت نماز اور انبیاء کرام کے خطبات

مسجد اقصیٰ میں نماز:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"میں اور جبرائیل دونوں مسجد میں داخل ہوئے تو انبیاء علیہم السلام کو میں نے پہچانا، کوئی صاحب قیام میں ہے، کوئی رکوع میں اور کوئی سجدہ میں ہے۔ پھر ایک اذان کہنے والے نے اذان کہی اور پھر اقامت کہی گئی۔ اس وقت ہم صفیں درست کر کے اس انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ کون امامت کرتے ہیں۔ سو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا دیا اور میں نے ان سب کو نماز پڑھائی۔"

خطبہ سیدنا آدم صفی اللہ:

نماز سے فارغ ہو کر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے خطبہ پڑھا اور اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی ثناء بجا لائے اور فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا احسان ہے جس نے مجھے مٹی سے پیدا فرمایا اور خلیفہ بنایا۔ فرشتوں نے مجھے سجدہ کیا، حوا کو مجھ سے پیدا کر کے میری زوجہ بنایا اور بہشت کی بے شمار نعمتوں سے ہم کو بہرہ ور فرمایا۔"

خطبہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ:

سیدنا آدم علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یوں خطبہ دیا:

Marfat.com

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے خلیل بنایا اور مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا، مجھے صاحب ملت بنایا اور مجھ کو مقتداء اور صاحب قنوت بنایا۔ یہاں تک کہ میری اقتداء کی جاتی ہے اور مجھ کو آتش نمرود سے نجات دی اور اس کو میرے لئے سلامتی اور ٹھنڈک بنا دیا۔''

سیدنا موسیٰ کلیم اللہ کا خطبہ:

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا:

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں جس نے مجھے کلام خاص کا شرف عطا فرمایا، مجھے برگزیدہ بنایا اور مجھ پر تورات نازل فرمائی۔ میرا دشمن فرعون ہلاک ہو گیا اور میری مددگار بنی اسرائیل کی قوم کو نجات دی۔ اللہ تعالیٰ نے میری قوم کو ایسا گروہ بنایا جو حق کے مطابق ہدایت کرتے ہیں اور اس کے موافق عدل کرتے تھے۔''

سیدنا داؤد خلیفۃ اللہ کا خطبہ:

حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی حمد وثناء کے بعد کہا:

''جمیع محامد اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں جس نے مجھ کو ملک عظیم عطا فرمایا اور مجھ کو زبور کا علم دیا۔ اس نے میرے لئے لوہے کو نرم کر دیا اور پہاڑوں کو میرے لئے مسخر کر دیا جو میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے تھے اور پرندوں کو میرے ساتھ تسبیح خوانی کیلئے مسخر کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہی کی تعریفیں ہیں کہ جس نے مجھ کو علم وحکمت اور خوش الحانی عطا فرمائی۔''

سیدنا سلیمان بادشاہِ جن وانس کا خطبہ:

حضرت سلیمان علیہ السلام نے یوں تقریر فرمائی:

''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں جس نے ہوا کو میرے لئے مسخر کر دیا اور جنات کو میرے تابع بنایا حتیٰ کہ جو چیزیں مثل عمارات عالیشان کے ان سے بنوانا چاہوں وہ بناتے ہیں اور مجھ کو پرندوں کی زبان سمجھنے کی قدرت عطا کی اور مجھ کو ایسی سلطنت بخشی ہے کہ میرے سوا کسی اور کو عطا نہ ہوئی۔''

خطبہ سیدنا عیسیٰ روح اللہ:

اس کے بعد حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے کہا:

''تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں جس نے مجھے اپنا مسیح بنایا اور مجھ کو حکمت، تورات اور انجیل کا علم دیا اور مجھے وہ طاقت عطا فرمائی حتیٰ کہ مٹی کے پرندے کی شکل بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اڑتا ہوا پرندہ بن جاتا ہے۔ مادرزاد اندھے اور جذامی کو اچھا کر دیتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے اذن

Marfat.com

سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔''

محمد حبیب اللہ کا خطبہ:

حضرت محمد، خاتم النبیین، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں خطبہ دیا:

''جمیع محامد اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہیں جس نے مجھے تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ سب لوگوں کیلئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ اسی نے مجھ پر قرآن شریف نازل کیا جس میں ہر شے کا بیان ہے۔ میری امت کو بہترین امت بنایا اور میرے نام کے ذکر کو بلند کیا۔ مجھے سب سے اول اور سب سے آخر بنا دیا۔ (پیدائش میں اول اور ظہور میں آخر بنایا)''

انبیاء کرام کی گواہی:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تقریر کے بعد سب نبیوں نے کہا:

''بیشک آپ ہم سب نبیوں سے فضیلت لے گئے اور مرتبہ اور شان کے لحاظ سے بڑھ گئے۔''

(زرقانی، جلد ۶، صفحہ نمبر ۵۰)

ایک آیت کا نزول:

بیت المقدس میں آپ پر یہ آیت نازل ہوئی:

((وسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اجعلنا من دون الرحمن الهة يعبدون))

''اے نبی! آپ ان رسولوں سے یہ دریافت کرلیں جن کو میں نے آپ کے آنے سے پہلے رسول بنا کر بھیجا ہے کہ کیا ہم نے رحمٰن کے سوا کبھی بتوں کی عبادت کا حکم دیا ہے۔؟''

یعنی کبھی یوں حکم نہیں دیا اور آپ ان رسولوں سے پوچھ سکتے ہیں حتیٰ کہ یہ کام کسی ملت و مذہب میں جائز نہیں رہا۔

اس آیت سے توحید پر تمام نبیوں کی گواہی مقصود تھی۔

تفسیر معالم التنزیل میں ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسولوں سے یہ دریافت نہ کیا۔''

صاحب عین المعانی کی روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت میکائیل علیہ السلام سے کہا:

''کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ مسئلہ نبیوں سے پوچھا تھا۔؟''

حضرت میکائیل علیہ السلام نے کہا:

''خاتم النبیین کا یقین کامل ہے اور آپ کا ایمان بہت محکم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو یہ بات پوچھنے کی

Marfat.com

ضرورت ہی نہ تھی۔ (بھلا حق الیقین والے کو علم الیقین کی کیا حاجت ہے)''

☆☆☆

باب نمبر 4:

مسجد اقصی سے پہلے آسمان تک

دو برتنوں میں سے ایک برتن کا انتخاب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((ثم خرجت فجاء نی جبرئیل بانا من خمر وانا من لبن فاخترت اللبن فقال جبریل علیہ السلام اخترت الفطرۃ))

(صحیح مسلم، جلد نمبر۱، صفحہ نمبر۹۳)

''پھر میں مسجد اقصیٰ سے باہر آیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام دو برتن لائے، ایک میں شراب طہور تھی اور دوسرے میں دودھ۔ پھر کہا: ان میں سے جونسا آپ پسند فرمائیں نوش فرمایئے۔ میں نے دودھ کا برتن اختیار کیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے کہا: آپ نے فطرت ''دین اسلام'' کو پسند فرمایا۔''

چار برتن...... بیت المقدس میں اور سدرۃ المنتہیٰ پر:

امام ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں:

''اس روایت میں اختلاف ہے کہ جو برتن آپ کے سامنے پیش کئے گئے تھے بیت المقدس میں معراج شروع ہونے سے پہلے تھے یا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس پہنچنے کے بعد تھے۔ پھر برتوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ بعض روایات میں دو برتن مذکور ہیں ایک شراب طہور اور ایک دودھ خالص کا اور بعض روایات میں شہد سے بھرے ہوئے برتن کا بیان بھی ہے اور بعض روایات میں پانی کے برتن کا اضافہ ہے۔''

جیسا کہ تفسیر ابن کثیر کی روایت میں چار برتنوں کا ذکر ہے۔

امام ابن حجر فرماتے ہیں:

''ان روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ دو دفعہ برتن پیش کئے گئے۔ ایک دفعہ بیت المقدس میں نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور ایک مرتبہ سدرہ المنتہیٰ کے پاس جب کہ آپ نے چار نہروں کا مشاہدہ فرمایا اور برتنوں کے عدد میں یہ تطبیق ہے کہ بعض راویوں نے ان برتنوں کا ذکر کر دیا جو دوسرے نے ترک کر دیئے اور دراصل چار برتن تھے اور ان چار برتنوں میں بہشت کی چار نہروں کے مشروبات تھے۔ ایک پانی، دوسرا دودھ، تیسرا شراب طہور اور چوتھا شہد خاص۔ (فتح الباری، شرح صحیح بخاری)

Marfat.com

صخرہ پتھر پر قدم......پتھر کا ہوا میں معلق ہونا اور ادب سے جھکنا:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے براق پر سوار ہونے کا ارادہ فرمایا تو آپ کا قدم اس صخرہ پتھر پر پڑا جو بہشت کے پتھروں سے ایک پتھر ہے۔ وہ پتھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے عجائبات میں سے ہے۔ اس لئے کہ وہ پتھر اس وقت تک مسجد اقصیٰ کے صحن میں زمین اور آسمان کے درمیان لٹکا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو ہوا میں بغیر ستون کے محفوظ رکھا ہے جس طرح آسمان ستون کے سوا موجود ہے اور اس پتھر کے جنوبی حصہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم مبارک کا نقش ہے جو براق پر سوار ہوتے وقت ظاہر ہوا تھا۔ اب وہ پتھر بوجہ ادب نقش پا شریف کے اس طرف جھکا ہوا ہے۔

(شرح شفاء، جلد ا، صفحہ نمبر ۲۹۰)

میٹھے پانی کا مرکز:

جہاں دنیا میں پانی میٹھا ہے اس پانی کا مخزن اور منبع اس صخرہ کے نیچے ہے اور بنی امیہ کی سلطنت کے دوران اس صخرہ پر گنبد بنا دیا گیا۔

آسمانی سیڑھی کا ظہور:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''وہاں ایک سیڑھی ظاہر ہوئی جو خوبصورتی میں اپنی مثل اور نظیر نہ رکھتی تھی۔ اس سیڑھی کے دو بازو تھے۔ ایک سرخ یاقوت کا اور دوسرا سبز زمرد کا۔ سیڑھی پر بہت سے پائے آویزاں تھے۔ ایک پایہ سونے کا تھا اور ایک چاندی کا۔ اس سیڑھی کے پچاس مقام تھے۔ ہر مقام ستر برس کی راہ تھا اور ہر مقام میں ایک فرشتہ متعین تھا جس کے پاس پچاس ہزار فرشتے خادم تھے۔ جب فرشتے آسمان سے زمین پر آتے جاتے ہیں تو اس سیڑھی کے ذریعہ آتے جاتے ہیں۔ جب میں براق پر سوار ہو کر اس سیڑھی سے گزرا تو وہاں ایک فرشتہ نے مجھے سلام کر کے کہا: میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پچیس ہزار برس پہلے یہاں مقرر ہوں تاکہ آپ پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا رہوں۔ مدت سے آپ کی انتظار میں بے قرار تھا اور آپ کی محبت میرے دل میں جاگزیں ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہوئی کہ آپ کی زیارت سے شرف پایا۔''

(ریاض الازہار، صفحہ نمبر ۲۱۱)

بعض روایات میں آیا ہے کہ آپ کو سیڑھی کے ذریعہ معراج ہوئی اور بعض روایات میں ہے کہ آپ کو بذریعہ براق معراج ہوئی۔ صحیح یہ ہے کہ آپ براق پر سوار تھے اور سیڑھی کے ذریعہ آسمان پر چڑھے اور بعض روایات میں ہر آسمان کے لئے حتیٰ کہ عرش اور کرسی کیلئے بھی سیڑھی تھی یعنی کل تو سیڑھیاں تھیں اور ہر جگہ آپ کے استقبال کو فرشتے موجود تھے لغت عرب میں معراج سیڑھی کو کہتے ہیں۔ ایک نورانی سیڑھی جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس سفر میں زمین اور آسمان کے درمیان نصب کی گئی جس کی وجہ سے ا...

Marfat.com

سارے سفر کا نام ہی معراج ہو گیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیت المقدس سے اس لئے معراج ہوئی کہ زمین سے آسمان پر جانے کا راستہ ہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سیڑھی سے مقرر ہے۔ جس سیڑھی سے آپ نے براق پر سوار ہو کر صعود و ہبوط فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر جبرائیل مجھے ایک پتھر کی جانب لے گئے، وہاں ایک سیڑھی آسمان کی بلندی سے پتھر کی طرف لگی ہوئی تھی۔ میں نے کبھی اس جیسی حسین و جمیل چیز نہیں دیکھی۔ اس کا ایک پایہ سونے کا، ایک چاندی کا، ایک زبرجد کا اور ایک یاقوت احمر کا تھا۔ پھر جبرائیل امین نے مجھے سینہ سے لگایا، اپنے پروں میں لپیٹ لیا اور میری آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور مجھے کہا:

''اے محمد! سیڑھی مبارک پر قدم رکھیں۔''

میں اور جبرائیل امین دونوں جب سیڑھی پر چڑھے۔ جب میری نگاہ عبادت گزاروں کے مقامات سے ہٹی تو میں نے ملائکہ کی ایسی جماعت کو دیکھا (ان کی کثرت تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی شمار کر سکتا ہے) کہ وہ کسی سمت روی کے بغیر اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل میں مشغول تھے۔ میں نے پہلے آسمان میں ستاروں کو ایسے لٹکتے ہوئے دیکھا جیسے مساجد میں قنادیل۔ ان میں سے سب سے چھوٹا ستارہ ایک بہت بڑے پہاڑ سے بھی بڑا تھا۔

ہوائی کرّہ سے گزر:

اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہوائی کرّہ سے گزر ہوا ہے۔ وہ ہوا کا ایک خزانہ ہے جس کو ستر ہزار زنجیروں سے باندھا گیا ہے اور ایک فرشتہ اس پر نگران ہے۔ (معارج النبوۃ، جلد ۳، صفحہ نمبر ۱۳۲)

ناری کرّہ سے گزر:

اس کے بعد آپ نے کرّۂ ناری سے گزر فرمایا۔ (تفسیر روح البیان، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۳۹۷)

ہوائی کرّہ کی طاقت:

جب قوم عاد پر عذاب آیا تو صرف انگوٹھی کے سوراخ کے برابر اس ہوا کا راستہ کھولا گیا جس کی وجہ سے قوم عاد کے درخت اور عمارتیں سب نیست و نابود اور تباہ و برباد ہو گئیں۔

دریائے قاصیہ:

ایک دریا پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گزر ہوا کہ اس کا نام دریائے قاصیہ ہے، اس کی موٹائی دو سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔ اس دریا کا رنگ نیلا ہے۔ آسمان کی نیل گونی جو نظر آتی ہے دراصل یہ دریا کا رنگ ہے۔ اس دریا میں سمندروں اور جنگلات کے جانوروں کے مثل سب طرح کے جانور موجود ہیں۔

(معارج النبوۃ، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۳۲)

Marfat.com

حیاۃ الحیوان میں ہے کہ مامون الرشید خلیفہ عباسی کا باز شکار گاہ میں اڑتا ہوا غائب ہو گیا۔ ایک ساعت کے بعد ایک مچھلی منہ میں لے کر واپس آ گیا۔ مامون الرشید کو مچھلی لانے سے حیرانی ہوئی کہ مچھلی دریا میں ہوتی ہے نہ کہ ہوا میں۔ جب شکار سے واپس ہوا تو راستہ سے گزر ہوا جہاں حضرت امام تقی رحمۃ اللہ علیہ موجود تھے۔ مامون الرشید نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا سنایا اور اس بات کا راز دریافت کیا۔ حضرت امام تقی نے فرمایا:

''حیرانی اور تعجب کی بات نہیں کیونکہ اللہ کا دریا ہے، جو کہ آسمان کے درے (ہوا) میں موجود ہے۔ یہ مچھلی اس دریا کی ہے۔''

مامون الرشید آپ کے بدیہی جواب اور وسعت علم سے متعجب ہوا۔

☆☆☆

باب نمبر 5:

پہلے آسمان پر ورود

زمین اور پہلے آسمان کے درمیان فاصلہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''پھر مجھے جبرائیل آنکھ جھپکنے سے قبل آسمانِ دنیا تک لے گئے۔ آسمان دنیا اور زمین کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور اتنی ہی آسمان کی موٹائی۔''

آسمان کے دروازہ پر:

((قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم عرج بنا الی السماء فاستفتح جبریل فقیل من انت قال جبریل قیل و من معک قال محمد قیل و قد بعث الیہ قال قد بعث الیہ ففتح لنا(متفق علیہ)) (صحیح بخاری) (صحیح مسلم)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام ہم کو آسمان دنیا تک لے گئے۔ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلوانے کو کہا۔ دربان فرشتوں کی طرف سے پوچھا گیا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میں جبرائیل ہوں۔ پوچھا گیا: تمہارے ساتھ کون ہیں۔؟ جبرائیل نے کہا: حضرت محمد ہیں۔ پوچھا گیا: کیا ان کے پاس آسمانوں پر بلائے جانے کا پیغام بھیجا گیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہاں وہ بلائے گئے ہیں۔ پھر ہمارے لئے دروازہ کھول دیا گیا۔''

دوسری روایت:

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آسمان تک پہنچے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ

Marfat.com

کھلوانے کیلئے آواز دی۔ اس دروازہ کا نام باب الحفظ ہے، جو یاقوت سرخ سے بنا ہے اور اس کا قفل موتی کا ہے۔ اس کے دربان کا نام اسماعیل ہے، جس نے آواز سن کر کہا:

''مرحبا! آپ کا آنا بہت اچھا ہے۔! آیئے اور دروازہ کھول دیا۔''

آپ اس دروازہ سے آسمان پر چلے گئے۔ اس آسمان کی موٹائی پانچ سو برس کی مسافت تھی اور اس دربان کے ماتحت ایک لاکھ فرشتے تھے، جن کا وظیفہ یہ تھا:

((سبحان ملك الاعلى سبحان اعلى الاعلى سبحان من ليس كمثله شيء))

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بعض مختلف طرق (مختلف روایات) سے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی بیان کیا ہے کہ میں (ابوسعید خدری) نے رسول اللہ سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے۔

''جب میں بیت المقدس میں نماز سے فارغ ہوا تو ایک سیڑھی میرے سامنے پیش کی گئی۔ ایسی خوب صورت چیز میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ یہ وہی سیڑھی ہے جسے تم نہیں دیکھ سکتے مگر جب کسی کی موت کا وقت آتا ہے تو اسے یہ نظر آنے لگتی ہے۔ میرے دوست حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھے اس سیڑھی پر چڑھایا، یہاں تک کہ میں آسمان کے دروازے پر جا پہنچا۔ یہ دروازہ ''باب الحفظ'' کہلاتا ہے۔ اس کا نگران ایک فرشتہ ہے جس کا نام اسماعیل ہے، اس کے ماتحت بارہ ہزار فرشتے ہیں اور پھر ان بارہ ہزار میں سے ہر ایک کے ماتحت بارہ بارہ ہزار فرشتے ہیں۔

اس موقعہ پر آپ نے قرآنِ مجید کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

''وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ''

''تیرے ربّ کا لشکر اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا:

''جب ہم پہلے آسمان کے دروازے پر پہنچے تو فرشتے نے پوچھا:

''یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔''

اس نے پوچھا:

''کیا انہیں بلایا گیا ہے؟''

حضرت جبرائیل نے جواب دیا:

''ہاں!''

اس فرشتے نے مجھے دُعا دی اور دروازہ کھول دیا۔

Marfat.com

تیسری روایت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلے آسمان پر پہنچ کر جبرائیل علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی۔
فرشتوں نے پوچھا:
''کون؟''
جبرائیل امین نے فرمایا:
''جبرائیل۔''
فرشتوں نے پوچھا:
''آپ کے ساتھ کون ہیں؟''
جبرائیل نے فرمایا:
''محمد۔''
فرشتوں نے پوچھا:
''کیا انہیں بلایا گیا ہے؟''
جبرائیل نے کہا:
''ہاں! انہیں بلایا گیا ہے۔''
فرشتوں نے کہا:
''آپ کو اور آپ کے ساتھی کو خوش آمدید ہو! تم دونوں کا آنا مبارک ہے۔''
فرشتوں نے دروازہ کھول دیا اور ہم اندر چلے گئے۔

دھواں دار آسمان:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
''پہلا آسمان دھواں دار آسمان تھا۔ اسے رفیعہ کہا جاتا ہے اور اس میں قدم بھر بھی ایسی جگہ نہ تھی جہاں کوئی فرشتہ رکوع یا سجدہ میں نہ ہو۔

پہلے آسمان کے فرشتوں کی عبادت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے پہلے آسمان پر فرشتوں کی ایک جماعت دیکھی جو صف بستہ قیام کی حالت میں یہ تسبیح پڑھ رہی تھی:

((سبوح قدوس رب الملائکة والروح))

''تسبیح اور پاکی ہے اس رب کی جو فرشتوں اور روح کا رب ہے۔''

Marfat.com

عبادت ملائکہ اور امت کے لیے ثواب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''ان فرشتوں کی یہی عبادت ہے۔؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''جب سے آسمان پیدا ہوا اس دن سے ان کی یہی عبادت ہے اور قیامت تک اسی عبادت میں مشغول رہیں گے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ اپنے فضل وکمال سے اس عبادت کا ثواب آپ کی امت کو عطا فرمائے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ہم نے نماز میں قیام آپ کی امت پر فرض کیا ہے۔ ان پر لازم ہے کہ اسے اچھی طرح بجالائیں (تو ان کو فرشتوں کے قیام کا ثواب میسر آئے گا)۔''

فرشتوں کی تعداد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''ان فرشتوں کی تعداد کتنی ہوگی۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''ان کی تعداد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔'' (معارج النبوۃ، جلد۳، صفحہ نمبر۱۳۳)

دو نہریں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''میں نے اس میں دو بڑی نہریں بہتی دیکھیں۔ میں نے دریافت کیا: اے جبرائیل! یہ کیسی نہریں ہیں؟ تو اس نے کہا: یہ ''نیل'' ہے اور وہ ''فرات'' ہے۔ ان دونوں کا عنصر (یعنی اصل) جنت سے ہے۔''

نہر کوثر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ایک اور نہر پر گزر ہوا۔ اس پر موتیوں اور زبرجد کا محل بنا ہوا تھا اور اس سے خوشبو مہک رہی تھی۔ میں نے دریافت کیا:

''یہ کونسی نہر ہے۔؟''

جبرائیل نے عرض کیا:

''یہ وہ کوثر ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے لئے بلند کیا ہے۔''

Marfat.com

عظیم فرشتہ......خازن دنیا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میں نے ایک عظیم الخلقت فرشتہ دیکھا۔ وہ ایک نورانی گھوڑے پر سوار تھا اور اس پر نورانی حلّہ تھا۔ وہ قسم قسم کی پوشاک اور زیورات سے مزین اور ستر ہزار فرشتوں کا انچارج تھا۔ ان میں سے ہر فرشتہ کے ہاتھ میں ایک نورانی نیزہ تھا۔ وہ اللہ رب العزت کا لشکر ہیں۔ جب کوئی زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو وہ منادی کرتے ہیں:

''یقیناً فلاں بن فلاں پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہوگیا ہے۔''

تو وہ بھی اس پر غضب ناک ہوتے ہیں اور جب انسان استغفار اور توبہ کرے تو وہ منادی کرتے ہیں:

''اللہ فلاں بن فلاں سے راضی گیا ہے۔''

تو وہ اس سے راضی ہو جاتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ بڑا قد آور فرشتہ کون تھا۔؟''

جبرائیل نے کہا:

''یہ اماعیل آسامن دنیا کا خازن ہے۔ آگے بڑھ کر اسے سلام کریں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے قریب ہو کر اسے سلام کیا، اس نے مجھے سلام کا جواب دیا اور میرے پروردگار کی طرف سے اکرام پر مجھے مبارک باد دی۔ اس نے کہا:

''بشارت ہو اے محمد! قیامت تک آپ میں اور آپ کی امت میں تمام خوبیاں ودیعت کردی گئی ہیں۔''

میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر میں اس کے آگے آگے چل پڑا۔

تمام آسمانوں کا موکل فرشتہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرا گزر ایک ایسے فرشتے سے ہوا جس کا نصف برف اور نصف آگ کا تھا، نہ آگ برف کو پگھلاتی تھی اور نہ ہی برف آگ بجھاتی تھی۔ اس کا ایک ہزار سر تھا اور ہر سر میں ایک ہزار چہرہ اور ہر چہرہ میں ہزار منہ، ہر منہ میں ہزار زبان اور وہ ایک ہزار مختلف زبانوں میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا تھا جو ایک دوسرے کے مشابہ نہیں، ان کی تسبیحات میں ایک تسبیح یہ تھی:

''پاکی ہے اسے جس نے برف اور آگ میں نصف پیدا کردی۔ اے وہ ذات جس نے برف اور آگ میں نصف پیدا کی اپنے مومن بندوں کے دلوں میں محبت ڈال دے۔''

اور دوسرے فرشتے آمین کہہ رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہے۔؟''

Marfat.com

انہوں نے عرض کیا:

''یہ تمام آسمانوں کا مؤکل ہے۔فرشتوں میں سے یہ فرشتہ اولادآدم کا نہایت ہی خیر خواہ ہے۔''

پھر فرشتوں نے کئی صفیں باندھ لیں۔جبرائیل امین نے مجھے مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیا۔میں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ملت پر انہیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

سیدنا آدم سے ملاقات......ان کا خوش اور غمزدہ ہونا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں کچھ آگے بڑھا تو میں نے وہاں حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا۔

حضرت ابوہریرہ سے مسند بزار میں روایت ہے:

''حضرت آدم علیہ السلام کی داہنی طرف ایک دروازہ ہے کہ اس میں سے خوشبودار ہوا آتی ہے اور بائیں طرف ایک دروازہ ہے کہ اس میں بدبودار ہوا آتی ہے۔جب داہنی طرف دیکھتے ہیں خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں مغموم ہوتے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آسمان دنیا میں ایک شخص کو بیٹھا دیکھا جن کے داہنی طرف کچھ صورتیں نظر آتی ہیں اور کچھ صورتیں بائیں طرف ہیں۔جب وہ داہنی طرف دیکھتے ہیں ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

''یہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔آپ ان کو سلام کیجئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا:

''مرحبا!فرزند صالح اور نبی صالح کو۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ!سیدنا آدم کے دائیں اور بائیں جو صورتیں ہیں وہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں۔داہنی طرف جنتی اور بائیں طرف والے دوزخی ہیں۔جب حضرت آدم داہنی طرف دیکھتے ہیں تو جنتی اولاد کو دیکھ کر ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف جہنمی اولاد کو دیکھتے ہیں تو روتے ہیں۔''

بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم سے ملاقات ساتویں آسمان پر ہوئی۔چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:ساتویں آسمان پر میں نے اپنے آپ کو ایک حسین چہرے والے اور خوبصورت لباس والے بوڑھے کے پاس پایا،جو نورانی کرسی پر تشریف فرما تھا۔انہوں نے اپنی پیٹھ مبارک سے بیت المعمور کو زینت بخشی ہوئی تھی اور بیت المعمور خانہ کعبہ کے مقابل (ساتویں آسمان) پر ہے۔میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل!یہ کون ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ آپ کے والد آدم ہیں۔آپ ان کے قریب ہو کر انہیں سلام کریں۔''

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے قریب ہو کر انہیں سلام کیا تو انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور میرے رب عزوجل کی طرف سے میرے اعزاز پر مجھے مبارک باد دی اور فرمایا:

''صالح بیٹے اور ناصح نبی کو خوش آمدید ہو۔ اے محمد! تجھے بشارت ہو قیامت تک تجھ میں اور تیری امت میں خیر کامل ہے اور ماسوا اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی طرف اٹھایا ہے تاکہ تجھے سلام کرے اور تیری تکریم کرے۔''

رعد سے ملاقات:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرشتہ کو دیکھا جو انسانوں جیسی صورت کا حامل تھا۔ اس کا اوپر والا جسم آگ کا تھا اور نیچے والا برف کا۔ آگ برف کو نہیں پگھلاتی تھی اور برف آگ کو نہیں بجھاتی تھی۔ اس فرشتہ کی تسبیح یہ تھی:

((سبحن الذی الف بین الثلج و النار الف بین عبادك الصالحین))

''اللہ پاک ہے جس نے آگ اور برف کے درمیان الفت ڈال دی، اے اللہ! اسی طرح اپنے صالح بندوں کے درمیان الفت ڈال دے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''یہ کون ہے۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ فرشتہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور یہ فرشتہ بادلوں پر موکل ہے۔ حتیٰ کہ جس جگہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے یہ فرشتہ بادلوں کو وہاں لے جاتا ہے۔ اس فرشتہ کا نام رعد ہے۔''

اس لئے کہ رعد کا معنی گرجنے کے ہیں اور یہ فرشتہ بھی جب بادلوں کو چلاتا ہے اور ان کو ہانکتا ہے، اس ہانکنے سے جو گرج پیدا ہوتی ہے اس کو بھی رعد کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

((یسبح الرعد بحمدہ))

''اور رعد اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔''

بحر الحیوان:

دوران سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دریا پر پہنچے کہ اس دریا کے عجائب وغرائب گنتی سے زیادہ ہیں۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا اور اس کی موجیں پہاڑوں سے زیادہ اونچی تھیں۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! اس دریا کو بحر الحیوان کہتے ہیں۔ جب قیامت کے دن لوگوں کا حشر ہوگا تو اس دریا سے

Marfat.com

زمین پر بارش ہوگی جس کے اثر سے بوسیدہ ہڈیاں اور ریزہ شدہ اجزاء باہم جمع ہو جائیں گے اور انسان کا جسم بحکم الٰہی زندگی حاصل کرلے گا۔'' (معارج النبوۃ، جلد۳)

بے نمازیوں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے سر پتھر سے پھوڑے جاتے ہیں اور جب وہ کچلے جاتے ہیں تو پھر سابقہ حالت پر ہو جاتے ہیں اور ان کا یہ سلسلہ ذرہ بھر دیر کیلئے بھی موقوف نہیں ہوتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل سے پوچھا:

''یہ کون لوگ ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز میں سستی کرتے ہیں اور اس کو اپنے اوقات میں ادا نہیں کرتے اور رکوع و سجود بھی پورا نہیں کرتے۔''

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((فويل للمصلين الذين هم عن صلاتهم ساهون))(سورة الماعون)

''پھر ویل (دوزخ کا گڑھا) ہے ان نمازیوں کیلئے جو اپنی نمازوں میں لاپرواہی کرتے ہیں۔''

(تفسیر درمنثور، جلد۴، صفحہ نمبر۱۴۴)

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ ان کی شرم گاہ کے آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہیں، وہ مویشیوں کی طرح چر رہے ہیں اور زقوم (تھوہر) اور دوزخ کے پتھر کھا رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے اور فقیروں اور مسکینوں پر رحم نہیں کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

((والذين يكنزون الذهب والفضة ولا ينفقونها في سبيل الله فبشرهم بعذاب اليم))

''اور جو لوگ سونا اور چاندی کو خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، پس آپ ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔'' (تفسیر ابن جریر، جلد۱۵، صفحہ نمبر۱۶)

Marfat.com

زانیوں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے سامنے ایک ہنڈیا میں پکا اور خوشبودار گوشت رکھا ہے اور ایک ہنڈیا میں کچا اور سڑا ہوا گوشت۔ وہ لوگ اس سڑے اور کچے گوشت کو کھا رہے ہیں اور پکا اور خوشبودار گوشت نہیں کھاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ آپ کی امت سے وہ مرد ہیں جن کے پاس حلال اور پاکیزہ بیویاں تھیں اور پھر غیر حلال عورت کے پاس جاتے تھے اور زنا کے مرتکب ہوتے تھے۔ اسی طرح یہ عورتیں آپ کی امت کی وہ عورتیں ہیں جو اپنے حلال اور پاکیزہ خاوند کے ہوتے ہوئے کسی غیر مرد کے پاس جاتی تھیں اور زنا کی مرتکب ہوتی تھیں۔''

فرمان الٰہی ہے:

((لاتقربوا الزنى انه كان فاحشةً وساء سبيلاً))

''اور تم لوگ زنا کے قریب مت جاؤ کیونکہ یہ بہت بڑی بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر، جلد۳، صفحہ نمبر۱۲)

جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کرنے والوں کی مثال:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو کھیتی کا کام کر رہے تھے، مگر اس طرح پر کہ فصل کاشت کی، اسی وقت فصل پک گئی، پھر اس کو کاٹ کر محفوظ کر لیا اور فائدہ بھی اتنا کہ ایک دانے کے عوض سات سو گناہ۔ اور جب وہ فصل کاٹ لیتے ہیں تو پھر وہ ویسی ہی ہو جاتی ہے جیسی کہ کاٹنے سے پہلے تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''یہ کون ہیں۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں کہ ان کی نیکی سات سو گنا تک بڑھتی ہے اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اچھا عوض عطا فرماتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔''

جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

((مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل في كل سنبلة مئة حبة والله يضاعف لمن يشاء والله واسع عليم))

Marfat.com

’’ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسی ہے جیسے ایک دانے سے سات سو خوشے اُگیں اور ہر خوشے میں سو سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نہایت ہی وسعت والا اور جاننے والا ہے۔‘‘ (تفسیر ابن کثیر)

کسی کا بچہ کسی کے نام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

1: پھر میں نے کچھ عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنی چھاتیوں کے بل (پستانوں کے ساتھ) لٹکی ہوئی ہیں اور سخت تکلیف میں ہیں۔ میں نے پوچھا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جنھوں نے مردوں کو فری کھاتے میں اولاد دے دی، جو فی الواقعہ ان مردوں کی نہیں تھی۔

2: ابن اسحاق قاسم ابن محمد رحمۃ اللہ علیہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس عورت پر اللہ تعالیٰ کا بے پناہ غضب ہوتا ہے جو مرد کے خاندان میں اس بچے کو داخل کر دے جو اس کا نہیں ہے، پھر وہ (بچہ وراثت اور دوسرے اخراجات کی صورت میں) ان کا مال بھی کھاتا رہے اور ان کی پوشیدہ اور مستور باتوں (گھریلو معاملات) سے بھی باخبر ہو جائے۔

خیانت کرنے اور حقوق ادا نہ کرنے والوں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جنہوں نے بہت سا بوجھ اٹھا رکھا ہے، حتیٰ کہ بوجھ کے مارے وہ جنبش اور ہلنے کی طاقت نہیں رکھتے مگر وہ پھر بھی کہہ رہے ہیں:

’’ہاں! اور بوجھ رکھ دو۔‘‘

چنانچہ ان لوگوں کے کہنے پر اور بوجھ لادا جا رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

’’جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں۔؟‘‘

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

’’یہ وہ لوگ ہیں جو امانت میں خیانت کرتے ہیں اور باوجودیکہ اس قدر لوگوں کے حقوق ان کے ذمہ ہیں کہ ادائیگی کی طاقت نہیں رکھتے لیکن اور زیادہ حقوق اپنے ذمہ میں لیتے ہیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((یایها الذین امنوا لا تخونوا الله و الرسول وتخونوا امانا تکم وانت تعلمون))

’’اے ایمان والو! اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو اور آپس کی امانت میں بھی خیانت نہ کرو اور تم جانتے ہو۔‘‘ (معارج النبوۃ، جلد ۳، صفحہ ۱۴۴)

Marfat.com

ظالموں کے ساتھیوں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ جن کے ہونٹ اور زبانیں آگ کی مقراضوں سے کاٹی جاتی تھیں۔ جب وہ اپنی اصلی حالت پر آ جاتی تو فرشتے پھر کاٹ دیتے اور ایک ساعت کی مہلت نہیں دیتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''یہ کون لوگ ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو بادشاہوں کے پاس جاتے تو ان کی خوشامد کرتے اور ان کے جھوٹ اور واضح ترین بری باتوں پر ہاں سے ہاں ملاتے اور ان کو ظلم و فسق فجور سے نہ روکتے اور انصاف و احسان کا فرمان نہیں سناتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((ولا ترکنوآ الی الذین ظلموا فتمسکم النار))

''ایسے لوگوں کے پاس مت بیٹھو جو ظلم کرتے ہیں، ورنہ تم کو بھی آگ کی سزا ملے گی۔''

(معارج النبوۃ، جلد ۳، صفحہ نمبر ۱۳۳)

مالِ یتیم ناحق کھانے والوں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح تھے۔ وہ آگ کی چنگاریاں کھا رہے تھے اور وہ چنگاریاں ان کے پیٹ کو جلاتی ہوئی نیچے نکل جاتی تھیں۔ اسی طرح سلسلہ جاری تھا۔ آپ نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''یہ کون ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو یتیم کے مال ناحق کھاتے ہیں۔''

ارشاد الٰہی ہے:

((الذین یأکلون اموال الیتمی ظلماً انما یأکلون فی بطونھم نارًا وسیطلون سعیرًا))

''اور جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ لوگ آگ کی چنگاریاں کھا کر اپنا پیٹ بھر رہے ہیں اور یہ لوگ اس کے بعد بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے۔'' (تفسیر ابن کثیر، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۴)

Marfat.com

نافرمان بیویوں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عورتوں کے ایک گروہ پر گزر ہوا کہ ان کے منہ کالے اور آنکھیں نیلی ہیں۔ آگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ فرشتے ان کو آگ کے گرز مارتے ہیں اور وہ گدھوں اور کتوں کی طرح چلاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے خاندوں کی (جائز کاموں میں) نافرمان تھیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((الرجال قوامون علی النساء))

''مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔'' (تفسیر ابن جریر، جلد نمبر ۱۵، صفحہ نمبر ۱۱)

والدین کے نافرمانوں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو آگ کے جنگل میں قید تھے۔ آگ ان کو جلاتی تھی، پھر وہ درست ہو جاتے تھے، آگ پھر جلا دیتی تھی اور یوں ہی سلسلہ جاری تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو ماں باپ کے عاق (نافرمان) تھے۔''

فرمان الٰہی ہے:

((وقضی ربك الا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احساناً اما يبلغن عندك الكبر احدهما او كلهما فلا تقل لهما اف فلا تنهر هما و قل لهما قولاً كريمًا))

''اور تیرے رب نے یہ فیصلہ فرما دیا کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اگر تیرے پاس ان میں سے ایک بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے یا وہ دونوں ہی بڑھاپے کی حد میں پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو ڈانٹو اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بات کرو۔''

دھوکہ دینے والے اور منافقوں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جو ہوا میں لٹکتے ہوئے تھے اور ان کی آنکھ، کان اور ناک سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک پر دو فرشتے مقرر تھے، جن کے ہاتھوں میں آگ کے گرز تھے۔ وہ گرز اتنے بڑے تھے کہ ہر ایک گرز کی ستر شاخیں تھی، اگر ایک شاخ ابوقبیس پہاڑ پر پڑے تو تاب نہ لا کر ریزہ ریزہ ہو جائے۔ دونوں فرشتے اس گرز سے اس کو سزا دیتے تھے اور یہ تسبیح پڑھتے تھے:

((سبحان القادر المقتدر سبحان المنتقم عن اعداء ہ سبحان الملك

Marfat.com

العظیم))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں۔''

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! یہ دغاباز اور منافق لوگ ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((یخادعون اللہ وھو خادعھم))

''اور جو لوگ اللہ تعالیٰ (اور اس کے رسول) کو دھوکا دینا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو دھوکہ میں ڈال دیا ہے۔''

ایک جگہ فرمایا:

((ان المنفقین فی الدرك الا سفل من النار))

''بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں۔'' (معارج النبوۃ، جلد نمبر ۳، آیت نمبر ۱۳۵)

بیہودہ اشعار گانے والوں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جماعت پر گزر ہوا کہ آگ کے طبق ان کے سینوں پر رکھے ہوئے ہیں، ان کے منہ کالے ہیں، آنکھیں نیلی ہیں اور انہوں نے قطران (لک) کے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ فرشتے ان کو آتشی گرزوں سے مارتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ بےہودہ اشعار گانے والے لوگ ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((ومن الناس من یشتری لھو الحدیث لیضل عن سبیل اللہ بغیر علم ویتخذ ھا ھذوا اولئك لھم عذاب مھین))

''اور کچھ ایسے لوگ ہیں جو لغو باتیں خریدتے ہیں تاکہ اللہ کے راستہ سے لوگوں کو گمراہ کریں بغیر کسی دلیل اور ثبوت کے اور اللہ کی آیات کا استہزاء کریں۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن کے لئے اہانت کرنیوالا عذاب تیار کیا گیا ہے۔'' (معارج النبوۃ، جلد نمبر ۳)

راستہ سے گزرنے والوں کو تکلیف پہنچانے کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کو شارع عام پر پھانسی سی جارہی تھی اور سولیاں

Marfat.com

ایسے کانٹے رکھتی ہیں کہ راہ جانے والے کے جسم اور لباس کو نوچ لیتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''یہ کون لوگ ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو راستوں پر بیٹھ کر راہ جانے والوں کو تکلیف دیا کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((لا تقعدو بکل صراط تو عدون و تصدون عن سبیل الله))

''اے لوگو! راستہ پر اس طرح مت بیٹھو کہ تم لوگوں کو ڈراؤ اور اللہ تعالیٰ کے راستہ سے روکو۔''

(تفسیر در منثور، جلد نمبر ۴، صفحہ نمبر ۲۴)

غیبت کرنے والوں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کو مردار جانور کے گوشت کے ٹکڑے کھلائے جا رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''یہ کون لوگ ہیں۔؟''

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! یہ وہ لوگ ہیں جو چغل خوری کرتے تھے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((ولا تجسسوا و لا یغتب بعضکم بعضاً أیحب احد کم ان یأکل لحم اخیه میتاً فکر هتموه))

''ایک دوسرے کی جاسوسی مت کرو۔ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کسی کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے جبکہ وہ مردہ ہو، بلکہ تم نفرت کرو گے۔''

(اخبار القران، صفحہ نمبر ۲۶۲)

شرابیوں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے چہرے کالے اور آنکھیں نیلی تھیں۔ ان کا نچلا ہونٹ پاؤں پر لٹکتا تھا اور اوپر کا ہونٹ سر کے اوپر جاتا تھا۔ جہنم کی آگ کا زرد پانی آگ کے پیالوں میں انہیں پلایا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ پیپ اور خون ان کے منہ سے ٹپکتا تھا اور وہ گدھے کی طرح چیختے اور چلاتے تھے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''یہ کون لوگ ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے تھے۔''

ارشاد الٰہی ہے:

((یایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون))

''اے ایمان والو! بیشک شراب اور جوا اور بت اور فال کے تیر سب شیطانی کام ہیں، ایسے کاموں سے بچ کر رہا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔'' (اخبار القرآن، صفحہ نمبر ۲۶۲)

جھوٹی گواہی دینے والوں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا کہ ان کی زبانیں جڑ سے کھینچی جا رہی تھیں اور ان کی شکلیں مسخ ہو کر سور جیسی بن گئیں تھیں۔ وہ سر سے پاؤں تک عذاب میں گرفتار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''یہ لوگ کون ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو جھوٹی گواہی دیتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((واجتنبوا قول الزور))

''اور جھوٹی گواہی سے بچتے رہو۔'' (ریاض الازہار، صفحہ نمبر ۲۱۴)

سود خوروں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کے پیٹ سوج کر بڑی بڑی عمارتوں کی طرح ہو گئے تھے اور ان کے چہرے پیلے ہو گئے تھے۔ ان کے گردنوں میں طوق، ہاتھوں میں زنجیریں اور پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ جب چاہتے تھے کہ اٹھ کھڑے ہوں تو پیٹ کے پھولنے کے سبب گر جاتے تھے۔ وہ سر تا پا عذاب میں گرفتار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''یہ کون لوگ ہیں۔؟''

Marfat.com

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

((الذین یا کلون الربٰوا لا یقوموں الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس))

''اور وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن اس طرح اٹھیں گے جس طرح وہ شخص اٹھتا ہے جس کو شیطان نے چھوکر پاگل بنا دیا ہو۔''

(تفسیر درمنثور، جلد ۴، صفحہ نمبر ۱۴۲)

ناحق قتل کرنے والوں کا انجام:

دورانِ سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے لوگوں پر گزر ہوا جن کو فرشتے آگ کی چھریوں سے ذبح کر رہے تھے اوران کے گلے سے کالا خون بہتا تھا۔ وہ پھر زندہ ہو جاتے تھے تو پھر ذبح کیے جاتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((ومن یقتل مومناً متعمدًا فجزاءه جهنم خالدًا فیها غضب الله علیه ولعنه واعدله عذاباً عظیماً))

''جو شخص کسی ایماندار کو عمداً اور قصداً قتل کرتا ہے تو اس کی سزا دوزخ ہے، اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

(ریاض الازہار، صفحہ نمبر ۳۴۱)

دوسری جگہ فرمایا:

''جس نے ایک جان کو ناحق قتل کیا تو گویا اس نے پوری دنیا کو قتل کر دیا۔''

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 6:

دوسرے آسمان کی سیر

دوسرے آسمان کا دروازہ:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے۔ وہ آسمان نہایت ہی نورانی تھا۔ اس کا نام قیدم تھا اور اس کا دروازہ موتی کا اور قفل نور کا تھا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام آگے بڑھے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان نے کہا:

''کون۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''جبرائیل۔''

دربان نے کہا:

''آپ کے ساتھ کون ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''محمد رسول اللہ ہیں۔''

دربان نے پوچھا:

''کیا ان کو بلایا گیا ہے۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''ہاں! ان کو بلایا گیا ہے۔''

دربان نے کہا:

''الحمد للہ! آپ تشریف لائے۔''

پھر دروازہ کھول دیا۔

پہلے اور دوسرے آسمان کے درمیان فاصلہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ہم چشم زدن میں دوسرے آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ آسمان دنیا اور اس آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ تھا اور اتنا ہی اس کا موٹاپا تھا۔

جبرائیل امین نے دوسرے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا تو انہوں نے پوچھا:

''کون؟''

Marfat.com

جبرائیل نے فرمایا:

''جبرائیل۔''

فرشتوں نے پوچھا:

''تمہارے ساتھ کون ہیں۔؟''

جبرائیل نے کہا:

''محمد۔''

فرشتوں نے پھر کہا:

''انہیں بلایا گیا ہے؟''

جبریل امین نے اثبات میں جواب دیا۔فرشتوں نے کہا:

''آپ کو اور آپ کے ساتھی کو خوش آمدید ہو۔''

یہ کہہ کر فرشتوں نے ہمارے لئے دروازہ کھول دیا۔ہم اندر چلے گئے۔وہ ایک لوہے کا آسمان تھا جس میں کسی قسم کا کوئی جوڑ اور درازیں وغیرہ کچھ نہیں تھا۔اس کا نام ماعون ہے۔

دوسرے آسمان کا دربان:

دوسرے آسمان کے دربار کا نام اسرافیل ہے اور اس کے تابع دو لاکھ فرشتے خادم مقرر ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا تو تمام نے نہایت تعظیم کے ساتھ سلام کا جواب دیا۔ان کی تسبیح یہ تھی:

((سبحان الله كلما سبح اللهم سبح و الحمد لله كلما هل الله مهلل و الله اكبر كلما كبر الله مكبرا)) (رياض الازهار، صفحه نمبر ۲۱۵)

دوسرے آسمان کے فرشتوں کی عبادت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آسمان پر فرشتوں کو دیکھا کہ صف بستہ حالت رکوع میں یہ تسبیح کہہ رہے تھے:

((سبحان الوارث الواسع سبحان الذى يدرك الابصار سبحن العظيم العليم))

جبرائیل نے عرض کیا:

''یہ فرشتے جب سے پیدا ہوئے رکوع میں ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دوسرے آسمان کے فرشتوں کی یہی عبادت ہے۔؟''

اس نے عرض کیا:

Marfat.com

”ہاں! یارسول اللہ! اس آسمان کے فرشتوں کی یہی عبادت ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت کو اس عبادت کا ثواب عطا فرمائے۔“

چنانچہ آپ نے اس وقت دعا کی تو آپ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے نماز میں رکوع کو فرض کر دیا۔ (معارج النبوۃ، جلد ۳، صفحہ نمبر ۱۳۷)

قاسم فرشتہ سے ملاقات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے آسمان پر دیکھا کہ ایک ایسا فرشتہ ہے جس کے ستر سر تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اس فرشتے کے ستر ہزار سر تھے اور ہر سر میں ستر ہزار منہ تھے اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں تھی اور ہر زبان کی ستر ہزار لغتیں (بولیاں) تھی اور ہر لغت دوسری لغت سے نہ ملتی تھی۔ اس کی تسبیح یہ تھی:

((سبحان الخالق العظيم سبحان الله وبحمده))

”پاک ہے خالق عظیم۔ اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اس کی حمد کے ساتھ۔“

رسول اللہ علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس فرشتہ کے بارے میں پوچھا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

”یہ فرشتہ لوگوں کو روزی پہنچانے پر مامور ہے۔ ہر شخص کا جو رزق مقسوم ہے ہر روز اس کو پہنچاتا ہے۔ اس فرشتے کا نام قاسم ہے۔“ (معارج النبوۃ، جلد ۳، صفحہ نمبر ۱۳۷)

اسلام کی مدد کرنے والا فرشتوں کا لشکر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے دوسرے آسمان پر فرشتے عمدہ گھوڑوں پر سوار دیکھے جو اپنے جنگجو ہاتھوں میں تلوار اٹھائے ہوئے تھے۔ میں نے دریافت کیا:

”جبرائیل امین! یہ کون ہیں؟“

جبرائیل نے عرض کیا:

”یہ مالک وکون ومکان کے فرشتوں کا ایک لشکر ہے جن کو قیامت کے دن تک اللہ رب العزت نے اسلام کی مدد کے لئے پیدا کیا ہے۔“

سیدنا عیسیٰ وسیدنا یحییٰ سے ملاقات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فرشتوں کے گروہ سے گزرے تو آپ نے دو نوجوان دیکھے جو ہم شکل تھے اور آمنے سامنے دو سونے کی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ان کا حال دریافت کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

”یہ دونو جوان حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں جو کہ آپس میں رشتہ کے لحاظ سے خالہ

Marfat.com

زاد بھائی ہیں۔"

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

"آپ ان کو سلام کیجئے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا:

"مرحبا! نیک بھائی کو اور نیک نبی کو۔"

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کو بہت سی خوشخبریاں سنائیں اور ان خصوصیات کا ذکر کیا جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے آپ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی:

((سبحان الحنان المقان سبحن المبدی المعین))

(معارج النبوۃ، جلد۳، صفحہ نمبر ۱۳۷)

حضرت یحییٰ و عیسیٰ کو نماز پڑھانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوسرے آسمان پر میں نے دو ہم شکل نوجوانوں کو دیکھا۔ میں نے دریافت کیا:

"جبرائیل! یہ کون ہیں؟"

انہوں نے کہا:

"ان دونوں میں ایک تو یحییٰ بن ذکریا ہیں اور دوسرے عیسیٰ بن مریم۔ آپ ان کے قریب ہو کر انہیں سلام کریں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے قریب ہو کر ان کو سلام کیا تو انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لمبے بال، خوبصورت چہرہ، سفید رنگ سرخی آمیز تھا اور یحییٰ علیہ السلام کے چہرے پر میں نے خشوع و عاجزی کا نشان پایا۔ میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیتے ہوئے میرے رب کی طرف سے مجھے جو اعزاز ملا اس پر مجھے مبارک باد دی اور کہا:

"اے محمد! تجھے بشارت ہو! قیامت تک تجھ میں اور تیری امت میں کامل بھلائی ہوگی۔"

میں نے کہا:

"حمد و شکر ہے میرے پروردگار کا۔"

پھر جبرائیل امین نے مجھے امامت کے لئے کہا تو میں نے ملت ابراہیم خلیل اللہ پر ان دونوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 7:

تیسرے آسمان کا سفر

تیسرے آسمان کا دروازہ:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیسرے آسمان پر تشریف لے گئے۔ اس آسمان پر سفید موتی سے زیادہ روشن اور چمکدار نورانی قندیلیں رکھی ہوئی تھیں۔ اس آسمان کا نام زیلون تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آگے بڑھے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان نے کہا:

''کون۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''جبرائیل۔''

دربان نے کہا:

''آپ کے ساتھ کون ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''محمد رسول اللہ ہیں۔''

دربان نے پوچھا:

''کیا ان کو بلایا گیا ہے۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''ہاں! ان کو بلایا گیا ہے۔''

پس دربان نے دروازہ کھول دیا۔

دوسرے اور تیسرے آسمان کا درمیانی فاصلہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ہم پلک جھپکنے میں تیسرے آسمان پر چلے گئے، دوسرے اور تیسرے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ تھا اور اتنا ہی اس کا عمق۔ جبرائیل علیہ السلام نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو فرشتوں نے پوچھا:

''کون؟''

جبرائیل علیہ اسلام نے کہا:

''جبرائیل۔''

Marfat.com

پوچھا گیا:
''تمہارے ساتھ کون ہیں۔؟''
جبرائیل نے فرمایا:
''محمد۔''
فرشتوں نے کہا:
''آپ کو اور آپ کے ساتھی کو خوش آمدید ہو۔''
پھر فرشتوں نے دروازہ کھول دیا اور ہم اندر چلے گئے۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ تانبے کا آسمان تھا، اس کا نام ضرینہ ہے۔

تیسرے آسمان کا دربان:

تیسرے آسمان کے دربان کا نام کائیل ہے۔ تین لاکھ فرشتے اس کے ماتحت ہیں جن کی تسبیح یہ ہے:

((سبحان المعطی الوهاب الفتاح العظیم سبحان المجید لمن دعاه))

(ریاض الزہار، صفحہ نمبر ۲۱۶)

تیسرے آسمان کے فرشتوں کی عبادت:

تیسرے آسمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے فرشتے دیکھے جو صف بستہ سجدہ میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ نے ان کو سلام کہا۔ انہوں نے سر اٹھایا اور آپ کے سلام کا جواب دیا اور پھر سجدہ میں چلے گئے۔ وہ سجدہ میں یہ تسبیح کہتے تھے:

((سبحان الخالق العلیم سبحان الذی لا مقرو لا ملجا الا الیه سبحان العلی الاعلی))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:
''اس آسمان کے فرشتوں کی یہی عبادت ہے۔؟''
حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:
''ہاں! یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ آپ کی امت کو اسی طرح کی عبادت عطا فرمائے۔''
حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے ہر رکعت میں دو سجدے فرض کیے، اس لیے کہ ان فرشتوں نے سلام کا جواب دینے کیلئے سجدہ سے سر اٹھایا اور پھر دوبارہ سجدہ میں چلے گئے۔

(معارج النبوۃ، جلد ۳، صفحہ نمبر ۱۲۸)

Marfat.com

متکبرین کا انجام:

تیسرے آسمان کی سیر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک فرشتہ کرسی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے ستر ہزار پر ہیں اور اگر وہ ایک پر کو پھیلائے تو مشرق سے مغرب تک تمام جہان کو گھیر لے۔ اس فرشتہ کے اردگرد بھی بڑی جسامت والے اور قد آور فرشتے تھے، یہاں تک کہ ان میں سے ایک کا طول و قامت بارہ سو برس کی راہ تھا۔ وہ فرشتے لوگوں کے ایک گروہ کو آتشی گرزوں سے اس طرح عذاب دے رہے تھے کہ جب ان کو گرز مارتے ہیں تو ان سب کے اجسام ریزہ ریزہ ہو جاتے، پھر اصل حالت میں ہو جاتے ہیں۔ وہ پھر دوبارہ ان کو مارتے تو ان کے جسم پھر ریزہ ریزہ ہو جاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس فرشتہ کا نام اور ان لوگوں کے عذاب کا سبب دریافت کیا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''اس فرشتہ کا نام ضوصائیل ہے اور جن کو عذاب دیا جا رہا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو جبر اور تکبر کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کو اس کے تمام خادموں کے ساتھ ان پر مقرر کر دیا ہے تا کہ قیامت تک ان کو عذاب دیتے رہیں۔''

اس فرشتہ کی تسبیح یہ تھی:

((سبحان من هو فوق الجبارين سبحان من هو فوق المسلطين لمن عصاه))

(معارج النبوۃ، جلد نمبر ۳، صفحہ نمبر ۱۳۹)

مجالس ذکر کے متلاشی فرشتوں کا گروہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے تیسرے آسمان میں سبز جھنڈے والے فرشتوں کو دیکھا۔ میں نے جبرائیل امین سے پوچھا:

''یہ کون ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''یہ شب قدر اور ماہ رمضان کے فرشتے ہیں۔ یہ مجلس ذکر شہداء اور جماعتوں کی مجالس کی تلاش میں لگے رہتے ہیں اور یہ رات کے نمازیوں پر سلام بھیجتے ہیں۔''

حضرت یوسف سے ملاقات:

تیسرے آسمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوسف علیہ السلام کو دیکھا کہ وہاں عبادت میں مشغول ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے!''

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دے کر معانقہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی مہربانیوں کی خوشخبری سنائی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی:

((سبحان الکریم الا کرم سبحان الجلیل الا جل سبحان الفرد الواتر سبحان الا بد الابد)) (ریاض الازھار، صفحہ نمبر ۲۱۷)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جو اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ خوبصورت ہے اور سب لوگوں پر حسن میں ایسے فضیلت رکھتا ہے جیسے چودھویں رات کا چاند ستاروں پر فوقیت رکھتا ہے۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام تھے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک نورانی کرسی پر ایک نوجوان لڑکا دیکھا۔ اس کے چہرے سے نور چمک رہا تھا۔ اس کی صورت چودھویں رات کی چاند کی طرح روشن تھی۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ نوجوان کون ہے؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ یعقوب علیہ السلام کے لخت جگر یوسف علیہ السلام ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال کے لحاظ سے حسینوں پر ایسی فضیلت و برتری دی ہے جیسے چاند کو ستاروں پر۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے قریب ہو کر سلام کیا اور انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور میرے اللہ عزوجل کی طرف سے میرے اعزاز و اکرام میں مجھے مبارک باد دی اور مجھے کہا:

''صالح بھائی! ناصح نبی! آپ کو خوش آمدید۔!''

حضرت داؤد و سلیمان سے ملاقات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے تیسرے آسمان پر ایک بوڑھے اور ایک نوجوان کو دیکھا۔ میں نے کہا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟''

جبرائیل نے کہا:

''یہ داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام ہیں۔ آپ ان دونوں کے قریب ہو کر سلام کریں۔''

میں نے قریب ہو کر دونوں کو سلام کیا۔ ان دونوں نے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہوئے میرے رب کی طرف سے میرے اعزاز و تکریم پر مجھے مبارکباد دی اور انہوں نے کہا:

Marfat.com

''اے محمد! تجھے بشارت ہو! قیامت تک آپ کی اور آپ کی امت میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔''

فرشتوں کو نماز پڑھانا:

پھر فرشتوں نے صفیں باندھیں اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے امامت کے لئے آگے کیا۔ میں نے ملت ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھائی۔

☆☆☆

باب نمبر 8:

چوتھا آسمان

چوتھے آسمان کا دروازہ:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چوتھے آسمان پر تشریف لے گئے۔ یہ آسمان مثل مروارید سفید کے چمکتا تھا۔ اس آسمان کا نام زاہرہ ہے۔ اس کا دروازہ نور کا ہے اور قفل بھی نور کا لگا ہوا ہے۔ اس پر نور سے لکھا ہوا ہے:

((لا الٰه الا الله محمد رسول الله))

حضرت جبرائیل علیہ السلام آگے بڑھے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان نے کہا:

''کون۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''جبرائیل۔''

دربان نے کہا:

''آپ کے ساتھ کون ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''محمد رسول اللہ ہیں۔''

دربان نے پوچھا:

''کیا ان کو بلایا گیا ہے۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''ہاں! ان کو بلایا گیا ہے۔''

پس دربان نے دروازہ کھول دیا۔

Marfat.com

چاندی کا آسمان:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ہم آنکھ جھپکنے سے پہلے چوتھے آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ چوتھے اور تیسرے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ تھا اور اتنا ہی اس کا عمق۔ جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے دروازے پر دستک دی۔ پوچھا گیا:

"کون؟"

جبرائیل امین نے فرمایا:

"جبرائیل۔"

پوچھا گیا:

"آپ کے ساتھ کون ہیں۔؟"

فرمایا:

"محمد۔"

فرشتوں نے کہا:

"آپ کو اور آپ کے ساتھی کو خوش آمدید ہو۔"

پھر انہوں نے دروازہ کھول دیا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ یہ سفید چاندی کا آسمان تھا۔ اسے زاہرہ کہا جاتا ہے۔ میں نے اس میں اپنے رب العزت کے عجائبات سے مختلف قسم کے فرشتے دیکھے۔

چوتھے آسمان کا دربان:

چوتھے آسمان کے دربان کا نام موضوئیل ہے۔ چار لاکھ فرشتے اس کے تابع ہیں، جن کی تسبیح یہ ہے:

((سبحان خالق الظلمات والنور سبحان خالق الشمس والقمر المنير سبحان الرفيق الاعلى))

چوتھے آسمان کے فرشتوں کی عبادت:

اس آسمان پر فرشتے دوزانوں (قعدہ میں) بیٹھے ہوئے یہ تسبیح پڑھ رہے تھے:

((سبحان الروف الرحيم سبحان النور المبين سبحان الذى لا يخفى عليه شى سبحان رب العالمين))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا:

"کیا چوتھے آسمان پر رہنے والوں کی یہی عبادت ہے۔؟"

Marfat.com

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''ہاں! یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اس طرح کی عبادت کا حصہ آپ کی امت کو عطا ہو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آخری قعدہ نماز میں فرض کر دیا۔

(معارج النبوت، صفحہ نمبر ۱۳۹)

سورج:

چوتھے آسمان کی سیر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کو ملاحظہ فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سورج کا طول وعرض اسی ہزار برس کی راہ ہے۔ ہر روز تین لاکھ ساٹھ ہزار فرشتے اس کو مشرق سے مغرب میں لاتے ہیں۔ پھر وہ فرشتے عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں اور دوسرے دن اور فرشتے اس قدر آ جاتے ہیں اور یہی کام کرتے ہیں۔ قیامت تک ان کی فرشتوں کی دوبارہ باری نہیں آئے گی۔

حضرت عزرائیل سے ملاقات:

چوتھے آسمان کی سیر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فرشتہ دیکھا جو نہایت غمگین صورت میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں سے انوار چمک رہے تھے۔ جس کرسی پر وہ بیٹھا ہوا تھا اس کرسی کے چار گوشے تھے اور ہر گوشہ کے ساٹھ لاکھ پائے تھے۔ اس کرسی کے آس پاس بہت فرشتے کھڑے تھے، جن کی تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دائیں طرف ایسے فرشتے کھڑے تھے جو نورانی چہرے والے، سبز پوش اور عنبر کی خوشبو والے تھے، نرمی سے بات کرنے والے اور بہت ہی خوبصورت اور نیک خصلت تھے جن کو دیکھ کر جی خوش ہو جائے۔ اور اس فرشتے کے بائیں طرف ایسے فرشتے کھڑے تھے جن کے چہرے سیاہ تھے، وہ بہت ہی تند خو تھے، تسبیح کے وقت ان کے منہ سے آگ کے شعلے اس قدر نکلتے تھے کہ کسی کو ان کی جانب نظر اٹھا کر دیکھنے کی طاقت نہ تھی۔

اس بڑے فرشتے کے سامنے ایک تختہ تھا جسے ہر وقت دیکھتا رہتا ہے اور اس سے نظر نہیں اٹھاتا اور سبز پتوں کا ایک بہت بڑا درخت ہے جس کے اتنے پتے ہیں کہ ان کی گنتی سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور ہر ایک پتہ پر ایک آدمی کا نام لکھا ہوا ہے۔

اس فرشتہ کے سامنے ایک تھال بھی رکھا ہوا ہے اور وہ فرشتہ ہر ساعت میں ہاتھ کو بڑھاتا ہے اور ہاتھ میں کچھ چیز لے کر کبھی دائیں طرف والے فرشتوں کو دیتا ہے اور کبھی بائیں طرف والے فرشتوں کو۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! اس فرشتے کا نام عزرائیل ہے۔''

اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آگے جا کر اس کو مطلع کیا کہ اے عزرائیل! یہ نبی آخر الزماں ہیں۔

Marfat.com

تب اس نے سر اٹھایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دیکھ کر تبسم کیا اور تعظیم کیلئے کھڑا ہو گیا اور کہا:

''خوش آمدید ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے زیادہ پیارا پیدا نہیں کیا اور کوئی امت آپ کی امت سے زیادہ فضیلت والی نہیں۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔''

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''ارشاد فرمائیے کیا فرمان ہے۔؟''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا:

''آپ غمگین صورت میں کیوں نظر آتے ہیں۔؟''

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''میرے ذمہ روحوں کے قبض کرنے کا کام سپرد ہے اور میں ہر وقت ڈر کے مارے غمگین صورت رہتا ہوں کہ اللہ کرے میری خدمت قبول ہو جائے اور اس میں قصور سرزد نہ ہو جائے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تمہارے سامنے یہ تھال کیا ہے؟ اور یہ تختہ کیسا ہے اور اس درخت کا کیا مقصد ہے۔؟''

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ تھال مثل تمام دنیا کے ہے کہ تمام جہاں میری قدرت میں ایسے ہے جیسے یہ تھال میرے سامنے ہے اور یہ تختہ زندگی کی معیاد اور موت کا وقت بتلاتا ہے اور اس درخت کے ہر پتہ پر نیک یا گناہ گار کا نام لکھا ہوا ہے۔ جب وہ بیمار ہو جاتا ہے تو وہ پتہ جس پر اس کا نام درج ہے، زرد ہو جاتا ہے اور جس وقت اس کی موت آجاتی ہے وہ پتہ خشک ہو کر اس تختہ پر گر جاتا ہے۔ میں اس کا نام تختہ سے کاٹ کر ہاتھ دراز کرتا ہوں اور اس بندہ کی روح قبض کر لیتا ہوں۔ خواہ مشرق میں یا مغرب میں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''یہ فرشتے دائیں بائیں کس کام میں لگے ہوئے ہیں۔؟

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''دائیں طرف والے رحمت کے فرشتے ہیں۔ جب کسی نیک آدمی کی روح قبض کرتا ہوں تو ان کے حوالے کر دیتا ہوں اور بائیں طرف والے عذاب والے فرشتے ہیں، جب کسی برے انسان کی روح قبض کرتا ہوں تو بائیں طرف والے فرشتوں کے سپرد کر دیتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

''یہ فرشتے کس قدر ہوں گے۔؟''

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''ان کی گنتی کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے، لیکن روح کے قبض کا وقت ہوتا ہے تو چھ لاکھ رحمت کے فرشتے اور چھ لاکھ عذاب کے فرشتے آجاتے ہیں۔ پھر میں نیک کی روح کو رحمت کے فرشتوں کے حوالے کرتا ہوں اور برے روح کو عذاب کے فرشتوں کے حوالے کرتا ہوں۔ پھر قیامت تک یہ فرشتے دوبارہ حاضر نہیں ہوں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے عزرائیل! کیا ہر جاندار کی روح قبض کرنے کو آپ خود جاتے ہیں یا کسی دوسرے فرشتے کو بھیج دیتے ہیں۔؟''

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''جس دن سے میں یہاں آکر ٹھہرا ہوں میں کبھی اس جگہ سے نہیں ہلا لیکن ستر ہزار فرشتے میرے ماتحت ہیں اور پھر ہر فرشتے کے تابع ستر ہزار فرشتے ہیں۔ جب کسی بندہ کی روح قبض کرنے کا وقت آتا ہے تو میں ان کو بھیج دیتا ہوں تاکہ وہ اس بندہ کی روح کو قبض کر کے لے آئیں۔ اس کے بعد میں خود ہاتھ بڑھا کر کام پورا کر لیتا ہوں۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''اے مقرب فرشتے! میں تجھ سے ایک درخواست کرتا ہوں اگر قبول کرے تو کہوں؟''

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''آپ فرمایئے میں بدل وجان اس بات کو قبول کروں گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میری امت کے ساتھ سہولت اور آسانی کا معاملہ کیا کرو۔''

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''مجھے اللہ تعالیٰ کی عزت اور اس کے جلال کی قسم ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر رات دن میں ستر ہزار مرتبہ حکم فرماتا ہے کہ اے عزرائیل! میرے حبیب کی امت پر سختی نہ کرنا اور بہت نرمی کرنا۔ بنا بریں عرض ہے کہ میں ان پر بہت مہربان ہوں۔''

(ریاض الازہار، صفحہ نمبر ۳۱۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میں نے عجیب الخلقت اور عجیب منظر والا فرشتہ دیکھا۔ اس کے دونوں پاؤں ساتوں آسمان کی سرحدوں تک پہنچے ہوئے تھے اور سر عرش

Marfat.com

کے نیچے تھا وہ ایک نورانی کرسی پر جلوہ افروز تھا۔ اس کے دائیں بائیں والے فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر رہتے۔ اس کی دائیں جانب لوح محفوظ اور بائیں جانب بہت بڑا درخت تھا مگر وہ فرشتہ کبھی ہنستا نہیں۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''یہ لذات کا قاطع، جماعتوں میں جدائی ڈالنے والا، گھر بار ویران کرنے والا، عورتیں بیوہ کرنے والا، دوستوں کو مصیبت زدہ بنانے والا، آباد گھروں کے دروازے بند کرنے والا، روشنیوں کو تاریک کرنے والا اور نوجوانوں کو اچک لینے والا ہے۔ یہ موت کا فرشتہ عزرائیل ہے۔ یہ اور داروغہ جہنم کبھی بھی نہیں ہنستے۔ آپ قریب ہو کر انہیں سلام کریں۔''

میں نے قریب ہو کر سلام کیا تو اس نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا اور نہ ہی سر اٹھایا۔ جبرائیل امین نے اس سے پوچھا:

''تم نے کائنات کے سردار اور حبیب کبریا کو سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔''

اس نے جبرائیل امین کی آواز سنی تو اچھل کر کھڑا ہو گیا اور سلام کا جواب دیا اور میرے رب کی طرف سے میرے اعزاز پر مجھے مبارک باد دی اور کہا:

''اے محمد! آپ کو بشارت ہو کہ قیامت تک آپ میں اور آپ کی امت میں نیکی ہی نیکی رہے گی۔''

پھر میں نے اس سے پوچھا:

''اے عزرائیل! یہ تیری رہائش گاہ ہے۔؟''

اس نے کہا:

''جی ہاں۔ جب سے میرے رب نے مجھے پیدا کیا ہے اس وقت سے قیامت تک میرا یہی مقام ہے۔''

پھر میں نے اس سے پوچھا:

''یہاں ہوتے ہوئے آپ ارواح کیسے قبض کرتے ہیں؟''

تو انہوں نے کہا:

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ قدرت دے رکھی ہے اور پانچ ہزار فرشتے میرے ماتحت کر رکھے ہیں۔ میں ان کو زمین میں پھیلا دیتا ہوں تو پھر جب کوئی اپنے وقت کو پہنچ جائے اور اپنا مقسوم (رزق) پورا کر لے اور اس کی زندگی کا وقت ختم ہو جائے تو میں اس کی طرف چالیس فرشتے بھیج دیتا ہوں جو اس کی روح مضبوط پکڑ کر رگوں، پٹھوں، گوشت اور خون سے باہر کھینچ لاتے ہیں اور روح کو اس کے ناخنوں کے سروں سے پکڑ لیتے ہیں، حتیٰ کہ روح گھٹنوں تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر فرشتے ساعت بھر میت کو آرام دیتے ہیں، پھر ناف تک کھینچ لاتے ہیں، پھر ساعت بھر میت کو آرام دے کر حلقوم تک لے آتے ہیں اور وہ خرخر کرنے لگ

Marfat.com

جاتا ہے۔ پھر میں روح کو پکڑ کر کھینچ نکالتا ہوں جیسے آٹے سے بال۔ جب روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے تو آنکھیں گڑ کر رہ جاتی ہیں اور ٹکٹکی لگائے دیکھتی ہیں، کیونکہ یہ روح کے تعاقب میں لگی ہوتی ہیں۔ میں روح کو ان دو تھیلوں میں سے کسی میں قبض کر لیتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عزرائیل کے ہاتھ میں ایک نورانی تھیلا تھا اور اور ایک بھدا اور ناپسندیدہ۔ عزرائیل پاکیزہ روح کو نورانی تھیلے میں قبض کر کے مقام علیین میں چھوڑ دیتا ہے اور روح خبیثہ کو بدھے تھیلے میں قبض کر کے مقام سجین میں چھوڑ دیتا ہے۔ سجین بہت بڑی چٹان ہے جو نہایت ہی سیاہ ہے جو سب سے نچلی ساتویں زمین کے نیچے ہے، اس میں کفار و فجار کی ارواح ہوتی ہیں۔ میں نے عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''تجھے کسی کے مرنے اور نہ مرنے کا وقت کیسے معلوم ہوتا ہے۔؟''

انہوں نے کہا:

''اے محمد! ہر انسان کے آسمان میں دو دروازے ہیں، ایک دروازے سے اس کا رزق اترتا ہے اور دوسرے دروازے سے اس کے عمل چڑھتے ہیں اور یہ میرے دائیں جو درخت ہے اس کا ایک پتا بھی ایسا نہیں جس پر اولاد آدم میں سے کسی کا نام نہ لکھا ہو، چاہے مرد ہو یا عورت، تو جب کوئی قریب مرگ ہو تو جس پتے پر اس کا نام ہوتا ہے وہ زرد پڑ جاتا ہے اور اس دروازے پر آگرتا ہے جس سے اس کا رزق اترتا ہے اور لوح محفوظ میں اس پر سیاہ نشان لگا دیا جاتا ہے تو میں جان لیتا ہوں اس کی روح قبض کرنی ہے تو پھر میں اس پر ایک غضب ناک نگاہ ڈالتا ہوں جس سے اس کا جسم تھرتھرا اٹھتا ہے اور میرے خوف کی وجہ سے اس کے دل کی حرارت بڑھ جاتی ہے تو وہ صاحب فراش ہو جاتا ہے۔ پھر میں اس کی طرف چالیس فرشتوں کو بھیج دیتا ہوں جو اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔''

میں نے کہا:

''اے عزرائیل! اپنی اصل شکل وصورت جس سے تو ارواح قبض کرتا ہے وہ مجھے دکھا۔''

انہوں نے کہا:

''آپ اسے نہیں دیکھ سکتے۔''

میں نے کہا:

''تجھے قسم ہے اگر تو نہ دکھائے۔''

اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا:

''میرے حبیب کی مخالفت نہ کیجئے۔''

یہ سنتے ہی ملک الموت ارواح قبض کرنے والی صورت میں جلوہ گر ہو گئے تو جب عزرائیل نے اپنی اصل

Marfat.com

شکل وصورت کے ساتھ مجھے دیکھا تو میں نے تمام دنیا کو اپنے سامنے ایسے پایا جیسے تم میں سے کسی کے پاس ایک درہم ہو تو وہ اُسے جیسے چاہے الٹ پلٹ کر رکھ دے۔اس کی اس ہیبت ناک شکل صورت کو دیکھ کر میرا دل لرزا اور کانپنے لگا۔جبرائیل علیہ السلام نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا تو میں اپنی اصلی حالت پر لوٹ آیا۔جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''یا محمد! قبر کے بعد قبر کی تاریکی، وحشت اور منکر نکیر کے سوالات ہی زیادہ وحشت انگیز ہیں۔''

حضرت ابراہیم سے گفت وشنید:

بعض روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات چوتھے آسمان پر ہوئی تھی۔چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں چوتھے آسمان پر ملک الموت کو چھوڑ کر تھوڑا سا آگے چلا تو میں نے روشن چہرے والے اور کامل العقل آدمی کو دیکھا۔اس نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا۔میں نے کہا:

''جبرائیل یہ کون ہے؟''

انہوں نے کہا:

''یہ آپ کے جد امجد ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔قریب ہو کر انہیں سلام کیجئے۔''

میں نے ان کے قریب ہو کر انہیں سلام کیا۔انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور مجھے میرے رب کی طرف سے اعزاز واکرام پر مبارک باد دی اور فرمایا:

''صالح بیٹے کو خوش آمدید ہو۔اے محمد! تجھے بشارت ہو! اے محمد! قیامت تک تجھ میں اور تیری امت میں تمام خیر ہی خیر ہے اور بیشک تیرا بھائی جبرائیل تجھے تیرے رب کی طرف اٹھالے جائے تاکہ تیرا عمدہ اور مکرم ہونا لوگوں پر ظاہر کرے۔''

میں نے کہا:

''آپ کے یہاں تشریف فرما ہونے کا مقصد کیا؟''

فرمایا:

''میں اولاد آدم کے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہوں جو شخص لا اللہ اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے میں نے اس سے جمیل تر، کامل تر، روشن تر، تروتازہ تر حسین و پاک وصاف تر کسی کو بھی نہیں دیکھا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میرا دل باغ باغ ہو گیا اور میں نے اس اعزاز پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم اور ملائکہ کی امامت کرانا:

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''آگے بڑھ کے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور ملائکہ کو دو رکعت نماز پڑھائیں۔''

میں آگے بڑھا اور انہیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

حضرت ابراہیم سے ملاقات:

اکثر روایات میں ہے کہ ساتویں آسمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا:

((مرحبا یا نبی الصالح و ابن الصالح))

''اے نیک نبی اور نیک بیٹے! آپ کو خوش آمدید ہو۔''

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

''آپ اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہیے گا اور یہ پیغام دیجیے گا کہ جنت کی زمین بہت عمدہ ہے، اس میں بے شمار درخت لگاؤ اور پھر اس کے باغات کے میوہ جات چنو اور ان درختوں کے لگانے کی تسبیح یہ ہے:

((سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر))

(المعراج، از عبدالباسط فاخوری مفتی بیروت، صفحہ نمبر ۱۱)

اس کو حدیث غراس کہتے ہیں کیونکہ غراس کے معنی درخت لگانے کے ہیں اور یہ حدیث سنن ترمذی میں بھی موجود ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

((ولمن خاف مقام ربه جنتان))

''جو کوئی اپنے رب سے ڈر گیا اس کیلئے دو جنتیں ہوں گی۔''

سیدنا ادریس سے ملاقات:

حضرت ادریس علیہ السلام چوتھے آسمان پر موجود تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قریب پہنچے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ آپ ان کو سلام کیجیے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا:

''مرحبا! اے صالح بھائی اور صالح نبی۔''

Marfat.com

اس کے بعد حضرت ادریس علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بھلائی کی دعا کی۔
(صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ نمبر ۵۴۹) (صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ نمبر ۹۱)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا اس کے چہرے سے نور کی شعاعیں بلند ہو رہی تھیں اور اس کا دل خشیتِ الٰہی سے لبریز تھا۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟''

جبرائیل امین نے کہا:

''یہ آپ کے بھائی حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ ان کے مرتبہ کو اللہ رب العزت نے بہت بلند کیا ہے۔ انہیں سلام کیجئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قریب ہو کر سلام کہا، انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے آپ اور آپ کی امت کے لئے بخشش کی دعا کی۔

☆☆☆

باب نمبر 9:

قدم آسمان پنجم پر

پانچویں آسمان کا دروازہ:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے۔ اس آسمان کا نام صافیہ ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آگے بڑھے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان نے کہا:

''کون۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''جبرائیل۔''

دربان نے کہا:

''آپ کے ساتھ کون ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''محمد رسول اللہ ہیں۔''

دربان نے پوچھا:

''کیا ان کو بلایا گیا ہے۔؟''

Marfat.com

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''ہاں! ان کو بلایا گیا ہے۔''

پس دربان نے دروازہ کھول دیا۔

چوتھے اور پانچویں آسمان کا درمیانی سفر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ہم آنکھ جھپکنے سے پہلے پانچویں آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ چوتھے اور پانچویں آسمان کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا ہے اور اتنا ہی اس کا عمق۔ جبرائیل علیہ السلام نے اس کے دروازے کو دستک دی۔ پوچھا گیا:

''کون؟''

جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''جبرائیل۔''

پوچھا گیا:

''تمہارے ساتھ کون ہے۔؟''

کہا:

''محمد۔''

فرشتوں نے کہا:

''تجھے اور تیرے ساتھی کو خوش آمدید ہو۔''

انہوں نے ہمارے لئے دروازہ کھول دیا اور ہم اندر چلے گئے۔ میں نے دیکھا کہ یہ سرخ سونے کا آسمان ہے، اس کا نام میرہ ہے۔

پانچویں آسمان کا دربان:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچویں آسمان کے دربان کو سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا۔ اس دربان کے ماتحت پانچ لاکھ فرشتے مقرر ہیں۔ ان کی تسبیح یہ ہے:

((قدوس قدوس رب الارباب سبحن ربنا الا علیٰ الاعظم قدوس قدوس رب الملائکة والروح))

پانچویں آسمان کے فرشتوں کی عبادت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچویں آسمان پر فرشتوں کو دیکھا کہ سب خشوع وخضوع کے ساتھ کھڑے ہیں اور

Marfat.com

بلند آواز سے یہ تسبیح کہہ رہے ہیں:

((سبحان القاضی الاکبر و سبحان العدل الذی لا یجور))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''کیا ان کی یہی عبادت ہے۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''ہاں! آپ بھی اپنی امت کیلئے دعا کیجئے کہ آپ کی امت کو بھی یہ عبادت نصیب ہو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کیلئے نماز میں خشوع کا حکم نازل فرمایا:

فرمان الٰہی ہے:

((قد افلح المومنون الذین هم فی صلوتهم خاشعون))

(سورۃ المومنون، آیت نمبر 1 اور 2)

''تحقیق ایمان والے فلاح پا گئے جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔''

(معارج النبوت، جلد ۳، صفحہ نمبر ۱۴۳)

مشرکوں کا انجام:

پانچویں آسمان کے سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے فرشتے کے پاس سے گزرے کہ جس کا قد را تنا بڑا تھا کہ اگر چاہے تو تمام مخلوق کو ایک لقمہ بنا کر کھا لے۔ اس کے آس پاس بہت فرشتے تھے جن کے سر عرش کے نیچے اور پاؤں تحت الثریٰ تک پہنچے ہوئے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں آتشی گرز تھا۔ ان فرشتوں کے سامنے لوگوں کا ایک گروہ تھا جن کے جسموں پر آگ کا لباس تھا۔ یہ فرشتے ان لوگوں کو گرز مارتے تھے، جس سے ان کے گوشت پوست پر آگ کے شعلے بھڑکتے تھے۔ پھر جل کر نیست و نابود ہو جاتے تھے، جیسے تھے ہی نہیں۔ پھر درست ہو جاتے اور فرشتے پھر سے گرز مارتے اور یہ سلسلہ جاری رہتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''یہ کون لوگ ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ شرک کرنے والے لوگ ہیں جو بتوں سے اپنی حاجتیں مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس فرشتہ کو مع اس کے تابعداروں کے ان پر مسلط کیا ہے، تا کہ اس قسم کا عذاب ہمیشہ دیتے رہیں۔''

اس فرشتے اور اس کے تابعداروں کی تسبیح یہ تھی:

((سبحان الله الواحد الاحد سبحان الصمد الغفار سبحان الذی لم یلد و

Marfat.com

ولم یولد و لم یکن له کفوا احد))

دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس میں اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے ایک بڑے فرشتے کو دیکھا۔ اس کی بڑائی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے یہ حکم دیتا کہ وہ ایک ہی دفعہ سات آسمان نگل جائے تو اس کی جسامت کے پیش نظر اس کے لئے یہ آسان کام ہو۔ وہ فرشتہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا:

"میرے سردار! میرے مالک! جس نے تیری نافرمانی کی اس نے تیری کچھ قدر نہ جانی۔ تو پاک ہے تو اپنی مخلوق پر کتنا ہی حلیم ہے۔"

حضرت ہارون سے ملاقات:

دوران سفر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کو دیکھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ! یہ ہارون علیہ السلام ہیں۔ آپ ان کو سلام کیجئے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا تو انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا:

"مرحبا! اے صالح بھائی اور صالح نبی۔"

(صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ نمبر ۵۴۹) (صحیح مسلم، جلد ا، صفحہ نمبر ۹۱)

پانچویں آسمان کے فرشتوں کی امامت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میں نے پانچویں آسمان اور اس میں عجائبات کو دیکھا۔ پھر ملائکہ نے صفیں درست کیں۔ میں امامت کے لئے آگے بڑھا اور میں نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

☆☆☆

باب نمبر 10:

چھٹے آسمان کی سیر

چھٹے آسمان کا دروازہ:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھٹے آسمان پر تشریف لے گئے۔ اس آسمان کا نام حاروس ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آگے بڑھے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان نے کہا:

"کون۔؟"

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

Marfat.com

''جبرائیل۔''

دربان نے کہا:

''آپ کے ساتھ کون ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''محمد رسول اللہ ہیں۔''

دربان نے پوچھا:

''کیا ان کو بلایا گیا ہے۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''ہاں! ان کو بلایا گیا ہے۔''

پس دربان نے دروازہ کھول دیا۔

دوسری روایت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ہم چھٹے آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ پانچویں اور چھٹے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور اس کا عمق بھی اتنا ہے۔ جبرائیل نے دروازے پر دستک دی تو اس کے دربانوں نے پوچھا:

''کون۔؟''

جبرائیل نے جواب دیا:

''جبرائیل ہوں۔''

انہوں نے پوچھا:

''آپ کے ساتھ کون ہیں؟''

جبرائیل نے کہا:

''محمد۔''

انہوں نے کہا:

''تمہیں اور تمہارے ساتھی کو خوش آمدید ہو۔''

پھر انہوں نے ہمارے استقبال کے لئے دروازہ کھول دیا اور ہم اندر چلے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہ سبز یاقوت کا بنا ہوا آسمان تھا۔ اس کا نام خالصہ ہے۔

Marfat.com

چھٹے آسمان کا دربان:

چھٹے آسمان کے دربان کا نام رومائیل ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا۔فرشتہ رومائیل نے سلام کا جواب دے کر یہ دعا دی:

((بارك الله فی حسناتك وزاد فی کرماتك))

''اللہ تعالیٰ آپ کی نیکیوں میں برکت دے اور آپ کی بزرگی و عزت میں اضافہ فرمائے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا پر آمین کہی۔اس فرشتہ کے مطیع چھ لاکھ فرشتے تھے جن کی تسبیح یہ تھی:

((سبحان الله الكريم سبحان النور المبين سبحان اله من فی السموات واله من فی الارض))(معارج النبوت)

حضرت میکائیل سے ملاقات:

چھٹے آسمان کے سفر کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میکائیل علیہ السلام کے پاس سے گزرے۔وہ ایک بڑی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ان کے سامنے ایک بہت بڑی ترازو تھی،جس کا ایک پلہ آسمان وزمین کے چودہ اطباق سے بھی بڑا تھا۔اس ترازو کی ڈنڈی مشرق سے مغرب تک پہنچی ہوئی تھی۔رزق کے بے شمار ٹیلے ان کے پاس جمع تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سلام کیا،انہوں نے سلام کا جواب دیا اور اٹھ کر تعظیم کی اور پھر معانقہ کیا۔پھر یہ دعا دی:

((زادك الله كرامةً و فرحاً))

''اللہ تعالیٰ آپ کی بزرگی اور خوشی میں اضافہ فرمائے۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بشارت سنائی کہ کسی امت کی خیر و برکت آپ کی امت کے برابر نہیں ہے۔تحقیق وہ آدمی بہت ہی خوش نصیب ہے جس نے آپ کی پیروی کی اور آپ سے محبت کی۔تحقیق وہ شخص بہت ہی بدنصیب ہے جس نے آپ کی نسبت دل میں بغض رکھا۔''

حضرت میکائیل علیہ السلام کے ماتحت سات لاکھ فرشتے مقرر ہیں۔ہر ایک کے پاس ایک جھنڈا ہے اور ہر جھنڈے کے نیچے سات لاکھ فرشتے ہیں اور وہ تمام کے تمام حضرت میکائیل علیہ السلام کے سامنے صف بستہ ہیں۔ان کے حکم کی انتظار میں ہیں۔ان تمام ملائکہ نے کہا:

''یا رسول اللہ! ہم سب آپ کے خادم ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پچیس ہزار سال پہلے سے آپ پر درود و سلام بھیج رہے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

Marfat.com

''بارش کے ہر قطرہ، ہوا کے ہر ذرہ، سورج اور چاند کی ہر کرن اور نباتات سے جو پودا زمین سے پیدا ہوتا ہے ہر ایک کے ساتھ ایک فرشتہ مؤکل ہوتا ہے تاکہ اس چیز کی تربیت کرکے اسے کمال تک پہنچائے۔''

حضرت میکائیل علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی:

((سبحان رب کل مومن و کافر سبحان من تضع من هیلبته ما فی بطونها الحوامل))

شہداء کے اسماء کا محافظ فرشتہ:

میں نے اس میں اللہ عزوجل کی مخلوق سے ایک بہت بڑے فرشتے کو نورانی کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا، جو نصف برف کا تھا اور نصف آگ کا۔ نہ آگ برف کو پگلاتی اور نہ برف آگ کو بجھاتی اور وہ بلند آواز سے پکار پکار کر کہہ رہا تھا:

''پاک ہے وہ ذات جس نے برف اور آگ میں الفت پیدا کی ایسے ہی اپنے مومن بندوں میں اپنی اطاعت پر تالیف پیدا کر۔''

ملائکہ اس کی اس دعا پر آمین کہہ رہے تھے۔

میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہے؟''

انہوں نے بتایا:

''اس فرشتہ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما کر شہداء کے اسماء کو اس کے سپرد کر دیا ہے اور ملائکہ میں سے آپ کی امت کا بہت خیر خواہ ہے اور قیامت تک ان کے لئے یہی دعا کرتا رہے گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی طرف بڑھ کر اسے سلام کیا تو اس نے مجھے سلام کا جواب دیا اور کہا:

''اے پروردگار عالمین کے محبوب! آپ کو مبارک ہو۔''

سیدنا موسیٰ سے ملاقات:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام موجود تھے۔ میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا: مرحبا! اے نیکوکار بھائی اور نیکوکار نبی! جب میں ان سے رخصت ہوا تو وہ روئے۔ میں نے ان سے پوچھا: آپ کیوں روئے۔؟ تو انہوں نے فرمایا: میرے بعد ایک نوجوان نبی مبعوث ہوئے جن کی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے جنت میں زیادہ داخل ہوں گے (اس غم سے رو رہا ہوں کہ میری امت نے میری اطاعت کرکے جنت کیوں نہ حاصل کی)۔''

(صحیح بخاری، جلد ا، صفحہ نمبر ۴۵۵) (صحیح مسلم، جلد ا، صفحہ نمبر ۹۳)

Marfat.com

علمائے کرام کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رونے کا سبب یہ تھا:

((ان لکل نبی مثل اجر کل من اتبعه))

''نبی کے پیروکاروں کو جتنا درجہ ملتا ہے اس قدر ان کے نبی کے درجات بھی بلند ہوتے ہیں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تمنا یہ تھی کہ مجھے بھی اس طرح درجات حاصل ہوتے۔ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نوجوان اس لئے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عمر ایک سو تیس برس ہوئی اور حضور علیہ والصلوٰۃ والسلام کی عمر شریف بوقت معراج ترپن سال تھی۔

حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے گفت وشنید:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بہت کثیر بالوں والا عمر رسیدہ آدمی دیکھا۔ اس پر سفید اون سے بنا ہوا جبہ تھا۔ اس نے اپنے عصا کا سہارا لیا ہوا تھا۔ اس کے بال اس کے جسم کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ اس کی سفید ریش مبارک اس کے سینہ پر تھی۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون بزرگ ہیں؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ آپ کے بھائی موسیٰ بن عمران ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا ہم کلام ہونے کا شرف بخشا ہے اور انہیں کلیم کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ آپ ان کے قریب ہو کر انہیں سلام کریں۔''

میں ان کے قریب ہوا اور انہیں سلام کیا تو انہوں نے میری طرف دیکھا اور فرمانے لگے:

''بنی اسرائیل یہ گمان کئے ہوئے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں مخلوق سے زیادہ مکرم ہوں اور یہ (محمد رسول اللہ) اپنے رب کے ہاں مجھ سے بھی زیادہ مکرم ہیں۔ یہ نبی قریشی، ہاشمی، عربی، مکی، ابطحی ہیں، یہ حبیب ہیں، یہ کریم عظیم ہیں، یہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے بیٹے محمد امین کے لقب سے ملقب ہیں۔ صالح بھائی اور خیر خواہ نبی کو مبارک ہو۔''

پھر انہوں نے میرے اور میری امت کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔

چھٹے آسمان پر امامت:

پھر ملائکہ نے صفیں باندھیں تو میں نے انہیں ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ملت پر دو رکعت نماز پڑھائی۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 11:

ساتواں آسمان

ساتویں آسمان کا دروازہ:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے۔ اس آسمان کا نام اسماقائیل تھا جو کہ سفید شیشہ کی مانند چمکتا تھا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام آگے بڑھے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ دربان نے کہا:

''کون۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''جبرائیل۔''

دربان نے کہا:

''آپ کے ساتھ کون ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''محمد رسول اللہ ہیں۔''

دربان نے پوچھا:

''کیا ان کو بلایا گیا ہے۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''ہاں! ان کو بلایا گیا ہے۔''

پس دربان نے دروازہ کھول دیا۔

چھٹے اور ساتویں آسمان کا درمیانی سفر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ہم چشم زدن میں ساتویں آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ ساتویں اور چھٹے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور اس کا عمق بھی اتنا ہے۔ جبرائیل نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو پوچھا گیا:

''کون۔؟''

جبرائیل نے جواب دیا:

''میں جبرائیل ہوں۔''

Marfat.com

پوچھا گیا:

''تمہارے ساتھ کون ہے؟''

انہوں نے کہا:

''محمد۔''

ملائکہ نے کہا:

''تجھے اور تیرے ہمراہی کو خوش آمدید۔''

پھر انہوں نے دروازہ کھولا اور ہم اندر چلے گئے۔ یہ سفید موتی کا بنا ہوا ہے اور اس کا نام عجیبہ ہے

ساتویں آسمان کا دربان:

ساتویں آسمان کے دربان کا نام روحائیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ساتویں آسمان کے دروازہ میں داخل ہوئے تو اس دربان نے ساٹھ لاکھ فرشتوں کے ساتھ آپ کو سلام کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب دیا۔

ان فرشتوں کی یہ تسبیح تھی:

((سبحن الذی بسط السموات فرفعها سبحان الذی اطلع الکواکب وازهرها سبحان الذی ارسی الجبال فیها))(ریاض الازهار، صفحه نمبر ۲۲۴)

ساتویں آسمان کی بلندی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ساتواں آسمان اتنی بلندی پر ہے کہ میں نے اس میں قلموں کی چرچراہٹ بھی سنی جاتی ہے۔

حضرت اسرافیل سے ملاقات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرشتہ پر گزر ہوا جس نے دوزانو بیٹھے ہوئے عرش کی طرف نگاہ لگا رکھی تھی۔ وہ اپنے منہ میں صور لئے ہوئے کسی کی انتظار میں محو تھا۔ اس صور میں تمام مخلوق کے روحوں کی مقدار میں سوراخ تھے اور اس کے سامنے ایک لوح یعنی تختی لٹکی ہوئی تھی۔ آپ نے اسے پہچان لیا کہ یہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں۔ آپ نے اس کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا:

((البشر فانی اری الخیر فیك و فی امتك))

''آپ کو مبارک ہو کہ میں آپ میں اور آپ کی امت میں بھلائی دیکھ رہا ہوں۔''

اس کی تسبیح یہ تھی:

Marfat.com

((سبحان السمیع العلیم))

(اخبار القرآن، صفحہ نمبر ۲۶۵)

فرشتہ روح سے ملاقات:

ساتویں آسمان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرشتہ پر گزر ہوا کہ اس کے سات سر ہیں اور ہر سر میں ستر ہزار چہرے ہیں اور ہر چہرہ میں ستر ہزار منہ ہیں اور منہ سے ستر ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان میں ساٹھ لاکھ لغات (بولیاں) ہیں۔ ہر ایک لغت دوسری لغت سے بہ لحاظ نوعیت کے مختلف ہے۔ اس فرشتے کے ساٹھ لاکھ بازو ہیں، ہر روز نہر میں غوطہ لگاتا ہے اور باہر نکل کر اپنے پر و بال جھاڑتا ہے اور ہر قطرہ سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ساتھ ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک یہ تسبیح کہتا رہے گا:

((سبحان ما اعظم شانك سبحانك سيد ما اعلیٰ مكانك سبحنك سيدی ما ارحم بخلقك))

(ریاض الازہار، صفحہ نمبر ۲۲۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ روح ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار سر ہیں اور ہر سر میں ستر ہزار چہرے ہیں اور ہر چہرے میں ستر ہزار دہن (منہ) ہیں اور دہن (منہ) میں ستر ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان میں ستر ہزار لغت ہے۔"

((يسبح الله تعالیٰ بتلك الغات كلها يخلق من كل تسبيحة ملكا لطير مع الملائكه الی يوم القيمة))

"وہ فرشتہ ان سب لغات سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے۔ ہر تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے کہ قیامت تک ملائکہ کے ساتھ پرواز کرے گا۔"

روحانیوں سے ملاقات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ساتویں آسمان پر اپنے رب عز و جل کے ملائکہ دیکھے ،ان ملائکہ کو روحانیوں کہا جاتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 12:

بیت المعمور

بیت المعمور کی زیارت اور طواف:

سفر معراج کے دوران آسمانوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت المعمور کو دیکھا جو آسمانوں پر ملائکہ کا قبلہ ہے۔ وہاں ستر ہزار فرشتے روزانہ آکر زیارت کرتے ہیں اور پھر قیامت تک ان کو حاضری کی نوبت نہیں مل سکتی۔

(صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ نمبر ۹۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے بیت المعمور کو دیکھا، اس میں جواہر کی قنادیل تھیں اور اس کے اردگرد قطار در قطار روشنیاں تھیں۔ بعض زرد یاقوت سے اور بعض سبز زبرجد سے اور بعض تر و تازہ موتیوں سے اور میں نے اس کے گرداگرد ملائکہ کو طواف کرتے دیکھا تو میں کھڑا ہو گیا اور ان کے ہمراہ سات مرتبہ طواف کیا اور پھر ملائکہ سے دریافت کیا:

”کتنی مدت سے تم اس کی گھر کی زیارت میں مشغول ہو۔؟“

انہوں نے کہا:

”تخلیق آدم سے دو ہزار سال پہلے سے اور ہر دن دس کروڑ ستر لاکھ فرشتے اس کی زیارت میں مشغول رہتے ہیں اور قیامت تک کسی کی باری دوبارہ نہیں آئے گی۔“

فرشتوں کا رسول اللہ کی اقتداء میں نماز ادا کرنا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المعمور میں لے گئے اور عرض کیا:

”جس طرح آپ نے بیت المقدس میں تمام نبیوں کی امامت کی ہے، اسی طرح آپ یہاں فرشتوں کی امامت کرائیں۔“

پھر آپ نے وہاں دو رکعت نماز پڑھائی اور ساتویں آسمان کے فرشتوں نے اقتداء کی۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آرزو کی اور دعا میں عرض کیا:

”اے اللہ! میری امت کو بھی اس عبادت سے حصہ عطا فرما۔“

آپ کی دعا قبول ہوئی اور دو رکعت نماز جمعہ فرض کی گئی۔

جمعہ کے دن سب مقرب فرشتے بیت المعمور میں جمع ہوتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اذان دیتے ہیں۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام خطبہ پڑھتے ہیں۔ حضرت میکائیل علیہ السلام امامت کراتے ہیں۔ جبرائیل کہتے ہیں کہ میں نے اذان کا ثواب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کو بخش دیا ہے۔ حضرت

Marfat.com

اسرافیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے خطبہ کا ثواب بخش دیا ہے اور حضرت میکائیل علیہ السلام کہتے ہیں کہ میں نے امامت کا ثواب بخشا ہے اور سب فرشتے کہتے ہیں کہ ہم نے اس نماز کا ثواب بخش دیا ہے۔
(ریاض الازہار، صفحہ نمبر ۲۳۰)

بیت المعمور کس آسمان پر ہے:

بیت المعمور ساتویں آسمان میں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ چھٹے آسمان میں ہے۔ طبری نے حضرت قتادہ سے روایت کی ہے کہ بیت المعمور پہلے آسمان پر ہے، اس کی تطبیق کیلئے ایک حدیث شریف ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((ان فی کل سماء بیتاً یحاذی الکعبة و کل منها مصور باالملائکة))
(فتح الملہم، جلد ۱، صفحہ نمبر ۳۲۰)

''بے شک ہر آسمان میں ایک گھر ہے جو کعبہ کے (اوپر کی جانب) بالکل برابر ہے۔ یہ سب کے سب گھر فرشتوں کی عبادت سے آباد ہیں کہ ان مکانوں کی دیواریں یاقوت سرخ کی ہیں اور ان کے دروازے زمرد سبز کے ہیں اور ان میں دس ہزار نورانی قنادیل روشن ہیں جن کی روشنی آفتاب سے زیادہ چمکدار ہے اور ہر روز ستر ہزار فرشتے دریائے نور میں غسل کر کے نورانی چادر اوڑھ کر احرام باندھ کر لبیک کہتے ہوئے بیت المعمور کا طواف کر کے واپس چلے جاتے ہیں اور قیامت تک پھر دوبارہ ان کو موقعہ نہیں مل سکتا۔''

☆☆☆

باب نمبر 13:

سدرۃ المنتہیٰ سے عرش تک

سدرہ کا تعارف:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ پہنچے۔ وہ ایک بیری کی شکل کا درخت ہے۔ اس کا تنا سونے کا ہے، ڈالیاں موتی اور یاقوت اور زمرد کی ہیں۔ اس کے پتے ہاتھی کے کان کی طرح ہیں اور اس کے پھل ہجر کے مٹکے کی طرح ہیں۔ اس کی ڈالی سے جڑ تک پچاس ہزار برس کی راہ ہے۔

فرشتوں کا زیارت مصطفیٰ کے لیے جمع ہونا:

سدرہ پر پروانوں کی مانند اتنے فرشتے رہتے ہیں کہ جن کی گنتی اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
قرآن مجید میں ہے:

Marfat.com

((اذ یغشی السدرة مایغشی))(سورة النجم)

''اور جب سدرۃ المنتہیٰ کو ڈھانپ لیا اس چیز نے جس نے ڈھانپ لیا تھا۔''

یہ فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے جمع ہوئے تھے۔

(تفسیر روح المعانی، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۵۵) (تفسیر درمنثور، جلد ۶ صفحہ نمبر ۱۲۶)

ان فرشتوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، رحمت الٰہی کی خوشخبری سنائی اور آپ کی زیارت سے بہت خوش ہوئے۔

مقام جبرائیل پر دو رکعت نماز پڑھنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ کی ایک شاخ دیکھی جس کی بلندی ایک لاکھ برس کی راہ تھی۔ اس کے اوپر سات آسمان اور سات زمین کے برابر ایک پتہ تھا، جس پر نور کا بچھونا بچھا ہوا تھا۔ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے مقرر شدہ ایک کرسی پڑی تھی جس کے سامنے چالیس ہزار فرشتے تورات پڑھ رہے تھے اور چالیس ہزار فرشتے پیچھے کی طرف انجیل پڑھ رہے تھے اور چالیس ہزار فرشتے دائیں طرف زبور پڑھ رہے تھے اور چالیس ہزار فرشتے بائیں طرف قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے درخواست کی:

''یہ میری رہائش گاہ ہے۔ آپ یہاں دو رکعت نماز پڑھائیں تاکہ اس مقام کو برکت حاصل ہو جائے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہاں دو رکعت نماز پڑھائی اور فرشتوں نے اقتداء کی۔

(ریاض الازہار، صفحہ نمبر ۲۲۲)

جہاں اور بھی ہیں:

سدرۃ المنتہیٰ کے نیچے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اونٹوں کی قطار کو گزرتے دیکھا جس کے ہر ایک اونٹ پر دو صندوق رکھے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا:

''یہ قطار کتنے عرصہ سے گزر رہی ہے اور کہاں جا رہی ہے۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! جب سے میں پیدا ہوا اس طرح اس قطار کو گزرتے دیکھ رہا ہوں۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ یہ قطار کتنے عرصے سے گزر رہی ہے اور کہاں جا رہی ہے۔ اس کی ابتداء اور اس کی انتہا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''اس قطار کے ایک اونٹ سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر ایک صندوق اتارو۔''

جب صندوق اتار لیا گیا تو فرمایا:

Marfat.com

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اس کا تالا کھولو۔''

جب تالا کھل گیا تو دیکھا کہ صندوق انڈوں سے پر تھا اور انڈوں پر قفل لگے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر انڈے کا تالا کھول دو۔''

جب یہ تالا کھل گیا تو دیکھا کہ وہ انڈہ خشخاش کے دانوں سے پر تھا اور خشخاش کے سب دانوں پر قفل تھا۔

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر تالا کھول دو۔''

جب اس کا تالا کھولا تو اس میں ایک جہان تھا اور اس جہان میں ایک شہر آباد تھا۔ اس شہر میں وعظ ہو رہا تھا۔ واعظ کہہ رہا تھا:

''نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت جبرائیل علیہ السلام ہوں گئے۔''

حتیٰ کہ واعظ نے کہا:

''ایک جگہ پانی ہے اور پانی پر مٹی (زمین) ہے۔ وہاں نبی آخر الزماں مبعوث ہو چکے ہیں۔ اس پر ایمان لانے کے بغیر ہماری نجات نہیں ہو سکتی۔''

وہاں ایک شخص نے سوال کیا:

''یہ مسئلہ غلط ہے، کیونکہ پانی پر مٹی کا ڈھیلہ کس طرح ٹھہر سکتا ہے۔؟''

اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''میں حضرت جبرائیل ہوں اور یہ وہی نبی ہیں جن کی تعریف ہو رہی ہے۔''

تب سب لوگوں نے کلمہ پڑھا اور آپ پر ایمان لائے۔

اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حسب دستور سابق بسم اللہ پڑھ کر خشخاش کا تالا لگایا، پھر انڈہ کو تالا لگایا اور پھر صندوق کو بند کیا اور اس کو اونٹ پر لادا۔ اس کے بعد اونٹ کو قطار میں شامل کر دیا۔

چار نہروں کا نظارہ:

((انه رای اربعة انهار یخرج من اصلها نهران ظاهران و نهران باطنان فقلت یا جبریل ماهذه النهار قال اما النهران الباطنان فنهران فی الجنة واما الظاهران فالنیل والفرات))(صحیح مسلم)

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے چار نہروں کو نکلتے دیکھا۔ دو نہریں ظاہری تھیں اور دو نہریں باطنی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے جبرائیل! یہ کون سی نہریں ہیں۔؟ انہوں نے عرض کیا: جو دو نہریں باطنی ہیں وہ بہشت کی ہیں اور جو نہریں ظاہری ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔''

Marfat.com

اور دوسری روایت میں ہے: جو باطنی ہیں ان کے نام کوثر اور نہر رحمت ہیں۔

ظاہری کا معنی یہ ہے کہ یہ نہریں سدرہ سے نکل کر جہانِ دنیا میں عام لوگوں کے سامنے ظاہر ہو جاتی ہیں اور باطنی کا معنی یہ ہے کہ وہ عام نظروں سے پوشیدہ ہیں کیونکہ بہشت میں موجود ہیں اور سدرہ کو منتہٰی اس لئے کہتے ہیں کہ تمام علم والوں کا علم یہاں تک پہنچتا ہے۔اس کے آگے اللہ کے سوا کوئی آگاہ نہیں ہو سکتا۔حتیٰ کہ فرشتوں کے معلومات کی وہاں انتہا ہو جاتی ہے۔

تائبین کا گناہوں سے پاک ہونا:

سدرۃ المنتہٰی کے پاس ہی آپ کا گزر ایک نہر پر ہوا جہاں کالے لوگ غسل کر کے باہر نکلتے ہیں تو نورانی شکل والے بن جاتے ہیں۔حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا:

''یہ نہر رحمت ہے، جن لوگوں نے گناہ کئے اور پھر تائب ہو گئے، گویا وہ اس نہر سے غسل کر کے گناہوں کی سیاہی دھو رہے ہیں۔'' (معارج النبوت، جلد ۳، صفحہ نمبر ۱۴۹)

ایک معزز فرشتے کی زیارت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرشتہ پر گزر ہوا جس کے دائیں بازو سات لاکھ تھے اور بائیں بھی اسی قدر تھے۔ ہر بازو پر مروارید کے ستر ہزار پر اور یاقوت کے ستر ہزار پر اور زمرد سبز کے ستر ہزار پر اور زر سرخ کے اور نقرہ سفید کے اور کافور زعفران کے ستر ہزار پر تھے۔جب وہ اپنے بازو کو ہلاتا تھا تو اس سے عجیب طرح کے نغمے ظاہر ہوتے۔ان نغموں کو حوریں سن کر بالا خانوں پر ایک دوسرے کو مبارکباد دیتی تھیں:

''اے حورو! محمد رسول اللہ کی امت کیلئے نماز کا وقت آ گیا۔''

اللہ تعالیٰ اس فرشتہ سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ سب سے زیادہ جاننے والا ہے:

''تو کیوں خوش ہوتا ہے۔؟''

فرشتہ عرض کرتا ہے:

''اے اللہ! تیرے حبیب کی امت کے سب لوگ کاروبار ترک کر کے نماز کیلئے تیار ہو گئے ہیں۔''

اس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''تم گواہ رہو میں نے اپنی رحمت سے ان سب کو منظور نظر بنا لیا ہے۔''

(معارض النبوۃ، جلد ۳، صفحہ نمبر ۱۵۰)

ایک باعظمت فرشتے سے ملاقات......روزہ داروں کے برأت نامے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک باعظمت فرشتہ پر گزر ہوا جس کی قامت دس لاکھ برس کی راہ تھی۔اس کے ستر ہزار سر تھے اور ہر سر کے ستر ہزار چہرے تھے۔ ہر چہرے میں ستر ہزار منہ تھے اور اس فرشتے کے سر پر ستر ہزار زلفیں

Marfat.com

تھیں۔ ہر زلف پر ستر ہزار موتی معلق تھے۔ ہر موتی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کا سمندر تھا۔ ہر سمندر میں بے حساب مچھلیاں تیرتی تھیں جن کا طول دو سو برس کی راہ تھا۔ ہر ایک مچھلی کی پشت پر لکھا تھا:

((لا اله الا الله محمد رسول الله))

آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس کی کیفیت دریافت فرمائی تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یہ ایک فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے دو ہزار برس پہلے پیدا کیا ہے اور بہشت کے مرغزار میں اس کے ٹھہرنے کا مقام ہے۔ اب اس کو یہاں لائے ہیں۔''

آپ نے اس کو سلام کیا اور اس نے سلام کا جواب دیا۔ دیکھا تو اس کے سامنے دو صندوق رکھے ہوئے تھے جن پر ستر ہزار نوانی قفل لگے ہوئے تھے۔ آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا۔ انہوں نے عرض کیا:

''آپ خود یہ بات اس سے دریافت فرمائیں۔''

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے کہا:

''یہ کیسے صندوق ہیں۔؟''

اس نے عرض کیا:

''ان صندوقوں میں آپ کی امت کے روزے داروں کے برأت نامے لکھے ہوئے ہیں، جن کے ثواب کی میں گواہی دیتا ہوں۔''

مرغ کی شکل وشباہت والے فرشتے سے ملاقات:

دوران سفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرشتہ پر گزر ہوا۔ جو مرغ سفید کی شکل وشباہت رکھتا ہے اور مور سے زیادہ خوبصورت ہے، جس کے پاؤں سنہری ہیں اور گردن یاقوت اور لعل سے مرصع ہے۔ جس وقت یہ فرشتہ سبوح قدوس کہتا ہے، جہاں دنیا کے مرغ بھی اس کی آواز سن کر سبوح قدوس کہتے ہیں اور جب یہ چپ ہو جاتا ہے تو جہانِ دنیا کے مرغ بھی چپ ہو جاتے ہیں۔ (اخبار القرآن، صفحہ نمبر ۲۶۶)

اذان کہنے والا فرشتہ:

جب آپ حجاب زلغت تک پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پردہ کو ہلایا۔ ندا آئی:

''آپ کون ہیں۔؟''

انہوں نے جواب دیا:

''میں جبرائیل ہوں اور میرے ساتھ محمد رسول اللہ ہیں۔''

حجاب کے اندر سے آواز آئی۔ فرشتہ نے کہا:

Marfat.com

''اللہ اکبر۔''

ندا آئی:

''میرے بندہ نے سچ کہا۔ میں بہت بڑا ہوں۔''

پھر فرشتے نے کہا:

((اشهد ان لا اله الا الله))

ندا آئی:

''میرے بندہ نے سچ کہا۔ عبادت کے لائق ایک میں ہی ہوں۔''

پھر فرشتے نے کہا:

((اشهد ان محمد رسول الله))

ندا آئی:

''میرے بندہ نے سچ کہا۔ میں نے محمد کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔''

پھر فرشتے نے کہا:

((حی علی الصلوٰة حی علی الفلاح قد قامت الصلوٰة قد قامت الصلوٰة الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله))

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس فرشتہ کی بابت حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا:

''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں تمام مخلوق سے اللہ کے زیادہ قریب ہوں، مگر جب سے پیدا ہوا میں نے اس سے پہلے اس فرشتہ کو نہیں دیکھا۔''

(درمنثور، جلد۴، صفحہ نمبر ۱۵۴) (نووی شرح مسلم، جلد ۱، صفحہ نمبر ۹۳)

خصائص کبریٰ از علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ میں ہے:

''یہ اقامت تھی جو معراج کی رات آپ نے سنی۔ لہٰذا یہ سوال نہ ہوگا کہ مدینہ منورہ میں اذان کیلئے مشورے کیوں ہوئے۔''

جس جگہ معراج کے واقعہ میں اذان ہونے کا بیان وارد ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ الفاظ معروفہ سے اذان ہوئی ہو، کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ اذان کی مشروعیت بعد از ہجرت مدینہ منورہ میں ہوئی۔

(سیرت حلبیہ، جلد ۱، صفحہ نمبر ۴۰۲)

Marfat.com

حضرت جبرائیل کی معذرت:

اذان دینے والے فرشتہ نے پس پردہ سے ہاتھ باہر کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مع براق کے اٹھالیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام وہیں ٹھہر گئے۔ آپ نے فرمایا:

''اے جبرائیل! آپ مجھے اس جگہ کیوں اکیلا چھوڑتے ہو۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''میں کیا کروں مجھے آگے پرواز کرنے کی طاقت نہیں، اس لئے کہ وما منا الا له مقام معلوم اور ہم سب فرشتوں سے کوئی ایسا فرشتہ نہیں جس کا خاص مقام معلوم نہ ہو کہ اس سے آگے ہمیں تجاوز کا حق حاصل نہیں۔ یہاں بھی آپ کی بدولت آ گیا، ورنہ میرا اصلی مقام وہ ہے جسے سدرۃ المنتہیٰ پر آپ نے ملاحظہ فرمایا تھا جو کہ بہت دور رہ گیا ہے۔''

اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ہاتھ مبارک سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو قابو کر کے ایک قدم آگے چلے۔ اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور اس کے جلال سے حضرت جبرائیل علیہ السلام چڑیا کے برابر ہو گئے، لرزہ براندام اور آبدیدہ ہو کر عرض کیا:

((لو دنوت انملة لاحترقت بالی))(مشکوٰۃ المصابیح)

''اگر انگلی کے پورے کی مقدار بھی آگے ہوا تو میرے پر جل جائیں گے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اشارہ میں اس کو اس کے مقام پر پہنچا دیا۔

اس ایک قدم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پانچ سو سال کا سفر طے کر لیا تھا۔

حضرت جبرائیل سے ان کی حاجت دریافت کرنا:

حضرت جبرائیل علیہ السلام کو رخصت کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

''اے رفیق! اگر اللہ کی دربار میں تیری کوئی درخواست ہو تو میں پیش کر دوں گا۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

((یا محمد سل الله ان ابسط جناحی علی الصراط لا متك حتی یجوزوا علیه))

''یا محمد! آپ اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کریں کہ قیامت کے دن پل صراط پر میں آپ کی امت کیلئے دونوں پیر بچھاؤں تاکہ وہ پل سے بآسانی گزر جائیں۔''

(تفسیر روح البیان، جلد نمبر۲)

Marfat.com

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالنا چاہا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''اے ابراہیم خلیل اللہ! کوئی حاجت ہو تو بتلایئے۔''

معراج کی رات حضور علیہ الصلوٰہ والسلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس کی حاجت دریافت کر کے اپنے جد کریم کا بدلہ اتار دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں کچھ آگے چلا تو میں نے اپنے ساتھ جبرائیل علیہ السلام کو نہ پایا۔ میں نے کہا:

''اے بھائی جبرائیل! کیا ایسی جگہ میں دوست دوست سے اور بھائی بھائی سے جدا ہو جاتا ہے؟ آپ نے مجھے تنہا کیوں چھوڑ دیا اور آپ مجھ سے پیچھے کیوں رہ گئے۔؟''

جبرائیل نے آواز دیتے ہوئے عرض کیا:

''آپ سے پیچھے رہنا میرے لئے ناگوار ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا کہ ہم (ملائکہ) میں سے ہر ایک کے لئے جگہ متعین و مقرر ہے اور اگر ہم میں سے کوئی ایک بھی اپنے مقام سے تجاوز کرے تو وہ نور ربانی سے جل کر راکھ ہو جائے۔''

جب جبرائیل نے مجھے یہ بات کہی تو میں نے اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر رکھا اور اللہ تعالیٰ کی قہاری و جباری کی وجہ سے مجھے کپکپی اور خوف لاحق ہوا۔ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے اپنے پروں میں لے کر اپنے سینہ سے لگایا اور مجھے کہا:

''آپ کوئی خوف نہ کریں اور غمگین نہ ہوں۔ آپ کا رب اسی لئے آپ کو بلندی پر لایا تا کہ آپ کا اعزاز و اکرام کرے یعنی لوگوں کے سامنے ظاہر کرے اور آپ کو اپنا برگزیدہ بنائے اور جو چاہے آپ کو مرحمت فرمائے۔''

جب جبریل علیہ السلام نے مجھے یہ بات کہی تو خوف وغیرہ جو مجھے محسوس ہو رہا تھا وہ خفیف و ہلکا ہو گیا اور اچانک ندا آئی:

''میرے حبیب کو نور میں چھوڑ دو۔''

رف رف:

حضرت جبرائیل علیہ السلام ٹھہر گئے تو سبز رنگ کا ایک تخت ظاہر ہوا جس کا نام رف رف ہے۔ اس کے ساتھ ایک فرشتہ تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رف رف والے فرشتے کے سپرد کیا۔

(الیواقیت والجواہر، جلد۲، صفحہ نمبر ۳۶)

ایک روایت میں آیا ہے کہ ''تدلی'' کا فاعل رفرف ہے اور ''دنیٰ'' کے فاعل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ ''دنی فتدلیٰ'' کا ترجمہ یوں ہوگا: ۔ ۔

Marfat.com

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے رف رف نیچے اتر آئی۔ حتیٰ کہ آپ اس پر بیٹھ گئے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے اور اقرب درجہ سے شرف پایا۔''

(سیرت حلبیہ، جلد ۱، صفحہ نمبر ۱۴۴)

رفرت نامی سواری:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ملائکہ میرے لیے سبز رفرت کی سواری لائے جو محراب کی مثل تھا۔ اسے چار فرشتوں نے اٹھایا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے میرے سامنے لا رکھا اور مجھے کہنے لگے:

''اے محمد! سوار ہو جائیں۔''

میں مضبوطی سے رفرت پر سوار ہو گیا۔

ستر ہزار حجابوں کا طے کرنا:

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''میں اکیلا روانہ ہوا اور بہت حجاب طے کئے۔ یہاں تک کہ ستر ہزار حجابوں سے گزر ہوا کہ ہر ایک حجاب کی موٹائی پانچ سو برس کی تھی اور دونوں حجابوں کا فاصلہ پانچ سو برس کی راہ تھا۔''

(معارج، جلد ۳، صفحہ نمبر ۱۵۲)

براق کا تھکنا:

ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری براق یہاں پہنچ کر تھک گئی۔ اس وقت سبز رنگ کا رفرف ظاہر ہوا، جس کی روشنی سورج کو مانند کرتی تھی۔

سفید نورانی سمندر سے گزر اور ایک فرشتے سے ملاقات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''رفرت وہ مجھے قوس سے نکلے ہوئے تیر کی تیزی کی سے لے چلا۔ میں سفید نورانی سمندر کے پاس پہنچ گیا اور میں نے اس سمندر کے فرشتے کو دیکھا۔ اس کے کندھوں کے درمیان اتنی وسعت وکشادگی تھی کہ اگر تیز رفتار پرندہ پوری سرعت سے پرواز کرے تو وہ اس کے دو کندھوں کے درمیانی فاصلہ کو پانچ سو سال تک طے کر سکے۔ پھر مجھے سبز نورانی سمندر میں لے جایا گیا جو موتیوں کی مثل چمک رہا تھا تو میں نے اس سمندر کے فرشتے کو دیکھا۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے ایک ہی دفعہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کو نگلنے کا حکم دیدے تو یہ اس کے لئے معمولی بات ہے۔ یہ اس کے نہایت جسیم اور بڑا ہونے کی وجہ سے ہے۔ پھر میں سمندر سے نکل پڑا اور اگر اللہ تعالیٰ سات آسمانوں اور سات زمینوں کی تمام مخلوق کو اس فرشتے کی ہتھیلی پر رکھ دے تو یہ

Marfat.com

ایسے معلوم ہو جیسے زمین پر رائی کا دانہ۔''

حضرت اسرافیل سے ملاقات......سوال و جواب:

میں ایک سیاہ سمندر سے گزرا میں اسے دیکھتے ہی بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو گیا اور میں با آواز بلند گویا ہوا:

''اے فریادیوں کے فریادرس! اے عالمین کے معبود برحق! اے نامانوسوں کے انیس! اے عرش عظیم کے رب! اے میرے معبود! اے میرے سردار! اے میرے مالک! تو میری تنہائی کے اس گھبراہٹ کے وقت میں اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو میرا انیس بنا جو مجھ سے ہمکلام ہو اور مجھے مانوس کرے۔''

اچانک ساحل سمندر سے آواز آئی:

''اے محمد! میری طرف متوجہ ہوں۔''

میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے اس سمندر پر ایک بہت بڑا فرشتہ دیکھا جو پانی کو پیمانے سے ناپ رہا تھا اور ترازو سے تول رہا تھا تو میں نے باآواز بلند کہا:

''اے اللہ کے بندے! السلام علیکم!''

اس نے جواباً کہا:

''وعلیکم السلام یا حبیب اللہ!''

میں نے کہا:

''میں نے اللہ تعالیٰ سے تیرا ہی سوال کیا تھا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس فرشتے کا نام میکائیل تھا جو روزی تقسیم کرتے ہیں، میں نے ان سے کہا:

''آپ مجھے یہ کیوں نہیں بتائے دیتے کہ آپ کا نام میکائیل کیوں ہے اور جبرائیل کا نام جبرائیل کیوں ہے اور اسرافیل کا نام اسرافیل کیوں ہے اور عزرائیل کا نام عزرائیل کیوں ہے۔؟''

انہوں نے کہا:

''یا حبیب اللہ! میرا نام میکائیل اس لئے ہے کہ مجھے پانی کے قطرات اور نباتات پر مقرر کیا گیا ہے۔ میں پیمانے کے ساتھ پانی ماپتا اور ترازو کے ساتھ تولتا ہوں اور جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے میں اس پانی کو بادلوں کے ذریعہ وہاں بھیج دیتا ہوں۔''

میں نے میکائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''کڑک (رعد) اور چمک (برق) کی حقیقت کیا ہے۔؟''

انہوں نے جواب دیا:

''اے اللہ کے حبیب! برق یہ ہے کہ جب بادل پانی اٹھالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بادل کی طرف ایک فرشتہ

Marfat.com

بھیجتا ہے تو وہ بادل کو جہاں چاہے لے جاتا ہے تو جب بادل سے حرکت اور آواز سی نکلتی ہے تو فرشتہ اسے ایک تازیانہ رسید کرتا ہے۔اس ضرب سے ایک چمک اور نور نکلتا ہے یہی برق کی حقیقت ہے۔''

پھر میکائیل نے عرض کیا:

''جبرائیل کو جبرائیل اس لئے کہتے ہیں کہ انہیں انتہائی طاقت وقدرت سے نوازا گیا ہے۔زمین میں دھنسانہ،صورتیں بدل ڈالنا،پانی میں پھینک مارنا،زلزلے کڑکیں انہیں کے اختیار میں ہیں اور امم سابقہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں سے تباہ وبرباد کرایا ہے۔اسرافیل کا نام اسرافیل اس لئے ہے کیونکہ ملائکہ میں خوف ودہشت کے لحاظ سے اس سے سخت کوئی نہیں اور نہ ہی کسی فرشتے کے بال وپران سے زیادہ ہیں اور وہ رحم مادر میں صورتیں بنانے میں مختار ہیں اور عزرائیل کو عزرائیل اس لئے کہتے ہیں کہ آپ قبض ارواح کے انچارج ہیں اور ہم سب اس سے خوفزدہ ہیں کیونکہ وہ ہر ذی روح کے قبض روح کے انچارج اور مختار ہیں۔''

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اسے سلام دیا اور آگے چلا اور وہ مجھ پر درود سلام بھیج رہا تھا۔میرے لئے اور میری امت کے لئے دعا خیر وبرکت کر رہا تھا۔

رفرف پر سوار ہو کر حجابوں کا سفر طے کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفرف پر سوار ہوئے اور چلتے رہے حتیٰ کہ عرش کے پایہ تک پہنچ گئے۔اس کے بعد بہت سے حجابات سامنے آئے۔ازاں جملہ ان میں سے ستر ہزار حجاب سونے کے تھے،ستر ہزار چاندی کے،ستر ہزار مروارید کے،ستر ہزار زمرد سبز کے،ستر ہزار یاقوت سرخ کے،ستر ہزار حجاب نور کے،ستر ہزار حجاب ظلمت کے،ستر ہزار پانی کے،ستر ہزار خاک کے،ستر ہزار حجاب آگ کے،ستر ہزار حجاب ہوا کے تھے کہ ہر حجاب کی موٹائی ایک ہزار سال کی راہ تھی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

رفرف ان حجابوں سے گزرتی ہوئی پردہ دراں عرش تک لے گئی۔وہاں ستر ہزار پردے دیکھے،ہر پردہ کی ستر ہزار زنجیریں تھیں اور ہر زنجیر کو ستر ہزار فرشتوں نے گردن پر اٹھا رکھا تھا کہ وہ فرشتے اس قدر قدآور تھے کہ ایک کندھے سے دوسرے کندھے تک ستر ہزار برس کی راہ تھی اور یہ پردے بعض مروارید کے،بعض یاقوت کے،بعض ہوا کے تھے،اور ہر پردہ پر ایک فرشتہ ملازم تھا کہ ستر ہزار فرشتے اس کے تابع تھے۔اس رفرف نے آپ کو حجابات سے پار پہنچایا اور پھر غائب ہو گیا۔اس کے بعد ایک صورت گھوڑے جیسی ظاہر ہوئی جو کہ مروارید سفید کی طرح تھی تسبیح کہتی تھی اور اس کے منہ سے نور کے فوارے نکلتے تھے،نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا اور ان ستر ہزار پردوں سے گزرا جو عرش کے درے تھے اور ساق عرش تک پہنچایا۔

امام صفوری نے پانچ سواریوں کا ذکر کیا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

باب نمبر 14:

عرش الٰہی کی زیارت اور اللہ تعالیٰ سے کلام

حاملین عرش سے ملاقات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرش کو اٹھانے والے چار فرشتوں پر گزر ہوا جن کو حاملین عرش کہا جاتا ہے۔ ہر ایک کے سر پر چوبیس کلگیاں تھیں۔ ہر ایک کی موٹائی پانچ سال کی مسافت تھی۔ ان کا وظیفہ یہ تھا:

((لا حول و لا قوة الا بالله العلی العظیم))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا:

''آپ ان کے پاس جا کر ان کو سلام کیجئے۔''

آپ نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر کہا:

''ہم آپ کو خوشخبری سناتے ہیں: انا نری الخیر و فی امتك ہم آپ میں اور آپ کی امت میں بھلائی دیکھتے ہیں۔''

عرش سے وابستگی:

امام قسطلانی نے مواہب شریف میں لکھا ہے:

((ولنا انتهی الی العرش تمسك العرش باذباله))

(مواہب لدنیہ، جلد۲، صفحہ نمبر۳۴)

''جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش پر پہنچے تو عرش الٰہی کو آپ کے دامن سے وابستگی تھی۔''

تمام نبیوں سے اعلیٰ درجہ:

((حیث کان العرش اعلیٰ مقام تنتهی الیه من اسری به من الرسل علیهم الصلوٰة والسلام قال وهذا ایدل علی ان الاسراء کان بجسمه صلی الله علیه وسلم))

(الیواقیت والجواہر، جلد۲، صفحہ نمبر۳۷)

''جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے استواء بر عرش کو اپنی تعریف کا سبب بنایا اس طرح اپنے حبیب کو عرش پر بلند کر کے ان کی عظمت کا اظہار فرمایا، کیونکہ عرش وہ برتر مقام ہے جہاں معراج کرنے والے تمام نبیوں کی سیر ختم ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی معراج جسمانی تھی۔ اس لئے جسمانی معراج ہی سے عظمت ظاہر ہوتی ہے۔''

Marfat.com

عرش پر تحریر:

((عن ابی الحمراء قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لما اسری بی الی السماء اذا علی العرش مکتوب لا اله الا الله محمد رسول الله))

(کتاب الشفاء، جلد ۱، صفحہ نمبر ۱۷۴)

''حضرت ابوالحمراء سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جب مجھے آسمان پر معراج ہوئی تو عرش پر لکھا ہوا تھا:

((لا اله الا الله محمد رسول الله))

نعلین پاوالی روایت:

نعلین پا عرش پر جلوہ گر ہونے کی یہ روایت کہ آپ نے نعلین اتارنی چاہی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ نعلین نہ اتاریئے۔علماء سلف میں سے امام ابن ابی حمرہ اس کے قائل ہیں۔

(جواہر البحار فی فضائل النبی المختار)

دوسری روایت یہ ہے کہ آپ کو نعلین اتارنے کا حکم نہ ہوا جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا حکم ہوا۔

جیسا کہ علامہ نبہانی کہتے ہیں:

علی روس هذا الکون نعل محمد
علت فجمیع الخلق تحت ظلاله
ندی الطوری موسیٰ تودی اخلع واحمد
علی العرش لم یوذن بخلق نعاله

''حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک کی یہ شان ہے کہ جب آپ معراج پر گئے تو نعلین مبارک سب کائنات کے اوپر تھی اور تمام مخلوق اس نعلین مبارک کے سایہ کے نیچے تھے اور کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ندا ہوئی: آپ نعلین پاک اتار دیجئے اور حضرت احمد مصطفیٰ کو عرش پر نعلین مبارک اتارنے کا اذن نہ ملا۔''

روحانیوں اور کروبیوں سے ملاقات:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں رفرف پر سوار ہو کر ملائکہ کی صفیں چیرتے ہوئے ایک زرد سبز رنگ والے پرندے کے پاس پہنچا اور وہ سجدہ ریز تھا اور وہ اپنے سجدوں میں یہ تسبیح کر رہا تھا: سبحان اللہ العظیم۔ جب یہ پرندہ

Marfat.com

تسبیح کہتا تو زمین کے تمام پرندے تسبیح کہتے اور وہ اسے اس کی بولی کا جواب دیتے۔ جب زمین کے پرندے اس کی آواز سنتے تو وہ اپنی گردنیں جھکا دیتے اور اس پرندے کی تسبیح بغور سننے کے لئے گوش برآواز کر دیتے ہیں اور اپنے پروں سے پھڑ پھڑا کر تسبیح و تقدیس کے ساتھ اللہ واحد قہار کی عبادت کرتے ہیں اور جب وہ خاموش ہوتا ہے تو اہل زمین کے پرندے بھی خاموش ہو جاتے ہیں۔ میں بھی اس منظر میں تھا تو اچانک میں نے ایسے ملائکہ دیکھے جو پاؤں کے بل کھڑے تھے۔ میں نے پوچھا:

''اے اسرافیل! یہ کون ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ روحانیون اور کروبیون (مقرب فرشتوں کے دو گروہ) ہیں اور یہ حاملین عرش ہیں۔ آپ ان کے قریب ہو کر انہیں سلام کریں۔''

میں نے ان کے قریب ہو کر انہیں سلام کیا تو انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور مجھے میرے رب عزوجل کی طرف سے اکرام پر مبارک باد دی۔

ایک درود پڑھنے والے فرشتے سے ملاقات:

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اچانک میں نے اپنے سر کی جانب سے آواز سنی:

الصلوٰۃ والسلام علیك یا محمد

الصلوٰۃ السلامُ وعلیك یا احمد

اور میں نے اپنا سر اٹھایا تو پھر میں نے ایک بڑے جسیم فرشتے کو دیکھا جو برف سے بھی زیادہ سفید تھا۔ اسے اپنی اصل شکل وصورت میں ستر ہزار فرشتے آگے لا رہے تھے۔ اس نے مجھے بغلگیر ہو کر چوم لیا اور کہا:

''اے اللہ کے حبیب! اور اللہ کے ہاں تمام مخلوق سے معزز ترین! آپ سیر جاری رکھیں۔''

بے شمار حجابات:

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے ان ملائکہ کے جھرمٹ میں سیر کی اور وہ فرشتے میرے دائیں بائیں اور آگے پیچھے تھے، میری تعظیم واکرام کرتے حتیٰ کہ ستر ہزار حجابات نہایت سفید نور کے اور ستر ہزار حجاب سبز زمرد کے اور ستر ہزار حجاب دبیز ریشم کے اور ستر ہزار حجاب باریک ریشم کے اور ستر ہزار حجاب نور کے اور ستر ہزار حجاب طاقت وجبروت کے ہم نے تیزی سے طے کئے اور ہر ہر حجاب کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا تھا۔ حتیٰ کہ ان ملائکہ نے مجھے دھویں کے حجاب تک پہنچایا اور پھر اس سے اندھیرے کے حجاب تک اور اس سے نور کے حجاب تک اور اس سے حجاب شاہی تک اور اس سے حجاب عزت تک اور اس سے حجاب کمال تک اور اس سے حجاب قہر تک اور اس سے حجاب عظمت تک اور اس سے حجاب وحدانیت تک اور اس سے حجاب صمدانیت تک اور اس سے حجاب بقاء تک اور اس سے حجاب

Marfat.com

علی (بلندی) تک اور اس سے حجاب کبریا تک اور اس سے بارگاہ الٰہی کے حجاب تک حتیٰ کہ میں حجاب فردانیت تک پہنچا تو میں نے مشاہدہ کیا اور میں نے اپنے آپ کو ملائکہ کی ستر ہزار صفوں کے پاس پایا جو اپنے پاؤں کے بل کھڑے تھے اور پھر اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی:

''جو حجابات میرے اور میرے حبیب محمد کے درمیان حائل ہیں انہیں ہٹا دو۔''

حجابات اٹھا دیئے گئے، ان لاتعداد حجابات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

ملائکہ کی بے شمار صفوں کو ملاحظہ فرمانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ملائکہ کی ایک لاکھ صفیں کھڑی دیکھیں جو رکوع نہیں کرتے تھے اور ملائکہ کی ایک لاکھ صفیں رکوع میں دیکھیں جو سجدہ نہیں کرتے اور ایک لاکھ سجدہ کرنے والی صفیں جو بیٹھتے نہ تھے اور نہ ہی قیامت تک اپنے سروں کو سجدہ سے اٹھائیں گے۔

اللہ کی پکار:

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی میں انہی عجائبات کے غور و فکر میں تھا کہ جلال و کمال حسن و منظر و عظمت اور اللہ تعالیٰ کی ہیبت جیسے دیدہ عجائب کی وجہ سے مجھے ہیبت محسوس ہونے لگی۔ مجھے پکارتے ہوئے کہا گیا:

''اے محمد! پیش رفت کیجئے۔ پیش رفت کیجئے۔ میرے قریب ہو جائیں۔''

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے پانچ سو سال مسافت کا ایک قدم آٹھایا تو مجھے کہا گیا:

''اے محمد! ڈرو نہیں اور نہ غم کھاؤ۔''

یہ آواز سنتے ہی لاحق شدید ہیبت سے میرا دل مطمئن ہو گیا اور پھر یہ رفرف مجھے بلندی پر لے اڑا، حتیٰ کہ مجھے میرے سردار اور مالک کی بارگاہ عالیہ کے قریب لے گیا۔

اللہ کا درود:

امام شعرانی فرماتے ہیں:

''جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اکیلا پن محسوس ہوا تو آپ نے ایک آواز سنی جو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز کے مشابہ تھی۔ وہ آواز یہ تھی:

((یا محمد فان ربك یصلی))

''اے محمد! آپ توقف فرمایئے۔ آپ کا رب صلوٰۃ فرما رہا ہے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل مبارک میں خیال گزرا کہ میرا رب نماز پڑھتا ہے حتیٰ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس خطاب سے تعجب ہوا اور اکیلے پن کا خیال جاتا رہا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

((ھو الذی یصلی علیکم و ملئکتہ))

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود پڑھتے ہیں۔''

((لعلم عند ذلك ماهوا المراد بصلوة الحق))

''پس اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جان لیا کہ صلوٰۃ سے درود شریف مراد ہے۔''

(الیواقیت واجواہر، جلد۲، صفحہ نمبر۳۵)

پھر یہ آیت نازل ہوئی:

((ھو الذی یصلی علیکم و ملئکتہ لیخر جکم من الظلمت الی النور))

''اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے آپ پر درود پڑھتے ہیں تاکہ آپ کو اندھیرے سے اجالے میں لائے۔''

صلوۃ میں آنکھوں کی ٹھنڈک:

ابوبکر بن فورک سے روایت ہے:

((قرة عینی فی الصلوٰة ای فی صلوٰة الله تعالیٰ علی و ملئکته و امره بذلك))

(شفاء، جلد۱، صفحہ نمبر۴۷)

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک صلوٰۃ میں ہے یعنی درود شریف میں ہے۔ وہ درود جو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے مجھ پر پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس درود کے پڑھنے کا حکم فرمایا۔''

اسماء حسنیٰ کا شہود:

امام شعرانی لکھتے ہیں:

((اذا مر علی حضرت الاسماء الالٰهية سب متخلصا بصفاتها فاذا مر علی الرحيم كان رحيماً اوعلی الغفور كان غفورًا اوعلی الكريم كان كريمًا او علی الحليم كان حليمًا اوعلی الشكور كان شكورًا اوعلی الجواد كان جوادًا وهكذا فما يرجع من ذالك الاوهو فی غاىة الكمال))

(الیوقیت والجواہر)

''جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسماء باری تعالیٰ سے گزر فرمایا تو آپ ان صفات کے پرتو سے متصف ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ جب رحیم سے گزرے تو آپ رحم کرنے والے بن گئے اور جب غفور سے گزرے تو

Marfat.com

مغفرت کرنے والے بن گئے اور جب کریم سے گزرے تو کرم والے بن گئے اور جب شکور سے گزرے تو شکر کرنے والے بن گئے اور جب جواد سے گزرے تو آپ جود کرنے والے بن گئے۔ حتیٰ کہ اسی طرح باقی اسماء حسنیٰ سے جب گزرتے تو وہ جن حسن صفات سے متعلق ہیں، انہیں صفات سے متصف ہوتے گئے۔ آپ جب معراج سے واپس تشریف لائے تو انتہائی کمال کے حال میں جلوہ گر تھے۔"

قلموں کی آواز:

((قال رسول الله ﷺ عرج لی حتی ظهرت مستوی اسمع فیه صریف الاقلام))

(صحیح مسلم، جلد ا، صفحہ نمبر ۹۳)

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: پھر مجھے اور بلند کیا گیا حتیٰ کہ میں ایک بہت بلند مقام پر چڑھ گیا جہاں میں نے قلموں کی آواز سنی۔"

حضرت شہاب الدین خفاجی شرح کتاب الشفاء میں لکھتے ہیں:

((انه بلغ من الرفعة بمقام اطلع فیه علی الككوین و ما یراد و یر مرله من تقریر الله عز و جل))

(نسیم الریاض شرح قاضی عیاض، جلد ۲، صفحہ نمبر ۲۶۹)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے بلند مرتبہ پر پہنچے تو آپ نے تکوین اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور اس کی مراد پر اطلاع پائی۔"

علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

((ان الاقلام اثنا عشر قلماً وانها متفاوتة فی الرتب فاعلا ها واجلها قدرا قلم التقدیر السابق الذی کتب الله به مقادیر الخلائق))

(مواہب الدنیہ، جلد ۲، صفحہ نمبر ۲۸)

"تحقیق یہ بارہ قلمیں ہیں اور وہ سب کی سب مراتب کے لحاظ سے متفاوت ہیں، پس ان میں سے بلند اور بزرگ شان والی قلم تقدیر ہے جس نے سب سے پہلے خلقت کی تقدیر کو لکھا ہے۔"

تفسیر مدارک، جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۱۶۷ پر لکھا ہے کہ وہ قلم تقدیر ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قسم ارشاد فرمائی ہے اور فرمایا:

((ن والقلم وما یسطرون))

"ن۔ مجھے قلم کی قسم ہے اور ان فرشتوں کی قسم ہے جو لکھنے والے ہیں۔"

"نون حروف مقطعات سے ہے۔ اس کا معنی اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اسماء الٰہی نور اور

Marfat.com

ناصر کا ابتدا مراد ہے اور بعض نے کہا کہ الرحمٰن اور مومن کا آخر مراد ہے۔ بعض نے اس کا معنی وہ مچھلی کیا جس نے زمین کو اٹھایا ہوا ہے۔ بعض نے اس کا معنی دوات لیا ہے جس سے لوح محفوظ پر لکھا جاتا ہے۔"

اعلیٰ تر درجہ:

امام نووی شرح صحیح مسلم میں لکھتے ہیں:

((قال القاضی ونی علو منز لة نبینا صلی الله علیه وسلم وار تفاعه فوق منازل شائر الانبیاء صلوٰة الله و سلامه علیهم اجمعین و بلوغه حیث بلغ من ملکوت السموات دلیل علی علو د ر جته وابانة فضله))

(نووی شرح مسلم، جلد۱، صفحہ نمبر ۹۳)

"قاضی عیاض نے فرمایا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کی بلندی اور تمام نبیوں کی منازل سے آپ کا بالاتر ہونا اور آپ کا ملکوت سموات تک پہنچنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا درجہ اعلیٰ تر اور آپ کی فضیلت واضح اور روشن ہے۔"

علوم کائنات کا حصول:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"میں تنہا رہ گیا اور سوائے پروردگار کے کوئی مونس و مددگار نہ تھا۔ وہاں اللہ کے جلال کی ہیبت میرے دل پر چھائی۔ ناگہاں میں نے دیکھا کہ ایک قطرہ ٹپکا اور میں نے اس کو منہ میں لے لیا۔ اللہ کی قسم! میں نے زندگی بھر اس سے زیادہ بہتر چیز نہ چکھی تھی۔ پھر اس قطرہ کی برکت سے تنہائی کا تصور خیال سے دور ہو گیا اور اولین و آخرین کا علم مکشوف ہو گیا۔" (مواہب لدنیہ، جلد ۶، صفحہ نمبر ۲۸)

تفسیر روح البیان میں ہے:

((وقال صلی الله علیه وسلم لیلة المعراج قطرت فی خلقی قطرة فعلمت ما کان و ما یکون))

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: معراج کی رات میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکا جس سے مجھے گزشتہ اور آئندہ سب امور کا علم ہو گیا۔"

آیت مبارکہ:

((علمك مالم تكن تعلم))

کے تحت بحر الحقائق میں تحریر ہے:

Marfat.com

''اس سے ماکان و ما یکون کا علم مراد ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ جیسا کہ معراج شریف کی حدیثوں میں روایت ہے کہ عرش کے نیچے ایک قطرہ میرے حلق میں ٹپکایا گیا، اس کے وفور فیضان سے مجھے ماکان و مایکون کا علم ہوگیا۔''

رسول اللہ اور جمیع مخلوقات کا علم اور علم ربانی:

علامہ شہاب الدین خفاجی اور علامہ طیبی آیت مبارکہ:

((اعلم غیب السموات والارض واعلم ماتبدون وما کنتم تکتمون))

کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

''معلومات الٰہیہ کی کوئی انتہاء نہیں ہے۔ سماوات اور زمین کے غیوب اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں اور جو وہ چھپاتے ہیں یہ اللہ کے علوم کے سمندر میں سے ایک قطرہ سے بھی کم ہے۔''

تفسیر روح البیان میں ہے کہ ہمارے شیخ نے رسالہ رحمانیہ میں تحریر فرمایا ہے کہ اولیاء کا علم انبیاء کے علم سے وہ نسبت رکھتا ہے جو ایک قطرہ کو سات سمندروں سے ہوتی ہے اور انبیاء کا علم ہمارے نبی کے علم سے یہی نسبت رکھتا ہے۔ اور ہمارے نبی، تمام انبیاء اور جمیع کائنات کے علماء اور جمیع مخلوقات کا علم اللہ کے علم کے سمندر کے ایک قطرے سے بھی کم ہے۔ صحیح بخاری میں ہے:

((وقع عصفور علی حرف السفینة غمس منقارة فی البحر فقال الخضر موسیٰ ما علمك و علمی وعلم الخلائق فی علم الله تعالیٰ الا مقدار ما غمس هذا العصفور منقاره))

''کشتی کے کنارہ پر ایک چڑیا بیٹھ گئی اور اپنی چونچ دریا میں تر کرلی تو خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میرا اور تمہارا علم اور تمام مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سامنے ایسا ہی ہے جیسا کہ سمندر کے مقابلہ اس چڑیا کا چونچ تر کرلینا ہے۔''

علماء کرام نے لکھا ہے:

''اگر تمام اولین و آخرین سب کے علوم جمع کرلئے جائیں تو ان کے مجموعہ کو علوم الٰہیہ سے اصلاً کوئی نسبت نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ وہ نسبت بھی نہیں ہوسکتی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دس لاکھ سمندروں سے ہوتی ہے۔ اس لیے کہ بوند کا یہ حصہ بھی محدود ہے اور ذخار بھی متناہی ہیں اور متناہی کو متناہی سے ضرور کوئی نسبت ہوتی ہے، لیکن متناہی (مخلوقات کے علوم) کو غیر متناہی (اللہ کے علوم) سے کوئی نسبت نہیں ہوتی۔''

Marfat.com

قیامت تک کے احوال کا مشکوف ہونا...... اللہ کی اطلاع سے جاننا:

مواہب لدنیہ میں طبرانی کے حوالے سے لکھا ہے:

((عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله تعالىٰ قد رفع لى الدنيا فانا انظر اليها وانى ماهو كائن فيها الى يوم القيمة كانما انظر الى كفرى هذا)) (مواهب لدنيه، جلد ٢، صفحه نمبر ١٩٢)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اللہ جل شانہ نے میرے لئے زمین کو مکشوف فرمایا۔ پس میں دنیا کی طرف اور جو اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔''

علامہ زرقانی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

''اللہ جل شانہ نے حضور علیہ الصلوٰہ والسلام کیلئے دنیا کا جہان ظاہر فرمایا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا احاطہ فرمالیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا کہ میں اس کو اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے، سب کو مثل اپنی کف دست کے مشاہدہ فرمارہا ہوں اس طرف اشارہ ہے کہ حدیث شریف میں نظر کے معنی آنکھ سے دیکھنا مراد ہے، نہ کہ کوئی مجازی معنی۔

(زرقانی، جلد ۷، صفحہ نمبر ۲۳۴)

حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نفخ اولیٰ تک، جو کچھ دنیا میں ہونیوالا ہے وہ سب کچھ حضور علیہ السلام کے سامنے مکشوف ہوگیا حتیٰ کہ اول سے آخر تک تمام احوال آپ کو معلوم ہوئے اور ان میں سے بعض احوال کی آپ نے اپنے صحابہ کرام کو اطلاع فرمائی۔

ادن منی کا خطاب:

حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جلوہ کبریا کے جب نزدیک پہنچا تو آواز آئی:

''اے میرے حبیب! گزر جایئے۔''

اس آواز کے سنتے ہی میں نے خیال کیا تو حجاب کبریا سے پار ہوگیا تھا۔ اس کے بعد میں خطاب سنتا تھا:

((ادن منى))

''نزدیک آجایئے۔!''

جب میں اس خطاب سے مخاطب ہوتا تھا تو ایک قدم اٹھاتا تھا اور ہر قدم سے اتنا فاصلہ طے ہو جاتا تھا جتنا کہ میں نے وہاں تک طے کیا اور ہزار بار ادن منی کا خطاب سنا اور ہر خطاب پر قدم اٹھایا اور زمین سے وہاں تک جتنی مقدار مسافت تھی ایک ایک قدم سے ترقی کرتا تا آنکہ دنی کے مرتبہ سے مشرف پایا۔ اس

Marfat.com

کے بعد فتدلیٰ پر ترقی پائی اور وہاں سے فکان قاب قوسین کے خلوت خانہ میں پہنچا اور اوحی اولی عبدہ ما اوحی کے اسرار اور راز و رموز سے محرم راز ہوا۔ (معارج النبوۃ، جلد ۳، صفحہ نمبر ۱۵۳)

دنیٰ فتدلیٰ کا مقام:

شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہ فرماتے ہیں:

''دنی فتدلی سورۃ النجم کی آیات کے معانی تک پہنچنا دشوار ہے، کیونکہ دنی بعد اور دوری کے بعد آتا ہے، اس وقت وہاں بعد اور دوری کہاں۔؟ تدلی مکان میں ہوتا ہے۔ وہاں مکان کی کیا گنجائش ہے۔؟ کان ماضی پر دلالت کرتا ہے۔ اس مقام پر زمانہ خود کہاں۔؟ قاب سے مقدار اور اندازہ ہے، وہاں مقدار کا کیا اعتبار ہے۔؟ قوسین میں مثال کی طرف اشارہ ہے۔ وہاں مثال ہی معدوم ہے۔ ادنی لفظ دنو سے مبالغہ ہے اور یہاں قریب ہونے والا کون ہے اور یدنو جس کے قریب ہوتا ہے کہاں؟ خلاصہ یہ کہ تمام عالموں کے علم اس کی تفسیر کماحقہ سے عاجز ہیں۔ اگر کوئی اس میں لب کشائی کرے تو اس قدر کہہ سکتا ہے:

((دنی عبداً فتدلی فرداً دنی مکیاً دنی فریشاً فتدلی عرشیاً دنی مجاهداً فتدلی مشاهدًا دنی طالباً فتدلی مطلوباً دنی افتقاراً فتدلی افتخاراً دنی منا دیاً فتدلی مناجیاً دنی مادحاً فتدلی ممدوحاً دنی شاکراً فتدلی مشکوراً))

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے، حالانکہ وہ عبد تھے اور بہت زیادہ قریب ہوئے دراں حالانکہ آپ فرد تھے۔ قریب ہوئے تو مکی تھے۔ قریب ہوئے تو فرشی تھے۔ زیادہ قریب ہوئے تو عرشی تھے۔ قریب ہوئے تو مجاہدہ کرنیوالے تھے۔ زیادہ قریب ہوئے تو مشاہدہ کرنے والے تھے۔ قریب ہوئے تو طالب تھے۔ زیادہ قریب ہوئے تو مطلوب تھے۔ قریب ہوئے تو محتاج تھے۔ زیادہ قریب ہوئے تو اللہ کی نعمتوں پر فخر کرنے والے تھے۔ قریب ہوئے تو ندا کرنے والے تھے۔ زیادہ قریب ہوئے تو مناجات کرنے والے تھے۔ قریب ہوئے تو تعریف کرنیوالے تھے، زیادہ قریب ہوئے تو تعریف کئے ہوئے تھے۔ قریب ہوئے تو شکر کرنے والے تھے۔ زیادہ قریب ہوئے تو شکر قبول کیے ہوئے تھے۔''

ضمائر کے مرجع ...... مقام دنیٰ اور صحاح ستہ کی احادیث:

یاد رہے کہ جس طرح تفسیروں میں اس کی ضمیروں کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف راجع کیا گیا ہے اسی طرح ان ضمائر کو اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کرنا بھی درست ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:

((ودنا الجبار رب العزت فتدلی حتی کان منه قاب قوسین او ادنی))

(صحیح بخاری، جلد ۲، صفحہ نمبر ۱۱۲۰) (صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ نمبر ۹۲)

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے اور بہت قریب ہوئے۔ حتیٰ کہ دو کمان کی مقدار

Marfat.com

بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب ہو گئے۔"

شارح بخاری کا عقیدہ:

امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

((وقد نقل القرطبی عن ابن عباس انه قال دنا الله سبحانه و تعالیٰ))

(فتح الباری، جلد ۱۳، صفحہ نمبر ۴۱۴)

"اور امام قرطبی سے منقول ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرب بخشا۔"

سجدہ کرنا:

بعض نے اس آیت کا معنی یوں بیان فرمایا کہ دنیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ جل شانہ کے قریب ہوئے، فتدلی ادب سے وہاں سجدہ کیا۔

قاب قوسین:

قاب کے معنی مقدار کے ہیں اور قوسین کے معنی کمان کے ہیں۔ اس کی اصلی حقیقت تو اللہ اور اس کا رسول جانتا ہے۔

محققین کے نزدیک دنیٰ سے نفس مقدس کی طرف اشارہ ہے اور تدلی سے دل مطہر کی طرف اور فکان قاب قوسین سے روح طیب کی طرف اور دنی سے سر مبارک کی طرف اشارہ ہے یعنی آپ کا نفس مقدس خدمت کے مقام میں تھا اور دل مطہر محبت کے مقام میں اور روح شریف قربت کے مقام میں اور سر مبارک مشاہدہ کے مقام میں۔

قاضی عیاض نے لکھا ہے:

"اس آیت شریف کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ یہ مضمون اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین تقسیم ہوتا ہے۔ پس دنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قریب ہوئے، فتدلی اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ قریب ہوئے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی شان میں جہت کا ہونا محال ہے اور قرب جہت پر دلالت کرتا ہے، اس لئے اس میں یوں تاویل کرنا لازمی ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب ہونے سے آپ کی عظمت و قدر و منزلت کی طرف اشارہ ہے کہ آپ وہاں پہنچے جہاں کوئی نہ پہنچ سکا اور اللہ تعالیٰ کے زیادہ قریب ہونے سے یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی قدر و منزلت کو ظاہر فرمایا اور قاب قوسین نہایت قریب سے، اور حقیقت پر مطلع ہونے سے کنایہ ہے اور یہاں وہ تاویل کرنی چاہیے جو اس حدیث قدسی میں ہے:

Marfat.com

((من تقرب الی شبر ا تقربت منه ذرعاً ومن اتانی یمشی اتیته هرولة))

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہو جاتا ہے میں اس سے ایک گز نزدیک ہو جاتا ہوں اور جو شخص میرے پاس چل کر آتا ہے میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔''

اوحی اولی عبدہ ما اوحی:

((اوحی الی عبده ما اوحی))

''پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی طرف وہ وحی کی جو وحی کی۔''

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

((بلا واسطه فیما بینه و بینه سراً الی قلبه))(تفسیر روح البیان، جلد ۴)

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے مقدس حبیب کی طرف بلا واسطہ وحی فرمائی، جو پوشیدہ طور پر ان کے قلب اطہر پر واقع ہوئی۔''

جو وحی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ڈالی اس کو اللہ تعالیٰ نے لفظ ''ما'' سے بیان فرمایا جو ابہام پر دلالت کرتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ اس وحی کی حقیقت کو یوں ظاہر فرماتا ہے کہ وہ ایسی عظیم الشان وحی تھی جو تفصیل سے بے نیاز ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو انواع اقسام کے علوم تعلیم کئے۔ اور فرمایا کہ پوشیدہ رکھنا۔ جب آپ معراج سے تشریف لائے تو ایک دن کسی دیوانے کو دیکھا کہ وہی علوم بازاروں میں کہتا پھرتا ہے۔ آپ نے جناب باری میں عرض کیا: یہ کیا بات ہے۔؟ مجھے تو چھپانے کا حکم ہوا اور یہ دیوانہ ظاہر کرتا پھرتا ہے۔ پھر یوں وحی ہوئی کہ یہ ہمارے اسرار ہیں۔ آپ اسے نہ پوچھئے۔ اگر آپ بتلاتے تو فتنہ فساد کا ڈر تھا۔ اس دیوانہ کی باتوں کا کون اعتبار کرے گا۔؟

عرش سے تحت الثریٰ تک اللہ تعالیٰ کی جتنی مخلوق ہے اس تمام مخلوق کی عقلوں سے اللہ تعالیٰ نے اس پوشیدہ وحی کے بھید کو ''ما اوحی'' فرما کا مبہم کر دیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو وحی کی اس کو کسی نے نہ سنا جس کی وجہ یہ ہے کہ محبّ اور محبوب کے درمیان جو راز ہوتا ہے اس پر ان دونوں کے سوا کوئی اور مطلع نہیں ہو سکتا۔

((واظن ان لو بین کلمة من تلك والا سرار لجمیع الاولین والاخرین لما توا جمیعا لثقل ذالك الوارد الذی ورد من الحق علی قلب عبده احتمل ذالك المصطفیٰ ﷺ بقوة الربانیة ملکوتیة لا هو تیة البس الله اياه))

''اور میرا گمان یہ ہے کہ اگر تمام اولین و آخرین کے سامنے ان اسرار سے کوئی ایک کلمہ تک بیان کیا جائے تو وہ تمام مر جائیں گے اور اس بھید کا بوجھ نہ اٹھا سکیں گے، کیونکہ یہ بھید جو اللہ تعالیٰ سے اس کے خاص

Marfat.com

بندے کی قلب مبارک پر وارد ہوا حضرت محمد مصطفےٰ کا کام تھا کہ آپ اس کے متحمل ہوئے اور یہ بوجہ ربانی ملکوتی اور لاہوتی قوت کے لیے ہے جو آپ کو عطا کی گئی۔ ورنہ ان اسرار سے ایک ذرہ کا تحمل بھی نہ فرما سکتے، کیونکہ اس وحی مخصوص کی شان یہ ہے کہ وہ خبریں عجیب ہیں اور اولین کے راز ہیں۔ اگر ان میں سے ایک کلمہ ظاہر ہو جائے تو احکام معطل ہو جائیں، روح اور جسم فنا ہو جائیں، تمام رسوم (نشانات) مٹ جائیں، تمام عقل، فہم اور علم مضمحل ہو جائے۔"

امت کے متعلق مشورہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((ان ربی استشار نی فی امتی ماذا افعل بهم فقلت و عبادك فاستشار نی فی الثانية فقلت له كذالك فاستشار نی الثالثة فقلت له كذالك فقال تعالیٰ ان لن اخزيك فی امتك يا احمد و بشر نی ان اول من يدخل الجنة معی من امتی سبعون الفاً ليس عليهم حساب ثم ارسل الی ادع تجب و سل تعط فقلت لرسوله او معطی ربی سوالی قال ما ارسل اليك الا ليعطيك))

(کنزل العمال، جلد ۶، حدیث نمبر ۱۷۴۳۹) (خصائص کبریٰ، جلد ۲، صفحہ نمبر ۲۱۰) (مسند امام احمد، جلد ۵، صفحہ نمبر ۳۹۳)

"بیشک میرے رب کریم نے میری امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں؟ میں نے عرض کیا: اے میرے رب! جو کچھ تو چاہے وہی کر۔ وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ مجھ سے مشورہ لیا۔ میں نے وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے مشورہ طلب فرمایا۔ میں نے وہی عرض کیا۔ پھر میرے رب کریم نے مجھ سے ارشاد فرمایا: اے احمد! بیشک میں تیری امت کے معاملہ میں تجھے ہرگز رسوا نہ کروں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی کہ میرے ستر ہزار امتی سب جنتیوں سے پہلے میری ہمراہی میں جنت میں داخل ہوں گے۔ ان میں سے ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار اور ہوں گے جن سے حساب نہ لیا جائے گا۔ پھر میرے رب نے (اس واقعہ کے بعد کسی دوسرے وقت میں) میری طرف قاصد بھیجا: اے حبیب! تو دعا کر تیری دعا قبول کی جائے گی اور مانگ تجھے دیا جائے گا۔ پھر میں نے اپنے رب کریم کے قاصد سے کہا: کیا میرا رب میری ہر مانگی ہوئی چیز مجھے دے دے گا تو اس قاصد (فرشتہ) نے عرض کیا: حضور! اسی لئے تو رب تعالیٰ نے قاصد بھیجا ہے کہ آپ جو کچھ اس سے مانگیں آپ کو عطا فرمائے۔"

Marfat.com

امت کے لیے سوال:

اخبار القرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

''میں نے آدم کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور فرشتوں سے اس کا سجدہ کرایا۔ پس اگر تو نہ ہوتا تو میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ دنیا کو اور میں نے موسیٰ سے کلام کیا جب کہ وہ زمین پر تھے اور فراش پر میرا خطاب ہوتا ہے اور میں نے ادریس کو بلند جگہ پر اٹھا لیا اور تجھے قاب قوسین اور ادنیٰ کا درجہ دیا اور میں نے داؤد کو زبور عطا فرمائی۔ پس تحقیق تجھے قرآن عظیم عطا فرمایا۔ اور اس میں دو سورتیں ہیں کہ ہر ایک ان میں سے دنیا اور آخرت میں سے اچھی ہے۔ کوئی شخص دن رات ان دونوں سورتوں کا وظیفہ نہیں بنائے گا مگر میں اس کیلئے دنیا میں حصہ (بخشش کا) اور آخرت میں جنت کا دخول جزاء دوں گا۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا:

''اے میرے رب! اے میرے مولا! وہ کونسی سورتیں ہیں۔؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''وہ دو سورتیں سورت بقرہ اور سورت آل عمران ہیں۔''

پھر فرمایا:

''اے احمد! جان لے کہ جو شخص آپ کی امت سے رمضان کا مہینہ پائے پھر دن کو روزے رکھے اور رات کو نوافل پڑھے تو میں اس کو پہلی تہائی ماہ رمضان میں اپنی خوشنودی عطا کروں گا اور دوسری تہائی رمضان میں اپنی بخشش عطا کروں گا اور تیسری تہائی میں دوزخ سے نجات دوں گا۔ اور میں نے سلیمان کے لئے ہوا اور پرندوں کو مسخر کر دیا۔ پس تیرے لئے زمین کو مسجد اور پاک کرنے والی بنایا اور تیرے لئے بادشاہوں کی گردنوں کو جھکا دیا اور میں نے عیسیٰ میں روح پھونکی۔ پس تیرا نام اپنے نام سے مشتق کیا حتیٰ کہ میں محمود ہوں اور تیرا نام محمد ہے اور میں کسی مؤذن کی اذان قبول نہیں کرتا اور نہ کسی دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں، حتیٰ کہ وہ اس بات کی گواہی دے کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔''

حضور علیہ السلام نے عرض کیا:

''اے میرے رب! یہ سب کچھ میرے لئے ہے۔ میری امت کیلئے کیا ہے؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تیری امت سے ستر ہزار ایسے شخصوں کو بخش دوں گا جن کیلئے عذاب واجب ہو چکا ہے اور وہ جہنم کے مستحق ہو چکے ہیں۔''

پھر میں نے عرض کیا:

Marfat.com

''اے میرے رب! کچھ زیادہ فرمایئے۔!''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے محمد! تیری امت سے اگر کوئی شخص موت سے ایک سال پہلے توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کرلوں گا۔''

پھر میں نے عرض کیا:

''کچھ اور زیادہ فرمایئے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جب ان میں سے کوئی شخص موت سے ایک مہینہ پہلے توبہ کرے گا اس کی توبہ قبول کرلوں گا۔''

پھر میں نے کہا:

''اے میرے رب! کچھ اور زیادہ فرمایئے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جب ان میں سے ایک جمعہ پہلے توبہ کرلے گا تو اس کی توبہ قبول کروں گا۔''

میں نے عرض کیا:

''کچھ زیادہ فرمایئے۔!''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جب ان میں سے کوئی شخص موت سے ایک ساعت پہلے توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کرلوں گا۔''

میں نے عرض کیا:

''کچھ زیادہ فرمایئے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جب ان میں کوئی شخص غرغرہ کے وقت توبہ کر لے تو میں اس کی توبہ قبول کروں گا۔''

میں نے کہا:

''کچھ اور زیادہ فرمایئے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''توبہ کا دروازہ کھلا ہے، جب تک جسم میں روح باقی ہے۔''

میں نے کہا:

''کچھ زیادہ فرمایئے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میں نے تیری امت کے ہر جمعہ کو ایک لاکھ شخص جہنم سے آزاد کیے۔''

Marfat.com

میں نے عرض کیا:

''کچھ اور زیادہ فرمائیے۔!''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جب رمضان کا مہینہ ہو اس مہینہ کی ہر رات میں ایک لاکھ آدمی جہنم سے آزاد کر دیئے ہیں۔''

میں نے عرض کیا:

''کچھ اور زیادہ فرمائیے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جب رمضان کی آخری رات ہو گی اس رات میں اس قدر لوگوں کو جہنم سے آزاد کروں گا جتنے کہ اول سے آخر تک سب رمضان میں آزاد کئے۔''

میں نے عرض کیا:

''کچھ اور زیادہ فرمائیے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے تین چلو بھرے اور فرمایا:

''لے لو اور لے لو اور لے لو۔''

میں نے عرض کیا:

''اس کی کیا تفسیر ہے؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''پہلا میرا کرم ہے، دوسرا میرا عفو ہے اور تیسری میری رحمت ہے۔''

پھر میں نے عرض کیا:

''میرے رب کی حمد اور شکر ہے۔''

تشہد کے لطائف:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب رب العزت سے کلام کا شرف حاصل ہوا تو آپ نے ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ حمد وثناء کی:

((التحیات للہ والصلوات والطیبات))

اللہ تعالیٰ کی طرف سے یوں سلام ارشاد ہوا:

((السلام علیك ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاته))

''اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔''

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا:

((السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین))

''ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔''

پھر ایک فرشتہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم الشان مرتبہ کو دیکھ کر یہ کہا:

((اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ))

''میں گواہی دیتا ہوں عبادت کے لائق ایک ہی اللہ ہے اور میں گواہی دیتا ہوں بیشک حضرت محمد اس کے مقدس بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

نمازی تشہد کے الفاظ سے ان کے معانی کا قصد کرے جو کہ جملہ انشائیہ کی صورت میں ارادہ کئے جاتے ہیں، گویا کہ نمازی اب اللہ کے دربار میں تحفہ پیش کر رہا ہے اور اپنے نبی کریم پر سلام پڑھ رہا ہے اور نمازی اپنی وجود پر اور اپنے دوستوں پر سلام بھیج رہا ہے اور اسے جملہ خبریہ بنا کر نہ پڑھے۔ اور معراج میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور فرشتوں کی طرف سے جو تحفہ اور سلام اور گواہی کا واقعہ ہے (نمازی کو چاہیے کہ) اس سے حکایت کا قصد نہ کرے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

((واحضر فی قلبك النبی صلی اللہ علیہ وسلم وشخصہ الکریم وقل السلام علیك وایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ))

(احیاء العلوم، جلد ۱، صفحہ نمبر ۱۷۵)

''نماز پڑھتے وقت اپنے دل میں حضور علیہ اصلوٰۃ والسلام اور آپ کی شخصیت کریمہ کو حاضر کر لو اور کہو: اے نبی! آپ پر سلام نازل ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔''

امام ابن حجر عسقلانی اور حافظ بدالدین عینی ارقام پذیر ہیں:

((ویحتمل ان یقال علی طریق اھل العرفان ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لھم بالدخول فی حریم الحی الذی لا یموت فقرت اعینھم بالمناجات فنبھوا علی ذالك بواسطۃ نبی الرحمۃ وبرکۃ متابعتہ التفتوا فاذ الحبیب فی حرم الحبیب فاقبلوا قائلین السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ)) (فتح الباری) (عمدۃ القاری)

''اور یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے جو عارفوں کے طریقہ پر مبنی ہے کہ نمازیوں نے جب التحیات پڑھ کر عالم ملکوت کا دروازہ کھلوانے کو کہا تو ان کو اجازت مل گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو جائیں۔ پس

Marfat.com

جب نمازیوں کی آنکھیں مناجات سے ٹھنڈی ہوگئیں تو انہیں انتباہ ہوا کہ یہ سب کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت اور ان کی اتباع کی برکت سے حاصل ہوا ہے۔ تب انہوں نے التفات کیا تو حبیب کو حبیب کی بارگاہ میں پایا۔ پھر وہ ان کی طرف توجہ کر کے کہنے لگے:

((السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته))

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں:

((انما لم یعطف المصلی السلام الذی سلم به علی نفسه بالواو علی السلام الذی سلم به علی نبیه لانه لو عطفه علیه سلم علی نفسه من جهة النبوة وهو باب قد سده الله تعالیٰ کما سدباب الرسالة عن کل مخلوق بمحمد صلی الله علیه وسلم الی یوم القیمة و تعین بهذا لانه لا مناسبة بیننا وبین رسول الله صلی الله علیه وسلم فانه فی المرتبة الذی لا یبغی لنا فابتد نا باالسلام علینا فی طور من غیر عطف))(فتوحات مکیه، جلد ۲، صفحه نمبر ۳۸)

''نمازی نے السلام علیک کے جملہ پر السلام علینا کے جملہ کو واؤ کے ساتھ عطف نہیں کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر عطف کرتا (چونکہ معطوف اور معطوف علیہ میں ایک ہی حیثیت مدنظر ہوتی) تو گویا کہ نمازی اپنے وجود پر بھی نبوت کی حیثیت سے سلام بھیج رہا ہے، حالانکہ نبوت کا دروازہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے اس طرح بند کر دیا جس طرح رسالت کا دروازہ بند کر دیا۔ اس لئے یہ بات متعین ہوگئی کہ ہمارے اور رسول اللہ کے درمیان کوئی مناسبت نہیں ہے، کیونکہ آپ کا ایسا بڑا مرتبہ ہے جو ہمارے لئے کسی طرح زیبا نہیں۔ اس لئے ہم نے السلام علینا کو اپنے طور پر بدوں عطف کے ابتداء کر دیا۔''

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

((وماقیل ان رده صلی الله علیه وسلم مختص بسلام زائره مردود لعموم الحدیث فدعوی التخصیص تحتاج لدلیل ویرده ایضا الخبر الصحیح وما من احد یمر بقبره اخیه المومن کان یعرفه فی الدنیا فیسلمْ علیهٖ الا عرفه ورد علیه السلام فلو اختس رده صلی الله علیه وسلم بزائره لم یکن له خصوصیة به آلما علمت ان غیره یشارکه فی ذالك قول ابوالیمن ابن عساکر واذا اجاز رده صلی الله علیه وسلمعلی من یسلم علیه من الزائرین

Marfat.com

بقبره جاز مرده علی من یسلم علیه من جمیع الافاق من امته علی بعد مسافة))(نسیم الریاض شرح شفاء للقاضی عیاض، جلد۳، صفحہ نمبر ۵۵۰)

''اور یہ کہنا مردود ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف ایک شخص کو سلام کا جواب عنایت فرماتے ہیں جو وہاں زیارت کرنے والا نزدیک کھڑے ہوکر سلام عرض کرتا ہے، اس قول کے غلط ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں عموم ہے جو بھی مجھے سلام کہے میں اس کو سلام کا جواب دیتا ہوں۔ تخصیص کے قائل کو دلیل کی حاجت ہے (کہ عموم کو خصوص پر کیوں محمول کیا) اور اس تخصیص کو ایک حدیث بھی رد کرتی ہے وہ حدیث یوں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مومن بھائی کی قبر سے گزرتا ہے کہ اس کو دنیا میں پہنچا تا تھا اور پھر اس کو سلام کہتا ہے تو وہ مومن اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس طرح خاص طور پر صرف زائر کو سلام کا جواب مرحمت فرما دیں تو اس میں آپ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اس میں تو ہر ایمان والا شریک ہے۔ امام ابوالیمن جو ابن عساکر کے نام سے محدث مشہور ہیں، فرماتے ہیں: اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام زائرین کے سلام کا جواب دے سکتے تھے (تو یہ بھی ماننا پڑے گا) کہ آپ ہر اس شخص کو بھی سلام کا جواب ارشاد فرماتے ہیں جو آپ کی امت سے جہان کے کسی گوشہ میں ہو یا باوجود یہ کہ وہ (سلام کہنے والا) بہت مسافت سے دور کیوں نہ ہو (مگر آپ اس کو سلام کے جواب کا شرف بخشتے ہیں)

علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

((ویویده سماء النبی صلی الله علیه وسلم سلام من یسلم علیه من بعید و قریب مشروعیته السلام علیه صلی الله علیه وسلم فی التشهد فی الصلوٰة بصیغة الخطاب اذ یقول المصلی السلام علیك ایها النبی ورحمة الله و برکاته فلو لم یکن صلی الله علیه وسلم حیاً یسمع سلام جمیع المسلمین اینما کانوا باسماء الله له ذالك لما کان هذا الخطاب معنی بل کان صدوره من المصلین اشبه بکلام المجانین منه بکلام العقلاء فانك اذا سمعت متکلمًا بخاطب انساناً میتاً و عصفور کثیرة او حیاً لکنه فی بلاد بعیدة تظن ان ذلك المتکلم قد اختلط عقله حتی خاطب من ذکر بخطاب الحاضر معه فاذن لم تشرع لنا مخاطبة النبی صلی الله علیه وسلم فی الصلوٰة بهذا الخطاب الا وهو یسمعها فی حیاته وبعد مماته صلی الله علیه وسلم حتی

Marfat.com

ان بعض الا و لیاء سمعوا علی سبیل الکرامة رده السلام علیهم عند قولهم السلام علیك ایها النبی ورحمة الله و برکاته ولا استحالة فی ذالك))

(افضل الصلوۃ)

”حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دور یا نزدیک کوئی شخص سلام کہے تو آپ اس کا سلام سنتے ہیں۔ اس مسئلہ کی تائید کے لئے وہ سلام دلیل ہے جو نماز کے اندر تشہد میں نمازی خطاب کے صیغہ سے کہتا ہے: السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پس اگر آپ اس طرح زندہ نہیں کہ تمام مسلمانوں کا سلام اللہ تعالیٰ کے سنانے سے سن سکیں خواہ وہ مسلمان جہاں کہیں بھی ہوں تو پھر اس خطاب کا کوئی معنی اور فائدہ نہ ہوگا۔ بلکہ عقلمندوں کی کلام میں اس طرح نمازیوں کا سلام پڑھنا پاگلوں کی باتوں کے مشابہ ہوگا۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اگر آپ کسی شخص سے سنیں کہ وہ مدت دراز سے ایک مردہ شخص سے باتیں کرتا ہے یا ایک زندہ شخص سے باتیں کرتا ہے لیکن وہ زندہ بہت دور کے شہروں میں کسی جگہ رہتا ہے تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ ایسی باتیں کرنے والے کی عقل مخبوط ہے کیونکہ یہ مردہ شخص اور دور دراز رہنے والے شخص سے اس طرح خطاب کر کے باتیں کر رہا ہے جس طرح کے اس کے ساتھ موجود ہو۔ پس اس مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے نماز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ خطاب جائز نہ ہوگا۔ مگر اس کے جواز کی ایک صورت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیات میں اور بعد وفات کے بھی ہمارا سلام سنتے ہیں حتیٰ کہ بعض اولیاء کرام نے کرامت کے طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سلام کا جواب سنا ہے جب کہ انہوں نے السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا اور اس میں کوئی محال لازم نہیں آتا۔“

☆☆☆

باب نمبر 15:

قربِ الٰہی......دیدارِ الٰہی اور واپسی

حدیث وضع الکف:

((عن عبد الرحمن بن عائش قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم رؤیت ربی نی احسن صورة قال فیما یختصم الملاء الا علی قلت انت تعلم قال فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردها بین ثدیی فعلمت مافی السموات والارض وتلا وکذلك نری ابراهیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین))(مشکوٰۃ ،جلد١، صفحہ نمبر٦٩)

Marfat.com

''حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں نے اپنے رب تعالیٰ کو اچھی صورت میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فرشتے کس بات میں بحث کرتے ہیں۔؟ میں نے عرض کیا کہ تو ہی خوب جانتا ہے۔ پھر میرے رب تعالیٰ نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں کندھوں کے درمیان میں رکھا، میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینے کے درمیان محسوس کی۔ پس جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب کچھ میں نے جان لیا۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے مناسب حال آیت تلاوت فرمائی: اسی طرح آسمان اور زمینوں کے ملک ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے تاکہ وہ یقین والوں میں سے ہو جائیں۔''

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ نمبر ۴۶۳ میں ملا علی قاری رقم طراز ہیں:

''اس فیض کے حاصل ہونے کے سبب سے میں نے وہ سب کچھ جان لیا جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تعلیم دی۔ ان چیزوں میں سے جو آسمان اور زمین میں ہیں ملائکہ اور اشجار وغیرہما سے۔ اور یہ عبارت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علمی پر دلالت کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر مفتوح فرمایا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ مافی السموات سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ معراج کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے اور ارض بمعنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں میں بلکہ جو ان سے بھی نیچے ہیں سب کا علم ہو گیا، جس طرح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیل اور مچھلی کی خبر دی ہے جو زمین کے نیچے ہیں۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استشہاد کے طور پر آیت تلاوت فرمائی جس کا ماحصل یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور اس کو ان کیلئے مکشوف فرمایا، اسی طرح نبی آخر الزمان علیہ السلام پر وہ حالات مکشوف فرمائے اور غیوب کے دروازے کھول دیئے۔''

((نعلمت مافی السموات والارض))

''پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔''

حدیث کا یہ حصہ تمام علوم جزوی اور کلی کے حاصل ہونے اور ان کے احاطہ کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس حال کے مناسب یہ آیت بطور استشہاد تلاوت فرمائی: وکــــذلک یعنی اور اسی طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام آسمانوں اور زمینوں کا ملک عظیم دکھلایا تاکہ وہ وجود ذات صفات و توحید کے ساتھ یقین آسمان اور زمین کے ملکوت دیکھنے کے بعد حاصل ہوا۔ جیسا کہ دلیل حاصل کرنیوالوں اور سلوک طے کرنے والوں اور محبت رکھنے والوں کی حالت ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وصول الی اللہ اور یقین پہلے حاصل ہوا۔ اس کے بعد عالم اور اس کے حقائق کو جان لیا، جیسا کہ اس کے مجذوبوں اور محبوبوں اور مظلونوں کی شان ہے۔ اس لیے حدیث میں ہے:

((مارایت شیئاً الا ورأیت اللہ قبلہ))

Marfat.com

''میں نے کسی چیز کو نہ دیکھا مگر اس چیز کو دیکھنے سے پہلے میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔''

دیدار باری تعالیٰ:

((عن ابن عباس قال اتعجبون ان تکون بخلة لا براهيم والكلام موسیٰ والرؤية محمد صلى الله عليه وسلم))

(مواہب لدنیہ، جلد ۲، صفحہ نمبر ۳۷)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ خلعت حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے ہو اور کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اور دیدار الٰہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ہو۔''

حضرت عبداللہ بن شقیق سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوذر سے کہا:

''کاش! میں رسول اللہ کو دیکھتا تو آپ سے پوچھتا۔''

حضرت ابوذر نے کہا:

((عن ای شیء تسئله))

''کس چیز کی بارے میں آپ سے سوال کرتا۔؟''

تو عبداللہ بن شقیق نے کہا:

''میں آپ سے پوچھتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔؟''

حضرت ابوذر نے کہا:

''میں نے آپ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''رئیت نوراً'' میں نے نور دیکھا۔''

(صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ نمبر ۹۷)

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

((ومن المحال ان يدعوا لكريم كريماً الى داره ويضيف حبيب حبيباً فى تصره ثم يتسر عنه و لا يريه وجهه))

(تفسیر روح البیان، جلد ۱، صفحہ نمبر ۱۵۴)

''اور یہ بات ناممکن ہے کہ کریم کریم کو دعوت دے کر بلائے اور دوست اپنے دوست کو اپنے محل میں مہمان بنائے پھر اس سے چھپ جائے اور اس کو اپنا چہرہ نہ دکھائے۔''

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:

((ثم ان قائلين بالروية اختلفوا فمنهم من قال انه عليه الصلوٰة والسلام رأى

Marfat.com

ربه سبحانه بعينه، ان التراجح عند اكثر العلماء ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى ربه بعيني رأسه ليلة الاسراء))

''پھر دیدار باری تعالیٰ کے قائلین اس مسئلہ میں مختلف ہیں۔ پس بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کو اپنی سر اقدس کی آنکھ مبارک سے دیکھا۔ اسی قول کو اکثر علماء نے ترجیح دی ہے کہ معراج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا۔''

(روح المعانی، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۲۴۲)

اکثر علماء کے نزدیک یہ بات راجح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو معراج کی رات میں اپنے سر اقدس کی دونوں آنکھوں سے دیکھا۔

دوسری روایت جس سے قلب مبارک سے دیکھنے کا ثبوت ملتا ہے وہ بھی حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ چنانچہ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ حدیث شریف حضرت ابن عباس سے مروی ہے:

((لم اره بعيني ولكن رئيت بقلبي مرتين وعن ابن عباس قال سئل هل رئيت ربك قال رئيته بفوادي رواه ابن جرير))

''حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا، لیکن دل سے دو مرتبہ دیکھا ہے اور حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: میں نے اللہ کو اپنے دل سے دیکھا ہے۔ اس حدیث کو ابن جریر نے روایت کیا ہے۔''

علامہ عسقلانی لکھتے ہیں:

((ثم ان المراد برؤية الفؤاد رؤية القلب لا مجرد حصول العلم لانه صلى الله عليه وسلم كان علماً بالله على الدوام بل مراد من اثبت له انه رأه بقلبه ان الرؤية التى حصلت له خلقت له فى قلبه كما تخلق الرؤية بالعين لغيره والرؤية لا يشترط لها شى مخصوص عقلاً و لو جرت العادة بخلقها فى العين))

(مواہب لدنیہ، جلد ۲، صفحہ نمبر ۳۷)

''پھر یہ واضح ہوا کہ ''رویۃ فواد'' سے دل کا دیکھنا مراد ہے، نہ یہ کہ صرف علم حاصل ہو گیا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کو اللہ تعالیٰ کا علم علی الدوام حاصل ہے۔ جن لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰہ والسلام کیلئے رویت قلبی ثابت کی ہے ان کی مراد یہ ہے کہ جس طرح کسی کی آنکھ میں بینائی پیدا کر دی جاتی ہے اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قلب مبارک میں بینائی پیدا کر دی گئی ہے (جس سے آپ نے باری تعالیٰ کا

Marfat.com

دیدار کیا) اور رویئت دیکھنے کیلئے عقلاً کسی خاص جزو بدن کا ہونا یا کسی خاص شے کا پایا جانا ضروری نہیں اگرچہ عادتاً بینائی آنکھ میں ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ خرق عادت کے طور پر آنکھ کے علاوہ کسی اور عضو میں بینائی پیدا کردے تو اس کو ہر طرح کی قدرت ہے۔''

تیسری قسم کی روایت جس سے دونوں طرح کی روایت ثابت ہوتی ہے یہ ہے۔

((عن ابن عباس انه كان يقول ان محمد صلى الله عليه وسلم رأى ربه مرتين مرة ببصره و مرة بفؤاده رواه الطبرانى))

(روح المعانی، جلد ۲۷، صفحہ نمبر ۴۶) (مواہب لدنیہ، جلد ۲، صفحہ نمبر ۳۷)

''حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بے شک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ سر مبارک کی آنکھ سے اور ایک مرتبہ اپنے قلب مبارک کی آنکھ سے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔''

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا؟:

اس کے متعلق آپ کو بظاہر موافق ومخالف اقوال ملیں گے مگر حقیقت یہ ہے کہ رویتِ باری تعالیٰ کا مسئلہ ہی ایسا ہے کہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا واقعہ ہی اس نوعیت کا ہے کہ جس کی لطافت ونزاکت بارِ الفاظ کی متحمل نہیں۔ اس مسئلہ میں جمہور علماء و متکلمین کا مسلک یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچشم سر، بغیر حجاب اپنے رب کو دیکھا مگر کیسے دیکھا؟ یہ کیسے کا معاملہ دیکھنے اور دکھانے والا ہی بتا سکتا ہے۔

بعض اہل ارشارات نے فرمایا کہ گویا اس مقامِ قرب میں اللہ عزوجل نے فرمایا:

''اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے تیری آنکھوں میں وہ نور بھرا ہے کہ تو ان سے میرا جمال دیکھے اور وہ کان دیئے ہیں جن سے میری بات سنے۔''

(مواہب لدنیہ، جلد 1، صفحہ 33)

قرآنِ مجید میں ہے:

''لَاتُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ''

''بیشک اللہ کا ادراک نہیں ہوسکتا۔''

ادراکِ بصری روایت سے اخص ہے اور خاص کی نفی عام کو متلزم نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس آیتِ کریمہ سے رویت کی نفی ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان کا بھی یہی مطلب ہے کہ اللہ کا ادراک نہیں ہوسکتا اور کوئی اللہ عزوجل کا احاطہ نہیں کرسکتا۔

علامہ قاضی عیاض اُندلسی رحمہ اللہ تعالیٰ کتاب الشفاء میں لکھتے ہیں:

Marfat.com

''محدثین، فقہاو متکلمین نے اس پر اجماع کیا ہے کہ دُنیا میں رویتِ باری تعالیٰ محال ہے۔''

اس ارشاد کا مطلب بھی یہی ہے کہ دُنیا میں رویتِ باری تعالیٰ اس لیے بھی ممتنع ہے کہ بشر غایتِ نقصان کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتا۔

علامہ بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دُنیا میں رویتِ باری تعالیٰ محال نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ محال یا ناجائز ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کبھی محال بات کی استدعا نہ کرتے۔ حالانکہ انہوں نے بارگاہ الٰہی میں ''رَبِّ اَرِنِیْ'' اے میرے رب! میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔'' عرض کیا اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کبھی محال طلب نہیں کر سکتے۔

البتہ یہ کہیے کہ اس دنیا میں رویت باری تعالیٰ باین معنیٰ ہے کہ بشر میں دیدارِ باری تعالیٰ کی طاقت نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ باقی ہے (اور انسان و دیگر مخلوقات فانی) لہٰذا فانی باقی کو نہیں دیکھ سکتا یا دُنیا میں باقی دیکھا نہیں جا سکتا۔''

اس قول کو نقل کرتے ہوئے علامہ قسطلانی فرماتے ہیں:

((قَالَ لَمْ یُرَ فِی الدُّنْیَا لِاَنَّهٗ بَاقٍ وَّلَا یُرَی الْبَاقِیْ فِی الْفَانِیْ فَاِذَا کَانَ فِی الْاٰخِرَةِ رُزِقُوْا اَبْصَارًا بَاقِیَةً رُئِیَ الْبَاقِیْ بِالْبَاقِیْ))

(مواہب لدنیہ، جلد 2، صفحہ 31)

''اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو دنیا میں نہیں دیکھا جا سکتا کیونکہ وہ باقی ہے اور ہم فانی اور فانی باقی کو نہیں دیکھ سکتا، لیکن آخرت میں چونکہ ابصارِ باقیہ غیر فانیہ عطا ہوں گی تو انسان باقی آنکھوں سے باقی (اللہ تعالیٰ) کو دیکھے گا۔''

معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ ''دُنیا و آخرت میں اللہ کا دیدار محال ہے۔'' اہل سنت و جماعت کے نزدیک یہ غلط ہے کیونکہ آخرت میں مومنین کے لیے دیدارِ باری تعالیٰ قرآن سے ثابت ہے۔

اللہ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے:

((وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ))

''اس دن بہت سے تروتازہ چہرے اپنے رب کو دیکھیں گے۔''

نیز کفار کے متعلق فرمایا:

''کَلَّآ انهم عَنْ رَّبِّهِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ''

''ہاں (کافر) اپنے رب سے حجاب میں رہیں گے۔''

Marfat.com

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ قیامت کے دن گو کافر اللہ تعالیٰ سے حجاب میں رہیں گے لیکن مومن نہیں۔ وہ تو خوب جی بھر کر اپنے رب کو دیکھیں گے۔

حدیث شریف میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قیامت کے دن مومن اللہ کو اس طرح دیکھیں گے جیسے چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہیں۔''

(سنن ترمذی)

غرضیکہ یہ مسئلہ ثابت ہوا کہ آخرت میں مومن دیدارِ باری تعالیٰ سے مشرف ہوں گے۔ اب رہا مسئلہ یہ کہ معراج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کو بچشمِ سر دیکھا یا نہیں۔ تو صحیح یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کو بچشمِ سر دیکھا اور عینِ ذات کا مشاہدہ فرمایا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم باقی میں تھے اور باقی نظر کے مالک تھے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دیدار فرمایا۔

تین عطیے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مقام پر تین عطیوں سے نوازا گیا۔ پچاس نمازیں فرض ہوئیں، خواتیم سورۃ بقرہ کا نزول ہوا (امن الرسول سے آخر سورۃ تک) جو شخص آپ کی امت سے شرک نہ کرے اس کی مغفرت کا حکم سنایا گیا۔

اللہ تعالیٰ سے گفتگو اور دعائیں اور التجائیں:

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے ایک عظیم ہستی دیکھی، نہ تو اوہام کی اس تک رسائی ہے اور نہ ہی قلبی خیالات کی اس تک پہنچ ہے۔ پاک ہے وہ ذات۔ اس کا کسی آنکھ نے مشاہدہ کیا نہ کسی کان کو اس کی شنوائی ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں کسی بشر کے دل میں کھٹکا ہوا۔

میں اپنے رب کے قریب ہو گیا حتی کہ میں نزدیک تر یعنی ہاتھ کے فاصلہ پر ہو گیا یا اس سے بھی زیادہ قریب (یہ غایت قرب کی طرف اشارہ ہے) (بعض نے کہا کہ قوسین سے تانت کی وہ دو قوسیں مراد ہیں جن میں تانت باندھی جاتی ہے اور بعض نے کہا: قوسین سے مراد آنکھوں سے ملے ہوئے دو کنارے ہیں اور اس میں شک نہیں یقیناً آپ ہی حبیب اعظم، رسول اکرم اور حبیب کے قریبی حبیب ہیں) تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے دست قدرت کو میرے کندھوں کے درمیان رکھا اور وہ دست قدرت مخلوق کے ہاتھ کی طرح محسوس نہ ہوتا تھا، دست قدرت وارادہ تھا، تو میں نے اپنے اندر اس کی ٹھنڈک محسوس کی تو مجھے جو ہیبت سی محسوس ہو رہی تھی وہ جاتی رہی۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اولین وآخرین کے علم کا وارث و مالک بنا دیا گیا اور میں فرحت وسرور سے پھولے نہ سمایا تو اس وقت مجھے ایسا آرام وسکون محسوس ہوا کہ مجھے ایسا گمان ہوا کہ میرے بغیر زمین وآسمان کی ہر چیز فنا ہو چکی ہے، مجھے وہاں آہٹ وحرکت تک نہ سنائی دی اور پھر میں نے کمال دانش سے بھانپا اور میں جس شرف عظیم میں تھا

Marfat.com

میں نے اس کی طرف توجہ مبذول کی تو مجھے آواز دی گئی:

''اے احمد! آ میرے قریب ہو جا۔!''

میں نے عرض کیا:

''الٰہی! سیدی اور میرے مولا! تو ہی سلام کا مصداق اتم ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ہے۔''

پھر دوبارہ مجھے آواز دی گئی:

''میرے قریب ہو جاؤ۔''

تو میں اپنے رب کے اور قریب ہو گیا تو اس نے فرمایا:

''وعلیک السلام (اور تجھ پر بھی سلام ہو)۔''

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز جیسی آواز سنی تو میں نے کہا:

''اے میرے پروردگار اور میرے مالک! کیا ہمارے ساتھ ابوبکر بھی ہے۔؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یا محمد! ہرگز نہیں۔ آپ تو ایسے مکان میں ہیں نہ تو یہاں ابوبکر پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اور لیکن میں جانتا ہوں کہ لوگوں میں تیرا ابوبکر سے کوئی زیادہ محبوب نہیں، اس لئے میں نے تمہیں ابوبکر کی آواز جیسی آواز سے پکارا تا کہ آپ خوف زدہ نہ ہوں اور آپ کا دل مطمئن ہو جائے۔''

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے رب عزوجل نے مجھے الہام فرمایا تو میں نے

((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ))

کہا تو اللہ نے فرمایا:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ))

تو میں نے کہا:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادُ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ))

اور ہمارے بعد ملائکہ نے کہا:

((اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ))

تو اللہ نے فرمایا اور میں گواہ ہوں بے شک محمد میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ تو پس جو تیرا محبوب و پیارا ہے وہ میرا محبوب و پیارا ہے اور جس نے تجھے جھٹلایا تو وہ میرے غضب کے ساتھ لوٹا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی آخری آیات نازل فرمائیں اور خود ان کی تلاوت فرمائی۔

بنی اسرائیل سے جب کوئی نسیان اور غلطی سے کوئی گناہ ہو جاتا تو ان کا جلد مؤاخذہ کیا جاتا۔ بھول یا غلطی سے

Marfat.com

سرزد ہونے والے گناہ کے مطابق ان کے خورد و نوش میں کمی کر دی جاتی اور سیدنا محمد کے وجود مبارک سے اس امت سے نسیان و خطا پر مواخذہ منسوخ کر دیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

''اے ہمارے رب! ہم سے ان جیسا یعنی امم سابقہ جیسا مواخذہ نہ فرما۔''

اللہ رب العزت نے جواباً اپنے محبوب کو فرمایا:

''اے میرے پیارے! ہم تم سے امم سابقہ جیسا مواخذہ نہ کریں گے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

''اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسی ذمہ داری یعنی پختہ عہد اور نہایت پختہ وعدہ کی ذمہ داری نہ ڈال کہ ہم اس کے متحمل نہ ہوسکیں۔ اس میں کوتاہی کی وجہ سے تو ہمیں عذاب دے جیسے کہ تو نے ہم سے پہلے لوگوں (یعنی یہود) پر ذمہ داری ڈالی گئی (اور وہ اسے نہ نبھا سکے) تو ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنازیر (سور) بنا دیا گیا یعنی ہم پر سخت احکام نازل نہ فرما جن پر عمل دشوار ہو جیسے کہ پہلی امتوں پر دشوار احکام کی بجا آوری کا حکم دیا گیا۔ بنی اسرائیل سے ایسے ہوتا کہ ان میں سے جس سے گناہ سرزد ہوتا تو صبح کے وقت وہ گناہ اس کے گھر کی چوکھٹ پر لکھا جاتا اور بعض نے کہا کہ گنہگار کی پیشانی پر لکھ دیا جاتا۔ میں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہمیں ایسی ذمہ داری نہ سونپ جس کی بجا آوری کی ہمیں طاقت نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ہم آپ کے ذمہ مشکل احکام نہیں سونپیں گے (آپ کی امت کے لئے)''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

''اے رب العزت! ہم سے درگزر فرما۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ہم نے معاف اور درگزر کیا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

''ہماری بخشش فرما اور ہم پر رحم فرما۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ہم نے بخش دیا اور پردہ ڈال دیا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

''اے پروردگار! تو ہمارا مالک ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

''اے محمد! تم نے سچ کہا۔ میں تمہارا مالک ہوں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

''کفار کے خلاف ہماری مدد فرما۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میں قیامت تک قوم کفار کے خلاف تمہاری مدد کروں گا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دریافت فرمایا:

''کیا تم نے اپنی چشم سے مجھے دیکھا؟''

میں نے کہا:

''تجھے پاکی ہے۔ آنکھیں تیرا احاطہ نہیں کرسکتیں اور نہ ہی اطراف تیرا احاطہ کرسکتے ہیں (رویت کی نفی نہیں بلکہ احاطہ کی نفی ہے اور لفظ اطراف اس کی واضح دلیل ہے۔) اور نہ ہی گردش ایام تجھے متغیر کرسکتی ہے اور تو واحد قہار ہے۔ اے میرے معبود! میرے سردار اور میرے مالک! تیرے نور، تیری مانوسیت، حسن منظر اور تیرے جلال نے ہی میری آنکھ کو گھیرے رکھا۔ میں نے صرف اپنی قلبی بصیرت سے ہی آپ کو پہچانا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے محمد! میری صفت وحمد بیان کیجئے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

''تمام ثنا گو تیری تعریف کا حق ادا نہیں کرسکتے اور نہ ہی عارفین تیری کہنہ حقیقت کی سرحدیں بتا سکتے ہیں اور نہ ہی وہم وگمان تیرا احاطہ کرسکتا ہے اور تو ایسا پروردگار ہے جو حیی وقیوم ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے محمد! میری بڑی شان ہے۔ میری حکومت غالب ہے۔ میرا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ شہنشاہوں کا شہنشاہ ہوں اور حاجات کو پورا کرنے والا ہوں۔ میں پکارنے والوں کی پکار سنتا ہوں۔ جو مجھ سے لینا چاہے میں اسے عطا کرتا ہوں۔ جو مجھ پر بھروسہ کرے میں اس کا ضامن ہوں۔ جو میرے دروازہ رحمت پر قائم رہے میں اسے شرف قبولیت بخشتا ہوں اور آفات ومصائب سے نجات دلاتا ہوں۔ اے محمد! جس مقام میں آپ مجھ سے ہم کلام ہیں اس میں دیکھئے تو (صاف ظاہر ہے) میرے آپ کے درمیان نہ کوئی رسول حائل ہے اور نہ کوئی ترجمان (ہم بلاواسطہ ہم کلام ہیں)''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے سر اٹھا کر دیکھا اور پوچھا:

''اے میرے رب! میں کس مقام میں ہوں۔؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

''آپ فرش مانوسی پر ہیں۔''

میں اپنی طرف متوجہ ہوا اور میں نے اپنے جوتے اتارنے کا قصد کیا تو میرے رب سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے فرمایا:

''ہمارے فرش پر قدم رنجہ نہ فرمائیں۔ہم نے تجھے چن لیا ہے اور تم صاحب فضیلت سردار ہو۔''

میں اپنی دائیں جانب متوجہ ہوا تو میں نے انتقام کی تلوار دیکھی،اس سے خون ٹپک رہا تھا اور پائے عرش سے لٹکی ہوئی تھی تو میں نے عرض کیا:

''الٰہی سیدی! میرے مولا! میری امت سے تلوار اٹھا لے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''محمد! میرا حکم وقضا، پہلے صادر ہو چکا تمہاری اکثر امت تلوار کے وار سے ہی فنا ہو گی۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے:

''تمہاری اکثر امت نیزے کے وار اور طاعون سے فنا ہو گی۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

''الٰہی! سیدی! میرے مالک! میں تجھ سے کچھ مانگنا چاہتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں نے تخلیق آدم سے دو ہزار سال قبل اپنی ذات کی قسم ارشاد فرما رکھی ہے کہ تم جو مانگو گے سو تمہیں دوں گا۔''

میں نے عرض کیا:

''میرے اللہ! میرے سردار اور میرے مالک! تو نے آدم (علیہ السلام) کو اپنے دست قدرت سے تخلیق کیا اور تو نے ان میں اپنی روح پھونک دی اور ملائکہ سے ان کو سجدہ کرایا، اور تو نے ابراہیم (علیہ السلام) کو خلیل بنایا اور موسیٰ (علیہ السلام) سے ہم کلام ہوا اور ادریس (علیہ السلام) کو بلند مقام پر اٹھا لے گیا اور تو نے داؤد (علیہ السلام) کو زبور (کتاب) عطا کی اور تو نے اس کے خلاف اولیٰ امور بخش دیئے اور تو نے سلیمان (علیہ السلام) کو ملک عظیم عطا کیا اور انسان، جن، پرندے، وحشی جانور اور ہوا کو ان کے تابع فرمان کیا اور تو نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے کلمہ کن سے پیدا کیا۔اے رب ذوالجلال! تو نے انہیں مذکورہ وجود انعامات سے برتری وفضیلت دی تو میری وجہ فضیلت وعظمت کیا ہے۔؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے احمد! اگر چہ میں نے آدم کو اپنی دست قدرت سے پیدا کیا مگر اس کی تخلیق میں نے مٹی ہی سے کی اور تجھے میں نے نور ذاتی سے پیدا کیا، اگر چہ میں نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا تو تجھے اپنا حبیب بنایا اور

Marfat.com

حبیب خلیل سے افضل ہے۔ اگر چہ میں موسیٰ سے ہم کلام ہوا مگر طور سینا پر ہم کلامی پس پردہ ہوئی اور فرش قرب پر تجھ سے بے حجاب ہم کلام ہوا اور اگر چہ میں ادریس کو بلند مقام پر اٹھا لے گیا تو میں اسے صرف چوتھے آسمان پر لے گیا، مگر میں تجھے ایسے ارفع و اعلیٰ مقام پر لے گیا کہ وہاں تیرے بغیر کسی کی رسائی نہیں۔ اگر چہ میں نے سلیمان کو ملک عظیم دیا اور تیرے لئے میں نے روئے زمین کو مسجد قرار دیا اور پانی نہ ملنے کے وقت مٹی کو پاک قرار دیا (اس سے تیمم جائز ہے) اگر چہ میں نے داؤد کو زبور عطا کی، مگر تجھے تو میں نے سبع مثانی (سورۃ الفاتحہ) اور قرآن عظیم، فرقان حمید مرحمت کیا اور اس قرآن پاک میں سورۃ فاتحہ، سورہ بقرہ، آل عمران جیسی سورتیں عطا کیں۔ تیری امت میں سے جو بھی ان سورتوں کو پڑھے گا تو میں اس کے گناہوں کو بخش دوں گا، چاہے وہ گناہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔ اگر چہ میں نے عیسیٰ کو اپنے کلمہ سے پیدا کیا مگر تیرے نام کو میں نے اپنے ناموں سے مشتق کیا اور تیرے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا لیا، جو آدمی لا الہ الا اللہ کہے گا وہ محمد رسول اللہ ضرور کہے گا، جو تمہاری رسالت کا اقرار نہیں کرتا میں اس کا کوئی عمل قبول نہیں کروں گا۔ وہ آخر میں خاسرین سے ہوگا اور میں نے تجھے کوثر عطا کی، وہ ایسی نہر ہے کہ اس کے سنگریزہ موتی اور جواہر ہیں اور اس کا پانی برف سے سفید اور شہد سے میٹھا ہے اور اس کی مٹی خوشبودار کستوری ہے اور اس کے پودے زعفران ہیں اور اس کا عرض ستر ہزار میل ہے اور میں نے تجھے حوض امور (شفاعت کبریٰ) درجہ رفیعہ (بلند مرتبہ) اور رمضان کے روزے عطا کیے ہیں اور اس ماہ رمضان میں تجھے پر قرآن حکیم نازل کیا اور میں نے غنائم کو تیرے لئے حلال قرار دیا جو تجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں تھیں۔''

میں نے اپنے رب سے عرض کیا:

''یہ نوازشات تو مجھ پر ہیں۔ میری امت کو کیا عطا کیا گیا۔؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے محمد! تیری امت میں سے ایسے ستر ہزار افراد کو بخش دیا جن کے لئے جہنم کی آگ واجب تھی۔''

میں نے عرض کیا:

''اے پروردگار مزید معاف فرما دے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تمہاری امت سے جو عاصی موت سے ایک سال قبل گناہوں سے توبہ کر لے گا میں اسے بخش دوں گا۔''

میں نے عرض کیا:

''اے میرے رب! ایک سال کی مدت تو بہت ہے، مزید کمی فرما دے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

"جو موت سے ایک ماہ قبل توبہ کر لے اسے بخش دیا جائے گا۔"
میں نے عرض کیا:
"اے میرے رب! ایک ماہ کی مدت بھی زیادہ ہے، مزید کمی فرما دیجئے۔"
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
"جو موت سے ایک جمعہ قبل توبہ کر لے اسے معاف کر دیا جائے گا۔"
میں نے پھر عرض کیا:
"اے میرے رب! جمعہ کی مدت بھی زیادہ ہے۔ اس میں مزید کمی فرمائیں۔"
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
"جو مرنے سے ایک دن قبل توبہ کرے گا اسے معاف کر دیا جائے گا۔"
میں نے پھر عرض کیا:
"اے میرے رب! یہ مدت بھی زیادہ ہے، مزید کمی فرمائی جائے۔"
اللہ رب العزت نے فرمایا:
"جو ایک ساعت قبل از موت توبہ کر لے اسے معاف کر دیا جائے گا۔"
میں نے پھر عرض کیا:
"اے اللہ! ساعت بھی زیادہ ہے۔ مزید کمی فرمائیں اور مہلت دیں۔"
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
"جو سانس حلق تک پہنچنے سے قبل تائب ہو جائے ہم اس پر نہایت بخشش کرتے ہوئے اس کی توبہ قبول کریں گے۔"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:
"اے میرے رب! مزید بخشش فرما۔"
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
"ہم ہر جمعہ کی رات کو تیری امت کے ایک لاکھ گنہگاروں کو آگ سے آزاد کر دیں گے۔"
میں نے عرض کیا:
"اے میرے رب! مزید بخشش فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
"ابتدائے رمضان سے رمضان کی آخری رات تک جتنے لوگ آگ سے چھٹکارا حاصل کریں گے تو رمضان مبارک کی آخری رات، ہم مزید اتنے آدمیوں کو آتش جہنم سے نجات دے دیں گے۔"
میں نے عرض کیا:

Marfat.com

''اے میرے رب! مزید بخشش فرما۔''

مجھے تین گھونٹ پلائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((خذ خذ خذ))

''لے لو! لے لو! لے لو!''

میں نے عرض کیا:

''یارب! اس کا کیا مطلب؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میری عفو و درگزر لے لو۔ میری بردباری لے لو اور میری رحمت لے لو۔''

میں نے عرض کیا:

''تیری ہی حمد و ثناء اور شکر، اکرام و عظمت اور احسان ہے۔''

پھر میں نے واپسی کا عزم کیا۔ جب میں نے واپسی کا عزم صمیم کیا تو میرے رب عزوجل نے مجھے ندا دی:

''یا محمد! ذرا ٹھہریئے! میں تجھ پر اور تیری امت پر ایک فریضہ فرض کر رہا ہوں، جس نے اس کا حق ادا کیا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے اس میں کوتاہی کی تو میں چاہوں تو اسے بخش دوں، چاہوں تو اسے عذاب میں مبتلا کر دوں۔ میں نے ایک دن رات میں تجھ پر اور تیری امت پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔''

میں نے کہا:

''سر آنکھوں پر۔''

میں واپس اتر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ مجھ پر درود و سلام بھیج رہا تھا۔

☆☆☆

باب نمبر 16:

جنت کی سیر اور جنت کا متعلق احادیث

حکم ربانی:

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پاس بھیجا تاکہ آپ کو جنت میں لے جائیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اور آپ کی امت کیلئے تیار کر رکھا ہے دکھلائیں تاکہ آپ کا دل خوش ہو جائے۔

Marfat.com

جنت کی سیر:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرائیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم چل پڑے حتیٰ کہ جنت تک پہنچ گئے اور میں نے وہاں بڑا جسیم فرشتہ دیکھا جو حسن اور تروتازہ چمکتے چہرے والا تھا اور اس کے چہرہ پر انوار سے نورانی شعاعیں نکل رہی تھیں اور وہ ایک نورانی کرسی پر جلوہ افروز تھا اور وہ زیورات اور خلعتوں سے مزین تھا۔

میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہے؟''

جبرائیل نے عرض کیا:

''یہ رضوان جنت ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں آگے بڑھا اور انہیں سلام کیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور میرے سلام کا جواب دیا اور مجھ سے معانقہ ومصافحہ کیا۔ انہوں نے کہا:

''نبی ناصح اور برادر صالح کو خوش آمدید ہو۔''

جبرائیل نے فرمایا:

''اے رضوان! اللہ کے حبیب کا ہاتھ پکڑیں اور انہیں جنت کی سیر کرائیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو ان کے لئے اور ان کی امت کے لئے تیار کر رکھی ہے اور اس کا مشاہدہ کرائیں۔''

وہ مجھے ساتھ لے کر جنت میں لے گئے۔ میں نے جنت دیکھی تو اس کی زمین چاندی کی طرح سفید تھی اور اس کے سنگریزے موتی اور مرجان تھے اور اس کی مٹی کستوری کی تھی اور اس کے پودے زعفران کے ہیں اور اس کے درخت چاندی اور سونے کی پتیاں ہیں اور ان پر ستاروں کی مثل چمکیلے پھل ہیں اور عرش اس کی چھت ہے۔ رحمت اس کی بھرتی ہے اور ملائکہ اس کے باشندے ہیں اور اس کا پڑوسی رحمٰن۔

رضوان جنت نے ہاتھ پکڑا اور ہم نے جنت کے درختوں، سرد کن چیزوں، چشموں، عمدہ اور کنواری حوروں، بلند وبالا محلات، چودھویں رات کے چاند کی مثل نوجوان خدام، پسندیدہ اور نفیس وعمدہ خدام، نعمتوں، جنت نعیم، مقام محمود، خلود، خوش نصیبی دوام اور ملک علام کے پڑوس میں مسرت وخوش حالی کی سیر کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے سفید موتیوں سے بنا ہوا ایک ایسا گنبد دیکھا جو کسی چیز کے سہارے کے بغیر خود بخود لٹک رہا تھا، جس کے سرخ سونے کے ہزاروں دروازے تھے اور ہر دروازے پر ایک ہزار پری پیکر خادمہ کھڑی تھی۔

میں نے دیکھا کہ گنبد میں ایک ہزار محل ہے اور ہر محل میں ایک ہزار کمرے ہیں اور ہر کمرے میں ایک ہزار چارپائی اور ہر چارپائی پر دیبز وریشم کے ایک ہزار بستر اور ہر دو بستر کے درمیان سے پانی کی ایک نہر بہہ رہی تھی اور ہر بستر پر میں نے ایسی گہرائی دیکھی جو دیکھنے والے کو حیران اور دل کو مدہوش کر دیتی۔ میں نے متعجب ہو کر سر اٹھایا تو اللہ بلند وبرتر

Marfat.com

کی طرف سے ندا آئی:

''اے محمد! کیا تم اسی سے متعجب ہو گئے۔ گنبد کا سامنے والا حصہ ملاحظہ کریں تو اس میں مزید عجائبات کا مشاہدہ کرو گے۔''

میں نے غور سے حد نگاہ تک دیکھا تو اس میں سبز زمرد کا قبہ تھا اور اس میں سفید عنبر کی چارپائی تھی جو موتیوں سے اور جواہرات سے مرصع تھی، جس پر سرگیں خوبصورت موٹی آنکھ والی ناز و ادا کا پیکر سیاہ کشادہ پتلی والی شمس و قمر سے حسین تر خادمہ جلوہ افروز تھی۔ شمس و قمر کو بھلا اس کے حسن و کشش سے کیا نسبت؟ اللہ تعالیٰ نے پاؤں سے زانوں تک اسے سفید کافور سے تخلیق کیا اور زانوں سے سینے تک خوشبودار کستوری سے اور اس کے بالوں کی ایک ہزار چھ سو مینڈھیاں تھیں اور اگر وہ اہل زمین پر جلوہ فگن ہو تو اس کی چھنگلیاں سے مشرق و مغرب منور ہو جائے اور اگر وہ کھارے سمندر میں لعاب دہن پھینک دے تو وہ لذیذ میٹھا ہو جائے۔

میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! اس عظیم نعمت اور جسیم عطیہ سے کسے نوازا جائے گا؟''

جبرائیل نے عرض کیا:

''یہ عطیہ اسے مرحمت کیا جائے گا جو

((لاالہ الااللہ وانک رسول اللہ حقا))

کی گواہی دیتے ہوئے مرے۔

پھر میں نے ایک عظیم نعمت اور بڑے ملک کا نظارہ کیا اور میں نے اس میں سات نہریں دیکھیں۔ پانی کی نہر، دودھ کی نہر، شراب طہور کی نہر، شہد کی نہر، سلسبیل کی نہر (یہ جنت کا ایک چشمہ ہے)، خالص شراب یا خوشبو کی نہر، تسنیم کی نہر (جنت کا ایک چشمہ) اور نہر کوثر (شاید نہر کوثر ان سات کے علاوہ ہے یا خمر و رحیق سے ایک ہی شئے مراد ہے)

جنت کا دروازہ:

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ علیہ السلام کو جنت کے دروازے پر لے گئے۔ وہ دروازہ سونے کا تھا۔ اس دروازے کا طول اور عرض پانچ پانچ سو برس کی راہ تھا۔ اس دروازے میں چار سو میخیں جو کہ یاقوت، زمرد اور موتی مرصع تھیں۔

فرشتوں کا تقرر:

اس دروازے پر چالیس ہزار کنگرے تھے، ہر کنگرے پر ایک فرشتہ مقرر تھا جس کے دونوں ہاتھوں پر دو طبق تھے۔ ایک میں بہشتی لباس اور دوسرے میں نور بھرا ہوا تھا۔

Marfat.com

یہ فرشتے حضرت آدم علیہ السلام سے آٹھ ہزار برس پہلے پیدا ہوئے اور اس مقام پر انتظار میں ٹھہرائے گئے تاکہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کا اس دروازے سے گزر ہو تو یہ ان پر نثار کریں۔

رضوان جنت سے ملاقات:

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ رضوان جنت نے الحمد للہ کہہ کر کہا:

''آپ کون ہیں۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''میں جبرئیل ہوں اور میرے ساتھ حضرت محمد ہیں۔''

رضوان جنت نے الحمد للہ کہہ کر دروازہ کھول دیا۔ آپ نے رضوان جنت کو سلام کہا۔ اس نے سلام کا جواب دے کر کہا:

''اے محمد! آپ کو خوشخبری ہو کہ جنت کا اکثر حصہ آپ کے اور آپ کی امت کیلئے تیار ہے۔

رضوان کے آٹھ نائب فرشتے تھے جو بہشت کے آٹھوں دروازوں پر مقرر تھے۔ ہر ایک فرشتے کے ماتحت سات لاکھ فرشتے تھے۔ پھر رضوان آپ کے ساتھ ہو گیا۔ جنت الفردوس، جنت عدن، جنات النعیم، جنت المعاوی میں باغات بکثرت تھے اور دار السلام، دار الخلد، دار القرار، دار الجلال میں مکان بکثرت تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''پھر حضرت جبریل علیہ السلام مجھے جنت میں لے گئے۔ وہاں میں نے ایک نہایت خوبصورت سرخ وسفید کنیز دیکھی۔ اس سے پوچھا:

''وہ کون ہے''

اس نے بتایا:

''وہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حور ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کنیز کی اور جنت کی بھی بشارت عطا فرمائی۔

(سیرۃ ابن ہشام، القسم الاول، عربی صفحہ 396 تا 407) (الصحیح المسلم، جز2، عربی صفحہ 232-414) (تفسیر ابن کثیر، ج3، عربی صفحہ 2-24) (السنن النسائی، جز1، عربی صفحہ 218)

جنت کے دروازے:

جنت کے چودہ دروازے ہیں:

Marfat.com

1: باب الصلوٰۃ۔ 2: باب الجہاد۔
3: باب الصدقہ۔ 4: باب الریان۔
5: باب التوبہ۔اس کا نام باب محمد اور باب الرحمت بھی ہے۔
6: باب الکاظمین الغیظ۔ 7: باب الراضین۔
8: باب الایمن الذی یدخل منہ من لاحساب علیہ۔
9: باب الحج۔ 10: باب الصلہ۔
11: باب العمرۃ۔ 12: باب الضحیٰ ہے۔
13: باب امت محمد۔ 14: باب الفرح۔

اسی طرح سے علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اٹھارہ دروازے گنوائے ہیں۔آپ نے مذکورہ احادیث میں ایک حدیث یہ بھی بیان کی ہے کہ ہر طرح کے نیک عمل کرنے والے کے لئے جنت کا ایک مخصوص دروازہ ہوگا۔

جنت کے دروازں میں سے چار دروازے بہت زیادہ مشہور ہیں اور احادیث شریفہ میں ان کا بہت زیادہ ذکر آیا ہے۔وہ دروازے یہ ہیں۔

1۔ بَابُ الصَّلٰوۃِ (نمازیوں کا دروازہ)
2۔ بَابُ الْجِهَادِ (مجاہدوں کا دروازہ)
3۔ بَابُ الصَّدَقَةِ (صدقہ دینے والوں کا دروازہ)
4۔ بِابُ الرِّیانِ (روزہ داروں کا دروازہ)

جنت کے بڑے بڑے آٹھ دروازے ہوں گے۔ہر دروازے کے درمیان جو چوڑائی ہوگئی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔

چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"للجنة ثمانية ابو اب"

(المسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 185) (کنز العمال، جلد 14، صفحہ نمبر 546) (البعث، از ابن ابوداؤد، حدیث نمبر 6) (جہاد ابن مبارک، حدیث نمبر 7) (طیالسی، حدیث نمبر 2041) (ابن حبان، حدیث نمبر 1614) (دارمی، حدیث نمبر 2416) (صفۃ الجنۃ، از امام ابونعیم اصبہانی، حصہ 2، صفحہ 16) (طبرانی کبیر، جلد 17، صفحہ 126) (سنن بیہقی، جلد 9، صفحہ 124) (صحیح للحاکم، جلد 4، صفحہ 261) (صفۃ الجنۃ ابی الدنیا، صفحہ 72) (اتحاف السادہ، جلد 10، صفحہ 525) (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 89) (حاوی للفتاویٰ، جلد 2، صفحہ 189) (تفسیر در منثور، جلد 5، حدیث نمبر 342) (البدور السافرہ، صفحہ 492) (مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 198) (صفۃ الجنۃ، از امام ابونعیم اصبہانی، حدیث نمبر 169)

"جنت کے آٹھ بڑے دروازے ہیں۔"

Marfat.com

حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''للجنة ثمانية ابواب ولجهنم سبعة ابواب''

(المسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 185) (کنز العمال، جلد 14، صفحہ نمبر 546) (البعث، از ابن ابوداؤد، حدیث نمبر 6) (جہاد ابن مبارک، حدیث نمبر 7) (طیالسی، حدیث نمبر 2041) (ابن حبان، حدیث نمبر 1614) (دارمی، حدیث نمبر 2416) (صفۃ الجنۃ، از امام ابونعیم اصبہانی، حصہ 2، صفحہ 16) (طبرانی کبیر، جلد 17، صفحہ 126) (سنن بیہقی، جلد 9، صفحہ 124) (صحیح للحاکم، جلد 4، صفحہ 261) (صفۃ الجنۃ ابی الدنیا، صفحہ 72) (اتحاف السادہ، جلد 10، صفحہ 525) (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 89) (حاوی للفتاویٰ، جلد 2، صفحہ 189) (تفسیر درمنثور، جلد 5، حدیث نمبر 342) (البدور السافرہ، صفحہ 492) (مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 198) (صفۃ الجنۃ، از امام ابونعیم اصبہانی، حدیث نمبر 169)

''جنت کے آٹھ اور جہنم کے سات دروازے ہیں۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''انا اول من یاخذ بحلقة باب الجنة ولا فخر''

''جنت کے دروازے کا کنڈا سب سے پہلے میں ہلاؤں گا اور اس میں کوئی فخر اور تکبر کی بات نہیں۔''

شفاعت کی طویل حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

'' فاخذ بحلقة باب الجنة فاقعقعها''

''میں جنت کے دروازہ کا کنڈا پکڑوں گا اور اس کو کھٹکھٹاؤں گا۔''

یہ حدیث اس بات میں بالکل واضح ہے کہ جنت کے دروازے کے کنڈے کا جسم ہے جس کو کھٹکایا جائے گا اور اس میں حرکت پیدا ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ بیشک جنت کے دروازے کی درمیانی مسافت ایسے ہے جیسا کہ مکہ مکرمہ سے ہجد یا جیسا کہ ہجد سے مکہ مکرمہ۔''

(صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ، جلد 1، صفحہ 111،) (صفۃ الجنۃ، از امام ابونعیم، حصہ اول، باب 33، حدیث نمبر 176)

ہجد بحرین کا ایک شہر ہے جو کہ سمندر کے کنارے ہے اور یہ مکہ مکرمہ سے بہت دور ہے۔ ان دونوں شہروں کے درمیان تقریباً 1160 کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھانے کے لیے مثالاً فرمایا! ہجد بہت دور ہے اور مکہ وہجد کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ ہے۔ اسی طرح جنت کے دروازوں کی ایک چوکھٹ سے لے کر دوسری چوکھٹ تک بہت زیادہ فاصلہ ہے۔

Marfat.com

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جنت کے دروازوں کا درمیانی فاصلہ چالیس سال سفر کے برابر ہے۔''

(صفۃ الجنۃ، از امام ابونعیم اصبہانی، حصہ اول، باب 33، حدیث نمبر 177) (کنز العمال، حدیث نمبر 10196) (امالی الشجری، جلد 2، صفحہ 111) (اتحاف السادۃ، جلد 8، صفحہ 526) (مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 198) (والزہد ابن مبارک، للمروزی، جلد 1، صفحہ 535) (بدور السافرہ، حدیث نمبر 1765) (وصف الفردوس، حدیث نمبر 17) (مطالب عالیہ، حدیث نمبر 3240) (المسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 3) (حادی الارواح، صفحہ 89) (مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 397) (صفۃ الجنۃ، از امام ابن کثیر، صفحہ 32) (صفۃ الجنۃ، از امام ابونعیم اصبہانی، حدیث نمبر 178) (حلیۃ الاولیاء، جلد 6، صفحہ 205) (منتخب عبد بن حمید، حدیث نمبر 411) (بدور السافرۃ، حدیث نمبر 1762) (موارد الظمآن، حدیث نمبر 2618) (البعث، از ابن داؤد، حدیث نمبر 61) (کامل ابن عدی، جلد 2، صفحہ 500) (تفسیر در منثور، جلد 5، صفحہ 343) (اتحاف السادہ، جلد 10، صفحہ 527)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لیدخلن الجنة من امتی سبعون الفاً او سبعمائة الف شك فی احدی العددین متماسکین اخذ بعضهم ببعض لایدخل اولهم حتی یدخل آخرهم' وجوههم علی صورة القمر لیلة البدر''

''میری امت میں سے ستر ہزار یا سات لاکھ (ان دونوں عددوں میں سے ایک میں راوی کو شک ہے) ایک دوسرے کو تھام تھام کر جنت میں داخل ہوں گے۔ انہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ سے پکڑ رکھا ہوگا۔ ان کا پہلا شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ ان کا آخری شخص داخل نہ ہوگا۔ ان کے چہرے چودھویں کے چاند جیسے ہوں گے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ستر ہزار یا سات لاکھ جنتی ایک ساتھ جنت کے دروازہ سے داخل ہوں گے۔ اسی سے جنت کے دروازہ کی وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ایک دروازہ سے بیک وقت تقریباً سات لاکھ آدمیوں کے گزرنے کی وسعت ہے۔

جس طرح سے جنت کے درجات ایک دوسرے کے اوپر ہیں ان کے دروازے بھی اسی طرح سے ہیں چنانچہ اوپر کی جنت کا دروازہ بھی نچلی جنت سے اوپر ہے اور جتنی کوئی جنت اونچی ہوگی اتنی زیادہ وسیع ہوگی۔ سب سے اوپر والی جنت سب جنتوں سے زیادہ وسیع ہوگی۔ جنت کے دروازوں کی وسعت جنت کی وسعت کے اعتبار سے ہوگی۔ شاید کہ اسی وجہ سے جنت کے دروازوں کے ہر دو پٹوں کے درمیانی فاصلے کے بیان میں اختلاف واقع ہوا ہے کیونکہ بعض دروازے بعض کے اوپر ہیں۔

(حادی الارواح: صفحہ نمبر 93)

Marfat.com

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"احد هذا جبل يحبنا ونحبه على باب من ابواب الجنة"

(الجامع الصغیر: 185/1)

"یہ احد پہاڑ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں (یہ قیامت کے دن) جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر ہوگا۔"

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"احد ركن من اركان"

"احد پہاڑ جنت کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تفتح ابواب الجنة فى كل يوم الثنين وخميس"

(ادب مفرد، از امام بخاری: حدیث نمبر 411)

"جنت کے دروازے ہر سوموار اور جمعرات کو کھولے جاتے ہیں۔"

جنت کے بڑے بڑے آٹھ دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے کے درمیان جو چوڑائی ہوگی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"للجنة ثمانية ابواب سبع مغلقة وباب مفتوحة للتوبة حتىٰ تطلع الشمس من نحوه"

(المسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 185) (کنز العمال، جلد 14، صفحہ نمبر 546) (البعث، از ابن ابوداؤد، حدیث نمبر 6) (جہاد ابن مبارک، حدیث نمبر 7) (طیالسی، حدیث نمبر 2041) (ابن حبان، حدیث نمبر 1614) (دارمی، حدیث نمبر 2416) (صفۃ الجنۃ، از امام ابو نعیم اصبہانی، حصہ 2، صفحہ 16) (طبرانی کبیر، جلد 17، صفحہ 126) (سنن بیہقی، جلد 9، صفحہ 124) (صحیح للحاکم، جلد 4، صفحہ 261) (صفۃ الجنۃ ابی الدنیا، صفحہ 72) (اتحاف السادہ، جلد 10، صفحہ 525) (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 89) (حاوی للفتاویٰ، جلد 2، صفحہ 189) (تفسیر در منثور، جلد 5، حدیث نمبر 342) (البدور السافرہ، صفحہ 492) (مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 198) (صفۃ الجنۃ، از امام ابو نعیم اصبہانی، حدیث نمبر 169)

"جنت کے آٹھ بڑے بڑے دروازے ہیں۔ سات بند ہیں اور ایک توبہ والوں کے لیے کھلا ہے، یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو (تو پھر وہ بھی بند کر دیا جائے گا۔)"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"للجنة باب يقال له الفرح لايدخل فيه الامن فرح الصبيان"

Marfat.com

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 268)

”جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام باب الفرح ہے۔ اس سے وہی داخل ہوگا جو بچوں کو خوش رکھے گا۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ان فی الجنة بابا یقال له باب الضحیٰ فاذا کان یوم القیامة نادی مناد این الذین کانوا یدیمون علی صلوٰة الضحیٰ؟ هذا بابکم فادخلوه برحمة اللہ تعالیٰ“ (البدور السافرہ: 1734)

”جنت کا ایک دروازہ ہے جس کا نام باب الضحیٰ ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا ایک منادی یہ ندا کرے گا:“ کہاں ہیں وہ لوگ جو ہمیشہ صلوٰۃ الضحیٰ پڑھنے کی پابندی کرتے تھے؟ آؤ! یہ آپ حضرات کا دروازہ ہے۔ آؤ! اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ساتھ اس سے داخل ہو جاؤ۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”لکل اهل عمل باب من ابواب الجنة یدعون منه بذالك العمل“

(مسند امام احمد بن حنبل، جلد نمبر 2)

”ہر طرح کے عمل کرنے والے کیلئے جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اسی عمل کی وجہ سے اس کو اس دروازے سے بلایا جائے گا۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جس شخص نے اللہ کی رضا کے لیے دو قسم کے نیک کاموں کی پابندی کی اسے جنت کے ہر دروازے سے داخلہ کی دعوت دی جائے گی۔ (اور ہر دروازہ یا اس کا دربان یہ پکارے گا۔) ”اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ بہت اچھا ہے۔“

1: نماز کی پابندی کرنے والے کو ”بَابُ الصَّلٰوۃِ“ سے دعوت ملے گی۔

2: مجاہدین کو ”بَابُ الْجِهَادِ“ سے داخل ہونے کی دعوت دی جائے گی۔

3: روزہ دار کو ”بَابُ الرَّیَّانِ“ سے آواز آئے گی۔

4: صدقہ دینے والوں کو ”بَابُ الصَّدَقَةِ“ سے بلایا جائے گا۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

”یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ کیا کوئی ایسا خوش نصیب بھی ہوگا جسے ان تمام دروازوں سے داخل ہونے کی دعوت ملے گی۔؟“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

Marfat.com

''ہاں! مجھے یقین ہے کہ تمہارا شمار انہی خوش نصیبوں میں ہوگا۔ (جن کو تمام دروازے پکار پکار کر کہیں گے کہ اے اللہ کے بندے! مجھ سے گزر۔)''

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب اثبات الشطاعۃ، جلد 1، صفحہ 254) (صحیح المسلم، کتاب الزکوۃ، حدیث نمبر 1027) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 3674) (المسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 268) (صحیح ابن خزیمہ، حدیث نمبر 2480) (البدور السافرہ، حدیث نمبر 1730) (تذکرۃ القرطبی، صفحہ 489) (صفۃ الجنۃ، ابن کثیر، صفحہ 29) (صفۃ الجنۃ، ابن ابی الدنیا، حدیث نمبر 73) (حاوی الارواح، صفحہ 86) (البعث والنشور، حدیث نمبر 146-147) (احیاء العلوم، حدیث نمبر 569)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص اپنے مال سے اللہ کے راستے میں جوڑا کر کے (یعنی جو چیز دے اس کا جوڑا کر کے دے۔ جیسے دو اونٹ، دو بکریاں وغیرہ یا کوئی چیز بھی دے اور اس کے ساتھ کوئی اور چیز بھی ملا دے جیسے روپے دے تو ان کے ساتھ کپڑا بھی) دیدے تو اس کو جنت کے ہر دروازے سے جنت کے دربان پکاریں گے اور کہیں گے:

''اے فلاں! ادھر سے داخل ہو جا۔''

(صحیح البخاری: حدیث نمبر 3666,3216,2841,1897)

جنت کی دیواریں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''حول الجنة سبعة اسوار وثمانی قناطر محيطة بالجنة كلها اول سور منها فضة والثانی ذهب والثالث ذهب وفضة والرابع لولو والخامس ياقوت والسادس زبر والسابع نوريتلالا' مابين كل سورين خمس مائة عام ولها ثمانية ابواب ـــ وياقوت وزبرجد مابين المصرامين من كل باب مسيرة اربعين عاما''

''جنت کے ارد گرد سات فصیلیں اور آٹھ پل ہیں جنہوں نے تمام جنت کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ سب سے پہلی چار دیواری چاندی کی ہے، دوسری سونے کی ہے، تیسری سونے اور چاندی کی ہے، چوتھی لؤلؤ کی ہے، پانچویں یاقوت کی ہے، چھٹی زبرجد کی ہے اور ساتویں ایسے نور کی ہے جو چمک رہا ہے۔ ہر دو فصیلوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور اس کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک یاقوت کا ہے اور ایک زبرجد کا ہے۔ ہر دروازے کے ہر دو پٹوں کے درمیان چالیس سال کے سفر کا فاصلہ ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''جنت کی چار دیواری کو ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی کی لگا کر تعمیر کیا گیا ہے۔''

Marfat.com

(رحلۃ الخلود، صفحہ 246) (زیادات زہد ابن المبارک، صفحہ 72) (مصنف عبد الرزاق، جلد 11، صفحہ 416)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

"عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ حَوْلُ الْجَنَّۃِ سَبْعَۃُ اَسْوَارٍ وَثَمَانِی قَنَاطِرَ مُحِیْطَۃٌ کُلِّھَا اَوَّلُ سُوْرٍ مِّنْھَا فِضَّۃٌ وَالثَّانِی ذَھَبٌ وَالثَّالِثُ ذَھَبٌ وَفِضَّۃٌ وَالرَّابِعُ لُؤْلُؤٌ وَّالْخَامِسُ یَاقُوْتٌ وَالسَّادِسُ زَبَرْجَدٌ وَالسَّابِعُ نُوْرٌ یَّتَلَالَا مَابَیْنَ کُلِّ سُوْرَیْنِ خَمْسَ مِائَۃِ عَامٍ" (وصف الفردوس، صفحہ 7)

" جنت کے اردگرد سات فصیلیں اور آٹھ پل ہیں، جنہوں نے تمام جنت کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ سب سے پہلی چاردیواری چاندی کی ہے، دوسری سونے کی، تیسری سونے اور چاندی دونوں سے ملی ہوئی، چوتھی لؤلؤ کی، پانچویں یاقوت کی، چھٹی زبرجد کی اور ساتویں ایسے نور کی ہے جو چمک رہا ہے۔ ان تمام چاردیواروں میں سے ہر ایک کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ اَحَاطَ الْجَنَّۃَ لَبِنَۃً مِّنْ ذَھَبٍ وَّلَبِنَۃً مِّنْ فِضَّۃٍ"

(المسند احمد، جلد 2، صفحہ 305-445) (مسند بزار، حدیث نمبر 3509) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 2526) (السنن الدارمی، جلد 2، صفحہ 333) (حادی الارواح، صفحہ 184)

"بیشک اللہ تعالیٰ نے جنت کی چاردیواری ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی کی لگا کر بنوائی ہے۔"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"خلق اللّٰہ عزوجل جنۃ عدن بیدہ لبنۃ من درۃ بیضاء ولبنۃ من یاقوتۃ حمراء ولبنۃ من زبرجدۃ خضراء ملاطھا المسک حشیشھا الزعفران حصبائوھا اللولو وترابھا العنبر"

(صفۃ الجنۃ، از ابن ابی الدنیا: حدیث نمبر 20) (الترغیب والترہیب: 513/4)

"اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو اپنے دست مبارک سے پیدا کیا۔ اس کی ایک اینٹ سفید چوکور دار موتی کی ہے، ایک اینٹ سرخ یاقوت کی ہے اور ایک اینٹ سبز زبرجد کی ہے۔ اس کا گارا کستوری کا ہے، اس کی خشک گھاس زعفران کی ہے، اس کے کنکر چمکنے والے موتی ہیں اور اس کی خاک عنبر کی ہے۔"

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"ان فی الجنة مراغامن مسك مثل مراغ دوابكم فی الدنیا"

(ابن ابی شیبہ:95/13)(مسند احمد:445/3)(السنن الدارمی:333/2)(حادی الارواح،صفحہ نمبر 186)

"جنت کی زمین پر لوٹ پوٹ ہونے کی جگہ ہے کستوری سے،تمہارے جانوروں کی زمین پر لوٹ پوٹ ہونے کی طرح کی۔"

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَوْضِعُ سَوْطٍ فِی الْجَنَّةِ خَیْرٌ مِّنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْهَا"

(صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق ،باب ماجاء فی صفة الجنة، جلد 1،صفحہ 461)(السنن الترمذی،حدیث نمبر 2527)(مسند احمد، جلد 1،صفحہ 169-171)(کتاب الزہد ابن مبارک،صفحہ 416)(شرح السنة، حدیث نمبر 4377)(حادی الارواح،حدیث نمبر 354)(نہایہ ابن کثیر، جلد 2،صفحہ 442)(صفة الجنة،از ابن ابی الدنیا،صفحہ 282)(صفة الجنة از ابونعیم اصبہانی، حصہ دوم،صفحہ 115)(مشکوٰۃ شریف، حدیث نمبر 5637)(اتحاف السادۃ، جلد 10،صفحہ 543)(الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 558)(تفسیر درمنثور، جلد 1،صفحہ 37)(السنن الترمذی،حدیث نمبر 3292)(السنن الدارمی ،حدیث نمبر 2823)(مسند امام احمد، جلد 2،صفحہ 482-438)(مسند ابن ابی شیبہ،حدیث نمبر 15821)(مسند ابی شیبہ، جلد 13، صفحہ 101)(مسند ابی شیبہ،حدیث نمبر 10867)(مسند ابی شیبہ، جلد 13، صفحہ 122)(صحیح حاکم، جلد 2،صفحہ 299)(شرح السنة، جلد 15،صفحہ 209،حدیث نمبر 4372)(مسند عبدالرزاق، جلد 11،صفحہ 421)(تاریخ واسط،صفحہ 143)(البخاری،حدیث نمبر 2892-3250-6415)(الکنی دولابی، جلد 2، صفحہ 103)(صحیح مسلم،حدیث نمبر 1881)(السنن الترمذی،حدیث نمبر 1648)(ابن ماجہ،حدیث نمبر 4330)(مسند امام احمد، جلد 3،صفحہ 434-433)(مسند امام احمد، جلد 5،صفحہ 330-337-338-339)(مسند حمیدی،حدیث نمبر 930)(شرح السنة، جلد 10، صفحہ 351، حدیث نمبر 2615)(طبرانی کبیر،حدیث نمبر 5917-5959-55716-5836-5858-5861-5886-5748-5753-5778-835)(سنن سعید بن منصور،حدیث نمبر 2378)(معجم شیوخ ابن جمیع صیداوی،حدیث نمبر 272)(السنن النسائی، جلد 6،صفحہ 5)(ابن شیبہ ،جلد 5،صفحہ 284)(مسند امام احمد، جلد 5،صفحہ 335)(صفة الجنة للمقدسی، جلد 3،صفحہ 80)(زوائد ابن حبان ،حدیث نمبر 2629)(تاریخ جرجان ،صفحہ 146)(المجمع الزوائد، جلد 10،صفحہ 415)(حلیة الاولیاء، جلد 4،صفحہ 108)(فیض القدیر، جلد 5،صفحہ 266)(التاریخ الکبیر للبخاری، جلد 2،صفحہ 291)(صفة الجنة،صفحہ نمبر،53-54-55-56)(الاان ہذا تخریج کلہ من ہامش صفة الجنة لابی نعیم اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ)

"جنت میں ایک چھڑی کے برابر جگہ پوری دنیا اور اس کی ہر چیز سے بہتر ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلْجَنَّةُ لَبِنَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ وَّلَبِنَةٌ مِّنْ فِضَّةٍ تُرَابُهَا الزَّعْفَرَانُ وَطِیْنُهَا الْمِسْكُ"

Marfat.com

(المسند احمد، جلد 2، صفحہ 305-445) (مسند بزار، حدیث نمبر 3509) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 2526) (السنن الدارمی، جلد 2، صفحہ 333) (حادی الارواح، صفحہ 184)

''جنت کی تعمیر ایک سونے کی اینٹ اور ایک چاندی کی اینٹ لگا کر کی گئی ہے۔ اس کی مٹی زعفران کی ہے اور سیمنٹ کستوری کا۔''

حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''اُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَاِذَا فِيهَا جَنَابِذُ اللُّؤْلُؤِ وَاِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ''

(صحیح المسلم، کتاب الایمان، صفحہ 163) (حادی الارواح، صفحہ 184) (صحیح البخاری، کتاب الصلوۃ، صفحہ 349) (مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 144)

''میں جنت میں داخل ہوا تو ان میں خوبصورت اور چمکدار موتیوں کے گنبد تھے اور جنت کی زمین کستوری کی تھی۔''

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ابن صیاد نے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم سے جنت کی مٹی کے متعلق دریافت کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''دُرْمَكَةٌ بَيْضَاءُ مُسْكٌ خَالِصٌ''

(صحیح المسلم، کتاب الفتن، حدیث نمبر 1928) (مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 13، صفحہ 96، حدیث نمبر 15803) (البدور السافرۃ، حدیث نمبر 1772)

''جنت کی مٹی، نرم، ملائم، سفید، روشن اور خالص کستوری کی ہے۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا! ''میں جنت میں داخل ہوا تو اس میں موتی کا ایک قبہ تھا اور اسکی مٹی کستوری کی تھی۔''

(صفۃ الجنۃ، از ابو نعیم اصبہانی، حدیث نمبر 158)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابن صیاد نے حضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم سے جنت کی مٹی کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے جواباً فرمایا:

''جنت کی مٹی مشکِ خالص اور سفید میدے کی طرح ہے۔''

(صفۃ الجنۃ، از امام ابو نعیم اصبہانی، حدیث نمبر 159) (صحیح المسلم، کتاب الفتن، حدیث نمبر 1928) (مصنف ابی شیبہ، جلد 13، صفحہ 96، حدیث نمبر 5803) (البدور السافرہ، حدیث نمبر 1772)

حضرت ابی کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''مجھ کو جبرائیل نے خبر دی ہے کہ جنت کی زمین خالص سونے کی ہے۔''

(صفۃ الجنۃ، از امام ابو نعیم اصبہانی، حدیث نمبر 152)

Marfat.com

جنت کی نہریں اور چشمے:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''تم جب بھی اللہ تبارک وتعالیٰ سے (جنت) مانگو تو (جنت) الفردوس ہی مانگو کیونکہ وہ سب سے اعلیٰ اور بہترین جنت ہے۔ اس کے اوپر اللہ رحمٰن ورحیم کا عرشِ معلّٰی ہے اور جنت کی تمام نہریں بھی اسی جنت الفردوس سے ہی جاری ہوتی ہیں۔''

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب درجات المجاہدین، جلد 1، عربی صفحہ 391) (السنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4331) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 2531) (بزار، جلد 4، صفحہ 191) (مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 398) (صفۃ الجنۃ، از امام ابونعیم اصبہانی، حصہ سوم، باب نمبر 67، حدیث نمبر 301) (البدور السافرہ، حدیث نمبر 1696) (البعث والنشور، حدیث نمبر 247)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''فردوس جنت کا اعلیٰ درجہ ہے، اس کے اوپر اللہ رحمٰن ورحیم کا عرش ہے اور اسی سے چاروں نہریں نکلتی ہیں۔''

(صفۃ الجنۃ لابونعیم، حصہ سوم، باب 67، حدیث نمبر 302)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''انهار الجنة تفجر من جبل مسك''

''جنت کی نہریں کستوری کے پہاڑ سے پھوٹتی ہیں۔''

(صحیح ابن حبان، جلد 10، صفحہ 249) (ابن ابی شیبہ، حدیث نمبر 15938) (البدور السافرہ، حدیث نمبر 1911) (حادی الارواح، صفحہ نمبر 241) (تفسیر طبری، جزء 30، صفحہ 59) (زوائد زہد ابن مبارک، حدیث نمبر 1522) (البعث والنشور، حدیث نمبر 193) (مسند عبد الرزاق، جلد 11، صفحہ 416) (موارد الظمآن، صفحہ 652) (اتحاف السادۃ، جلد 10، صفحہ 532) (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 517) (صفۃ الجنۃ لابونعیم، حصہ سوم، باب 67، حدیث نمبر 314)

حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب مجھے معراج کی رات سدرۃ المنتہیٰ پر لے جایا گیا تو وہاں چار نہریں تھیں۔ دو نہریں پوشیدہ اور دو نہریں ظاہر۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا!

''یہ کیا ہیں۔؟''

انہوں نے جواباً عرض کیا:

''یہ باطنی نہریں جنت کی نہریں ہیں اور ظاہری نہریں دریائے نیل اور دریائے فرات ہیں جو دنیا میں جاری ہیں۔''

Marfat.com

(صحیح البخاری، کتاب الشربہ، باب اللبن، حدیث نمبر 5610) (صحیح المسلم، حدیث نمبر 164) (ابن ابی شیبہ، جلد 14، صفحہ نمبر 305) (السنن النسائی، جلد 1، صفحہ 223-217) (تحفۃ الاشراف، جلد 8، صفحہ 346) (المسند امام احمد، جلد 4 صفحہ 207-208-210) (تفسیر طبری، جلد 11، صفحہ 17-53) (طبرانی کبیر، جلد 19، صفحہ 270) (صفۃ الجنۃ از ابو نعیم، حصہ سوم، باب 67، حدیث نمبر 303) (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر 48) (صحیح حاکم، جلد 1 صفحہ 81) (صحیح ابن خزیمہ، حدیث نمبر 301) (کنز العمال، حدیث نمبر 31846) (وصف الفردوس، صفحہ 26، حدیث نمبر 70) (شرح السنۃ، جلد 13، صفحہ 336-341) (تفسیر بغوی، جلد 3، صفحہ 128) (مسند ابی اعوانہ، جلد 1، صفحہ 116) (دلائل النبوۃ، از امام بیہقی، جلد 1، صفحہ 123-126-127) (التبصرۃ ابن الجوزی، جلد 2 صفحہ 36) (البعث والنشور، حدیث نمبر 181) (الاحادو المثانی فی الصحابہ، از امام ابو عاصم، قلمی نسخہ، صفحہ 229 228-) (تہذیب تاریخ دمشق، جلد 2، صفحہ 122) (السنن الکبریٰ، جلد 1، صفحہ 360)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سیحان و جیحان والفرات والنیل کل من انهار الجنة"

(صحیح المسلم، کتاب صفۃ الجنۃ، باب فی الدنیا من انہار الجنۃ، حدیث نمبر 2839) (مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 289-440) (حادی الارواح، صفحہ 242) (البعث والنشور، حدیث نمبر 289) (مشکوٰۃ شریف، حدیث نمبر 5628) (تفسیر معالم التنزیل، از امام بغوی، جلد 6، صفحہ 177) (البدور السافرہ، حدیث نمبر 1917) (الطب النبوی، از امام ذہبی، حدیث نمبر 86) (تفسیر در منثور، جلد 1، صفحہ 37) (تفسیر قرطبی، جلد 13، صفحہ 104) (تفسیر قرطبی، جلد 16، صفحہ 237) (کنز العمال، حدیث نمبر 35340) (الاحکام النبویہ، جلد 2، صفحہ 103) (صفۃ الجنۃ، حصہ سوم، باب 67، حدیث نمبر 304، 305، 306)

"جنت سے چار نہریں بہتی ہیں:

1: فرات 2: نیل 3: سیحان 4: جیحان

حکیم بن معاویہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان فی الجنة بحر الماء و بحر العسل و بحر اللبن و بحر الخمر ثم تشقق الانهار منها بعد"

(مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 5) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 2571) (السنن الدارمی، حدیث نمبر 2839) (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، جلد 10، صفحہ 249، حدیث نمبر 7366) (البعث والنشور از امام ترمذی، حدیث نمبر 264) (البعث، از امام ابو داؤد، حدیث نمبر 71) (حادی الارواح، صفحہ 241) (حلیہ ابو نعیم اصبہانی، جلد 6، صفحہ 204) (منتخب مسند عبد بن حمید، حدیث نمبر 410) (الاحادو المثانی فی الصحابہ از امام ابی عاصم، حدیث نمبر 162) (کنز العمال، حدیث نمبر 39239) (بدور السافرہ، حدیث نمبر 1919) (کامل ابن عدی، جلد 2، صفحہ 500) (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 518، حدیث نمبر 7423) (صفۃ الجنۃ لابو نعیم، حصہ سوم، باب 67، حدیث نمبر 308)

"جنت میں پانی کا سمندر، دودھ کا سمندر، شہد کا سمندر اور پاک شراب کا سمندر ہے۔ پھر ان

Marfat.com

(تمام) سمندروں سے (بیشمار) نہریں نکلتی ہیں۔"
جنت میں ہزار ہا قسم کی نہریں ہوں گی بلکہ اتنی ہوں گی کہ ان کو گننا مشکل و ناممکن ہوگا۔ احادیثِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں جنت کی پانچ خوبصورت اور مشہور نہروں کا بطورِ خاص ذکر ہوا ہے۔ وہ یہ ہیں:

1: نہرِ کوثر 2: نہرِ حیات 3: نہرِ لبن 4: نہرِ شراب 5: نہرِ شہد

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الکوثر نهر فی الجنة حافتاه من ذهب و مجراه علی الدر و الیاقوت تربته اطیب من المسك و مائو احلی من العسل و ابیض من الثلج"

(الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 517) (السنن الترمذی، ابواب التفسیر سورۃ الکوثر، جلد 2، عربی صفحہ 172) (صفۃ الجنۃ از امام ابونعیم اصبہانی، حصہ 3، حدیث نمبر 177) (البدور السافرہ، حدیث نمبر 1916)

"کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ جس کے دونوں کنارے سونے کے اور اندرونی حصہ یاقوت اور مؤتیوں کا ہے۔ اس نہر کی مٹی کستوری سے زیادہ خوشبودار، پانی شہد سے زیادہ شریں، برف سے زیادہ سفید اور شفاف ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بینا انا اسیر فی الجنة اذا انا بنهر حافتاه قباب اللؤلؤ المجوف فقلت ماهذا یا جبریل؟ قال هذا الکوثر الذی اعطاك ربك قال فضرب الملك بیده فاذا طینة مسك اذفر"

"میں ایک دفعہ جنت کی سیر کر رہا تھا کہ میں ایک نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پر خولدار لولو کے قبے تھے۔ میں نے پوچھا: "اے جبریل یہ کیا ہے؟" انہوں نے عرض کیا: "یہ نہر کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطاء فرمائی ہے۔" حضور ﷺ فرماتے ہیں: "پھر ایک فرشتہ نے اپنا ہاتھ (نہر) پر مارا تو اس کی مٹی خالص کستوری کی تھی۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الکوثر نهر فی الجنة خافتاه من ذهب و مجراه علی الدر و الیاقوت' تربته اطیب من المسك و مائوه احلی من العسل و ابیض من الثلج"

"کوثر جنت میں ایک نہر ہے۔ اس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں۔ اس کے چلنے کا راستہ گوہر اور یاقوت ہے۔ اس کی مٹی کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے۔"

Marfat.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"هل تدرون ما الكوثر؟"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ کوثر کیا چیز ہے؟"

ہم نے عرض کیا:

"اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"فانه نهر وعدنيه ربى عزوجل عليه خير كثير ترد عليه امتى يوم القيامة آنيته عدد النجوم"

"یہ ایک نہر ہے اور میرے پروردگار جل شانہ نے مجھے اس کے عطا کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس میں انتہا درجہ کی خیر ہے۔ قیامت کے دن میری امت اس کے پاس آئے گی۔ اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جسے چاہے گا جنت میں داخل فرما دے گا اور دوزخیوں کو جہنم میں ڈال دے گا۔ پھر (جہنمیوں کے لیے) جو چاہے گا حکم دے گا حتیٰ کہ جس شخص کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے اسے آگ سے نکال لیا جائے گا۔ لوگ دوزخ سے اس حال میں نکلیں گے کہ ان کے جسم جل کر کوئلہ بن چکے ہوں گے، تب انہیں نہرِ حیات میں ڈالا جائے گا اور وہ لوگ اس طرح ٹھیک ہو جائیں گے جس طرح سیلاب کی جگہ پر بیج اُگتا ہے۔"

(صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب اثبات الشفاعۃ، جلد 1، عربی صفحہ 104)

حکیم بن معاویہ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان فى الجنة بحر الماء و بحر العسل و بحر اللبن و بحر الخمر ثم تشقق الانهار منها بعد"

(مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 5) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 2571) (السنن الدارمی، حدیث نمبر 2839) (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، جلد 10، صفحہ 249، حدیث نمبر 7366) (البعث والنشور از امام ترمذی، حدیث نمبر 264) (البعث، از امام ابو داؤد، حدیث نمبر 71) (حادی الارواح، صفحہ 241) (حلیہ ابو نعیم اصبہانی، جلد 6، صفحہ 204) (منتخب مسند عبد بن حمید، حدیث نمبر 410) (الاحاد والمثانی فی الصحابہ از امام ابی عاصم، حدیث نمبر 162) (کنز العمال، حدیث نمبر 39239) (بدور السافرہ، حدیث نمبر 1919) (کامل ابن عدی، جلد 2، صفحہ 500) (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 518، حدیث نمبر 7423) (صفۃ الجنۃ لابو نعیم، حصہ سوم، باب 67، حدیث نمبر 308)

Marfat.com

''جنت میں پانی کا سمندر، دودھ کا سمندر، شہد کا سمندر اور (پاک) شراب کا سمندر ہے۔ پھر ان (تمام) سمندروں سے (بے شمار) نہریں نکلتی ہیں''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میں نے معراج کی رات ایک درخت دیکھا جو ساری مخلوق اور اولادِ آدم کو بھی ڈھانپے ہوئے ہے۔ اس کے نیچے سے چار نہریں بہتی ہیں۔ ایک نہر دودھ کی جس کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا، دوسری نہر شراب کی ہے جو پینے والوں کو لذت دیتی ہے، تیسری نہر پانی کی ہے جو بدبودار نہیں ہوتا اور چوتھی نہر صاف شفاف شہد کی ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''من سرہ ان یسقیہ اللہ من الخمر فی الآخرۃ فلیر کھا فی الدنیا''

''جس شخص کو یہ بات اچھی لگے کہ اللہ تعالیٰ اس کو آخرت (جنت) میں شراب (طہور) پلائے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس (شراب) کو دنیا میں چھوڑ دے۔''

حضرت حکیم بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جنت میں پانی، شہد، دودھ اور شراب کے سمندر ہیں، ان سے نہریں بہیں گی (جو تمام جنتیوں کے محلات اور باغات میں جایا کریں گی۔)

(مسند امام احمد، جلد 5، صفحہ 5) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 2571) (السنن الدارمی، حدیث نمبر 2839) (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، جلد 10، صفحہ 249، حدیث نمبر 7366) (البعث والنشور از امام ترمذی، حدیث نمبر 264) (البعث، از امام ابو داؤد، حدیث نمبر 71) (حادی الارواح، صفحہ 241) (حلیہ ابو نعیم اصبہانی، جلد 6، صفحہ 204) (منتخب مسند عبد بن حمید، حدیث نمبر 410) (الاحاد والمثانی فی الصحابہ از امام ابی عاصم، حدیث نمبر 162) (کنز العمال، حدیث نمبر 39239) (بدور السافرہ، حدیث نمبر 1919) (کامل ابن عدی، جلد 2، صفحہ 500) (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 518، حدیث نمبر 7423) (صفۃ الجنۃ لابو نعیم، حصہ سوم، باب 67، حدیث نمبر 308) (السنن الترمذی، ابواب الجنۃ، باب ما جاء فی صفۃ انہار الجنۃ، جلد 2، عربی صفحہ 80)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الشھداء علی بارق نھر علی باب الجنۃ فی قبۃ خضراء یخرج الیھم رزقھم من الجنۃ بکرۃ وعشیا''

''جنت کے دروازہ پر سبز قبہ میں ایک نہر بارق ہے اس میں شہداء رہتے ہیں۔ ان کی طرف جنت سے صبح وشام رزق پہنچتا ہے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

”فی الجنة نهریقال له الریان علیه مدینة من مرجان لها سبعون الف باب من ذهب وفضة لحامل القرآن“

”جنت میں ایک نہر ہے جس کا نام ”ریان“ ہے۔ اس پر ایک شہر مرجان سے تعمیر کیا گیا ہے جس کے ستر ہزار سونے چاندی کے دروازے ہیں اور یہ حافظ قرآن کیلئے ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ان فی الجنة نهرا یقال له الهرول علی حافتیه اشجار نابتات فاذااشتهی اهل الجنة السماع یقولون مروا بنا الی الهرول فنسمع الاشجار فتنطق باصوات لولاان اللّٰہ عزوجل قضی علی اهل الجنة ان لا یموتوا الماتوا اشوقا وطربا الی تلك الاصوات قال فاذاسمعتهن الجواری قرآن بالعربیة فیجیء اولیاء اللّٰہ الیهن فیقطف کل واحدمنهن ماشتهی ثم یعیداللّٰہ تعالیٰ مکانهن مثلهن“

”جنت میں ایک نہر ہے جس کا نام ہرول ہے، اس کے دونوں کناروں پر درخت اگے ہوئے ہیں، جب جنتی سماع کی خواہش کریں گے تو کہیں گے: ”ہمارے ساتھ ہرول کی طرف چلو تا کہ ہم درختوں سے (خوبصورت اور دلکش آوازیں) سنیں۔“ چنانچہ وہ ایسی (خوبصورت) آوازوں میں بولیں گے کہ اگر اللہ عزوجل نے جنتیوں کے نہ مرنے کا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو یہ ان آوازوں کے شوق اور طرب میں مرجاتے۔ پس جب ان خوبصورت آوازوں کو (درختوں پر لگی ہوئی) لڑکیاں سنیں گی تو وہ عربی زبان میں (نہایت خوبصورت انداز و آواز میں) کچھ پڑھیں گی تو اللہ کے ولی ان کے قریب جائیں گے اور ہر ایک ان لڑکیوں میں سے جس کو پسند کرے گا توڑ لے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان لڑکیوں کی جگہ ویسی ہی اور لڑکیاں (اس درخت کو) لگا دے گا۔“

جنت کے درخت اور پھل:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”جنت کے ایک درخت کے سائے میں اگر گھوڑ اسوار شخص سو برس تک چلتا رہے تب بھی اسے عبور نہیں کر سکے گا۔ اگر تم قرآن سے یہ بات سمجھنا چاہو تو یہ آیت پڑھ لو۔

”وَظِلٍّ مَّمۡدُوۡدٍ ۝“

(القرآن المجید، پارہ 27، سورۃ نمبر 56 (الواقعہ)، آیت 30)

Marfat.com

''اور ہمیشہ کے سائے۔''

(مشکوۃ شریف، حدیث نمبر 5615) (فتح الباری، جلد 8، صفحہ 628) (المسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 455) (السنن الدارمی، جلد 2، صفحہ نمبر 338) (السنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 4335) (طبرانی کبیر، جلد 6، صفحہ 227) (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 519) (حلیۃ الاولیاء، جلد 9، صفحہ نمبر 30) (شرح السنۃ، جلد 15، صفحہ 207) (صفۃ الجنۃ، از ابن کثیر، صفحہ 73) (مسند عبدالرزاق، حدیث نمبر 20877-20876) (مسند حمیدی، حدیث نمبر 1138) (حادی الارواح، صفحہ 222) (زوائد زہد ابن مبارک، حدیث نمبر 266)

حضرت عتبہ بن عبد سلمٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے حوض کے متعلق اور جنت کے متعلق سوال کیا۔ پھر اس دیہاتی نے سوال کیا کیا:

''جنت میں میوے بھی ہوں گی؟''

آپ نے ارشاد فرمایا:

''ہوں گے اور جنت میں ایک درخت ہوگا جس کو ''طوبیٰ'' کا نام دیا جاتا ہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ وضاحت فرمائی مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ وضاحت کیا تھی۔ اس دیہاتی نے کہا:

''ہماری زمین کا کونسا درخت اس کے مشابہ ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تیری زمین کے کس درخت سے وہ کچھ بھی مشابہت نہیں رکھتا۔ تم شام میں گئے ہو؟''

اس نے عرض کیا:

''نہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یہ شام کے ایک درخت سے مشابہت رکھتا ہے جس کو ناریل کا درخت کہا جاتا ہے۔ یہ ایک ہی تنہ پر اٹھتا ہے اس کا اوپر کا حصہ پھیل جاتا ہے۔''

اس دیہاتی نے عرض کیا:

''اس کی جڑ کتنی موٹی ہے؟''

ارشاد فرمایا:

''اگر تمہارے رشتہ داروں کا پانچ سالہ نوجوان اونٹ اس کے گرد چلتا رہے تو اس کی جڑ کے گرد نہ گھوم سکے بلکہ (چل چل کر) بوڑھے ہو جانے کی وجہ سے اس کی ہنسلی کی ہڈی بھی ٹوٹ جائے۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

Marfat.com

"یارسول اللہ ﷺ! اس آدمی کیلئے (طوبیٰ) خوشخبری ہو جس نے آپ کی زیارت کی ہو اور آپ پر ایمان لایا ہو۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اس شخص کے لئے طوبیٰ ہو جس نے میری زیارت کی اور مجھ پر ایمان لایا۔ پھر طوبیٰ ہو پھر طوبیٰ ہو جو مجھ پر ایمان لایا مگر (میرے وفات پا جانے کی وجہ سے) مجھے نہ دیکھا ہو۔"

اس شخص نے عرض کیا:

"یہ "طوبیٰ" کیا ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جنت میں ایک درخت ہے جس کی مسافت سو سال کی ہے۔ جنت والوں کے کپڑے اس کے شگوفوں سے نکلیں گے۔"

حضرت اسماء بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کیا اور فرمایا:

"یسیر الراکب فی ظل الفنن منها مائة سنة' اویستظل مائة سنة فیها فراش الذهب کان ثمرها القلال"

"بہترین سوار اس کی شاخوں کے سائے تلے سو سال تک چلے گا یا سو سال تک سایہ میں بیٹھے گا اس کا فرش سونے کا ہے (اور) اس کے پھل مٹکوں کی طرح ہیں۔"

ایک دیہاتی نے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک موذی درخت کا ذکر کیا ہے، میرا خیال نہیں ہے کہ جنت میں کوئی ایسا درخت ہو جو جنتی کو ایذا پہنچائے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"وہ کونسا درخت ہے۔؟"

اس نے عرض کیا:

"بیری کا کیونکہ اس کے کانٹے ہوتے ہیں ایذا دینے والے۔"

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"الیس اللہ یقول: فی سدر مخضود خضد اللہ شوکه مجمل مکان کل شوکة ثمرة"

Marfat.com

''کیا اللہ تعالیٰ ''فی سدر مخضود'' نہیں فرمارہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے کانٹوں کو ختم کر دیا ہے اور ہر کانٹے کی جگہ پھل لگا دیا ہے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لما رفعت الی سدرة المنتهیٰ فی السماء السابعة نبقها مثل قلال هجر وورقها مثل آذان الفيلة يخرج من ساقها نهران ظاهران ونهران باطنان، قلت ياجبريل ماهذا؟ قال اما الباطنان ففی الجنة واما الظاهران فالنيل والفرات''

''جب مجھے (معراج کی شب) ساتویں آسمان میں سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا تو اس کے بیر ہجر کے مٹکوں کی طرح (بڑے اور موٹے) تھے، اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے، اس کے تنے سے دو ظاہری نہریں نکلتی ہیں اور دو باطنی۔ میں نے پوچھا: ''اے جبرائیل! یہ (باطنی اور ظاہری نہریں) کیا ہیں؟'' انہوں نے کہا: باطنی تو جنت میں ہیں اور ظاہری (نہریں دنیا میں) دریائے نیل اور دریائے فرات ہیں۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''جنت میں کوئی بھی درخت ایسا نہیں جس کا تنا سونے کا نہ ہو۔''

(السنن الترمذی، ابواب صفة الجنة عن رسول اللہ، باب ماجاء فی صفة شجر الجنة، جلد 2، عربی صفحہ 75، حدیث نمبر 2525) (بدور السافرہ، حدیث نمبر 1850) (صحیح ابن حبان، جلد 10، صفحہ نمبر 250)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی دلکشی کا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''جنت کی کھجوروں کے تنے سبز زمرد کے ہوں گے اور ٹہنیوں کی جڑیں سرخ سونے کی ہوں گی۔ جنتیوں کے لباس اور جبے بھی اسی سے تیار کیے جائیں گے۔ ان کھجوروں کا پھل مٹکے یا ڈول کے برابر ہوگا جو دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا و شیریں اور مکھن سے زیادہ نرم و ملائم ہوگا۔''

(صحیح للحاکم، جلد 2، صفحہ 475، وقال صحیح علی شرط امام مسلم، واقرہ الذہبی) (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 523) (صفة الجنة، ابی الدنیا، حدیث نمبر 50) (زہد ابن مبارک، حدیث نمبر 1488) (کتاب العظمة، حدیث نمبر 576) (تفسیر درمنثور، جلد 6، صفحہ 150) (حادی الارواح، صفحہ 224) (البدور السافرہ، حدیث نمبر 1851)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''رأيت ابراهيم ليلة اسرى بی فقال يامحمد اقرء امتك منی السلام، اخبرهم ان الجنة طيبة التوبة عزبة الماء وانها قيعان وان غراسها قول: سبحان

Marfat.com

اللہ و الحمدللہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر“

”جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کی۔ آپ نے فرمایا:” اے محمد! آپ میری طرف سے اپنی امت کو سلام کہنا اور ان کو اطلاع فرمانا کہ جنت کی زمین بہت پاکیزہ ہے، عمدہ پانی والی ہے، ہموار میدان ہے، اس کی شجرکاری سبحان اللہ، الحمدللہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہنا ہے۔“

امام طبرانی نے ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ“ کا ذکر بھی کیا ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”من احب ان یرتع فی ریاض الجنۃ فلیکثر ذکر اللہ تعالیٰ“

”جو شخص یہ پسند کرتا ہے کہ وہ جنت کے باغوں سے پھل کھائے تو اس کو چاہیے کہ وہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرے۔“

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”نظرت الی الجنۃ فاذاالرمانۃ من رمانھا کمثل البعیر المقتب“

”میں نے جنت میں دیکھا تو اس کے اناروں سے ایک انار پلان کسے ہوئے اونٹ کی طرح موٹا تازہ تھا۔“

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”عرضت علی الجنۃ فذھبت اتناول منھا اریکموہ فحیل بینی و بینہ“

”میرے سامنے جنت پیش کی گئی تو میں اس سے ایک گچھا توڑنے گیا تاکہ تمہیں دکھاؤں لیکن میرے اور اس کے درمیان رکاوٹ حائل کر دی گئی۔“

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

”یارسول اللہ مثل لنا ماالجنۃ من العنب“

”یارسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں مثال سے وضاحت کریں کہ (جنت کا) انگور کتنا بڑا ہوگا؟“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”اعظم دلو فرت امك قط“

”اس ڈول سے بڑا ہوگا جس کو تیری ماں نے (بکری وغیرہ کی کھال سے) کبھی کاٹ کر تیار کیا ہو۔“

صلوٰۃ کسوف کی حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا:

”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کو یہاں اسی جگہ پر کسی چیز کو اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے مگر پھر ہم

Marfat.com

نے دیکھا کہ آپ پیچھے ہو گئے ہیں؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''انی رایت انجنة فتناولت منها عنقود اولو اخذته لا کلتم منه مابقیت الدنیا''

''میں نے جنت کو دیکھا ہے اور اس کے ایک خوشہ کو پکڑا ہے۔ اگر میں اس کو توڑ لیتا تو جب تک دنیا قائم رہتی تم اس سے کھاتے رہتے۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان اللہ تبارك وتعالیٰ لما اخرج آدم من الجنة زرده من ثمار الجنة وعلمه صنعة کل شیء فثمار کم هذه من ثمار الجنة غیر ان هذه تتغیر وتلك لاتتغیر''

''اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے باہر نکالا تو ان کو جنت کے پھلوں کا توشہ عطاء فرمایا اور ہر شے کی صنعت کی تعلیم دی۔ پس تمہارے یہ پھل جنت کے پھلوں میں سے ہیں سوائے اس کے کہ یہ خراب ہو جاتے ہیں اور جنت کے خراب نہیں ہوں گے۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایما مومن اطعم مومنا علی جوع اطعمه اللہ تعالیٰ یوم القیامة من ثمار الجنة' وایما مومن سقی مومنا علی ظما سقاه اللہ تعالیٰ من الرحیق المختوم' وایما مومن کسا مومنا علی عری کساه اللہ تعالیٰ من خضر الجنة''

''جو مومن کسی مومن کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلائے اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن جنت کے میوؤں سے کھلائے گا، جو مسلمان کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے اللہ تعالیٰ اس کو رحیق مختوم سے پلائے گا اور جو مومن کسی مومن کو جب اس کے پاس کپڑا نہیں تھا کپڑا پہنائے گا تو اللہ تعالیٰ اسکو جنت کا سبز لباس پہنائے گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اذا اعطی احدکم الریحان فلایرده فانه خرج من الجنة''

''جب تم میں سے کسی کو کوئی خوشبودار پھول دیا جائے تو اس کو واپس نہ کرے کیونکہ یہ (خوشبو) جنت سے نکلی ہے۔''

چنانچہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میرے سامنے جنت، اس کے پھل، پھول، سرسبزی وشادابی اور اس کی ساری نعمتیں پیش کی

Marfat.com

گئیں۔ میں نے ان میں سے ایک خوشہ تمہارے لیے لینا چاہا لیکن روک دیا گیا۔ اگر میں تمہارے لیے وہ خوشہ لے لیتا تو زمین و آسمان کی ساری مخلوق اسے کھاتی لیکن وہ کبھی بھی ختم نہ ہوتا۔''

(البدایہ والنہایہ، جلد 2، عربی صفحہ 367)

حضرت عمر بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا غزوہ جو مقام ''ابواء'' میں لڑا تھا اس میں ہم آپ کے ساتھ تھے۔ جب ہم مقام روحاء پر پہنچے تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''عرق ظبیہ'' کے مقام پر پڑاؤ کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی پھر فرمایا:

''آپ حضرات کو معلوم ہے کہ اس پہاڑ کا نام کیا ہے؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا:

''اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ ''جبل خصیب'' ہے جو جنت کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔ اے اللہ! اس میں برکت فرمادے اور اس کے رہنے والوں میں بھی برکت فرمادے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اس مقام روحاء کے کچھ معتدل حصے ہیں جو جنت کی وادیوں میں سے ایک وادی ہیں۔ نماز کی اسی جگہ پر مجھ سے پہلے ستر انبیاء کرام نے نماز ادا کی ہے۔ اس کے پاس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب گزرے تھے تو ان پر خوشبودار دو چوغے تھے۔ آپ اونٹنی پر سوار تھے اور ستر ہزار بنی اسرائیل کے ساتھ سفر کر کے بیت اللہ شریف تک پہنچے تھے۔''

جنتی کھانے اور مشروبات:

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا کہ اتنے میں یہودی علماء میں سے ایک عالم آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے لگا:

''جب زمین اور آسمان الٹ پلٹ دیئے جائیں گے اس وقت لوگ کہاں ہوں گے۔؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''اس وقت لوگ پلِ صراط کے قریب اندھیرے میں کھڑے ہوں گے۔

اس یہودی عالم نے پھر سوال کیا!

''سب سے پہلے پل صراط کو کون لوگ عبور کریں گے۔؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

''تنگدستی میں وقت گزارنے والے مہاجر۔''

Marfat.com

اس یہودی عالم نے پھر دریافت کیا!

''جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو سب سے پہلے ان کی خدمت میں کون سا تحفہ پیش کیا جائے گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''مچھلی کے جگر کا گوشت۔''

پھر اس یہودی عالم نے پوچھا!

''اس کے بعد ان کا کھانا کیا ہوگا۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''جنت میں چرنے والا بیل ان کے لیے ذبح کیا جائے گا۔''

سوال کرنے والے یہودی نے پھر کہا!

''انہیں کھانے کے بعد پینے کے لیے کیا دیا جائے گا۔؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''سلسبیل کے جام۔''

اس یہودی عالم نے تسلیم کرتے ہوئے کہا:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔''

(صحیح المسلم، کتاب الحیض، باب بیان صفۃ منی الرجل والمرأۃ، جلد 1، عربی صفحہ 146)(مسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 367)(السنن البیہقی، جلد 1، صفحہ 169)(طبرانی کبیر، حدیث نمبر 1414)(صحیح ابن خزیمہ، حدیث نمبر 232)(بدور السافرہ، حدیث نمبر 1908)(صفۃ الجنۃ از امام ابونعیم اصفہانی، حدیث نمبر 337)(صفۃ الجنۃ از امام ابی الدنیا، حدیث نمبر 117)(صفۃ الجنۃ از امام ابن کثیر، صفحہ 90-85)(البعث والنشور، حدیث نمبر 346)

حضرت امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جنت والوں کو سب سے پہلے جو مہمانی کھلائی جائے گی وہ مچھلی اور بیل ہوگا۔ بیل جنت میں بغیر کسی چرواہے کے جنت کے درختوں سے چرتا رہے گا اور مچھلی جنت کی نہروں میں تیرتی رہے گی۔ جب جنتی جنت میں داخل ہو چکیں گے تو بیل اور مچھلی دونوں کو بلایا جائے گا۔ یہ دونوں جنتیوں کے سامنے ہر قسم کا کھیل کریں گے اور ایک دوسرے سے خوب مقابلہ کریں گے جس سے جنتی خوب لطف اندوز ہوں گے۔ پھر مچھلی بیل کو اپنی دم مارے گی اور بیل مچھلی کو اپنا سینگ مارے گا اور یہی ان کا ذبح ہونا ہوگا۔ پھر وہ لوگ ان کے گوشتوں کو کھائیں گے جتنا دل چاہے گا۔ ان دونوں کے گوشت میں جنت کی ہر چیز کا مزہ پائیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''ان ادنی اهل الجنة منزلة ان له لسبع درجات وهو علی السادسة وفوقه السابعة ان له لثلاثمائة خادم ويغدی عليه كل يوم ويراح بثلاثمائة صحفة ولا اعلمه الاقال من ذهب فی كل صحفة لون ليس فی الاخری' وانه ليلذاوله كما يلذ آخره' ومن الاشربة ثلاثمائة اناء' فی كل اناء لون ليس فی الآخر' وانه ليلذاوله كمايلذآخره وانه ليقول يارب لواذنت لی لاطعمت اهل الجنة وسقيتهم لم ينقص مما عندی شیء''

''جنتیوں میں ادنیٰ درجہ میں وہ شخص ہوگا جس کے سات درجات ہوں گے یہ چھٹے درجہ میں ہوگا اس سے اوپر ساتواں درجہ ہوگا۔ اس کے تین سو خادم ہوں گے۔ اس کے سامنے روزانہ صبح وشام کا کھانا تین سو بڑے پیالوں میں پیش کیا جائے گا۔ راوی کہتا ہے: ''مجھے معلوم نہیں مگر مجھے (حدیث بتانے والے نے) یہی کہا تھا کہ وہ (پیالے) سونے کے ہوں گے۔'' ہر پیالہ میں ایسے قسم کا کھانا ہوگا جو دوسرے میں نہ ہوگا اور یہ جنتی اس کے پہلے کھانے سے بھی ویسی ہی لذت پائے گا جیسا کہ آخری سے پائے گا اور پینے کی چیزوں کے بھی تین سو برتن ہوں گے۔ ہر برتن میں ایسا شربت اور پانی ہوگا جو دوسرے میں نہ ہوگا اور وہ اس کے پہلے برتن سے بھی ویسے ہی لطف اندوز ہوگا جیسے کہ آخری سے لطف اندوز ہوگا۔ بلکہ یہ (تمنا کرتے ہوئے) کہتا ہوگا: ''یارب! اگر تو مجھے اجازت دیتا تو میں تمام جنت والوں کو کھلاتا پلاتا اور جو کچھ میرے پاس ہے اس سے کچھ بھی کم نہ ہوتا۔''

ایک شخص نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ! کیا جنت میں رات بھی ہوگی؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

'' ولهم رزقهم فيها بكرة وعشيا''

''جنتیوں کے لئے جنت میں رزق ہوگا صبح وشام۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ليس هناك ليل انما هوضوء ونوريردالغدوعلی الرواح والرواح علی الغدوتاتيهم طرف الهدايا من الله لمواقيت الصلوٰة التی كانوا يصلون فيها ويسلم عليهم الملائكة''

''وہاں پر کوئی رات نہیں ہوگی وہاں ایک روشنی اور نور ہوگا۔ صبح شام پر طاری ہوگی اور شام صبح پر۔ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نماز کے اوقات میں جن میں وہ نماز ادا کرتے تھے ہدایا آیا کریں گے اور ان پر فرشتے سلام کرتے ہوں گے۔''

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان الرجل من اهل الجنة لياخذاللقمة فيجعلها فى فيه ثم يخطر على باله طعام آخر فتتحول تلك اللقمة على التى تمنى"

"جنت والوں میں سے ایک شخص لقمہ لے کر اپنے منہ میں ڈالے گا پھر اپنے دل میں کسی اور کھانے کا خیال کرے گا تو وہ لقمہ اس کھانے میں تبدیل ہو جائے گا جس کی اس نے تمنا کی ہوگی۔"

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان فى الجنة طيرا امثال البخاتى"

"جنت میں بختی اونٹ کے برابر (بڑے بڑے) پرندے ہوں گے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"انها لناعمة يارسول الله؟"

"یارسول اللہ! پھر تو وہ (پرندہ جنت میں) بڑے عیش ونشاط میں رہے گا؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"انعم منها من ياكلها وانت ممن ياكلها ياابابكر"

"اس سے زیادہ عیش ونشاط میں وہ شخص ہوگا جو اس کو کھائے گا اور اے ابوبکر! آپ بھی ان لوگوں میں سے ہیں جو اس سے کھائیں گے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان فى الجنة طيرا كامثال البخت ياتى الرجل فيصيب منهاثم يذهب كانه لم ينقص منها شىء"

"جنت میں بختی اونٹ کے برابر پرندے ہوں گے۔ جب وہ جنتی کے پاس آئیں گے تو جنتی اس سے کھائیں گے۔ پھر وہ پرندہ اس حالت میں اڑ جائے گا گویا کہ اس سے کچھ بھی کم نہیں ہوا۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان فى الجنة لطيرافيه سبعون ريشة فيجىء فيقع على صحفة الرجل ثم ينتفض فيخرج من كل ريشة لون بيض من الثلج والين م الزيد واعذب من الشهد ليس فيه لون يشبه صاحبه ثم يطير فيذهب"

"جنت میں ایک پرندہ ہوگا جس کے ستر پر ہوں گے۔ یہ اگر جنتی کے طباق پر بیٹھے گا پھر ہلے گا تو اس کے ہر پر سے برف سے بھی زیادہ سفید قسم کا کھانا نکلے گا جو جھاگ سے زیادہ ملائم اور شہد سے زیادہ میٹھا ہوگا۔

Marfat.com

اس میں کوئی کھانا ایسا نہیں ہوگا جو دوسرے (پروالے) کھانے سے ملتا ہو۔ پھر وہ پرندہ اٹھ کر چلا جائے گا۔"

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ نہر کوثر پر بھی پرندے ہوں گے اور جنتی ان کا گوشت کھائیں گے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان فی الجنة طیرا مثل اعناق البخت تصطف علی یدولی اللہ فیقول احدهما: یاولی اللہ! رعیت فی مروج الجنة تحت العرش شربت من عیون التسنیم فکل منی فلایزلن یفتخرن بین یدیه حتی یخطر علی قلبه اکل احدهما فیخر بین یدیه علی الوان مختلفة فیاکل منه ماارادْ فاذاشبع تجمع عظام الطیر فیطیر یرعی فی الجنة حیث شاء"

"جنت میں بختی اونٹ کی طرح اونچے اونچے پرندے ہوں گے جو اللہ کے ولی کے سامنے آ کر بیٹھیں گے۔ ان میں سے ایک کہے گا: "اے ولی اللہ! میں عرش کے نیچے خوبصورت جنت میں چرتا رہا ہوں اور تسنیم کے چشموں سے پیتا رہا ہوں! آپ مجھ سے تناول فرمایئے۔" پھر ولی اللہ کے سامنے (اپنی) تعریف کرنے میں لگا رہے گا حتی کہ جنتی کے دل میں ان پرندوں میں سے کسی ایک کے کھانے کا ارادہ ہوگا تو وہ پرندہ اس جنتی کے سامنے مختلف ذائقوں کے ساتھ گر پڑے گا اور وہ اس سے اپنی طلب کے مطابق کھائے گا اور جب سیر ہوگا تو پرندے کی ہڈیاں جمع ہو جائیں گی اور وہ اڑ کر جنت میں جہاں چاہے گا چرنا شروع ہو جائے گا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"یانبی اللہ انها لنا عمة"

"یا نبی اللہ ﷺ! یہ پرندہ تو بڑے مزے میں ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اکلها انعم منها"

"اس پرندہ کو تناول کرنا اس سے بھی زیادہ عیش و نشاط رکھتا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"انك لتنظر الی الطیر فی الجنة فتشتهیه فیجیء مشویا بین یدیك"

"جنت میں تو کسی پرندہ کی طرف دیکھے گا اور اس کی طلب کرے گا تو وہ تیرے سامنے روسٹ ہو کر پیش ہو جائے گا۔"

Marfat.com

خدام وغلمان:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان اسفل اهل الجنة اجمعين من يقول على راسه عشرة آلاف خادم"

"تمام جنتیوں میں سب سے کم درجہ کا جنتی وہ ہوگا جس کی خدمت میں دس ہزار خادم کھڑے ہوں گے۔"

حوریں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جنت میں سب سے کم درجہ کے حامل جنتی کو اسی ہزار خدام اور بہتر حوریں عطا کی جائیں گی۔"

(المسند الاحمد، جلد 3، عربی صفحہ 76) (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، جلد 10، صفحہ 246) (تذکرۃ القرطبی، جلد 2، صفحہ 475) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 2562) (زوائد زہد ابن المبارک، جلد 2، صفحہ 127) (مسند ابویعلی، حدیث نمبر 1404) (حادی الارواح، صفحہ 298) (موارد الظمآن، حدیث نمبر 2638)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"خلقن الحور العين من الزعفران"

"حور عین کو زعفران سے پیدا کیا گیا ہے۔"

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان العبد اذاقام فى الصلاة فتحت له الجنان و كشف الحجب بينه وبين ربه واستقبله الحور مالم يتمخط اويتنخم۔

"جب مسلمان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنت کو کھول دیا جاتا ہے اس کے اور اس کے رب کے درمیان سے پردے ہٹا دیئے جاتے ہیں اور حور اس کی طرف اپنا رخ کر لیتی ہے جب تک وہ نہ تھوکے اور ناک نہ سنکے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"رسول اللہ ﷺ "من بات ليلة فى خفة من الطعام يصلى تداركت عليه جوارى الحور العين حتى يصبح"

"جو شخص تھوڑا کھانا کھا کر نماز پڑھتے ہوئے رات گزارتا ہے، اس کے لیے صبح تک حور عین انتظار میں رہتی ہیں۔"

حضرت ولید بن عبدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا:

Marfat.com

”یا جبریل قف بی علی الحور العین فاوقفه علیهن فقال: من انتن؟ فقلن: نحن جواری قوم کرام حلوافلم یظعنوا، وشبوافلم یهرموا، ونقوافلم یدرنوا“

”اے جبرائیل مجھے حورعین کے پاس لے چلو۔“ تو حضرت جبرائیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پاس لے گئے تو آپ نے ان سے پوچھا: ”تم کون ہو؟“ انہوں نے عرض کیا: ”ہم بڑی شان والے حضرات کی گھر والیاں ہیں جو (جنت میں) داخل ہوں گے اور نکالے نہیں جائیں گے، وہ جوان رہیں گے کبھی بوڑھے نہ ہوں گے اور صاف ستھرے رہیں گے کبھی میلے کچیلے نہ ہوں گے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ان الحورالعین لاکثرعدداً منکن، یدعون لازواجهن، اللهم اعنه علی دینك، واقبل قلبه علی طاعتك، وبلغه الینا بقربك یاارحم الراحمین“

”حورعین تعداد میں تم سے بہت زیادہ ہیں۔ وہ اپنے خاوند کے لئے یہ دعائیں کرتی ہیں: ”اے اللہ! اس خاوند کی اپنے دین کے بارے میں مدد فرما اور اس کے دل کو اپنی فرمانبرداری کی طرف متوجہ فرما اور یاارحم الراحمین اپنے قرب خاص کے ساتھ اس کو ہم تک پہنچادے۔“

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”یتزوج المومن فی الجنة اثنین وسبعین زوجة“ سبعین من نساء الجنة واثنتین من نساء الدنیا“

”جنت میں مومن کی بہتر بیویوں سے شادی کی جائیگی۔ ستر جنت کی عورتیں ہوں گی اور دو دنیا کی عورتیں ہوں گی۔“

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مامن احدیدخله اللہ الجنة الا زوجه اللہ اثنتین وسبعین زوجة من الحور واثنتین من میراثه من اهل النار، مامنهن واحدة الاولها قبل شهی وله ذکر لاینثنی“

”جس شخص کو بھی اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کرے گا اس کی بہتر حوروں سے اور دو دوزخیوں کی میراث میں آنے والی عورتوں سے شادی کردے گا۔ ان عورتوں میں سے ہر ایک کی قبل خواہش کرتی ہوگی اور مرد کا نفس کمزور نہیں ہوتا ہوگا۔“

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام نے آپس میں مذاکرہ کیا کہ جنت میں مرد زیادہ

Marfat.com

ہوں گے یا عورتیں زیادہ ہوں گی؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"ان اول زمرة تدخل الجنة على صورة القمر ليلة البدر والتي تليها على اضواء كوكب دري في السماء لكل امري منهم زوجتان اثنتان يرى مخ سوقهما من وراء اللحم ومافي الجنة اعزب"

"جنت میں سب سے پہلے جو حضرات داخل ہوں گے وہ چودہویں رات کے چاند کی طرح (روشن چہروں والے) ہوں گے۔ ان کے بعد جو داخل ہوں گے وہ آسمان کے زیادہ چمکدار ستارے کی طرح (روشن) ہوں گے۔ ان (دونوں قسم کے حضرات) میں سے ہر شخص کے لئے دو دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کا گودہ گوشت کے اندر سے جھلکتا ہوا نظر آئے گا اور جنت میں کوئی انسان بغیر اہل خانہ کے نہ ہوگا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"للرجل من اهل الجنة زوجتان من الحور العين على كل واحدة سبعون حلة يرى مخ ساقها من وراء الحجاب"

"ہر جنتی مرد کے لئے حور عین میں سے دو بیویاں ہوں گی۔ ہر ایک (بیوی) پر ستر جوڑے ہوں گے اور اس کی پنڈلی کا گودہ پردہ کے اندر سے نظر آتا ہوگا۔"

حوروں کا حق مہر:

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من كظم غيظا وهو يقدر على ان ينفذه دعاه الله تعالىٰ على رء وس الخلائق يوم القيامة حتى يخيره في اى الحور شاء"

"جس شخص نے غصہ پی لیا حالانکہ وہ اس کو نافذ کرنے پر قدرت رکھتا تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا حتی کہ اس کو اختیار دے گا کہ وہ حوروں میں سے جس کو چاہے لے لے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سید دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"كنس المساجد مهور الحور العين"

"مسجدوں کو صاف کرنا حور عین کے حق مہر ہے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"يا علي! اعط الحور العين مهورهن: اماطة الاذى عن الطريق واخراج

Marfat.com

القمامة من المسجد فذلک مهر الحور العین"

"اے علی! حور عین کے حق مہر ادا کرو۔ راستہ سے تکلیف دہ چیزوں کو ہٹا دینا اور مسجد سے کوڑا کرکٹ نکالنا حور عین کا مہر ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مهور الحور العین قبضات التمر وفلق الخبز"

"مٹھی بھر کھجوریں اور روٹی کا ٹکڑا (صدقہ کرنا) حور عین کا حق مہر ہیں۔"

پری پیکر بیویاں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولھم فیھا ازواج مطھرۃ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

"من الحیض والغائط والنخامة والبزاق"

"یہ حیض، پیشاب، ناک کی ریزش اور تھوک سے پاک ہوں گی۔"

حضرت یزید بن ابی مریم سلولی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسوال اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کلما نادی المنادی فتحت ابواب السماء واستجیب الدعاء وترین الحور العین"

"جب مؤذن اذان دیتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، دعا کو قبول کیا جاتا ہے اور حور بناؤ سنگھار کرتی ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان المراة من نساء اهل الجنة لیری بیاض ساقها من وراء سبعین حلة، حتی یری مخها، وذلک ان اللہ تعالیٰ یقول: (کانهن الیاقوت والمرجان) فاما الیاقوت، فانه حجر لو ادخلت فیه سلکا" ثم استصفیته لرایته من ورائه"

"جنت کی دو عورتوں میں سے ہر عورت کی پنڈلی کی گوری رنگت ستر پوشاکوں کے پیچھے سے بھی دکھائی دے گی حتی کہ اس کا خاوند اس کی پنڈلی کے گودے کو بھی دیکھتا ہوگا اور وہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے (ان کی صفت میں) فرمایا ہے: "کانھن الیاقوت والمرجان" گویا کہ وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ یاقوت ایک ایسا پتھر ہے اگر تو اس میں کوئی دھاگا ڈالے پھر اس کو دیکھنا چاہے تو اس کو باہر سے دیکھ سکتا ہے۔

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم مصطفی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لغدوة فی سبیل اللہ اوروحة خیر من الدنیا ومافیھا' ولقاب قوس احدکم اوموضع قیدہ یعنی: سوطہ من الجنة خیر من الدنیا ومافیھا' ولواطلعت امراة من نساء اھل الجنة الی الارض لملات مابینھما ریحاً' ولاضاءت مابینھما' ولنصیفھا علی راسھا خیر من الدنیا ومافیھا"

"اللہ کے راستہ میں صبح کی یا شام کی ایک گھڑی گزارنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ تمہاری کمان کے درمیانی حصہ یا کوڑے کے برابر جنت کا حصہ دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ اگر جنت کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانک لے تو آسمان و زمین کے درمیانی حصہ کو خوشبو سے معطر کر دے اور آسمان و زمین کے درمیانی حصہ کو منور کر دے۔ اس کے سر کا دوپٹہ دنیا اور دنیا کے تمام خزانوں سے زیادہ قیمتی ہے۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

"جنتی عورتیں بیک وقت ستر ستر پوشاکیں زیب تن کئے ہوں گی لیکن اس کے باوجود ان کی خوبصورتی کے سبب گوشت سے ہڈیوں کا گودا نظر آئے گا۔"

(السنن الترمذی، ابواب صفة الجنة، باب ما جاء فی صفة الجنة، جلد 2، عربی صفحہ 75، حدیث نمبر 2522) (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 529) (مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 16) (طبرانی کبیر، جلد 10، صفحہ 197) (مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 411) (مجمع البحرین، صفحہ 80) (کنز العمال، حدیث نمبر 39372) (بزار، جلد 4، حدیث نمبر 202) (حادی الارواح، صفحہ 264) (البعث والنشور، حدیث نمبر 327)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جنت کی خواتین کی خوبصورتی اور خوشبو کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا!

"اگر جنت کی عورتوں میں سے کوئی عورت دنیا میں جھانک لے تو اپنے حسن کی جھلک سے مشرق و مغرب کے درمیان ہر چیز کو منور کر دے اور اپنی خوشبو سے پوری فضا کو معطر کر دے۔"

(صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب الحور العین، جلد 1، عربی صفحہ 392) (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 535-533) (مسند احمد، جلد 3، صفحہ 141-147) (مسند بزار، حدیث نمبر 3528) (مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 418) (البدور السافرہ، حدیث نمبر 2025-2015-2014) (البعث از امام ابوداؤد، صفحہ 80) (زہد امام احمد، صفحہ 185) (صفة الجنة از امام ابو نعیم، حدیث نمبر 380) (صفة الجنة از امام ابن ابی الدنیا، حدیث نمبر 278) (صفة الجنة از امام ابن کثیر، صفحہ 110) (تذکرة القرطبی، جلد 4، صفحہ 474) (حادی الارواح، صفحہ 306)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لوان حوراء بزقت فی بحر' لعذب ذلک البحر من عذوبة ریقھا"

Marfat.com

''اگر کوئی حور سمندر میں تھوک دے تو اس کے لعاب کی مٹھاس سے وہ سمندر شیریں ہو جائے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ میرے پاس تشریف لائے، اس وقت میرے پاس ایک بڑھیا بھی بیٹھی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا:

''یہ کون ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''میری خالاؤں میں سے ایک ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''یہ بات یاد رکھو کہ جنت میں بڑھیا داخل نہ ہوگی۔''

یہ ارشاد سن کر بڑھیا کو جو خدا نے چاہا غم اور پریشانی لاحق ہوئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) ہم ان کو ایک دوسری شکل میں اٹھائیں گے۔''

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

''اتت عجوز النبی ﷺ فقالت یارسول اللہ ادع اللہ ان یدخلنی الجنۃ فقال یاام فلان ان الجنۃ لاتدخلھا عجوز قال فولت تبکی فقال اخبروھا انھا لاتدخلھا وھی عجوز ان اللہ تعالیٰ یقول انا انشاناھن انشاء فجعلناھن ابکارا''

''ایک بڑھیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دعاء فرمائیں کہ وہ مجھے جنت میں داخل کرے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے فلاں کی ماں! جنت میں تو کوئی بڑھیا داخل نہیں ہوگی۔'' یہ جواب سن کر بڑھیا منہ پھیر کر جاتے ہوئے رونے لگی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس کو بتادو کہ کوئی عورت بڑھیا ہونے کی حالت میں جنت میں داخل نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ہم ان کی دوسری طرح کی تخلیق کریں گے اور ان کو کنواریاں بنادیں گے۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں عرض کیا!

''یارسول اللہ ﷺ! جنت میں دنیا کی عورت افضل ہوگی یا حور۔؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''دنیا کی عورت کو حوروں پر وہی فضیلت حاصل ہوگی جو باہر والے کپڑے کو استر (اندر والے) کپڑے پر حاصل ہوتی ہے۔'' (طبرانی)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتے ہوئے عرض

Marfat.com

کیا!''یارسول اللہ! بعض عورتیں (بسببِ وفات) دو، تین یا چار شوہروں سے نکاح کرتی ہیں اور موت کے بعد جنت میں داخل ہو جاتی ہیں اور وہ سارے مرد بھی جنت میں چلے جاتے ہیں جن کے ساتھ یکے بعد دیگرے اس کا نکاح ہوا تھا تو ان میں سے کون سا مرد اس کا شوہر بنے گا۔؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''وہ عورت ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرے گی اور وہ یقیناً اچھے اخلاق والا ہوگا۔ وہ عورت اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گی!

''اے مولا! یہ مرد دنیا میں میرے ساتھ اچھا سلوک کرتا تھا اس لیے اسے میرا ساتھی بنا دے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''اے امِ سلمہ! اچھا اخلاق دنیا اور آخرت کی تمام بھلائیوں پر سبقت لے گیا۔''

(البدایہ والنہایہ، جلد 2، صفحہ 387) (طبرانی، باب 23، حدیث نمبر 367) (تفسیر ابن جریر، جزء 23، حدیث نمبر 57) (مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 119) (مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 417) (البدور السافرہ، حدیث نمبر 2013) (حادی الارواح، صفحہ 297) (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 536)

جنت کے محلات و بالا خانے:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے مکانات مشاہدہ فرمائے۔ ان کی دیواروں کی اینٹیں سونے اور چاندی کی تھیں اور ان کا گارا مشک اور زعفران سے تھا۔ اس کی سڑکیں اور راستے زمرد، یاقوت اور بلور سے بنے ہوئے تھے۔

(سنن ترمذی، جلد ۲، صفحہ نمبر ۷۵) (مسند دارمی، صفحہ نمبر ۳۸۱)

محلات کی صفائی ایسی ہے جیسے شیشہ ہو کہ ظاہر اور اندر سے یکساں نظر آئے۔ ان کا عرض ستر ہزار برس کی راہ ہے اور بلندی ان کی ستر ہزار برس کی راہ تھی۔ کنگرے ان کے موتی سفید کے اور بعض جواہر کے تھے جو سورج کی طرح اور ان میں بعض چاند کی طرح جگمگاتے تھے۔

(معارج النبوت)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب معراج کی رات آسمان پر گزرا تو وہاں نور کا شہر دیکھا جس کی وسعت جہان دنیا سے ہزار گنا زیادہ ہے۔ اس کے لاکھ دروازے ہیں اور ہر دروازے کے سامنے اللہ کی رحمت سے ایک باغ آراستہ ہے اور ہر باغ میں ایک بالا خانہ ہے اور ہر بالا خانہ میں نور کا ایک گھر ہے اور ہر گھر میں نور کے ستر مکان ہیں اور ہر مکان میں نور کا ایک کمرہ ہے اور ہر کمرہ میں نور کی عمارت ہے اور ہر عمارت میں چار سو دروازے ہیں اور ہر دروازے کے سامنے نور کا ایک تخت ہے اور ہر تخت پر نور کا ایک فرش ہے اور ہر فرش پر ایک حور ہے۔ اگر اس کی انگلی کا کوئی حصہ ہی ظاہر ہو جائے تو اس کی روشنی سورج اور چاند کو ماند کر دے۔ میں (حضور علیہ

Marfat.com

الصلوٰۃ والسلام) نے پوچھا: یہ کن لوگوں کیلئے ہے۔؟ جواب ملا: جو دن رات میرا ذکر کرتے ہیں اور میرے پاس ان کے لئے اور بھی بہت کچھ ہے اور میں بہت دینے والا ہوں۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا:

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مخلوق کس چیز سے پیدا کی گئی ہے۔؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"پانی سے۔"

میں نے عرض کیا!

"جنت کس چیز سے تیار کی گئی ہے۔؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"جنت کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی ہے۔ اس کا سیمنٹ تیز خوشبودار کستوری کا ہے، اس کے سنگریزے یاقوت اور موتیوں کے ہیں اور اس کی مٹی زعفران کی ہے۔ جو شخص بھی جنت میں داخل ہوگا عیش کرے گا، اسے کبھی کوئی تکلیف نہیں ہوگی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہے گا کبھی نہیں مرے گا۔ جنتیوں کا لباس کبھی پرانا نہیں ہوگا اور جوانی کبھی فنا نہیں ہوگی۔"

(المسند احمد، جلد 2، صفحہ 305-445) (مسند بزار، حدیث نمبر 3509) (السنن الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ ونعیمہا، جلد 2، صفحہ 72 حدیث نمبر 2526) (السنن الدارمی، جلد 2، صفحہ 333) (حادی الارواح، صفحہ 184)۔

جنت کے محلات اس قدر بڑے اور کشادہ ہوں گے کہ ان میں نصب ایک ایک خیمے کا طول وعرض ساٹھ میل ہوگا جو کسی جوڑ کے بغیر ہیروں کو کرید کر بنائے گئے ہوں گے۔ ان محلات میں جگہ جگہ چمکتے دمکتے فانوس اور سونے کی انگیٹھیاں ہوں گی جن سے عود کی مسحور کن خوشبو نکل کر سارے محلات کی فضا کو معطر کردے گی۔ یہ بنگلے، کوٹھیاں، محلات، باغات اس قدر صاف اور شفاف ہوں گے کہ ان کے اندر سے باہر کی ہر چیز اور باہر سے اندر کی ہر چیز صاف وشفاف نظر آئے گی۔ ایسے عالی شان محلات میں اہلِ جنت عیش وعشرت اور آرام کی زندگی بسر کریں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ولسوف يعطيك ربك فترضىٰ"

(القرآن المجید، پارہ نمبر 30، سورۃ الضحیٰ، آیت نمبر 5)

"اور یقیناً عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا نوازے گا کہ آپ خوب خوش ہو جائیں گے۔"

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں لؤلؤ کے ایک ہزار محلات عطا فرمائے گا جن کی مٹی کستوری کی ہوگی۔ ہر محل میں زیب وزینت آسائش وآرام کی سب چیزیں موجود ہوں گی۔"

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان فی الجنة لقصرامن لؤلؤلیس فیه صدع ولاوھن اعده اللہ عزوجل لخلیله ابراھیم علیہ السلام نزله"

"جنت میں لؤلؤ کا ایک محل ہے جس میں نہ تو کوئی پھٹن ہے اور نہ (تعمیر کی) کوئی کمزوری ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے تیار فرمایا ہے۔"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جنت میں ایک محل ایسا ہے جس میں سوائے نبی، صدیق، شہید اور عادل حکمران کے کوئی داخل نہیں ہو سکے گا۔"

پھر حضرت عمر فاروق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ باتیں کی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں عرض کیا:

"اللھم ارزق عمر ذلك"

"اے اللہ! عمر کو بھی یہ محل عطا فرما۔"

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

"جنات عدن"

"عدن کے باغات"

پھر فرمایا:

"جنت میں ایک محل ہے جس کے چار ہزار دروازوں کے پٹ ہیں۔ ہر دروازے پر پچیس ہزار حور عین ہیں (چار ہزار دروازوں کے پٹوں میں سے ہر ایک کو جب پچیس ہزار حور عین سے ضرب دیں تو ان کا مجموعہ ایک ارب بنتا ہے) اس میں کوئی داخل نہیں ہو سکے گا مگر نبی، صدیق یا شہید۔"

پھر عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! آپ کو مبارک ہو۔ اے ابوبکر! آپ کو بھی مبارک ہو۔ مگر عمر کے لئے شہادت کا رتبہ کہاں؟"

پھر عرض کیا:

"وہ ذات! جس نے مجھے (کفر کی) بدحالی سے نکالا وہ اس پر بھی قادر ہے کہ مجھے شہادت کا رتبہ عطاء فرمائے۔"

چنانچہ آپ کی یہ تمنا بھی پوری ہوئی اور آپ شہادت کے رتبہ پر فائز ہوئے۔

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے بلال! میں جب بھی جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے سامنے سے تمہارے چلنے کی آواز سنی۔ میں گزشتہ رات بھی جنت میں گیا تو پھر اپنے سامنے سے تمہارے چلنے کی آواز سنی۔ پھر میں ایک چوکور محل پر آیا جو سونے کا بنا ہوا تھا میں نے پوچھا: ''یہ محل کس کا ہے؟'' بتایا گیا: ''یہ ایک عربی شخص کا ہے۔ میں نے کہا: ''میں بھی تو عربی ہوں، یہ محل کس کا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''یہ قریش کے آدمی کا ہے۔'' میں نے کہا: ''میں بھی تو قریشی ہوں، یہ محل کس کا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''امت محمد کے ایک شخص کا ہے۔'' میں نے کہا: ''میں محمد ہوں، یہ محل کس کا ہے؟'' انہوں نے کہا: ''یہ محل عمر بن الخطاب کا ہے۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''رأیتنی دخلت الجنة فرأیت قصرا ابیض بفنائه جاریة ' فقلت لمن هذا القصر؟ قالوا العمر بن الخطاب فاردت ان ادخله فانظر الیه فذکرت غیرتك''

''میں نے خود کو دیکھا کہ جنت میں داخل ہوا ہوں اور ایک محل دیکھا جس کے صحن میں ایک لڑکی موجود تھی۔ میں نے پوچھا: ''یہ محل کس کا ہے؟'' انہوں نے بتایا: ''عمر بن خطاب کا ہے۔'' میں نے چاہا کہ اس میں داخل ہو کر دیکھوں مگر مجھے تمہاری غیرت یاد آ گئی۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''میرے ماں باپ آپ پر قربان! یا رسول اللہ ﷺ میں آپ پر غیرت کھاؤں گا۔؟''

حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے ہوئے عرض کیا: ''میری والدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا (جنت میں) کس درجہ میں ہیں۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قصب (چمکدار موتی اور یاقوت کے ساتھ مزین چمکدار زبرجد) کے محل میں جس میں نہ تو کوئی فضول بات ہے نہ کسی قسم کی اکتاہٹ۔ حضرت مریم اور آسیہ کے ساتھ۔''

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا:

''کیا اس قصب (سرکنڈے) کے محل میں؟''

فرمایا:

''نہیں بلکہ وہ در لؤلؤ اور یاقوت کے جڑاؤ والے محل میں ہیں۔''

حضرت زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"انه لیجاء بالرجل الواحد بالقصر من اللؤلؤة الواحدة فی ذلك القصر سبعون غرفة فی کل غرفة زوجة من الحور العین فی کل غرفة سبعون بابا یدخل علیه من کل باب رائحة من رائحة الجنة سوی الرائحة التی تدخل علیه من الباب الآخرة "

"ایک آدمی کو ایک ہی لؤلؤ سے بنے ہوئے محل کے پاس لایا جائے گا، اس محل کے ستر بالا خانے ہوں گے، ہر بالا خانہ میں حور عین میں سے ایک بیوی ہوگی، ہر بالا خانہ کے ستر دروازے ہوں گے، اس جنتی پر ہر دروازے سے ایسی خوشبو داخل ہوگی جو اس خوشبو سے مختلف ہوگی جو دوسرے دروازہ سے داخل ہوگی۔"

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی:

"فلاتعلم نفس مااخفی لهم من قرة اعین "

"پس کسی جان کو معلوم نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے لیے چھپایا گیا ہے۔"

حضرت عمران بن حصین اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت "**ومساکن طیبة فی جنات عدن**" کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

"جنت میں ایک محل لؤلؤ کا ہوگا۔ اس محل میں ستر گھر سرخ یاقوت کے ہوں گے، پھر ہر گھر میں ستر کمرے سبز زمرد کے ہوں گے، ہر کمرے میں ستر تخت ہوں گے، ہر تخت پر ہر رنگ کے ستر پلنگ ہوں گے اور ہر پلنگ پر حور عین میں سے ایک عورت ہوگی۔ ہر کمرے میں ستر دستر خوان ہوں گے۔ ہر دستر خوان پر ستر قسم کے کھانے چنے ہوں گے۔ ہر کمرے میں ستر لڑکے اور ستر لڑکیاں (خدمتگار) ہوں گی۔ اللہ عزوجل ہر مومن کو ہر صبح میں اتنی طاقت عطا فرمائے گا کہ وہ ان نعمتوں سے مستفید ہو سکے گا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اللہ تعالیٰ کا ایک قبہ ہے جس کا نام "فردوس" ہے۔ اس کے درمیان میں ایک گھر ہے جس کا نام دارالکرامۃ (بڑے مرتبہ کا گھر) ہے، اس میں ایک پہاڑ ہے جس کا نام "جبل النعیم" (نعمتوں کا پہاڑ) ہے۔ اس پہاڑ پر ایک محل ہے جس کا نام قصر الفرح (فرحت کا محل) ہے۔ اس محل میں بارہ ہزار دروازے ہیں۔ ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ ان میں سے کوئی دروازہ نہیں کھلتا مگر عالم کے قلم چلنے کی آواز پر (جب وہ دین کا کوئی مسئلہ لکھتا ہے) یا (دشمنان اسلام پر) حملہ کرنے والے (مجاہد) کے ڈھول کی آواز پر لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجاہد کے طبلہ کی آواز سے (عالم کے) قلم چلنے کی آواز ستر گنا افضل ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''جنت میں مومن کا گھر ایک ہی لولو (موتی) کا ہوگا جس میں چالیس کمرے ہوں گے۔ان کے درمیان میں ایک درخت ہوگا جو لباس اگا تا ہوگا جنتی اس کے پاس آئے گا اور (وزن کے ہلکے پھلکے ہونے کی وجہ سے) اپنی ایک ہی انگلی کے ساتھ ستر جوڑے اٹھائے گا جن پر لولو اور مرجان کے جڑاؤ کیے گئے ہوں گے۔''

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان ادنی اهل الجنة منزلة لرجل له دار من لؤلؤة واحدة منها غرفها وابوابها''

''ادنیٰ درجہ کا جنتی وہ شخص ہوگا جس کا لؤلؤ کا ایک ہی محل ہوگا، اس کے بالا خانے اور دروازے اسی موتی کے ہوں گے۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں:

''ادنیٰ درجہ کا جنتی وہ شخص ہوگا جس کے ہزار محل ہوں گے، ہر دو محلات کے درمیان ایک سال کا سفر ہے۔ جنتی اس کے آخری حصہ کو بھی ایسے ہی دیکھے گا جیسے اس کے قریبی حصہ کو دیکھے گا۔ ہر محل میں حورعین ہوں گی، خوشبودار پودے ہوں گے اور چھوٹے چھوٹے بچے ہوں گے۔ وہ جس چیز کی خواہش کرے گا اس کو فوراً پیش کی جائے گی۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان فی الجنة لعمدا من یاقوت علیها غرفة من زبر جدلها ابواب منفتحة تضیء کمایضیء الکوکب الدری''

''جنت میں یاقوت کا ایک ستون ہوگا۔ اس پر زبرجد کا ایک بالا خانہ ہوگا۔ اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے۔ وہ ستارے کی طرح چمکدار ہوگا۔''

ہم نے عرض کیا:

''یارسول الله من یسکنها''

''یارسول اللہ ﷺ! اس میں کون رہے گا۔؟''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''المتحابون فی الله والمتبادلون فی الله والمتلاقون فی الله''

''وہ لوگ جو اللہ کے لئے آپس میں محبت کرتے ہوں گے، اللہ کے لئے آپس میں خرچ کرنے والے ہوں گے اور آپس میں اللہ کی رضا کے لئے ملاقات کرتے ہوں گے۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

''جنت میں کچھ ایسے بالا خانے ہیں کہ ان کا باہر اندر سے اور اندر باہر سے نظر آئے گا۔''

ایک دیہاتی نے کھڑے ہو کر عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کس کے لئے ہوں گے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس کے لئے جو پاکیزہ گفتگو کرے گا، کھانا کھلائے گا، ہمیشہ روزہ رکھے گا اور جس وقت لوگ سوتے ہیں اس وقت نفلی نماز پڑھے گا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اولئك يجزون الغرفة بماصبروا''

(القرآن المجید، سورۃ الفرقان، آیت نمبر:75)

''صابر حضرات کو بالا خانوں سے نوازا جائے گا۔''

ایک حدیث اس آیت کی تفسیر بیان کرتی ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الغرفة من ياقوتة حمراء وزبرجدة خضراء ودرة بيضاء ليس فيها فصم ولا وصم''

''بالا خانہ سرخ یاقوت، سبز زبرجد اور سفید چمکدار موتی کا ہوگا۔ ان میں نہ کٹاؤ ہوگا نہ جوڑ ہوگا۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان للمومن في الجنة لخيمة من لؤلؤة واحدة مجوفة طولها ستون ميلا' فيها اهلون يطوف عليهم المومن فلايرى بعضهم بعضا''

''جنت میں مومن کے لئے ایک ہی موتی کا ایک خول دار خیمہ ہوگا جس کی لمبائی ساٹھ میل تک ہوگی، اس میں مومن کی بیویاں ہوں گی۔ مومن ان سب کے پاس جا کر صحبت کرے گا، وہ بیویاں ایک دوسری کو (اس حالت میں) نہیں دیکھ سکیں گی۔''

یہ خیمے نہ تو بالا خانے ہوں گے اور نہ محلات بلکہ یہ باغات میں اور نہروں کے کنارے پر قائم کئے گئے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مسلمان کی ایک بہت پسندیدہ بیوی ہوگی، ہر پسندیدہ بیوی کے لئے ایک خیمہ ہوگا، ہر خیمہ کے چار دروازے ہوں گے، ہر دروازے سے روزانہ ایک ہدیہ، تحفہ اور کرامت اس بیوی کے پاس پہنچے گا جو

Marfat.com

اس سے پہلے حاصل نہ ہوا ہوگا۔ یہ بیویاں نہ تو (خاوندوں کے سامنے) اکڑفوں دکھانے والی ہوں گی، نہ اونچا بولنے والی ہوں گی۔ نہ ان سے بدبو آئے گی اور نہ ہی نافرمان ہوں گی۔ یہ حورعین ہوں گی چھپائے ہوئے لعل کی طرح۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الخیمة درة مجوفة طولها فی السماء ستون میلافی کل زاویة منها اهل لایراهم الآخرون (یطوف علیهم المومن) فلایری بعضهم بعضا"

"خیمہ خول دار موتی لعل کا ہے، اس کی لمبائی اوپر کی طرف ساٹھ میل ہے، اس کے ہر زاویہ میں اہل خانہ (بیویاں، غلام اور لڑکے) ہیں جن کو دوسرے (زاویہ والے) نہیں دیکھتے۔ ان کے پاس جنتی جایا کرے گا۔ دوسری بیویاں وغیرہ (اس حالت میں) ان کو نہیں دیکھ سکیں گی۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"خیمہ خول دار ہوگا آٹھ کلومیٹر میں۔ اس کے (دروازوں کے) چار ہزار سونے کے پٹ (کواڑ) ہوں گے۔"

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"خیمہ ایک ہی گوہر کا ہوگا جس کے ستر دروازے ہوں گے جو ایک ہی گوہر سے بنائے گئے ہوں گے۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان ادنی اهل الجنة منزلة من ینصب له قبة من لؤ لؤ ویاقوت وزبرجد کما بین الجابیة و صنعاء"

"ادنیٰ درجہ کے جنتی کا مرتبہ یہ ہوگا کہ اس کے لئے ایک قبہ لؤلؤ، یاقوت اور زبرجد کا تیار کیا جائے گا، جو طول میں جابیہ سے صنعاء جتنا ہوگا۔

جابیہ ملک شام میں مشہور دمشق کے قریب ایک شہر ہے اور صنعاء ملک یمن کا دارالخلافہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: "حور مقصورات فی الخیام" (حوریں ہوں گی خیموں میں ٹھہری ہوئیں) یہ خیمے کیا ہیں؟"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"والذی نفسی بیده ان الخیمة من خیام الجنة لمن لؤلؤة واحدة مجوفة اربع

Marfat.com

فراسخ فی اربع فراسخ مکللة بالیاقوت والزبرجدلها سبعون بابا من ذهب"

''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جنت کے خیموں میں سے ایک خیمہ ایک ہی گوہر کا ہوگا، اندر سے خولدار بتیس کلومیٹر لمبا، بتیس کلومیٹر چوڑا (یعنی لمبائی اور چوڑائی برابر ہوگی) یاقوت اور زبرجد کا (اس خیمہ کو) تاج پہنایا گیا ہوگا اور اس کے سونے کے ستر دروازے ہوں گے۔''

جنتی بستر:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ''وفرش مرفوعة'' (اور بلند و بالا بچھونے ہوں گے) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

"ارتقاعها کمابین السماء والارض ومسیرة مابینهما خمس مائة عام"

''ان بچھونوں کی بلندی آسمان و زمین کے درمیانی فاصلہ جتنی ہوگی اور دو بچھونوں کے درمیان کا فاصلہ پانچ سو سال کے برابر ہوگا۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد باری ''بَطَائِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ'' کے بارے میں ارشافرمایا:

''ان بستروں کا اندورنی حصہ باریک ریشم کا اور ظاہری حصہ گہرا سرخ ہوگا۔''

(صفة الجنة لابُونعیم اصفہانی، حصہ سوم، حدیث نمبر 358)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جنت کے بستروں کی بلندی کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا!

''اگر کوئی (جنتی) اپنے بستر سے گرایا جائے تو نیچے پہنچنے میں سو سال لگیں گے۔''

(صفة الجنة لابُونعیم اصفہانی، حصہ سوم، حدیث نمبر 357)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اذادخل اهل الجنة اشتاقوا الی الاخوان فیجیء سریر هذا حتی یحاذی سریر هذا فیتحدثان فیتکی هذا ویتکی هذا ویتحدثان ماکان فی الدنیا فیقول: احدهما لصاحبه یا فلان تدری یوم غفر الله لنا یوم کذا فی موضع کذا و کذا فدعونا الله تعالیٰ فغفر لنا"

''جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو وہ اپنے بھائیوں کی ملاقات کا شوق کریں گے تو ایک جنتی کے تخت کو لا کر دوسرے جنتی کے تخت کے برابر رکھ دیا جائے گا۔ چنانچہ وہ دونوں آپس میں باتیں کرتے رہیں گے، اس نے بھی تکیہ لگایا ہوگا اور اس نے بھی تکیہ لگایا ہوگا۔ یہ دونوں حضرات دنیا میں جو کچھ ہوا اس

Marfat.com

کے متعلق باتیں کرتے رہیں گے۔ ان میں سے ایک اپنے دوست سے کہے گا: ''اے فلاں! آپ کو معلوم ہے کہ فلاں دن فلاں جگہ اللہ تعالیٰ نے ہماری بخشش فرمائی جب ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی تو اس نے ہمیں معاف کر دیا تھا۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان علیهم التیجان وان ادنی لولو منها لتضیء مابین المشرق والمغرب''

''جنتیوں کے سروں پر تاج سجے ہوں گے ان میں سے (ہر ایک تاج کا) ادنیٰ درجہ کا موتی وہ ہوگا جو مشرق ومغرب کے درمیان فاصلہ کو روشن کرتا ہوگا۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے دن سب سے پہلا گروہ جو جنت میں داخل ہوگا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے اور جو گروہ دوسرے نمبر پر داخل ہوگا اس کے چہرے ستاروں کی طرح چمک دمک رہے ہوں گے۔ دونوں گروہوں کے مردوں کو (دنیا کی نیک عورتوں سے) دو دو بیویاں عطا کی جائیں گی۔ ہر عورت ستر ستر جوڑے پہنے ہوگی جن میں اس کی پنڈلیوں کا حسن جھلکتا ہوا نظر آئے گا۔

(السنن الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ، جلد 2، عربی صفحہ 75، حدیث نمبر 2522) (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 529) (مسند امام احمد، جلد 3، صفحہ 16) (طبرانی کبیر، جلد 10، صفحہ 197) (مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 411) (مجمع البحرین، صفحہ 80) (کنز العمال، حدیث نمبر 39372) (بزار، جلد 4، حدیث نمبر 202) (حادی الارواح، صفحہ 264) (البعث والنشور، حدیث نمبر 327)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا!

''یارسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں بتائیں کہ جنت کے لباس کیسے ہوں گے۔ وہ لباس پیدا ہو چکے یا پیدا کیے جائیں گے۔؟''

رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور بعض لوگ ہنس پڑے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم لوگ ہنستے کیوں ہو۔؟ نہ جاننے والے کو چاہیے کہ جاننے والے سے پوچھے (جیسا کہ اس آدمی نے مجھ سے پوچھا ہے۔)''

پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

''سوال کرنے والا کون ہے۔؟''

اس آدمی نے عرض کیا!

''میں ہوں یارسول اللہ ﷺ!''

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا!

''جنت کے لباس جنت کے پھلوں سے نکالے جائیں گے۔''

یہ جملہ دو مرتبہ ارشاد فرمایا۔

(مسند امام احمد، جلد 2، صفحہ 203-204-225) (صفۃ الجنۃ لابونُعیم اصفہانی، حصہ سوم، حدیث نمبر 356) (زہد ابن مبارک، جلد 2، صفحہ 75) (طبرانی صغیر، جلد 1، صفحہ 47) (بدور السافرہ، حدیث نمبر 1948) (حادی الارواح، صفحہ 264) (مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 415) (البعث والنشور، حدیث نمبر 323) (کشف الاستار، جلد 4، صفحہ 3521) (الفتح الربانی، باب نمبر 24، حدیث نمبر 202)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی دلکشی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''جنت کی کھجوروں کے تنے سبز زمرد کے ہوں گے اور ٹہنیوں کی جڑیں سرخ سونے کی ہوں گی۔ جنتیوں کے لباس اور جبے بھی اسی سے تیار کئے جائیں گے۔ ان کھجوروں کا پھل مٹکے یا ڈول کے برابر ہوگا جو دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا و شریں اور مکھن سے زیادہ نرم و ملائم ہوگا۔''

(صحیح للحاکم، جلد 2، صفحہ 475، وقال صحیح علی شرط امام مسلم، واقرہ الذہبی) (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 523) (صفۃ الجنۃ، ابی الدنیا، حدیث نمبر 50) (زہد ابن مبارک، حدیث نمبر 1488) (کتاب العظمۃ، حدیث نمبر 576) (تفسیر در منثور، جلد 6، صفحہ، 150) (حادی الارواح، صفحہ 224) (البدور السافرہ، حدیث نمبر 1851)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ ہمیں جنتیوں کے کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمائیں۔ کیا ان کو نئے سرے سے پیدا کیا جائے گا یا ان کو بنا جائے گا؟''

حاضرین میں سے بعض حضرات ہنس پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تم اس ناواقف کے متعلق جو جاننے والے سے سوال کر رہا ہے کیوں ہنستے ہو؟''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بل تنشق عنها ثمر الجنة''

''جنت کا پھل لباس کو ظاہر کرے گا۔''

آپ نے یہ بات دو مرتبہ ارشاد فرمائی۔

(مسند امام احمد، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 203)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا:

Marfat.com

"تفتقی لعبدی عماشاء"

"میرے بندہ کے لئے وہ جس نعمت کو چاہے اس کے ساتھ پھٹ جا۔"

"فتفتق له عن فرس بلجامه وسرجه وهيئته كماشاء وتتفتق له عن الراحلة برحلها وزمامها وهيئتها كماشاء وعن الثياب"

"وہ جنتی کے لئے گھوڑے کی لگام' زین اور خوبصورتی کے ساتھ ایسے پھٹے گا جیسے وہ (بندہ) چاہتا ہوگا اور یہ درخت جنتی کیلئے ایک سواری کو نکالے گا، اس کا کجاوہ، لگام اور خوبصورتی کے ساتھ جیسے وہ جنتی چاہے گا۔ کپڑے بھی اس درخت سے نکلیں گے۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"یارسول اللہ ﷺ! اس آدمی کیلئے (طوبیٰ) خوشخبری ہو جس نے آپ کی زیارت کی ہو اور آپ پر ایمان لایا ہو۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اس شخص کے لئے طوبیٰ ہو جس نے میری زیارت کی اور مجھ پر ایمان لایا۔ پھر طوبیٰ ہو پھر طوبیٰ ہو پھر طوبیٰ ہو جو مجھ پر ایمان لایا مگر (میرے وفات پاجانے کی وجہ سے) مجھے نہ دیکھا ہو۔"

اس شخص نے عرض کیا:

"یہ "طوبیٰ" کیا ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جنت میں ایک درخت ہے جس کی مسافت سو سال کی ہے۔ جنت والوں کے کپڑے اس کے شگوفوں سے نکلیں گے۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من لبس الحرير فی الدنيا لم يلبسه فی الآخرة وان دخل الجنة لم يلبسه"

"جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا وہ اس کو آخرت میں نہیں پہن سکے گا اور اگر جنت میں داخل ہو گیا تب بھی نہیں پہن سکے گا۔"

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مامنكم من احديدخل الجنة الاانطلق به الى طوبى فتفتح له اكمامها فياخذمن اى ذلك شاء ان شاء' ابيض وان شاء احمروان شاء اخضروان شاء اصفروان شاء اسودمثل شقائق اكنعمان وارق واحسن"

Marfat.com

”تم میں سے ہر ایک جب جنت میں داخل ہوگا تو اس کو (درخت) طوبیٰ کی طرف لے جایا جائے گا اور اس کیلئے اس درخت کے غلاف کھولے جائیں گے۔ وہ اس سے جونسا چاہے گا (لباس) لے لے گا۔ چاہے گا تو سفید، چاہے گا تو سرخ، چاہے گا تو سبز، چاہے گا تو پیلا اور چاہے گا تو کالا گل لالہ کی طرح۔ نفیس اور باریک بھی اور حسین ترین بھی۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”من یدخل الجنة ینعم فیها لاییاس ولاتبلی ثیابه ولایفنی شبابه“

”جو شخص جنت میں داخل ہوگیا وہ اس میں خوب ناز و نعمت میں رہے گا کہ اس کو کسی چیز سے محرومی نہ ہوگی۔ نہ اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ شباب خراب ہوگا۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک باریک ریشم کا جبہ ہدیہ میں پیش یا گیا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ریشم سے منع فرماتے تھے۔ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اس جبے کی ملائمت کو دیکھ کر حیران ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”والذی نفس محمدبیده ان مندیل سعد بن معاذ فی الجنة احسن من هذا“

”مجھے اس ذات کبریا کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ جنت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا رومال اس سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔“

(ابن ابی شیبہ، جلد نمبر 14، صفحہ نمبر 413)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”من کفن میتا کساہ اللّٰہ تعالیٰ من سندس واستبرق فی الجنة“

”جو شخص کسی میت کو کفن دے گا اللہ تعالیٰ اس کو باریک اور موٹے ریشم کا جنت میں لباس پہنائے گا۔“

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”من ترك اللباس تواضعاللّٰہ تعالیٰ وهو یقدرعلیه دعاه اللّٰہ تعالیٰ یوم القیامة علی رئووس الخلائق حتی یخیره من ای حلل الایمان شاء یلبسها“

”جس نے عمدہ لباس کو بطور تواضع اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے چھوڑ دیا جبکہ وہ اس کے پہننے کی طاقت رکھتا تھا، اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے بلائے گا اور ایمان لانے کے (مختلف لباسوں میں سے) جس لباس کو چاہے پہننے کا اختیار دیدے گا۔“

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”من عزی مصابا کساہ اللّٰہ تعالیٰ حلتین من حلل الجنة لاتقوم لهما“

Marfat.com

''جو مسلمان کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کرے گا (اور اس کو تسلی دے گا تو) اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے لباسوں میں سے ایسے دو لباس پہنائے گا جن کی کوئی قیمت نہیں لگائی جاسکتی۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اول زمرة يدخلون الجنة كان وجوههم ضوء القمر ليلة البدر والزمرة الثانية على لون احسن كوكب درى فى السماء لكل واحد منهم زوجتان من الحور العين على كل زوجة سبعون حلة يرى مخ سوقها من وراء لحومهما وحللهما كما يرى الشراب الاحمر فى الزجاجة البيضاء''.

''پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے اور دوسری جماعت آسمان میں خوب چمکنے والے ستارے کی طرح بہت زیادہ چمکنے والے (چہروں کی) ہوگی۔ ان میں سے ہر ایک کیلئے حورعین میں سے دو دو بیویاں ہوں گی۔ ہر بیوی پر ستر پوشاکیں ہوں گی پھر بھی ان کی پنڈلیوں کا گودہ ان کے گوشت (کے اندر سے) اور پوشاک کے اندر سے آشکار ہوتا ہوگا جیسے کہ سرخ شراب سفید شیشے میں نظر آتی ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قيد سوط احدكم من الجنة خير من الدنيا ومثلها معها ولقاب قوس احدكم من الجنة خير من الدنيا ومثلها ولنصيف امراة من الجنة خير من الدنيا ومثلها معها''

''تمہارے ایک کوڑے کی مقدار جنت کا حصہ دنیا اور دنیا جیسی اور دنیا سے بھی بہت اعلیٰ و بالا ہے اور تمہاری ایک کمان جتنا جنت کا حصہ دنیا اور اس جیسی اور دنیا سے زیادہ قیمتی ہے اور جنت کی خاتون کا ایک دوپٹہ اس دنیا اور اس جیسی ایک اور دنیا سے زیادہ قیمتی ہے۔''

جنتی زیورات:

حضرت ابوسعد بن ابو وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جنت کی چیزوں میں سے کوئی چیز اگر ایک ناخن (کی تھوڑی سی مقدار) کے برابر بھی ظاہر ہو جائے تو وہ زمین و آسمان کی ہر چیز کو منور کر دے اور جنتی مرد اگر جھانکتے ہوئے اپنے کنگن کی ایک جھلک دنیا پر ڈال دے تو اس کی چمک سورج کی روشنی کو اس طرح ختم کر دے جس طرح سورج کی چمک ستاروں کی روشنی کو ختم کر دیتی ہے۔''

(السنن الترمذی، ابواب صفۃ الجنۃ، باب ما جاء فی صفۃ اہل الجنۃ، جلد 2، صفحہ 76، حدیث نمبر 2538) (مسند امام احمد، جلد 1،

Marfat.com

صفحہ 169)(الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 557) (تفسیر درمنثور، جلد 4، صفحہ 221)(صفۃ الجنۃ از امام ابی الدنیا، حدیث نمبر 220)(صفۃ الجنۃ از امام ابونعیم اصبہانی، حدیث نمبر 266) (نہایہ از امام ابن کثیر، جلد 2، صفحہ 442)(حادی الارواح، صفحہ 262)(اتحاف السادۃ، جلد 10، صفحہ 536)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لوان ادنی اھل الجنة حلية عدلت حليته بحلية اھل الدنيا جميعا لكان ما يحليه الله به فی الآخرة افضل من حلية اھل الدنيا جميعا"

"اگر ادنیٰ درجہ کے زیور والے جنتی کے زیور کا تمام دنیا والوں کے زیورات سے مقابلہ کیا جائے تو جو زیور اللہ تعالیٰ اس جنتی کو آخرت میں پہنائے گا وہ تمام دنیا والوں کے زیوروں سے افضل ہوگا۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اكثر خرز اھل الجنة العقيق"

"اہل جنت کے اکثر نگینے عقیق کے ہوں گے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تبلغ الحلية من المومن حيث يبلغ الوضوء"

"مومن کی (کلائیوں میں) زیور (کنگن) وہاں تک پہنچیں گے جہاں تک وضو کا پانی (وضو کرتے وقت) پہنچے گا۔"

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لوان رجلا من اھل الجنة اطلع فبدا سواره لطمس ضوء الشمس كما تطمس الشمس ضوء النجوم"

"اگر جنتیوں سے کوئی آدمی (دنیا میں) جھانک لے اور اس کا کنگن ظاہر ہو جائے تو وہ سورج کی روشنی سے بے نور کر دے جیسے سورج ستاروں کی روشنی سے بے نور کر دیتا ہے۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان عليهم التيجان وان ادنى لولو منها لتضیء مابين المشرق و المغرب"

"جنتیوں کے سروں پر تاج سجے ہوں گے ان میں سے (ہر ایک تاج کا) ادنیٰ درجہ کا موتی وہ ہوگا جو مشرق و مغرب کے درمیان فاصلہ کو روشن کرتا ہوگا۔"

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو زیور اور ریشم پہننے سے منع کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

Marfat.com

''ان کنتم تحبون حلیة الجنة وحریرھا فلاتلبسوھمافی الدنیا''

''اگر تم جنت کے زیور اور اس کے ریشم کو چاہتے ہو تو ان کو دنیا میں استعمال نہ کرو۔''

سب سے پہلے جنت میں جانے والے:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان الجنة حرمت علی الانبیاء کلھم حتی ادخلھا وحرمت علی الامم حتی تدخلھا امتی''(حاوی الارواح :153)

''جنت تمام انبیاء علیہم السلام پر حرام ہے جب تک میں (محمد رسول اللہ ﷺ) اس میں داخل نہ ہو جاؤں اور جنت تمام امتوں پر حرام ہے جب تک میری امت اس میں داخل نہ ہو جائے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''نحن الآخرون الاولون یوم القیامة ونحن اول من یدخل الجنة''.

(صحیح المسلم ،فی الجمعہ:255)

''ہم آخری امت ہیں لیکن روز قیامت ہم سب سے پہلے (قبروں سے) اٹھیں گے اور ہم ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔'' (حادی الارواح:153)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اتانی جبریل فاخذبیدی فارانی باب الجنة الذی تدخل منه امتی فقال ابوبکر یارسول اللہ وددت انی کنت معك حتی انظر الیه فقال رسول اللہ ﷺ اماانك یا ابابکر اول من یدخل الجنة من امتی''

''میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر انہوں نے مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہوگی۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میں پسند کرتا ہوں کہ کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا حتی کہ میں بھی اس دروازہ کو دیکھ لیتا۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''سن لو! اے ابوبکر! میری امت میں سے سب سے پہلے آپ جنت میں جائیں گے۔''

ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا:

''بلال جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگا۔''

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا:

''یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم سے بھی پہلے؟''

فرمایا:

Marfat.com

''ہاں مجھ سے بھی پہلے۔ میں جس ناقہ پر سوار ہوں گا اس کی مہار بلال نے تھام رکھی ہوگی۔ اس طرح بلال مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔''

سرورکائنات صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے طائف کے واقعہ کے بعد ہجرتِ مدینہ کے درمیانی مدت میں معراج کرائی۔ معراج کی واپسی پر سرکارِ دوعالم نورمجسم صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جنت تو بلال کی مشتاق ہے۔''

پھر حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا:

''لِمَ سَبَقْتَنِیْ اِلَی الْجَنَّةِ یَابِلَالُ!''

''اے بلال! تم کونسا عمل کرتے ہو جس کی وجہ سے میں نے تمہیں جنت میں اپنے آگے دیکھا۔''

حضرت بلال صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! میں جب بھی وضو کرتا ہوں دو رکعت تحیۃ الوضو ضرور ادا کرتا ہوں۔''

سرکارکائنات صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے فرمایا!

''اے بلال !تو نے یہ سعادت اسی عمل کی وجہ سے پائی ہے۔''

(صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، حدیث نمبر 18081) (مسلم، کتاب فضائل صحابہ، فصل من فضائل بلال، حدیث نمبر 4497) (مسند احمد، کتاب باقی المسند المکثرین، حدیث نمبر 8052، 9295) (مشکوۃ شریف، کتاب، باب، فصل، صفحہ 108)

حضور صلی اللہ علیہ وعلی الہ وصحبہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

''مَادَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ اِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَكَ اَمَامِیْ''

(مشکوۃ شریف، صفحہ نمبر:109)

''میں جب بھی جنت میں داخل ہوا تو اپنے آگے میں نے تیرے جوتوں کی آواز سنی۔''

حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا:

''اے بلال! تم مجھ سے جنت میں کیسے سبقت کر گئے؟ میں جب بھی جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے سامنے سے تمہارے چلنے کی آواز سنی۔ میں گزشتہ رات بھی جنت میں گیا تو پھر اپنے سامنے سے تمہارے چلنے کی آواز سنی۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یارسول اللہ! میں نے جب بھی اذان دی ہے دو رکعات ادا کی ہیں اور جب بھی وضو ختم ہوا ہے اسی وقت وضو کیا ہے اور میں نے تہیا کرلیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی دو رکعات میرے ذمہ ہیں۔''

Marfat.com

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''یہ سبقت ان رکعات کی وجہ سے ہے۔''

(مسند احمد:360/354/5)(ترمذی، فی المناقب:3689)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''اے بلال! میں جب بھی جنت میں داخل ہوا تو میں نے اپنے سامنے سے تمہارے چلنے کی آواز سنی۔ میں گزشتہ رات بھی جنت میں گیا تو پھر اپنے سامنے سے تمہارے چلنے کی آواز سنی۔ پھر میں ایک چوکور محل پر آیا جو سونے کا بنا ہوا تھا میں نے پوچھا:''یہ محل کس کا ہے؟'' بتایا گیا:''یہ ایک عربی شخص کا ہے۔ میں نے کہا:''میں بھی تو عربی ہوں، یہ محل کس کا ہے؟'' انہوں نے کہا:''یہ قریش کے آدمی کا ہے۔'' میں نے کہا:''میں بھی تو قریشی ہوں، یہ محل کس کا ہے؟'' انہوں نے کہا:''امت محمد کے ایک شخص کا ہے۔'' میں نے کہا:''میں محمد ہوں، یہ محل کس کا ہے؟'' انہوں نے کہا:''یہ محل عمر بن الخطاب کا ہے۔''

(مسند احمد:360/354/5)(ترمذی، فی المناقب:3689)

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا:
''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے بتلائیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہم نشین کون ہوں گے؟''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''اللہ سے ڈرنے والے اور عاجزی وانکساری کرنے والے جو اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتے ہیں۔''
اس نے عرض کیا:
''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہی لوگ جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے؟''
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''نہیں۔''
اس نے عرض کیا:
''پھر سب سے پہلے کون جنت میں داخل ہوگا؟''
ارشاد فرمایا:
''لوگوں میں سے سب سے پہلے غریب مسلمان جنت میں داخل ہوں گے۔ جنت سے ان کے پاس کچھ فرشتے آئیں گے اور کہیں گے:''تم حساب کتاب کی طرف چلو۔'' وہ کہیں گے:''ہم کس چیز کا حساب دیں؟ اللہ کی قسم! دنیا و دولت سے ہمیں کچھ بھی نصیب نہیں ہوا جس میں ہم بخل کرتے یا فضول خرچیاں کرتے اور نہ ہی ہم حکمران تھے کہ انصاف کرتے اور ظلم کرتے۔ ہمارے پاس تو اللہ تعالیٰ کا دین آیا تھا،

Marfat.com

ہم اس کی عبادت میں مصروف رہے یہاں تک کہ موت آ گئی۔'' ان سے کہا جائے گا: تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ نیک عمل کرنے والوں کے لئے بہترین اجر ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اول من یدعی الی الجنة یوم القیامة الحمادون الذین یحمدون اللہ فی السراء والضراء''

''سب سے پہلے جن کو جنت کی طرف بلایا جائے گا وہ ''حمادون'' ہوں گے جو (دنیا میں) خوشی اور تکلیف میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بجالاتے تھے۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''غریب مسلمان دولت مندوں سے آدھا دن جنت میں پہلے جائیں گے۔''

عرض کیا گیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آدھا دن کتنا ہے۔''

ارشاد فرمایا:

''پانچ سو سال۔''

عرض کیا گیا:

''سال کے کتنے مہینے ہیں؟

ارشاد فرمایا:

''پانچ سو مہینے۔''

عرض کیا گیا:

''اس مہینے کے کتنے دن ہیں۔؟''

ارشاد فرمایا:

''پانچ سو دن۔''

عرض کیا گیا:

''پھر ایک دن کتنا طویل ہے؟''

ارشاد فرمایا:

''پانچ سو دنوں کے برابر جن کو تم شمار کرتے ہو۔''

(تذکرة احوال الموتی وامور الآخرة، صفحہ نمبر 470)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

ان فقراء المهاجرين يسبقون الاغنياء يوم القيامة (الى الجنة) باربعين خريفا

''فقراء مہاجرین قیامت کے دن (جنت میں) دولت مندوں سے چالیس سال پہلے داخل ہوں گے۔''

فقراء کا جنت میں پانچ سوسال پہلے داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جونہایت ہی زیادہ فقیر ہوں گے وہ امراء سے پانچ سوسال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔اس حدیث میں جو چالیس سال پہلے داخل ہونے کا ذکر ہے تو یہاں فقراء سے مراد وہ فقراء ہیں جن کے پاس کچھ مال و دولت تھا۔ ایسے فقراء دولت مندوں سے چالیس سال پہلے جنت میں جائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''التقى مومنان على باب الجنة مومن فقير ومومن غنى كانا فى الدنيا فادخل الفقير الجنة وحبس الغنى ماشاء الله ان يحبس ثم ادخل الجنة فلقيه الفقير فقال يااخى وماذاحبسك؟ والله لقداحتسبت حتى خفت عليك فيقول اى اخى انى حبست بعدك محبسافظيعا كريها وماوصلت اليك سال منى من العرق مالووردہ الف بعير كلها آكلة حمض لصدرت عنه رواء''

''دو قسم کے مومن جنت کے دروازہ پر ملیں گے۔ایک مومن دنیا میں فقیر ہو گا دوسرا دولت مند۔ چنانچہ فقیر کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا اور دولت مند کو جب تک اللہ تعالیٰ روکنا چاہے گا روکا جائے گا۔ پھر اس کو بھی جنت میں داخل کیا جائے گا۔ جب فقیر کی اس سے ملاقات ہوگی تو وہ پوچھے گا:''اے بھائی! تمہیں کس چیز نے روک لیا تھا؟ اللہ کی قسم جب تو روکا گیا تو میں تیرے متعلق خوفزدہ ہو گیا تھا۔'' وہ بتائے گا:'' اے بھائی! میں تیرے بعد دکھ، درد اور گھبراہٹ کے ساتھ (جنت کے باہر) روک لیا گیا تھا۔ میں تم تک نہیں پہنچ سکا تھا اور میرا پسینہ اتنا بہا کہ اگر اس پر ایک ہزار نمکین اور تلخ پودے کھانے والے اونٹ جمع ہو جائیں تو اس سے سیر ہو کر واپس جائیں۔''

اکثر اہل جنت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''يدخل الجنة اقوام افئدتهم مثل افئدة الطير''

''جنت میں بہت سی جماعتیں ایسی داخل ہوں گی جن کے دل پرندوں کے دلوں کی طرح ہوں گے۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اكثراهل الجنة البله''

Marfat.com

''جنت میں اکثر جانے والے سادہ لوح حضرات ہوں گے۔''

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الا اخبر کم باھل الجنة؟''

''کیا میں تمہیں جنت میں جانے والوں (کی پہچان) کے بارے میں نہ بتاؤں؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

''کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ضرور بتائیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کل ضعیف متضعف لو اقسم علی اللہ لابرہ''

''ضعیف و عاجزی کرنے والے (لوگ جنتی ہوں گے۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ) اگر یہ اللہ تعالیٰ پر (کسی کام کے کرنے کی) قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دے۔''

محبوب رسول حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قمت علی باب الجنة فاذا عامة من یدخلھا الفقراء و المساکین''

''میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں گا۔ اس سے اکثر طور پر گزرنے والے جو لوگ ہوں گے وہ فقیر (محتاج) اور مسکین ہوں گے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''الا اخبر کم باھل الجنة؟''

''میں آپ حضرات کو اہل جنت کے متعلق نہ بتلاؤں (کہ وہ کون لوگ ہوں گے)؟''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا:

''بلی یا رسول اللہ!''

''کیوں نہیں یا رسول اللہ! (ضرور بتائیں)''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ھم الضعفاء المظلمون''

''وہ ضعیف و مظلوم لوگ ہیں۔''

دیدارِ الٰہی:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جاء نی جبریل علیه السلام و قال ان فی الجنة و ادیا افیح من مسك ابیض

Marfat.com

کان الجمعة نزل الرب تعالیٰ من علیین علی کرسیه۔ ثم حف الکرسی منابر من نور فجاء النبیون حتی یجلسبوا علیها ثم حف تلك المنابر مکللة من جوهر فجاء الصدیقون والشهداء فجلسوا علیها وجاء اهل الغرف حتی یجلسوا علی الکثیب ثم یتجلی لهم فیقول انا الذی صدقتکم وعدی واتممت علیکم نعمتی وهذا محل کرامتی فاسالونی فیسالونه حتی تنتهی بهم رغبتهم ثم یفتح لهم عمالم ترعن ولم یخطرعلی قلب بشرالی قدر منصرفهم من الجمعة" (صفة الجنة حدیث نمبر 395)

"میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: "جنت میں ایک وادی ہے جو سفید کستوری کو پھیلاتی ہے۔ جب جمعہ کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ مقام علیین سے اپنی کرسی پر نازل ہوگا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) پھر اس کرسی کے گرد نور کے ممبر نصب ہوں گے اور انبیاء کرام تشریف لاکر ان پر بیٹھیں گے۔ پھر ان منبروں کو (سونے کی کرسیاں) گھیرے میں لیں گی جن پر جوہر کے تاج سجائے گئے ہوں گے۔ حضرات صدیقین اور شہداء تشریف لاکر ان کو زینت بخشیں گے۔ پھر بالا خانوں والے حضرات تشریف لائیں گے اور (کستوری کے) ٹیلوں پر تشریف رکھیں گے۔ اب ان کے سامنے (اللہ تعالیٰ) رونق افروز ہوگا اور ارشاد فرمائے گا: "میں ہوں وہ ذات جس نے تمہارے ساتھ اپنا وعدہ پورا کیا اور تم پر اپنی نعمت کو پورا فرمایا۔ یہ میری بزرگی کا مقام ہے تم مجھ سے مانگو۔" چنانچہ (یہ تمام حضرات) اللہ تعالیٰ سے اتنا طلب کریں گے کہ ان کی رغبت اور شوق پورا ہو جائے گا۔ اس کے بعد ان حضرات کیلئے انعامات کے ایسے دروازے کھلے گا جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال گزرا ہوگا۔ ان کو یہ نعمتیں آئندہ کے جمعہ تک کے لئے عنایت ہوں گی۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان اللہ عزوجل یتجلی للناس عامة ویتجلی لابی بکر خاصة"

"اللہ تعالیٰ (میرے) تمام امتیوں کے لئے عام اور حضرت ابوبکر صدیق کے لئے خاص تجلی فرمائے گا۔"

(البعث والنشور، حدیث نمبر 493، کنز العمال)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام سے اور وہ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یاجبریل ماجزاء من سلبت کریمتیه یعنی عینیه"

"اے جبریل! اس بندہ کا کیا انعام ہے جس کی میں (دنیا میں) دونوں آنکھیں لے لوں؟"

Marfat.com

انہوں نے عرض کیا:

”سبحانك لاعلم لنا الاماعلمتنا“

”اے اللہ! تو پاک ہے، ہم فرشتوں کو کوئی علم نہیں مگر فقط وہی جو تو نے ہمیں سکھایا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”جزاؤه الحلول فی داری، والنظرالی وجھی“

”اس کا انعام یہ ہے کہ وہ میری جنت میں داخل ہوگا اور میرے وجہ کریم کی زیارت کرے گا۔“

(الاحادیث القدسیہ)

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن آمنہ کے لال، پیکر حسن و جمال، افق نبوت کے درخشاں کے ستاروں (صحابہ کرام) کے جھرمٹ میں جلوہ افروز تھے اور چودھویں رات کا چاند افقِ عالم پر پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے رشکِ ملائکہ، نفوسِ قدسیہ، صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

”جس طرح تم چودھویں رات کے اس چاند کو دیکھ رہے ہو اسی طرح تم جنت میں اپنے رب رحیم و کریم کی بھی زیارت کرو گے اور تمہیں اسے دیکھنے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔“

(صحیح البخاری، جلد 2، صفحہ 52) (صحیح المسلم، کتاب المواقیت، باب فضل صلوۃ العصر، جلد 1، عربی صفحہ 78، حدیث نمبر 212) (مسند ابوعوانہ، جلد 1، صفحہ 376) (مسند امام احمد جلد 4، صفحہ 362-365) (صحیح ابن خزیمہ، حدیث نمبر 317) (تفسیر ابن جریر، جلد 6، صفحہ 168) (السنن البیہقی، جلد 1، صفحہ 464) (البدور السافرہ، حدیث نمبر 2231) (البدایہ والنہایہ، جلد 2، صفحہ 477) (تذکرۃ القرطبی، جلد 2، صفحہ 495) (تہذیب تاریخ دمشق، جلد 6، صفحہ 415) (تمہید ابن عبدالبر، جلد 7، صفحہ 156)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”بینا اهل الجنة فی نعیمهم ازسطع علیهم نور فرفعوا عن رئووسهم فاذاالرب تبارك وتعالیٰ قداشرف علیهم من فوقه فقال: السلام علیکم یااهل الجنة وذلك قوله تعالیٰ عزوجل: (سلام قولا من رب الرحیم) فقال: فینظرالیهم وینظرون الیه فلایلتفتون الی شیء من النعیم مادامواینظرون الیه حتی یحتجب عنهم ویبقی نوره وبرکته علیهم فی دیارهم“

”جنتی حضرات اپنی اپنی نعمتوں میں مزے لے رہے ہوں گے کہ اچانک ان پر ایک نور چمکے گا اور وہ اپنے سر اٹھائیں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ کو دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ”السلام علیکم یا اھل الجنۃ“ (اے جنت والو! السلام علیکم) اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ عزوجل کا یہ ارشاد ہے: ”سلام قولا من رب رحیم“ (ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا۔)“

Marfat.com

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ ان کی طرف دیکھے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھیں گے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھتے رہیں گے جنت کی کسی بھی نعمت کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ ان سے پردہ میں چلا جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ کا نور اور برکت (کا اثر) ان پر ان کے محلات میں باقی رہے گا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان اهل الجنة يرون ربهم فی کل جمعة' فی رمال الکافور' واقربهم منه مجلسااسرعهم اليه يوم الجمعة وابكرهم غدوا''

''جنت والے کافور کے ٹیلوں پر بیٹھ کر ہر جمعہ اپنے رب کی زیارت کریں گے۔ ان میں سب سے زیادہ قریب سے (زیارت کرنے) والا وہ شخص ہوگا جو جمعہ کے دن جلدی جائے گا اور صبح کو جلدی اٹھتا ہوگا۔''

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان ادنی اهل الجنة منزلة لمن ينظر الی جنانه وازواجه ونعيمه وخدمه وسرره مسيره الف سنة' وان اكرمهم علی اللّٰه تعالیٰ' من ينظر الی وجهه غدوة وعشية ثم قرا رسول اللّٰه ﷺ ''وجوه يومئذ ناضرة الی ربها ناظره''

''سب سے کم درجہ کا جنتی وہ ہوگا جو اپنی جنتوں، بیویوں، نعمتوں، خدمتگاروں اور تختوں کو ایک ہزار سال کی مسافت تک دیکھتا ہوگا۔ ان میں سے زیادہ مرتبہ کا شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے وجہ کریم کی صبح شام زیارت کرے گا۔''

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

''وجوه يومئذ ناضرة الی ربها ناظره''

''اس دن بہت سے تروتازہ چہرے اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے۔''

''اسفل اهل الجنة درجة رجل يدخل من باب الجنة فيتلقاه غلمانه فيقولون: مرحبا بسيدنا قداذن لك ان تزورنا شمدله الزرابی اربعين سنة ثم ينظرعن يمينه وشماله فيقول: لمن ماههنا؟ فيقال: لك حتی اذاانتهی رفعت له ياقوتة حمراء وزبرجدة خضراء لها سبعون شعباً فی کل شعب سبعون غرفة فی کل غرفة سبعون بابا فيقال: اقراوارق فيرقی حتی اذاانتهی الی سرير ملكه اتكا عليه وسعته ميل فی ميل فيسعی اليه صحف من ذهب ليس فيها صحفة

Marfat.com

فیھا لون من لون اختھا یجد لذۃ آخرھا کما یجد لذۃ اولھا ثم یسعی الیہ الوان الاشربۃ فیشرب منھا مااشتھی ثم یقول الغلمان: اترکوہ وازواجہ فینطلق الغلمان فاذاحوراء من الحور جالسۃ علی سریر ملکھا وعلیھا سبعون حلۃ لیس منھا حلۃ من لون صاحبتھا فیری مخ ساقھا من وراء اللحم والعظم والکسوۃ فوق ذلک سنۃ لایصرف بصرہ عنھا ثم یرفع بصرہ الی الغرفۃ فاذااخری اجمل منھا فتقول: ماآن لک ان یکون لنا منک نصیب؟ فیرتقی الیھا اربعین سنۃ لایصرف بصرہ عنھا ثم اذابلغ النعیم منھم کل مبلغ وظنوا انہ لا نعیم افضل منھا تجلی لھم الرب تبارک وتعالیٰ فینظرون الی وجہ الرحمن فیقول: یااھل الجنۃ ھللونی فیتجاوبون بتھلیل الرحمن عزوجل ثم یقول: یاداؤد فمجدنی کما کنت تمجدنی فی الدنیا فیمجدداؤد ربہ عزوجل"

(سنن ترمذی، حدیث نمبر 3330)

"ادنیٰ درجہ کا جنتی وہ شخص ہوگا جب وہ جنت کے دروازہ سے داخل ہوگا تو اس کے غلمان (خدام) اس کا استقبال کریں گے اور کہیں گے: "ہمارے آقا کو خوش آمدید! آپ کو اجازت عطا ہوگئی تو آپ ہم سے ملاقات فرمائیں۔" پھر اس کے لئے چالیس سال کے سفر کے برابر قالین بچھائے جائیں گے۔ پھر وہ اپنے دائیں بائیں دیکھے گا اور پوچھے گا: "یہ سب کس کے لئے ہے؟" تو کہا جائے گا: "یہ سب آپ کے لئے ہے۔" حتیٰ کہ یہ جب اپنی منزل تک پہنچے گا تو اس کے سامنے یاقوت احمر اور زبرجد اخضر کو پیش کیا جائے گا جس کے ستر حصے ہوں گے اور ہر حصہ میں ستر بالا خانے ہوں گے اور ہر بالا خانہ کے ستر دروازے ہوں گے۔ کہا جائے گا: "تلاوت کرتے جاؤ اور بالا خانوں میں چڑھتے جاؤ۔" چنانچہ وہ چڑھے گا حتیٰ کہ اپنی سلطنت کے تخت پر براجمان ہوگا اور اس کی ٹیک لگائے گا۔ اس تخت کی لمبائی چوڑائی ایک ایک میل ہوگی۔ پھر اس کے سامنے فوراً سونے کے برتن پیش ہوں گے، ان میں سے کوئی برتن اپنے دوسرے برتن کی طرح کا کھانا نہیں رکھتا ہوگا، ان میں سے اخیر والے کی لذت بھی اس کو ویسی ہی معلوم ہوگی جیسی پہلے والے کی معلوم ہوگی۔ پھر اس کے سامنے پینے کی مختلف چیزیں پیش کی جائیں گے اور ان سے اپنی حسب خواہش جتنا چاہے گا نوش کرے گا۔ پھر خدام کہیں گے کہ اس کو اس کی بیویوں کیلئے چھوڑ دو۔ چنانچہ خدام تو چلے جائیں گے اور فوراً حوروں میں سے ایک حور اپنے تخت شاہی پر بیٹھی نظر آئے

Marfat.com

گی اس پر ستر پوشاکیں ہوں گی، ہر پوشاک کا رنگ دوسری سے جدا ہوگا' جنتی اس کی پنڈلی کے گودا کو بھی گوشت' ہڈی اور ملبوسات کے اندر سے ایک سال کے عرصہ تک (حسن ولذت اور نفاست کی وجہ سے) دیکھتا رہے گا۔ پھر اس حور کی طرف نظر کرے گا تو وہ کہے گی: ''میں ان حوروں میں سے ہوں جو آپ کیلئے تیار کی گئی ہیں۔'' پھر وہ جنتی اس حور کی طرف چالیس (سال) کے عرصہ تک دیکھتا رہے گا اور اس سے نظر نہیں ہٹائے گا۔ پھر اپنی نگاہ دوسرے بالا خانہ کی طرف اٹھائے گا تو اس میں پہلی سے بھی زیادہ خوبصورت حور نظر آئے گی۔ وہ کہے گی: ''آپ کے نزدیک ہمارے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ہم آپ سے کچھ نصیب پائیں؟'' تو وہ اس کے پاس چالیس سال تک اس حالت میں پہنچے گا کہ اس سے اپنی نگاہ کو نہیں پھیرتا ہوگا۔ پھر جب اس تک ہر طرح کی نعمتوں کی فراوانی ہوگی اور وہ جنتی سمجھیں گے کہ اب ان سے افضل نعمت کوئی نہیں رہی تو اس وقت رب تعالیٰ تجلی فرمائے گا اور وہ اللہ رحمٰن کے وجہ کریم کو دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے جنت کے مکینو! میرا کلمہ طیبہ پڑھو'' تو وہ رحمٰن عزوجل کو لا الہ الا اللہ کے ساتھ جواب دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''اے داؤد علیہ السلام! آپ میری ویسی ہی بزرگی بیان کریں جس طرح سے دنیا میں کیا کرتے تھے۔'' حضرت داؤد علیہ السلام اپنے رب عزوجل کی بزرگی بیان فرمائیں گے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اذا سکن اهل الجنة الجنة اتاهم ملك' فیقول: ان الله تعالیٰ یامرکم ان تزوروه ' فیجتمعون' فیامر الله تعالیٰ دائود لیرفع صوته بالتسبیح والتهلیل' ثم یوضع مائدة الخلد' قالوا: یارسول الله ﷺ وما مائدة الخلد؟ قال: (زاویة من زوایاها اوسع مما یبق الا النظر فی وجه ربنا عزوجل ' فیتجلی لهم فیخرجون سجداً' فیقال لهم: لستم فی دار عمل' انما انتم فی دار جزاء)''

''جب جنتی جنت میں سکونت اختیار کرلیں گے تو ان کے پاس ایک فرشتہ آکر کہے گا: ''اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو حکم دیتا ہے کہ تم لوگ اس کی زیارت کرو۔'' جب سب حضرات زیارت کے لئے جمع ہوجائیں گے تو اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم فرمائے گا کہ وہ بلند آواز سے تسبیح وتہلیل ادا کریں۔ پھر مائدۃ الخلد کو بچھایا جائے گا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: 'یارسول اللہ! مائدۃ الخلد کیا ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس کے زاویوں میں سے ایک زاویہ (کنارہ) مشرق ومغرب کے درمیانی حصہ سے بھی زیادہ وسیع ہوگا۔ یہ جنتی اس سے کھائیں گے پھر پئیں گے پھر لباس پہنیں گے پھر کہیں گے: ''اب کوئی بات باقی نہیں صرف اللہ عزوجل کے وجہ کریم کی زیارت ہی رہ گئی

Marfat.com

ہے۔" اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے سامنے تجلی فرمائے گا تو جنتی سجدہ میں گر پڑیں گے نگران سے کہا جائے گا: "تم عمل کرنے کی جگہ نہیں رہتے ہو بلکہ انعام واکرام کی جگہ میں رہ رہے ہو۔"

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ونفخ فی الصور فصعق من فی السموات ومن فی الارض الامن شاء اللہ"

(القرآن المجید، سورۃ الزمر، آیت نمبر:68)

"اور صور میں پھونک ماری جائے گی تو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے مگر جس کے خدا چاہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

"یہ کون لوگ ہوں گے اللہ تعالیٰ جن کے ہوش قائم رکھنا چاہے گا؟"

انہوں نے عرض کیا:

"یہ شہدا ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کو اس حالت میں اٹھائے گا کہ انہوں نے اپنی تلواریں عرش خداوندی کے اردگرد لٹکائی ہوں گی۔ فرشتے ان سے میدان محشر میں جب ملیں گے تو یہ یاقوت کی عمدہ سواریوں پر سوار ہوں گے۔ ان کی باگیں سفید موتی کی ہوں گی، کجاوے سونے کے ہوں گے، لگاموں کی رسیاں باریک اور موٹے ریشم کی ہوں گی اور لگامیں ریشم سے زیادہ ملائم ہوں گی۔ ان کے قدم تا حد نظر پر پڑیں گے یہ اپنے گھوڑوں پر جنت کی سیر کرتے ہوں گے۔ جب سیر تفریح لمبی ہو جائے گی تو کہیں گے: "چلو ہمارے ساتھ پروردگار کی طرف ہم اس کو دیکھیں کہ وہ اپنی مخلوق کے درمیان کس طرح سے فیصلے کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ ان کے لئے مسکرائے گا اور جب اللہ عزوجل کسی بندہ کی طرف کسی موقعہ پر دیکھ کر ہنس پڑے تو اس سے (قیامت کے دن اعمال کا) حساب وکتاب نہیں ہوگا۔"

(تفسیر درمنثور، جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 336)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اذادخل اھل الجنۃ الجنۃ جاء تھم خیول من یاقوت احمر لھا اجنحۃ لاتروث ولاتبول فقعدوا علیھا' ثم طارت بھم فی الجنۃ فیتجلی لھم الجبار فاذارأوہ خرواسجدا فیقول لھم الجبار تبارک وتعالیٰ: ارفعوا رئووسکم فان ھذالیس یوم عمل انما ھویوم نعیم وکرامۃ۔ قال فیرفعون رئووسھم فیمطر اللہ علیھم طیبا فیمرون بکثبان المسک فیبعث اللہ علی تلک الکثبان

Marfat.com

ریحا فتھیجھا علیھم حتی انھم لیرجعون الی اھلیھم و انھم لشعث غبر''

''جب جنتی جنت میں داخل ہو چکیں گے تو ان کے پاس یاقوت احمر کے گھوڑے پیش ہوں گے جن کے پر بھی ہوں گے جو نہ تو لید کریں گے نہ پیشاب۔ یہ حضرات ان پر سوار ہوں گے اور یہ گھوڑے ان کو اٹھا کر اڑیں گے۔ اللہ جبار ان کے سامنے تجلی فرمائے گا تو یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہی سجدہ میں گر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا: ''اپنے سر اٹھا لو کیونکہ یہ عمل کرنے کا دن نہیں ہے یہ نعمتوں اور عزت و مرتبہ پانے کا دن ہے۔'' وہ جنتی اپنے سر اٹھائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان پر خوشبو پاشی کرے گا۔ پھر یہ مشک کے ٹیلوں کے پاس سے گزریں گے تو اللہ تعالیٰ ان ٹیلوں پر ایسی ہوا چلائے گا کہ وہ ان جنتی حضرات کو معطر کر دے گی حتی کہ جب یہ اپنے گھر والوں کی طرف واپس لوٹیں گے تو ان کے بال کھلے ہوئے اور مشک آلود ہوں گے۔''

(کتاب الشریعہ، صفحہ نمبر 267)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے:

''اللھم انی اسالك برد العیش بعدالموت ولذة النظرالی وجھك والشوق الی لقائك فی غیر ضراء مضرة و لافتنة مضلة''

''اے اللہ! میں تجھ سے وفات کے بعد سکون کی زندگی کی دعا کرتا ہوں، تیرے وجہ کریم کی طرف نگاہ کرنے کی لذت کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے ملاقات کے شوق کی دعا کرتا ہوں بغیر کسی دکھ تکلیف کے اور بے راہ کرنے والے فتنہ کے۔''

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کی آیتِ کریمہ:

''لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰی وَزِیَادَةٌ''

(القرآن المجید، پارہ 11، سورۃ نمبر 10 (یونس)، آیت نمبر 26)

''بھلائی والوں کے لیے بھلائی ہے اور اس سے بھی زیادہ''

کی تفسیر میں فرمایا!

''جب جنتی لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے دریافت فرمائے گا کہ ''کچھ اور بھی چاہتے ہو۔؟''

اہلِ جنت عرض کریں گے:

''اے پروردگار! کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہ کیے۔؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل کر کے سرخرو نہ فرمایا۔؟ کیا تو نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہمیں دوزخ سے نجات نہ دی۔؟ (یعنی تو نے یہ سب کچھ ہمیں عطا فرمایا اب اس سے زیادہ ہمیں اور کیا چاہیے۔؟)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

''اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ جنتیوں کو اپنا دیدار کرنے کا شرف عطا فرمائے گا اور جنتیوں کو دیدارِ الٰہی جنت کی ہر نعمت سے زیادہ محبوب ہوگا۔''

(صحیح المسلم، کتاب الایمان، باب اثبات رؤیۃ المومنین فی الآخرۃ ربھم سبحانہ وتعالیٰ، جلد 1، عربی صفحہ 100)(السنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 184)(صفۃ الجنۃ ابی الدنیا، صفحہ 97)(البدور السافرہ، حدیث نمبر 2229)(حلیہ از امام ابونعیم، جلد 6، صفحہ 208)(صفۃ الجنۃ از امام ابونعیم، صفحہ 91)(ضعفاء للعقیلی، جلد 2، صفحہ 274)(کلام، جلد 6، حدیث نمبر 2039)(موضوعات لا ابن جوزی، جلد 3، صفحہ 260-262)(تفسیر ابن کثیر، جلد 6، صفحہ 570)(البعث والنشور، صفحہ 493)(مسند بزار، جلد 3، صفحہ 167)(مجمع الزوائد، جلد 7، صفحہ 98)(البدایہ والنہایہ، جلد 2، صفحہ 474)(الشریعۃ آجری، صفحہ 267)(شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، جلد 3، صفحہ 482، حدیث نمبر 836)(الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 553)(المقاصد السنیہ فی الاحادیث القدسیہ، از امام ابوالقاسم علی بن لبان، صفحہ 374)(الفوائد المنتخبہ، صفحہ 4)(تفسیر در منثور، جلد 5، صفحہ 466)(حادی الارواح، صفحہ 397)

حضرت عدی بن ارطاط رحمۃ اللہ علیہ ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ان اللہ تعالیٰ ملائکۃ قیام ترعد فرائصھم من مخافتہ مامنھم ملک تنحدر دمعۃ من عینہ الا وقعت ملکا یسبح وملائکۃ سجودا منذ خلق اللہ السموات والارض لم یرفعوا رؤوسھم ولا یرفعونھا الی یوم القیامۃ وصفوفاً لم ینصرفوا عن مصافھم ولاینصرفون الی یوم القیامۃ فاذا کان یوم القیامۃ یتجلی لھم ربھم ینظرون الیہ قالوا: سبحانک ماعبدناک حق عبادتک' کما ینبغی لک''

''اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کے کندھے کے گوشت خوف کے مارے کانپتے ہیں۔ ان میں سے کوئی فرشتہ ایسا نہیں کہ اس کی آنکھوں سے کوئی آنسو نکلے مگر (فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے) وہ حالت قیام میں تسبیح پڑھنے والے کسی نہ کسی فرشتے پر جا گرتا ہے۔ کچھ فرشتے ایسے ہیں کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تب سے سجدہ میں ہیں، انہوں نے کبھی سر نہیں اٹھایا اور نہ قیامت تک سر اٹھائیں گے۔ کچھ فرشتے صف بستہ ہیں جو اپنی صفوں سے کبھی نہیں ہٹے اور نہ قیامت تک ہٹیں گے۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ان کے سامنے تجلی فرمائے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کریں گے اور عرض کریں گے: ''اے اللہ! تیری ذات پاک ہے جس طرح سے لائق تھا ہم نے اس طرح سے تیری عبادت نہیں کی۔''

(کنز العمال، حدیث نمبر 29836)

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان فی الجنة شجرة یخرج من اعلاها حلل ومن اسفلها خیل من ذهب مسرجة ملجمة من یاقوت ودر' لاتروث ولاتبول لها اجنحة خطوها مدبصرها فیرکبها اهل الجنة فتطیربهم حیث شائوا' فیقول الذی اسفل منهم درجة یارب مابلغ عباد هذه الکرامة؟ فیقال لهم انهم یصلون اللیل وانتم تنامون' وکانوا یصومون وکنتم تاکلون' وکانوا ینفقون وکنتم تبخلون وکانوا یقاتلون وکنتم تجبنون"

"جنت میں ایک درخت ہے جس کے اوپر کے حصہ سے پوشاکیں نکلیں گی اور نچلے حصہ سے یاقوت اور جوہر کی زین اور لگام سمیت سونے کا گھوڑا نکلے گا۔ یہ نہ تو لید کرے گا اور نہ پیشاب۔ اس کے کئی پر ہوں گے' اس کا قدم تا حد نگاہ پر پڑے گا' جنتی اس پر سوار ہوں گے اور جہاں چاہیں گے یہ ان کو لے کر اڑے گا۔ وہ جنتی جو ان سے نچلے درجہ میں ہوگا وہ کہے گا: "اے رب! کس عمل نے تیرے ان بندوں کو اس شان وشوکت تک پہنچایا ہے؟" ان سے کہا جائے گا: "یہ لوگ رات کو نماز پڑھتے تھے جب تم سو رہے ہوتے تھے، یہ لوگ روزہ میں ہوتے تھے جب کہ تم کھا رہے ہوتے تھے، یہ لوگ صدقہ خیرات کرتے تھے جب کہ تم بخل کرتے تھے اور یہ لوگ جہاد کرتے تھے جبکہ تم بزدلی دکھاتے تھے۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

"اللہ رحمٰن ورحیم اہلِ جنت کو مخاطب کر کے فرمائے گا!

"اے جنت والو!"

وہ عرض کریں گے۔

لبیک اے مولا! یقیناً ہر قسم کی بھلائی تیرے ہی پاس ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا!

"اب تم راضی اور خوش ہو۔؟"

وہ عرض کریں گے۔

"اے مولا! جب تو نے ہمیں اس قدر نعمتیں عطا کی ہیں جو مخلوق میں سے کسی اور کو عطا نہیں کیں تو پھر ہم کیوں راضی نہ ہوں گے۔؟"

اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا!

"کیا میں تمہیں وہ نعمت عطا نہ کروں جو ان تمام نعمتوں سے افضل واعلیٰ ہے۔؟

Marfat.com

وہ عرض کریں گے۔

پروردگار! وہ کون سی نعمت ہے؟

اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا:

”میں تمہیں اپنی رضامندی سے نوازتا ہوں۔آج کے بعد میں کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔“

(صحیح المسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا، جلد2، عربی صفحہ 378) (صحیح ابن حبان، حدیث نمبر 7397) (الترغیب والترھیب، جلد4، صفحہ 557) (فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد 11، صفحہ 415) (فتح الباری شرح صحیح بخاری، جلد13، صفحہ 487) (مسند امام احمد، جلد3، صفحہ 88) (صفۃ الجنۃ از امام ابونعیم اصبہانی، حدیث نمبر 282) (السنن الترمذی، حدیث نمبر 2555) (حلیۃ الاولیاء، از امام ابونعیم اصبہانی، جلد6، صفحہ 342) (زہد ابن مبارک، صفحہ (علیٰ طرق نعیم بن حماد) 430) (شرح السنۃ بغوی، حدیث نمبر 4394) (تفسیر معالم التنزیل، بغوی، جلد 1، صفحہ 327) (الاسماء والصفات، صفحہ 287-639) (تحفۃ الاشراف، جلد3، صفحہ 403) (التبصرۃ ابن جوزی، جلد1، صفحہ 438) (الاحادیث القدسیہ، صفحہ 19)

☆☆☆

باب نمبر 17:

جہنم کو ملاحظہ فرمانا اور جہنم کے متعلق احادیث

جہنم کا دروازہ:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”جب میں بہشت کی نعمتیں دیکھ چکا تو پھر جہنم کی سختیاں دیکھنے کیلئے میں روانہ ہوا تو جبرائیل بھی ہمراہ ہوئے تھے۔جب جہنم کے دروازہ پر پہنچے تو اس کا نام باب الامان تھا۔“

تمام مخلوقات زمین وآسمان نے اللہ تعالیٰ سے امان طلب کی تو ان سب کو امان دینے کیلئے یہ دروازہ وجود میں آیا۔

یہ دروازہ بحکم الٰہی اس کے حبیب صلی اللہ صلی اللہ علیہ کی انگلی مبارک کے اشارہ سے کھل گیا تو دیکھا کہ دروازہ کافور سے بنا ہوا ہے جس کی وسعت کا اندازہ عرش سے فرش تک پہنچا ہوا ہے۔

مالک نامی فرشتہ......خازن جہنم:

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہیبت ناک اور بارُعب فرشتہ نظر آیا۔جس کے آگے سخت مزاج انیس فرشتے کھڑے تھے جن کے ہاتھوں میں آگ کے گرز تھے۔ان کی نتھوں سے آگ کے شعلے بھڑکتے تھے اور یہ تسبیح کہتے تھے:

((سبحان الذی لایجور))

Marfat.com

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ مالک خازنِ جہنم ہے۔آپ نے اس کو سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دیا اور تعظیم کیلئے اٹھا اور خوشخبری سنائی:

''جو کوئی آپ کی اتباع کرے گا اس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور آپ کے نافرمانوں کیلئے یہ جہنم تیار ہے۔''

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے استدعا کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی سیر کرائیے۔تب مالک نے عرض کیا:

''یا محمد! اپنے قدموں کے نیچے نظر فرمایئے۔''

آپ نے نظر فرمائی تو حجابات دور ہو گئے اور سب کچھ مکشوف ہوا۔جہنم میں ایک فرشتہ تھا جس کے نتھنوں سے آگ کے شعلے نکلتے تھے اور آگ کی چرخیاں ہاتھ میں لئے ہوئے گھما رہا تھا، مالک نے اسے جہنم کا سرپوش اٹھانے کو فرمایا۔ جہنم کو دیکھا تو بہت ہی سیاہ نظر آئی۔فرشتے نے کہا:

''جب دوزخ کو پہلے بنایا گیا تو سرخ رنگ تھا، جب ہزار سال جلائی گئی تو اس کا رنگ سیاہ ہو گیا جیسا کہ اب دکھائی دے رہا ہے۔''

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اہلِ علم رحمۃ اللہ علیہم کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں جب آسمانوں پر گیا تو ہر فرشتہ جو مجھے ملا اس نے ہنستے مسکراتے میرا استقبال کیا اور ہر ایک نے مجھے دعائے خیر دی۔ایک فرشتہ مجھے ایسا ملا جس نے میرے حق میں باقی فرشتوں کی طرح دعائے خیر تو کی مگر اس کے چہرے پر مسکراہٹ اور بشاشت کا نام ونشان نہ تھا۔

میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون سا فرشتہ ہے؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ نہ کبھی اس سے قبل مسکرایا ہے اور نہ ہی اس کے بعد کبھی مسکرائے گا۔اگر اسے مسکرانا ہوتا تو آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر ضرور مسکراتا مگر اس کے لیے حکم یہی ہے کہ یہ کبھی نہ مسکرائے۔یہ جہنم کا داروغہ ہے، جس کا نام مالک (علیہ السلام) ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا:

''اے جبرائیل (علیہ السلام)! تم اللہ کے ہاں ''مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ'' ''جس کی عرض مانی جائے اور جس کی امانت مسلم ہو'' کا درجہ رکھتے ہو۔کیا اس فرشتے کو حکم دے کر مجھے جہنم کی جھلک دکھا سکتے ہو؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیوں نہیں۔''

Marfat.com

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مالک علیہ السلام (داروغۂ جہنم) کو حکم دیتے ہوئے کہا:

''اے (حضرت) مالک! (علیہ السلام) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جہنم دِکھادو۔''

یہ سن کر حضرت مالک علیہ السلام نے جہنم سے پردوہ اُٹھادیا۔ وہ جوش میں آئی اور اس کے شعلے بلند سے بلندتر ہونے لگے۔ یوں محسوس ہوا کہ جہنم ہر چیز کو بھسم کر ڈالے گی۔

میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہا:

''اے جبرائیل! (علیہ السلام) (حضرت) مالک (علیہ السلام) سے جہنم کو اس کی حدوں میں واپس جانے کی فرمائش کرو۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت مالک علیہ السلام کو حکم دیا تو اس (حضرت) مالک (علیہ السلام) نے آگ کو حکم دیا کہ واپس اپنی حدوں میں چلی جائے۔ وہ یوں واپس لوٹی جیسے سایہ جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت مالک علیہ السلام نے اسے پردے سے ڈھانپ دیا۔

جہنم کی وسعت اور تاریکی کوملاحظہ کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میں نے ایک دروازہ دیکھا جس پر روشن اور چمک دار سطروں میں لکھا ہوا تھا:

''لا اله الاالله محمد رسول الله''

جب میں نے اسے پڑھا تو تالا گر گیا اور دروازہ کھل گیا۔ میں نے اس میں پانچویں آسمان سے نچلی ساتویں زمین کی سرحدوں تک چمک دیکھی اور میں نے تاریک جہنم کو دیکھا جو اللہ کے غضب سے بھڑک رہی تھی اور اس کا دھواں رکا ہوا تھا۔

خازن نار:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسی وقت میری نظر ایک قد آور فرشتے پر پڑی جو ڈراونی نظر والا، ظاہر غضب والا، نہایت خوفناک اور سخت مزاج تھا۔ اس کی آنکھوں کے درمیان ایک گرہ تھی۔ اگر اسے زمین کے قریب کر دیا جائے تو اس کی گرمی اور تمازت سے اہل زمین بھسم ہو جائیں، سمندر ابلنے لگیں اور پہاڑ پسینہ ریز ہو جائیں۔ (ابن عباس نے دعا کرتے ہیں: اے رب العزت! ہم تیرے حق عظیم اور تیرے اسم کریم کے واسطہ سے تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ اے ذوالجلال والاکرام! تو اپنی قدرت وطاقت سے ہمیں اس کا چہرہ نہ دکھانا) میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا:

''یہ کون ہے کہ جس سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں اور اس سے میرا دل دھڑ کنے لگا۔؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

Marfat.com

''اے حبیب اللہ! یہ جہنم کا داروغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِسے اپنے غضب و غیض سے پیدا فرمایا۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اِسے پیدا فرما کر جہنم کا متولی بنایا ہے اسی وقت سے اللہ تعالیٰ کے اعداء (دشمنوں) پر اس کا غصہ بڑھے جا رہا ہے۔ ملک الموت (عزرائیل) اور یہ (داروغہ جہنم) کبھی ہنستے ہی نہیں۔ اس کے قریب ہو کر اسے سلام کیجئے۔''

میں نے قریب ہو کر اسے سلام کیا تو اس نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے انہیں کہا:

''آپ نے حبیب رب العالمین کو سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔ وہ رب العزت کے ہاں تمام مخلوق سے زیادہ معزز اور نبی رحمت ہیں۔''

جب داروغہ نے یہ سنا تو اپنے قدموں پر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا:

''اللہ اللہ! اے اللہ تعالیٰ کے حبیب! غلبہ عظمت آپ ہی کے لئے ہے۔''

میں نے داروغہ جہنم کو کہا:

''مجھے جہنم دکھاؤ۔''

اس نے عرض کیا:

''مجھے اس کا اختیار نہیں۔''

اسی وقت اللہ بلند و اعلیٰ کی طرف سے حکم آیا:

''میرے حبیب محمد کی بات کی مخالفت نہ کرنا۔''

داروغہ جہنم نے یہ سنتے ہی جہنم سے پردہ اٹھایا۔

حقیقت جہنم:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جہنم انتہائی سیاہ اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے بھڑک رہی تھی۔ بتایا گیا کہ دنیا کی آگ روشن ہے کیونکہ اسے بحر قدرت میں ستر بار ڈبویا گیا، یہاں تک کہ وہ شعاع اور نور والی ہو گئی جس سے فائدہ حاصل کیا جا رہا ہے تو میں نے اس میں ستر ہزار سمندر پیپ کے اور ستر ہزار سمندر اندھیروں کے اور ستر ہزار کولتار کے اور ستر ہزار سمندر پگھلے ہوئے سیسے کے دیکھے۔ ہر سمندر کے کنارے ستر ہزار شہر آگ کے، ہر شہر میں آگ کے ہزار محل اور ہر محل میں ستر ہزار آگ کی کشتیاں اور ہر کشتی میں آگ کے ستر ہزار صندوق اور ہر صندوق میں ستر ہزار قسم کا عذاب ہے۔ میں نے جہنم میں کھجور کی طرح لمبے لمبے سانپ اور خچر کی طرح بچھو دیکھے۔

خاوندوں کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس بن سنور کر جانے والیاں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جہنم میں ستر ہزار سخت سرد کنویں دیکھے اور میں نے ان میں

Marfat.com

غمگین رونے والی عورتیں دیکھیں جو چیخ پکار کر رہی تھیں، مگران کی کچھ نہ سنی جاتی تھی اور وہ آہ وفغاں کر رہی تھیں مگران کی پرواہ نہیں کی جاتی تھی۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں۔؟''

جبرائیل نے عرض کیا:

''یہ وہ ہیں جو اپنے خاوند کو چھوڑ کر دوسروں کے پاس بن سنور کر جاتی تھیں۔''

خاوندوں کو برا بھلا کہنے والیوں کا انجام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میں نے ایسی عورتیں بھی دیکھیں جن پر کولتار کا لباس تھا اور ان کی گردنوں میں زنجیر اور طوق تھے۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یہ اپنے خاوند کی توہین کرنے والی ہیں۔ ان میں سے کوئی اپنے خاوند کو کہتی کہ تیرا چہرہ کیسا بھدا ہے۔ تیری شکل کتنی قبیح ہے۔ یہ کتنا بدبودار ہے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ جس ذات والا صفات نے تجھے پیدا کیا اس نے اس مرد کو بھی پیدا کیا اور وہی معبود واحد ہے۔''

بلاوجہ طلاق کا مطالبہ کرنے والیوں کا انجام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جہنم میں ایسی عورتیں بھی دیکھیں کہ ان کے چہرے جلے ہوئے اور ان کی زبانیں لٹک کر ان کے سینے پر آئی ہوئی تھیں۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یہ وہ ہیں جو بلاوجہ اپنے خاندوں سے طلاق کا مطالبہ کرتی تھیں۔''

بالوں کی نمائش کرنے والیوں کا انجام:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے بالوں سے لٹکتی ہوئی دو عورتیں بھی دیکھیں، جن کے دماغ ابلتی ہوئی ہانڈی کی طرح اُبل رہے تھے۔ میں نے جبرائیل سے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہیں۔؟''

انہوں نے کہا:

''یہ بے پردہ عورتیں ہیں جو غیر مردوں کو اپنے بالوں کی نمائش کراتی تھیں۔''

Marfat.com

خاوند سے اجازت لیے بغیر کسی اور کی اولاد کو دودھ پلانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جہنم میں ایسی عورتوں کو بھی دیکھا جن کے پستان آگ کی بیڑیوں سے مقید تھے۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟''

انہوں نے کہا:

''یہ عورتیں ہیں جو اپنے خاوند سے اجازت لئے بغیر دوسروں کی اولاد کو دودھ پلاتی تھیں۔''

صحیح طریقے سے وضو اور غسل نہ کرنے والیاں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسی عورتیں بھی دیکھیں جن کے پاؤں زبان سے پیوست تھے اور پستان پیشانیوں سے۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یہ وہ عورتیں ہیں جو اچھی مجلس اختیار نہیں کرتی تھیں اور نہ ہی اچھی طرح وضو کرتی تھیں، ناپاک کپڑوں، ناپاک جسم والی عورتیں ہیں جو حیض و جنابت کا غسل تک نہیں کرتی تھیں اور نماز و روزہ میں اس قدر سست روی کا مظاہرہ کرتیں کہ نماز فوت ہو جاتی۔''

زنا کی اولاد پیدا کرنے والیوں کا انجام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے آگ کے ایک صندوق میں بہری گونگی اور اندھی عورتیں دیکھیں جن کے دماغ سے نتھنوں کے راستے سے تیل کی مثل کوئی چیز بہہ رہی تھی اور ان کے بدبودار جسم جذام اور برص کی بیماری کی وجہ سے پھٹے ہوئے تھے۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کونسی عورتیں ہیں۔''

انہوں نے بتایا:

''یہ زانیہ عورتیں ہیں جن کی اولاد زنا سے پیدا ہوئی۔''

شوہر کو گالی گلوچ دینے کی سزا:

• رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسی عورتیں بھی دیکھیں جنہیں آگ کے تنور میں الٹے پاؤں لٹکایا ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کونسی عورتیں ہیں۔''

Marfat.com

جبرائیل نے بتایا:

''یہ اپنے شوہروں کو گالی گلوچ دینے والی عورتیں ہیں۔''

عداوت اور جھوٹ پھیلانے والیاں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے سیاہ چہرے والی عورتیں دیکھیں جو اپنی آنتڑیاں کاٹ رہی تھیں۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کونسی عورتیں ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ عورتیں جو دوافراد کو جمع کر کے حرام پر مجبور کرتی تھیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسی عورتوں کا بھی دیکھا جن کا سر خنزیر اور جسم گدھے کی طرح تھا اور وہ ہزار قسم کے عذاب میں مبتلا تھیں۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کونسی عورتیں ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ عورتیں ہیں جو چغل خور تھیں۔ یہ اپنے خاوندوں اور پڑوسیوں میں عداوت اور دشمنی کا بیج بو دیتی تھیں اور لوگوں میں چغل اور جھوٹ پھیلانے میں بھرپور کوشش کرتی تھیں۔''

دشمنی پر ابھانے والی عورت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کتے کی ہم شکل عورتیں دیکھیں جن کے سروں سے آگ داخل ہوتی اور پاؤں سے نکل جاتی اور فرشتے لوہے کے گرزوں سے ان کا سر کوٹ رہے تھے۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ لوگوں میں نفرت اور دشمنی ابھارنے والی عورتیں ہے۔''

لونڈے باز علماء کی سزا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے منہ کے بل اوندھے مرد دیکھے۔ ان کی پشت پر آگ کا بہت بڑا پتھر رکھا ہوا تھا اور فرشتے انہیں لوہے کے گرزوں سے مار رہے تھے۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ لونڈے باز علماء ہیں۔''

Marfat.com

زکوۃ ادا نہ کرنے والوں کی سزائیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے آگ کی ہتھکڑیوں میں مقید مرد اور عورتیں دیکھیں جن کی پیشانیاں سیاہ ہو چکی تھیں اور سانپ ان کے گلے کا طوق بنے ہوئے تھے، جو انہیں ڈستے تو ان کا گوشت زرد پڑ جاتا اور پھر وہ اصلی حالت پر لوٹ آتے۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے مگر اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرتے۔ دنیا میں یہ لوگ بخل سے کام لیتے تھے۔''

زنا کرنے والوں کا انجام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ جن کے ایک ہاتھ میں حلال و پاکیزہ گوشت ہے اور دوسرے میں حرام و خبیث، مگر وہ پاکیزہ اور حلال گوشت کو چھوڑ کر حرام و خبیث گوشت کھاتے ہیں۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ مرد ہیں جو اپنی منکوحہ بیوی ہوتے ہوئے اسے چھوڑ کر حرام (نامحرم) کی طرف مائل ہوتے اور یہ عورتیں وہ عورتیں ہیں کہ جو اپنا حلال خاوند ہوتے ہوئے اسے چھوڑ کر دوسرے مردوں کی طرف مائل ہو جاتیں۔''

تکبر کرنے والوں کی سزا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے عذاب میں مبتلا ایسے مرد اور عورتیں دیکھیں کہ ان کے جسم کے اگلے حصوں کو پیچھے اور پچھلے حصوں کو آگے کیا جا رہا تھا اور ان پر چابک برستے اور ملائکہ انہیں چہروں کے بل گھسیٹتے اور جب انہیں مارتے ان کے جسموں سے آگ کے شعلے بھڑک اٹھتے۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں پر ناحق بڑائی اور تکبر کا اظہار کرتے کہ آپ کو معلوم نہیں کہ ابلیس نے آدم علیہ السلام پر تعلّی اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

((اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ))

Marfat.com

''میں اس سے بہتر ہوں۔''

تو پھر اس کے پر کٹ گئے اور اسے لعنت کا طوق ڈال کر جنت سے باہر نکال دیا۔

غیبت کرنے اور عیب لگانے کا انجام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے مرد اور عورتوں کا آگ کی سیخیں بنے ہوئے دیکھا، آگ ان کی مقعد سے داخل ہو کر منہ سے نکل جاتی۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ پس پشت غیبت کرنے والے چغل خور اور دوسروں کو عیب لگانے والے لوگ ہیں۔''

چالاکیاں کرنے اور فتنے برپا کرنے والوں کا انجام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے مرد بھی دیکھے جنہیں آگ کے نیزے مارے جاتے، وہ ان کے مونہوں اور آنکھوں میں پڑتے اور ان کی گدیوں میں نکل آتے۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے چالاکی سے پیش آتے اور ان میں فتنے کی آگ بھڑکا دیتے۔''

اولاد کو قتل کرنے کی سزا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے زقوم کے درخت میں لٹکی ہوئی عورتیں دیکھیں، ان پر گرم پانی ڈالا جاتا تو ان کا گوشت جھلس جاتا۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں۔''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنی اولاد کے خورد و نوش اور ان کی تربیت کے خوف کی وجہ سے دوائیں پی کر اپنی اولاد کو مار ڈالتیں۔ کیا انہیں اتنا بھی معلوم نہیں تھا ان کی اولاد کے خورد و نوش کا بندوبست کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

((وَمَا من دابةٍ الا علی اللّٰه رزقها))

''اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔''

Marfat.com

گانا گانے والیوں کی سزا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے آگ کی بیڑیوں کے ساتھ بندھی ہوئی عورتیں دیکھیں، ان کے منہ کھلے ہوئے تھے اور ان کے پیٹوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ گانے والی عورتیں ہیں جو توبہ کیے بغیر مر گئیں۔''

میت پر واویلا کرنے والیوں کا انجام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسی عورتوں کو بھی دیکھا جن کے سروں پر کولتار تھی اور سانپ انہیں ڈس رہے تھے۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ اجرت لے کر میت پر واویلا کرنے والی عورتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیز کو کرتی رہی ہیں اور یہ توبہ کیے بغیر مر گئیں۔''

یتیموں کا ناحق مال کھانے والے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے گرمی کی لپیٹ اور آگ میں کچھ مردوں اور عورتوں کو دیکھا۔ اس آگ کی گنگناہٹ کی آواز ان کے پیٹوں سے آرہی تھی۔ آگ ان کے مقعد سے داخل ہو کر ان کے مونہوں سے باہر نکل آتی۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق یتیموں کا مال کھاتے تو وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھرتے رہے اور انہیں دہکتی آگ میں ڈالا جائے گا۔''

سود خوروں کا انجام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے مرد اور عورتیں دیکھیں جنہیں خالص اور خون کی آمیزش والی پیپ پلائی جارہی تھی اور جن کچھ پیپ ان کے پیٹوں میں پہنچتی تو ان کی چمڑیاں پھٹ جاتیں اور پھر وہ اپنی اصل حالت پر لوٹ آتے۔ میں نے دریافت کیا:

Marfat.com

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ سود کھانے والے ہیں۔''

باہم عداوت پھیلانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے مرد اور عورتیں دیکھیں جن کے سر جہنم کی آگ کے گھٹا ٹوپ میں تھے اور ان پر نہایت گرم اور سرد پانی ڈالا جاتا جو انہیں جھلا کر رکھ دیتا اور ان کا گوشت جل جاتا۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں میں باہم دشمنی اور عداوت ڈالتے تھے۔''

شکل وصورت کو متغیر کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے مسخ شدہ عورتوں کو دیکھا جن کے جسم کولتار کی طرح سیاہ تھے۔

میں نے جبرائیل سے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں؟''

انہوں نے بتایا:

''وہ عورتیں ہیں جو بالوں کو رنگین اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل وصورت کو متغیر کرتی تھیں۔''

عذاب جہنم کا مشاہدہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جہنم میں بہت اقسام کے عذاب اور انواع کی سزائیں ہیں۔ مثلاً: ہاویہ کو دیکھا تو وہاں بدصورت اور سخت دل فرشتے اس قدر کثرت سے تھے کہ ان کی گنتی اللہ ہی جانتا ہے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں لوہے کی مقراض تھی اور وہاں دو کنویں تھے۔ ایک کا نام جب الحزن تھا (غم کا کنواں) اور ایک کا نام طینۃ الخبال تھا (زہریلے کیچڑ کا کنواں) لوگوں کو ایک کنواں سے دوسرے کنواں میں ڈالا جا رہا تھا۔ وہ لوگ فریاد کرتے، مگر ان پر کوئی رحم نہ کرتا۔ اس کے بعد آگ کے صندوق نظر آئے جن کو تالے لگے ہوئے تھے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتایا:

''ان میں بے شمار بچھو اور سانپ ہیں۔ ان میں وہ لوگ بند ہیں جو کہ ظلم اور تکبر کرتے تھے اور سرکش تھے۔''

اس کے بعد آگ کے جنگلوں کا مشاہدہ فرمایا کہ اس میں آگ کے درخت تھے اور وہاں آگ کی چکیاں تھیں جن میں دوزخیوں کو پیسا جا رہا تھا۔

Marfat.com

جہنم کے طبقات:

جہنم کے سات طبقے تھے اور ہر طبقے پر ایک داروغہ تھا۔

1: جہنم کے طبقہ پر صوھائیل داروغہ مقرر ہے۔

2: سعیر پر طوفائیل داروغہ مقرر ہے۔

3: حطمہ پر طرفائیل داروغہ مقرر ہے۔

4: لظی پر شطائیل داروغہ مقرر ہے۔

5: سقر پر وسطائیل داروغہ مقرر ہے۔

6: جحیم پر طوفسطائیل داروغہ مقرر ہے۔

7: ہاویہ پر طماطیل داروغہ مقرر ہے۔

سخت ترین طبقہ:

جہنم کے سب طبقوں میں سخت تر طبقہ ہاویہ ہے جو کہ سب سے نیچے ہے اور اس کو اسفل السافلین بھی کہتے ہیں۔

طبقات کن کے لیے خاص ہیں:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''میں نے مالک سے پوچھا کہ یہ ساتواں طبقہ جس کا نام ہاویہ ہے یہ کن لوگوں کیلئے ہے۔؟''

اس نے عرض کیا:

''یہ طبقہ فرعون، ہامان، نمرود اور اصحاب مائدہ اور منافقین کیلئے ہے۔''

اس کے بعد چھٹے طبقہ کا حال دریافت کیا تو مالک نے عرض کیا:

''اس میں وہ لوگ رہتے ہیں جنہوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا۔''

بعد ازاں پانچویں طبقہ کی بابت پوچھا تو مالک خازن جہنم نے عرض کیا:

''اس میں شیطان اور اس کے پیروکار اور آتش پرست رہتے ہیں۔''

پھر چوتھے طبقہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے کہا:

''اس میں یہودی لوگ رہتے ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی۔''

پھر دوسرے طبقہ کی بابت آپ نے پوچھا تو خازن جہنم نے بتایا:

''اس میں وہ نصرانی رہتے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نافرمانی کی تھی۔''

اس کے بعد آپ نے اوپر والے پہلے طبقہ کے بارے میں سوال کیا جس کا نام ''جہنم'' ہے اور وہاں اگرچہ دوسرے طبقات کی نسبت عذاب بہت کم تھا لیکن اس میں ستر ہزار دریا آگ کے رواں تھے، اگر ذرہ برابر بھی ان کا شور

Marfat.com

دنیا میں سنائی دے تو کوئی جاندار زندہ نہ رہے اور اگر آسمان وزمین کے برابر کوئی چیز اس میں ڈال دیں تو پھر فرشتہ کو حکم ہو تو ہزار برس تک اس کو تلاش نہ کر سکے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طبقہ کے بارے میں سوال کیا تو مالک نے شرم سے سر کو جھکا لیا اور آپ کے سوال کا کچھ جواب نہ دیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! مالک کو شرم حائل ہے کہ عرض نہیں کر سکتا اور کہتا ہے کہ مجھے معاف فرمایئے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''مالک! شرم نہ کرو اور جو حال ہو تفصیل سے بیان کرو۔ شاید آج کوئی بندوبست ہو سکے۔''

تب مالک نے رو کر عرض کیا:

''اے سید دو عالم! اے فخر بنی آدم! یہ جگہ آپ کی گنہگار امت کیلئے ہے۔ آپ ان کو نصیحت فرمائیں کہ ایسے خطرناک طبقہ سے ڈریں، ورنہ قیامت کے دن مجھے عذاب خفیف کرنے کی طاقت نہ ہو گی اور میں اس دن گنہگاروں پر رحم نہ کروں گا۔ نہ بوڑھوں کے سفید بالوں پر رحم کروں گا اور نہ جوانوں کے حالت پر شفقت کروں گا۔''

حق شفاعت:

اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مناجات کیں:

''اے اللہ! میری امت کے لوگ نہایت ناتواں ہیں، وہ ان عذابوں کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ اے اللہ! تو غفور الرحیم ہے۔ مجھے ان سب کا پیشوا بنا دیا ہے۔ میری عزت کی لاج رکھ لے۔''

تب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

''اے میرے حبیب! میرے نزدیک تیری عزت بہت ہے۔ قیامت کے دن تیری شفاعت سے اتنے لوگوں کو بخش دوں گا کہ تو خوش ہو جائے گا۔''

(معارج النبوت، جلد۳)

جہنم کی آگ کی حالت:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اوقد على النار الف سنة حتى ابيضت ثم اوقد عليها الف سنة حتى احمرت ثم اوقد عليها الف سنة حتى اسودت فهى سوداء كالليل المظلم))

(سنن ابن ماجہ) (سنن ترمذی)

''جہنم کو ایک ہزار سال بھڑکایا گیا تو اس کی آگ سفید ہو گئی، پھر ہزار سال بھڑکایا گیا تو سرخ ہو گئی، پھر

Marfat.com

ہزار سال بھڑ کایا گیا تو سیاہ ہوگئی۔پس اب یہ کالی رات کی طرح سیاہ ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ السلام نے ارشاد فرمایا:

"لهی اشد من دخان نار کم هذه سبعين ضعفا"

(مسند بزار)(سنن دار قطنی)

"جہنم کی آگ تمہاری آگ سے ستر گنا زیادہ کالی ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تمہاری اس آگ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"انها لجزء من سبعين جزءًا من نار جهنم وما وصلت اليكم حتى احسبه قال حتى نصحت بالماء مرتين لتضيئى لكم و نار جهنم سوداء مظلمة"

(مسند بزار)

"یہ آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔یہ تم تک نہ پہنچی حتی کہ اس پر دو دفعہ پانی ڈالا گیا تاکہ تمہارے لئے روشنی پیدا کرے اور جہنم کی آگ بہت کالی ہے۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگ کا تین ہزار سال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جلنے کا ذکر کر کے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اب یہ اتنی زیادہ کالی ہے کہ اس کا کوئی انگارہ اور شعلہ بھی روشنی پیدا نہیں کرسکتا۔
(یعنی اگر اس سے دوسری آگ جلائی جائے تو وہ بھی سیاہ آگ پیدا کرے گی۔)"

(ابن ابی الدنیا)(سنن طبرانی)

جہنم کا سرد مقام:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان زمهرير جهنم بيت يتمز فيه الكافر من برده"

"زمہریر جہنم کا ایسا مقام ہے جہاں کافر کا جسم اس کی (سخت) ٹھنڈک کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔"

جہنم کا گرم ترین مقام:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اشتكت النار الى ربها فقالت يا رب اكل بعضى بعضا فنفسنى فاذن لها فى نفسين نفس فى الشتاء و نفس فى الصيف فاشد ماجدون من الحر من سمو

Marfat.com

مھا و اشد ما تجدو نمن البر دمن زمھر یرھا"

"آگ نے اپنے رب کے سامنے شکایت کی اور کہا: اے میرے پروردگار! میرے ایک حصہ نے دوسرے کو کھا لیا ہے۔اب مجھے سانس نکالنے کی اجازت دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دو سانس نکالنے کی اجازت دی۔ایک سردی میں اور ایک گرمی میں۔ یہ جو تم گرمی کی سختی پاتے ہو یہ جہنم کی حرارت ہے اور جو تم سردی کی سختی پاتے ہو یہ جہنم کے زمہریر (سردی) سے ہے۔"

(صحیح بخاری)(صحیح مسلم)

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نار کم ھذا جزء من سبعین امن نار جھنم لکل جزء منھا مثل حر ھا"

(سنن ترمذی)

"تمہاری یہ آگ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے،اس کے ہر حصے کی حرارت اس دنیا کی آگ کی حرارت کے برابر ہے۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"ان نار کم ھذہ ضرب بھا البحر فقترت ولو لا ذلك ما انتفعتم بھا و ھی جزء من سبعین جزء من نار جھنم"

(مسند بزار)

"تمہاری اس آگ کو سمندر نے دھویا تب جا کر یہ اتنی ٹھنڈی ہوئی،ورنہ تم اس سے نفع نہ اٹھا سکتے اور یہ جہنم کی آگ کا سترواں حصہ ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"لو ان غربامن جھنم جعل فی وسط الارض لا ذی نتن ریحه و شد ة حره ما بین المشرق و المغرب ولو ان شرارة من شرار جھنم بالمشرق لو جد حر ھا من بالمغرب"(سنن طبرانی)

"اگر جہنم سے (آگ کا) ایک ڈول زمین کے درمیان رکھ دیا جائے تو مشرق اور مغرب کے درمیان کی تمام چیزوں کو اپنی بدبو دار ہوا اور سخت گرمی سے تکلیف دے اور جہنم کے شراروں میں سے ایک شرارہ مشرق میں موجود ہو تو اس کی گرمی مغرب میں رہنے والے کو پہنچے گی۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کہا:

"والذی بعثك بالحق لو ان قدر ثقب ابرة فتح من جھنم لمات من فی

Marfat.com

الارض کلهم جمیعا من حره"(سنن طبرانی)

"مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ اکو حق کے ساتھ بھیجا ہے! اگر جہنم سے ایک سوئی کے ناکہ کے برابر سوراخ کر دیا جائے تو اس کی گرمی سے روئے زمین پر رہنے والے سب مرجائیں۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوۃ ولسلام سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لو کان فی هذا المسجد مائته الف اویزیدون و فیهم رجل من اهل النار فتنفس فاصا بهم نفسه لا حرق من فی المسجد او یزیدون"(مسند ابو یعلی)

"اگر اس مسجد (نبوی) میں لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمی ہوں اور ان میں ایک جہنمی ہو اور وہ سانس نکالے اور اس کا سانس ان مسجد والوں کو یا ان سے بھی زیادہ کو پہنچ جائے تو سب کو جلا ڈالے۔"

عبدالملک بن ابی بشیر نے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مامن یوم الا والنار تقول اشتد حری و بعد قعری و عظم جمری عجل الهی الی باهلی"

"کوئی دن ایسا نہیں جس میں جہنم یہ نہ کہتی ہو: میری گرمی سخت ہوگئی، میری گہرائی بڑھ گئی، میرے انگارے بڑے ہوگئے، اے اللہ! اب میرے اہل کو میرے اندر جلدی سے داخل فرمادے۔"

حضرت بشیر بن منصور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سلمی رحمۃ اللہ علیہ سے کہا:

"اگر کسی انسان کے لئے آگ جلائی جائے اور اسے کہا جائے کہ جو آدمی اس آگ میں داخل ہو جائے وہ دوزخ کی آگ سے نجات پائے گا۔"

حضرت عطاء فرماتے ہیں:

"اگر یہ بات مجھے کہی جائے تو مجھے ڈر ہے اس خوشی سے میری جان نہ نکل جائے، پہلے اس کے کہ میں (اس میں چھلانگ لگاؤں)۔"(ابن عینیہ)

جہنم کے جلنے، بھڑکنے اور دھویں کا ذکر:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لما خلق الله النار ارسل الیها جبریل قال له اذهب فانظر الیها والی ما اعسست لا هلها قال فنظر الیها فاذا هی یرکب بعضها فرجع فقال و عزتک لا یدخلها احد سمع بها فامر بها فحفت بالشهوات ثم قال له اذهب

Marfat.com

فانظر الی ما اعددت لا هلها فيها فذهب فنظر اليها ورجو فقال وعزتك لقد خشيت ان لا ينجو منها احد الا دخلها"

"جب اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا تو جبریل علیہ السلام کو اس کی طرف بھیجا اور فرمایا: جاؤ! اس کو بھی دیکھو اور میں نے جو دوزخیوں کے لئے عذاب تیار کیا ہے اس کو بھی۔ جب جبریل علیہ السلام نے جہنم کو دیکھا تو اس کا ایک حصہ دوسرے پر سوار اور غالب تھا۔ پس یہ لوٹ آئے اور عرض کیا: اے پروردگار! مجھے تیری عزت کی قسم! جو بھی اس کا حال سنے گا اس میں داخل نہیں ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جہنم کو ڈھکنے کا حکم فرمایا۔ لوگ شہوات، خواہشات اور لذات میں چھپ گئے۔ پھر دوبارہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اب جاؤ اور دیکھو میں نے دوزخیوں کے لئے جہنم میں کیا تیار کیا ہوا ہے۔ پس وہ گئے اور اس کو دیکھ کر پلٹ آئے اور کہا: اے میرے پروردگار! مجھے تیری عزت کی قسم! بلاشبہ! اب تو میں ڈرتا ہوں کہ اس سے کوئی نجات نہیں پا سکے گا، بلکہ اس میں داخل ضرور ہوگا۔" (مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد)

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

"ان ملكين اتياه فى المنام فذكر رويا طويلة وفيها قال فانطلقت فاتينا على رجل كريه المرآة كا كره ما انت راء فاذا هو عند نار يحشها ويسعى حولها قال قلت ما هذا؟ قالا لى انطلق وفى آخر الحديث قالا فاما الرجل الكريه المراة الذى عند النار يحشها ويسعى حولها فانه مالك خازن جهنم"

(صحیح البخاری)

"دو فرشتے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس خواب میں آئے، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لمبا خواب بیان فرمایا جس میں یہ بھی تھا: پس میں چل پڑا تو ہم بدنما آدمی کے پاس آئے۔ اتنا بدنما تو نے نہیں دیکھا ہوگا جو آگ کے پاس تھا، اسے جلا رہا تھا اور اس کے اردگرد دوڑ دھوپ میں مصروف تھا۔ میں نے پوچھا: یہ کیا ہے۔؟ انہوں نے کہا: چلیئے چلیئے۔! انہوں نے کہا: وہ آدمی جس کو آپ ﷺ نے بدنما شکل میں آگ کے پاس اسے جلاتے ہوئے اور اس کے اردگرد بھاگتے دوڑتے دیکھا ہے وہ جہنم کا منتظم فرشتہ مالک ہے۔"

اسی حدیث کے دوسرے طریق میں ہے:

"میں نے رات کے وقت ایک درخت کو دیکھا کہ اگر اس کے نیچے بہت سی مخلوق جمع ہو جائے تو ان پر سایہ کر دے۔ اس کے نیچے دو آدمی (کی شکل کے فرشتے) تھے۔ ان میں سے ایک آگ کو بھڑکا رہا تھا اور دوسرا ایندھن اکٹھا کر رہا تھا۔ جن کو میں نے درخت کے نیچے دیکھا تھا ان سے پوچھا: "یہ کون تھے۔؟" تو انہوں

Marfat.com

نے کہا: ''یہ دونوں جہنم کے فرشتے تھے جو قیامت تک دشمنان خدا کے لئے جہنم کو گرم کرتے رہیں گے۔''

حضرت عمرو بن عبسہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ثم اقصر عن الصلاۃ فانہ حنیئذ سجر جھنم فاذا ا قبل الغی فصل''

(صحیح مسلم)

''پھر (دوپہر کے وقت) نماز (ظہر) ادا کرنے سے رک جا، کیونکہ اس وقت جہنم کو بھڑ کایا جاتا ہے، جب دن ڈھل جائے تب نماز پڑھ۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اذا ا شتد الحر فابر دو ا با لصلوۃ فان شدۃ الحر من فیح جھنم''

(صحیح بخاری ومسلم)

''جب گرمی سخت ہو جائے تو (ظہر کی) نماز کو ٹھنڈ کر کے پڑھو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی گرمی سے ہے۔''

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''من فیح جہنم'' کی بجائے یہ الفاظ ذکر کیے ہیں:

'' من فیح جنھنم او من فیح ابو اب''

''یہ گرمی کی شدت جہنم کی گرمی کی وجہ سے ہے یا جہنم کے دروازوں کی گرمی کی وجہ سے ہے۔''

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جمعہ کے علاوہ باقی ایام میں دوپہر میں نماز پڑھنے کو مکروہ فرماتے تھے اور فرماتے تھے:

''جمعہ کے علاوہ باقی ایام میں جہنم کو بھڑ کایا جاتا ہے۔''

کبھی جہنم دوپہر کے علاوہ اوقات میں بھی بھڑ کائی جاتی ہے جیسا کہ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ صبح کے وقت (گھر سے) نکلے اور فرمایا:

''جہنم بھڑ کائی جا چکی ہے اور فتنے (قریب) آ چکے ہیں۔'' (سنن طبرانی)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے کہا:

''جئتك حين امر الله عزوجل بمنا فيخ النار فوضعت على النار''

''میں آپ کے پاس اس وقت آیا ہوں جب اللہ عزوجل نے پھونک مار کر آگ کو تیز کرنے والے پاپوں کا حکم کیا اور وہ جہنم پر (آگ دھونکنے کے لئے) رکھ دیئے گئے۔''

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

"لایتمع غبار فی سبیل اللہ و جھنم فی جوف امری ابدا"

(سنن نسائی) (سنن ترمذی)

"کسی (مسلمان) آدمی کے پیٹ میں جہاد فی سبیل اللہ کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔"

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ومن تقول علی مالم اقل فلیتبوا بین عینیی جھنم مفعداہ قبل یارسول اللہ وھل لھا عینان قال نعم اولم تسمع قول اللہ عزوجل اذا راتھم من مکان بعید سمعوا لھا تغیظا وزفیرا"

"جس نے مجھ پر ایسی جھوٹی بات بنائی جو میں نے نہیں کہی تھی تو وہ دوزخ کی دونوں آنکھوں کے درمیان اپنا ٹھکانا بنا لے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا دوزخ کی دو آنکھیں بھی ہیں۔؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! کیا تو نے اللہ عزوجل کا فرمان نہیں سنا:" جب دوزخ دور سے دوزخی کو دیکھے گی یہ دوزخی اس کا زور سے غرانا اور دھاڑنا سنیں گے۔" (ابن ابی حاتم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یوتی یومئذ بجھنم لھا سبعون الف زمام مع کل زمام سبعون الف ملک یجرونھا" (صحیح مسلم) (سنن ترمذی)

"جہنم کو روز قیامت ستر ہزار لگاموں کے ساتھ پیش کیا جائے گا اور ہر لگام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے ہوں گے جو جہنم کو گھسیٹ کر پیش کریں گے۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آیت کریمہ نازل ہوئی:

"وجئی یومئذ بجھنم" (سورۃ الفجر، آیت نمبر 23:)

"اور روز قیامت دوزخ کو لایا جائے گا۔"

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل گیا۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس سے پہچانا جا رہا تھا اور یہ بات آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر گراں گزری۔ انہوں نے اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

"ان جاء نی جبریل فاقرانی ھذہ الایہ قال: کیف بجاء ھا؟ قال :یجی ء بھا سبعون الف ملک یقودونھایسبعین الف زمان تشردمرۃ لوترکت لا خرقت اھل الجمع ومن علیہ ثم تعرض جھنم فتقول:مالی ومالک یامھمد لقد حرم

Marfat.com

اللہ لحمك علی فلایبقی احد الا قال: نفسی نفسی ومحمد صلی اللہ علیه وسلم یقول: امتی امتی" (اخرجه ابن ابی حاتم)

"میرے پاس جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے یہ آیت پڑھائی ہے۔ میں نے جبریل سے سوال کیا: "جہنم کو کیسے پیش کیا جائے گا۔؟" تو اس نے عرض کیا: "اسے ستر ہزار فرشتے لے آئیں گے۔ انہوں نے جہنم کو ستر ہزار لگاموں سے جکڑا ہوگا۔ اگر اسے آزاد کر دیا جائے تو میدان محشر میں جو موجود ہوں گے سب کو جلا دے گی۔ پھر جہنم کو میدان محشر میں پیش کیا جائے گا تو وہ کہے گی: "اے محمد! آپ کو مجھ سے خوف نہیں کھانا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے جسم کو مجھ پر حرام فرما دیا ہے۔" پس کوئی شخص بھی باقی نہ بچے گا، مگر وہ اپنے نفس کی نجات طلب کرنے لگے گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے جو فرمائیں گے: میری امت میری امت (یعنی میری امت کی نجات ہو جائے' میری امت کی نجات ہو جائے)۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اذا جمع اللہ الناس فی صعید واحد یوم القیامة اقبلت النار یرکب بعضها بعضا وخزنتها یکفونها' وهی تقول: وعزة ربی لتخلن بینی وبین ازواجی اولاغشین الناس عنقا واحدا فیقولون: من ازواجك؟ فتقول: کل متکبر جبار" (ابویعلی الموصلی)

"جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو روز قیامت ایک میدان میں جمع کرے گا تو جہنم کا ایک طبقہ دوسرے پر سوار ہو کر پیش ہوگا اور اس کے دربانوں نے اسے سنبھال رکھا ہوگا اور وہ یہ کہہ رہی ہوگی: "مجھے اپنے پروردگار کی عزت کی قسم! میرے اور میرے ساتھیوں کے درمیان سے راستہ صاف کر دو! نہیں تو میں سب لوگوں کو ایک ہی لقمہ بنا کر نگل جاؤں گی۔" اہل محشر کہیں گے: "تیرے ساتھی کون لوگ ہیں۔؟" وہ کہے گی: "ہر مغرور ظالم۔"

جہنم کا گردن نکالنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ علیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یخرج یوم القیامة عنق من النار لها عینان تبصران واذنان تسمعان ولسان ینطق تقول: انی وکلت بثلاثة: بکل جبار عنید' وبکل من دعا مع اللہ الٰها آخر' وبالمصورین "

(مسند امام احمد بن حنبل) (سنن ترمذی)

Marfat.com

''روز قیامت جہنم سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو دیکھنے والی آنکھیں، دو سننے والے کان اور ایک بولنے والی زبان ہوگی۔ وہ کہے گی: ''تین قسم کے لوگ میرے سپرد کئے گئے ہیں: ہر مغرور حق سے جان کر روگردانی کرنے والا، ہر وہ شخص جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور کو خدا سمجھا اور تصویر کشی کرنے والے۔''

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دوزخ سے ایک گردن نکلے گی' کلام کرے گی اور کہے گی: ''تین قسم کے لوگ میرے سپرد کئے گئے ہیں: ہر ظالم حق سے جان بوجھ کر روگردانی کرنے والا، وہ آدمی جس نے اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو خدا بنایا اور جس نے کسی کا ناحق خون کیا۔'' پھر جہنم کی گردن ان لوگوں کو لپٹ جائے گی اور جہنم کے مختلف قسم کے عذابوں میں پھینک دے گی۔'' (مسند امام احمد)

امام بزار نے اس حدیث کو یوں بیان کیا ہے:

''جہنم سے ایک گردن نکلے گی جو صاف واضح انداز میں باتیں کرے گی۔ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گی اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ بولے گی۔ پس وہ کہے گی: ''مجھے ان لوگوں کے متعلق (نگل جانے کا) حکم دیا گیا ہے: جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو خدا ٹھہرایا تھا، ہر ظالم جان بوجھ کر حق سے منہ موڑنے والا اور ہر وہ شخص جس نے کسی کی ناحق جان لی تھی۔'' پس ان کو باقی دوزخیوں سے پانچ صدیاں پہلے (جہنم میں) لے جایا جائے گا۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''یخرج عنق من النار فتنطوی علیھم وتتخیظ علیھم ویقول ذلك الحق: وکلت بثلاثۃ وکلت بثلاثۃ وکلت بمن دعا مع اللہ الھا آخر ووکلت بمن لایومن بیوم الحساب ووکلت بکل جبار عنید فتنطوی علیھم فتطرحھم فی غمرات جھنم'' (مسند امام احمد)

''دوزخ سے ایک گردن نکلے گی، اہل جہنم کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی، ان پر غصہ آلود ہوگی اور کہے گی: ''تین قسم کے لوگ میرے سپرد کئے گئے ہیں: تین قسم کے لوگ میرے سپرد کئے گئے ہیں۔ تین قسم کے لوگ میرے سپرد کئے گئے ہیں۔ وہ لوگ میرے سپرد ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو الٰہ سمجھتے تھے، وہ لوگ میرے سپرد ہیں جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتے تھے اور ہر ہٹ دھرم ظالم بھی میرے سپرد ہے۔'' پھر وہ ان سب کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی اور انہیں جہنم کے عذابوں میں پھینک دے گی۔''

صور والی طویل حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

Marfat.com

"ثم بامر اللّٰہ تعالیٰ جھنم فیخرج منھا عنق ساطعة مظلمة فیقول:(وامتازوا الیوم ایھاالمجرمون) الی قولی (افلم تکونوا تعقلون)"

(سورۃ یٰسین، آیت نمبر 59-62)(مسند اسحاق بن راہویہ)(مسند ابویعلیٰ)

"پھر اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم دے گا تو اس سے ایک طویل سیاہ گردن نکلے گی جو یہ کہے گی: آج روز قیامت اے مجرمو! الگ ہو جاؤ! اے اولاد آدم! کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔ وہ تم میں ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا ہے جن کی گمراہی کا وبال بھی پچھلی کافر قوموں کے واقعات عذاب کے سلسلے میں بتلایا گیا تھا۔ سو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے تھے۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث معراج میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ثم عرضت علی النار فاذا فیھا غضب اللہ ور جزہ و نقمته لو طرح فیھا الحجارۃ والحدید لا کلتھا ثما غفلت دونی"

"اس کے بعد میرے سامنے دوزخ پیش کی گئی (مجھے) اس میں اللہ تعالیٰ کا غضب، گرج اور انتقام نظر آیا۔ اگر اس میں پتھروں اور لوہے کو ڈال دیا جائے تو یہ ان کو بھی کھا جائے۔ اس کے بعد میرے سامنے سے دوزخ کو بند کر دیا گیا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما بین حاکم یحکم بین الناس الا یجلس یوم القیامة و ملك اخذ بقفاہ حتی یقفه علی جھنم ثم یرفع راسه الی اللہ عزوجل فان قال لا القه القاہ فی مھوی اربعین خریفا"(مسند امام احمد)

"جو حاکم اور جج لوگوں میں فیصلے کرتا ہے قیامت کے روز اسے قید کیا جائے گا اور ایک فرشتے نے اسے گدی سے پکڑا ہوگا۔ یہاں تک کہ اسی جہنم پر لا کھڑا کرے گا۔ پھر وہ (فرشتہ) اللہ عزوجل کے سامنے اپنا سر اٹھائے گا تو اگر اسے حکم ہوگا کہ اسے (دوزخ میں) پھینک دے تو اسے ایسی جگہ پھینک دے گا جس کی گہرائی چالیس سال کی (مسافت) ہوگی۔"

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یجاء بالولی یوم قیامة فینبذ علی جسر جھنم فیرتج ذلك الجسر به ارتجاجة لا یبقی منه مفصل الا زال عن مکانه فان کان مطیعا للہ فی عمله

Marfat.com

مضوابه وان كان عاصيا لله فى عمله انخرق به الجسر فيهوى فى جهنم مقدار خمسين عاما"

"روز قیامت حکمران کو لایا جائے گا اور جہنم کے پل پر روکا جائے گا۔ پس اس حاکم کی وجہ سے یہ پل اس طرح گرجے گا کہ حاکم کا جوڑ جوڑ ہل جائے گا۔ پس اگر وہ اعمال میں خدا کا فرمانبردار تھا تو اسے فرشتے جہنم سے پار پہنچا دیں گے اور اگر اعمال کے اعتبار سے نافرمان تھا تو وہ پل ٹوٹ جائے گا اور پچاس سال کی مسافت میں جہنم میں گرے گا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان العبد ليتكلم بالكلمة ما يتبين فيها يزل بها فى النار ابعد مما بين المشرق و المغرب" (صحيح بخارى) (صحيح مسلم)

"انسان ایک ایسا کلمہ بولتا ہے جس کا مطلب نہیں سمجھتا، اس کی وجہ سے مشرق اور مغرب کے درمیانی فاصلہ سے بھی زیادہ دور جہنم میں جا گرتا ہے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان الرجل ليتكم بالكلمة لا يرى بها با سا يهوى بها فى النار سبعين خريفا" (سنن ترمذی)

"آدمی کوئی ایسا بول بولتا ہے جس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا، لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں ستر سال کی مسافت دور جا گرتا ہے۔"

حضرت خالد بن عمیر کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا:

"الله زكر لنا الحجر يلقى من شفة جهنم فيهوى فيها سبعين عاما يدرك لهس قعر او الله لنملا نه افعجبتم"

"ایک پتھر کو جہنم کے کنارے سے پھینکا تھا جو ستر سال تک اس میں گرتا رہا، مگر اس کی گہرائی کو نہیں پہنچ سکا۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:) قسم بخدا! ہم اسے (جنات اور انسانوں سے) ضرور بھر دیں گے کیا تم تعجب کرتے ہو۔؟" (صحیح مسلم)

حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عتبہ بن غزوان نے ہمیں بصرہ کے ممبر پر خطبہ میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان الصخرة العظيمة لتفى من شفير جهنم فتهوى سبعين عاما و ما تفضى

Marfat.com

الی قعرھا''(سنن ترمذی)

''بلاشبہ! جہنم کے کنارے سے ایک عظیم چٹان کو پھینکا جائے گا جو اس میں ستر سال تک گرتی رہے تو اس کی گہرائی تک نہ پہنچ سکے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے دھماکے کی آواز سنی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اتدرون ما ھذا؟فقلنا اللہ و رسولہ اعلم قال ھذا حجر رسل فی جھنم منذ سبعین خریفا فا لآ ن انتھی الی قعرھا''(صحیح مسلم)

''تم جانتے ہو یہ کیا آواز تھی۔؟ ہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ پتھر (کا دھماکہ) تھا جسے اللہ تعالیٰ نے جہنم میں ستر سال قبل لڑھکایا تھا، وہ اب جا کر اس کی انتہاء کو پہنچا ہے۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ کی جان ہے! جہنم کی گہرائی ستر سال (کی مسافت) ہے۔''(صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لو اخذ سبع خلقات بشحو مھن والقین من شفیر جھنم ما انتھن الی آخر ھا سبعین عاما''(مستدك حاكم)

''اگر سات گابھن اونٹنیاں (موٹی تازی) اپنی چربیوں سمیت لی جائیں اور انہیں جہنم کے کنارہ سے پھینکا جائے تو اس کی انتہاء کو ستر سال تک نہیں پہنچ پائیں گی۔''

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان الحجرلیزن سبع خلقات یر می بہ فی جھنم فیھوی سبعین خریفا و ما یبلیغ قعرھا''(مسندبزار) (سنن طبرانی)

''بلاشبہ! سات اونٹنیوں کے وزن کے برابر وزن کر کے چٹان کو جہنم میں پھینکا جائے اور وہ ستر سال تک گرتی رہے تب بھی اس کی گہرائی کو نہ پہنچ پائے گی۔''

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''والذی نفسی بیدہ ان بین شفة النار و قعرھا کصخرة ز نة سبع خلقات بشحو مھن ولحو مھن واولا دھن تھوی من شفة النار قبل ان تبلیغ قعرھا سبعین خریفا''(الزھد لابن المبارك)

Marfat.com

”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جہنم کے کنارے سے گہرائی تک کا فاصلہ اتنا ہے جیسے ایک پتھر کو جس کا وزن سات گابھن اونٹنیوں کی چربی، گوشت اور ان کی اولاد کے برابر ہو، اسے جہنم کے کنارہ سے گرایا جائے تو اسے جہنم کی گہرائی تک پہنچتے ستر سال لگ جائیں گے۔“

جہنم کے دروازے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اذا كان اول ليلة من شهر رمضان صفدت الشيا طين و مردة الجن و اغلقت ابواب النار فلم يفتح منها باب و فتحت ابواب الجنة فلم يخلق منها باب“(سنن ترمذی)

”جب رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنات کو قید کر دیا جاتا ہے، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، ان میں سے (آخر رمضان تک) کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور جنت کے سب دروازے کھول دیئے جاتے ہیں (سارا رمضان) اس کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اذا جاء ت رمضان فتحت ابواب الجنة و غلقت ابواب النار و صفدت الشياطين و مردالجن“(صحيح بخاری) (صحيح مسلم)

”جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین اور سرکش جنات کو قید کر دیا جاتا ہے۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

”فيفتح فيها ابواب الجنة للصائمين من امة محمد صلى الله عليه وسلم فيقول الله يا رضوان؟ افتح ابواب الجنان و يا مالك اغلق ابواب الجحيم عن الصائمين من امة محمد صلى الله عليه وسلم“

”رمضان کی پہلی رات میں امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روزہ داروں کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے رضوان (منتظم جنت)! سب جنتوں کے دروازے کھول دے! اے مالک (داروغہ جہنم)! امتِ محمدیہ کے روزہ داروں کے لئے جہنم کے سب دروازے بند کر دے۔“

حدیث مبارکہ میں ہے:

Marfat.com

''جہنم کے دروازے روزانہ دوپہر کو کھولے جاتے ہیں۔''

حضرت عتبہ بن عبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''للجنة ثمانية ابواب ولجهنم سبعة ابواب''

(المسند امام احمد، جلد 4، صفحہ 185 ﴾ (کنز العمال، جلد 14، صفحہ نمبر 546 ﴾ (البعث، از ابن ابوداؤد، حدیث نمبر 6 ﴾ (جہاد ابن مبارک، حدیث نمبر 7 ﴾ (طیالسی، حدیث نمبر 2041 ﴾ (ابن حبان، حدیث نمبر 1614 ﴾ (دارمی، حدیث نمبر 2416 ﴾ (صفة الجنة، از امام ابونعیم اصبہانی، حصہ 2، صفحہ 16 ﴾ (طبرانی کبیر، جلد 17، صفحہ 126 ﴾ (سنن بیہقی، جلد 9، صفحہ 124 ﴾ (الصحیح للحاکم، جلد 4، صفحہ 261 ﴾ (صفة الجنة ابی الدنیا، صفحہ 72 ﴾ (اتحاف السادہ، جلد 10، صفحہ 525 ﴾ (الترغیب والترہیب، جلد 4، صفحہ 89 ﴾ (حاوی للفتاوی، جلد 2، صفحہ 189 ﴾ (تفسیر درمنثور، جلد 5، حدیث نمبر 342 ﴾ (البدور السافرہ، صفحہ 492 ﴾ (مجمع الزوائد، جلد 10، صفحہ 198 ﴾ (صفة الجنة، از امام ابونعیم اصبہانی، حدیث نمبر 169 ﴾

''جنت کے آٹھ اور جہنم کے سات دروازے ہیں۔''

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد نبوی میں اکیلے نماز ادا فرما رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک عورت گزری جس نے آپ کے پیچھے نیت باندھ لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر نہ ہوئی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

''لها سبعة ابواب لكل باب منهم جزء مقسوم''

پس وہ اعرابیہ عورت بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے گرنے کی آواز سنی تو سلام پھیر دیا اور پانی منگوا کر اس کے چہرے پر پلٹا۔ اسے ہوش آیا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا:

''تمہیں کیا ہوا ہے۔؟''

وہ کہنے لگی:

''جو آپ نے تلاوت کیا ہے، یہ کتاب اللہ کا حصہ ہے یا آپ نے اپنی طرف سے فرمایا ہے۔؟''

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے اعرابیہ! یہ تو کتاب اللہ ہے۔''

وہ کہنے لگی:

''میرے اعضاء میں سے ہر عضو جہنم کے دروازے پر عذاب دیا جائے گا۔؟''

فرمایا:

''اے اعرابیہ! بلکہ ہر دروازہ کے لئے ایک ایک حصہ مقرر ہے جس سے ہر دوزخی کو اس کے گناہوں کے

Marfat.com

مطابق عذاب دیا جائے گا۔"

وہ کہنے لگی:

"اللہ کی قسم! میں تو مسکین عورت ہوں۔ میرے پاس مال تو نہیں ہے، بس سات غلام ہیں۔ اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں آپ کو گواہ بناتی ہوں کہ ان میں سے ہر غلام جہنم کے دروازہ کے بدلہ میں اللہ کے لئے آزاد ہے۔"

پس آپ ﷺ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ! اس اعرابیہ کو خوشخبری سنا دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر جہنم کے تمام دروازوں کو حرام کر دیا ہے اور اس کے لئے جنت کے سب دروازے کھول دیئے ہیں۔"

(تفسیر قرطبی، جلد نمبر: ۱۰، صفحہ نمبر: ۳۲)

خلیل بن مرہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں سوتے تھے یہاں تک کہ سورۃ ملک اور حم سجدہ کی تلاوت فرماتے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

"الحوامیم سبع وابواب جهنم سبع :جهنم، والحطمة، ولظى، والسعير، وسقر، والهاوية، والجحيم، وقال: تجيىء كل حم منها يوم القيامة، أحسبه قال: تقف على باب من هذه الابواب فنقول اللهم لا تدخل هذا الباب كل من يومن بيى ويقرؤني" (سنن بيهقى)

"حوامیم (حروف مقطعقات جیسے حم، حمعسق) سات ہیں اور جہنم کے دروازے بھی سات ہیں: جہنم، حطمہ، لظی، سعیر، سقر، ہاویہ اور جحیم۔ ہر حامیم ان سب پر روز قیامت آئے گی اور ان دروازوں میں سے ہر دروازہ پر کھڑی ہوگی اور اللہ کے سامنے التجاء کرے گی: اے اللہ! ہر وہ آدمی جو مجھ پر ایمان لایا اور مجھے پڑھتا تھا اسے اس دروازے سے داخل نہ فرما۔"

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں:

"ان جهنم سبعة ابواب باب منها لمن سل سفيه على امتى"

(مسند امام احمد) (سنن ترمذی)

"جہنم کے سات دروزے ہیں۔ ان میں سے ایک دروازہ اس کے لئے ہے جس نے میری امت پر تلوار سونتی ہوگی۔"

حضرت ابع رزین عقیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لعمر الهك ان للنار سبعة ابواب مامنهن نابان الا ويسير الراكب بينهما

Marfat.com

سبعین عاما"(مستدرك حاكم)

"تیرے معبود کی قسم! جہنم کے سات دروازے ہیں۔ ان میں سے کوئی دو دروازے ایسے نہیں مگر سوار ان کے درمیانی راستہ پر ستر سال تک چل سکتا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"ان للجنه ثمانية ابواب و لجهنم سبعة ابواب و بعضها افضل من بعض"

(مسند امام احمد بن حنبل)

"جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور جہنم کے سات۔ اس کے بعض دروازے بعض کے اوپر ہیں۔"

ابواب جہنم کا بند ہونا:

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ثم يبعث الله ملا ئكة معهم مسامير من او اطباق من نار فيطبقو نها على من بقى فيها و يسمر و نها بتلك المسامير يتنا سا هم الجبار على عرشه من رحمة و يشعل عنهم اهل الجنة بنعيمهم و لذاتهم"

"(موحدین کو جہنم سے نکال لینے کے بعد) اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو بھیجے گا جن کے پاس آگ کے کیل یا آگ کے پاٹ ہوں گے۔ وہ ان کے ساتھ جہنم کے دروازے باقی دوزخیوں پر بند کر دیں گے اور یہ کیل ٹھونک دیں گے۔ اللہ جبار اپنے عرش پر ان پر رحم کرنا چھوڑ دے گا اور اہل جنت نعمتوں اور لذتوں کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔"

جہنم کی قناتیں اور ان کی کیفیت:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"سر دق النار اربعة جدر كثف كل جدار مسيرة بعين سنة"(سنن ترمذى)

"جہنم کی قناتیں چار دیواریں ہیں۔ ہر دیوار کی موٹائی چالیس سال چلنے کے برابر ہے۔"

اہل اسلام کی شفاعت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"انى اتى جنم فاضرب بابها فيفتح لى فاد خلها فاحمد الله بمحامد ماحمده بها احدقبلى مثلها يحمده احدبعدى ثم اخرج منها من لا اله الا الله مخلصا فيقوم الى ناس من قريش فينتسبون الى فاعرف نسبهم ولا اعرف وجو ههم

Marfat.com

فاتر کهم فی النار"(سنن طبرانی)

"میں جہنم کے دروازے پر آؤں گا اور دروازہ کھٹکھٹاؤں گا تو میرے لئے دروازہ کھولا جائے گا اور میں اس میں داخل ہوں گا (حضور اکو دوزخ نہیں جلا سکے گی) اور اللہ کی ایسی ایسی تعریفات سے حمد بجالاؤں گا کہ مجھ سے پہلے اللہ کی ایسی تعریف کسی نے نہ کی ہوگی اور نہ کوئی میرے بعد اس کی ایسی تعریف کرے گا۔ پھر میں جہنم سے ایسے سب لوگوں کو نکالوں گا جنہوں نے اخلاص کے ساتھ "لا الہ الا اللہ" پڑھا ہوگا۔ پس میرے پاس قریش کے کچھ لوگ آئیں گے اور اپنے نسب کی نسبت میری طرف کریں گے، میں ان میں سے ان کے نسب کو تو جانتا ہوں گا، لیکن ان کے چہروں کو نہیں پہچانتا ہوں گا تو میں ان کو وہیں جہنم میں چھوڑ دوں گا (کیونکہ وہ کافر ہوں گے اور انہوں نے ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا ہے)"

جہنم کی خوفناک وادیاں:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لا یلی احدمن امر الناس شمئا الا اوقفه اللہ علی جسر جهنم فزلزل به الجسرزلزلته فناج اوغیر تاج لا یبقی منه الافارق صاحبه فان هو لم ینج ذهب به فی جب مظلم کالقبر فی جنهم لا یبلغ قعره سبعین خریفا"

(ابن ابی الدنیا)

"کوئی آدمی لوگوں کے کسی کام کا والی نہیں بنتا، مگر اللہ تعالیٰ اسے جہنم کے پل پر کھڑا کرے گا۔ پس اس کی وجہ سے یہ پل ایک دفعہ زور سے کانپے گا، چاہے جہنم سے کوئی نجات پائے یا نہ، مگر اس کا ہر عضو جدا جدا ہو جائے گا۔ پھر اگر وہ نجات یافتہ لوگوں سے نہ ہوا تو اسی زلزلہ سے قبر کی طرح کالے کنوئیں میں جہنم میں جا پڑے گا اور اس کی گہرائی تک ستر سال میں بھی نہیں پہنچ سکے گا۔"

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ویل و ادفی جهنم یهوی فیه الکافر ادار بعین خریفاقبل ان یبلغ قعره"

(مسند امام احمد)

"ویل" جہنم میں ایک (گہری) وادی ہے جس میں کافر کو ڈالا جائے گا۔ اسے اس کی گہرائی میں پہنچنے میں چالیس سال لگ جائیں گے۔"

جامع ترمذی کی حدیث میں ہے کہ ویل نامی وادی دو پہاڑوں کے درمیان ہے۔ کافر کو وہاں تک پہنچنے میں ستر سال لگیں گے۔"

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تعوذدابالله من جب الحزن قالوا وماجب الحزن؟ قال واد فی جهنم تتعوزسنه جهنم كل يوم مائته .ة قيل يارسول الله من يد خله؟قال القراء المراؤن با عمالهم"

(سنن ترمذی)(سنن ابن ماجہ)(سنن طبرانی)

"اللہ تعالیٰ کے ساتھ جب الحزن سے پناہ طلب کرو۔! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: جب الحزن کیا ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جہنم کی ایک وادی ہے جس سے روزانہ سو مرتبہ خود جہنم پناہ مانگتی ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس میں کون جائیں گے۔؟ فرمایا: اپنے عملوں کی ریا اور نمود کرنے والے قاری جائیں گے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

"فلق" جہنم میں ڈھکا ہوا کنواں ہے۔"

حضرت ابو بردہ اپنے باپ کے واسطہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان فی جهنم لوادلذلك الوادی بئر يقال له هبهب حق علی الله ان سُنكنها كل جبائر"(ابن ابی الدنيا)

"جہنم میں ایک وادی ہے اور اس وادی کا ایک کنواں ہے جسے ہبہب کہا جاتا ہے۔ اللہ نے لازم کر لیا ہے کہ وہ اس میں ہر ظالم شخص کو ٹھہرائے گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يحشروالمتكبرون يوم القيامته امثال الذر فی صورة الناس يعلو هم كل شی من الصغار حتی يد خلوا سجبافی جهنم يقال له بولس له تعلوهم نار الانيار يسقون من طين الخبال عصارة اهل النار"

(مسند امام احمد)(سنن نسائی)(جامع ترمذی)

"روزِ قیامت تکبر کرنے والوں کو چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کے جسم میں انسانوں کی شکل میں اٹھایا جائے گا۔ ان کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے ہر شئے ان سے بلند ہوگی۔ یہاں تک کہ ان کو جہنم کے جیل خانہ میں ڈال دیا جائے گا جس کا نام بولس ہے۔ ان کے اوپر ایسی آگ ہوگی جو سب آگوں کا منبع اور مرکز ہوگی۔ انہیں جہنم کی زہر قاتل گیلی مٹی جو دوزخیوں کے جسموں کا عرق ہوگی وہ پلائی جائے گی۔"

Marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان فی جهنم لوادیایقاله لملم ان اودیته جنهم تستعتذ باللهمن حره"

(ابن ابی الدنیا)

"جہنم میں ایک وادی ہے جسے لملم کہا جاتا ہے۔ اس کی گرمی سے جہنم کی تمام وادیاں اللہ سے پناہ مانگتی ہیں۔"

حضرت امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"نهرغی و اثام ان فی اسفل جهنم یسیل فیها صد یداهل النار"

"غی اور اثام جہنم کی تہہ میں دونہریں ہیں جن میں دوزخیوں کی پیپ بہتی ہے۔"

صعودنامی وادی اور پہاڑ:

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جبل من نار یکلف ان یصعده فاذا و ضع یده علیه ذابت و اذار فعهاعادت و اذاوفع ر جله علیه ذابت فاذارفعها عادت یصعد سبعین خریفاثم هوی سثلها کذلك" (مسند امام احمد) (جامع ترمذی)

"صعود جہنم میں ایک پہاڑ ہے۔ کافر اس پر چڑھنے کے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ پس جب وہ اس (پہاڑ) پر اپنا ہاتھ رکھے گا تو ہاتھ پگھل جائے گا اور جب ہاتھ اٹھائے گا تو وہ پہلی حالت میں لوٹ آئے گا اور جب اس اپنا پاؤں رکھے گا تو وہ پگھل جائے گا پھر جب اسے اٹھائے گا تو (وہ بھی) پہلی حالت میں لوٹ آئے گا۔ یہ اسی حالت میں ستر سال تک چڑھتا رہے گا اور اتنی ہی مدت میں گرتا رہے گا۔"

جہنمی ہتھوڑے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لوان مقمعامن حدیدوض فی الارض فاجتمع له الثقلان لماا فلوه من الارض" (مسند امام احمد)

"اگر جہنمی لوہے کا ایک ہتھوڑا زمین پر رکھ دیا جائے اور اس (کو اٹھانے) کے لئے تمام انسان اور جنات مل جائیں، تب بھی اسے زمین سے نہیں اٹھا سکیں گے۔"

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لوضرب الجبل بمقامع من حدید لتفتت ثم عاد" (مسند امام احمد)

Marfat.com

''اگر لوہے کے ہتھوڑے سے پہاڑ کو مارا جائے تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ پھر دوبارہ (اپنی اصلی حالت پر) لوٹ آئے۔''

جہنمی زنجیریں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے معراج کا واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک وادی پر تشریف لائے اور مکروہ آواز سنی اور بدبودار ہوا پائی تو پوچھا:

''اے جبریل! یہ کیا ہے۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''هذا صوت جهنم قفول رب آتني ما وعدتني كثرت سلاسلي واغلالي وسعيري و غساقي و عذابي و قدبعد قعري واشتد حري فا تني ماو عدتني لك كل مشرك و مشر كته كافرة و كل خبيث و خبيثه و كل جبار لايو من يوم الحساب'' (ابو جعفر الرازی)

''یہ جہنم کی آواز ہے۔ وہ کہتی ہے: اے میرے پروردگار! تو نے میرے ساتھ جو وعدہ فرمایا ہے مجھے عطا فرما۔ میری زنجیریں، طوق، سوزش، جلتا ہوا پانی، بہنے والی پیپ اور عذاب بہت بڑھ گیا ہے۔ میری گہرائی بڑھ گئی اور میری گرمی سخت ہوگئی۔ پس تو نے میرے ساتھ جو وعدہ فرمایا ہے وہ مجھے عطا فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہر مشرک مرد اور مشرک عورت اور ہر خبیث مرد اور خبیث عورت اور ہر مغرور قیامت کا منکر تیرے لئے ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لوان رصاصته مثل هذه واشار مثل الجمجمة ارسلت من السماء الى الارض وهى مسيرة خمس مائته عام لبللغت الارض قبل الليل ولو انها ارسلت من راس السلسته اربعين خريفا الليل والنهار قبلان تبلغ اصولها''

(مسند امام احمد)

''ترجمہ (مدینہ کے ایک) کنوئیں کے ارد گرد کے کسی پتھر کو آسمان سے زمین کی طرف چھوڑا جائے جس کی مسافت پانچ سو سال ہے تو وہ رات ہونے سے پہلے زمین پر پہنچ جائے گا اور اگر اسے (جہنم کی) زنجیر کے ایک سرے سے چھوڑا جائے تو اس کی انتہاء تک پہنچنے کے لئے چالیس سال تک لڑھکتا رہے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام سے عرض کیا:

Marfat.com

''لو ان حلقه من سلسلته اهل النار التی نعت اللّٰہ فی کتابه و ضعت علی جبال الدنیا لا ولَم یر دهاشیء حتی تنتهی الی الارض السابعته السفلی''

(سنن الطبرانی)

''اگر اہل جہنم کی زنجیر کی ایک کڑی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے، کو دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو وہ ان سے گزر جائے اور کوئی شئے اس کے سامنے رکاوٹ نہ بنے، یہاں تک کہ وہ نچلی ساتویں زمین تک جا پہنچے۔''

یحلی بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ینشی اللّٰہ سبحانه لا هل النار سحابته سو داء مظلمته فیقال یااهل الا ا رای شی تطلبو ن فیذ کرو ن یها سحابیه الدنیا فیقولو ن یار بنا الشر اب فتمطرهم اغلا لا تزید فیی اغلا لهم وسلاسل تزید فی سلاسلهم و جمرایلتهب علیه''

(طبرانی وابن ابی حاتم) (ابی الدنیا)

''اللہ سبحانہ اہل جہنم کے لئے سیاہ سایہ دار بادل پیدا فرمائے گا۔ پس انہیں پکارا جائے: اے آگ والو! تم کیا چیز طلب کرتے ہو؟ وہ دنیا کے بادل کا خیال کریں گے اور کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! پانی چاہیے۔! تو ان پر (پانی کی جگہ) طوق برسائے جائیں گے جو ان کے طوقوں پر اضافہ ہوں گے، زنجیر برسائے جائیں گے جو ان کی زنجیروں پر اضافہ ہوں گی اور انگارے چھوڑے جائیں گے جو ان پر مزید شعلے بھڑکائیں گے۔''

جہنمی سانپ اور بچھو:

حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

''ان فی النار حیات کا عناق البخاتی تلسع احداهن اللسعته فیجد حموهاالی اربعین خریفا فی النار عقارب کا مثال البغال المئو کفته تلسع الحداهن اللسعته فیجد حمو تها اربعین سنة''

(مسند امام احمد) (مستدرک حاکم)

''جہنم میں بختی اونٹوں کی گردنوں کے برابر (موٹے) سانپ ہیں۔ ان میں سے جس کسی نے ایک دفعہ ڈس لیا تو اسکا زہر چالیس سال تک باقی رہے گا۔ اسی طرح جہنم میں گابھن خچروں کی مانند (موٹے) بچھو ہیں۔ ان میں جو کوئی ایک دفعہ ڈسے گا تو اس کی گرمی چالیس سال تک تکلیف دے گی۔''

Marfat.com

جہنمی پتھر:

حضرت عبدالعزیز بن ابی رواد فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

"قو انفسکم واهلیکم نارا وقودها الناس والحجارة"

(سورۃ التحریم، آیت نمبر:٦)

"اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔"

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے کچھ صحابہ تشریف فرما تھے۔ ان میں ایک بزرگ بھی تھے۔ انہوں نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! جہنم کے پتھر دنیا کے پتھروں جیسے ہیں۔؟"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری روح ہے! جہنم کی چٹانوں میں سے ہر ایک چٹان دنیا کے تمام پہاڑوں سے بڑی ہے۔"

وہ بزرگ (یہ سن کر) بے ہوش ہو کر گر پڑے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے دل پر رکھا تو ان میں زندگی کی رمق باقی تھی تو آپ نے فرمایا:

"پڑھ! لا اله الا الله"

اس نے اسے پڑھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جنت کی بشارت دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

"یارسول اللہ! کیا وہ ہم میں سے ہے۔؟"

آپ ﷺ نے فرمایا:

"ہاں۔! اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

"ذلك لمن خاف مقامی وخاف وعید"

(سورۃ ابراہیم، آیت نمبر:١٤)

"یہ (جنت) ہے اس کے لیے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے۔"

(ابن ابی الدنیا)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان الارضین بین کل ارض الی التی تلیبها مسیرة خمس مائته سنته فالعلیا

Marfat.com

منها علی ظهر خوت قدالتقی طرفاه فی السماء والحوت علی صخرة وللصخرة بید ملك والثانیته سجن الریح فلما ار اداالله هلاك عاداَمر خازن الریح ان یرسل علیهم ریحاتهلك عاداقال یاارسل علیهه من الریح قدرمنخرثورقال له الجبار تیار ك وتعالی اذن یکفی الارض ومن علیها ولکن ارسل علیهم یقدر خاتم فهی التی قال اللّٰہ تعالی فی کتابه ماتذرمن شی اتب علیه الاجعلته کالرمیم)()(الذاریات:۴۲)

((والثالثة فیها حجاره جهنم الرابعته فیها کربت جهنم قالو ایا رسول الله اللنار کبرتب قال نعم والذی بنفسی بیده ان فیها لاو نته من کبریت لوار سلت فیها الجبال الرواسی لماعت والخامسته فیها حیات جهنم وان افواها کنالاودبته تلسع الکافر اللسعته فلایبقی منه لحم علی وضم والسادسته فیها عقارب جهنم وان ادنی عقربعته سقرو فیها ابلیس مصفد بالحد ید امامه ویده من خلقه فاذاار اداالله ان یطلقه لمایشاء من عباده اطلقه))(مستدرك حاکم)

”زمینوں میں سے زمین کا اس سے نیچے کی زمین تک پانچ سو سال کا فاصلہ ہے۔ان میں سے سب سے اوپر والی زمین مچھلی کی پشت پر ہے جس کے پر آسمان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں اور مچھلی (خود) ایک چٹان پر ہے اور وہ چٹان ایک فرشتہ کے ہاتھ میں ہے۔دوسری زمین ہوا کا جیل خانہ ہے۔جب اللہ تعالیٰ نے (قوم) عاد کو ہلاک کرنے کا ارادہ کیا تو ہوا کے نگران فرشتہ کو حکم فرمایا تھا کہ ان پر اتنی ہوا چھوڑ جو (قوم) عاد کو ہلاک کر ڈالے۔تو اس نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں ان پر بیل کے نتھنے کے (سوراخ) کے برابر ہوا چھوڑوں۔؟ تو اللہ جبار تبارک وتعالیٰ نے اسے فرمایا: تب تو یہ زمین اور اہل زمین سب (کی ہلاکت) کے لئے کافی ہو جائے گی، بلکہ تو ان پر ایک انگوٹھی (کے سوراخ کے برابر) (ہوا) بھیج۔پس یہی (بات) ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ذکر فرمایا:

”ماتذرمن شی اتت علیه الاجعلته کالرمیم“

”وہ ہوا جس چیز پر گزرتی تھی اس کو ایسا کر چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔“

تیسری زمین میں جہنم کے پتھر ہیں۔چوتھی میں جہنم کا کبریت (گندھک) ہے۔صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آگ کے لئے بھی گندھک ہے۔؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! مجھے قسم ہے اس

Marfat.com

ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اس میں تو گندھک کی وادیاں ہیں۔ اگر ان میں بلند پہاڑ بھی ڈال دیئے جائیں تو وہ بھی بہہ پڑیں۔ پانچویں زمین میں جہنم کے سانپ ہیں۔ ان کے منہ وادیوں کی طرح بڑے بڑے ہیں۔ جب کافر کو ایک دفعہ ڈسیں گے تو اس کے ڈھانچہ پر گوشت نہیں رہے گا (جھڑ جائے گا)۔ چھٹی زمین میں جہنم کے بچھو ہیں۔ ان میں سے سب سے چھوٹا بچھو گا بھن خچر جیسا (موٹا اور بڑا) ہے۔ جس کو ایک دفعہ ڈسے گا تو اسے جہنم کی گرمی بھلا دے گا۔ ساتویں زمین سقر ہے۔ شیطان کے اگلے حصہ کو اور ہاتھ کو اس کی پشت کے پیچھے لوہے کے ساتھ اس میں جکڑا ہوا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے اپنے بندوں میں سے جس کے متعلق جس کام کے لئے اس کو آزاد کرنا چاہے تو آزاد کر دیتا ہے۔''

جہنمی داروغے اور ان کی طاقت:

اللہ تعالیٰ نے سورۂ زخرف آیت 77 میں مالک فرشتہ کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ جہنم کا داروغہ ہے جہنم کے سب داروغوں سے بڑا بھی ہے اور ان کا سردار بھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو معراج کی شب دیکھا ہے۔ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کرنے میں پہل بھی فرمائی ہے۔

(مسلم شریف از حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ایک مرتبہ خواب میں بھی دیکھا۔ اس کی شکل نہایت مکروہ تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہودیوں کے کچھ آدمیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ سے پوچھا:

''کیا تمہارا نبی جہنم کے داروغوں کی تعداد جانتا ہے۔''

انہوں نے کہا:

''ہمیں معلوم نہیں۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھیں گے۔''

ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ پس عرض کیا:

''اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم آج آپ کے صحابہ مغلوب ہو رہے ہیں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''کیوں۔؟''

انہوں نے بتایا کہ ہم سے یہودیوں نے سوال کیا ہے کہ کیا تمہارا نبی جہنم کے داروغوں کی تعداد جانتا ہے؟''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

''پھر تم نے کیا جواب دیا۔''

Marfat.com

انہوں نے عرض کیا:

''ہم نے یہ جواب دیا کہ ہمیں اس کا علم نہیں، یہاں تک کہ ہم اپنے نبی سے پوچھ لیں۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''وہ قوم غالب رہتی ہے جس سے ایسی شئے کا سوال پوچھا جائے جسے وہ نہیں جانتے تو وہ کہتے ہیں:'' ہمیں اس کا علم نہیں۔ جب تک کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لیں۔'' لیکن ان یہودیوں نے تو اپنے نبی سے یہ سوال کیا اور کہا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کو سرعام دکھلا دے اللہ کے ان دشمنوں کو میرے پاس بلا لاؤ۔''

پس جب وہ آگئے اور انہوں نے کہا:

''اے ابوالقاسم! (یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ہے) جہنم کے داروغے کتنے ہیں۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اتنے اور اتنے۔''

ایک مرتبہ آپ نے دس اور ایک مرتبہ آپ نے نَو کا ارشاد فرمایا۔

انہوں نے کہا:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درست فرمایا۔''

(جامع ترمذی)

امام بیہقی کہتے ہیں کہ یہ حدیث گزشتہ حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے الوداعی انداز میں تشریف لائے اور:

''انا محمد النبی الامی ثلاثا ولانبی بعدیؔ اوتیت فواتح الکلم وخواتمہ وجوامعہ وعلمت کم خزنۃ النار وحملۃ العرش''

(مسند امام احمد)

''تین مرتبہ فرمایا: میں محمد آخری اور امی نبی ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں ابتدائی اور انتہائی اور جامع کلمات عطا کیا گیا ہوں اور مجھے یہ بھی علم عطا ہوا ہے کہ جہنم کے داروغے اور عرش الٰہی کو اٹھانے والے کتنے فرشتے ہیں۔'' (مسند احمد)

جہنمیوں کی بدصورتی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ سے آیت کریمہ:

Marfat.com

"یوم ند عوا کل اناس باما مھم" (سورۃ الاسراء، آیت نمبر ۷۱)
"ہم جس دن سب لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے۔"
کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:
"مسلمانوں میں ایک آدمی بلایا جائے گا، اسے داہنے ہاتھ میں کتاب دی جائے گی، اس کا جسم ساٹھ ہاتھ لمبا کیا جائے گا، اس کا چہرہ سفید کیا جائے گا اور اس کے سر پر نور سے چمکتا ہوا تاج رکھا جائے گا۔ پس وہ اپنے دوستوں کی طرف چل پڑے گا۔ جب وہ اسے دور سے (آتا ہوا) دیکھیں گے تو دعا کریں گے: اے اللہ! اسے ہمارے پاس بھیج دے اور اسکی برکت ہمیں بھی عطا فرما! یہاں تک کہ وہ ان کے پاس جا پہنچے گا اور انہیں کہے گا: تمہیں خوشخبری ہو! تم میں سے ہر ایک کے لئے ایسا ہی انعام ہے۔ اور کافر کا یہ حال ہوگا کہ اس کا منہ کالا کیا جائے گا۔ اس کے جسم کو قدِ آدم جتنا بڑھایا جائے گا اور آگ کی (بڑی) ٹوپی اس کے سر پر پہنائی جائے گی۔ جب اس کے دوست اسے دیکھیں گے تو کہیں گے: ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں اس کے شر سے! اے اللہ! اسے ہمارے پاس نہ بھیج! لیکن وہ ان کے پاس جا پہنچے گا، تو وہ کہیں گے: اے اللہ! اسے ہم سے دور لے جا! تو وہ کہے گا: اللہ تعالیٰ نے تمہیں (اپنے سے) دور کر دیا ہے! تم میں سے ایک کے لئے ایسا ہی (عذاب) ہے۔" (جامع ترمذی)
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"من مات وھو من اھل الجنة من صغیرہ و کبیرہ یر دون ثلا ثین فی الجنة الایر دون علیھا ابداو کزلك اھل النار" (جامع ترمذی)
"جب کوئی فوت ہوتا ہے، وہ عمر میں چھوٹا ہو یا بڑا اگر وہ اہل جنت میں سے ہو تو یہ جنت میں تیس سال کی عمر میں داخل کیا جائے گا اور اگر اہل دوزخ سے ہو تو اسی (تیس سالہ) عمر میں ہوگا۔"
ترمذی کی روایت کے علاوہ دوسری روایت میں تینتیس سال کی عمر بھی آئی ہے۔
حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"مامن کان من اھل حدیموت سقطااوھر ماوا نماالناس بین زلك الابعثابن ثلاثین سنة فاذا کان من اھل الجنة کان علی مسحنة ادم و صورة یوسف و قلب ایوب و من کان من اھل النار عظمو او فخمو ہ کالجبال"
(سنن طبرانی)
"جو کوئی ناقص پیدا ہوتا ہے یا بوڑھا جب کہ لوگ اسی کے دوران میں عمریں پاتے ہیں، اسے تیس سال کی عمر میں اٹھایا جائے گا۔ اگر وہ جنتی ہوگا تو حضرت آدم علیہ السلام کی شکل، حضرت یوسف علیہ السلام کے

Marfat.com

حسن، حضرت ایوب علیہ السلام کے دل پر ہوگا اور جو دوزخی ہوگا تو اس کو پہاڑوں کی طرح بڑا اور موٹا کر دیا جائے گا۔"

حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ا نے فرمایا:

"من كان له و جهان في الدنيا كان له يوم القيامة لسا نان من نار"

(سنن ابی داؤد)

"جو دنیا میں دو رخا ہوگا قیامت میں اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔"

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ذوالو جهين في الدنيا ياتي يوم القيامة و له و جهان من نار"

(سنن طبرانی)

"دنیا میں دو رُخا قیامت میں آئے گا تو اس کے آگ کے دو منہ ہوں گے۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مابين منكبي الكافر مسيرة ثلاثته ايام للمراكب السيح"

(صحیح بخاری و مسلم)

"کافر کے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار سوار کے تین روز کے سفر کے برابر ہوگا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ضرس الكافر او ناب الكافر مثل احد و غلظ جلده مسيرة ثلاثته ايام"

(صحیح مسلم)

"کافر کی ایک داڑھ یا ایک دانت احد (پہاڑ) کے برابر ہوگا اور اس کی کھال کی موٹائی تین دن چلنے کے (سفر) کے برابر ہوگی۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ضرس الكافر يوم القيامته مثل احد عرض جلده سيعون ذراعا و عضه ه مثل اليضاء فخذه مثل ورقان النار مثل يسى و بين الديده"

(مستدرک حاکم) (امام احمد بن حنبل)

"روز قیامت کافر کی داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی کھال کی موٹائی ستر ہاتھ ہوگی اس کا بازو (مدینہ سے) بیضاء جتنا موٹا ہوگا۔ اس کی ران مدینہ سے ورقان جتنی ہوگی۔ آگ میں اس کی بیٹھک اس میری جگہ (مدینہ) سے مقام ربذہ جتنی وسیع جگہ پر ہوگی۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ا نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

"ضرس الکافر مثل احد وفخذہ مثل البیضاء مقعدہ من النار کمابین قدیدہ مکۃ و کثافتہ جلدہ ائنان وار بعون ذراعانذراع الجبار"

(مسند امام احمد)

"کافر کی داڑھ اُحد پہاڑ کی طرح (موٹی اور بڑی) ہوگی۔ اس کی ران بیضاء (پہاڑ) جتنی موٹی اور (بڑی) ہوگی۔ اس کی بیٹھک آگ میں قدید اور مکہ مکرمہ کے (درمیانی فاصلہ کے) برابر ہوگی اور اس کے چمڑے کی موٹائی بیالیس ہاتھوں کے برابر ہوگی جن کی لمبائی کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"یعظم اهل النار فی النار حتی ان مابین چحمتہ اذن احد هم الی عاتقہ مسیرۃ سبعمائتہ عام وان غلظ جلدہ سیعون ذراعاوان ضوسہ مثل احد"

(مسند امام احمد)

"جہنم میں دوزخیوں کو اتنا موٹا کر دیا جائے گا کہ ان میں سے ہر ایک کافر کی ایک کان کی لو اور اس کی کندھوں کا درمیانی فاصلہ سات سو سال (چلنے) کے برابر ہے۔ اس کے چمڑے کی موٹائی ستر ہاتھ کے برابر ہوگی اور اس کی ایک داڑھ احد پہاڑ کے مثل ہوگی۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ان الکافر لیعظم حتی ان ضرسہ لا عظم من احدوفضلتہ جسدہ علی ضرسہ کفضیلتہ جسداحد کم علی ضرسہ"

(ابن ماجہ) (سنن طبرانی)

"بلاشبہ! کافر کے جسم کو اتنا موٹا کر دیا جائے گا کہ اس کی ایک داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کے جسم کی بڑائی اس کی داڑھ پر اس تناسب سے ہوگی جتنا تم میں سے کسی کا جسم اس کی داڑھ سے بڑا ہوتا ہے۔"

حضرت مقدام بن معد یکرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"من کان من اهل النار عظمه وافخموا کا لجبال" (سنن طبرانی)

"جو لوگ دوزخی ہوں گے انہیں پہاڑوں کی طرح موٹا جسم دیا جائے گا۔"

حضرت ابو سعید خذری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے:

"وجو ههم فیها کالحون"

کی تفسیر میں فرمایا:

"تشویه النار تفقلص شفته العیا حتی تبلغ وسط راسه وتستر خی شفته

Marfat.com

السفلی حتی تضرب سر ته"

(مسند امام احمد) (جامع ترمذی) (مستدرک حاکم وقال: صحیح)

"چہرے کو دوزخ کی آگ ایسے بھون دے گی کہ اس کا اوپر کا ہونٹ اوپر کو چڑھ جائے گا، یہاں تک کہ سر کے درمیان تک جا پہنچے گا اور اس کا نچلا ہونٹ نیچے کو لٹک جائے گا، یہاں تک کہ وہ دوزخی کی ناف تک جا پہنچے گا۔"

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے فرمایا:

"ان الکافر یجر السانه یوم االقیامسته من ورائه قدرفرسخین فیو طئوه الناس"

(مسند الامام احمد) (سنن ترمذی)

"کافر روز قیامت اپنی زبان کو دو فرسخ (سولہ سو کلومیٹر) کے برابر اپنی پشت پیچھے گھسیٹتا ہوگا اور لوگ اسے روندتے ہوں گے۔"

حضرت حارث بن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان من امتی من یعظم لنار حتی یکون احد زوایاها"

(مسند امام احمد) (ابن ماجہ) (مستدرک حاکم)

"میری امت میں سے بعض کے جسم کو (اتنا) موٹا کیا جائے گا کہ اس کا جسم جہنم کے ایک کونے کے برابر ہو جائے گا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"فخده فی جهنم مثل احد وضرسه مثل النیضاء قل لم ذلك یارسول الله قال کان عاقابو الدیه"

(سنن طبرانی)

"مسلمان کی ران دوزخ میں اُحد (پہاڑ) کے برابر ہوگی اور اس کی داڑھ بیضاء پہاڑ کے برابر ہوگی۔ (حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں:) میں نے پوچھا: یارسول اللہ! ایسا کیوں ہوگا۔؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس لئے کہ وہ اپنے والدین کا نافرمان تھا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یجاء بالا میرالجائر یوم القیا مته فتخا صعه الرعیته فیفلجوا عیته فیقولون له سد عنار کنامن کان جهنم

"روز قیامت ظالم حکمران کو پیش کیا جائے گا جس سے اس کی رعایا جھگڑا کرے گی، اس پر غالب آ جائے

Marfat.com

گی اور اس سے کہے گی: ہماری طرف سے جہنم کے گوشوں سے کسی گوشے کو (اپنے جسم سے) پر کرو۔"

روایت ہے:

"ان ابراهيم عليه السلام اذا شفع فی ابيه قيل له يا ابراهيم انظر ماوراءك فاذا هو بذيخ ملطخ فيوخذ بقوائمه و يلقى فی النار"

(حدیث صحیح)

"حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے اب (آزر) کی شفاعت کریں گے تو انہیں حکم ہوگا: اے ابراہیم! اپنے پیچھے دیکھو! جب وہ نظر کریں گے تو ان کا اب بھیڑیے کی شکل میں پاخانہ میں لتھڑا ہوا ہوگا۔ اس کے بعد اس کی ٹانگوں سے پکڑ کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔"

جہنمیوں کی بدبو اور اپاہج ہونے کا بیان:

حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ منصور کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جبریل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ کو بتایا:

"لو ان رجلا ادخل النار ثم اخرج منها لمات اهل الارض من نتن ريحه و تشويه خلقه"

"اگر کسی آدمی کو دوزخ میں ڈالا جائے، پھر اس سے نکال دیا جائے تو اس کی بدبو اور بدصورتی کے عذاب سے تمام باشندگانِ زمین مرجائیں۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

"لو كان رجلا من اهل النار اخرج الى الدنيا لمات اهل الدنيا من وحشة منظره و نتن ريحه قال ثم بكى عبد الله بكاء شديدا"

(ابن ابی الدنیا)

"اگر جہنم میں سے کسی آدمی کو دنیا کی طرف بھیج دیا جائے تو تمام اہل دنیا اس کی بدصورتی کی ہیبت اور بدبودار ہوا سے ہلاک ہوجائیں۔"

راوی کہتے ہیں:

"اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما بہت روئے۔"

جہنمیوں کے رونے اور چیخنے کا بیان:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''يلقى البكاء على اهل النار فيبكون حتى تنقطع الدموع ثم يبكون الدم حتى يصبير في وجوههم كهيئة الاخدود لو ارسلت فيه السفن لجرت''

(سنن ابن ماجہ)

''اہل دوزخ پر رونے کا عذاب مسلط کیا جائے گا تو وہ اتنا روئیں گے کہ آنسو خشک ہو جائیں گے۔ اس کے بعد روتے ہوئے خون بہائیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے چہروں میں گڑھے کی طرح پھٹن پڑ جائیں گے۔ اگر ان میں کشتیوں کو چھوڑ دیا جائے تو وہ بھی ان میں چل پڑیں۔''

چہروں کی پھٹن میں کشتیوں کا چلنا اس طرح سے ہے کہ چونکہ کفار کے فقط دانت دوزخ میں پہاڑوں سے بھی بڑے ہوں گے اس حساب سے ان کے چہروں کے گڑھوں میں کشتیاں بھی چلائی جائیں تو چل سکیں گی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ان اهل النار ليبكون الدموع في النار حتى لو اجريت السفن في دموعهم لجرت ثم انهم ليبكون بالدم بعدالدمعولمثل ماهم فيه فليبك''

''دوزخی جہنم میں شروع میں تو آنسوؤں سے روئیں گے حتی کہ اگر ان کے آنسوؤں میں کشتیوں کو چلایا جائے تو وہ بھی چل پڑیں۔ آنسوؤں کے بعد وہ خون بہا کر روئیں گے، جیسی حالت میں وہ ہوں گے اس میں انہیں رونا ہی رونا ہے۔''

سالم بن عبداللہ المحاربی (مرسلا) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

''اللهم ارزقني عينين بطالتين يشفيان القلب بذروف الدموع من خشيتك قبل ان يكون الدمع دماوالاضراس جمرا''

''اے اللہ! مجھے رونے والی آنکھیں عطاء فرما، جو اپنے آنسو بہانے کے ساتھ دل کو تیرے خوف سے صاف کر دیں۔ اس سے پہلے کہ اس کے آنسو خون بن جائیں اور داڑھیں انگارے بن جائیں۔''

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ا نے فرمایا:

''رايت رويا فذكر حديثا طويلا وفيه قال: ''ثم انطلقنافاذانحن نرى دخانا ونسمع عواء ''قلت'' ماهذا؟ قال: هذاجهنم''(سنن طبرانی)

''میں نے ایک خواب دیکھا'' پھر آپ ﷺ نے ایک طویل حدیث بیان فرمائی جس میں یہ بھی فرمایا: پھر ہم چل پڑے۔ پس ہم نے اچانک دھویں کو دیکھا اور بھونکنے کی آواز سنی تو میں نے پوچھا: یہ کیا آواز ہے۔؟ تو بتایا گیا کہ جہنم ہے (اس سے اہل دوزخ کے بھونکنے کی آواز آرہی ہے)''

Marfat.com

جہنمیوں کی فریادیں:

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

”فیقولون: ادعوا خزنة جهنم فیقولون: اولم تك تاتیكم رسلكم بالبینات قالوا بلی: قالوا فادعا اومادعاء الكافرین الا فی ضلال

(سورۃ المومن، آیت نمبر:50)

قال فیقولون: ادعوا مالكافیقولون: یامالك لیقض علینا ربك قال انكم ماكثون“

(سورۃ الزخرف، آیت نمبر:77)

”اہل جہنم کہیں گے: دوزخ کے داروغوں کو (مدد کیلئے) پکارو تو وہ داروغے جواب میں کہیں گے: کیا تمہارے پاس پیغمبر معجزات لے کر کے نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے: ہاں آئے تھے۔ تو فرشتے کہیں گے: اب خود ہی دعا کرتے رہو، لیکن اس وقت کافروں کی دعا بے فائدہ ہے۔ اس کے بعد وہ کہیں گے کہ داروغہ جہنم مالک فرشتہ کو مدد کے لیے پکارو تو وہ کہیں گے: اے مالک! اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارے لئے موت کا فیصلہ فرمادے۔ تو وہ جواب دے گا: اب تم ہمیشہ کے لئے یہاں جہنم میں ہی رہو گے۔“

ایفع بن عبدالکلامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اذادخل اهل الجنة الجنة واهل النار النار قال اللّٰهیا اهل الجنة كم لبثتم فی الارض عددسنین قالواالشنا یوما اوبعض یوم“

(سورۃ المومنون، آیت نمبر:112-113)

”قال نعم ماااتجرتم فی یوم اوبعض یوم رحمتی ورضوانی وجنتی امكثوافیها خالدین مخلدین ثم یقول لاهل النار: كم لبثتم فی الارض عددسنین۔ قالوالبثنا یوما اوبعض یوم فیقول: بئس مااتجرتم فی یوم او بعض یوم سخطی ومعصیتی وناری اسكثوافیها خالدین مخلدین فیقولون ربنا اخرجنا منها ان عدنا فانا ظالمون فیقول: اخسئوافیها ولا تكلمون فیكون ذلك آخرعهدهم بكلام ربهم عزوجل“(ابونعیم)

”جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے جنت والو! تم نے زمین پر کتنے سال گزارے؟ وہ کہیں گے: ایک دن یا دن کا کچھ حصہ۔ (آخرت میں ان کو دنیا کی زندگی ایک دن یا اس سے بھی کم معلوم ہوگی۔) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے ایک دن یا دن کے کچھ حصہ میں

Marfat.com

میری رحمت' رضا اور جنت کی بہتر کارکردگی دکھلائی ہے۔تم جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ٹھہرے رہو۔پھر اہل دوزخ سے فرمائے گا: تم لوگ زمین پر کتنی مدت رہے؟ تو وہ کہیں گے: ایک دن یا اس کا کچھ حصہ۔(دوزخ میں ان کو دنیا کی زندگی ایک دن یا اس کا کچھ حصہ معلوم ہوگی) تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تم نے ایک دن یا اس کے کچھ حصہ میں میری ناراضی' نافرمانی اور آگ حاصل کر کے بہت بُرا کیا ہے۔اب تم جہنم میں ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو۔تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نکال دے! اب اگر ہم نے دوبارہ یہی کام کئے تو ہم بلاشبہ! حد سے گزرنے والے ہوں گے۔تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اب جہنم ہی میں ذلیل وخوار ہو کر پڑے رہو اور میرے ساتھ بات نہ کرو۔بس یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اہل جہنم کا آخری کلام ہوگا۔"

اکثر اہلِ جہنم:

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یامعشر النساء تصدقن فانی رائیکن اکثر اهل النار فقلن: ولم یارسول الله؟ قال تکثون اللعن وتکفرن العشیر مارآیت من ناقصات عقل ودین اذهب للب الرجل الحازم من احد اکن" (صحیح بخاری ومسلم)

"اے عورتوں کی جماعت! تم صدقہ ضرور کیا کرو۔میں نے تمہیں زیادہ تر دوزخیوں میں دیکھا ہے۔انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کس وجہ سے۔؟ فرمایا: اس لئے کہ تم لعن طعن بہت کرتی ہو، اپنے ساتھ رہن سہن کرنے والے یعنی خاوندوں کے حقوق بجا نہیں لاتیں۔میں نے عقل اور دین کے اعتبار سے عورتوں سے زیادہ کسی کو ناقص نہیں دیکھا جو تم میں سے مستقل مزاج آدمی کی عقل پر غالب آجاتی ہیں۔"

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسوف کے خطبہ میں فرمایا:

"رایت النار ورایت اکثر اهلها الساء بکفرهن قیل ایکفرن بالله؟ قال یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان لواحست الی احداهن الدهر ثم رات منك شیئا قالت مارایت منك خیراقط" (صحیح بخاری) (صحیح مسلم)

"میں نے دوزخ کو دیکھا کہ ان میں اکثر عورتیں ہیں اپنے کفر کی وجہ سے۔سوال کیا گیا: کیا وہ اللہ کے ساتھ کفر کرتی ہیں۔؟ فرمایا: ان کے کفر کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے ساتھ اچھے نباہ کی ناشکری کرتی ہیں۔اگر ان میں سے کسی کے ساتھ مدت دراز تک تُو حسن سلوک کرتا رہے، پھر وہ تجھ سے کوئی تکلیف پائے تو کہہ دیتی ہے کہ تیرے پاس میں نے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔"

ایک مرتبہ صحابہ کرام نے آپس میں بطور تفاخر یا بطور مذاکرہ فرمایا کہ جنت میں مرد زیادہ ہوں گے یا عورتیں۔؟ تو

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل ارشاد فرمایا:

''ان اول مرة تدخل الجنة على صورة القمر ليلة البدر والتى تليها على اضوء كوكب درى فى السماء' لكل واحد منهم زوجتان اثنتان يرى مسخ سوقهما من وراء اللحم ومافى الجنة عذاب''(صحيح مسلم)

''پہلی جماعت جو جنت میں داخل ہوگی ان کی شکل چودھویں رات کے چاند جیسی ہوگی اور جو اس کے بعد داخل ہوگی ان کی شکل آسمان میں سب سے زیادہ چمکنے والے ستارہ کی طرح ہوگی۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے دو دو بیویاں ہوں گی جن کی پنڈلیوں کی ہڈیوں کا گودا گوشت کے اندر سے نظر آئے گا اور جنت میں کوئی آدمی بیوی کے بغیر نہیں ہوگا۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اطلعت فى الجنة فرآيت اكثراهلهاالفقراء واطلعت فى النار فرايت اهلها النساء والاغنياء''(مسند امام احمد)

''میں نے جنت میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثر فقراء تھے اور جہنم میں جھانک کر دیکھا تو اس میں اکثر عورتیں اور دولتمند تھے۔''

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''يقول اللهعزوجل يوم القيامة:ياآدم فيقول:لبيك وسعديك فينادى بصوت ان اللهبامرك ان تخرج بعث النار من ذريتك قال يارب ومابعث النار؟ قال: من كل الف تسعمائة وتسعة وتسعون' فحيئذ تضع الحامل و يشيب الوليد (وترى الناس سكارى وماهم بسكارى ولكن عذاب اللهشديد'' (الحج 2) فشق ذلك على الناس حتى تغيرت وجوههم' فقال النبى صلى اللهعليه وسلم من ياجوج وماجوج تسعمائة وتسعة وتسعون ومنكم واحد'' ثم قال انتم فى الناس كالشعرة السوداء فى جنب الشورالآ بيض او كالشعرة البيضاء فى جنب الشور الاسودانى لارجوان تكونوا اربع اهل الجنة فكبرنا'' ثم قال ثلث اهل الجنة'' فكبرنا فقال شطراهل الجنة فكبرنا ''

(صحیح بخاری)

Marfat.com

''روز قیامت اللہ عزوجل حضرت آدم سے ارشاد فرمائے گا: اے آدم! تو حضرت آدم عرض کریں گے: ''لبیک وسعدیک'' (میں حاضر ہوں اور سعادت آپ کی جانب سے ہے۔) پس بلند آواز سے ندا کی جائے گی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ آپ اپنی اولاد میں سے ایک جماعت کو جہنم سے نکال لیں۔ وہ عرض کریں گے: اے پروردگار! جماعت کی کیا مقدار ہے۔؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ہر ہزار میں نوسوننانوے (افراد جماعت ہیں) پس (جب دوزخی یہ سنیں گے) تو حاملہ کا حمل گر جائے گا، بچہ بوڑھا ہو جائے گا اور آپ لوگوں کو بے ہوش دیکھیں گے، حالانکہ وہ بے ہوش نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہی بہت سخت ہوگا (جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو یہ بات ارشاد فرمائی) تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہ پر بہت بھاری ہوگئی۔ یہاں تک کہ ان کے چہرے متغیر ہو گئے۔ (اس حالت کو دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ اور دیگر امت محمدیہ کو بطور تسلی) فرمایا: یاجوج اور ماجوج نوسوننانوے ہوں گے اور تم میں سے (میری امت میں سے) ایک جہنم میں ہوگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ حضرات لوگوں میں ایسے ہوں گے جیسے سفید بیل کے پہلو میں سیاہ بال ہوتا ہے یا سیاہ بیل کے پہلو میں سفید بال ہوتا ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ تم لوگ امت محمدیہ اہل جنت میں چوتھائی ہو گئے۔ یہ سن کر ہم نے خوشی سے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ نے فرمایا: تم اہل جنت میں تہائی ہو گئے تو بھی ہم نے خوشی سے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اہل جنت میں آدھے ہو گئے تو بھی ہم نے خوشی سے اللہ اکبر کہا۔''

اہل جہنم.....قرآن، احادیث اور آثار کی روشنی میں:

حضرت ابو عامر اشعری فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل دوزخ کے متعلق سوال کیا:

''دوزخی کون ہے۔؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

"لقدسالت عن عظیم کل شدید قعبری فقال: وماالقعبری یارسول اللہ؟ قال: الشدید علی العشیرۃ۔ الشدید علی الاھل' الشدید علی الصاحب قال: فمن اھل الجنۃ یارسول اللہ؟ فقال: سبحان اللہ لقد سالت عن عظیم' کل ضعیف مزھد''

''تم نے بہت بڑی بات پوچھی۔ ہر بخیل قعبری جہنم میں جائے گا۔ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! قعبری کون ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے ساتھ رہن سہن کرنے والوں پر بخل کرنے والا، اپنے گھر اہل

Marfat.com

خانہ پر بخل کرنے والا اور اپنے ہم نشین پر بخل کرنے والا۔ پھر اس نے پوچھا: یا رسول اللہ! جنتی کون ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے بڑی بات کے متعلق سوال کیا۔ (پھر فرمایا:) ہر ضعیف اور تارک دنیا۔"

حضرت غیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

"واهل الجنة ثلاثة ذو سلطان مقسط متصدق ورجل رحيم رقيق القلب لكل ذى قربى ومسلم عحيف متحفف ذوعيال واهل النار خمسة الضعيف الذى لازبرله الذين هم فيكم تبع لا يبغون اهلا ولامالا والخائن الذى لا يخفى له طمع وان دق الا خانه ورجل لا يصبح ولايمسى الاوهويخادعك عن اهلك ومالك وذكر البخل والكذب والشنظير الفاحش" (صحيح مسلم)

"اہل جنت تین قسم کے لوگ ہیں۔ صاحب سلطنت، عادل خیرات کرنے والا، بہت مہربان، ہر رشتہ دار کے لئے نرم دل اور ہر حرام اور مکروہ کام سے رکنے والا، عیالدار، بوقت ضرورت ہاتھ پھیلانے سے بچنے والا۔ اہل جہنم پانچ قسم کے لوگ ہیں۔ ہر موٹا تازہ جواپنی بزدلی کی بنا پر کمزور بنا پھرتا ہو، لوگوں کے پیچھے پیچھے چلتا ہو، نہ بیوی بچوں کا خواہشمند ہو، نہ رزق کی جستجو کرتا ہو، وہ خیانتی جس کی کوئی تمنا ادھوری نہ رہتی ہو، اگر اسے موقع مل جائے تو وہ خیانت کر ہی ڈالے، وہ آدمی جو تیرے اہل اور مال کے متعلق صبح شام تجھے دھوکہ دیتا رہے، کنجوس، جھوٹا اور بے حد بداخلاق۔"

دوزخیوں کی پہلی قسم باقی اقسام سے زیادہ بری ہے، کیونکہ ان کے پیش نظر دنیا اور آخرت کی طرف کے کچھ مقاصد نہیں۔ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ جیسے ہو بس اپنے پیٹ اور فرج کی آگ بجھے۔ اس کے لئے یا تو یہ لوگوں کے پیچھے چلتے ہوئے ان کے غلام بن جاتے ہیں یا ان کے آگے پیچھے چکر لگانے والے منگتے۔ پھر اپنی مکاری اور عیاری سے اپنے پیٹ اور فرج کے لئے مکروہ عزائم پورے کرتے ہیں۔

دوزخیوں کی دوسری قسم میں وہ خیانتی داخل ہیں جو موقعہ پاتے ہی چھوٹی موٹی ہر قسم کی خیانت کرتے اور اسے غنیمت سمجھتے ہیں۔ اس خیانت میں ناپ تول میں کمی بھی شامل ہے۔ اسی طرح یتیموں کے اموال، اوقاف کے اموال، مدارس کے اموال اور دیگر اموال جن کا کسی کو وکیل بنایا جاتا ہے ان میں بھی وہ خیانت کر ڈالتے ہیں۔ چاہے یہ امانتیں معمولی ہوں یا غیر معمولی۔ یہ سب نفاق کی خصلتوں میں سے ہے۔ اس میں عمومی طور پر یہ خیانت بھی شامل ہے جو آدمی چوری چھپے حرام چیزوں کا ارتکاب کر کے بظاہر پرہیزگار بنتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام میں خیانت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

تیسری قسم میں وہ دھوکہ باز ہیں جس کی صبح و شام کی عادت لوگوں کو ان کے اموال اور اہل و عیال میں دھوکا دینا

Marfat.com

ہے، جبکہ دھوکہ بازی منافقوں کے اوصاف میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس برائی سے موصوف فرمایا ہے۔ دھوکہ کا معنی ہے: خیر کو ظاہر کر کے دکھانا اور شر کو پس پردہ رکھنا، تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کے اموال اپنے اہل وعیال تک پہنچ سکیں اور اس تدبیر سے اپنے لئے (ناجائز طور پر) منافع حاصل کر سکیں، جبکہ یہ فریب اور دھوکہ بازی میں شامل ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من غش فليس منا والمكر و والخداع فى النار"

"جس نے دھوکہ بازی کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ فریب اور دھوکہ بازی جہنم میں ان (دھوکہ بازوں) کے ساتھ جائیں گے۔"

چوتھی قسم میں جھوٹا اور کنجوس شامل ہے۔ یہ جھوٹ اور کنجوسی دونوں حرص اور لالچ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ شیطان نے کہا:

"ابن آدم مجھ پر ہرگز غالب نہیں ہوگا۔ یہ حرام طریقہ سے مال حاصل کرے گا یا اسے غلط مد میں خرچ کرے گا یا حق کی جگہ پر خرچ کرنے سے روک لے گا۔"

نہایت بدخلق بھی دوزخی ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان من شر الناس منزلة عندالله يوم القيامة من تركه الناس اتقاء فحشه"

(صحیح بخاری ومسلم)

"روز قیامت اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں بدترین درجہ میں وہ آدمی ہوگا جسے لوگوں نے اس کی بدخلقی سے بچنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ان الله يبغض الفاحش البذىء"

(جامع الترمذی)

"اللہ تعالیٰ بدخلق اور بے ہودہ خرافات بکنے والے سے بغض فرماتا ہے۔"

مسند احمد میں گزشتہ حدیث کے ہم معنی ایک حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"(آدمی کو اللہ تعالیٰ کے سامنے) شریر ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ وہ بدخلق ہو۔"

خرافات بکنے والا، کنجوس اور بزدل بھی اہل جہنم میں سے ہے۔ خرافات بکنے والے کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی اس کے سامنے آئے تو گالی گلوچ اور غلیظ باتوں سے اس کا استقبال کرے اور انہیں سے اس کی تواضع کرے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کو ناپسندیدہ چیزوں سے اور دوزخ کو خواہشات کے پردہ میں چھپایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

"فاما من طغی و آثر الحیاة الدنیا فان الجحیم هی الماوی و اما من خاف مقام ربه و نهی النفس عن الهوی فان الجنة هی الماوی "

(سورۃ النازعات: 37-41)

"جس شخص نے حق سے سرکشی کی ہوگی اور آخرت کا منکر ہو کر اس پر دینوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی سو دوزخ اس کا ٹھکانا ہوگا۔ جو شخص دنیا میں اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور اپنے نفس کو برائی سے روکے گا، سو اس کا ٹھکانا جنت ہوگا۔"

پس جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کو قربان کر کے نفس کشی کی اور جنت والے اعمال کیے وہ خدا کے سامنے اپنے آپ کو ضعیف اور ناتواں سمجھتے رہے اور جنت میں داخل ہو گئے، لیکن جنہوں نے نفسانی خواہشات کو مدنظر رکھ کر اللہ کے سامنے تکبر کیا اور اعمال بد میں مبتلا رہے وہ جہنم کا ایندھن بن گئے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لما خلق اللّٰہ الجنة و النار ارسل جبریل الی الجنة فقال: انظر الیها و الی ماعددت لا هلها فیها قال: فجاء هافنظر الیها و الی ماعدلاهلها' قال: فرجع الیه فقال: وعزتك لایسمع بها احد الا دخلها فامربها فحفت بالمکاره فقال: ارجع الیها' فانظر الی ماعددت لاهلها' قال: فرجع الیها فاذا هی قدخفت بالمکاره فرجع الیه' فقال وعزتك لقد خفت الا یدخلها احدقال: فاذهب الی النار فانظرالی ماعددت لاهلها فاذا هی یرکب بعضها بعضا' فرجع الیه فقال: وعزتك لا یسمع بها احد فیدخلها' فامربها فحفت بالشهوات' فقال: ارجع الیها فرجع الیها فقال: وعزتك لقد خشیت الا ینجو منها احدالا دخلها"

(مسند امام احمد) (سنن ابی داؤد) (سنن ترمذی)

"جب اللہ جل شانہ نے جنت اور جہنم کو پیدا کیا تو جبرائیل علیہ السلام کو جنت کی طرف روانہ کیا اور فرمایا: جنت کو بھی دیکھو اور جو کچھ میں نے جنتیوں کے لئے تیار کیا ہے اسے بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پس وہ جنت میں آئے اور اسے دیکھا اور اسے بھی جو جنت والوں کے لئے تیار فرمایا تھا۔ پھر وہ اللہ جل شانہ کے پاس لوٹ گئے اور عرض کیا: مجھے آپ کے غلبہ اور طاقت کی قسم! جنت کے بارے میں کوئی بھی نہیں سنے گا، مگر وہ اس میں داخل ہو جائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا تو وہ مکروہات (جن کاموں کو کرنا مشکل ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، حسنِ اخلاق اور تمام حسنات) میں چھپا دی گئی اور فرمایا: اب

Marfat.com

جنت کی طرف جاؤ اور دیکھو! ہم نے جنت والوں کے لئے کیا تیار کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: پس وہ جنت کی طرف لوٹ آئے تو وہ مکروہات میں ڈھکی ہوئی تھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ گئے اور عرض کیا: مجھے آپ کے غلبہ قدرت کی قسم! میں ڈرتا ہوں کہ اب تو اس میں کوئی ایک بھی داخل نہ ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب جہنم کی طرف جاؤ اور دیکھو! میں نے جہنم والوں کے لئے کیا تیار کیا ہے۔؟ جب اسے جا کر دیکھا تو وہ اوپر نیچے اپنے آپ پر چڑھی ہوئی تھی تو وہ اللہ جل شانہ کی طرف لوٹ آئے اور عرض کیا: مجھے آپ کے غلبہ قدرت کی قسم! جو بھی اس کے بارے میں سنے گا وہ اس میں داخل نہ ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق حکم فرمایا: خواہشات میں چھپ جاؤ اور حضرت جبریل سے فرمایا: اب جاؤ! جب وہ لوٹے تو دیکھ کر عرض کیا: مجھے آپ کے غلبہ قدرت کی قسم! اب تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ کوئی ایک بھی اس سے نجات نہ پا سکے گا، بلکہ اس میں داخل ہو جائے گا۔"

سب سے پہلے جہنم میں جانے والے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عرض علی اول ثلاثة يدخلون الجنة و اول ثلاثة يدخلون النار فاما اول ثلاثة رق الدنيا عن طاعة ربه وفقير متعف ذوعيال و اول ثلاثة يدخلون النار فامير متسلط و ذو ثروه من مال يمنح حق الله فى ماله وفقير فخور"

(مسند امام احمد) (سنن ترمذی)

"میرے سامنے وہ تین قسم کے لوگ پیش کئے گئے جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ تین بھی جو سب سے پہلے جہنم میں داخل ہوں گے۔ پس وہ تین جو سب سے پہلے جنت میں جائیں گے: وہ شہید، مملوک غلام جسے دنیا کی غلامی خدا کی عبادت سے نہ روکے اور غریب، عیالدار، دست سوال نہ پھیلانے والا ہے۔ وہ تین جو سب سے پہلے دوزخ میں جائیں گے ان میں سے ایک وہ سربراہ جو اپنے ظلم سے رعایا پر مسلط ہو، دوسرا وہ مالدار جو اپنے مال میں سے اللہ کا حق زکوٰۃ وغیرہ ادا نہ کرے اور تیسرا وہ غریب جو اپنے پاس کچھ نہ ہونے کے باوجود اتراتا ہو۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریا کار مجاہد، قاری اور سخی کے متعلق فرمایا:

"اولئك اول خلق الله تسعر بهم النار يوم القيامة يا اباهريرة"

(صحیح مسلم)

"یہ وہ لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ روز قیامت آگ کو ایندھن دے گا (یہ سب سے پہلے جہنم میں جائیں

Marfat.com

گے)۔“

ریا کاروں کو سب سے پہلے جہنم کا ایندھن اس لئے بنایا جائے گا، کیونکہ ریا شرک اصغر ہے اور جو گناہ شرک سے متعلق ہوں گے وہ دیگر گناہوں سے عذاب میں بھی زیادہ ہیں۔ اس لئے ان کو دوسرے گناہگاروں سے قبل جہنم میں بطور ایندھن ڈالا جائے گا۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ فاسق قراء کو مشرکین سے بھی پہلے جہنم میں ڈالا جائے گا جیسا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”الزبانية اسرع الی فسقة القراء منهم الی عبدة الاوثان ' فيقولون :يبدابنا قبل عبدة الاوثان؟ فيقال لهم :ليس من علم كمن لا يعلم“

(سنن طبرانی)(ابونعیم)

”جہنم کے فرشتے بت پرستوں سے پہلے فاسق وفاجر قراء کی طرف لپکیں گے تو وہ کہیں گے: بت پرستوں سے قبل ہمیں جہنم میں ڈالنے کی پہل کی جارہی ہے؟ تو انہیں کہا جائے گا: عالم جاہل کی طرح نہیں ہوتا۔“

حدیث مبارکہ میں ہے:

”جس نے کسی کا ناحق خون کیا اسے باقی لوگوں سے پانچ سو برس پہلے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔“

حدیث میں ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”یہ سب کچھ تمام لوگوں کے حساب کتاب سے پہلے ہوگا۔“

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے کہ چار قسم کے لوگوں کے علاوہ کسی کو جہنم میں باقی نہیں رکھا جائے گا۔ ان میں کوئی خیر نہیں ہوگی۔ یہ بات انہوں نے اس فرمان الٰہی کی روشنی میں فرمائی ہے:

”قالوا الم نك من المصلين ولم نك نطعم المسكين و كنا نخوض مع الخائضين و كنا نكذب بيوم الدين“

(سورۃ المدثر، آیت نمبر:43-45)

”ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ غریب کو کھانا کھلایا کرتے تھے اور جو لوگ دین حق کے ابطال کے مشغلہ میں رہتے تھے ان کے ساتھ ہم بھی اس مشغلہ ابطال دین میں رہا کرتے تھے اور قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے۔“

حضرت حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”الا اخبركم باهل الجنة: كل ضعيف مضعف لو اقسم على الله لابره الا اخبركم باهل النار كل عقل جواظ مستكبر“(صحيح بخاری ومسلم)

Marfat.com

”کیا میں تمہیں جنتیوں کا نہ بتلاؤں۔؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر کمزور یا کمزور کر دیا جانے والا گروہ، اگر وہ اللہ تعالیٰ پر کسی معاملہ میں قسم اٹھا دے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم کو پورا فرما دے گا۔ کیا میں تمہیں دوزخیوں کے بارے میں نہ بتلاؤں۔؟ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر طاقتور کی چال چلنے والا متکبر۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”یحشر المتکبرون یوم القیامة امثال الذر یساقون الی سجن فی النار یقال له: بولس تعلوهم نار الانیار یغشاهم الذل من کل مکان“

”متکبرین کو روز قیامت چیونٹیوں کی طرح اٹھایا جائے گا۔ پھر انہیں جہنم میں اس قید خانہ کی طرف ہانکا جائے گا جس کا نام بولس ہے۔ جس کے اوپر تمام آگوں سے بڑی آگ ہے۔ ان پر ہر جگہ سے ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”الکبریاء ردائی والعظمته ازاری فمن نازعنی واحدامنهما عذبته بناری“

”تکبر میری چادر ہے اور عظمت میرا پردہ ہے۔ پس جس کسی نے ان میں سے کوئی ایک بھی مجھ سے چھیننے کی کوشش کی تو میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تحاجت الجنة والنار فقالت النار: اوثرت بالمتکبرین والمتجبرین وقالت الجنة: لایدخلنی الا ضعفاء الناس وسقطهم قال اللّٰه عزوجل للجنة: انت رحمتی ارحم بك من اشاء من عبادی وقال للنار: انت عزوجل للجنة: انت رحمتی ارحم بك من اشاء من عبادی وقال للنار: انت عذابی اعذب بك من اشاء من عبادی ولکل واحدة منکما ملوها واما النار فلاتمتسلی وحتی یضع علیها رجله فتقول: قط قط فهنالك تمتلی وینزوی بعضها الی بعض ولا یظلم اللّٰه من خلقه احدا' واما الجنة فان اللّٰه یغشی لها خلقا“(صحیح بخاری ومسلم)

”جنت اور جہنم نے آپس میں احتجاج کیا تو جہنم نے کہا: مجھ میں مغرور اور ظالم لوگ داخل کیے جائیں گے۔ جنت نے کہا: میرے اندر کمزور اور ان میں سے دنیا میں کم درجہ لوگوں کے سوا کوئی داخل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے بطور فیصلہ جنت سے فرمایا: تو میری رحمت ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہوں گا تیرے ساتھ نوازوں گا اور جہنم سے فرمایا: تو میرا عذاب ہے۔ میں تیرے ساتھ عذاب دوں گا اپنے بندوں میں

Marfat.com

سے جسے چاہوں گا۔ تم میں سے ہر ایک کو اس کی مقدار کے مطابق بھرنا ہے۔ دوزخ پر نہیں ہو گی حتی کہ اللہ تعالیٰ اپنا قدم (جیسا اس کی شایان شان ہے) اس پر رکھے گا تو وہ عرض کرے گی: بس بس! بس اس وقت وہ بھر جائے گی اور اس کا ایک حصہ دوسرے میں سکڑ جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور جنت کے متعلق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (اسے پُر کرنے کے لئے) ایک اور مخلوق پیدا فرمائے گا۔"

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ حدیث اس طرح روایت فرمائی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"افتخرت الجنة والنار' فقالت النار :يارب يدخلني الجبابرة والمتكبرون والملوك والاشراف وقالت الجنة اى رب يدخلني الضعفاء والفقراء والمساكين" (مسند امام احمد)

"جنت اور جہنم نے (رب کے سامنے) فخر کیا تو جہنم نے کہا: اے میرے پروردگار! میرے اندر ظالم، متکبر، بادشاہ اور چوہدری داخل ہوں گے۔ جنت نے کہا: اے میرے پروردگار! میرے اندر کمزور، غریب اور مسکین داخل ہوں گے۔"

جہنم کے عذاب:

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

"ان اهون اهل النار عذابا من له نعلان و شرا كان من نار يغلى منهما دما غه كما يغلى المر جل ما يرى ان احداا شد منه عذابا وا نه لا هو نهم عذابا" (صحیح مسلم)

"دوزخیوں میں سب سے کم عذاب میں آگ کے دو جوتوں اور (جوتوں کے) اوپر کے دو تسموں والا ہوگا، جن سے اس کا دماغ اس طرح کھولتا ہوگا جس طرح ہنڈیا کھولتی ہے، اس کے خیال میں اس سے زیادہ عذاب میں اور کوئی مبتلا نہ ہوگا، حالانکہ وہ اہل جہنم میں سب سے کم عذاب میں ہوگا۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ا نے فرمایا:

"ان ادنى اهل النار عذابا ينتعل بنعلين من نار يغلى دما غه من حر نعليه" (صحیح مسلم)

"اہل دوزخ میں سب سے کم عذاب میں وہ شخص مبتلا ہوگا جس نے آگ کے دو جوتے پہنے ہوں گے جن کی گرمی سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا۔"

Marfat.com

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"منهم تا خذه النارا لى كعبيه و منهم من تا خذه النارا لى ركبتيه و منهم من تا خذه النارا لى حجز ته و منهم من تا خذاه النارا لى تر قو ته" (صحيح مسلم)

"اہل دوزخ میں سے بعض کو ٹخنوں تک آگ جلائے گی، بعض کو گھٹنوں تک، بعض کو کمر تک اور بعض کو ہنسلی کی ہڈی تک۔"

حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ا نے فرمایا:

"ان اهو ن اهل النار عذابا رجل منتعل بنعلين من نا يغلى منهما دما غه مع اجزا ء اعذاب و منهم من فى النار الى ركبتيه مو اجزاء العذاب و منهم من فى النارا لى ا رنبته مو اجزا ء العذاب و منهم من فى النارا لى صدره مع اجزاء العذاب و منهم من قد اغتمر" (مسند امام احمد)

"دوزخیوں میں سب سے کم عذاب اس آدمی کو ہوگا جسے آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی، جن سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا، ان کے عذاب میں پریشان حال ہوگا اور ان میں سے ایک وہ بھی ہوگا جو آگ میں اپنے گھٹنوں تک غرق ہوگا، اس کے عذاب کی شدت سے دوسروں کے حال سے بےخبر ہوگا اور ان میں سے کوئی اس حال میں ہوگا کہ آگ اس کی ناک کے سرے تک ہوگی اور وہ اس کی شدت سے دوسروں کی تکالیف سے بےخبر رہے گا۔ ان میں سے کسی کے سینہ تک آگ ہوگی اور وہ اسکی تکلیف سے دوسروں کے عذاب سے بےخبر ہوگا اور ان میں سے کوئی ایسا بھی ہوگا جو سر سے پاؤں تک آگ میں ڈوبا ہوگا۔"

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ا نے فرمایا:

"ان اهو ن اهل النار عذابا رجل فى اخمص قد ميه جمر تان يغلى منهما دما غه كما يغلى المر جل با لقهقم" (صحيح بخارى و مسلم)

"اہل جہنم میں سب سے کم عذاب میں وہ آدمی ہوگا جس کے قدموں کے اٹھے ہوئے تلووں کے نیچے دو انگارے ہوں گے ان سے اس کا دماغ اس طرح کھولے گا جس طرح تانبے کی گرم پانی والی ہنڈیا کھولتی ہے۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ا نے فرمایا:

"ان اشد الناس عذابا رجل ير مى بـه فيها فيهوى فيها سبعين خر يفا وا ان ادنى اهل النـنار عذابا رجل فى ضحضاح من النار يغلى منه دماغه حتى

Marfat.com

یخرج من منخرہ"

"لوگوں میں سب سے سخت عذاب میں وہ آدمی مبتلا ہوگا جسے جہنم میں پھینکا جائے گا تو ستر سال تک اس میں گرتا رہے گا اور اہل جہنم میں سب سے ہلکے عذاب میں وہ شخص ہوگا جو ٹخنوں تک کی آگ میں ہوگا جس سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا، یہاں تک کہ اس کے نتھنوں سے نکل پڑے گا۔"

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

"ان ادنی اهل النار عذابا لر جل علیه نعلا ن من نار یغلی منهما دماغه کما نه مر جل مسا معه جمروا ضر اسه جمر و شفا هه لهب النار و تخرج احشاء جنبیه من قد میه و سائر هم کا لحب القلیل فی الماء الکثیر فهو یفور"

(کتاب الزھد باسناد صحیح)

"اہل جہنم میں سب سے کم عذاب میں وہ شخص ہوگا جس کے آگ کے دو جوتے ہوں گے، جن سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا گویا کہ وہ ہنڈیا ہے، اس کے کان انگارے ہیں اور اس کی داڑھیں اور دانت (بھی) انگارے ہیں اور اس کے ہونٹ آگ کے شعلے ہیں، سینے اور پیٹ کے اندر کی تمام اشیاء پاؤں کے درمیان سے نکل پڑیں گی۔ جہنم میں سب کے سب بہت سارے پانی میں معمولی سے دانے کی مانند ہوں گے جب کہ وہ پانی بھی کھولتا ہوگا۔"

حضرت شفیع بن ماتع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اربعة یوذون اهل النار علی مابهم من الا ذی یسعون مابین الجحیم والحمیم یدعون بالویل والشبور فیقول اهل النار بعضهم لبعض: مابال هولاء قدآذونا علی مابنا من الاذی ؟ قال: فرجل مغلق علیه تابوت من جمر ورجل یجرامعاه ورجل یسیل فوه قیحاودمارجل یاکل لحمه فیقال لصاحب التابوت: مابال الابعد قد آذانا علی ما بنا من الاذی؟ فیقول: ان الا بعد قد مات وفی عنقه اموال الناس ثم یقال للذی یجراامعاه: مابال الا بعد قد اذاناعلی مابنا من الاذی؟ فیقول: ان الا بعد کان لایبالی این اصاب البول منه لا یغلسه ثم یقال للذی یسیل فوه قیحاودما: مابال الا بعد قد اذاناعلی مابنا من الاذی؟ فیقول: ان الا بعد کان ینتظرالی کلمة فیستلذها کما یستلذالرفث ثم یقال للذی یاکل لحمه: مابال الا بعد قد اذانا علی مابنا من

Marfat.com

الاذی؟ قال ان الا بعد کان یاکل لحوم الناس"(ابو نعیم)

"چار قسم کے لوگ ایسے ہوں گے جو اپنے عذاب کی وجہ سے اہل دوزخ کو بھی عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ وہ (طبقات جہنم) جحیم اور حمیم کے درمیان (اپنے جسم کے موٹے ہونے کے اعتبار سے) پھیلے ہوں گے اور ہلاکت اور موت موت پکارتے ہوں گے۔ دوزخی آپس میں ایک دوسرے کو کہیں گے: یہ لوگ کتنے سخت عذاب میں ہیں۔ انہوں نے تو ہمیں بھی مصیبت میں ڈال رکھا ہے، جبکہ ہم (پہلے ہی سے کوئی) کم عذاب میں نہیں ہیں۔؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ان میں سے ایک) آدمی تو وہ گا جس پر بہت بڑے انگارے کا بند تابوت ہوگا، ایک آدمی اپنی آنتوں کو گھسیٹتا ہوگا، ایک آدمی کے منہ سے پیپ اور خون بہتا ہوگا اور ایک آدمی خود اپنا ہی گوشت کھاتا ہوگا۔ پس تابوت والے سے پوچھا جائیگا: تم کتنے سخت عذاب میں مبتلا ہو کہ ہمیں بھی مصیبت میں ڈال رکھا ہے، جبکہ ہم پہلے ہی سے عذاب میں ہیں۔؟"

نبی کریم ﷺ نے اہل کبائر موحدین کا ذکر کیا تو فرمایا:

"منهم من تا خده النار الی رکتبیه و منهم من تا خذه الی حجزه ته و منهم من تا خذه النار الی عنقه علی قدر ذنو بهم وا عما لهم"

"ان میں سے کوئی ایسا ہوگا کہ آگ نے اس کو گھٹنوں تک پکڑا ہوگا اور ان میں سے کوئی ایسا ہوگا کہ آگ نے اس کی کمر تک پکڑا ہوگا اور ان میں سے کوئی ایسا ہوگا کہ آگ نے اس کی گردن تک پکڑا ہوگا۔ یہ سب گناہوں اور بداعمالیوں کے بقدر ہوگا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمان باری تعالیٰ:

" فاطلع فر آه فی سواء الجحیم "

کی تفسیر میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے جہنم میں جھانک کر دیکھا، پھر اپنی امت کو بھی اس میں دیکھا تو فرمایا:

"میں نے ایک قوم کی کھوپڑیوں کو دیکھا جو جوش کے ساتھ اُبل رہی تھیں۔ (کتاب الزہد)

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ان اهو ن النار عذابالر جل یطا ء جمره یغلی منها دماغه فقال ابو بکر الصدیق رضی الله عنه وما کان جر مه یا رسول الله قال کانت له ما شیته یغشی بهاء الوزرع و یو ذیه"(مصنف عبد الرزاق)

"اہل دوزخ میں سب سے کم عذاب میں وہ آدمی مبتلا ہوگا جو ایک انگارے کو روندتا ہوگا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس (انگارے) کا جثہ کتنا ہوگا۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس دوزخی کا ایک جانور ہوگا جس کے ساتھ وہ (کھیتی کرتے ہوئے) بیج کو چھپاتا ہوگا اور وہ (اس دوزخی کو بیج

Marfat.com

کے چھپاتے ہوئے) تکلیف دیتا ہوگا (وہ انگارہ کھیتی کے ایک بیج کی بقدر ہوگا)۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''یوتی با نعم اهل الدنيا من اهل النار فيصنغ في النار صبغته ثم يقال له يا ابن ادم هل رايت خير اقط؟هل مر بك نعيم قط؟ فيقول لا والله يا رب''

(صحیح مسلم)

''دوزخیوں میں سے ایسے آدمی کو پیش کیا جائے گا جسے دنیا میں سب سے زیادہ نعمتیں عطا کی گئی تھیں، پھر اسے جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور پوچھا جائے گا: آدم زادو نے کبھی خیر دیکھی۔؟ کیا کبھی تیرے پاس سے نعمت کا گزر ہوا؟ تو وہ جواب دے گا: اے میرے رب! اللہ کی قسم ہے! میں نے کوئی بھلائی اور نعمت نہیں دیکھی۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان جهنم لماسيق اليها اهلها تلفتهم فلفحتهم لفتحة' فلم قدع لحم على عظم الا القته على العرقوب''(سنن طبرانی)

''جب دوزخ کی طرف دوزخیوں کو چلایا جائے گا جب وہ ان کے سامنے آئے گی تو ان کو پہلی بار ایسا جھلسا دے گی کہ ہڈیوں پر گوشت کو باقی نہ چھوڑے گی، مگر اسے ان کی ایڑیوں پر ڈال دے گی۔''

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ان ريح فروج اهل الزناليوذى اهل النار''

''زناکاروں کی شرمگاہوں کی بدبو اہل جہنم کو تکلیف میں مبتلا کر دے گی۔''

مکحول نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تروح اهل النار برائحة فيقولون :ربنا ماوجدنا ريحامنذدخلنا النارانتين من هذه الرائحة فيقول:هذارائحة فروج الزناه''

''اہل جہنم (ایک خاص قسم کی) بدبو سونگھیں گے تو کہیں گے: اے ہمارے پروردگار! جب سے ہم جہنم میں داخل ہوئے ہیں ہم نے اس سے زیادہ بدبو نہیں پائی؟ تو جواب ملے گا: یہ زناکاروں کی شرمگاہوں کی بدبو ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا:

''یارسول اللہ! عبداللہ بن جدعان (جو حالت کفر میں فوت ہوا وہ) کہاں ہے۔؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

''جہنم میں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غمناک ہوگئیں اور ان پر غم بہت بڑھ گیا۔ جب رسول ﷺ نے (ان کی) یہ حالت دیکھی تو پوچھا:

''اے عائشہ! تجھ پر کیا چیز گراں گزری۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ وہ تو کھانے کھلاتا تھا اور صلہ رحمی کرتا تھا۔؟''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''تو نے جو صفت ذکر کی ہے یہ اس پر عذاب کم کر دے گی۔'' (مکارم الاخلاق)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ما احسن من محسن کافر او مسلم الا اثابه اللّٰه عزوجل فی عاجل الدنیا اوادخرله فی الاخرة قلنا یارسول اللّٰه ما اثابه الکافر فی الدنیا؟ قال ان کان قدوصل رحما اوتصدق بصدقة او عمل حسنة اثابه اللّٰه المال والولد والصحة واشابة ذلك قلنا وما اثابة الکافر فی الآخرة قال عذابا دون عذاب ثم تلاادخلوا آل فرعون اشدالعذاب ''

(سورۃ الغافر، آیت نمبر:46) (البعث والنشور، از بیہقی، حدیث نمبر 17) (فتح الباری، جلد 11، صفحہ 431،132) (طبری:175/3) (درمنشور:352/5) (کنز العمال: حدیث نمبر 3038)

''بھلے کافر یا مسلمان نے جو نیکی بھی کی اللہ عزوجل اسے دنیا میں جلد ہی بدلہ دے دیتا ہے یا اس کے لیے آخرت میں ذخیرہ کر دیتا ہے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ کافر کو دنیا میں کیا بدلہ دیتا ہے۔؟ تو فرمایا: اگر اس نے صلہ رحمی کی ہوگی یا صدقہ کیا ہوگا یا کوئی نیک عمل کیا ہوگا تو اللہ تعالیٰ مال یا اولاد یا صحت یا اس کے مشابہ کوئی انعام دے دیتا ہے۔ ہم نے عرض کیا: آخرت میں کافر کو کیا انعام ملے گا۔؟ تو فرمایا: عذاب میں کمی کی جائے گی (لیکن کفر کی وجہ سے رہے گا ہمیشہ عذاب میں) پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی: ''فرعون والوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کر دو۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کی طویل حدیث میں مروی ہے:

''انه یقال للیهود والنصاری: ماذا تبغون؟ فیقولون: عطشناربنافاسقنا فیشارالیهم الاتردون فیحشرون الی جهنم کانها سراب یحطم بعضها بعضا فیتساقطون فی النار''(صحیح بخاری ومسلم)

Marfat.com

''یہود ونصاریٰ سے پوچھا جائے گا: تم کیا چاہتے ہو؟ تو وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! ہم پیاسے ہیں۔ ہمیں پانی پلا دیجئے۔ ان کو اشارہ ہوگا کہ تم چلتے کیوں نہیں؟ تو انہیں جہنم کی طرف چلایا جائے گا جو انہیں دور سے پانی کی طرح نظر آئے گی تو وہ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو جائیں گے۔ بس اسی حالت میں ہی وہ آگ میں جا گریں گے۔''

جہنمیوں کا کھانا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

''اتقوا اللہ حق تقاته و لا تموتن الا و انتم مسلمون''

(سورۃ آل عمران، آیت نمبر:۱۰۲)

''اللہ سے ڈرو جیسے ڈرنے کا حق ہے اور تم فقط مسلمان ہونے کے حالت میں ہی مرنا۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لو ان قطرة من قوم قطرت فی دار الدنیا لافسدت علی اهل الدنیا معایشهم فکیف بین تکون طعامه''

(ترمذی وصححہ وابن ماجہ وابن حبان فی صحیحہ)

''اگر زقوم کا ایک قطرہ اس دنیا میں گرا دیا جائے تو تمام دنیا والوں کی عیش و عشرت تباہ ہو جائے۔ پس جس کا کھانا ہی یہ ہوگا اس کا کیا حال ہوگا۔؟''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے درخت زقوم کا ذکر فرمایا تو ابوجہل نے کہا:

''محمد ہمیں اس سے ڈراتا ہے (حالانکہ) اے قریشیو! کیا تم جانتے ہو جس سے تمہیں محمد ڈراتا ہے وہ درخت زقوم کیا ہے۔؟''

انہوں نے کہا:

''ہمیں معلوم نہیں۔''

اس نے کہا:

''مدینہ کی عجوہ (کھجور کا نام ہے جو مکھن سے ملی ہوئی ہو) مراد ہے۔ اللہ کی قسم! اگر ہم اس کے مالک بن گئے تو اسے ایک ہی لقمہ میں کھا جائیں گے۔''

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

''ان شجرة الزقوم طعام الائیم''

(سورۃ الدخان، آیت نمبر:۴۱ اور ۴۲)

Marfat.com

"والشجرة الملعو نته فی القرآن ونخو فهم فعایز یدهم الاطغیانا کبیرا"
(سورۃ الاسراء:٦٠)

مطلب یہ ہے کہ جیسا ابوجہل کہتا ہے ایسا نہیں ہے، بلکہ زقوم سے جہنم کے تھوہڑ کا درخت مراد ہے جو دوزخیوں کا طعام بنے گا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یلقی علی اهل النار الجوع فیعدل ماهم فیه من العذاب فیستغثون فیغاثون بطعام من ضریع لا یسمن ولا یغنی من جوع فیستغیثون بالطعام فیغاثون بطعام ذی غصته فیذکرون انهم کانوا الیهم الحمیم بکلالیب الحدید فاذادنت من وجوههم شوت وجو ههم فاذاوصلت بطونهم قطعت مافی بطو نهم" (جامع ترمذی)

"جہنمیوں پر بھوک کا عذاب مسلط کیا جائے گا جو ان کے عذابِ جہنم کے برابر سخت ہو جائے گا تو وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریادرسی کانٹے دار جھاڑی کے طعام سے کی جائے گی، جو نہ انہیں موٹا کرے گا اور نہ ان کی بھوک مٹائے گا۔ پھر دوبارہ کھانے کی فریاد کریں گے تو طعام ذی غصہ کے ساتھ ان کی بھوک فریادرسی کی جائے گی تو انہیں یاد آئے گا کہ ہم دنیا میں گلوگیر کھانے کو پانی کے ساتھ نیچے اتارتے تھے تو وہ پانی مانگیں گے تو انہیں لوہے کے کنڈوں میں کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا۔ جب وہ پانی ان کے مونہوں کے قریب ہوگا تو ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا اور جب ان کے پیٹ میں پہنچے گا تو جو کچھ ان کے پیٹ میں ہوگا اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔"

جہنمیوں کا پینا:

حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "کالمهل" کی تفسیر میں فرمایا:

"کعکر الزیت فاذا قرب الی وجهه سقطت فروةوجهه فیه"
(مسند امام احمد) (سنن ترمذی)

"یہ زیتون کی تلچھٹ کی طرح ہے۔ جب کافر اسے اپنے منہ کے قریب کرے گا تو منہ کی کھال گر پڑے گی۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لوان غرباجعل حمیم وجعل وسط الارض لاذی نتن ریحه وشدة حره ما

Marfat.com

بین الشمرق و الغرب"(سنن طبرانی)

"اگر جہنم سے جلتے ہوئے پانی کا ایک ڈول لیا جائے اور اسے زمین کے درمیان میں رکھ دیا جائے تو اس کی بدبودار ہوا اور گرمی کی شدت مشرق ومغرب کے درمیان کی سب چیزوں کو تکلیف میں مبتلا کر دے۔"

امام اوزاعی نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ کو بتلایا:

"لو ان ذنوبامن شراب جهنم صب فی ماء الارض جمیعا قفل من ذاقه"

(موعظت الاوزاعی للمبصور)

"اگر جہنم کی پینے کی کسی چیز کا ایک ڈول زمین کے تمام پانی میں پلٹ دیا جائے تو جو بھی اسے چکھے گا وہ اسے قتل کر ڈالے گا۔"

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے آیت کریمہ: "ویسقی من ماء صدید یتجرعه" کی تفسیر میں ارشاد فرمایا:

"یقرب الی فیه فیکرعه فاذاادنی منه وجهه ووقعت فروة رئسه فاذاشرب قطع امعاء حتی یخرج من دبره یقول الله تعالی وسقوا ماء حمیما فقح امعاهم"(سورة محمد، آیت نمبر ۱۵)

وقال"وان یستغیثوایغاثو ابماء کالمیهل یشوی الوجوه بئس الشراب"

(سورۃ الکہف، آیت نمبر ۲۹)(مسند امام احمد)(جامع ترمذی)

"کافر اسے اپنے منہ کے قریب کرے گا اور اس سے اپنا منہ لگائے گا، پس جب اسے قریب لائے گا تو اس کا منہ بھون جائے گا اور اس کے سر کی کھال گر پڑے گی۔ پس جب اسے پیئے گا تو اس کی آنتوں کو ٹکرے ٹکرے کر ڈالے گا، یہاں تک کہ اس کی جائے پاخانہ سے گزر جائے گا۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: انہیں کھولتا ہوا گرم پانی پلایا جائے گا جو ان کی انتڑیوں کو ریزہ ریزہ کر دے گا اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور اگر وہ فریاد کریں گے تو ان کی فریادرسی پیپ جیسے پانی سے کی جائے گی جو چہروں کو بھون ڈالے گا (اور یہ) برا پینا ہوگا۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ان علی الله عهد المن شرب المسکرت یسقیه من طینته الخبال؟قال عرف اهل النار اوعصارة اهل النار"(صحیح مسلم)

"اللہ تعالیٰ پر (اس کی اپنی مرضی سے) یہ بات لازم ہے کہ اس آدمی کے لئے جو نشہ کی چیزوں کو پیئے گا تو اللہ تعالیٰ اسے "طینۃ الخبال" سے ضرور پلائے گا۔ صحابہ نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ "طینۃ الخبال" کیا چیز

Marfat.com

ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دوزخیوں کا پسینہ یا ان کا نچوڑ ہوگا۔"

یہ حدیث مسند امام احمد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عمر کے واسطہ سے حضور علیہ السلام سے اسی معنی میں مروی ہے اور جامع ترمذی میں طینۃ الخبال کی جگہ نہر الخبال ہے اور اسکی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ یہ دوزخیوں کی پیپ کی نہر ہے۔

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے نبی کریم ﷺ سے منقول ہے:

"من مات وھو مزمن خمر سقاہ اللہ من نھر الغو طتہ قبل وما نھر الغوطتہ؟ قال نھر یخرج من فروج الومسات یو ذی اھل النار نتن فروجھم"

(مسند امام احمد) (صحیح ابن حبان)

"جو آدمی اس حال میں مرا کہ وہ شراب کا عادی تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے "نہر الغوطہ" سے پلائے گا۔ کہا گیا: "نہر الغوطہ" کیا ہے۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک نہر ہے جو بدکار عورتوں کی پیشاب گاہوں سے نکلے گی۔ ان کی پیشاب گاہوں کی بدبو دوزخیوں کو تکلیف (اور عذاب میں) مبتلا کر دے گی۔"

متکبرین کے متعلق ایک حدیث گزر چکی ہے کہ جس میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"یسقون من عصارۃ اھل النار طینتہ الخبال"

"انہیں دوزخیوں کی پیپ یعنی طینۃ الخبال پلایا جائے گا۔"

حضرت ابوسعید خذری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لو ان دلوا من غساق بھرق فی الدنیا لا نتن الاھل الدنیا"

(مسند امام احمد) (سنن ترمذی) (مستدرک حاکم وصححہ)

"اگر غساق کا ایک ڈول دنیا میں پلٹ دیا جائے گا تو تمام اہل دنیا کو بدبودار کر دے۔"

جہنمیوں کے لباس اور بستر:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اھون اھل النار عذابا من فی قدمیہ نعلان من نار یغلی فیھما دماغہ"

(صحیح ابوعوانہ: ۱/۹۹)

"دوزخ والوں میں سب سے کم عذاب والا وہ ہوگا جس کے قدموں میں آگ کی جوتیاں ہوں گی، ان سے اس کا دماغ کھولتا ہوگا۔"

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے لوہے کی انگوٹھی پہنی ہوئی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

"مالی اری علیك حلیته اهل النار"

(سنن ابی داود)(سنن نسائی)(سنن ترمذی)

"کیا بات ہے میں دوزخ والوں کا زیور تجھ پر دیکھا ہوں۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا:

"والذی بعثك بالحق لوان بامن ثیاب النار علق بین السماء الارض لمات من فی الارض جمیعامن حره" (سنن طبرانی)

"مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے آپ کو حق پر مبعوث فرمایا! اگر دوزخ کے کپڑوں میں سے کسی کپڑے کو آسمان اور زمین کے درمیان لٹکا دیا جائے تو زمین پر رہنے والے سب جاندار اس کی گرمی سے ہلاک ہو جائیں۔"

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"النائحته اذالم تتب قبل موتها تقام یوم القیامته وعلیها سربال من قطران ودرع من جرب" (صحیح مسلم) (تفسیر قرطبی: صفحہ نمبر ۳۸۵، جلد نمبر۹)

"بین اور نوحہ کرنے والی عورت اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو روز قیامت ایسی حالت میں اٹھائی جائے گی کہ اس پر گندھک کا کرتہ ہوگا جس کے اوپر سے آگ کے شعلے کا دوپٹہ اوڑھایا جائے گا۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"النائحة اذا لم تتب قبل ان تموت فانها تبعث یوم القیامة و علیها سرابیل من قطر ان یغلی علیها بد روع من لهب النار" (سنن ابن ماجه)

"بین اور نوحہ کرنے والی عورت اگر موت سے پہلے توبہ نہ کرے تو روز قیامت ایسی حالت میں اٹھائی جائے گی کہ اس پر گندھک کا کرتہ ہوگا جس کے اوپر آگ کے شعلے کا دوپٹہ (بھی) اوڑھایا جائے گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"من و طئی ازارء خیلا و طئه فی النار" (مسند امام احمد)

"جس نے اپنا تہبند متکبر بن کر زمین پر گھسیٹا تو ایسے آدمی کو دوزخ میں روندا جائے گا۔"

صحیح بخاری میں ہے:

'ماتحت الکعبین من الازارففی النار" (صحیح بخاری)

"جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہوگا وہ اور ٹخنوں کے نیچے کا بدن دونوں دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے جیسے کوئی زمین پر کپڑا گھسیٹا ہے۔"

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”ان اول من یکسی حلتہ من النار ابلیس یضعھا علی حاجبہ ویسحھا من خلفہ ذریتہ وھویقول یا ثبورۃ وھم ینادون یا ثبوراواحداوادعواثنوراکثیرا“

(سورۃ الفرقان، آیت نمبر:۱۴)(مسند امام احمد)

”سب سے پہلے جسے آگ کی پوشاک پہنائی جائے گی وہ ابلیس ہوگا۔ اسے اپنے ابروؤں پر لٹکائے رکھے گا اور جو اس کے پیچھے ہوں گے، وہ اسے گھسیٹتے ہوں گے۔ وہ کہتا ہوگا: ہائے میں مرجاؤں اور اس کے پیرو کار بھی کہتے ہوں گے: ہائے ہم مرجائیں۔ پس اس وقت ان سے کہا جائے گا: ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو۔“

جہنم کی ہولناکیاں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جہنم کی آگ اور اس کی ہولناکیوں اور عذاب کو نہایت شدید پایا۔ سخت پتھر اور لوہا بھی اس کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور میں نے اس میں خوفناک چیزیں دیکھیں۔ ان کے دیکھنے سے میرے ضعیف اور ناتواں امتیوں کی وجہ سے مجھے گھبراہٹ لاحق ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ان عذابوں میں مبتلا اکثر عورتیں تھیں۔ پھر داروغہ نے جہنم کا دروازہ بند کر دیا اور وہ اپنی سابق حالت میں بیٹھ گیا۔

☆☆☆

باب نمبر 18:

دوبارہ بارگاہِ الٰہی میں حاضری

جنت اور جہنم کے عجائب اور غرائب کا مشاہدہ کرنے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا:

((اتأذن لی ان ارجع الی اللہ تعالیٰ قال نعم یا رسول اللہ))

”کیا تیری اجازت ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس واپس چلا جاؤں۔؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: ہاں! یارسول اللہ!“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ بارگاہ الٰہی میں واپس ہوگئے تو خطاب ہوا:

”اے میرے حبیب! یہ بتلایئے! میری جنت کی نعمتیں اور جہنم کی مصیبتیں دیکھ لی ہیں؟“

Marfat.com

آپ نے کہا:

''ہاں! اے رب! تیری جنت کی نعمتیں بے شمار ہیں اور جہنم کے شدائد بھی گنتی سے زیادہ ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اب واپس جاؤ اور دنیا میں لوگوں کو جنت کی رغبت اور جہنم سے نفرت دلاؤ اور جب آپ کو کوئی غم لاحق ہو تو مجھے یاد کرنا کہ میں تیرے نزدیک ہوں۔ مظلوم کی آہ سے پرہیز کرنا کہ اس کی دعا جلد اثر کرتی ہے۔ دنیا کے مصائب وآلام پر صبر کرنا کہ دنیا بے وفا اور بے بقا ہے۔''

اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہ الٰہی کے آداب بجالا کر یہ دعا عرض کی:

((اللهم انى اعوذ بعفوك من عقابك واعوذ برضاك من سخطك لا احصى ثناء لك اثنيت على نفسك))

اس کے بعد آپ نے بارگاہ احدیت سے مراجعت فرمائی۔ پھر سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبرائیل علیہ السلام ہمراہ ہوئے اور چھٹے آسمان پر جلوہ گر ہوئے۔

☆☆☆

باب نمبر 19:

حضرت موسیٰ سے ملاقات اور پچاس سے پانچ نمازیں

پچاس نمازوں میں تخفیف:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب میں واپس ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا ہوا تو انہوں نے پوچھا:

''آپ کو کیا حکم ہوا۔؟''

میں نے کہا:

''پچاس نمازوں کا دن رات میں حکم ہوا۔''

انہوں نے فرمایا:

''آپ کی امت سے پچاس نمازیں ہرگز دن رات میں نہ پڑھی جائیں گی۔ اللہ کی قسم! میں آپ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل کو خوب بھگت چکا ہوں۔ اپنے رب کے پاس (اس مقام پر جہاں حکم ہوا تھا) واپس جائیے اور امت کیلئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں واپس ہو گیا۔ پھر عرض کیا:

Marfat.com

((یا رب خفف امتی))

"اے میرے رب! میری امت پر تخفیف فرمایئے۔"

اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ نمازیں کم کردیں۔ پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور میں نے کہا:

"اب مجھ سے پانچ نمازیں کم کردی ہیں۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

"آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہ رکھ سکے گی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے پاس واپس جایئے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں اسی طرح اللہ تعالیٰ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے محمد! یہ پانچ نمازیں ہیں۔ دن اور رات میں اور ہر نماز دس کے برابر ہے تو پچاس ہی ہوگئیں۔"

(صحیح مسلم، جلد ۱، صفحہ نمبر ۹۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کئی مرتبہ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"پانچ نمازیں ہیں برابر پچاس کے، سو آپ اور آپ کی امت اس کی پابندی کریں۔"

آپ فرماتے ہیں کہ میں پہچان گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پختہ بات ہوگئی ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا انہوں نے کہا:

"پھر جایئے اور تخفیف کرایئے۔"

مگر میں پھر نہ گیا۔ (سنن نسائی، جلد ۱، صفحہ نمبر ۲۸)

بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے:

"جب کم ہوتے ہوتے پانچ نمازیں رہ گئیں تو ارشاد ہوا کہ یہ پانچ ہیں ثواب میں پچاس کے برابر ہیں۔ میرے یہاں بات نہیں بدلی جاتی (پچاس کا اجر مقدر تھا اس میں تبدیلی اور کمی نہیں ہوئی)

بخاری میں دس دس نمازیں کم کرنے کی روایت ہے اور اس کے آخر میں ہے:

"جب ہر روز میں پانچ نمازوں کا حکم رہ گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: آپ کی امت کے بعض لوگ ہر دن میں پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکیں گے اور میں آپ کے قبل کے لوگوں کا تجربہ کرچکا ہوں اور بنی اسرائیل کو بھگت چکا ہوں۔ آپ پھر اپنے رب کے پاس جایئے اور اپنی امت کیلئے اور تخفیف مانگیے۔ میں نے کہا: میں نے اپنے رب سے بہت درخواست کی، یہاں تک کہ میں شرما گیا، گو پھر بھی عرض کرنا ممکن ہے، لیکن اب میں راضی ہوتا ہوں اور تسلیم کرتا ہوں۔ میں جب وہاں سے آگے بڑھا تو ایک پکارنے والے نے اللہ تعالیٰ کی طرف پکارا: میں نے اپنا فرض جاری کردیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کردی۔"

(صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ نمبر ۵۵۰)

Marfat.com

دس دس کم کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ دوبار دس دس کی کمی ہوئی، لہٰذا اس روایت کو پانچ پانچ کے کم ہونے کی روایت سے تعارض نہ رہا۔ (مرقاۃ، جلد ۵، صفحہ نمبر ۴۳۰)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں واپس چلتے چلتے موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) کے پاس پہنچا تو جب انہوں نے مجھے دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے صادق وامین کہتے ہوئے، مجھے خوش آمدید کہا اور پوچھا:

''کیا اپنے رب کے پاس سے آرہے ہو۔؟''

میں نے کہا:

''جی ہاں!''

انہوں نے دریافت کیا:

''آپ کو اللہ تعالیٰ نے کیا عطا کیا۔؟''

میں نے کہا:

''اتنا عطا کیا کہ مجھے خوش کردیا۔''

انہوں نے دریافت کیا:

''آپ کی امت کو کیا عطا ہوا۔؟''

میں نے کہا:

''اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی بہت کچھ عطا کر کے راضی کردیا اور مجھ پر اور میری امت پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''واپس اپنے رب کے پاس تشریف لے جایئے اور نمازوں میں تخفیف کی درخواست کیجیے، کیونکہ آپ کی امت، امت آخر الزماں ہے، ان کے جسم ناتواں اور عمریں کم ہیں۔ دن رات میں اتنی نمازیں نہیں ادا کرسکیں گے۔''

میں نے کہا:

''برادرم موسیٰ (علیہ السلام) جتنے حجابات کو میں نے طے کیا اتنے حجابات کون طے کرے؟''

موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''یہیں سے آپ درخواست کردیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ قریب ومجیب ہے۔''

اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی:

Marfat.com

''آپ جو چاہیں مانگیں میں اسے شرف قبولیت بخشوں گا۔''

میں نے عرض کیا:

''اے میرے پروردگار! میری ضعیف وناتواں امت پچاس نمازیں ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔''

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اور میری امت سے پانچ نمازیں کم کر دیں تو میں نے پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آ کر انہیں بتایا تو انہوں نے کہا:

''آپ بارگاہ رب العزت میں مزید تخفیف کی درخواست کریں کیونکہ آپ کی امت اتنی نمازیں ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔''

پھر میں اپنے رب عزوجل سے تخفیف کی درخواست کرتا رہا اور موسیٰ (علیہ السلام) مجھ سے کلام کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پنتالیس نمازیں ہبہ کر کے معاف فرما دیں اور مجھ پر اور میری امت پر پانچ نمازیں فرض قرار دیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے مزید تخفیف کی درخواست کے لئے مجھے کہا تو میں نے کہا:

''اے برادرم! اب مجھے اپنے رب کے پاس جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔''

مجھے میرے رب نے ندا دی:

''اے محمد! اب واپس چلے جایئے! ہم نے عملاً پانچ نمازیں فرض کیں اور ثواب پچاس نمازوں کا دیں گے۔ ہر ایک نماز میں دس نمازوں کا ثواب ہے۔ میرا قول تغیر پذیر نہیں۔ ایک نیکی کے بدلہ دس نیکیاں اور جو کسی برائی کا مرتکب ہوگا تو اس کے بدلہ میں ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔''

حضرت موسیٰ سے دوبارہ ملاقات:

شب معراج جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا:

((علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل))

جو آپ نے کہا ہے یہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام امام غزالی حاضر ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہ ومغفرتہ وغیرہ عرض کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''یہ طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو۔؟''

امام غزالی نے عرض کیا:

''آپ سے اللہ تعالیٰ نے صرف اس قدر پوچھا تھا:

((ما تلك و بيمينك يموسىٰ))

''اے موسیٰ! آپ کے ہاتھ میں کیا ہے۔''

Marfat.com

تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا:

((ھی عصای اتو کاء علیھا و اھش بھا غنمی ولی فیھا مأرب اخری))

''یہ میرا عصا ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اس کے ساتھ اپنی بکریوں کو ہانکتا ہوں اور اس کے علاوہ بھی اس سے کئی کام لیتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ادب یا غزالی''

''ادب کروائے غزالی!''

فہرست پچاس نماز:

سیرت نگار لکھتے ہیں کہ وہ پچاس نماز جو ابتداء فرض کی گئی اس سے مراد یہی عبادت ہے جو خاص نیک لوگوں کا دن رات میں وظیفہ ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے:

دو رکعت سنت فجر۔

دو رکعت فرض فجر۔

چار رکعت سنت ظہر۔

چار رکعت فرض ظہر۔

دو رکعت سنت بعد ظہر۔

دو رکعت نفل بعد ظہر۔

چار سنت غیر موکدہ قبل از عصر۔

چار فرض عصر۔

تین فرض مغرب۔

دو رکعت سنت بعد از نماز مغرب۔

دو رکعت نفل بعد از نماز مغرب۔

چار رکعت سنت غیر مؤکدہ قبل عشاء۔

چار فرض عشاء۔

دو رکعت سنت بعد از عشاء۔

دو رکعت نفل بعد از عشاء۔

تین نماز وتر۔

Marfat.com

دو رکعت نفل بعد وتر۔

چھ بار دو دو رکعت نماز۔ بارہ رکعت نماز تہجد۔

دو بار دو دو رکعت۔ چار رکعت نماز اشراق۔

بارہ رکعت نماز اوابین جو مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

پانچ مرتبہ دو رکعت نفل نماز تحیۃ الوضو جو پانچ وقت ہر دفعہ تازہ وضو کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔

پانچ مرتبہ دو رکعت نماز نفل تحیۃ المسجد جو پانچوں اوقات مسجد میں داخل ہونے کے بعد نوافل پڑھی جاتی ہیں۔

پانچ دو رکعت نماز نفل جو پانچوں اوقات اقامت اور اذان کے درمیان ہیں۔ (اس کو نماز مابین الاقامت والاذان کہتے ہیں)

صلوۃ التسبیح۔

نماز استخارہ۔

نماز توبہ۔

نماز حاجت۔

یہ پچاس نمازیں ہیں جن میں سے پانچ کی فرضیت بحال ہے اور باقی ماندہ کی فرضیت منسوخ ہے۔ پھر واجب ہو یا سنت مؤکدہ یا سنت غیر مؤکدہ یا نفل ہو، عام ہے۔

☆☆☆

باب نمبر 20:

معراج سے واپسی

جبرائیل کا ساتھ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے موسیٰ علیہ السلام کو چھٹے آسمان پر چھوڑ اور واپس لوٹا حتیٰ کہ میں برادرم جبرائیل علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا اور وہ اسی حالت میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ذرا بھر متقدم ومتاخر نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی مجھ سے معانقہ کیا اور کہا:

”رب العالمین کے حبیب! آپ کو مرحبا! آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا عطا ہو۔؟“

میں نے کہا:

”میرے رب نے مجھے فضل عظیم، احسان، شرف اور کرم جزیل عطا کیا۔“

Marfat.com

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''مجھے بخوبی علم ہے کہ آپ اللہ کے ہاں تمام مخلوق سے زیادہ مکرم ہیں۔''

آسمان بہ آسمان اترنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں آسمان بہ آسمان اترتا رہا تو آسمانوں میں میرا جس چیز سے بھی گزر ہوا وہ:

((لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ))

پڑھتی تھی۔

معراج سے واپسی پر براق پر سواری فرمائی یا نہیں:

علامہ سید محمود آلوسی فرماتے ہیں:

((قال جعفر الصادق رضی اللہ عنہ النجم ھو النبی صلی اللہ علیہ وسلم فھویہ نزولہ من السماء لیلۃ المعراج وجور علی ھذا ان یراد بھویہ صعودہ وعروجہ علیہ الصلوٰہ والسلام الی منقطع الایمن))

''حضرت امام جعفر صادق نے فرمایا کہ نجم سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں۔ اور ہوی سے مراد معراج سے اترنا ہے اور اس سے یہ بھی جائز ہے کہ ھوی سے مراد معراج پر جانا ملحوظ ہو اور آپ کا اوپر چڑھنا اور لامکان تک معراج کرنا مراد ہے۔''

(تفسیر روح المعانی، پارہ ۲۷، صفحہ نمبر ۳۸)

اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰہ والسلام کے معراج پر آنے جانے کی قسم ارشاد فرمائی ہے۔ امام دمیری لکھتے ہیں:

''روایت ہے کہ معراج براق پر ہوا اور نزول بغیر براق کے ہوا۔ اس لئے کہ عروج میں آپ کا براق پر سوار ہو کر جانا ایک شان ظاہر کرنے کیلئے تھا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سامنے سواری کی کیا ضرورت تھی اور بعض نے کہا ہے کہ نزول بھی براق پر ہوا۔ اگرچہ حدیث شریف میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ جس طرح قرآن مجید میں ہے:

((وجعل لکم سراویل تقیکم الحر))

''اور تمہارے لئے کرتے بنائے جو تم کو گرمی سے بچاتے ہیں۔''

یہاں نص میں گرمی کا ذکر ہے اور سردی کا ذکر نہیں مگر معنی میں مراد ہے۔ اس طرح یہاں حدیث شریف میں براق پر سوار ہو کر جانے کا بیان ہے اور واپسی میں براق پر سوار ہو کر آنا گو عنوان میں ملحوظ نہیں مگر معنوں میں ملحوظ ہے۔''

(حیوۃ الحیوان، جلد ۲، صفحہ نمبر ۳۰۹)

Marfat.com

اندھیری رات میں نور کا ستون:

حضور علیہ الصلوٰہ والسلام نے فرمایا کہ جب آسمان دنیا پر واپس آیا تو رات ذرہ بھر کم نہ ہوئی تھی۔ میں نے تعجب کر کے کہا:

''یہ کیسی اندھیری رات ہے تو میرے لئے نور کا ستون ظاہر ہوا جس سے دنیا و مافیہا روشن ہوگئی۔

انبیاء کرام کو جماعت کروانا:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نبیوں کے ساتھ نماز پڑھنا معراج سے پہلے اور معراج کے بعد ہر دو حال میں ثابت ہے۔

یاجوج ماجوج سے ملاقات اور ان کو اسلام کی دعوت:

زمین پر تشریف لانے کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور علیہ السلام کو یاجوج اور ماجوج کے پاس لئے گئے۔ آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے قبول نہ کی اور سب جہنم کا ایندھن بن گئے۔

انتہائی مشرق اور انتہائی مغرب میں واقع شہروں کا مشاہدہ کرنا:

اس کے بعد ایک شہر میں گزرے جو دنیا کے مشرق میں واقع ہے۔ سریان زبان میں اس کا نام برقیسا ہے اور عبرانی میں جابلقا ہے۔

پھر ایک شہر سے گزرے جو مغرب میں ہے، اس کا نام سریانی زبان میں برجیسا ہے اور عبرانی زمان میں جابسا ہے۔ آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔

تین فرقوں پر گزر:

اس کے بعد تین فرقوں پر گزر ہوا۔ ایک کا نام منسک، دوسرے کا نام تاویل اور تیسرے کا نام تادیس ہے۔ ان کو آپ نے اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے اسلام قبول نہ کیا۔

معراج کو کون مانے گا...... حضور کا سوال اور جبرائیل کا جواب:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحرائے ذی طوی پر گزر ہوا تو آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا:

''اس نرالے واقعہ کو کون مانے گا۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''آپ فکر نہ کریں سب سے پہلے ابوبکر صدیق تصدیق کریں گے۔''

Marfat.com

براق سے اترنا اور جبرائیل کا الوداع کہنا:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب ہم آسمان سے دنیا تک واپس پہنچے تو رات کا وہی حصہ تھا جس میں ہم نے سفر کا آغاز کیا تھا اور اس میں ذرا بھر بھی تقدم وتاخر اور کمی بیشی نہیں ہوئی تھی۔ میں (براق پر) سوار ہو کر مکہ آ گیا اور براق سے اتر پڑا اور جبرائیل نے مجھے الوداع کہا۔

وضو کا پانی ابھی تک بہہ رہا تھا:

((قد ذهب عليه السلام وجاء ولم يتمم ماء ابريقه انصبابا))

"تحقیق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج پر گئے اور واپس آئے حالانکہ آپ کے کوزہ سے جو پانی وضو کے وقت گرا تھا پوری طرح نہ بہہ سکا تھا۔" (تفسیر روح البیان، جلد۲، صفحہ نمبر ۴۰۴)

بچھونا تک گرم:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آرام گاہ پر تشریف لائے:

((ان فراشه لم يبرد من اثر النوم))

"تاہنوز آپ کا بچھونا مبارک گرم تھا۔" (روح المعانی، جلد ۱۵، صفحہ نمبر ۱۲)

دروازے کی زنجیر:

اور کمرے کے دروازے کی زنجیر ابھی تک ہل رہی تھی۔

☆☆☆

باب نمبر 21:

اہل مکہ کے سامنے تذکرۂ واقعہ معراج اور دلائل و دیگر معجزات

جبرائیل کی عرض:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرائیل نے مجھے الوداع کہا اور عرض کیا:

"اے محمد! اس رات دیکھے ہوئے عجائبات کو بوقت صبح قوم کے سامنے بیان فرمانا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خوشخبری سنانا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا:

"اے جبرائیل! مجھے اندیشہ ہے کہ مشرکین میری تکذیب کریں گے۔"

Marfat.com

جبرائیل نے عرض کیا:

''اگر یہ آپ کی تکذیب کریں گے تو ابوبکر تو آپ کی تصدیق کریں گے اور ابوبکر کی تصدیق کے بعد آپ ان کی تکذیب کو خاطر میں لائیے گا۔''

مختلف نشانیاں بیان فرمانا:

حضرت اُم ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ (ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام ہندہ تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (معراج والی) رات میرے گھر میں نیند فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عشاء ادا فرمائی اور بستر پر لیٹ گئے۔ ہم (سب گھر والے) بھی سو گئے۔ نمازِ فجر سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جگایا اور ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔ نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اے اُم ہانی (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! میں نے عشاء کی نماز تمہارے ساتھ پڑھی، پھر رات کو بیت المقدس گیا، وہاں نماز پڑھی، پھر میں نے صبح کی نماز تمہارے ساتھ یہاں ادا کی جیسا کہ تم نے دیکھا۔''

اتنا فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے جانے کے لیے اُٹھے تو میں (ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا کنارا پکڑ لیا، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیٹ مبارک ظاہر ہو گیا۔ وہ (آپ کا پیٹ) روئی کی طرح سفید تھا، جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے ہاتھ سے چادر کا گوشہ چھڑا لیا تو آپ کے دل مبارک سے ایک نور کا جلوہ بلند ہوا جس سے میری آنکھیں چندھیا گئیں اور میں سجدہ میں گر گئی۔ جب میں نے سجدہ سے سر کو اٹھایا تو آپ باہر تشریف لے جا چکے تھے۔

(سیرت نبویہ از احمد زینی دجلان، جلد ۱، صفحہ نمبر ۲۹۱)

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا:

''اے اللہ کے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں کو یہ بات نہ بتائیے گا کیونکہ وہ فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا دیں گے۔''

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ کی قسم! میں یہ واقعہ لوگوں کو ضرور بتاؤں گا۔''

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے گئے تو میں (ام ہانی) نے اپنی ایک حبشی کنیز کو حکم دیا کہ جا کر دیکھے اور سنے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں اور لوگ کیا جواب دیتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کے پاس گئے اور واقعہ بیان فرمایا تو لوگوں نے سن کر سخت حیرت کا اظہار کیا اور کہنے لگے:

''اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ بتاؤ کہ اس واقعہ کی دلیل اور ثبوت کیا ہے؟ ہم نے آج تک کبھی ایسی بات کسی کے منہ سے نہیں سنی۔''

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ثبوت یہ ہے کہ میں فلاں قبیلے کے پاس سے گزرا، وہ فلاں وادی میں تھے، براق کو دیکھ کر ان کے اُونٹ منتشر ہو گئے، ایک اُونٹ بدک کر بھاگنے لگا تو میں نے انہیں آواز دے کر بتایا کہ اُونٹ کہاں ہے۔ میں شام کی جانب جا رہا تھا۔ چلتے چلتے جب ضجنان کے پہاڑ پر پہنچا تو فلاں قبیلے کے پاس سے گزر ہوا۔ اس قبیلے کے لوگ سوئے ہوئے تھے اور پانی کا برتن بھرا ہوا تھا۔ اس کا منہ انہوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ میں نے اس کا منہ کھول کر پانی پیا پھر اسے پہلے کی طرح ڈھانپ دیا۔ ثبوت پوچھتے ہو تو وہ یہ ہے کہ ان کا قافلہ تنعیم کی گھاٹی بیضاء سے نیچے اتر رہا ہے، قافلے کے آگے مٹیالے رنگ کا اونٹ ہے جس پر دو بورے لدے ہوئے ہیں، ایک سیاہ رنگ کا ہے اور دوسرا اسفید۔''

امِ ہانی فرماتی ہیں کہ یہ سن کر لوگ تیزی سے اس گھاٹی کی طرف گئے۔ قریش نے ان قافلے والوں سے پانی کے برتن کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا:

''اللہ کی قسم! اس نے سچ کہا۔ ہم نے پانی کا برتن بھر کر رکھا تھا پھر اس کا منہ بھی باندھ دیا۔ جب صبح اٹھے تو برتن کا منہ تو ویسا ہی بندھا ہوا تھا مگر اس میں پانی نہ تھا۔''

دوسرا قافلہ جب مکہ پہنچا تو لوگوں نے ان سے ان کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا:

''اللہ کی قسم! اس نے سچ کہا ہے۔ اس وادی میں ہمارے اونٹ منتشر ہو گئے تھے اور ایک اُونٹ بدک کر بھاگ گیا تھا، پھر ہم نے ایک شخص کی آواز سنی۔ اس نے ہمیں بلایا اور کہا کہ اُونٹ اِس طرف ہے۔ اس کی آواز کی سمت میں ہم گئے تو اپنا اُونٹ پا لیا۔''

قریش کا استہزاء:

امام احمد اور بزاز نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج ہوئی اور مکہ میں صبح سویرے اٹھا تو اللہ کا دشمن ابوجہل میرے پاس سے گزرا پھر کہا:

((ھل کان من شیء))

''کوئی نئی بات ہے؟''

میں (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے کہا:

''مجھے آج رات بیت المقدس تک سیر کرائی گئی۔''

ابوجہل نے کہا:

((ثم اصبحت بین اظھرنا))

''پھر آج ہی آپ نے ہم میں صبح کی ہے۔''

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''ہاں۔''

ابوجہل نے کہا:

''اگر میں آپ کی قوم کو بلاؤں تو آپ ان کو یہی بات بتلائیں گے۔؟''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''ہاں۔!''

ابوجہل نے پکار کر آواز دی:

''اے کعب بن لوی کی اولاد (جلدی دوڑ کر آؤ)''

وہ گروہ در گروہ اس آواز پر دوڑ پڑے، یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچ گئے۔ ابوجہل نے کہا:

''جو بات آپ نے مجھے بتائی ہے اپنی قوم کو بتلا دیجئے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''میں نے ان کو بات بتلائی تو پھر تعجب اور حیران ہو کر کوئی تالیاں بجاتا تھا اور کوئی سر پر ہاتھ رکھتا تھا۔''

(فتح الملہم، جلد ا، صفحہ نمبر ۳۲۳)

دو ماہ کا سفر اور ایک رات کا کچھ حصہ:

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے یہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب صبح ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو معراج کا پورا واقعہ سنایا، تو انہوں نے اس کو ناممکن قرار دیتے ہوئے انکار کر دیا۔ ان کافروں کا کہنا تھا کہ ایک قافلے کو مکہ سے ملکِ شام پہنچنے کے لیے ایک مہینہ اور واپسی کے لیے بھی ایک مہینہ درکار ہوتا ہے۔ (ملکِ شام آنے جانے کے لیے دو ماہ سفر کرنا پڑتا ہے) بھلا محمد ایک رات میں کیسے یہاں سے وہاں گئے اور پھر واپس بھی آ گئے؟

انبیاء کرام کے حلیے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں نے واقعہ معراج کفار مکہ کے سامنے بیان کیا تو کافی لوگ اکٹھے ہو گئے۔ سب نے کہا:

''آپ ہم کو سارا قصہ پوری طرح سنائیں۔''

میں نے کہا:

''بیت المقدس میں مجھے نبیوں کی جماعت ملی جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تھے۔''

Marfat.com

ان لوگوں نے کہا:

"اچھا آپ ان کے حلیے بیان فرمائیے۔"

میں نے کہا:

((اما عیسیٰ علیه السلام ففوق الرابعة دون الطويل عريض الصدر يعلوه حمرة جاعد الشعر كانه عروة بن مسعود الثقفى اما موسیٰ علیه السلام فضخم آدم طويل كثر الشعر متراكم الاسنان عابس كانه من ازد شنوءة اما ابراهيم عليه السلام فو الله انه لا شبه الناس بی خُلقا و خَلقاً))

(تفسیر روح البیان، جلد۲، صفحہ نمبر۴۰۵) (تفسیر درمنشور، جلد۴، صفحہ نمبر۱۴۸)

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام درمیانہ قد سے دراز، اونچے اور دراز قامت سے ذرا کم ہیں۔ فراخ سینہ والے ہیں، سرخ رنگ ان پر غالب ہے، گھنے بالوں والے ہیں، گویا کہ عروہ بن مسعود ثقفی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھاری جسم والے ہیں، گندم گوں رنگ، دراز قامت، گھنے بال، تہ بہ تہ دانت اور ماتھے پر بل رکھنے والے ہیں، گویا کہ وہ ازد شنوءہ سے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پس اللہ کی قسم ہے کہ وہ میرے ہم شکل اور ہم خصلت ہیں۔"

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حلیے بیان فرمائے تو قریش نے نہ مانا، بلکہ شور مچایا اور ایک دوسرے پر گرنے لگے۔

سیدنا صدیق اکبر کی تصدیق:

اس واقعہ پر بہت سے کمزور ایمان لوگ فتنے کا شکار ہو کر مرتد ہو گئے۔ کئی لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور کہا:

"اے ابوبکر صدیق! تم نے سنا ہے کہ تمہارا دوست کیا کہتا ہے؟ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ گزشتہ شب اس نے مکے سے بیت المقدس تک کا سفر کیا، وہاں نماز پڑھی اور واپس بھی آ گیا۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"تم لوگ بلاوجہ تہمت لگا رہے ہو۔"

لوگ کہنے لگے:

"اگر یقین نہیں آتا تو اٹھو چلو خود جا کر سن لو۔ تمہارا دوست مسجد میں بیٹھا خود یہ کہانی سنا رہا ہے۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی ہے تو اللہ کی قسم! یہ بات سچی ہے۔ تم لوگوں کو اس

Marfat.com

پر تعجب کیوں ہے۔ اللہ کی قسم! میں تو اس سے بھی بڑی بات کو تسلیم کرتا ہوں۔ وہ بڑی بات یہ ہے کہ ان کے پاس رات یا دن کی کسی گھڑی میں آسمان سے وحی آتی ہے تو میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ جس بات پر تم حیران ہو؟ حالانکہ وحی کا معاملہ تو اس سے بھی زیادہ عجیب ہے؟ مگر اسے مانتا ہوں۔ (پھر اس واقعہ معراج کا کیسے انکار کر سکتا ہوں؟)"

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے لوگوں سے فرمایا ہے کہ آپ رات کے وقت بیت المقدس گئے اور واپس بھی آ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا:

"ہاں! میں نے یہ کہا ہے۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے بیت المقدس کو دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی صفت بیان فرما دیں۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کا نقشہ بیان فرمانا شروع کر دیا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیت المقدس کو پیش فرما دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نقشہ دیکھ کر بیان فرما رہے تھے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چیز کی منظر کشی کرتے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرتے:

"یا رسول اللہ! آپ نے بالکل سچ فرمایا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔"

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا نقشہ بیان فرما دیا اور ہر چیز پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصدیق کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس روز انہیں "صدیق" کا لقب عطا فرمایا۔

((اخرج الحاكم عن عائشه رضى الله عنها قالت لما اسرى بالنبى صلى الله عليه وسلم الى المسجد الاقصى اصبح يحدث الناس بذلك قارتد ناس ممن امنوا به وصدقوه وسعوا بذالك الى ابى بكر فقالوا هل لك فى صاحبك يزعم انه اسرى به الى بيت المقدس وجاء قبل ان يصبح قال او قال كذلك قالوا نعم قال لئن قال ذلك لقد صدق قالوا اتصدقه انه ذهب ليلة الى بيت المقدس وجاء قبل ان يصبح قال نعم انى له صدقه بما هو بعد من ذالك اصدقه بخبر السماء فى غدوة وروحة فلذالك تسمىٰ ابوبكره الصديق))

Marfat.com

''امام حاکم نیشا پوری نے اپنی کتاب مستدرک میں یہ حدیث سند سے بیان کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی گئی تو آپ نے صبح صادق ہونے کے بعد لوگوں سے معراج کے واقعات بیان فرمائے تو بعض ایسے لوگ مرتد ہو گئے جو آپ کے ساتھ ایمان لا چکے تھے اور تصدیق کر چکے تھے۔ وہ حضرت ابو بکر صدیق کی طرف یہ خبر لے کر دوڑتے ہوئے پہنچے۔ پھر کہنے لگے: کیا آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے دوست نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا ہے کہ اسے بیت المقدس تک سیر کرائی گئی اور صبح صادق سے پہلے مکہ میں واپس آ گئے۔ حضرت ابو بکر نے کہا: کیا آپ نے یوں ہی فرمایا ہے۔؟ انہوں نے کہا: ہاں یوں ہی کہا ہے۔ حضرت ابو بکر نے عرض کیا: آپ نے یوں ہی فرمایا ہے تو ضرور بالضرور تحقیق آپ نے سچ فرمایا ہے۔ لوگ کہنے لگے: کیا آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ ایک ہی رات میں بیت المقدس میں گئے اور پھر صبح سے پہلے واپس آ گئے۔؟ حضرت ابو بکر نے فرمایا: میں اس سے زیادہ بعید از عقل بات کو مانتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام صبح اور شام آسمان سے خبریں لاتا ہے۔ آپ کا نام اس لئے اس دن سے ابو بکر صدیق ہو گیا۔''

بیت المقدس کا ظہور:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں نے اپنے آپ کو حطیم میں دیکھا کہ قریش مجھ سے میرے سفر معراج کے متعلق پوچھتے تھے سو انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کئی باتیں پوچھیں کہ جن کو میں نے (بوجہ ضرورت نہ سمجھے کے) ضبط نہ کیا تھا۔ سو مجھ کو اس قدر کھٹن ہوئی کہ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو میرے لئے ظاہر کر دیا کہ میں اس کو دیکھتا ہوں اور جو مجھ سے پوچھتے تھے میں ان کو بتلاتا جاتا تھا۔'' (صحیح مسلم، جلد ا، صفحہ نمبر ۹۶)

یہودی کا قبول اسلام:

روایت ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام معراج سے واپس تشریف لائے تو اسی دن آپ گھر سے باہر گئے تو ایک کنیز کو دیکھا کہ آٹے کا مشکیزہ کندھوں پر اٹھائے ہوئے روتی تھی اور چلتی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا:

''میں فلاں یہودی کی کنیز ہوں۔ مجھے اس نے چکی پر بھیجا تھا کہ آٹا لے آؤں۔ میں بیمار ہوں اس وجہ سے مجھے دیر ہو گئی، اب ڈر لگتا ہے کہ وہ مالک مجھ پر ناراض ہو گا۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آٹے کا مشکیزہ اپنے دوش مقدس پر اٹھایا اور اس کنیز کو ہمراہ لے کر یہودی کے دروازہ پر پہنچے۔ دروازہ کھٹکھٹایا، یہودی گھر سے دروازہ پر آیا اور عرض کیا:

''آپ آج کس طرح یہاں تشریف لائے۔؟''

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کنیز کی تکلیف کا قصہ سناتے ہوئے سفارش کی۔تب وہ یہودی کہنے لگا:

''آج رات آپ کو معراج ہوئی ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں! تجھے کس طرح پتہ چلا ہے۔؟''

چنانچہ وہ یہودی چلا گیا، تمام قبیلے کو اکٹھا کر کے ہمراہ لایا اور تورات میں سب کو پڑھ کر سنایا کہ رسول اللہ کی معراج کی نشانی یہ ہے کہ صبح کو وہ ایک کنیز کا مشکیزہ اٹھا کر یہودی کے پاس سفارش کرے گا۔''

جب یہودیوں کو یقین ہوا تو سب ایمان لائے اور یوں کہا:

((اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدًا عبده و رسوله))

تین قافلوں کے حالات:

تفسیر کشاف جلد ۲، صفحہ نمبر ۳۵۱، تفسیر روح البیان، جلد ۲، صفحہ نمبر ۴۰۶، سیرت حلبیہ، جلد ۱، صفحہ نمبر ۴۲۱، خصائص کبریٰ، جلد ۱، صفحہ نمبر ۱۸۰، زرقانی شرح مواہب، جلد ۲، صفحہ نمبر ۱۶۲ میں دو روایات ہیں۔ایک روایت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات جو قافلے دیکھے وہ تین قافلے تھے اور دوسری روایت یہ ہے کہ یہ ایک قافلہ تھا، مگر اس کے تین حصے ہو گئے تھے اور وہ دورانِ سفر ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے تھے۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان کے حالات نہ پوچھے، کیونکہ اس سے وہ ناواقف تھے، جب آپ نے بیت المقدس کے نشانات بتائے تو کفار حیران ہو کر کہنے لگے:

''جو کچھ اس (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے کہا ہے سب درست ہے، لیکن یہ احتمال ہے کہ اس نے کسی ایسے شخص سے سن کر یاد کر لئے ہوں جو وہاں گیا ہو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اس سے واضح ثبوت کونسا ہے جس سے تمہیں صداقت کا یقین ہو سکے۔؟''

وہ کہنے لگے:

((اخبرنا عن عيرنا هل لقيت منها شيئاً))(سيرت حلبيه)

''آپ ہم کو ہمارے قافلہ کے حالات سے مطلع فرمائیے کہ آپ کی ان میں سے کسی کے ساتھ ملاقات ہوئی ہے۔؟''

آپ نے فرمایا:

''ہاں! (ایک شخص کا نام لے کر ارشاد فرمایا جو راوی کو یاد نہ رہا) بنی فلاں کے قافلہ پر مقام روحا میں گزرا۔ ان کا اونٹ گم ہو گیا تھا۔وہ اسے تلاش کر رہے تھے۔میں ان کے پالان اور سامان کی طرف آیا۔وہاں کوئی

Marfat.com

شخص نہ تھا۔ پانی کا ایک پیالہ وہاں رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے پی لیا اور سرپوش دے کر اسے ڈھک دیا کہ اس کی جگہ اس کو ویسے ہی رکھ دیا جیسے کہ رکھا ہوا تھا اور وہ قافلہ بدھ کے دن سورج غروب ہوتے ہی یہاں پہنچ جائے گا۔ پھر تم لوگ ان سے دریافت کر لینا کہ جب وہ اپنا گم شدہ اونٹ تلاش کر کے اپنے سامان کی طرف واپس ہوئے تو کیا انہوں نے پیالہ کو پانی سے خالی پایا یا نہیں؟ اور ان سے یہ بھی پوچھنا کہ جب تم اونٹ کی تلاش میں سرگرداں تھے اور تم کو کسی نے پکار کر کہا کہ تمہارا اونٹ فلاں جگہ ہے اور تم حیران ہو کر کہنے لگے: شام کے ملک میں یہ محمد کی آواز کیسی ہے۔؟ پھر تم نے اس آواز پر عمل کرنے کے بعد اونٹ پایا یا نہ؟''

قریش نے کہا:

''ہاں ٹھیک ہے! یہ بہت بڑی نیکی ہے۔''

پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کا نام لے کر فرمایا کہ میں بنی فلاں کے قافلہ پر گزرا مقام ذی مروہ پر۔ دو شخص ایک اونٹ پر سوار تھے۔ ان کا اونٹ براق کی تیز رفتاری کی وجہ سے بھاگا اور دونوں سوار گر گئے۔ ان میں سے فلاں شخص کا ہاتھ کلائی سے ٹوٹ گیا۔ بدھ کے دن ٹھیک دو پہر کو وہ قافلہ یہاں مکہ میں آ جائے گا۔ پھر آپ ان دونوں سے دریافت کر لینا۔''

کفار مکہ نے کہا:

''بہت اچھا! یہ نشانی بھی ٹھیک ہے۔''

کفار مکہ نے کہا:

''آپ ایک اور قافلہ کے حالات سنائیں۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''میں اس قافلہ سے مقام تنعیم پر گزرا۔''

کفار مکہ نے کہا:

''اس قافلہ کی پوری ماہیت سے آگاہ فرمایئے۔''

حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے فرمایا:

''وہ بنی فلاں کا تھا، اس قافلہ کے آگے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ چل رہا تھا۔ اس پر دو دھاری دار بوریاں غلہ کی لدی ہوئی تھیں اور اس پر ایک سیاہ حبشی سوار تھا۔ فلاں شتر سوار کو سردی لگی تو وہ اپنے غلام سے کمبل مانگ رہا تھا۔ وہ قافلہ قریب آ گیا ہے، طلوع شمس کے وقت مکہ پہنچ جائے گا۔ جب آ جائیں تو دریافت کر لینا۔''

کفار مکہ نے کہا:

Marfat.com

''یہ تیسری نشانی بھی خوب اچھی طرح ٹھیک ہے۔''

ہر قافلہ کے متعلق حضور علیہ السلام نے اوقات مقرر فرمائے ،ان مقررہ اوقات میں قافلوں کی تاک میں کچھ رومی بٹھا دیئے گئے

پہلے قافلے کا آنا:

طلوع آفتاب سے پہلے کچھ لوگ کذی پہاڑی پر آبیٹھے اور قافلہ کی انتظار کرنے لگے اور کچھ لوگ سورج کی انتظار میں مقرر کر دیئے گئے کہ سورج کب نکلے گا۔

قافلہ ابھی دور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا تا کہ ایک طرف سورج پر فرشتہ نگاہ رکھے (کہ طلوع نہ ہونے دے) اور دوسری طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام زمین کو لپیٹے (تا کہ سورج کا کنارہ زمین سے برآمد ہونے تک قافلہ سفر طے کر سکے) تا کہ دوست کی بات سچی ثابت ہو جائے۔''

((فانه قائل يقول هذه الشمس قد طلعت وقال اخر هذه نعيو قد اقبلت))

(کشف الغمہ ،جلد۲،صفحہ نمبر۲۵۱)

''ناگہاں ان میں سے ایک آدمی بولا: یہ سورج نکل آیا اور ان کے دوسرے آدمی نے کہا: یہ لو قافلہ آ گیا۔''

خاکستری رنگ کا اونٹ جس پر دو دھاری دار بوریاں لدی ہوئی تھیں ،اس قافلہ کے آگے آگے تھا۔اس کے بعد چند پریشانیوں کی تحقیق کی گئی تو اس طرح ہوا جس طرح کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔

دوسرے قافلے کی آمد:

پھر دو پہر کو ایک بہت بڑی جماعت اس پہاڑ پر آئی۔عین نصف نہار کے وقت قافلہ پہنچ گیا جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا۔

ان کا اونٹ جب پہنچا تو جو شخص گرا تھا اس کا ہاتھ کلائی سے ٹوٹا ہوا تھا۔اس نے کہا:

''محمد سچ کہتے ہیں کہ جنگل میں بجلی کی طرح آپ ہم پر گزرے تھے جس کی وجہ سے میرے اونٹ نے مجھے گرا دیا۔''

تیسرے قافلے کی آمد:

غروب کے وقت تیسرے قافلہ کی تاک میں لوگ بیٹھ گئے۔

سورج غروب ہونے کو نزدیک ہو گیا کہ قافلہ ابھی تک نہ پہنچا تھا۔پھر حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے دعا کی اور سورج روک دیا گیا۔پھر جب وہ قافلہ آیا اس وقت سورج غروب ہوا۔

Marfat.com

((فلما کان ذلك الیوم اشرقت قریش ینظرون وقد ولی النهار ولم یجی فد عا النبی صلی الله علیه وسلم نزید له فی النهار ساعة و حبس علیه الشمس))

(خصائص کبریٰ، جلد ۱، صفحہ نمبر ۱۸۰)

''پھر جب وہ دن آیا (جس وقت تیسرا قافلہ آنا تھا) قریش سب باہر آ کر پہاڑ پر تاک میں بیٹھے تھے کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہو گیا اور قافلہ نہ آیا۔ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کی ایک ساعت دن بڑھ گیا اور سورج رک گیا۔ (پھر جب قافلہ پہنچا اس وقت سورج غروب ہوا) پھر ان سے برتن کا قصہ پوچھا گیا۔ انہوں نے خبر دی کہ ہم نے پیالہ میں پانی رکھ کر اوپر سے ڈھکنا دے دیا تھا۔ جب ہم واپس آئے تو ڈھکنا سے بند تھا مگر اس کے اندر پانی نہیں تھا۔ پھر ان لوگوں نے بتایا، جن کا اونٹ بھاگ گیا تھا کہ ہم نے وادی میں ایک آواز سنی جو اونٹ کی طرف ہم کو بلا رہا تھا۔ چنانچہ ہم نے اس کے اشارہ سے اونٹ کو پا لیا۔ پھر وہ کہنے لگے کہ ولید سچ کہتا تھا کہ (معاذ اللہ) آپ جادوگر ہیں۔''

اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

((وما جعلنا الرؤیا التی اریناك الا فتنة اللناس))

''اور وہ دکھلاوا جو ہم نے آپ کو دکھلایا سو اس کو ہم نے لوگوں کیلئے آزمائش بنایا جس سے لوگوں کا امتحان ہو گیا۔ حتیٰ کہ پختہ لوگوں نے سن کر مان لیا اور خام لوگوں نے انکار کر دیا۔

☆☆☆

باب نمبر 22:

مفسر قرآن، صحابی رسول حضرت ابن عباس کا بیان کردہ واقعہ معراج

((سُبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی الذی بٰرکنا حولہٗ لنریہٗ من آیاتِنا انّہٗ ھو السمیع البصیر))

''پاک اور بے عیب ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے خاص بندہ (حضرت محمد) کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے آس پاس ہم نے (بہت) برکت نازل فرمائی تا کہ ہم اپنے اس (بندہ خاص) کو اپنی قدرت کی خاص نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بعثت کے آٹھویں برس ستائیسویں رجب المرجب بروز پیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کی بیٹی ام ہانی کے گھر تھے، ان کا نام فاختہ ہے اور ان کے پاس فاطمۃ الزہرا تھیں، اس وقت ان کی عمر نو سال تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر میں

Marfat.com

سوئے ہوئے تھے کہ اچانک رات کے وقت کسی آنے والے نے دروازے پر دستک دی تو فاطمہ باہر نکلیں تاکہ دروازے پر دستک دینے والے کو دیکھیں۔ انہوں نے ایک شخص کو دیکھا جو زیورات اور لباس میں مزین ہے اور اس کے دو عنبر رنگ کے پیراہن ہیں جس سے اس نے مشرق و مغرب کو ڈھانپا ہوا ہے اور اس کے سر پر موتیوں اور جواہرات سے مرصع تاج ہے اور اس کی پیشانی پر:

((لاالہ الااللّٰہ محمد رسول اللّٰہ))

لکھا ہوا ہے۔ اس کو فاطمہ نے فرمایا:

''تجھے کس کی تلاش ہے۔؟''

اس نے عرض کیا:

''محمد رسول اللہ کی۔''

سیدہ فاطمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! دروازے پر ایک ایسا شخص ہے جس نے مجھے ڈرا کر خوف زدہ کر دیا ہے، میں نے اس جیسی ہیبت ناک صورت کبھی نہیں دیکھی۔ اس نے مجھے کہا کہ میں رسول اللہ کی تلاش میں ہوں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر باہر تشریف لائے۔ آپ نے اپنے سامنے جبرائیل امین علیہ السلام کو پایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ پر درود و سلام ہو۔''

نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:

''اے میرے بھائی جبرائیل! کیسے آنا ہوا۔؟ کیا کوئی پیغام ہے یا ایفائے عہد کا وقت ہو گیا ہے۔ یا کوئی اور معاملہ ہے۔؟''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''یارسول اللہ! اٹھیں! لباس زیب تن فرمائیں اور مطمئن رہیں، تشویش کی کوئی بات نہیں، بلکہ مقام مسرت ہے کیونکہ آج کی شب آپ اس ذات سے راز کی باتیں کرنے والے ہیں جس میں اونگھ اور نیند کا شائبہ نہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پیارے جبرائیل کی بات سن کر خوشی خوشی اٹھ کھڑا ہوا اور اچھی طرح لباس زیب تن کر لیا۔ میں جنگل کی طرف چل پڑا اور اچانک ایک کھڑے براق کے پاس پہنچ گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے اس کی لگام میں پکڑی ہوئی تھی۔ وہ براق دنیا کے جانوروں کی مثل نہ تھا۔ وہ گدھے سے بلند اور خچر سے پست تھا۔ اس کا چہرہ آدمی کی طرح تھا اور جسم گھوڑے کی طرح۔ وہ دنیا اور دنیا میں بسنے والے تمام جانوروں سے حسین تھا اور اس کی تر و تازہ موتیوں کی کلغی یاقوت کی شاخوں سے آراستہ تھی

Marfat.com

اور روشنی سے چمک رہی تھی۔ اس کے دونوں کان سبز زمرد کے تھے اور اس کی دونوں آنکھیں چمکتے ہوئے ستارے کی طرح تھیں۔ اس کی شعاعیں سورج کی شعاعوں کی مثل بکھر رہی تھیں، مٹی مائل چتکبرا تین ٹانگیں سفید تھیں، آگے کی دائیں طرف کی ٹانگ سفید نہیں تھی۔ اس براق پر موتیوں اور جواہرات سے جڑی ہوئی پالان تھی۔ کماحقہ اس کی صفات اللہ ہی جانتا ہے۔ براق آدمی کی طرح سانس لیتا تھا۔ مجھے براق کے حسن و جمال کو دیکھ کر تعجب ہوا۔ جبرائیل نے عرض کیا:

''یا رسول اللہ! آگے بڑھ کر سوار ہو جائیں۔''

میں سوار ہونے کو آگے بڑھا تو براق پھدکنے لگا جیسے جال میں مچھلی۔ جبرائیل امین نے یہ ماجرا دیکھ کر براق سے کہا:

''ٹھہر جا! کیا تجھے پاس نہیں کہ تو مخلوق کے سردار اور اللہ کے حبیب کے سامنے بدک رہا ہے۔؟ قسم ہے اس ذات کی جو میرا اور تیرا خالق ہے! اللہ کے ہاں اس سے زیادہ معزز کوئی تجھ پر سوار نہیں ہوا۔''

براق نے جواباً عرض کیا:

''مجھ پر آدم صفی اللہ، ابراہیم خلیل سوار ہوئے ہیں۔''

جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا:

''اے براق! یہ تو اللہ کے حبیب اور رسول رب العالمین ہیں اور تمام آسمانوں اور زمین والوں سے افضل ہیں۔ ان کا قبلہ کعبہ ہے اور دین اسلام، قیامت کے دن تمام مخلوق انہی کی شفاعت کی امید لگائے بیٹھی ہوگی۔ جنت ان کے دائیں اور جہنم ان کے بائیں طرف ہوگی، جو ان کی تصدیق کرے گا وہ جنت میں جائے گا اور جو تکذیب کرے گا وہ جہنم میں۔''

براق نے عرض کیا:

''اے جبرائیل! ان کو میری طرف سے عرض کر دے کہ وہ مجھے بھی اپنی شفاعت میں داخل کر لیں تاکہ میں انہیں سواری کا نذرانہ پیش کر سکوں اور وہ اپنے مبارک قدموں سے میرے سینے کو باکمال کریں تو اس سے میرے اعزاز فخر میں اضافہ ہوگا اور یہ قیامت میں میری پونجی اور سرمایہ ہوگا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا:

''تو میری شفاعت میں داخل ہے اور قیامت کے دن تو ہی میری سواری ہوگا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ سنتے ہی وہ میرے قریب ہوا پھر میں اس پر سوار ہو گیا اور وہ مجھے زمین و آسمان کے درمیان اڑا لے گیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آواز دیتے ہوئے کہا:

''اے اللہ کے حبیب! یہاں اتر کر دو رکعت نماز ادا فرما لیں۔''

میں اتر پڑا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا:

Marfat.com

''تو نے مجھے اس جگہ نماز پڑھنے کو کیوں کہا؟''
جبرائیل امین نے عرض کیا:
''اے اللہ کے حبیب! یہ وادی عقیق ہے۔''
میں پھر براق پر سوار ہو گیا، اور اللہ تعالیٰ جو ہمیں سیر کرنا چاہتا تھا وہ ہم نے کی۔ پھر اچانک میری دائیں جانب سے کسی نے آواز دی اور وہ کہہ رہا تھا:
''اے محمد! ٹھہریئے! میں آپ کے اور آپ کی امت کے لئے اچھی بات کرنا چاہتا ہوں۔''
میں اس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر آگے چل پڑا اور اللہ رب العزت کا فضل تھا کہ میں آواز دینے والے کے اس شر سے محفوظ رہا۔ پھر ہم مشیت الٰہی کے مطابق چلتے رہے۔ اچانک میری بائیں طرف سے کوئی آواز دیتے ہوئے کہہ رہا تھا:
''اے محمد! ٹھہریئے! میں آپ کے اور آپ کی امت کی بھلائی کے لئے بات کرنا چاہتا ہوں۔''
میں اس آواز دینے والے کی بھی پرواہ کئے بغیر چلتا رہا اور یہ اللہ کی خاص فضل و کرم تھا کہ میں اس کے شر سے بچ گیا اور ہم اللہ کریم کی مشیت کے مطابق آگے چلتے رہے اور آناً فاناً ایک بکھرے بالوں والی عورت کے پاس پہنچ گئے جو حسن و جمال، لباس، جواہرات، موتی اور یاقوت غرضیکہ وہ اللہ بلند و برتر کی پیدا کردہ ہر مزین چیز میں ملبوس تھی اور اس کا حسن جمال چمک رہا تھا اور وہ پکار کر کہہ رہی تھی:
''اے محمد! ٹھہریئے! تاکہ میں آپ سے ہم کلام ہو کر آپ کے اور آپ کی امت کی بھلائی کے لئے بات کروں۔''
ہم اس عورت کی پرواہ کیے بغیر چلتے رہے۔ یہ اللہ کا خاص کرم تھا کہ ہم اس کے شر سے محفوظ رہے۔ پھر ہم بیت المقدس پہنچ گئے۔ میں نے دیکھا کہ میری دائیں طرف خوبصورت لباس میں ملبوس مہکتی ہوئی خوشبو والا نوجوان تھا، جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ آگے بڑھا اور مجھے سلام کیا اور وہ مجھ سے بغلگیر ہوا۔ پھر غائب ہو گیا۔ میں نے کہا:
''اے پیارے جبرائیل! مجھے یہ تو بتاؤ کہ راستے میں آواز دینے والا کون تھا؟''
جبرائیل امین نے عرض کیا:
''پہلا نصاریٰ کا داعی تھا۔ اگر آپ اس کی بات سن لیتے تو آپ کے بعد آپ کی امت نصرانی ہو جاتی۔ دوسرا یہود کا داعی تھا۔ اگر آپ اس کی بات سن لیتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی اور بکھرے بالوں والی عمدہ پوشاک سے مزین عورت، یہ دنیا ہے، اگر آپ اس کی بات سن لیتے تو آپ کی امت دنیا کی آخرت پر ترجیح دیتی اور وہ آواز جو آپ نے سنی ہے وہ پتھر ہے جو پانچ سو سال سے جہنم میں گر رہا ہے، لیکن ابھی تک تہہ تک نہیں پہنچا۔''

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا:

''اے جبرائیل! وہ نوجوان جس نے مجھے سلام کیا وہ کون تھا۔؟''

جبرائیل امین نے عرض کیا:

''وہ اللہ رب العزت کا دین تھا، کیونکہ آپ کی امت مومنانہ زندگی گزارے گی۔''

پھر جبرائیل امین براق کو بیت المقدس کی طرف لے چلے۔ اچانک وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور ان کے پاس تین پیالے تھے۔ ایک میں دودھ، دوسرے میں شراب اور تیسرے میں پانی تھا۔ جبرائیل امین نے کہا:

''آپ جو چاہیں نوش فرمالیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا اور تھوڑا سا ہی پیا تھا تو جبرائیل علیہ السلام نے مجھے مخاطب ہو کر کہا:

''آپ نے کامل فطرت کا پالیا۔ اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت بہک جاتی، اگر پانی لے لیتے تو امت غرق ہو جاتی اور اگر آپ سارا دودھ نوش فرمالیتے تو آپ کی امت میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہ جاتا۔''

میں نے کہا:

''اے بھائی! وہ دودھ کا پیالہ دوبارہ مجھے دے دو۔''

جبرائیل امین نے عرض کیا:

''وہ پیالہ تو دور جا تا رہا اے محمد! جو ہونا تھا وہ ہو چکا اور قلم ظہور پذیر ہونیوالی اشیاء سے خشک ہو چکی ہے۔''

میں نے کہا:

''یہ کتاب (لوح محفوظ، تقدیر) میں لکھا ہوا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر جبرائیل مجھے ایک پتھر کی جانب لے گئے، وہاں ایک سیڑھی آسمان کی بلندی سے پتھر کی طرف لگی ہوئی تھی۔ میں نے کبھی اس جیسی حسین وجمیل چیز نہیں دیکھی۔ اس کا ایک پایہ سونے کا، ایک چاندی کا، ایک زبرجد کا اور ایک یاقوت احمر کا تھا۔ پھر جبرائیل امین نے مجھے سینہ سے لگایا، اپنے پروں میں لپیٹ لیا اور میری آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور مجھے کہا:

''اے محمد! سیڑھی مبارک پر قدم رکھیں۔''

میں اور جبرائیل امین دونوں جب سیڑھی پر چڑھے۔ جب میری نگاہ عبادت گزاروں نے مقامات سے ہٹی تو میں نے ملائکہ کی ایسی جماعت کو دیکھا (ان کی کثرت تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی شمار کرسکتا ہے) کہ وہ کسی سمت روی کے بغیر اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتہلیل میں مشغول تھے۔ میں نے پہلے آسمان میں ستاروں کو ایسے لٹکتے ہوئے

Marfat.com

دیکھا جیسے مساجد میں قنادیل۔ ان میں سے سب سے چھوٹا ستارہ ایک بہت بڑے پہاڑ سے بھی بڑا تھا۔

پھر مجھے جبرائیل آنکھ جھپکنے سے قبل آسمانِ دنیا تک لے گئے۔ آسمان دنیا اور زمین کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور اتنی ہی آسمان کی موٹائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلے آسمان پر پہنچ کر جبرائیل علیہ السلام نے دروازے پر دستک دی۔

فرشتوں نے پوچھا:

''کون؟''

جبرائیل امین نے فرمایا:

''جبرائیل۔''

فرشتوں نے پوچھا:

''آپ کے ساتھ کون ہیں؟''

جبرائیل نے فرمایا:

''محمد۔''

فرشتوں نے پوچھا:

''کیا انہیں بلایا گیا ہے؟''

جبرائیل نے کہا:

''ہاں! انہیں بلایا گیا ہے۔''

فرشتوں نے کہا:

''آپ کو اور آپ کے ساتھی کو خوش آمدید ہو! تم دونوں کا آنا مبارک ہے۔''

فرشتوں نے دروازہ کھول دیا اور ہم اندر چلے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''پہلا آسمان دھواں دار آسمان تھا۔ اسے رفیعہ کہا جاتا ہے اور اس میں قدم بھر بھی ایسی جگہ نہ تھی جہاں کوئی فرشتہ رکوع یا سجدہ میں نہ ہو۔ میں نے اس میں دو بڑی نہریں بہتی دیکھیں۔ میں نے دریافت کیا: اے جبرائیل! یہ کیسی نہریں ہیں؟ تو اس نے کہا: یہ ''نیل'' ہے اور وہ ''فرات'' ہے۔ ان دونوں کا عنصر (یعنی اصل) جنت سے ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ایک اور نہر پر گزر ہوا۔ اس پر موتیوں اور زبرجد کا محل بنا ہوا تھا اور اس سے خوشبو مہک رہی تھی۔ میں نے دریافت کیا:

''یہ کونسی نہر ہے۔؟''

Marfat.com

جبرائیل نے عرض کیا:

''یہ وہ کوثر ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کے لئے بلند کیا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میں نے ایک عظیم الخلقت فرشتہ دیکھا۔ وہ ایک نورانی گھوڑے پر سوار تھا اور اس پر نورانی حلّہ تھا۔ وہ قسم قسم کی پوشاک اور زیورات سے مزین اور ستر ہزار فرشتوں کا انچارج تھا۔ ان میں سے ہر فرشتہ کے ہاتھ میں ایک نورانی نیزہ تھا۔ وہ اللہ رب العزت کا لشکر ہیں۔ جب کوئی زمین میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو وہ منادی کرتے ہیں:

''یقیناً فلاں بن فلاں پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہو گیا ہے۔''

تو وہ بھی اس پر غضب ناک ہوتے ہیں اور جب انسان استغفار اور توبہ کرے تو وہ منادی کرتے ہیں:

''اللہ فلاں بن فلاں سے راضی گیا ہے۔''

تو وہ اس سے راضی ہو جاتے ہیں۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ بڑا قد آور فرشتہ کون تھا۔؟''

جبرائیل نے کہا:

''یہ اماعیل آسامن دنیا کا خازن ہے۔ آگے بڑھ کر اسے سلام کریں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے قریب ہو کر اسے سلام کیا، اس نے مجھے سلام کا جواب دیا اور میرے پروردگار کی طرف سے اکرام پر مجھے مبارک باد دی۔ اس نے کہا:

''بشارت ہو اے محمد! قیامت تک آپ میں اور آپ کی امت میں تمام خوبیاں ودیعت کر دی گئی ہیں۔''

میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر میں اس کے آگے آگے چل پڑا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میرا گزر ایک ایسے فرشتے سے ہوا جس کا نصف برف اور نصف آگ کا تھا، نہ آگ برف کو پگھلاتی تھی اور نہ ہی برف آگ بجھاتی تھی۔ اس کا ایک ہزار سر تھا اور ہر سر میں ایک ہزار چہرہ اور ہر چہرہ میں ہزار منہ، ہر منہ میں ہزار زبان اور وہ ایک ہزار مختلف زبانوں میں اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتا تھا جو ایک دوسرے کے مشابہ نہیں، ان کی تسبیحات میں ایک تسبیح یہ تھی:

''پاکی ہے اسے جس نے برف اور آگ میں نصف پیدا کر دی۔ اے وہ ذات جس نے برف اور آگ میں نصف پیدا کی اپنے مومن بندوں کے دلوں میں محبت ڈال دے۔''

اور دوسرے فرشتے آمین کہہ رہے تھے۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہے۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

Marfat.com

''یہ تمام آسمانوں کا موکل ہے۔ فرشتوں میں سے یہ فرشتہ اولادِ آدم کا نہایت ہی خیر خواہ ہے۔''

پھر فرشتوں نے کئی صفیں باندھ لیں۔ جبرائیل امین نے مجھے مصلیٰ امامت پر کھڑا کر دیا۔ میں نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ملت پر انہیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ہم چشم زدن میں دوسرے آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ آسمان دنیا اور اس آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ تھا اور اتنا ہی اس کا موٹاپا تھا۔

جبرائیل امین نے دوسرے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا تو انہوں نے پوچھا:

''کون؟''

جبرائیل نے فرمایا:

''جبرائیل۔''

فرشتوں نے پوچھا:

''تمہارے ساتھ کون ہیں۔؟''

جبرائیل نے کہا:

''محمد۔''

فرشتوں نے پھر کہا:

''انہیں بلایا گیا ہے؟''

جبریل امین نے اثبات میں جواب دیا۔ فرشتوں نے کہا:

''آپ کو اور آپ کے ساتھی کو خوش آمدید ہو۔''

یہ کہہ کر فرشتوں نے ہمارے لئے دروازہ کھول دیا۔ ہم اندر چلے گئے۔ وہ ایک لوہے کا آسمان تھا جس میں کسی قسم کا کوئی جوڑ اور درازیں وغیرہ کچھ نہیں تھا۔ اس کا نام ماعون ہے۔ میں نے اس میں عمدہ گھوڑوں پر سوار دیکھے جو اپنے جنگجو ہاتھوں میں تلوار اٹھائے ہوئے تھے۔ میں نے دریافت کیا:

''جبرائیل امین! یہ کون ہیں؟''

جبرائیل نے عرض کیا:

''یہ مالک وکون ومکان کے فرشتوں کا ایک لشکر ہے جن کو قیامت کے دن تک اللہ رب العزت نے اسلام کی مدد کے لئے پیدا کیا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دوسرے آسمان پر میں نے دو ہم شکل نوجوانوں کو دیکھا۔ میں نے دریافت کیا:

''جبرائیل! یہ کون ہیں؟''

Marfat.com

انہوں نے کہا:

''ان دونوں میں ایک تو یحییٰ بن ذکریا ہیں اور دوسرے عیسیٰ بن مریم۔ آپ ان کے قریب ہو کر انہیں سلام کریں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے قریب ہو کر ان کو سلام کیا تو انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لمبے بال، خوبصورت چہرہ، سفید رنگ سرخی آمیز تھا اور یحییٰ علیہ السلام کے چہرے پر میں نے خشوع و عاجزی کا نشان پایا۔ میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیتے ہوئے میرے رب کی طرف سے مجھے جو اعزاز ملا اس پر مجھے مبارک باد دی اور کہا:

''اے محمد! تجھے بشارت ہو! قیامت تک تجھ میں اور تیری امت میں کامل بھلائی ہوگی۔''

میں نے کہا:

''حمد و شکر ہے میرے پروردگار کا۔''

پھر جبرائیل امین نے مجھے امامت کے لئے کہا تو میں نے ملت ابراہیم خلیل اللہ پر ان دونوں کو دو رکعت نماز پڑھائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ہم پلک جھپکنے میں تیسرے آسمان پر چلے گئے، دوسرے اور تیسرے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ تھا اور اتنا ہی اس کا عمق۔ جبرائیل علیہ السلام نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو فرشتوں نے پوچھا:

''کون؟''

جبرائیل علیہ اسلام نے کہا:

''جبرائیل۔''

پوچھا گیا:

''تمہارے ساتھ کون ہیں۔؟''

جبرائیل نے فرمایا:

''محمد۔''

فرشتوں نے کہا:

''آپ کو اور آپ کے ساتھی کو خوش آمدید ہو۔''

پھر فرشتوں نے دروازہ کھول دیا اور ہم اندر چلے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ تانبے کا آسمان تھا، اس کا نام ضرینہ ہے۔ میں نے اس میں سبز جھنڈے والے فرشتوں کو دیکھا۔ میں نے جبرائیل امین سے پوچھا:

Marfat.com

''یہ کون ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''یہ شب قدر اور ماہ رمضان کے فرشتے ہیں۔ یہ مجلس ذکر شہداء اور جماعتوں کی مجالس کی تلاش میں لگے رہتے ہیں اور یہ رات کے نمازیوں پر سلام بھیجتے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بوڑھے اور ایک نوجوان کو دیکھا۔ میں نے کہا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟''

جبرائیل نے کہا:

''یہ داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام ہیں۔ آپ ان دونوں کے قریب ہو کر سلام کریں۔''

میں نے قریب ہو کر دونوں کو سلام کیا۔ ان دونوں نے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہوئے میرے رب کی طرف سے میرے اعزاز و تکریم پر مجھے مبارکباد دی اور انہوں نے کہا:

''اے محمد! تجھے بشارت ہو! قیامت تک آپ کی اور آپ کی امت میں بھلائی ہی بھلائی ہے۔''

میں نے ان دونوں کے درمیان ایک نورانی کرسی پر ایک نوجوان لڑکا دیکھا۔ اس کے چہرے سے نور چمک رہا تھا۔ اس کی صورت چودھویں رات کی چاند کی طرح روشن تھی۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ نوجوان کون ہے؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ یعقوب علیہ السلام کے لخت جگر یوسف علیہ السلام ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے حسن و جمال کے لحاظ سے حسینوں پر ایسی فضیلت و برتری دی ہے جیسے چاند کو ستاروں پر۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے قریب ہو کر سلام کیا اور انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور میرے اللہ عزوجل کی طرف سے میرے اعزاز و اکرام میں مجھے مبارکباد دی اور مجھے کہا:

''صالح بھائی! ناصح نبی! آپ کو خوش آمدید۔!''

پھر فرشتوں نے صفیں باندھیں اور جبرائیل علیہ السلام نے مجھے امامت کے لئے آگے کیا۔ میں نے ملت ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ہم آنکھ جھپکنے سے پہلے چوتھے آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ چوتھے اور تیسرے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ تھا اور اتنا ہی اس کا عمق۔ جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کے دروازے پر دستک دی۔ پوچھا گیا:

''کون؟''

جبرائیل امین نے فرمایا:

Marfat.com

''جبرائیل۔''

پوچھا گیا:

''آپ کے ساتھ کون ہیں۔؟''

فرمایا:

''محمد۔''

فرشتوں نے کہا:

''آپ کو اور آپ کے ساتھی کو خوش آمدید ہو۔''

پھر انہوں نے دروازہ کھول دیا اور ہم اندر داخل ہو گئے۔ میں نے دیکھا کہ یہ سفید چاندی کا آسمان تھا۔ اسے زاہرہ کہا جاتا ہے۔ میں نے اس میں اپنے رب العزت کے عجائبات سے مختلف قسم کے فرشتے دیکھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا اس کے چہرے سے نور کی شعاعیں بلند ہو رہی تھیں اور اس کا دل خشیتِ الٰہی سے لبریز تھا۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟''

جبرائیل امین نے کہا:

''یہ آپ کے بھائی حضرت ادریس علیہ السلام ہیں۔ ان کے مرتبہ کو اللہ رب العزت نے بہت بلند کیا ہے۔ انہیں سلام کیجئے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قریب ہو کر سلام کہا، انہوں نے سلام کا جواب دیتے ہوئے آپ اور آپ کی امت کے لئے بخشش کی دعا کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میں نے عجیب الخلقت اور عجیب منظر والا فرشتہ دیکھا۔ اس کے دونوں پاؤں ساتوں آسمان کی سرحدوں تک پہنچے ہوئے تھے اور سر عرش کے نیچے تھا وہ ایک نورانی کرسی پر جلوہ افروز تھا۔ اس کے دائیں بائیں والے فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے منتظر رہتے۔ اس کی دائیں جانب لوح محفوظ اور بائیں جانب بہت بڑا درخت تھا مگر وہ فرشتہ کبھی ہنستا نہیں۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟''

جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

''یہ لذات کا قاطع، جماعتوں میں جدائی ڈالنے والا، گھر بار ویران کرنے والا، عورتیں بیوہ کرنے والا، دوستوں کو مصیبت زدہ بنانے والا، آباد گھروں کے دروازے بند کرنے والا، روشنیوں کو تاریک کرنے والا اور نوجوانوں کو اچک لینے والا ہے۔ یہ موت کا فرشتہ عزرائیل ہے۔ یہ اور داروغہ جہنم کبھی بھی نہیں ہنستے۔ آپ قریب ہو کر انہیں سلام کریں۔''

Marfat.com

میں نے قریب ہو کر سلام کیا تو اس نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا اور نہ ہی سر اٹھایا۔ جبرائیل امین نے اس سے پوچھا:

''تم نے کائنات کے سردار اور حبیب کبریا کو سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔''

اس نے جبرائیل امین کی آواز سنی تو اچھل کر کھڑا ہو گیا اور سلام کا جواب دیا اور میرے رب کی طرف سے میرے اعزاز پر مجھے مبارک باد دی اور کہا:

''اے محمد! آپ کو بشارت ہو کہ قیامت تک آپ میں اور آپ کی امت میں نیکی ہی نیکی رہے گی۔''

پھر میں نے اس سے پوچھا:

''اے عزرائیل! یہ تیری رہائش گاہ ہے۔؟''

اس نے کہا:

''جی ہاں۔ جب سے میرے رب نے مجھے پیدا کیا ہے اس وقت سے قیامت تک میرا یہی مقام ہے۔''

پھر میں نے اس سے پوچھا:

''یہاں ہوتے ہوئے آپ ارواح کیسے قبض کرتے ہیں؟''

تو انہوں نے کہا:

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ قدرت دے رکھی ہے اور پانچ ہزار فرشتے میرے ماتحت کر رکھے ہیں۔ میں ان کو زمین میں پھیلا دیتا ہوں تو پھر جب کوئی اپنے وقت کو پہنچ جائے اور اپنا مقسوم (رزق) پورا کر لے اور اس کی زندگی کا وقت ختم ہو جائے تو میں اس کی طرف چالیس فرشتے بھیج دیتا ہوں جو اس کی روح مضبوط پکڑ کر رگوں، پٹھوں، گوشت اور خون سے باہر کھینچ لاتے ہیں اور روح کو اس کے ناخنوں کے سروں سے پکڑ لیتے ہیں، حتیٰ کہ روح گھٹنوں تک پہنچ جاتی ہے۔ پھر فرشتے ساعت بھر میت کو آرام دیتے ہیں، پھر ناف تک کھینچ لاتے ہیں، پھر ساعت بھر میت کو آرام دے کر حلقوم تک لے آتے ہیں اور وہ خرخر کرنے لگ جاتا ہے۔ پھر میں روح کو پکڑ کر کھینچ نکالتا ہوں جیسے آٹے سے بال۔ جب روح جسم سے جدا ہو جاتی ہے تو آنکھیں گڑ کر رہ جاتی ہیں اور ٹکٹکی لگائے دیکھتی ہیں، کیونکہ یہ روح کے تعاقب میں لگی ہوتی ہیں۔ میں روح کو ان دو تھیلوں میں سے کسی میں قبض کر لیتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عزرائیل کے ہاتھ میں ایک نورانی تھیلا تھا اور اور ایک بھدا اور ناپسندیدہ۔ عزرائیل پاکیزہ روح کو نورانی تھیلے میں قبض کر کے مقام علیین میں چھوڑ دیتا ہے اور روح خبیثہ کو بدھے تھیلے میں قبض کر کے مقام سجین میں چھوڑ دیتا ہے۔ سجین بہت بڑی چٹان ہے جو نہایت ہی سیاہ ہے جو سب سے نچلی ساتویں زمین کے نیچے ہے، اس میں کفار و فجار کی ارواح ہوتی ہیں۔ میں نے عزرائیل علیہ السلام سے پوچھا:

Marfat.com

"تجھے کسی کے مرنے اور نہ مرنے کا وقت کیسے معلوم ہوتا ہے۔؟"

انہوں نے کہا:

"اے محمد! ہر انسان کے آسمان میں دو دروازے ہیں، ایک دروازے سے اس کا رزق اترتا ہے اور دوسرے دروازے سے اس کے عمل چڑھتے ہیں اور یہ میرے دائیں جو درخت ہے اس کا ایک پتا بھی ایسا نہیں جس پر اولاد آدم میں سے کسی کا نام نہ لکھا ہو، چاہے مرد ہو یا عورت، تو جب کوئی قریب مرگ ہوتو جس پتے پر اس کا نام ہوتا ہے وہ زرد پڑ جاتا ہے اور اس دروازے پر آگرتا ہے جس سے اس کا رزق اترتا ہے اور لوح محفوظ میں اس پر سیاہ نشان لگا دیا جاتا ہے تو میں جان لیتا ہوں اس کی روح قبض کرنی ہے تو پھر میں اس پر ایک غضب ناک نگاہ ڈالتا ہوں جس سے اس کا جسم تھرتھرا اٹھتا ہے اور میرے خوف کی وجہ سے اس کے دل کی حرارت بڑھ جاتی ہے تو وہ صاحب فراش ہو جاتا ہے۔ پھر میں اس کی طرف چالیس فرشتوں کو بھیج دیتا ہوں جو اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔"

میں نے کہا:

"اے عزرائیل! اپنی اصل شکل وصورت جس سے تو ارواح قبض کرتا ہے وہ مجھے دکھا۔"

انہوں نے کہا:

"آپ اسے نہیں دیکھ سکتے۔"

میں نے کہا:

"تجھے قسم ہے اگر تو نہ دکھائے۔"

اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا:

"میرے حبیب کی مخالفت نہ کیجئے۔"

یہ سنتے ہی ملک الموت ارواح قبض کرنے والی صورت میں جلوہ گر ہو گئے تو جب عزرائیل نے اپنی اصل شکل وصورت کے ساتھ مجھے دیکھا تو میں نے تمام دنیا کو اپنے سامنے ایسے پایا جیسے تم میں سے کسی کے پاس ایک درہم ہو تو وہ اسے جیسے چاہے الٹ پلٹ کر رکھ دے۔ اس کی اس ہیبت ناک شکل صورت کو دیکھ کر میرا دل لرزا اور کانپنے لگا۔ جبرائیل علیہ السلام نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر رکھا تو میں اپنی اصلی حالت پر لوٹ آیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

Marfat.com

''یا محمد! قبر کے بعد قبر کی تاریکی، وحشت اور منکر نکیر کے سوالات ہی زیادہ وحشت انگیز ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں ملک الموت کو چھوڑ کر تھوڑا سا آگے چلا تو میں نے روشن چہرے والے اور کامل العقل آدمی کو دیکھا۔اس نے مجھے دیکھ کر تبسم فرمایا۔میں نے کہا:

''جبرائیل یہ کون ہے؟''

انہوں نے کہا:

''یہ آپ کے جد امجد ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں۔قریب ہو کر انہیں سلام کیجئے۔''

میں نے ان کے قریب ہو کر انہیں سلام کیا۔انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور مجھے میرے رب کی طرف سے اعزاز و اکرام پر مبارک باد دی اور فرمایا:

''صالح بیٹے کو خوش آمدید ہو۔اے محمد! تجھے بشارت ہو! اے محمد! قیامت تک تجھ میں اور تیری امت میں تمام خیر ہی خیر ہے اور بیشک تیرا بھائی جبرائیل تجھے تیرے رب کی طرف اٹھا لے جائے تاکہ تیرا اعمدہ اور مکرم ہونا لوگوں پر ظاہر کرے۔''

میں نے کہا:

''آپ کے یہاں تشریف فرما ہونے کا مقصد کیا؟''

فرمایا:

''میں اولاد آدم کے اعمال کا مشاہدہ کرتا ہوں جو شخص لا اللہ اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے میں نے اس سے جمیل تر، کامل تر، روشن تر، تروتازہ تر حسین و پاک و صاف تر کسی کو بھی نہیں دیکھا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میرا دل باغ باغ ہو گیا اور میں نے اس اعزاز پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''آگے بڑھ کے ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اور ملائکہ کو دو رکعت نماز پڑھائیں۔''

میں آگے بڑھا اور انہیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

پھر ہم آنکھ جھپکنے سے پہلے پانچویں آسمان کی طرف چڑھ گئے۔چوتھے اور پانچویں آسمان کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا ہے اور اتنا ہی اس کا عمق۔جبرائیل علیہ السلام نے اس کے دروازے کو دستک دی۔پوچھا گیا:

''کون؟''

Marfat.com

جبرائیل علیہ السلام نے کہا:

"جبرائیل۔"

پوچھا گیا:

"تمہارے ساتھ کون ہے۔؟"

کہا:

"محمد۔"

فرشتوں نے کہا:

"تجھے اور تیرے ساتھی کو خوش آمدید ہو۔"

انہوں نے ہمارے لئے دروازہ کھول دیا اور ہم اندر چلے گئے۔ میں نے دیکھا کہ یہ سرخ سونے کا آسمان ہے، اس کا نام میرہ ہے۔ میں نے اس میں اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے ایک بڑے فرشتے کو دیکھا۔ اس کی بڑائی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اسے یہ حکم دیتا کہ وہ ایک ہی دفعہ سات آسمان نگل جائے تو اس کی جسامت کے پیش نظر اس کے لئے یہ آسان کام ہو۔ وہ فرشتہ پکار پکار کر کہہ رہا تھا:

"میرے سردار! میرے مالک! جس نے تیری نافرمانی کی اس نے تیری کچھ قدر نہ جانی۔ تو پاک ہے تو اپنی مخلوق پر کتنا ہی حلیم ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میں نے ایک دروازہ دیکھا جس پر روشن اور چمکدار سطروں میں لکھا ہوا تھا:

"لا اله الاالله محمد رسول الله"

جب میں نے اسے پڑھا تو تالا گر گیا اور دروازہ کھل گیا۔ میں نے اس میں پانچویں آسمان سے نچلی ساتویں زمین کی سرحدوں تک چمک دیکھی اور میں نے تاریک جہنم کو دیکھا جو اللہ کے غضب سے بھڑک رہی تھی اور اس کا دھواں رکا ہوا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسی وقت میری نظر ایک قد آور فرشتے پر پڑی جو ڈراؤنی نظر والا، ظاہر غضب والا، نہایت خوفناک اور سخت مزاج تھا۔ اس کی آنکھوں کے درمیان ایک گرہ تھی۔ اگر اسے زمین کے قریب کر دیا جائے تو اس کی گرمی اور تمازت سے اہل زمین بھسم ہو جائیں، سمندر ابلنے لگیں اور پہاڑ پسینہ ریز ہو جائیں۔ (ابن

Marfat.com

عباس نے دعا کرتے ہیں: اے رب العزت! ہم تیرے حق عظیم اور تیرے اسم کریم کے واسطہ سے تجھ سے التجا کرتے ہیں کہ اے ذوالجلال والاکرام! تو اپنی قدرت وطاقت سے ہمیں اس کا چہرہ نہ دکھانا) میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا:

''یہ کون ہے کہ جس سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں اور اس سے میرا دل دھڑکنے لگا۔؟''

جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''اے حبیب اللہ! یہ جہنم کا داروغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اِسے اپنے غضب وغیض سے پیدا فرمایا۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اِسے پیدا فرما کر جہنم کا متولی بنایا ہے اسی وقت سے اللہ تعالیٰ کے اعداء (دشمنوں) پر اس کا غصہ بڑھے جا رہا ہے۔ ملک الموت (عزرائیل) اور یہ (داروغہ جہنم) کبھی ہنستے ہی نہیں۔ اس کے قریب ہو کر اسے سلام کیجئے۔''

میں نے قریب ہو کر اسے سلام کیا تو اس نے مجھے سلام کا جواب نہ دیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے انہیں کہا:

''آپ نے حبیب رب العالمین کو سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔ وہ رب العزت کے ہاں تمام مخلوق سے زیادہ معزز اور نبی رحمت ہیں۔''

جب دروغہ نے یہ سنا تو اپنے قدموں پر اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا:

''اللہ اللہ! اے اللہ تعالیٰ کے حبیب! غلبہ عظمت آپ ہی کے لئے ہے۔''

میں نے داروغہ جہنم کو کہا:

''مجھے جہنم دکھاؤ۔''

اس نے عرض کیا:

''مجھے اس کا اختیار نہیں۔''

اسی وقت اللہ بلند و اعلیٰ کی طرف سے حکم آیا:

''میرے حبیب محمد کی بات کی مخالفت نہ کرنا۔''

داروغہ جہنم نے یہ سنتے ہی جہنم سے پردہ اٹھایا۔ جہنم انتہائی سیاہ اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے بھڑک رہی تھی۔ بتایا گیا کہ دنیا کی آگ روشن ہے کیونکہ اسے بحر قدرت میں ستر بار ڈبویا گیا، یہاں تک کہ وہ شعاع اور نور والی ہو گئی جس سے فائدہ حاصل کیا جا رہا ہے تو میں نے اس میں ستر ہزار سمندر پیپ کے اور ستر

Marfat.com

ہزار سمندر اندھیروں کے اور ستر ہزار کولتار کے اور ستر ہزار سمندر پگھلے ہوئے سیسے کے دیکھے۔ ہر سمندر کے کنارے ستر ہزار شہر آگ کے، ہر شہر میں آگ کے ہزار محل اور ہر محل میں ستر ہزار آگ کی کشتیاں اور ہر کشتی میں آگ کے ستر ہزار صندوق اور ہر صندوق میں ستر ہزار قسم کا عذاب ہے۔ میں نے جہنم میں کھجور کی طرح لمبے لمبے سانپ اور خچر کی طرح بچھو دیکھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جہنم میں ستر ہزار سخت سرد کنویں دیکھے اور میں نے اس میں غمگین رونے والی عورتیں دیکھیں جو چیخ پکار کر رہی تھیں، مگران کی کچھ نہ سنی جاتی تھی اور وہ آہ وفغاں کر رہی تھیں مگران کی پرواہ نہیں کی جاتی تھی۔ میں نے پوچھا:

”اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں۔؟“

جبرائیل نے عرض کیا:

”یہ وہ ہیں جو اپنے خاوند کو چھوڑ کر دوسروں کے پاس بن سنور کر جاتی تھیں۔“

پھر میں نے ایسی عورتیں بھی دیکھیں جن پر کولتار کا لباس تھا اور ان کی گردنوں میں زنجیر اور طوق تھے۔ میں نے پوچھا:

”اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟“

انہوں نے عرض کیا:

”یہ اپنے خاوند کی توہین کرنے والی ہیں۔ ان میں سے کوئی اپنے خاوند کو کہتی کہ تیرا چہرہ کیسا بھدا ہے ۔تیری شکل کتنی قبیح ہے۔ یہ کتنا بدبودار ہے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ جس ذات والا صفات نے تجھے پیدا کیا اس نے اس مرد کو بھی پیدا کیا اور وہی معبود واحد ہے۔“

میں نے جہنم میں ایسی عورتیں بھی دیکھیں کہ ان کے چہرے جلے ہوئے اور ان کی زبانیں لٹک کر ان کے سینے پر آئی ہوئی تھیں۔ میں نے دریافت کیا:

”اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں۔؟“

انہوں نے عرض کیا:

”یہ وہ ہیں جو بلاوجہ اپنے خاندوں سے طلاق کا مطالبہ کرتی تھیں۔“

میں نے بالوں سے لٹکتی ہوئی دو عورتیں بھی دیکھیں، جن کے دماغ ابلتی ہوئی ہانڈی کی طرح اُبل رہے تھے۔ میں

Marfat.com

نے جبرائیل سے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہیں۔؟''

انہوں نے کہا:

''یہ بے پردہ عورتیں ہیں جو غیر مردوں کو اپنے بالوں کی نمائش کراتی تھیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جہنم میں ایسی عورتوں کو بھی دیکھا جن کے پستان آگ کی بیڑیوں سے مقید تھے۔میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہیں؟''

انہوں نے کہا:

''یہ عورتیں ہیں جو اپنے خاوند سے اجازت لئے بغیر دوسروں کی اولاد کو دودھ پلاتی تھیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسی عورتیں بھی دیکھیں جن کے پاؤں زبان سے پیوست تھے اور پستان پیشانیوں سے۔میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں۔؟''

انہوں نے عرض کیا:

''یہ وہ عورتیں ہیں جو اچھی مجلس اختیار نہیں کرتی تھیں اور نہ ہی اچھی طرح وضو کرتی تھیں، ناپاک کپڑوں ،ناپاک جسم والی عورتیں ہیں جو حیض و جنابت کا غسل تک نہیں کرتی تھیں اور نماز و روزہ میں اس قدر سست روی کا مظاہرہ کرتیں کہ نماز فوت ہو جاتی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے آگ کے ایک صندوق میں بہری گونگی اور اندھی عورتیں دیکھیں جن کے دماغ سے نتھنوں کے راستے سے تیل کی مثل کوئی چیز بہہ رہی تھی اور ان کے بدبودار جسم جذام اور برص کی بیماری کی وجہ سے پھٹے ہوئے تھے۔میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کونسی عورتیں ہیں۔''

انہوں نے بتایا:

''یہ زانیہ عورتیں ہیں جن کی اولاد زنا سے پیدا ہوئی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسی عورتیں بھی دیکھیں جنہیں آگ کے تنور میں الٹے پاؤں

Marfat.com

لٹکایا ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کونسی عورتیں ہیں۔''

جبرائیل نے بتایا:

''یہ اپنے شوہروں کو گالی گلوچ دینے والی عورتیں ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے سیاہ چہرے والی عورتیں دیکھیں جو اپنی آنتڑیاں کاٹ رہی تھیں۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کونسی عورتیں ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ عورتیں جو دو افراد کو جمع کر کے حرام پر مجبور کرتی تھیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسی عورتوں کا بھی دیکھا جن کا سر خنزیر اور جسم گدھے کی طرح تھا اور وہ ہزار قسم کے عذاب میں مبتلا تھیں۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کونسی عورتیں ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ عورتیں ہیں جو چغل خور تھیں۔ یہ اپنے خاوندوں اور پڑوسیوں میں عداوت اور دشمنی کا بیج بو دیتی تھیں اور لوگوں میں چغل اور جھوٹ پھیلانے میں بھرپور کوشش کرتی تھیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کتے کی ہم شکل عورتیں دیکھیں جن کے سروں سے آگ داخل ہوتی اور پاؤں سے نکل جاتی اور فرشتے لوہے کے گرزوں سے ان کا سر کوٹ رہے تھے۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ لوگوں میں نفرت اور دشمنی ابھارنے والی عورتیں ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے منہ کے بل اوندھے مرد دیکھے۔ ان کی پشت پر آگ کا بہت بڑا پتھر رکھا ہوا تھا اور فرشتے انہیں لوہے کے گرزوں سے مار رہے تھے۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں۔؟''

Marfat.com

انہوں نے بتایا:

''یہ لونڈے باز علماء ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے آگ کی ہتھکڑیوں میں مقید مرد اور عورتیں دیکھیں جن کی پیشانیاں سیاہ ہو چکی تھیں اور سانپ ان کے گلے کا طوق بنے ہوئے تھے، جو انہیں ڈستے تو ان کا گوشت زرد پڑ جاتا اور پھر وہ اصلی حالت پر لوٹ آتے۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ لوگ جو سونا چاندی جمع کرتے مگر اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرتے۔ دنیا میں یہ لوگ بخل سے کام لیتے تھے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا کہ جن کے ایک ہاتھ میں حلال و پاکیزہ گوشت ہے اور دوسرے میں حرام وخبیث، مگر وہ پاکیزہ اور حلال گوشت کو چھوڑ کر حرام وخبیث گوشت کھاتے ہیں۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ مرد ہیں جو اپنی منکوحہ بیوی ہوتے ہوئے اسے چھوڑ کر حرام (نامحرم) کی طرف مائل ہوتے اور یہ عورتیں وہ عورتیں ہیں کہ جو اپنا حلال خاوند ہوتے ہوئے اسے چھوڑ کر دوسرے مردوں کی طرف مائل ہو جاتیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے عذاب میں مبتلا ایسے مرد اور عورتیں دیکھیں کہ ان کے جسم کے اگلے حصوں کو پیچھے اور پچھلے حصوں کو آگے کیا جارہا تھا اور ان پر چابک برستے اور ملائکہ انہیں چہروں کے بل گھسیٹتے اور جب انہیں مارتے ان کے جسموں سے آگ کے شعلے بھڑک اٹھتے۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں پر ناحق بڑائی اور تکبر کا اظہار کرتے کہ آپ کو معلوم نہیں کہ ابلیس نے آدم علیہ

Marfat.com

السلام پر تعلی اور تکبر کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

((اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ))

''میں اس سے بہتر ہوں۔''

تو پھر اس کے پر کٹ گئے اور اسے لعنت کا طوق ڈال کر جنت سے باہر نکال دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے مرد اور عورتوں کا آگ کی سیخیں بنے ہوئے دیکھا، آگ ان کی مقعد سے داخل ہو کر منہ سے نکل جاتی۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ پس پشت غیبت کرنے والے چغل خور اور دوسروں کو عیب لگانے والے لوگ ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے مرد بھی دیکھے جنہیں آگ کے نیزے مارے جاتے، وہ ان کے مونہوں اور آنکھوں میں پڑتے اور ان کی گدیوں میں نکل آتے۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے چالاکی سے پیش آتے اور ان میں فتنے کی آگ بھڑکا دیتے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے زقوم کے درخت میں لٹکی ہوئی عورتیں دیکھیں، ان پر گرم پانی ڈالا جاتا تو ان کا گوشت جھلس جاتا۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں۔''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنی اولاد کے خورد و نوش اور ان کی تربیت کے خوف کی وجہ سے دوائیں پی کر اپنی اولاد کو مار ڈالتیں۔ کیا انہیں اتنا بھی معلوم نہیں تھا ان کی اولاد کے خورد و نوش کا بندوبست کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

((وَمَا مِنْ دَابَّۃٍ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا))

Marfat.com

''اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے آگ کی بیڑیوں کے ساتھ بندھی ہوئی عورتیں دیکھیں، ان کے منہ کھلے ہوئے تھے اور ان کے پیٹوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ گانے والی عورتیں ہیں جو توبہ کئے بغیر مر گئیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسی عورتوں کو بھی دیکھا جن کے سروں پر کولتار تھی اور سانپ انہیں ڈس رہے تھے۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ اجرت لے کر میت پر واویلا کرنے والی عورتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیز کو کرتی رہی ہیں اور یہ توبہ کیے بغیر مر گئیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے گرمی کی لپیٹ اور آگ میں کچھ مردوں اور عورتوں کو دیکھا۔ اس آگ کی گنگناہٹ کی آواز ان کے پیٹوں سے آ رہی تھی۔ آگ ان کے مقعد سے داخل ہو کر ان کے مونہوں سے باہر نکل آتی۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق یتیموں کا مال کھاتے تو وہ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھرتے رہے اور انہیں دہکتی آگ میں ڈالا جائے گا''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے مرد اور عورتیں دیکھیں جنہیں خالص اور خون کی آمیزش والی پیپ پلائی جا رہی تھی اور جن کچھ پیپ ان کے پیٹوں میں پہنچتی تو ان کی چمڑیاں پھٹ جاتیں اور پھر وہ اپنی اصل حالت پر لوٹ آتے۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟''

Marfat.com

انہوں نے بتایا:

''یہ سود کھانے والے ہیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے مرد اور عورتیں دیکھیں جن کے سر جہنم کی آگ کے گھٹا ٹوپ میں تھے اور ان پر نہایت گرم اور سرد پانی ڈالا جاتا جو انہیں جھلا کر رکھ دیتا اور ان کا گوشت جل جاتا۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں میں باہم دشمنی اور عداوت ڈالتے تھے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے مسخ شدہ عورتوں کو دیکھا جن کے جسم کولتار کی طرح سیاہ تھے۔ میں نے جبرائیل سے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون عورتیں ہیں؟''

انہوں نے بتایا:

''وہ عورتیں ہیں جو بالوں کو رنگین اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی شکل وصورت کو متغیر کرتی تھیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جہنم کی آگ اور اس کی ہولناکیوں اور عذاب کو نہایت شدید پایا۔ سخت پتھر اور لوہا بھی اس کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتے تھے اور میں نے اس میں خوفناک چیزیں دیکھیں۔ ان کے دیکھنے سے میرے ضعیف اور ناتواں امتیوں کی وجہ سے مجھے گھبراہٹ لاحق ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ ان عذابوں میں مبتلا اکثر عورتیں تھیں۔ پھر داروغہ نے جہنم کا دروازہ بند کر دیا اور وہ اپنی سابق حالت میں بیٹھ گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میں نے پانچویں آسمان اور اس میں عجائبات کو دیکھا۔ پھر ملائکہ نے صفیں درست کیں۔ میں امامت کے لئے آگے بڑھا اور میں نے انہیں دو رکعت نماز پڑھائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر ہم چھٹے آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ پانچویں اور چھٹے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور اس کا عمق بھی اتنا ہے۔ جبرائیل نے دروازے پر دستک دی تو اس کے دربانوں نے پوچھا:

Marfat.com

''کون۔؟''

جبرائیل نے جواب دیا:

''جبرائیل ہوں۔''

انہوں نے پوچھا:

''آپ کے ساتھ کون ہیں؟''

جبرائیل نے کہا:

''محمد۔''

انہوں نے کہا:

''تمہیں اور تمہارے ساتھی کو خوش آمدید ہو۔''

پھر انہوں نے ہمارے استقبال کے لئے دروازہ کھول دیا اور ہم اندر چلے گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہ سبز یاقوت کا بنا ہوا آسمان تھا۔ اس کا نام خالصہ ہے۔ میں نے اس میں اللہ عزوجل کی مخلوق سے ایک بہت بڑے فرشتے کو نورانی کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا، جو نصف برف کا تھا اور نصف آگ کا۔ نہ آگ برف کو پگلاتی اور نہ برف آگ کو بجھاتی اور وہ بلند آواز سے پکار پکار کر کہہ رہا تھا:

''پاک ہے وہ ذات جس نے برف اور آگ میں الفت پیدا کی ایسے ہی اپنے مومن بندوں میں اپنی اطاعت پر تالیف پیدا کر۔''

ملائکہ اس کی اس دعا پر آمین کہہ رہے تھے۔

میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہے؟''

انہوں نے بتایا:

''اس فرشتہ کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرما کر شہداء کے اسماء کو اس کے سپرد کر دیا ہے اور ملائکہ میں سے آپ کی امت کا بہت خیر خواہ ہے اور قیامت تک ان کے لئے یہی دعا کرتا رہے گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی طرف بڑھ کر اسے سلام کیا تو اس نے مجھے سلام کا جواب دیا اور کہا:

Marfat.com

''اے پروردگار عالمین کے محبوب! آپ کو مبارک ہو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بہت کثیر بالوں والا عمر رسیدہ آدمی دیکھا۔ اس پر سفید اون سے بنا ہوا جبہ تھا۔ اس نے اپنے عصا کا سہارا لیا ہوا تھا۔ اس کے بال اس کے جسم کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ اس کی سفید ریش مبارک اس کے سینہ پر تھی۔ میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! یہ کون بزرگ ہیں؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ آپ کے بھائی موسیٰ بن عمران ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا ہم کلام ہونے کا شرف بخشا ہے اور انہیں کلیم کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ آپ ان کے قریب ہو کر انہیں سلام کریں۔''

میں ان کے قریب ہوا اور انہیں سلام کیا تو انہوں نے میری طرف دیکھا اور فرمانے لگے:

''بنی اسرائیل یہ گمان کئے ہوئے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں مخلوق سے زیادہ مکرم ہوں اور یہ (محمد رسول اللہ) اپنے رب کے ہاں مجھ سے بھی زیادہ مکرم ہیں۔ یہ نبی قریشی، ہاشمی، عربی، مکی، ابطحی ہیں، یہ حبیب ہیں، یہ کریم عظیم ہیں، یہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے بیٹے محمد امین کے لقب سے ملقب ہیں۔ صالح بھائی اور خیر خواہ نبی کو مبارک ہو۔''

پھر انہوں نے میرے اور میری امت کے لئے خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ پھر ملائکہ نے صفیں باندھیں تو میں نے انہیں ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی ملت پر دو رکعت نماز پڑھائی۔

پھر ہم چشم زدن میں ساتویں آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ ساتویں اور چھٹے آسمان کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور اس کا عمق بھی اتنا ہے۔ جبرائیل نے اس کا دروازہ کھٹکھٹایا تو پوچھا گیا:

''کون۔؟''

جبرائیل نے جواب دیا:

''میں جبرائیل ہوں۔''

پوچھا گیا:

''تمہارے ساتھ کون ہے؟''

انہوں نے کہا:

Marfat.com

''محمد۔''

ملائکہ نے کہا:

''تجھے اور تیرے ہمراہی کو خوش آمدید۔''

پھر انہوں نے دروازہ کھولا اور ہم اندر چلے گئے۔ یہ سفید موتی کا بنا ہوا ہے اور اس کا نام عجیبہ ہے اور یہ اتنی بلندی پر ہے کہ میں نے اس میں قلموں کی چرچراہٹ بھی سنی جاتی ہے۔ میں نے اس میں اپنے رب عزوجل کے ملائکہ دیکھے۔ ان ملائکہ کو روحانیوں کہا جاتا ہے۔ میں اپنی جانب متوجہ ہوا تو میں نے اپنے آپ کو ایک حسین چہرے والے اور خوبصورت لباس والے بوڑھے کے پاس پایا، جو نورانی کرسی پر تشریف فرما تھا۔ انہوں نے اپنی پیٹھ مبارک سے بیت المعمور کو زینت بخشی ہوئی تھی اور بیت المعمور خانہ کعبہ کے مقابل (ساتویں آسمان) پر ہے۔ میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ آپ کے والد آدم ہیں۔ آپ ان کے قریب ہو کر انہیں سلام کریں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے قریب ہو کر انہیں سلام کیا تو انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور میرے رب عزوجل کی طرف سے میرے اعزاز پر مجھے مبارکباد دی اور فرمایا:

''صالح بیٹے اور ناصح نبی کو خوش آمدید ہو۔ اے محمد! تجھے بشارت ہو قیامت تک تجھ میں اور تیری امت میں خیر کامل ہے اور ماسوا اس کے نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اپنی طرف اٹھایا ہے تا کہ تجھے سلام کرے اور تیری تکریم کرے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے بیت المعمور کو دیکھا، اس میں جواہر کی قنادیل تھیں اور اس کے اردگرد قطار در قطار روشنیاں تھیں۔ بعض زرد یاقوت سے اور بعض سبز زبرجد سے اور بعض تروتازہ موتیوں سے اور میں نے اس کے گرداگرد ملائکہ کو طواف کرتے دیکھا تو میں کھڑا ہو گیا اور ان کے ہمراہ سات مرتبہ طواف کیا اور پھر ملائکہ سے دریافت کیا:

''کتنی مدت سے تم اس کی گھر کی زیارت میں مشغول ہو۔؟''

انہوں نے کہا:

''تخلیق آدم سے دو ہزار سال پہلے سے اور ہر دن دس کروڑ ستر لاکھ فرشتے اس کی زیارت میں مشغول

Marfat.com

رہتے ہیں اور قیامت تک کسی کی باری دوبارہ نہیں آئے گی۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں کچھ آگے چلا تو میں نے اپنے ساتھ جبرائیل علیہ السلام کو نہ پایا۔ میں نے کہا:

''اے بھائی جبرائیل! کیا ایسی جگہ میں دوست دوست سے اور بھائی بھائی سے جدا ہوجاتا ہے؟ آپ نے مجھے تنہا کیوں چھوڑ دیا اور آپ مجھ سے پیچھے کیوں رہ گئے۔؟''

جبرائیل نے آواز دیتے ہوئے عرض کیا:

''آپ سے پیچھے رہنا میرے لئے ناگوار ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا کہ ہم (ملائکہ) میں سے ہر ایک کے لئے جگہ متعین و مقرر ہے اور اگر ہم میں سے کوئی ایک بھی اپنے مقام سے تجاوز کرے تو وہ نور ربانی سے جل کر راکھ ہوجائے۔''

جب جبرائیل نے مجھے یہ بات کہی تو میں نے اپنا ہاتھ اپنے چہرے پر رکھا اور اللہ تعالیٰ کی قہاری و جباری کی وجہ سے مجھے کپکپی اور خوف لاحق ہوا۔ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے اپنے پروں میں لے کر اپنے سینہ سے لگایا اور مجھے کہا:

''آپ کوئی خوف نہ کریں اور غمگین نہ ہوں۔ آپ کا رب اسی لئے آپ کو بلندی پر لایا تاکہ آپ کا اعزاز و اکرام کرے یعنی لوگوں کے سامنے ظاہر کرے اور آپ کو اپنا برگزیدہ بنائے اور جو چاہے آپ کو مرحمت فرمائے۔''

جب جبریل علیہ السلام نے مجھے یہ بات کہی تو خوف وغیرہ جو مجھے محسوس ہورہا تھا وہ خفیف و ہلکا ہوگیا اور اچانک ندا آئی:

''میرے حبیب کو نور میں چھوڑ دو۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ملائکہ میرے لیے سبز رفرف کی سواری لائے جو محراب کی مثل تھا۔ اسے چار فرشتوں نے اٹھایا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے میرے سامنے لا رکھا اور مجھے کہنے لگے:

''اے محمد! سوار ہوجائیں۔''

میں مضبوطی سے رفرف پر سوار ہوگیا اور وہ مجھے قوس سے نکلے ہوئے تیر کی تیزی کی لے چلا۔ میں سفید نورانی سمندر کے پاس پہنچ گیا اور میں نے اس سمندر کے فرشتے کو دیکھا۔ اس کے کندھوں کے درمیان اتنی وسعت و کشادگی

Marfat.com

تھی کہ اگر تیز رفتار پرندہ پوری سرعت سے پرواز کرے تو وہ اس کے دو کندھوں کے درمیانی فاصلہ کو پانچ سو سال تک طے کر سکے۔ پھر مجھے سبز نورانی سمندر میں لے جایا گیا جو موتیوں کی مثل چمک رہا تھا تو میں نے اس سمندر کے فرشتے کو دیکھا۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے ایک ہی دفعہ سات آسمانوں اور سات زمینوں کو نگلنے کا حکم دیدے تو یہ اس کے لئے معمولی بات ہے۔ یہ اس کے نہایت جسیم اور بڑا ہونے کی وجہ سے ہے۔ پھر میں سمندر سے نکل پڑا اور اگر اللہ تعالیٰ سات آسمانوں اور سات زمینوں کی تمام مخلوق کو اس فرشتے کی ہتھیلی پر رکھ دے تو یہ ایسے معلوم ہو جیسے زمین پر رائی کا دانہ۔

میں ایک سیاہ سمندر سے گزرا میں اسے دیکھتے ہی بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو گیا اور میں باآواز بلند گویا ہوا:

''اے فریادیوں کے فریادرس! اے عالمین کے معبود برحق! اے نامانوسوں کے انیس! اے عرش عظیم کے رب! اے میرے معبود! اے میرے سردار! اے میرے مالک! تو میری تنہائی کے اس گھبراہٹ کے وقت میں اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو میرا انیس بنا جو مجھ سے ہمکلام ہو اور مجھے مانوس کرے۔''

اچانک ساحل سمندر سے آواز آئی:

''اے محمد! میری طرف متوجہ ہوں۔''

میں اس کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے اس سمندر پر ایک بہت بڑا فرشتہ دیکھا جو پانی کو پیمانے سے ناپ رہا تھا اور ترازو سے تول رہا تھا تو میں نے باآواز بلند کہا:

''اے اللہ کے بندے! السلام علیکم!''

اس نے جواباً کہا:

''وعلیکم السلام یا حبیب اللہ!''

میں نے کہا:

''میں نے اللہ تعالیٰ سے تیرا ہی سوال کیا تھا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس فرشتے کا نام میکائیل تھا جو روزی تقسیم کرتے ہیں، میں نے ان سے کہا:

''آپ مجھے یہ کیوں نہیں بتا دیتے کہ آپ کا نام میکائیل کیوں ہے اور جبرائیل کا نام جبرائیل کیوں ہے اور اسرافیل کا نام اسرافیل کیوں ہے اور عزرائیل کا نام عزرائیل کیوں ہے۔؟''

انہوں نے کہا:

Marfat.com

"یا حبیب اللہ! میرا نام میکائل اس لئے ہے کہ مجھے پانی کے قطرات اور نباتات پر مقرر کیا گیا ہے۔ میں پیمانے کے ساتھ پانی ماپتا اور ترازو کے ساتھ تولتا ہوں اور جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے میں اس پانی کو بادلوں کے ذریعہ وہاں بھیج دیتا ہوں۔"

میں نے میکائیل علیہ السلام سے پوچھا:

"کڑک (رعد) اور چمک (برق) کی حقیقت کیا ہے۔؟"

انہوں نے جواب دیا:

"اے اللہ کے حبیب! برق یہ ہے کہ جب بادل پانی اٹھالیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بادل کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے تو وہ بادل کو جہاں چاہے لے جاتا ہے تو جب بادل سے حرکت اور آواز سی نکلتی ہے تو فرشتہ اسے ایک تازیانہ رسید کرتا ہے۔ اس ضرب سے ایک چمک اور نور نکلتا ہے یہی برق کی حقیقت ہے۔"

پھر میکائیل نے عرض کیا:

"جبرائیل کو جبرائیل اس لئے کہتے ہیں کہ انہیں انتہائی طاقت وقدرت سے نوازا گیا ہے۔ زمین میں دھنسانہ، صورتیں بدل ڈالنا، پانی میں پھینک مارنا، زلزلے کڑکیں انہیں کے اختیار میں ہیں اور امم سابقہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں سے تباہ وبرباد کرایا ہے۔ اسرافیل کا نام اسرافیل اس لئے ہے کیونکہ ملائکہ میں خوف ودہشت کے لحاظ سے اس سے سخت کوئی نہیں اور نہ ہی کسی فرشتے کے بال وپران سے زیادہ ہیں اور وہ رحم مادر میں صورتیں بنانے میں مختار ہیں اور عزرائیل کو عزرائیل اس لئے کہتے ہیں کہ آپ قبض ارواح کے انچارج ہیں اور ہم سب اس سے خوفزدہ ہیں کیونکہ وہ ہر ذی روح کے قبض روح کے انچارج اور مختار ہیں۔"

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اسے سلام دیا اور آگے چلا اور وہ مجھ پر درود وسلام بھیج رہا تھا۔ میرے لئے اور میری امت کے لئے دعا خیر وبرکت کر رہا تھا۔ میں ملائکہ کی صفیں چیرتے ہوئے ایک زرد سبز رنگ والے پرندے کے پاس پہنچا اور وہ سجدہ ریز تھا اور وہ اپنے سجدوں میں یہ تسبیح کر رہا تھا: سبحان اللہ العظیم۔ جب یہ پرندہ تسبیح کہتا تو زمین کے تمام پرندے تسبیح کہتے اور وہ اسے اس کی بولی کا جواب دیتے۔ جب زمین کے پرندے اس کی آواز سنتے تو وہ اپنی گردنیں جھکا دیتے اور اس پرندے کی تسبیح بغور سننے کے لئے گوش برآواز کر دیتے ہیں اور اپنے پروں سے پھڑ پھڑا کر تسبیح وتقدیس کے ساتھ اللہ واحد قہار کی عبادت کرتے ہیں اور جب وہ خاموش ہوتا ہے تو اہل زمین کے پرندے بھی

Marfat.com

خاموش ہو جاتے ہیں۔ میں بھی اس منظر میں تھا تو اچانک میں نے ایسے ملائکہ دیکھے جو پاؤں کے بل کھڑے تھے۔ میں نے پوچھا:

''اے اسرافیل! یہ کون ہیں۔؟''

انہوں نے بتایا:

''یہ روحانیون اور کروبیون (مقرب فرشتوں کے دو گروہ) ہیں اور یہ حاملین عرش ہیں۔ آپ ان کے قریب ہو کر انہیں سلام کریں۔''

میں نے ان کے قریب ہو کر انہیں سلام کیا تو انہوں نے مجھے سلام کا جواب دیا اور مجھے میرے رب عزوجل کی طرف سے اکرام پر مبارک باد دی۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اچانک میں نے اپنے سر کی جانب سے آواز سنی:

الصلوٰة والسلام عليك يا محمد

الصلوٰة السلامُ وعليك يا احمد

اور میں نے اپنا سر اٹھایا تو پھر میں نے ایک بڑے جسیم فرشتے کو دیکھا جو برف سے بھی زیادہ سفید تھا۔ اسے اپنی اصل شکل وصورت میں ستر ہزار فرشتے آگے لا رہے تھے۔ اس نے مجھے بغلگیر ہو کر چوم لیا اور کہا:

''اے اللہ کے حبیب! اور اللہ کے ہاں تمام مخلوق سے معزز ترین! آپ سیر جاری رکھیں۔''

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے ان ملائکہ کے جھرمٹ میں سیر کی اور وہ فرشتے میرے دائیں بائیں اور آگے پیچھے تھے، میری تعظیم واکرام کرتے حتیٰ کہ ستر ہزار حجابات نہایت سفید نور کے اور ستر ہزار حجاب سبز زمرد کے اور ستر ہزار حجاب دبیز ریشم کے اور ستر ہزار حجاب باریک ریشم کے اور ستر ہزار حجاب نور کے اور ستر ہزار حجاب طاقت وجبروت کے ہم نے تیزی سے طے کئے اور ہر ہر حجاب کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا تھا۔ حتیٰ کہ ان ملائکہ نے مجھے دھویں کے حجاب تک پہنچایا اور پھر اس سے اندھیرے کے حجاب تک اور اس سے نور کے حجاب تک اور اس سے حجاب شاہی تک اور اس سے حجاب عزت تک اور اس سے حجاب کمال تک اور اس سے حجاب قہر تک اور اس سے حجاب عظمت تک اور اس سے حجاب وحدانیت تک اور اس سے حجاب صمدانیت تک اور اس سے حجاب بقاء تک اور اس سے حجاب علی (بلندی) تک اور اس سے حجاب کبریا تک اور اس سے بارگاہ الٰہی کے حجاب تک حتیٰ کہ میں حجاب فردانیت تک پہنچا تو

Marfat.com

میں نے مشاہدہ کیا اور میں نے اپنے آپ کو ملائکہ کی ستر ہزار صفوں کے پاس پایا جو اپنے پاؤں کے بل کھڑے تھے اور پھر اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی:

''جو حجابات میرے اور میرے حبیب محمد کے درمیان حائل ہیں انہیں ہٹا دو۔''

حجابات اٹھا دیئے گئے، ان لاتعداد حجابات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ میں نے ملائکہ کی ایک لاکھ صفیں کھڑی دیکھیں جو رکوع نہیں کرتے تھے اور ملائکہ کی ایک لاکھ صفیں رکوع میں دیکھیں جو سجدہ نہیں کرتے اور ایک لاکھ سجدہ کرنے والی صفیں جو بیٹھتے نہ تھے اور نہ ہی قیامت تک اپنے سروں کو سجدہ سے اٹھائیں گے۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ ابھی میں انہی عجائبات کے غور و فکر میں تھا کہ جلال و کمال حسن و منظر و عظمت اور اللہ تعالیٰ کی ہیبت جیسے دیدہ عجائب کی وجہ سے مجھے ہیبت محسوس ہونے لگی۔ مجھے پکارتے ہوئے کہا گیا:

''اے محمد! پیش رفت کیجئے۔ پیش رفت کیجئے۔ میرے قریب ہو جائیں۔''

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے پانچ سو سال مسافت کا ایک قدم آٹھایا تو مجھے کہا گیا:

''اے محمد! ڈرو نہیں اور نہ غم کھاؤ۔''

یہ آواز سنتے ہی لاحق شدید ہیبت سے میرا دل مطمئن ہو گیا اور پھر یہ رفرت مجھے بلندی پر لے اڑا، حتی کہ مجھے میرے سردار اور مالک کی بارگاہ عالیہ کے قریب لے گیا۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے ایک عظیم ہستی دیکھی، نہ تو اوہام کی اس تک رسائی ہے اور نہ ہی قلبی خیالات کی اس تک پہنچ ہے۔ پاک ہے وہ ذات۔ اس کا کسی آنکھ نے مشاہدہ کیا نہ کسی کان کو اس کی شنوائی ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں کسی بشر کے دل میں کھٹکا ہوا۔

میں اپنے رب کے قریب ہو گیا حتی کہ میں نزدیک تر یعنی ہاتھ کے فاصلہ پر ہو گیا یا اس سے بھی زیادہ قریب (یہ غایت قرب کی طرف اشارہ ہے) (بعض نے کہا کہ قوسین سے تانت کی وہ دو قوسیں مراد ہیں جن میں تانت باندھی جاتی ہے اور بعض نے کہا: قوسین سے مراد آنکھوں سے ملے ہوئے دو کنارے ہیں اور اس میں شک نہیں یقیناً آپ ہی حبیب اعظم، رسول اکرم اور حبیب کے قریبی حبیب ہیں) تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے دست قدرت کو میرے کندھوں کے درمیان رکھا اور وہ دست قدرت مخلوق کے ہاتھ کی طرح محسوس نہ ہوتا تھا، دست قدرت وارادہ تھا، تو میں نے اپنے اندر اس کی ٹھنڈک محسوس کی تو مجھے جو ہیبت سی محسوس ہو رہی تھی وہ جاتی رہی۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اولین وآخرین کے علم کا وارث و مالک بنا دیا گیا اور میں فرحت وسرور سے

Marfat.com

پھولے نہ سمایا تو اس وقت مجھے ایسا آرام وسکون محسوس ہوا کہ مجھے ایسا گمان ہوا کہ میرے بغیر زمین وآسمان کی ہر چیز فنا ہو چکی ہے، مجھے وہاں آہٹ وحرکت تک نہ سنائی دی اور پھر میں نے کمال دانش سے بھانپا اور میں جس شرف عظیم میں تھا میں نے اس کی طرف توجہ مبذول کی تو مجھے آواز دی گئی:

''اے احمد! آ میرے قریب ہو جا۔!''

میں نے عرض کیا:

''الٰہی! سیدی اور میرے مولا! تو ہی سلام کا مصداق اتم ہے اور تجھ ہی سے سلامتی ہے۔''

پھر دوبارہ مجھے آواز دی گئی:

''میرے قریب ہو جاؤ۔''

تو میں اپنے رب کے اور قریب ہو گیا تو اس نے فرمایا:

''وعلیک السلام (اور تجھ پر بھی سلام ہو)۔''

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آواز جیسی آواز سنی تو میں نے کہا:

''اے میرے پروردگار اور میرے مالک! کیا ہمارے ساتھ ابوبکر بھی ہے۔؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''یا محمد! ہرگز نہیں۔آپ تو ایسے مکان میں ہیں نہ تو یہاں ابوبکر پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اور لیکن میں جانتا ہوں کہ لوگوں میں تیرا ابوبکر سے کوئی زیادہ محبوب نہیں، اس لئے میں نے تمہیں ابوبکر کی آواز جیسی آواز سے پکارا تا کہ آپ خوف زدہ نہ ہوں اور آپ کا دل مطمئن ہو جائے۔''

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے رب عزوجل نے مجھے الہام فرمایا تو میں نے

((اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّيِّبَاتُ))

کہا تو اللہ نے فرمایا:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ))

تو میں نے کہا:

((اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادُ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ))

Marfat.com

اور ہمارے بعد ملائکہ نے کہا:

((اَشْهَدُاَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰه وَحْدَهٗ لَاشَرِيكَ لَهٗ))

تو اللہ نے فرمایا اور میں گواہ ہوں بے شک محمد میرے بندے اور میرے رسول ہیں۔ تو پس جو تیرا محبوب و پیارا ہے وہ میرا محبوب و پیارا ہے اور جس نے تجھے جھٹلایا تو وہ میرے غضب کے ساتھ لوٹا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ البقرۃ کی آخری آیات نازل فرمائیں اور خود ان کی تلاوت فرمائی۔

بنی اسرائیل سے جب کوئی نسیان اور غلطی سے کوئی گناہ ہو جاتا تو ان کا جلد مؤاخذہ کیا جاتا۔ بھول یا غلطی سے سرزد ہونے والے گناہ کے مطابق ان کے خورد و نوش میں کمی کر دی جاتی اور سیدنا محمد کے وجود مبارک سے اس امت سے نسیان و خطا پر مواخذہ منسوخ کر دیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

''اے ہمارے رب! ہم سے ان جیسا یعنی امم سابقہ جیسا مواخذہ نہ فرما۔''

اللہ رب العزت نے جواباً اپنے محبوب کو فرمایا:

''اے میرے پیارے! ہم تم سے امم سابقہ جیسا مواخذہ نہ کریں گے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

''اے ہمارے پروردگار! ہم پر ایسی ذمہ داری یعنی پختہ عہد اور نہایت پختہ وعدہ کی ذمہ داری نہ ڈال کہ ہم اس کے متحمل نہ ہو سکیں۔ اس میں کوتاہی کی وجہ سے تو ہمیں عذاب دے جیسے کہ تو نے ہم سے پہلے لوگوں (یعنی یہود) پر ذمہ داری ڈالی گئی (اور وہ اسے نہ نبھا سکے) تو ان میں سے بعض کو بندر اور بعض کو خنازیر (سور) بنا دیا گیا یعنی ہم پر سخت احکام نازل نہ فرما جن پر عمل دشوار ہو جیسے کہ پہلی امتوں پر دشوار احکام کی بجا آوری کا حکم دیا گیا۔ بنی اسرائیل سے ایسے ہوتا کہ ان میں سے جس سے گناہ سرزد ہوتا تو صبح کے وقت وہ گناہ اس کے گھر کی چوکھٹ پر لکھا جاتا اور بعض نے کہا کہ گنہگار کی پیشانی پر لکھ دیا جاتا۔ میں نے کہا:

اے ہمارے پروردگار! ہمیں ایسی ذمہ داری نہ سونپ جس کی بجا آوری کی ہمیں طاقت نہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''ہم آپ کے ذمہ مشکل احکام نہیں سونپیں گے (آپ کی امت کے لئے)''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

Marfat.com

"اے رب العزت! ہم سے درگزر فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ہم نے معاف اور درگزر کیا۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

"ہماری بخشش فرما اور ہم پر رحم فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"ہم نے بخش دیا اور پردہ ڈال دیا۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

"اے پروردگار! تو ہمارا مالک ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اے محمد! تم نے سچ کہا۔ میں تمہارا مالک ہوں۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

"کفار کے خلاف ہماری مدد فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"میں قیامت تک قوم کفار کے خلاف تمہاری مدد کروں گا۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھ سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دریافت فرمایا:

"کیا تم نے اپنی چشم سے مجھے دیکھا؟"

میں نے کہا:

"تجھے پاکی ہے۔ آنکھیں تیرا احاطہ نہیں کرسکتیں اور نہ ہی اطراف تیرا احاطہ کرسکتے ہیں (رویت کی نفی نہیں بلکہ احاطہ کی نفی ہے اور لفظ اطراف اس کی واضح دلیل ہے۔) اور نہ ہی گردش ایام تجھے متغیر کرسکتی ہے اور تو واحد قہار ہے۔ اے میرے معبود! میرے سردار اور میرے مالک! تیرے نور، تیری مانوسیت، حسن منظر اور تیرے جلال نے ہی میری آنکھ کو گھیرے رکھا۔ میں نے صرف اپنی قلبی بصیرت سے ہی آپ کو پہچانا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

''اے محمد! میری صفت وحمد بیان کیجئے۔''
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:
''تمام ثنا گو تیری تعریف کا حق ادا نہیں کر سکتے اور نہ ہی عارفین تیری کہنہ حقیقت کی سرحدیں بتا سکتے ہیں اور نہ ہی وہم وگمان تیرا احاطہ کر سکتا ہے اور تو ایسا پروردگار ہے جو حی وقیوم ہے۔''
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''اے محمد! میری بڑی شان ہے۔ میری حکومت غالب ہے۔ میرا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ شہنشاہوں کا شہنشاہ ہوں اور حاجات کو پورا کرنے والا ہوں۔ میں پکارنے والوں کی پکار سنتا ہوں۔ جو مجھ سے لینا چاہے میں اسے عطا کرتا ہوں۔ جو مجھ پر بھروسہ کرے میں اس کا ضامن ہوں۔ جو میرے دروازہ رحمت پر قائم رہے میں اسے شرف قبولیت بخشتا ہوں اور آفات ومصائب سے نجات دلاتا ہوں۔ اے محمد! جس مقام میں آپ مجھ سے ہم کلام ہیں اس میں دیکھئے تو (صاف ظاہر ہے) میرے آپ کے درمیان نہ کوئی رسول حائل ہے اور نہ کوئی ترجمان (ہم بلاواسطہ ہم کلام ہیں)''
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے سر اٹھا کر دیکھا اور پوچھا:
''اے میرے رب! میں کس مقام میں ہوں۔؟''
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''آپ فرش مانوسی پر ہیں۔''
میں اپنی طرف متوجہ ہوا اور میں نے اپنے جوتے اتارنے کا قصد کیا تو میرے رب سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے فرمایا:
''ہمارے فرش پر قدم رنجہ نہ فرمائیں۔ ہم نے تجھے چن لیا ہے اور تم صاحب فضیلت سردار ہو۔''
میں اپنی دائیں جانب متوجہ ہوا تو میں نے انتقام کی تلوار دیکھی، اس سے خون ٹپک رہا تھا اور پائے عرش سے لٹکی ہوئی تھی تو میں نے عرض کیا:
''الٰہی سیدی! میرے مولا! میری امت سے تلوار اٹھالے۔''
اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
''محمد! میرا حکم وقضا، پہلے صادر ہو چکا تمہاری اکثر امت تلوار کے وار سے ہی فنا ہوگی۔''

Marfat.com

ایک دوسری حدیث میں ہے:

''تمہاری اکثر امت نیزے کے وار اور طاعون سے فنا ہو گی۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا:

''الٰہی! سیدی! میرے مالک! میں تجھ سے کچھ مانگنا چاہتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں نے تخلیق آدم سے دو ہزار سال قبل اپنی ذات کی قسم ارشاد فرما رکھی ہے کہ تم جو مانگو گے سو تمہیں دوں گا۔''

میں نے عرض کیا:

''میرے اللہ! میرے سردار اور میرے مالک! تو نے آدم (علیہ السلام) کو اپنے دست قدرت سے تخلیق کیا اور تو نے ان میں اپنی روح پھونک دی اور ملائکہ سے ان کو سجدہ کرایا، اور تو نے ابراہیم (علیہ السلام) کو خلیل بنایا اور موسیٰ (علیہ السلام) سے ہم کلام ہوا اور ادریس (علیہ السلام) کو بلند مقام پر اٹھا لے گیا اور تو نے داؤد (علیہ السلام) کو زبور (کتاب) عطا کی اور تو نے اس کے خلاف اولیٰ امور بخش دیئے اور تو نے سلیمان (علیہ السلام) کو ملک عظیم عطا کیا اور انسان، جن، پرندے، وحشی جانور اور ہوا کو ان کے تابع فرمان کیا اور تو نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے کلمہ کن سے پیدا کیا۔ اے رب ذوالجلال! تو نے انہیں مذکورہ وجود انعامات سے برتری وفضیلت دی تو میری وجہ فضیلت وعظمت کیا ہے۔؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے احمد! اگر چہ میں نے آدم کو اپنی دست قدرت سے پیدا کیا مگر اس کی تخلیق میں نے مٹی ہی سے کی اور تجھے میں نے نور ذاتی سے پیدا کیا، اگر چہ میں نے ابراہیم کو اپنا خلیل بنایا تو تجھے اپنا حبیب بنایا اور حبیب خلیل سے افضل ہے۔ اگر چہ میں موسیٰ سے ہم کلام ہوا مگر طور سینا پر ہم کلامی پس پردہ ہوئی اور فرش قرب پر تجھ سے بے حجاب ہم کلام ہوا اور اگر چہ میں ادریس کو بلند مقام پر اٹھا لے گیا تو میں اسے صرف چوتھے آسمان پر لے گیا، مگر میں تجھے ایسے ارفع واعلیٰ مقام پر لے گیا کہ وہاں تیرے بغیر کسی کی رسائی نہیں۔ اگر چہ میں نے سلیمان کو ملک عظیم دیا اور تیرے لئے میں نے روئے زمیں کو مسجد قرار دیا اور پانی نہ ملنے کے وقت مٹی کو پاک قرار دیا (اس سے تیمم جائز ہے) اگر چہ میں نے داؤد کو زبور عطا کی، مگر تجھے تو میں

Marfat.com

نے سبع مثانی (سورۃ الفاتحہ) اور قرآن عظیم، فرقان حمید مرحمت کیا اور اس قرآن پاک میں سورۃ فاتحہ، سورہ بقرہ، آل عمران جیسی سورتیں عطا کیں۔ تیری امت میں سے جو بھی ان سورتوں کو پڑھے گا تو میں اس کے گناہوں کو بخش دوں گا، چاہے وہ گناہ سمندر کی جھاگ سے زیادہ ہوں۔ اگرچہ میں نے عیسیٰ کو اپنے کلمہ سے پیدا کیا مگر تیرے نام کو میں نے اپنے ناموں سے مشتق کیا اور تیرے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا لیا، جو آدمی لا الہ الا اللہ کہے گا وہ محمد رسول اللہ ضرور کہے گا، جو تمہاری رسالت کا اقرار نہیں کرتا میں اس کا کوئی عمل قبول نہیں کروں گا۔ وہ آخر میں خاسرین سے ہوگا اور میں نے تجھے کوثر عطا کی، وہ ایسی نہر ہے کہ اس کے سنگریزہ موتی اور جواہر ہیں اور اس کا پانی برف سے سفید اور شہد سے میٹھا ہے اور اس کی مٹی خوشبودار کستوری ہے اور اس کے پودے زعفران ہیں اور اس کا عرض ستر ہزار میل ہے اور میں نے تجھے حوض امور (شفاعت کبریٰ) درجہ رفیعہ (بلند مرتبہ) اور رمضان کے روزے عطا کیے ہیں اور اس ماہ رمضان میں تجھے پر قرآن حکیم نازل کیا اور میں نے غنائم کو تیرے لئے حلال قرار دیا جو تجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہیں تھیں۔''

میں نے اپنے رب سے عرض کیا:

''یہ نوازشات تو مجھ پر ہیں۔ میری امت کو کیا عطا کیا گیا۔؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے محمد! تیری امت میں سے ایسے ستر ہزار افراد کو بخش دیا جن کے لئے جہنم کی آگ واجب تھی۔''

میں نے عرض کیا:

''اے پروردگار مزید معاف فرمادے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''تمہاری امت سے جو عاصی موت سے ایک سال قبل گناہوں سے توبہ کرلے گا میں اسے بخش دوں گا۔''

میں نے عرض کیا:

''اے میرے رب! ایک سال کی مدت تو بہت ہے، مزید کمی فرمادے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''جو موت سے ایک ماہ قبل توبہ کرلے اسے بخش دیا جائے گا۔''

Marfat.com

میں نے عرض کیا:

’’اے میرے رب! ایک ماہ کی مدت بھی زیادہ ہے، مزید کمی فرما دیجئے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’جو موت سے ایک جمعہ قبل توبہ کر لے اسے معاف کر دیا جائے گا۔‘‘

میں نے پھر عرض کیا:

’’اے میرے رب! جمعہ کی مدت بھی زیادہ ہے۔ اس میں مزید کمی فرمائیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’جو مرنے سے ایک دن قبل توبہ کرے گا اسے معاف کر دیا جائے گا۔‘‘

میں نے پھر عرض کیا:

’’اے میرے رب! یہ مدت بھی زیادہ ہے، مزید کمی فرمائی جائے۔‘‘

اللہ رب العزت نے فرمایا:

’’جو ایک ساعت قبل از موت توبہ کر لے اسے معاف کر دیا جائے گا۔‘‘

میں نے پھر عرض کیا:

’’اے اللہ! ساعت بھی زیادہ ہے۔ مزید کمی فرمائیں اور مہلت دیں۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’جو سانس حلق تک پہنچنے سے قبل تائب ہو جائے ہم اس پر نہایت بخشش کرتے ہوئے اس کی توبہ قبول کریں گے۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا:

’’اے میرے رب! مزید بخشش فرما۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

’’ہم ہر جمعہ کی رات کو تیری امت کے ایک لاکھ گنہگاروں کو آگ سے آزاد کر دیں گے۔‘‘

میں نے عرض کیا:

’’اے میرے رب! مزید بخشش فرما تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

''ابتدائے رمضان سے رمضان کی آخری رات تک جتنے لوگ آگ سے چھٹکارا حاصل کریں گے تو رمضان مبارک کی آخری رات ہم مزید اتنے آدمیوں کو آتش جہنم سے نجات دے دیں گے۔''

میں نے عرض کیا:

''اے میرے رب! مزید بخشش فرما۔''

مجھے تین گھونٹ پلائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((خذ خذ خذ))

''لے لو! لے لو! لے لو!''

میں نے عرض کیا:

''یارب! اس کا کیا مطلب؟''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''میری عفو و درگزر لے لو۔ میری بردباری لے لو اور میری رحمت لے لو۔''

میں نے عرض کیا:

''تیری ہی حمد و ثناء اور شکر، اکرام و عظمت اور احسان ہے۔''

پھر میں نے واپسی کا عزم کیا۔ جب میں نے واپسی کا عزم صمیم کیا تو میرے رب عزوجل نے مجھے ندا دی:

''یا محمد! ذرا ٹھہریئے! میں تجھ پر اور تیری امت پر ایک فریضہ فرض کر رہا ہوں، جس نے اس کا حق ادا کیا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے اس میں کوتاہی کی تو میں چاہوں تو اسے بخش دوں، چاہوں تو اسے عذاب میں مبتلا کر دوں۔ میں نے ایک دن رات میں تجھ پر اور تیری امت پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔''

میں نے کہا:

''سر آنکھوں پر۔''

میں واپس اتر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ مجھ پر درود و سلام بھیج رہا تھا۔

میں واپس چلتے چلتے موسیٰ بن عمران (علیہ السلام) کے پاس پہنچا تو جب انہوں نے مجھے دیکھا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے صادق و امین کہتے ہوئے، مجھے خوش آمدید کہا اور پوچھا:

Marfat.com

''کیا اپنے رب کے پاس سے آرہے ہو۔؟''

میں نے کہا:

''جی ہاں!''

انہوں نے دریافت کیا:

''آپ کو اللہ تعالیٰ نے کیا عطا کیا۔؟''

میں نے کہا:

''اتنا عطا کیا کہ مجھے خوش کر دیا۔''

انہوں نے دریافت کیا:

''آپ کی امت کو کیا عطا ہوا۔؟''

میں نے کہا:

''اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی بہت کچھ عطا کر کے راضی کر دیا اور مجھ پر اور میری امت پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

''واپس اپنے رب کے پاس تشریف لے جایئے اور نمازوں میں تخفیف کی درخواست کیجئے، کیونکہ آپ کی امت، امت آخر الزماں ہے، ان کے جسم ناتواں اور عمریں کم ہیں۔ دن رات میں اتنی نمازیں نہیں ادا کر سکیں گے۔''

میں نے کہا:

''برادرم موسیٰ (علیہ السلام) جتنے حجابات کو میں نے طے کیا اتنے حجابات کون طے کرے؟''

موسیٰ علیہ السلام نے کہا:

''یہیں سے آپ درخواست کر دیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ قریب و مجیب ہے۔''

اچانک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی:

''آپ جو چاہیں مانگیں میں اسے شرف قبولیت بخشوں گا۔''

میں نے عرض کیا:

Marfat.com

''اے میرے پروردگار! میری ضعیف وناتواں امت پچاس نمازیں ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔''

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اور میری امت سے پانچ نمازیں کم کر دیں تو میں نے پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آ کر انہیں بتایا تو انہوں نے کہا:

''آپ بارگاہ رب العزت میں مزید تخفیف کی درخواست کریں کیونکہ آپ کی امت اتنی نمازیں ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔''

پھر میں اپنے رب عزوجل سے تخفیف کی درخواست کرتا رہا اور موسیٰ (علیہ السلام) مجھ سے کلام کرتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پینتالیس نمازیں ہبہ کر کے معاف فرما دیں اور مجھ پر اور میری امت پر پانچ نمازیں فرض قرار دیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے مزید تخفیف کی درخواست کے لئے مجھے کہا تو میں نے کہا:

''اے برادرم! اب مجھے اپنے رب کے پاس جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔''

مجھے میرے رب نے ندا دی:

''اے محمد! اب واپس چلے جائیے! ہم نے عملاً پانچ نمازیں فرض کیں اور ثواب پچاس نمازوں کا دیں گے۔ ہر ایک نماز میں دس نمازوں کا ثواب ہے۔ میرا قول تغیر پذیر نہیں۔ ایک نیکی کے بدلہ دس نیکیاں اور جو کسی برائی کا مرتکب ہوگا تو اس کے بدلہ میں ایک ہی برائی لکھی جاتی ہے۔''

پھر میں نے موسیٰ علیہ السلام کو وہیں چھوڑ دیا اور واپس لوٹا حتیٰ کہ میں برادرم جبرائیل علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا اور وہ اسی حالت میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ذرا بھر متقدم ومتأخر نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی مجھ سے معانقہ کیا اور کہا:

''رب العالمین کے حبیب! آپ کو مرحبا! آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا عطا ہوا؟''

میں نے کہا:

''میرے رب نے مجھے فضل عظیم، احسان، شرف اور کرم جزیل عطا کیا۔''

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

''مجھے بخوبی علم ہے کہ آپ اللہ کے ہاں تمام مخلوق سے زیادہ مکرم ہیں۔''

پھر جبرائیل نے میرا ہاتھ پکڑا اور ہم چل پڑے حتیٰ کہ جنت تک پہنچ گئے اور میں نے وہاں بڑا جسیم فرشتہ دیکھا جو حسن اور تروتازہ چمکتے چہرے والا تھا اور اس کے چہرہ پرانوار سے نورانی شعاعیں نکل رہی تھیں اور وہ ایک نورانی کرسی پر جلوہ افروز تھا اور وہ زیورات اور خلعتوں سے مزین تھا۔

Marfat.com

میں نے پوچھا:

''اے جبرائیل! یہ کون ہے؟''

جبرائیل نے عرض کیا:

''یہ رضوان جنت ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں آگے بڑھا اور انہیں سلام کیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور میرے سلام کا جواب دیا اور مجھ سے معانقہ و مصافحہ کیا۔ انہوں نے کہا:

''نبی ناصح اور برادر صالح کو خوش آمدید ہو۔''

جبرائیل نے فرمایا:

''اے رضوان! اللہ کے حبیب کا ہاتھ پکڑیں اور انہیں جنت کی سیر کرائیں۔ اللہ تعالیٰ نے جوان کے لئے اور ان کی امت کے لئے تیار کر رکھی ہے اور اس کا مشاہدہ کرائیں۔''

وہ مجھے ساتھ لے کر جنت میں لے گئے۔ میں نے جنت دیکھی تو اس کی زمین چاندی کی طرح سفید تھی اور اس کے سنگریزے موتی اور مرجان تھے اور اس کی مٹی کستوری کی تھی اور اس کے پودے زعفران کے ہیں اور اس کے درخت چاندی اور سونے کی پتیاں ہیں اور ان پر ستاروں کی مثل چمکیلے پھل ہیں اور عرش اس کی چھت ہے۔ رحمت اس کی بھرتی ہے اور ملائکہ اس کے باشندے ہیں اور اس کا پڑوسی رحمٰن۔

رضوان جنت نے ہاتھ پکڑا اور ہم نے جنت کے درختوں، سرد کن چیزوں، چشموں، عمدہ اور کنواری حوروں، بلند و بالا محلات، چودھویں رات کے چاند کی مثل نوجوان خدام، پسندیدہ اور نفیس و عمدہ خدام نعمتوں، جنت نعیم، مقام محمود، خلود، خوش نصیبی دوام اور ملک علام کے پڑوس میں مسرت و خوش حالی کی سیر کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے سفید موتیوں سے بنا ہوا ایک ایسا گنبد دیکھا جو کسی چیز کے سہارے کے بغیر خود بخود لٹک رہا تھا، جس کے سرخ سونے کے ہزاروں دروازے تھے اور ہر دروازے پر ایک ہزار پری پیکر خادمہ کھڑی تھی۔ میں نے دیکھا کہ گنبد میں ایک ہزار محل ہے اور ہر محل میں ایک ہزار کمرے ہیں اور ہر کمرے میں ایک ہزار چارپائی اور ہر چارپائی پر دبیز و ریشم کے ایک ہزار بستر اور ہر دو بستر کے درمیان سے پانی کی ایک نہر بہہ رہی تھی اور ہر بستر پر میں نے ایسی گہرائی دیکھی جو دیکھنے والے کو حیران اور دل کو مدہوش کر دیتی۔ میں نے متعجب ہو کر سر اٹھایا تو اللہ بلند و برتر کی طرف سے ندا آئی:

Marfat.com

''اے محمد! کیا تم اسی سے متعجب ہو گئے۔گنبد کا سامنے والا حصہ ملاحظہ کریں تو اس میں مزید عجائبات کا مشاہدہ کرو گے۔''

میں نے غور سے حدنگاہ تک دیکھا تو اس میں سبز زمرد کا قبہ تھا اور اس میں سفید عنبر کی چارپائی تھی جو موتیوں سے اور جواہرات سے مرصع تھی، جس پر سرمگیں خوبصورت موٹی آنکھ والی ناز وادا کا پیکر سیاہ کشادہ پتلی والی شمس وقمر سے حسین تر خادمہ جلوہ افروز تھی۔شمس وقمر کو بھلا اس کے حسن وکشش سے کیا نسبت؟ اللہ تعالیٰ نے پاؤں سے زانوں تک اسے سفید کافور سے تخلیق کیا اور زانوں سے سینے تک خوشبودار کستوری سے اور اس کے بالوں کی ایک ہزار چھ سو مینڈھیاں تھیں اور اگر وہ اہل زمین پر جلوہ فگن ہو تو اس کی چھنگلیاں سے مشرق ومغرب منور ہو جائے اور اگر وہ کھارے سمندر میں لعاب دہن پھینک دے تو وہ لذیذ ومیٹھا ہو جائے۔

میں نے دریافت کیا:

''اے جبرائیل! اس عظیم نعمت اور جسیم عطیہ سے کسے نوازا جائے گا۔؟''

جبرائیل نے عرض کیا:

''یہ عطیہ اسے مرحمت کیا جائے گا جو

((لاالہ الااللّٰہ وانك رسول اللّٰہ حقا))

کی گواہی دیتے ہوئے مرے۔

پھر میں نے ایک عظیم نعمت اور بڑے ملک کا نظارہ کیا اور میں نے اس میں سات نہریں دیکھیں۔پانی کی نہر، دودھ کی نہر، شراب طہور کی نہر، شہد کی نہر، سلسبیل کی نہر (یہ جنت کا ایک چشمہ ہے)، خالص شراب یا خوشبو کی نہر، تسنیم کی نہر (جنت کا ایک چشمہ) اور نہر کوثر (شاید نہر کوثر ان سات کے علاوہ ہے یا خمر ورحیق سے ایک ہی شئے مراد ہے) میں آسمان بہ آسمان اترتا رہا تو آسمانوں میں میرا جس چیز سے بھی گزر ہوا وہ:

((لا الہ الااللّٰہ محمدرسول اللّٰہ))

پڑھتی تھی۔

جب ہم آسمان سے دنیا تک واپس پہنچے نورات کا وہی حصہ تھا جس میں ہم نے سفر کا آغاز کیا تھا اور اس میں ذرا بھر بھی تقدم وتاخر اور کمی بیشی نہیں ہوئی تھی۔میں (براق پر) سوار ہو کر مکہ آگیا اور براق سے اتر پڑا اور جبرائیل نے

Marfat.com

مجھے الوداع کہا اور عرض کیا:

''اے محمد! اس رات دیکھے ہوئے عجائبات کو بوقت صبح قوم کے سامنے بیان فرمانا اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی خوشخبری سنانا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے کہا:

''اے جبرائیل! مجھے اندیشہ ہے کہ مشرکین میری تکذیب کریں گے۔''

جبرائیل نے عرض کیا:

''اگر یہ آپ کلی تکذیب کریں گے تو ابوبکر تو آپ کی تصدیق کریں گے اور ابوبکر کی تصدیق کے بعد آپ ان کی تکذیب کو خاطر میں لائیے گا۔''

میں صبح کی نماز تک اپنے بستر میں خواب استراحت میں رہا، پھر میں بستر سے اٹھا اور میں نے نماز فجر ادا کی پھر میں مسجد کے دروازے کی طرف نکل پڑا۔ ابوجہل کی یہ عادت تھی کہ جب بھی میرے پاس سے گزرتا تھا تو پوچھتا:

''اے محمد! شب گزشتہ کی کوئی تازہ خبر۔؟''

اس دن بھی جب وہ میرے پاس سے گزرا تو اس نے حسب عادت مجھ سے یہی دریافت کیا تو میں نے اسے بتایا کہ آج رات مجھے سیر کرائی گئی۔ اس نے پوچھا:

''کہاں تک؟''

میں نے بتایا:

''بیت المقدس تک اور پھر وہاں سے عرش تک اور پھر اللہ تعالیٰ سے مجھ سے مخاطب ہوا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے عطایات واکرام سے نوازا۔ میں نے جنت اور جنتیوں کے لئے تیار کردہ دائمی نعمتیں دیکھیں اور جہنم اور جہنمیوں کے لئے تیار کردہ تھوہر اور گرم ابلتا ہوا پانی دیکھا۔''

ابوجہل نے کہا:

''اے محمد! اس بات کو چھپائے رکھ اور کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرنا ورنہ لوگ تیری تکذیب کریں گے۔''

میں نے کہا:

''میں ایک ایسی عظیم بات کو چھپائے رکھوں جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کیا؟ حالانکہ خود اللہ تعالےٰ کا ارشاد گرامی ہے:

Marfat.com

((وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ))

''اور جو نعمت اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے اس کا خوب اظہار کریں۔''

ابوجہل نے کہا:

''تمہاری بات انتہائی تعجب خیز ہے۔ تم نے جو مجھے بتایا کیا تمہیں اس قوم کے سامنے بیان کرنے کی طاقت و ہمت ہے؟''

میں نے جواباً کہا:

''ہاں! کیوں نہیں۔''

ابوجہل نے اہل مکہ میں منادی کرادی کہ اہل مکہ میرے پاس آجاؤ تو تمام اہل مکہ جمع ہو گئے۔

میں نے ان کے سامنے کہا:

''اے قوم قریش! سنو! اللہ تعالیٰ نے آج رات مجھے بیت المقدس تک سیر کرائی، پھر مجھے ہفت افلاک کی بلندیوں تک لے گیا۔ میں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ملاقات کرنے کا شرف حاصل کیا اور مجھے تا عرش لے جایا گیا اور میرے لئے نورانی فرش و بچھونا بچھایا گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کلام کیا اور میں نے جنت و جہنم کی سیر کی اور اب میں یہ دیکھی ہوئی تمام چیزیں بتانا چاہتا ہوں۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر سب سے پہلے کہا:

''اے اللہ کے محبوب! آپ سچ فرما رہے ہیں۔''

ابوجہل نے یہ سنتے ہی جل کر کہا:

''جو تم نے بیان کیا سو اچھا کیا۔ میں آپ سے آسمان کی تو کوئی بات نہیں پوچھنا چاہتا (کیونکہ ہم نے دیکھا نہیں) لیکن آپ سے بیت المقدس کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہیں، آپ ہمیں اس کا حلیہ بتا دیں تا کہ ہمیں آپ کے کلام کا حق اور بات کا سچ ہونا معلوم ہو سکے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر اقدس کو ذرا زمین کی طرف جھکایا کیونکہ آپ بیت المقدس میں رات کے وقت تشریف لے گئے تھے اور واپسی گزر بھی بوقت رات ہی ہوا تھا، اس لئے آپ نے اس کی کسی خاص علامت اور نشانی کا بغور مشاہدہ نہیں فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو کہا:

''بیت المقدس کو اس کی زمین، پہاڑوں، ٹیلوں، ندی نالوں، گلی کوچوں، شاہراہوں اور مساجد سمیت اٹھا

Marfat.com

کر میرے حبیب محمد کے سامنے واضح کر کے رکھ دو۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس وقت جبرائیل بیت المقدس کو میرے سامنے لے آئے۔ میں نے اسے دیکھ کر اس کے ایک ایک کمرہ، مکان ہر ہر جگہ کے بارے میں بتا دیا۔

مشرکین مکہ یہ منظر دیکھ کر شرمندگی سے سرنگوں ہو گئے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا:

"اے حبیب اللہ! آپ نے سچ فرمایا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو بطور دلیل ارشاد فرمایا:

"جب میں اور جبرائیل فضا میں تھے تو بنی مخزوم کے فلاں فلاں آدمیوں کو دیکھا۔ وہ اور ان کی سواریاں جبل اراک کے پاس تھے اور ان کا ایک قیمتی اونٹ گم ہو چکا تھا تو میں نے انہیں فضا سے پکار کر کہا کہ تمہارا اونٹ وادی نخل میں ہے۔ کل طلوع شمس کے وقت وہ قافلہ تمہارے پاس پہنچ جائے گا تو جب وہ تمہارے پاس پہنچے گا تو تحقیق کر لینا۔"

جب اس دن صبح ہوئی، قافلہ تو بہت دور تھا اور وہ سورج چڑھنے کے وقت مکہ مکرمہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تصدیق کے لئے قافلہ مکہ مکرمہ پہنچنے تک سورج کو طلوع نہ ہونے دیا۔ جب سورج طلوع ہوا تو قافلہ مکہ مکرمہ میں پہنچ چکا تھا اور انہوں نے بتایا:

"یقیناً ہمارا اونٹ گم ہو گیا تھا تو ہم اس کی تلاش میں تھے کہ اچانک کسی نے فضا سے ہمیں پکار کر کہا کہ تمہارا اونٹ وادی نخل میں ہے۔ ہم وادی نخل میں آئے تو اطلاع کے مطابق ہمیں اونٹ مل گیا۔"

جب مسلمانوں نے یہ سنا تو انہیں انتہائی مسرت ہوئی تو انہوں نے تہلیل و تکبیر کی صدائیں بلند کیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ مسلمانوں نے آپ کو جھرمٹ میں لیا ہوا تھا۔ آپ مسلمانوں میں چودھویں چاند کی مثل معلوم ہوتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے ارد گرد ستاروں کی طرح معلوم ہوتے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر اس دن چار ہزار افراد حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام و تعظیم کے لئے آسمان کے فرشتوں نے تہلیل و تکبیر کی صدائیں بلند کیں اور ابو جہل نے بوجہ عداوت و دشمنی آپ کی مخالفت شروع کر دی اور آپ کی حقانیت کا انکار کر دیا اور وہ بغض و حسد سے آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا:

"اے محمد! یہ تو تیرا عظیم ترین جادو ہے۔"

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مخاطب ہو کر آسمانوں اور عرش پر دیکھے ہوئے عجائبات اور اپنے اہل محبت اور شیدائیوں کے لئے دیکھی ہوئی نعمتوں اور اپنے مخالفین ودشمنوں کے لئے دیکھے ہوئے جہنم وجحیم اور ابلتے ہوئے پانی اور دردناک عذاب کا تذکرہ فرماتے رہے۔

☆☆☆

Marfat.com